Haveli Based Novel
Pwrt 02 of Qaid_e_ishq
جنونِ عشق
بقلم یمن ایوا

Book : Junoon E Ishq (Season 02 Of Qaid E Ishq)

Author : Yaman Eva

Genre : Haveli Based, Forced Marriage Base, Cousin Marriage Base, 2nd Marriage Base Doctor Hero Base, Teacher Student Based, Love and Romance Story

NOVEL IN URDU

جنونِ عشق

یمن ایوا

حویلی میں آج رونق پھیلی ہوئی تھی۔ ملازمائیں ہر طرف پھیلی تیزی سے کام کر رہی تھیں، گل جان بیگم ہر چیز کا تنقیدی نگاہوں سے جائزہ لے رہی تھیں۔

حویلی کی دوسری بیٹی کی شادی تھی اور پہلی شادی کی طرح دوسری کا بھی سارا انتظام بھی گل جان بیگم ہی دیکھ رہی تھیں۔ ثنا بیگم دلہن کی سگی دادی ہونے کے باوجود صرف سسرال سے آنے والی بیٹیوں کے لیے کمرے صاف کروا رہی تھیں یا پھر شادی کی دیگر دوسری زاتی تیاریوں میں مصروف تھیں۔

وہاں کمرے میں مایوں کے زرد لباس میں بیٹھی دلہن کی شفاف دمکتی رنگت دمک رہی تھی۔ چہرے پر کئی دن سے مسلسل لگتے ابٹن کی وجہ سے ملاحت اور زردی سی گھلی ہوئی تھی جو اسے مزید پرکشش بنا رہی تھی۔

زرشے نے کمرے میں قدم رکھا تو خود کو لوشن لگاتی ایقان نے پلٹ کر انہیں دیکھا اور پھر مدھم سا مسکرائی۔

"مجھے تو لگا دادی جان کی طرح آپ کو بھی میری شادی کی خوشی اتنی ہو گی کہ میرے پاس آنا ہی بھول

گئیں۔۔" وہ نرم لہجے میں بولی تھی مگر انداز میں مخصوص اداسی گھل گئی تھی۔

"پاگل ہوئی ہو ایقان۔۔ تمہیں کیا پتا تمہاری شادی نے تو میرے ہوش اڑا رکھے ہیں، مجھے تو یہ سوچ سوچ کر کچھ ہو رہا ہے کہ اب تم مجھ سے دور چلی جاؤ گی۔"

زرشے اداسی سے بیٹی کو دیکھ رہی تھیں۔ پھر آگے بڑھ کر اسے سینے سے لگاتے ہوئے اپنی آنکھوں کا بھیگا پن چھپا لیا۔ ایقان ان کے سینے میں سمٹی تو آنکھیں نمی میں ڈوب گئیں۔

"مجھے معاف کرنا ایقان۔۔ تمہیں کبھی یہاں بیٹی والا حق نہیں دلوا سکی، تمہیں ابھی پڑھنا تھا مگر یوں اچانک تمہاری شادی کر رہی ہوں۔" زرشے مدھم سے لہجے میں بول رہی تھیں، ایقان ان سے الگ ہو کر انہیں دیکھنے لگی۔

"مجھے آپ سے کوئی گلہ نہیں مورے۔۔ آپ نے مجھے بہت پیار دیا اور مورے گل کہتی ہیں مجھے وہاں پڑھنے دیا جائے گا۔ ان سب کو جانتی ہی ہوں، سب اتنے اچھے ہیں، دعا کریں کہ وہاں میری قدر ہو۔۔" اپنے سسرال کی بات کرتے ہوئے اس کے چہرے پر شرم کی سرخی گھل گئی تھی، اس کا اتنا معصوم اور من موہنا انداز دیکھ کر زرشے بے ساختہ مسکرائیں۔

وہ بے حد حسین لگ رہی تھی۔ نرم و نازک پھول کی مانند اور انہیں یہ پھول اتنی جلدی کسی کے حوالے کرنا پڑ رہا تھا۔ ان کی آنکھیں بھر آئیں۔ ایقان بھی پلٹ کر لوشن رکھتی اپنی نم آنکھوں کو رگڑنے لگی۔ اس کا بھی دل بھرا رہا تھا، اچانک ہی پلٹ کر پھر سے ماں کے سینے سے لگتی وہ سسکنے لگی۔

"مجھے اتنی جلدی شادی نہیں کرنی تھی مورے۔۔ کاش آپ لوگ کچھ وقت مزید مانگ لیتے، ابھی تو میں

کھل کر سانس لینا سیکھی تھی۔۔" وہ سسک رہی تھی۔ زرشے اسے خود میں بھینچتی خود بھی رونے لگیں۔

اسی وقت دروازہ کھلا اور تین شوخ شرارتی سی لڑکیاں کمرے میں داخل ہوئیں۔

"ہم آ گئے۔" اسوان نے چہک کر ان دونوں کو متوجہ کیا۔ زرشے آنسو صاف کرتی مسکرا کر ان تینوں کو دیکھنے لگیں۔ اسوان پُروا اور عیسٰی کی بیٹی تھی، شکل و صورت میں ہو بہو پُروا مگر طبیعت اور مزاج بالکل عیسٰی والا تھا۔ علیہا بستر پر چڑھ کر لیٹ چکی تھی۔ وہ حدیر اور پریہان کی بیٹی تھی اور اس پر ہر وقت تھکن سوار رہتی تھی۔ علیہا اور اسوان شکل و صورت میں بالکل ایک جیسی ہی لگتی تھیں۔

"آپ دونوں ٹھیک ہیں؟" حمالہ نے ان دونوں کی آنسوؤں بھری آنکھیں دیکھ کر گھبراہٹ سے سوال کیا۔ زرشے نے سر نفی میں ہلا کر اسے اپنے پاس بٹھا لیا۔

"کچھ نہیں ہوا، بس کچھ جذباتی ہو گئی تھی میں۔۔ ایقان کو بھی رلا بیٹھی ہوں مگر مجھے یقین ہے اب تم تینوں اسے مسکرانے پر مجبور کر دو گی۔۔" زرشے نے ان تینوں کو محبت سے دیکھا۔ حمالہ نے فخر سے گردن اکڑائی۔ وہ خان داور اور مرحا کی اکلوتی اور نہایت لاڈلی بیٹی تھی۔ ہر بات پر جلدی گھبرا جانے والی نہایت چھوٹے دل کی مالک۔۔ نازک سی مومی گڑیا۔۔

وہ چاروں تقریباً ہم عمر ہی تھیں، ایقان سے بمشکل سال بھر چھوٹی اسوان اور اسوان سے چار ماہ چھوٹی علیہا تھی، حمالہ علیہا سے تین ماہ چھوٹی تھی۔ اس حویلی میں وہ چاروں دوستیں تھیں مگر ہاں ان کی ایک اور دوست بھی تھی، ادب خان کی بیٹی گلالئی جو حمالہ کی ہم عمر تھی۔

رات کے اس پہر وہ ان کے پاس نہیں رہ سکتی تھی مگر اب شادی کے دنوں میں پورا دن ان کے ہی

ساتھ ہوتی تھی۔اسوان نے ایقان کے گرد بانہیں پھیلائی ہوئی تھیں۔حمالہ بھی

ایقان کے پاس بیٹھ گئی۔

زرشے انہیں باتیں کرتا چھوڑ کر وہاں سے جا چکی تھیں۔

وہ چاروں باتوں میں مگن ایقان کو چھیڑ چھاڑ کر رہی تھیں جس پر وہ شرمیلی سی مسکراہٹ لبوں پر سجائے انہیں چپ کروانے میں ناکام ہو رہی تھی۔

اگلی صبح ایقان کو رخصت ہونا تھا اور اسے بجائے آرام دینے کے ان تینوں نے پوری رات جگائے رکھا تھا۔

صبح صادق حویلی میں چہل پہل اور رونق پھیلی ہوئی تھی، شاری کے انتظامات اور سجاوٹ عروج پر تھی مگر دلہن سمیت وہ تینوں کسی عادی نشے باز کی طرح ایک ہی بستر پر بے ترتیب سی نیند میں غرق پڑی تھیں۔ان کا کسی کو خیال ہی نہیں آیا تھا۔

دن چڑھے گلالئی حویلی پہنچی تو اس کے سوال پر سب کو خیال آیا وہ چاروں غائب ہیں۔گلالئی ایقان کے کمرے میں داخل ہوئی تو ان کے بے ترتیب حلیے اور بکھری ہوئی حالتوں پر ہنسی دباتی ہر زاویئے سے ان کی تصویریں بنانے لگی۔

"آج کی تازہ خبر۔۔خانوں کی حویلی میں چار چڑیلوں کو کسی نے نشہ دے کر ایک کمرے میں

بند کر دیا۔۔"

تصاویر سے دل بھرا تو وہ بیڈ پر چڑھ کر ویڈیو بناتی ساتھ ساتھ بول رہی تھی۔اسوان نے کروٹ بدلتے ہوئے اسے ٹانگ ماری اور وہ لڑکھڑا کر دھڑام سے درمیان میں پڑی حمالہ پر گر گئی۔خود پر اچانک وزنی وجود گرنے پر نیند میں حمالہ ڈر کر پوری قوت سے چیخی۔اس کی اچانک دلخراش چیخ نے نیند میں پڑی باقی تینوں کو بھی ڈرا دیا تھا۔گلالئی بھی گھبرا گئی۔

اور اگلے ہی لمحے اس کمرے سے ان پانچوں کی چیخوں کی آوازیں گونجنے لگی تھیں۔

سب بڑے اس کمرے کی طرف دوڑے تو وہ بیڈ پر دائرے کی صورت بیٹھی آنکھیں میچ کر چیخ رہی تھیں۔انہیں پکڑ کر۔۔ہلاہلا کر پریشانی سے چیخنے کی وجہ پوچھی گئی تو ساری ہونقوں کی طرح ایک دوسرے کو تکنے لگیں۔

"چلو اٹھ کر فریش ہو جاؤ۔۔تماشے کر کے سوتی ہیں اور تماشہ لگا کر جاگتی ہیں۔۔" خانزادہ حدیر نے مسکرا کر نفی میں سر ہلاتے ہوئے انہیں ہدایت دی اور سب بڑے ان کو شرم دلاتے وہاں سے چلے گئے۔

وہ پانچوں اب ایک دوسرے کے حلیہ اور اڑے ہوئے رنگ پر ہنس رہی تھیں۔پاگل تھیں مگر ایک ساتھ خوش رہتی تھیں۔۔

oooooooo

حویلی کی سب رونقوں سے لاپرواہ خانی بیگم کی منتظر نظریں بیرونی دروازے پر جمی ہوئی تھیں۔انہیں کسی سے کوئی لینا دینا نہیں تھا، کون شادی پر آ رہا ہے کون جا رہا ہے، وہ اپنے لاڈلے کی منتظر تھیں۔

مہندی مایوں سب گزر گیا تھا، آج کے دن رخصتی طے تھی مگر خان اوراد کا کچھ اتا پتا نہیں تھا۔

وہ خانزادہ سے، ریاض سے اور سارا دن بار بار خان آزر سے اسی کا پوچھتی رہتی تھیں۔ اس وقت بھی اپنے کمرے کی گلاس ونڈو کے پاس رکھے آرام دہ صوفہ پر بیٹھی تھیں، ونڈو کے بالکل سامنے حویلی کا بیرونی دروازہ تھا۔

ریاض ہاتھ میں شاپنگ بیگز تھامے ان کے کمرے میں داخل ہوا تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگیں۔

"اوراد نہیں آیا؟ کیا وہ نہیں آئے گا شادی پر۔۔" خانی بیگم کے بے چین لہجے اور سوال پر

ریاض مسکرا دیا۔

"آپ کو تو پتا ہے اس کا، عین وقت پر پہنچے گا، یہ مہندی مایوں جیسی رسومات سے اس کا کوئی لینا دینا نہیں ہوتا، حویلی کے باقی معاملات سے بھی وہ ایسے پرہیز کرتا ہے جیسے یہاں اس کا کوئی اپنا رہتا ہی نا ہو۔۔" ریاض ان کے سامنے پڑے صوفہ پر بیٹھتے ہوئے بول رہا تھا۔ سامان وہیں نیچے ساتھ رکھ دیا۔

"وہ لاپرواہ نہیں ہے بس اس کا مزاج ایسا ہے، وہ سنجیدہ اور الگ تھلگ رہنا پسند کرتا ہے۔۔ مجھے ایسے ہی لڑکے پسند ہیں، مردوں کا کیا کام لڑکیوں کی رسموں میں گھستے پھریں۔۔" خانی بیگم نے اوراد کے خلاف بولنے پر خفگی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ ان کی بات پر بے ساختہ ہنس پڑا۔

"اور آپ کو ایسے مرد اچھے لگتے ہیں جو گھر والوں کے کسی معاملہ میں حصہ نا لیں، جو غیروں کی طرح آئیں اور گردن اکڑا کر ایک طرف بیٹھے رہیں۔۔" وہ شرارتی لہجے میں بول رہا تھا۔ خانی بیگم ناراض ہو گئیں۔ رخ پھیر کر خاموشی اختیار کر لی۔

"اچھا اب ناراض نہیں ہوں، آپ کو پتا ہے جب آپ ایسے ناراض ہو کر رخ پھیرتی ہیں تو مجھے زندگی بے رنگ لگنے لگتی ہیں۔۔" رباض ہنستے ہوئے اٹھ کر ان کے گرد بازو پھیلاتا ان کے سر پر اپنا سر ٹکا گیا۔

"اوراد کو برا مت کہا کرو۔۔ وہ جیسا ہے بس اچھا ہے، اسے غلط نہیں کہنا دوبارہ۔۔" خانی بیگم محبت سے اس کا ہاتھ تھام کر بول رہی تھیں۔ ان کی محبت اوراد سے ایسی ہی خالص تھی۔

"جانتا ہوں بس آپ کو چھیڑ رہا تھا، خیر وہ آج آ جائے گا، الہام کی وجہ سے خود بھی رکا ہوا تھا، ورنہ اس نالائق کا بس چلتا تو ہفتہ پہلے ہی بھاگا بھاگا پہنچ جاتا۔۔ یہ تو اوراد خود بھی رکا اور اسے بھی پکڑ کر روکا ہوا تھا۔ آج آئیں گے دونوں۔۔" خان رباض نے چھوٹے چھوٹے بھائی کا زکر کرتے ہوئے کہا۔

خانی بیگم کی آنکھیں چمکنے لگیں، اداس چہرے پر رونق پھیل گئی۔ رباض نے دادی کا خوبصورت مسکراتا چہرہ دیکھا اور بے ساختہ مسکرایا۔

"آغا جان کہاں ہیں؟" وہ خان آزر کا پوچھنے لگا۔

"مردان خانے میں ہی ہیں۔۔ اوراد کو کال کرنے کا کہا تو جان چھڑوا کر بھاگ گئے۔" وہ ان پر ناراض ہوئیں۔

"یار آپ دیکھ لیں اوراد کے لیے سب سے ہی ناراض ہوتی ہیں، وہ بے وفا تو یہاں رہتا تک نہیں ہے۔" رباض نے پھر سے مسکراہٹ دبا کر اس کی برائی کی۔

"وہ مصروف رہتا ہے، فارغ نہیں ہے تمہاری طرح۔۔" جواب حاضر تھا۔ وہ دادی کو چھیڑ کر اب قہقہے لگا کر ہنس رہا تھا۔ خان اوراد اور خان الہام اس کے ہی چھوٹے بھائی تھے۔ وہ خود خانزادہ حدیر کی طرح حویلی کے سب لوگوں کو سنبھالتا تھا، سب کا خیال رکھتا تھا اور سب معاملات میں حصہ لیتا تھا مگر دوسرے نمبر والا اوراد بالکل سنجیدہ مزاج اور سب سے الگ رہنے والا انسان تھا۔ وہ دونوں بڑے بھائی باپ کا بزنس سنبھالتے تھے مگر اس بزنس کو زیادہ وقت اوراد ہی دیتا تھا۔

الہام میڈیکل کا سٹوڈنٹ تھا، شوخ شرارتی سا اور ہر وقت حویلی آنے کے لیے تیار۔۔ اس پر صرف اوراد کا رعب تھا جس کی وجہ سے وہ کچھ دن ٹک جاتا تھا۔

ورنہ ہر موقع پر سب سے پہلے اسے پہنچنا ہوتا تھا۔

"اچھا چھوڑیں یہ دیکھیں۔۔ آپ کے آج والے کپڑے تیار ہو کر آ گئے ہیں۔ ایک نظر دیکھ لیں۔۔ ویسے یہ آپ نے اپنا زیور کیوں پالش کروایا سب خیریت تو ہے؟" وہ سامان ان کے سامنے رکھتا پوچھ رہا تھا۔

"ہاں اب ضرورت پڑے گا، تمہارے لیے دلہن ڈھونڈوں گی تو اسے دوں گی۔۔" وہ زیور کا بھاری ڈبہ اٹھا کر ایک طرف رکھ گئیں۔ ریاض جھٹکے سے سیدھا ہوا۔

"مورے پلیز میرے بارے میں ابھی ایسا نہیں سوچیں۔۔ پتا نہیں کیسی لڑکی ڈھونڈ لائیں آپ۔۔ ابھی مجھے شادی نہیں کرنی۔۔" وہ ہاتھ جوڑ کر معذرت کر گیا۔

"خاندانی لڑکی لاؤں گی، مجھے تمہاری ماں پر کوئی اعتبار نہیں جانے کیسی لڑکی لے آئے۔۔" خانی بیگم نے سنجیدگی سے کہا، انہیں کیا خوف تھا ریاض اچھے سے جانتا تھا۔ تبھی ان کے ہاتھ تھام لیے۔

"اسوان چھوٹی بہن ہے ہماری۔۔ ہمارے لیے علیہا کی طرح ہے وہ۔۔ فکر مت کریں۔" اس کے واضح الفاظ پر خانی بیگم نے خفت سے پہلو بدلا۔ انہیں اسوان سے کوئی پرخاش نا تھی مگر عیسٰی پروا کے ساتھ شہر میں رہتا تھا اور اسوان کا رہن سہن شہری طرز کا ہی تھا۔ خانی بیگم حدیر اور پریہان کی کہانی دوہرانے سے ڈرتی تھیں۔

"ایسا کچھ نہیں مگر شادی تو کرنی ہے، میں تمہارے

لیے خاندانی اور سلجھی ہوئی لڑکی لانا چاہتی ہوں۔۔ حویلی میں تو سب نے ہی لڑکیوں کو بگاڑ رکھا ہے، صرف ایقان ہی حویلی کی بیٹی لگتی تھی۔ علیہا پر میں نظر نا رکھتی تو تمہاری ماں اسے بھی ویسا کر دیتی جیسے عیسٰی نے بیٹی کو بگاڑ رکھا ہے۔۔

خان داور کی بیٹی کا تو ویسے بھی اللہ ہی حافظ ہے، کسی کام کی لڑکی نہیں ہے، بس لاڈ پیار میں اسے پاگل بنا رکھا ہے، یہاں بات کرو وہاں وہ گھبرا جاتی ہے، کچھ سمجھا دو تو اسے ڈانٹنا لگتا ہے۔۔"

خانی بیگم نے اپنے مزاج کے مطابق سب پر تبصرہ کیا۔

ریاض ان کی باتوں پر سرخ چہرہ لیے ہنس رہا تھا۔

"سب چھوٹی ہیں، بڑی ہوں گی تو سمجھ جائیں گی۔ حمالہ تو بہت کیوٹ ہے بس تھوڑی گھبرا جاتی ہے۔ انہیں کھل کر ہنسنے بولنے دیا کریں، یہی تو زندگی ہے مورے۔۔ اب آپ لوگوں کا دور نہیں رہا جہاں

لڑکی گھٹ گھٹ کر جیتی تھی۔آپ اور میں دونوں ہی جانتے ہیں ایقان ایسی کیوں ہوئی۔۔ خیر یہ بحث جانے دیتے ہیں مجھے شادی تو نہیں کرنی لیکن اگر آپ ضد کرتی ہیں تو پلیز مجھے بتانا ضرور۔۔ تھوڑا سا مرضی کرنے کا حق بھی دینا۔۔" وہ دادی کو نرمی

سے سمجھا رہا تھا۔

پھر سر جھٹک کر بات بدلتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"تمہیں مرضی کا حق ہو گا مگر نخرے کرنے کا نہیں۔" خانی بیگم نے سکون سے جواب دیا اور بے نیازی سے اپنا نیا جوڑا نکال کر دیکھنے لگیں۔

"جی ہاں۔۔ نخرے کرنے کا حق تو ویسے بھی صرف آپ کے اوراد کو ہے۔۔" وہ جاتے جاتے بھی انہیں سنانے سے باز نہیں آیا تھا۔خانی بیگم نے خفگی سے اسے گھورا۔

"وہ بھلا کہاں نخرے کرتا ہے، بات کر لے بڑی بات ہے۔"

وہ گہرا سانس بھرتی بڑبڑا کر رہ گئیں۔

oooooooooo

وہ کالج سے نکل کر گاڑی میں بیٹھا، ارادہ سیدھا اپنے شوروم جانے کا تھا۔ابھی گاڑی سٹارٹ کی کہ موبائل پر کال آ گئی۔ وہ اگنور کر دیتا مگر جو نمبر وہاں شو ہو رہا تھا اسے اگنور کرتا تو سات

نسلوں تک بھگتنا پڑتا۔

"ہیلو۔۔" اس نے کال لیس کی اور گاڑی آگے بڑھا دی۔

"کہاں ہو۔۔" ہیلو کے جواب میں براہ راست پوچھا گیا تھا۔اس نے ایک نظر موبائل کی سکرین پر ڈالی۔

"کالج سے نکلا ہوں، شوروم جاؤں گا۔رات کو فری ہو کر گھر۔۔ کوئی کام تھا؟" اس نے سنجیدگی سے پوری تفصیل بتا دی۔آگے کچھ لمحے کی خاموشی چھا گئی۔

"الہام کے کالج چکر لگا لینا ایک دفعہ۔۔اس کے پروفیسرز سے تمہاری میٹنگ اچھی رہی تھی۔۔" وہ نیا حکم نامہ سن کر گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔

"بہتر ہے کہ تم بھی اچھے سے ملنا سیکھ لو۔۔کب تک دوسروں سے کام لو گے۔۔" وہ ہمدردی سے مشورہ دینے لگا۔اس کا شوروم سامنے ہی تھا۔گلاس وال سے ڈبل فلور پر ہر قسم کی گاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔بیسمنٹ میں پارکنگ کی جگہ بنی ہوئی تھی۔

"مشورہ دینے کا شکریہ۔۔دوسرے بھی فارغ ہی ہیں۔۔میٹنگ کر کے کال کرنا۔۔" وہ بول کر کال کاٹ گیا۔

وہ خان اوراد حدیر تھا۔صرف کام بتا دیتا تھا پھر چاہے آگے والا کر سکے یا نہیں۔۔اسے کام ہر

حال میں چاہیئے ہوتا تھا۔رباض کا کہنا تھا کہ اوراد کو لگتا ہے اس نے پوری دنیا خریدی ہوئی ہے، وہ کافی حد تک سہی کہتا تھا۔

کال بند ہونے پر ایاد نے نفی میں سر ہلایا اور گاڑی پارک کر کے باہر نکلتا اوپر کی جانب بڑھ گیا۔

وہ بھی سنجیدہ مزاج اور لیے دیئے رہنے والا انسان تھا، اوراد کا ہم عمر اور اس کی نظر میں اس کا بہترین دوست تھا مگر اسے شک تھا کہ اوراد بھی ایاد کے لیے ایسا ہی سوچتا ہے۔

ایاد خان دراصل کون تھا اور اس کا تعلق کس گھرانے سے تھا یہ بات بہت کم لوگ جانتے تھے۔اس کا اپنے گھر والوں سے رابطہ کم ہی تھا۔

وہ کالج میں پڑھاتا تھا اور ساتھ میں زاتی شوروم بھی تھا۔ بہترین خوبصورت گھر تھا مگر وہ اس گھر میں کافی عرصہ سے اکیلا رہتا تھا۔

ooooooooo

"اگر آپ کی اجازت ہو تو آج چلیں ہم؟ یا پھر بتادیں ہم شادی کے بعد کبھی جا کر ایقان سے مل لیں گے۔۔

دلہا کو ویسے بھی کیا کرنا ہے چلو جب کبھی سامنا ہوا ہاتھ ملا کر تعارف دے دیں گے کہ ہم بھی سالے ہوتے ہیں اس کے۔۔" الہام اس کے سر پر کھڑا ناک چڑھا کر بول رہا تھا۔اوراد نے ابرو چڑھا کر اسے دیکھا۔

الہام دراز قد نو عمر لڑکا تھا، رنگت صاف تھی، نقوش پر یہان جیسے تھے، آنکھیں چمکتی ہوئی شریر سی۔۔

ہر وقت مسکراتا رہتا تھا مگر اوراد کی مہربانی سے اب اکثر زچ ہو جاتا تھا۔اس وقت ماتھے پر بال بکھرائے وہ کوئی ناراض بچہ لگ رہا تھا۔

"کیوں تم نے تیاری نہیں کی؟ مجھے لگا تمہیں پتا ہو گا ہم آج جا رہے ہیں۔۔" اوراد نے سنجیدگی سے بولتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر اس کے ماتھے پر بکھرے سلکی بال پیچھے کر کے سر پر جمائے۔وہ یکدم خوش ہوا۔

"تیاری تو میں نے مہینہ پہلے ہی کر رکھی تھی۔" وہ چہک کر بولتا تیزی سے نکلا اور اگلے ہی لمحے ہینڈ کیری میں اپنا سامان ٹھونسے جینز پر وائٹ ٹی شرٹ پہنے وہ سنیکرز پیروں میں پھنساتا تیزی سے تسمے باندھ رہا تھا۔اوراد گاڑی کی چابی اٹھاتا ایک نظر اس پر ڈال کر باہر نکل

گیا۔وہ بھی اس کے پیچھے بھاگا۔

اوراد نے جب تک گاڑی سٹارٹ کی وہ دھپ سے اس کے ساتھ فرنٹ پر بیٹھتا ڈور پورے زور سے بند کر گیا۔

"زرا تمیز سے۔۔تم اب بچے نہیں ہو۔۔" اوراد نے اس کی حرکت پر ناگواری سے اسے ٹوکا۔

"اوہ سوری۔۔ویسے کافی ہینڈسم لگ رہے ہیں، کیا وہاں آپ کی کوئی منگنی تو نہیں ہو رہی۔۔" فرنٹ مرر میں دیکھ کر اپنے بال بناتے الہام نے شرارت سے کہا اور ترچھی نظر بڑے بھائی پر ڈالی۔سیاہ کرتا شلوار میں اس کی شفاف سفید رنگت کھِل رہی تھی۔وہ شکل و صورت میں بالکل خانی بیگم جیسا تھا۔چمکتی ہوئی سبز مائل سی آنکھیں اور تیکھے نقوش۔۔

اونچا چوڑا وہ وجاہت کا اعلا شاہکار تھا۔

اس نے الہام کو جواب دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی، گاڑی تیزی سے آگے بڑھ چکی تھی۔ الہام نے موبائل پر میوزک لگا کر ہیڈ فون کانوں پر لگائے اور سیٹ سے ٹیک لگا کر

آنکھیں بند کر گیا۔

اورادنے گاڑی چلاتے ہوئے چھوٹے بھائی کو دیکھا اور نفی میں سر ہلایا۔ وہ کہیں سے بھی میڈیکل کا سٹوڈنٹ نہیں لگتا تھا۔ لاابالی اور لاپرواہ سا تھا۔

سلکی بال پھر سے ماتھے پر بکھر چکے تھے، اورادنے عادت سے مجبور ہو کر ہاتھ بڑھایا اور اس کے بال سمیٹ کر پیار سے اس کا سر تھپکا۔

ooooooo

ایقان کو بیوٹیشن مہارت سے تیار کر رہی تھی۔ ساتھ والے صوفہ پر گلالئی ہاتھوں پر مہندی لگائے ہاتھ سیدھے رکھ کر بیٹھی تھی۔

"تم نے یہ کس وقت کی مہندی لگوالی، اب تیار کب ہو گی؟" علیہا نے اس کی بیوقوفی پر اسے ڈپٹا۔

"جس کو جب موقع ملے۔۔ مجھے بس بیوٹیشن کے ہاتھ کی مہندی پسند ہے، تم لوگوں نے تو بس گول ٹکیاں سی بنالی ہیں۔۔ عجیب!!" گلالئی کے نخرے عروج پر تھے۔ اسوان نے اپنے ہاتھ دیکھے پھر اسے گھورا۔

"دلہن ایقان ہے تم نہیں۔۔" اس کے بھرے ہوئے ہاتھوں پر چوٹ کرتے ہوئے اسوان نے جواب دیا۔ وہ نہایت آرام سے ان سنی کر گئی۔

"اسوان تم نے تیار نہیں ہونا کیا؟" علیہا نے ائیر رنگز بند کرتے ہوئے اسوان کو دیکھا، جو ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیوٹیشن پر نظریں گاڑھے بیٹھی تھی۔

"مجھے بیوٹیشن سے تیار ہونا ہے۔ پاپا نے کہا تھا بیسٹ والا تیار ہونا۔۔" وہ اسے جواب دیتے ہوئے رشک سے ایقان کو دیکھنے لگی۔ جو ادھورے میک اپ میں ہی غضب ڈھانے لگی تھی۔

"ہاہ عیسٰی چاچو کا بس چلے تو تمہیں ماڈل بنا کر بٹھا دیں۔۔ اچھا میرا لاکٹ بند کر دو پلیز۔۔" علیہا نے سر جھٹک کر کہتے ہوئے اسے منت کی۔ ہاتھ میں ڈائمنڈ کا نفیس سا لاکٹ تھا۔ اسوان نے آنکھیں چھوٹی کر کے غور سے لاکٹ کو دیکھا اور ابرو چڑھائے۔

"یہ کیف بھائی نے مجھے دکھایا تھا اور کہا تھا منہ دکھائی میں دوں گا۔۔ حیرت ہے تمہاری منہ دکھائی بھی ہو گئی، یہاں کسی کو پتا تک نہیں۔۔" اسوان نے منہ پھٹ لہجے میں کہا تو علیہا گڑبڑا گئی۔ بیوٹیشن کا ہاتھ روک کر ایقان بھی حیرت سے آنکھیں پھاڑے علیہا کو دیکھنے لگی۔ گلائی کے بھی کان کھڑے ہوئے۔

"تم نے مجھے نہیں بتایا۔۔" ایقان کو صدمہ پہنچا۔

"تمہیں اس کا نہیں پتا کیا۔۔؟ باتیں بنانے میں ماہر ہے، یہ تو مجھے بڑی آنی نے گفٹ کیا ہے۔" علیہا نے بات بنا کر اسوان کو گھورتے ہوئے دانت کچکچائے۔

"جانے کیوں یقین نہیں آ رہا۔ بڑی آنی نے تمہیں جو گفٹ دینے تھے مجھے دکھائے تھے۔" اسوان اب بھی چپ نہیں رہ سکی تھی۔ علیہا کا جی چاہا بیوٹی باکس اٹھا کر اس کے منہ پر دے مارے۔

" زبان بند رکھ کر مجھے لاکٹ پہناؤ۔۔" علیہا کی ہدایت پر وہ ناک چڑھا کر اسے گھورنے لگی۔

"کیف بھائی سے کہنا تھا، پہنا بھی دیتے۔۔" اس کے جملے پر علیہا کڑے تیور لیے اس کے سر پر پہنچی۔

"تمہیں آج کیف کا دورہ کیوں لگ گیا ہے۔" وہ دانت پیس کر سوال کر رہی تھی۔ یقیناً اسے کوئی بات بری لگ گئی تھی جس کی وجہ سے وہ ہر بات میں کیف کیف کر رہی تھی۔

"ایک آئی فون مانگا تھا، صاف انکار کر دیا اور تمہیں یہاں ڈائمنڈ لاکٹ بھیج رہے ہیں، دوغلے پن کی حد ہو گئی ہے۔۔ مجھے تم میں اس وقت کیف بھائی نظر آ رہے ہیں اس لیے بہتر ہے اپنا کام خود کرو۔۔" اسوان کی بات پر علیہا کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ کب سے اداس بیٹھی ایقان

کے لیے ہنسی پر کنٹرول کرنا مشکل ہو گیا۔ گلالئی کھی کھی کرتی ہنسے جا رہی تھی۔

"لعنت ہو ایسی دوستی پر۔۔ جہاں اتنی چھوٹی بات پر بغض رکھا جائے۔۔" علیہا نے اسے جتایا، وہ بے نیازی سے ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے بیٹھی رہی۔

"تم بس آج مہندی لے کر گھومتی رہنا۔۔" علیہا کو گلالئی پر نئے سرے سے غصہ آیا۔ وہ منہ بنا گئی۔

"پتا نہیں حمالہ کہاں ہے۔۔ کام کے وقت یہ کبھی نہیں ملتی۔۔" علیہا بڑبڑاتے ہوئے خفگی سے اسوان کو گھور رہی تھی۔ بیوٹیشن کے کچھ دیر ہٹنے پر ایقان نے اسے اشارے سے پاس بلایا اور اسے لاکٹ پہنا دیا۔

دوسری جانب حمالہ اپنی تیاری بھلائے الہام کے سر پر سوار تھی۔

"الہام میں نے تمہیں گجرے کہے تھے کیوں نہیں لائے۔۔" وہ روہانسی آواز میں بول رہی تھی۔اپنے کرتا کے بٹن بند کرتے ہوئے الہام نے بے چارگی سے اسے دیکھا۔

"کتنی دفعہ بتاؤں گا میں بھول گیا۔۔اور تم مجھے عزت نہیں دیتیں تو میں تمہارے کام نہیں کرتا۔۔ بات برابر۔۔" وہ بے نیازی سے بولتا کندھے اچکا گیا۔

"کب عزت نہیں دی۔۔" وہ سٹپٹا گئی۔

"سب کو آپ کہتی ہو اور مجھے تم۔۔سب لالہ اور میں الہام۔۔واہ اس کو عزت کہتے ہیں کیا؟" وہ جتاتے ہوئے بولا اور اپنے نم بال برش کرنے لگا۔

"وہ تو۔۔میں تمہیں اپنا سمجھتی ہوں ناں۔۔باقی سب کی وہ جگہ نہیں ہے جو تمہاری ہے، تمہیں آپ یا لالہ نہیں کہہ سکتی میری مجبوری کو سمجھنے کی کوشش کرو۔۔" وہ لہجے میں ایسی بے بسی سمیٹ لائی کہ ترس کھانے کا دل چاہے۔۔جھک جانے کا دل چاہے۔

"تمہاری مجبوری میری جان لے لے گی کبھی۔۔" الہام نے مسکراہٹ دبا کر شوخی سے ڈائلاگ بولا۔

"الہام میرے گجرے۔۔" وہ رونے والی ہو گئی۔

"تھوڑا عزت سے کہو۔۔کچھ احترام اور نرمی سے۔۔لہجہ کچھ ایسا تو بناؤ نا کہ میرا دل کرے تمہارے لیے گجرے لاؤں۔۔" وہ سینے پر بازو لپیٹ کر کچھ نخرے سے بولا۔حمالہ نے منہ بسورا۔

"وہ کیسے کرتے ہیں۔۔ میرا تو یہی انداز ہے۔" اس نے ناک چڑھا کر بے چارگی ظاہر کی تو

الہام ہنس پڑا۔

"مائی ڈیئر کیوٹ کزن۔۔ وہ ویسے کرتے ہیں جیسے تم رباض اور ابراہیم لالہ کے سامنے کرتی ہو۔۔" وہ اس کے گال کھینچ کر ہنستے ہوئے بولا تو حمالہ نے منہ بنایا۔

"ان سے تو بس تکلف والا حساب ہے۔ تم تو میرے اپنے ہو ناں۔۔" وہ پھر سے وہی چالاکی کر رہی تھی۔

"مجھے پاگل بنانے کی ضروری نہیں ہے ریپٹ۔۔ میں اب تمہاری باتوں میں نہیں آنے والا۔۔ عزت دو اور کام لو۔۔"

وہ شرط رکھتا پلٹ کر خود پر پرفیوم سپرے کرنے لگا۔

"لالا آپ مجھے گجرے لا دیں گے کیا۔۔" حمالہ نے یہ جملہ ایسی مشکل سے کہا جیسے جینے کی خواہش رکھ کر بھی زہر مانگنا پڑ رہا ہو۔۔

"ایسا ہے کہ میں تو اب جانے سے رہا۔۔ میں منگوا دیتا ہوں ابراہیم لالہ باہر گئے ہوئے تھے، ان سے کہتا ہوں۔۔" الہام نے موبائل اٹھا کر کہا تو وہ خوش ہو گئی۔

"الہام۔۔" اسی وقت کمرے میں پریہان الہام کو پکارتے ہوئے داخل ہوئیں تو حمالہ انہیں

دیکھ کر گڑبڑا گئی۔

"حمالہ۔۔ یہاں کیا کر رہی ہو بیٹا۔۔" وہ بھی حمالہ کو دیکھ کر چونک گئی تھیں۔ روایتی دیدہ زیب فراک میں ملبوس وہ ڈوپٹہ کندھوں پر پھیلائے ہوئی تھی۔ شہد رنگ ہلکے کرلی سے بال پشت پر پھیلے ہوئے تھے۔ میک اپ سے پاک مومی چہرہ دمک رہا تھا۔

"وہ میں۔۔ الہام سے کام تھا مجھے۔۔ آنی آپ مورے گل یا خانی مورے کو مت بتانا۔۔" وہ گھبرا کر بول رہی تھی۔ الہام نے مسکراہٹ دبا کر اسے دیکھا۔ پریہان نے نفی میں سر ہلا کر گہرا سانس بھرا۔

"بیٹا آپ کو پتا ہے ان کو یہ چیز نہیں پسند نا اس بات کی حویلی میں اجازت ہے۔۔ پھر کیوں الٹے کام کرتی ہیں۔۔ ابھی جائیں کسی نے دیکھ لیا تو کتنا تماشہ ہو گا اندازہ بھی ہے۔۔" پریہان آگے بڑھ کر اس کا ڈوپٹہ اس کے سر پر پھیلاتے ہوئے نرمی سے سمجھا رہی تھی۔

"جی ٹھیک ہے۔۔ میں آئندہ خیال رکھوں گی۔۔" وہ جلدی سے سر ہلا کر بولی اور کمرے سے باہر بھاگ گئی۔ پریہان نے خشمگیں نظروں سے الہام کو گھورا تو اس کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔

NOVEL IN URDU

"الہام وہ چھوٹی ہے، لاپرواہ ہے، تم تو سمجھدار ہو۔۔ اسے سمجھایا کرو یوں کمرے میں کسی نے دیکھ لیا ہوتا تو کتنا بڑا ہنگامہ ہوتا۔۔ تمہیں اپنی دادی کا پتا بھی ہے تم تینوں کے قریب تو ویسے بھی علیہا کے علاوہ انہیں کوئی لڑکی برداشت نہیں ہوتی۔۔

خوامخواہ اتنے اچھے موقع پر اس کا دل برا ہوتا۔۔"

پریہان خفگی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ وہ منہ بنا گیا۔

"وہ چھوٹی ہے تو میں کب بڑا ہوں۔۔ ماما یار وہ اتنی کیوٹ سی ہے، مجھ سے یہ نہیں ہوتا کہ بے مروتی سے کہہ دوں میرے سامنے نا آئے یا کمرے میں نا آئے۔

بے ضرر اور معصوم ہے، میرے منع کرنے پر ہٹا نہیں کیا سمجھ لے۔۔" وہ ابراہیم کو میسج کرتا سادگی سے بول رہا تھا۔ لیکن پریہان پریشان ہو رہی تھیں۔

اگر حمالہ کی یہ حرکتیں کسی ملازمہ کی نظر میں آتیں تو خانی بیگم تک ضرور یہ بات پہنچتی اور پھر حمالہ کو جو تنقید اور سختی سہنی پڑتی وہ بھی برداشت سے باہر ہوتی۔ وہ بعد میں حمالہ کو آرام سے سمجھانے کا سوچ کر فی الحال خاموش ہو گئیں۔

"اچھا ٹھیک ہے تم ابھی تو جا کر اپنے بابا کو مردان خانے سے بلا لاؤ۔۔ طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور صبح سے جانے کن کاموں میں لگے ہوئے ہیں۔۔" پریہان کی فکرمندی پر وہ مسکرا کر ان کے گرد بازو پھیلا گیا۔

"یہ آپ جیسے فکر کرتی ہیں ناں۔۔ بابا نے کبھی سرداری چھوڑ کر آپ کے پاس بیٹھ جانا ہے، پھر نا کہنا حدیر اب کام پر نہیں جاتے۔" وہ شرارت سے بول رہا تھا۔ پریہان نے آنکھیں پھیلا کر اسے دیکھتے ہوئے اسے گھونسا مارا۔

"تم انتہا کے بے شرم ہو گئے ہو۔۔ کوئی لحاظ باقی نہیں رہا، ساری حدیر کی دی ہوئی ڈھیل ہے۔۔ جاؤ اب مزید کوئی فضول بات نا سنوں۔۔" پریہان کی اچھی خاصی ڈانٹ پر وہ ڈھٹائی سے ہنستا ہوا کمرے سے باہر بھاگ گیا۔ پیچھے اس کا کمرہ سمیٹتی پریہان کتنی ہی دیر بڑبڑاتی رہی تھیں۔

oooooooooooooo

اس وقت جرگہ میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ سردار خانزادہ حدیر سنجیدہ چہرہ لیے بیٹھا ہوئے تھے۔ سامنے ایک بوڑھا سر جھکائے مجرموں کی طرح کھڑا تھا۔ سب کی نظریں سردار پر ٹکی ہوئی تھیں۔

"جب ایک رسم میں نے منع کر دی تو تم نے خون بہا میں پیسے کی جگہ اپنی بیٹی کیوں دی؟ تمہیں لگتا ہے تم لوگ اندر ہی اندر یہ لین دین کرتے رہو گے اور میں جان نہیں پاؤں گا۔۔؟" سردار خانزادہ کی بارعب بھاری آواز پر وہ بوڑھا کپکپاتے ہاتھ جوڑ کر اس کے سامنے جھکا۔

"خانزادہ صاحب۔۔ میری مجبوری تھی، میرا بیٹا قتل کر کے بھاگ گیا ہے، باقی کچھ پیسہ سونا ہے نہیں دینے کو۔۔" وہ روتے ہوئے صفائیاں دینے لگا۔

خانزادہ نے سختی سے لب بھینچ کر ادب خان کو اشارہ دیا۔ ادب نے ہاتھ میں تھامے خاکی لفافے سے پیسہ نکال کر مقتول کے گھر والوں کو دیا۔

"یہ پیسہ لو اور اگر غیرت مند ہو کہ پیسہ نہیں چاہیئے تو پوری طرح غیرت دکھاؤ۔۔ قتل کے بدلے لڑکی لے کر مردانگی دکھانے کی ضرورت نہیں۔۔" سردار خانزادہ نے سرد پتھریلے لہجے میں کہتے ہوئے ایک متنفر نظر اس بوڑھے پر ڈالی جو بیٹی سونپنے کو تیار ہو گیا تھا۔

"خان صاحب پیسہ نہیں چاہیئے، ہم کو قاتل چاہیئے، وزیر خان نے خود ہمیں اپنی بیٹی کا کہا تھا۔۔" مقتول کے باپ نے سردار خانزادہ کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے۔ غم سے اس کی حالت

بدتر ہو رہی تھی۔ اس کا جوان بیٹا مارا جا چکا تھا۔ خانزادہ کے اشارہ پر ادب خان پیسے واپس رکھتا پیچھے ہو گیا۔

"مجرم بھاگا ہوا ہے، پولیس میں کیس دائر کرو اور باقی کام پولیس اور ہم پر چھوڑ دو۔۔" سردار خانزادہ نے سنجیدہ لہجے میں کہتے ہوئے تسلی دی اور سب جانتے تھے اس کا کہہ دینا ہی کافی ہوتا تھا۔ وہ جو کہتا تھا پورا بھی کرتا تھا۔۔

جرگہ سے لوگ آہستہ آہستہ نکل کر گھروں کو روانہ ہو گئے، خانزادہ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے رک کر پلٹا۔

"علاقے کے سب خاندانوں کے بڑوں کو شادی کے بعد یہاں جرگہ میں جمع کرنا ادب خان۔۔ مجھے اس معاملہ پر اب بات کرنی ہے، یہ پہلا کیس نہیں۔۔ اب لوگ اتنے دیدہ دلیر ہونے لگے ہیں کہ مجھ سے چھپا کر بیٹیاں قصاص میں دے رہے ہیں۔۔ اب پر خاندان کے بڑوں کو یہ زمہ داری دی جائے گی۔۔" وہ پُر سوچ لہجے میں بول رہے تھے، ادب خان نے مؤدب انداز سے سر ہلا دیا۔

وہ راستے میں تھا جب الہام کی بار بار کال آنے لگی۔

"آپ کہاں ہیں، ماما کو کہیں چین نہیں مل رہا۔۔ پتا نہیں کتنی دفعہ مجھ سے آپ کا پوچھ چکی ہیں۔۔ گھر آ جائیں اب۔۔ ایک ہی بیوی ہے وہ بھی نہیں سنبھال سکتے آپ تو۔۔ ان کو پریشان کیے رکھتے ہیں۔"

الہام کال اٹینڈ ہوتے ہی عادت کے مطابق بولتا چلا جا رہا تھا۔ خانزادہ نے اس بے لگام کی باتوں پر دھیرے سے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔ انہیں ان کی کوئی بات بری ہی نہیں لگتی تھی۔

"آ رہا ہوں واپس۔۔اور میں تو اپنی بیوی کو سنبھال لوں گا، تمہیں دیکھوں گا کیا کرتے ہو۔۔" وہ مسکرا کر بولے تو وہ دوسری طرف اپنے بال سنوارتے نخرے سے سر جھٹکتا مسکرانے لگا۔

"میری بیوی میری لاڈلی ہو گی۔۔" اس کی بات پر خانزادہ کو بے ساختہ ہنسی آئی۔ وہ بالکل خان عیسٰی پر چلا گیا تھا۔ وہی باتیں۔۔ وہی نخرہ اور انداز۔۔

"دیکھ لیتے ہیں۔۔" وہ ہنستے ہوئے کال کاٹ گئے۔ ورنہ الہام کی باتیں ختم ہونے کا نام نہیں لیتی تھیں، وہ باپ کو کال کر لیتا تو گھنٹوں عورتوں کی طرح بولتا تھا۔ چاہے باپ فارغ ہو یا نا ہو، اسے پرواہ نہیں ہوتی تھی۔۔

اب بھی کال کٹنے پر الہام نے منہ بسورا اور موبائل بند کر کے آگے چل پڑا۔ اسے ہر حال میں حمالہ کے گجرے منگوا کر اس تک پہنچانے تھے۔ وہ دیوانی تھی پھولوں کی اور پھولوں سے بنے زیورات کی۔۔

oooooooooo

خان ابراہیم مناسب رفتار سے گاڑی چلا رہا تھا۔ نیلگوں مائل آنکھوں میں ہلکی سرخی تھی۔ وہ موسٰی کا بڑا بیٹا اور ایقان کا بڑا بھائی تھا۔ ریاض سے چھوٹا تھا مگر اوراد سے کچھ بڑا تھا۔

حویلی کا دوسرا بڑا بیٹا تھا، اس کا مزاج دھوپ چھاؤں جیسا تھا۔ کب وہ خوش مزاجی سے بات کرے اور کب بگڑ جائے کچھ پتا نہیں چلتا تھا۔

ثنا بیگم کو اس سے بہت پیار تھا اور اسی کی چھوٹی بہن ایقان سے ان کا رویہ بدتر تھا۔ اس معاملہ میں خان ابراہیم نے ہمیشہ عجیب لاپرواہ رویہ رکھا تھا۔

موبائل پر بجتی میسج کی بپ پر وہ متوجہ ہوا۔ میسج کھولا تو الہام نے گجرے لانے کی فرمائش کی تھی۔ اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"الہام دوسرے لاکھ کام ہیں یار۔۔ تمہیں اب گجرے کیوں چاہئیں۔۔ اب ممکن نہیں ہے گجرے وغیرہ لانا۔"

ابراہیم نے کال ملا کر اسے انکار کیا۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھے خان اوراد نے لب بھینچ کر اسے دیکھا۔

اوراد جانتا تھا۔ الہام اس کے انکار پر مایوس ہوا ہو گا اور اسے یہی بات برداشت نہیں ہوتی تھی۔

"الہام سے کہہ دیں ہم گجرے لائیں گے۔۔ اب کوئی کام باقی نہیں بچا۔ یہیں قریب مارکیٹ ہے، پانچ منٹ کا کام ہے۔" اس نے سنجیدگی سے کہا تو ابراہیم نے چونک کر اسے دیکھا اور خاموشی سے سر ہلا دیا۔ وہ تھا تو ابراہیم سے چھوٹا اور احترام بھی کرتا تھا۔۔

مگر اس کا مزاج کچھ ایسا تھا کہ ابراہیم اور رباض تو ایک طرف بڑے بھی اس سے بحث نہیں کرتے تھے۔۔

وہ انکار پر بات کرنا ہی چھوڑ دیتا تھا، اس کا رویہ بالکل اجنبی سا ہو جاتا تھا اور یہ بات سب کو ہی

عجیب الجھن میں مبتلا کرتی تھی۔

قریب مارکیٹ میں گاڑی رکوا کر وہ ایک گارڈ کو گجرے اور پھولوں کے زیور لینے کے لیے بھیج چکا تھا، ابراہیم نے تھک کر گاڑی کی سیٹ سے سر ٹکا دیا۔اس کا اب تھکن سے سر درد کر رہا تھا۔

وہ ہارٹ سرجن تھا، باہر سے پڑھ کر آیا تھا اور شہر کے بہترین ہاسپٹل میں جاب کر رہا تھا۔

اس کا پیشہ ایسا تھا کہ وہ ہر ایونٹ پر عین وقت پر ہی پہنچتا تھا اور بغیر آرام کیے واپس لوٹ جاتا تھا۔

"اگر چاہیں تو میں ڈرائیو کر لیتا ہوں۔" خان اوراد نے ایک نظر ابراہیم پر ڈالی اور آفر دی۔

"تھینک یو۔۔میں واقعی اب تھک گیا ہوں۔۔" ابراہیم نے فوری جواب دیا اور ڈور کھول کر ڈرائیونگ سیٹ سے اتر گیا۔خان اوراد خاموشی سے اتر کر دوسری طرف سے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتا اپنا موبائل چیک کرنے لگا۔ایاد خان کا میسج آیا ہوا تھا۔اس نے اوپن کیا۔

" آج میں الہام کے کالج چکر لگاؤں گا۔۔" اس نے میسج پڑھ کر ریپلائی ٹائپ کیا۔

"آج تم شادی پر آ رہے ہو۔۔فری ہو کر وہاں جانا۔۔" عادت کے مطابق حکم دیا اور موبائل رکھ دیا۔

دوسری طرف ایاد نے سر پکڑ لیا۔اس کا شادی پر جانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا نا اس کے پاس وقت تھا۔

اور خان حویلی میں وہ ہرگز نہیں جانا چاہتا تھا، موبائل ایک طرف پٹخ کر سکون سے اپنی جگہ پر لیٹ گیا۔

وہاں ایک گارڈ گجروں کا ڈھیر پیک کروالایا تو خان اوراد نے اس کے گاڑی پر سوار ہوتے ہی پوری رفتار سے گاڑی حویلی کی طرف دوڑادی۔۔اگلے کچھ لمحات میں دھول اڑاتی گاڑی تیز رفتاری سے گاڑی کے پھاٹک پر جاکر جھٹکے سے رکی۔ابراہیم نے سر پکڑ کر اوراد کو گھورا، وہ اسے ان دیکھا کیے گاڑی سے اتر کر جا چکا تھا۔

"پتا نہیں کس جلد بازی میں رہتا ہے یہ انسان۔۔" ابراہیم نے بڑبڑاتے ہوئے گارڈ سے گجروں کا پیک لے لیا۔

الہام اسے اندر داخل ہوتے ہی مل گیا تھا،اس نے گجرے اسے پکڑا کر قدم اپنے پورشن کی طرف بڑھائے۔

الہام گجرے لے کر حمالہ کے پاس پہنچ گیا، وہ خوشی سے پاگل ہو رہی تھی۔ریاض اسی وقت حویلی پہنچا تھا۔ان دونوں کو دیکھ کر نفی میں سر ہلا گیا۔حمالہ گئی تو الہام کو روک گیا۔

"الہام یہ کام چھوڑ دو ورنہ مار کھاؤ گے۔۔آئندہ یہ حرکت مت کرنا۔۔" اس نے سنجیدگی سے الہام کو روکا۔

"لالہ اتنی چھوٹی بات کے لیے کیوں آپ سب اتنا سنجیدہ ہو رہے ہیں۔میں جانتا ہوں یہاں کزنز سے فری ہونے کا رواج نہیں مگر باقی سب تو اپنے بھائیوں سے کام کہہ لیتی ہیں وہ کس سے کہے گی۔۔" الہام ناراض ہونے لگا۔اسے یہ روک ٹوک ہمیشہ سے ہی ملتی آئی تھی اور ہر بار اسے یونہی برا لگتا تھا۔

"پاگل مت بنو تم کبھی اس کو سب کے درمیان بے عزت کرواؤ گے۔۔ نا وہ سنتی ہے نا تمہیں سمجھ آتی ہے۔۔ تمہیں کوئی کچھ نہیں کہے گا مگر اس پر الزام لگ جائیں گے۔۔" رباض نے اسے سمجھانے کی کوشش کی، وہ خفگی سے سر جھٹکتا وہاں سے چلا گیا۔

وہ سننے کو تیار نہیں تھا، حمالہ سمجھنے سے قاصر تھی، رباض کو دونوں کی فکر ہوئی۔۔

وہاں حمالہ سے علیہا، اسوان اور گلالئی نے بھی گجرے لے لیے تھے۔ ایقان کو گلابوں سے

بھرے گجرے پہناتی وہ منہ بنا رہی تھی۔

"تمہارے پاس تو ہیں ناں حمالہ۔۔؟" دلہن بنی ایقان نے نرمی سے سوال کیا تو وہ سر ہلا گئی۔

"میرے پاس دو گجرے بھی ہیں اور ایک کراؤن بھی۔۔" وہ رازداری سے بولتے ہوئے یہاں وہاں دیکھ رہی تھی۔ ایقان نے ہنس کر اسے دیکھا۔ وہ کراؤن چھپائے بیٹھی تھی۔

"سب سے آخر میں پہنوں گی تاکہ علیہا، اسوان نا کھینچ لیں۔ پھر میرا فائدہ میں نے پریہان آنی سے اتنی باتیں سنیں، الہام نے بھی گجرے دیتے ہوئے سو باتیں سنائیں اور ان سب نے مفت میں لے لیے۔۔" وہ سر جھٹک کر ناراضگی سے بول رہی تھی۔

"حمالہ۔۔ تم اب بڑی ہو چکی ہو۔۔ الہام کے آگے پیچھے مت گھوما کرو۔۔ کسی روز خانی مورے نے دیکھ لیا تو حویلی میں تمہارا جینا مشکل ہو جائے گا۔۔" ایقان نے اس کے ہاتھ تھام کر اسے بڑی بہنوں کی طرح سمجھایا۔

"ان کو پتا نہیں چلے گا، الہام تو ویسے بھی کبھی کبھی آتا ہے۔۔" وہ لاپروائی سے کندھے اچکا گئی۔ بال اسی لاپروائی سے کھلے چھوڑ کر آئی لائنز اور لب شائن لگایا اور کلائیوں میں گجرے پہننے لگی۔

اسوان اپنے نازک پیروں میں سینڈلز پہنتی سلکی بالوں کا ڈھیلا سا جوڑا بنانے لگی، بیوٹیشن سے

کروایا ہلکا پھلکا سا میک اپ اس کے دلکش نقوش کو واضح کر گیا تھا۔ علیہا گلائی کو گجرے پہنا رہی تھی۔ اور حمالہ نازک پیروں میں نفیس سی سلیپر پہن کر پیکٹ میں کراؤن چھپائے سب کے نکل جانے کا انتظار کر رہی تھی۔

ان سب کو تکتی ایقان کا دل بار بار بھر آ رہا تھا۔ حویلی اور اس کے مکینوں سے دور جانا اس کے لیے مشکل ہو رہا تھا۔ نا جانے آگے کیسی قسمت ہونے والی تھی۔۔

ooooooooo

ایقان کی رخصتی کے بعد سب حویلی والے تھکن زدہ سے کہیں نا کہیں ڈھیر ہوئے پڑے تھے۔ زرشے فارغ ہو کر کمرے میں پہنچیں تو خان موسیٰ اداس سے اندھیرا کیے بیٹھے تھے۔ وہ ان کے پاس جا بیٹھیں۔

"ایقان کے لیے پریشان ہیں؟" زرشے نے نرمی سے سوال کیا تو وہ چونک کر سیدھے ہوئے۔

"نہیں، پریشان کیوں۔۔ اسے اچھے گھر میں رخصت کیا ہے، اس کا اپنا خاندان ہے وہ بھی۔۔" وہ غیر محسوس انداز سے اپنی آنکھوں کی نمی صاف کرتے ہوئے بولے تو لہجے کا

مصنوعی پن واضح تھا۔

وہ پرواہ کریں گے مگر بتائیں گے نہیں۔۔ زرشے تاسف سے انہیں دیکھتی رہ گئیں۔

"مگر میں پریشان ہوں۔۔ وہ اپنا خاندان ہے لیکن یہ اٹل حقیقت ہے کہ مورے نے خود منہ سے کہلوا کر رشتہ کیا ہے۔۔ وہ ابھی پڑھنا چاہتی تھی، حویلی کی سب بیٹیاں پڑھ رہی ہیں مگر اسے میں نے بیاہ دیا۔۔

آخر کیا عیب تھا اس میں، کیا کمی تھی کہ ہمیں ایسا کرنا پڑا۔۔ اس کی قدر کم تھی، ہم نے ختم ہی کر دی۔۔

مجھے یہ باتیں چین نہیں لینے دیتیں۔۔" زرشے بولتے بولتے رو پڑیں۔ ایقان کی بھری ہوئی آنکھیں انہیں بے سکون کر رہی تھیں۔ وہ آنے والے وقت سے ڈری ہوئی تھی اور ابھی تو وہ یہ بھی نہیں جانتی تھی کہ اسے خود کہہ کر دیا گیا ہے۔۔ جتنی وہ حساس تھی، یہ بات جان جاتی تو جان سے چلی جاتی۔۔

"زرشے ایسا کیوں سوچ رہی ہو۔۔ قدر کیوں کم ہوئی، اس کے ماں باپ ابھی زندہ ہیں۔۔ تم جانتی ہو ہم نے ایسا کیوں کیا۔ ماما کا رویہ عجیب ہوتا جا رہا تھا۔

جو قصور ایقان کا تھا ہی نہیں وہ اس کی سزا کیوں جھیلتی۔۔" خان موسٰی نے بے ساختہ ان کے گرد بازو پھیلا کر انہیں خود سے لگایا۔ ان کے لہجے کی بے بسی پر زرشے نے سرد آہ بھری۔

"میں پہلے ایسا کبھی نہیں سوچتی تھی مگر آج مجھے کہنا پڑ رہا ہے، آپ بزدل مرد ہیں خان صاحب۔۔

آپ اپنی بیٹی کو وہ مقام نہیں دلوا سکے جو باقی سب کا تھا، ماں کے احترام میں بیٹی کو حق نہیں دیا۔

آپ بزدل مرد ہیں۔۔" زرشے بری طرح روتی جا رہی تھیں۔ خان موسٰی ساکت سے بیٹھے تھے۔

یہ سچ ہی تھا مگر سچ زرا کڑوا تھا جو انہیں گھائل کر رہا تھا۔آج زرشے نے بول دیا کل کو سب یہی کہیں گے اور اگر بیٹی نے بھی یہی کہا تو۔۔؟

"اگر لالا کو پتا چلا کہ ایقان کا رشتہ اور شادی کیسے ہوئی ہے تو کبھی معاف نہیں کریں گے مجھے۔۔

انہیں لگتا ہے ان لوگوں نے ایقان کو بہت چاہ اور منت سے مانگا تبھی ہم مجبور ہوئے، وہ سچ

جان گئے تو۔۔"

زرشے سسک رہی تھیں۔اور کون نہیں جانتا تھا خانزادہ کو سچ کی بھنک بھی پڑ جاتی تو ایقان کو موسٰی اور زرشے سے چھین لیتے۔۔انہیں اپنی اکلوتی بھانجی بہت پیاری تھی۔اس کی ایسی بے قدری پر وہ مورے گل کو کبھی معاف نا کرتے۔۔

وہ دونوں ایقان کے لیے آنکھیں بھگوئے بیٹھے تھے۔

باہر حویلی میں خان عیسٰی کے دس سالہ جڑواں بیٹوں خان مہد اور خان فہد نے اودھم مچا رکھا تھا۔ تھک کر بکھری الجھی حالت میں گری لڑکیوں کی تصاویر بنا بنا کر وہ ان پر ہنس رہے تھے۔۔

"شرم نہیں آتی تم دونوں کو۔۔ڈیلیٹ کرو ہماری پکچرز۔۔ورنہ میں تم دونوں کے بال نوچ لوں گی۔۔"

اسوان اپنے شریر بھائیوں پر چیخ رہی تھی اور پُرواسر پکڑ کر بیٹھی تھیں۔ نا مہد، فہد بیٹھنے والے تھے نا اسوان کا شور کم ہونے والا تھا۔

یہ ان کے گھر کی ڈیلی روٹین تھی مگر یہاں آنے سے پہلے انہوں نے تینوں بچوں کے آگے ہاتھ جوڑ کر منت کی تھی کہ وہاں جا کر دنگل فساد مت کرنا۔۔

ان کی سنتا کون تھا، وہ خفگی سے عیسٰی کو دیکھنے لگیں جو گھر میں بھی ہنستے رہتے تھے اور یہاں بھی ہنسی دبائے بیٹھے تھے، منع کرنا تو سیکھا نہیں تھا۔

"آپ یہاں تو ان پر سختی کر سکتے ہیں ناں۔۔ مہد فہد سے کہیں کہ ایک جگہ بیٹھ جائیں، اسوان کو تنگ کرتے ہیں پھر وہ لحاظ کیے بغیر چیختی ہے۔۔" پروا ناراضگی سے عیسٰی کو ہنستا ہوا دیکھ رہی تھیں۔

"کبھی تم پر سختی کی ہے جو بچوں پر کروں گا۔۔" خان عیسٰی شوخی سے بات ان پر لے آئی۔ پروا کا چہرہ سرخ ہوا، وہ جھٹکے سے اٹھ کر کمرے میں چلی گئیں۔ خان عیسٰی پیچھے دونوں بیٹوں کو قابو کرتے مصنوعی غصہ کر کے ٹوکنے لگے۔

اسوان کو ثنا بیگم اپنے پاس بلا کر پیار سے پچکارتی بہلا رہی تھیں۔ وہ دادی کے پاس لیٹ کر کتنی دیر چھوٹے بھائیوں پر بڑبڑاتی رہی۔

"لالا آئیں باتیں کرتے ہیں۔" وہ دونوں باپ کے ٹوکنے پر ابراہیم کے کمرے میں گھس چکے تھے۔

"یار تم دونوں جن سوتے کب ہو آخر۔۔ سارا زمانہ تھک گیا ہے ایک تم دونوں کی بیٹری ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی۔۔" وہ جمائیاں لیتا اپنے گرد لیٹتے دونوں چھوٹے سائز کے کزنز کو دیکھ رہا تھا۔

"ہم تو بارہ بجے سوتے ہیں، وہ بھی ماما سلا دیں تو۔۔

ورنہ ہم ایک بجے سوتے ہیں۔" وہ دونوں چمکتی آنکھوں سے بول رہے تھے، ابراہیم نے ٹھنڈی آہ بھری۔ گھڑی ابھی گیارہ بجا رہی تھی۔ اسے گھنٹہ بھر تو ان کے سونے انتظار کرنا ہی تھا۔۔

وہاں اپنے کمرے میں بیٹھی خانی بیگم کا مزاج اسوان کے یوں شور کرنے پر بگڑا ہوا تھا۔ گود میں سر رکھ کر لیٹے اوراد کے گھنے بالوں میں انگلیاں چلاتی وہ اپنے بگڑتے تاثرات کو بمشکل کنٹرول کر پا رہی تھیں۔

خان زوار آج مردان خانے میں ہی سو گئے تھے، جانتے تھے آج کل وہ صرف پوتوں کے گرد گھوم رہی ہیں۔۔

"سن رہے ہو پوری حویلی میں چیختی پھرتی ہے یہ لڑکی۔۔ میرے ہوتے کبھی کسی لڑکی کی مجال نہیں تھی کہ ایسے حویلی میں شور کرے۔۔ باہر ملازم مرد موجود ہوتے ہیں مگر آج کی نسل کا

اپنا ہی مزاج ہے۔۔

ثنا کو بالکل طریقہ نہیں ہے، ایقان بھی تو تھی، تمیز دار اور سلجھی ہوئی۔۔ مگر اسوان کو تو سب نے سر پر چڑھایا ہوا ہے۔۔ مجھے تو تمہارا باپ اب کسی پر سختی کرنے ہی نہیں دیتا، ریاض بھی نہیں بولنے دیتا، کہتے ہیں اب نیا دور ہے، سختی سے بغاوت پیدا ہوتی ہے۔۔ اتنی جرات ہی کیوں دی جائے کہ بغاوت کریں۔" خانی بیگم غصے سے بول رہی تھیں۔

خان اوراد ایسے پڑا تھا جیسے وہاں موجود ہی نا ہو۔۔

وہ اس کا جواب نا پا کر خاموش ہو گئیں۔ وہ باپ اور بڑے بھائی کی طرح انہیں ٹوکتا نہیں تھا، ہاں البتہ جواب بھی نہیں دیتا تھا۔ اسی وقت الہام دھڑام سے دروازہ کھول کر کمرے میں آیا۔

"لالا کیا آپ نے ماما سے کہا ہم کل رات ہی واپس جا رہے ہیں؟؟" وہ حواس باختہ سا بول رہا تھا۔۔

"ولیمہ کے بعد یہاں کیا کام ہے تمہارا؟" وہ آنکھیں کھول کر الہام کو دیکھتا ماتھے پر بل ڈال گیا۔

"مورے آپ ہی سمجھائیں۔۔ حویلی میں میرا ایک بھی دن رہنا ان کو قبول نہیں۔ پیدا ہوتے ہی دے دینا تھا کسی کو۔۔ نا میں یہاں رہتا نا دل چاہتا رہنے کو۔۔" وہ خانی بیگم کو ساتھ ملاتا ایموشنل ہونے لگا۔

"کہیں نہیں جا رہے، اوراد کبھی یہاں بھی رک جایا کرو۔۔" خانی بیگم نے الہام کو سینے سے لگاتے ہوئے اوراد کو خفگی سے دیکھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"پڑھائی ہے اس کی۔۔ اسے شاید یاد نہیں یہ ڈاکٹر بن رہا ہے۔۔" وہ سنجیدگی سے بول رہا تھا۔

"ڈاکٹر بن رہا ہے تو کیا گھر والوں سے کٹ جائے۔۔ اسے ابراہیم مت بناؤ۔۔ شکر ہے کہ اسے ہم سب کا بھی خیال رہتا ہے ورنہ ثنا کے اسی شوق کی وجہ سے ابراہیم عجیب مشین بن چکا ہے۔۔ حویلی میں نہیں ٹکتا۔۔"

خانی بیگم کا آج کل ہر بات پر ہی موڈ خراب ہو جاتا تھا۔ عمر کا تقاضا تھا، پوتوں کو اپنے قریب دیکھنا چاہتی تھیں مگر ان کے بدستور دور رہنے پر چڑچڑی ہو رہی تھی۔ اوراد خاموش رہا۔ ابھی کل کا دن باقی تھا پھر کرنا تو اسے وہی تھا جو وہ سوچ چکا تھا۔

"الہام جا کر خان ریاض کو بلا لاؤ۔۔ مجھے اس سے بات کرنی ہے اور تم بھی جا کر سکون سے سو جاؤ۔۔

اچھا ہے پڑھائی کو سر پر سوار بھی نا کرو۔۔ ڈاکٹر نہیں بنے تو اپنا بزنس ہے، یا یہاں باپ کے ساتھ رہ لینا۔۔" خانی بیگم پیار سے اسے چوم کر بول رہی تھیں۔

"ہاں جی سردار بنا دینا۔۔ میں پورا علاقہ سنبھال لوں گا۔" وہ شرارت سے بولتا وہاں سے چلا گیا۔۔

"اسے الگ رہنے کی عادت ہونے دیں مورے۔۔ اسے سپیشلائزیشن کے لیے فارن جانا ہو گا، تب کیا کرے گا۔۔" اورادنے اپنے بال سیٹ کرتے ہوئے ان کو سمجھایا۔ خانی بیگم تو الہام کے باہر جانے کا سن کر حواس باختہ ہو گئیں۔

"اسے باہر مت بھیجنا اورادد۔۔ چھوٹا ہے وہ ابھی، بگڑ جائے گا۔۔" خانی بیگم کو الہام بچہ ہی لگتا تھا۔

"مورے وہ بچہ نہیں ہے، اور وہ اکیلا نہیں ہو گا، بڑی آنی کے پاس رہے گا، کیف بھائی خیال رکھیں گے۔" وہ انہیں اطمینان دلا رہا تھا۔ مگر خانی بیگم کو خوف تھا وہ وہاں کوئی لڑکی پسند کر لے گا۔

ریاض بکھرے ہوئے رف حلیہ میں ان کے سامنے آ بیٹھا۔ دیکھ کر ہی اندازہ ہو رہا تھا نیند سے جاگ کر آیا ہے۔

"رباض میں نے تمہارے لیے لڑکی پسند کی ہے۔۔آج میری ایک بہن آئی ہوئی تھی شادی پر تم سے بھی ملوایا تھا ناں؟ان کی نواسی ہے، بہت پیاری اور خاندانی لڑکی۔۔" خانی بیگم پرجوش لہجے میں بول رہی تھیں۔رباض نے بے چارگی سے انہیں دیکھا۔

"مورے آپ نے مجھے جگا کر یہی بات بتانا تھی؟" وہ اکتائے ہوئے سے لہجہ میں بولا، اوراد کے لبوں پر مسکراہٹ ابھر کر معدوم ہوئی۔

"اس لیے تاکہ تم جواب دو اور میں کل ہی ان سے بات کروں۔۔مجھ سے اب صبر نہیں ہوتا رباض۔۔ تمہاری شادی ہو گی تو پھر اوراد کی باری آئے گی۔۔" وہ بے تابی سے بول رہی تھیں۔رباض اور اوراد نے ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

"آپ چاہیں تو پہلے اپنے اوراد کی شادی کر دیں، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" رباض نے شرارت سے انہیں کہا تو اوراد نے ابرو چڑھا کر بھائی کو دیکھا۔

"ایسے نہیں۔۔تم بڑے ہو پہلے تمہاری ہو گی۔۔" وہ بضد ہوئیں۔رباض نے ہار مان کر سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے جیسے آپ کو بہتر لگے مگر شادی ابھی نہیں کر سکتا صرف بات کیجیے گا۔" وہ مجبوراً حامی بھر گیا۔وہ جانتا تھا پریہان اس بات پر اداس ہوں گی۔

وہ شاید بڑی بہن پریسہ کی بیٹی لینا چاہتی تھیں مگر خانی بیگم اپنی بات اس سے منوا کر ہی جانے دیتیں۔

دونوں بھائی وہاں سے نکلے تو رباض کو اپنے کمرے کی طرف جاتا دیکھ کر اوراد نے پکارا۔

"ماما کو نہیں بتائیں گے کہ آپ نے مورے کو ہاں کہہ دی ہے؟" اس کے سنجیدگی سے سوال کرنے پر رباض چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"ابھی سے؟ بعد میں آرام سے بات کر لیں گے ناں۔" رباض نے سرسری لہجے میں جواب دیا۔

"کل مورے آپ کے رشتہ کی بات چھیڑ دیں گی، کیا اچھا لگے گا ماما کو تب پتا چلے۔۔؟ ایٹ لیسٹ ان کے علم میں تو ہونا ہی چاہیئے۔۔" اورادبے چینی سے پہلو بدل کر بولا۔ اسے ماں سے بہت زیادہ لگاؤ تھا۔ وہ پریہان کی اداسی کا سوچ کر ہی ان ایزی ہو رہا تھا۔ رباض اس کی بات پر پلٹ کر دوسری جانب ماں باپ کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

اورادبھی اس کے پیچھے چل پڑا۔ خانزادہ حدیر تھکن زدہ سے بستر پر لیٹے ہوئے تھے مگر پریہان اگلے دن کے لیے ابھی سے کپڑے سیٹ کر کے رکھ رہی تھیں، ان دونوں کو آتا دیکھ کر ان کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"مسٹر یو۔۔" ماں کے گلے لگ کر اورادنے آہستگی سے کہا۔ پریہان محبت سے اس کا کندھا تھپتھپانے لگیں۔

اورادکو اپنی ماں کی یہی بات پسند تھی، سب جانتے تھے خانہ بیگم اورادکے لیے بہت زیادہ پوزیسو ہیں، وہ جب آتا تھا تو اس کا زیادہ وقت خانی بیگم لیتی تھیں مگر وہ جب بھی ماں کے پاس آتا وہ کوئی شکوہ نہیں کرتی تھیں۔

"مسڈیو ٹو بیٹا۔۔آ جایا کرو ناں حویلی۔۔یہ اتنا ناممکن بھی تو نہیں ہے۔" پریہان نے اس کا ماتھا چوم کر نرمی سے کہا تو وہ سر ہلا گیا۔

"سب خیریت؟ کوئی پریشانی ہے کیا؟" خانزادہ دونوں کو اس وقت اچانک کمرے میں دیکھ کر اٹھ بیٹھے۔

"سب ٹھیک ہے، بس آپ دونوں سے بات کرنی تھی۔" ریاض باپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ خانزادہ نے اوراد کو دیکھا جو صوفے پر ماں کے ساتھ بیٹھتا دور سے ہی باپ کو دیکھ رہا تھا۔ وہ مسکرا دیئے۔

وہ ان سے ناراض تھا، ہمیشہ ہی ناراض رہتا تھا، بچپن میں ہوئی ایک چھوٹی سی بات کو لے کر اوراد آج تک باپ سے ناراض تھا، دور دور سے دیکھتا تھا۔۔عیدین پر بھی وہ خود آگے بڑھ کر اسے سینے سے لگاتے تھے۔

"کیا بات کرنی ہے۔؟" خانزادہ نے اوراد کے دور بیٹھ کر دیکھنے پر مسکراہٹ دبا کر سوال کیا۔

"مورے رشتہ کرنا چاہ رہی ہیں اپنی کسی بہن کی نواسی کے ساتھ۔۔میں نے ان کو ہاں کہہ دی ہے، آپ لوگوں کو کوئی اعتراض تو نہیں ناں۔۔" ریاض کے بتانے پر خانزادہ نے بے ساختہ پریہان کو دیکھا۔ وہ ایک پل کے لیے چپ سی ہو گئی تھیں۔

"تمہیں اعتراض نہیں تو ہمیں بھی نہیں ہے۔۔" خود پر قابو پا کر وہ مسکراتے ہوئے بولیں تو ریاض نے گہرا پرسکون سانس لیا۔ اوراد ماں کے چہرے پر چھپی ہوئی سی اداسی محسوس کر گیا

تھا۔

"تھینک گاڈ۔۔آپ کو تو پتا ہے مورے انکار نہیں سنتیں۔۔ بہت پریشانی ہوتی اگر آپ کو اعتراض ہوتا۔" ریاض نے اطمینان سے کہا اور اسی وجہ سے ہی تو پریہان اپنے بیٹوں کو فورس نہیں کرتی تھیں۔۔ وہ نہیں چاہتی تھیں وہ سب کو راضی رکھنے کے چکر میں الجھ جائیں۔ ہر بار وہ اسی طرح اپنے اعتراضات اپنے اندر دبا لیتی تھی۔

رات تک وہ باتیں کرتے رہے اور جب گئے تو پریہان گم صم سی اپنی جگہ بیٹھی رہیں، خانزادہ انہیں دیکھتے رہے پھر نرمی سے پکار کر اپنے پاس بلایا۔

"میں مورے سے بات کر سکتا ہوں پریہان۔۔ اگر تمہارا دل راضی نہیں ہے تو۔۔" نرمی سے بولتے ہوئے انہیں اپنے حصار میں لیا تو وہ مدھم سا مسکرائیں۔

"نہیں ایسی بات نہیں ہے، میں شکر کر رہی ہوں میں نے پریسہ آپی سے کوئی بات نہیں کی تھی۔۔ خوش قسمتی سے احواد بہت پیاری اور سویٹ لڑکی ہے۔ اگر مورے نے اس کا سوچا ہے تو اچھی بات ہے۔"

وہ اداس تھیں بھانجی کا سوچ کر مگر خود کو مطمئن کر لیا تھا۔ خانزادہ نے پریہان کو سینے سے لگا لیا۔

"میں کبھی نہیں سوچ سکتا تھا تم اتنی سلجھی ہوئی ماں ثابت ہو گی۔۔ اپنے بیٹوں کو کبھی مشکل میں نہیں ڈالتیں۔۔" وہ محبت سے ان کا سر سہلاتے ہوئے بول رہے تھے۔ پریہان نے مسکرا کر ان کے کندھے

پر سر رکھا۔ وقت نے سکھایا تھا دو حاکموں میں ایک کو جھک جانا چاہئیے۔۔ اپنوں کے لیے۔۔ اولاد کے لیے۔۔

خانی بیگم اپنی بات منواتی تھیں تو وہ اپنے بچوں کی آسانی کے لیے جھک جاتی تھیں۔۔

oooooooooo

وہ سجے ہوئے کمرے میں بیٹھی تھی۔ دل دھک دھک کر رہا تھا۔ سرخ گلابوں سے سجی سیج اس کی زندگی کے ساتھی کا رومانٹک ہونا ظاہر کر رہی تھی۔ اس کا خیال آتے ہی وہ شرم سے سمٹ سی گئی۔ اپنی پوری آمادگی اور دلی رضا سے وہ اس کمرے میں موجود تھی۔

وقت گزرتا جا رہا تھا، انتظار کر کر کے اس کی کمر اکڑنے لگی۔ مگر جسے آنا تھا وہ آ کر نہیں دے رہا تھا۔ اس کی شرم اور نئے رشتے کا جوش ماند پڑنے لگا، خوشی پر تھکن غالب آئی اور آنکھیں

افسردگی سے بوجھل ہونے لگیں۔ لبوں پر جو دھیمی سی مسکان تھی وہ بھی کہیں دور جا سوئی۔

وہ اتنی تھک گئی تھی کہ سب چھوڑ چھاڑ کر سو جانا چاہتی تھی مگر اس بے قدری پر دل اتنا زخمی ہوا کہ وجود حرکت کرنے سے انکاری ہو گیا۔ وہ حساس فطرت تھی، کچھ زیادہ ہی حساس تھی۔ شاید کوئی اور لڑکی ہوتی تو انتظار میں تھک کر سو چکی ہوتی۔ یا پھر غصے سے سو جاتی مگر وہ ناغصہ کر سکی نا سو سکی۔۔ آنکھیں پتھرائی ہوئی سی ایک ہی نقطہ پر جمی ہوئی تھیں۔ سنگھار ویسے کا ویسا رہ گیا۔

اسے دیکھنے اور سراہنے والا آیا ہی نہیں۔۔

صبح کے قریب کمرے کا دروازہ کھلا اور وہ جو اس کے وجود پر حق رکھتا تھا، وہ جس کے نام پر وہ اس حویلی میں آئی تھی، وہ لڑکھڑاتا ہوا کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔ ایقان ساکت نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"تم یہاں۔۔ایسے کیوں بیٹھی ہو۔۔کس کا انتظار ہے۔۔" وہ ڈوبتی لڑکھڑاتی آواز میں بولتا بیڈ کے قریب پہنچا اور اوندھے منہ بستر پر گرا۔ ایقان صدمے میں گھری اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ اونچا لمبا خوبصورت مرد تھا۔ آئڈیل ہو سکتا تھا مگر۔۔

"میں۔۔آپ کے لیے۔۔" ایقان کا جملہ ادھورا رہ گیا۔ وہ ہوش حواس کھو چکا تھا۔

وہ شادی کی پہلی رات اس کے پاس نہیں آیا۔۔وہ جب آیا تو ہوش میں نہیں تھا۔۔وہ جب صبح جاگے گا تو کیا ری ایکشن دے گا؟؟اس کا سوچ سوچ کر دماغ ساکن ہو گیا تھا۔

صبح کا اجالا پھیلا تو وہ جو کچھ ہی دیر پہلے تھک کر سوئی تھی، جاگ کر خالی خالی آنکھوں سے اس عالیشان کمرے کی چھت کو تکنے لگی۔ سر گھما کر دیکھا تو اس کا مجازی خدا اب بھی نیند میں گم تھا۔

وہ اٹھ کر چینج کرتی، دھلا ہوا شفاف چہرہ لیے خاموشی سے ایک طرف بیٹھ گئی اور کتنی ہی دیر وہ وہاں ایسے ہی مجسمہ بن کر بیٹھی رہی تھی۔

حویلی میں سب نے اس کا پرتپاک استقبال کیا تھا مگر جس کے نام پر وہ یہاں آئی تھی وہ جاگ کر بھی ایک سرسری نظر اس پر ڈالتا واش روم میں بند ہو گیا تھا۔

نا جانے آگے زندگی کیسی ہونے والی تھی مگر۔۔

وہ اتنا جان گئی تھی کہ وہ۔۔ یہاں بھی ان چاہی ہے۔۔۔۔

oooooooooo

وہ ولیمہ میں تمام وقت لبوں پر مصنوعی مسکراہٹ سجائے رہی تھی، اپنی اہمیت اور بے قدری کسی پر بھی واضح کر کے خود کو شرمندہ نہیں کر سکتی تھی۔ طبیعت تھکن اور دکھ سے بوجھل ہو رہی تھی مگر اس نے اپنے تاثرات میں بے زاری نہیں چھانے دی تھی۔ زرشے نے اس کا بخار محسوس کیا تو وہ انہیں بھی اپنے ٹھیک ہونے کا یقین دلا گئی۔ اسے چھیڑ چھاڑ کرتے ہوئے جب علیہا اسوان وغیرہ نے منہ دکھائی کا پوچھا تو وہ یکدم چپ سی ہو گئی۔

اس انسان نے تو منہ دیکھنا ہی گوارا نہیں کیا تھا وہ منہ دکھائی کیا دیتا۔ ایقان کے لیے بات بنانا مشکل ہو گیا۔ آنکھیں بس بھر آنے کو تھیں۔ کلائیوں میں بھاری کنگن تھے جو اسے ساس نے رونمائی میں دیئے تھے۔

مگر وہ چاہ کر بھی جھوٹ نہیں بول پائی تھی۔

"لگتا ہے تم اپنی منہ دکھائی ہمیں نہیں دکھانا چاہتیں، کیا کچھ ایسا ملا ہے جو چھپانا چاہتی ہو۔۔" اسوان نے ابرو چڑھا کر اسے گھورا تو وہ مسکراتے ہوئے کندھے اچکا گئی۔ کتنا مشکل ہوتا ہے ان لوگوں سے جھوٹ بولنا جن کے ساتھ ساری عمر گزری ہو۔

"ویسے ایقان سچ کہوں تو ماحد لالہ ہینڈسم ہیں مگر بہت زیادہ روڈ ہیں۔۔ کسی سے ملے ہی نہیں۔" علیہا نے ناک چڑھا کر اسے کہا۔ اسے تو وہ شخص ایک آنکھ نہیں بھایا۔

"اور مجھے لگا تھا کہ شاید میں ہی تھرڈ پرسن ہوں اس لیے ایسے رُوڈلی اگنور کر گئے۔" گلالئی نے بھی سر جھٹک کر کہا۔ایقان خفت زدہ ہو رہی تھی۔

"کس سے نہیں ملے؟ مجھ سے تو ملے ہیں، اتنے نائس ہیں، مسکرا کر ویلکم کہا اور ہاتھ ملایا۔" حمالہ بول رہی تھی اور باقی سب شاکڈ رہ گئیں۔اس نے سب کو چھوڑ کر حمالہ سے ہاتھ ملایا اور ویلکم کیا؟

وہ پاگل نہیں تھیں ہاں مگر شک بھی نہیں کر پائیں۔۔

گل جان کے آنے پر بات بدل دی گئی مگر ایقان کے دل میں حمالہ کے جملے اٹک سے گئے تھے۔

رات تک اس کا وجود بخار سے اچھا خاصہ تپ اٹھا تھا،آنکھیں بوجھل اور نم ہو رہی تھیں،اس نے ماحد کا انتظار کیے بنا بد دلی سے کپڑے بدل لیے،آج حویلی والے ماحد سے کہہ گئے تھے کہ کل وہ ایقان کو مکلاوے کے لیے لے جائیں گے،ایک روزن تو ملا تھا۔وہ کچھ دن کے لیے گھر جانے کا سوچ کر ہی خوش ہو گئی تھی۔کپڑے بدل کر وہ واش روم سے نکلی تو بیڈ پر ماحد
خان نیم دراز تھا۔

"کس خوشی میں لے جانا چاہتے ہیں خان حویلی والے؟ کس رسم کی بات کر رہے تھے وہ لوگ۔۔" اس کے سامنے آتے ہی وہ ترش لہجے میں سوال کر رہا تھا۔ایقان نے گھبرا کر اسے دیکھا۔عجیب مغرور انسان تھا۔

"شادی کے بعد کچھ دن گھر۔۔"ابھی وہ بات مکمل کرتی کہ وہ سرد لہجے میں بات کاٹ گیا۔

"میں کسی رسم کو نہیں مانتا اور نا ہی مجھے ہر وقت کا آنا جانا پسند ہے، گھر والوں کو کال کر کے کہہ دینا میں خود کسی روز لے جاؤں گا تمہیں۔۔" اس نے اٹل لہجے میں کہتے ہوئے بات ختم کی۔ ایقان دھک سے رہ گئی۔ وہ کس حق سے اسے روک رہا تھا آخر۔۔؟ وہ پہلے روز سے ہی تذلیل کر رہا تھا، اگر وہ راضی نہیں تھا تو شادی کیوں کی۔۔ ایقان کا دماغ سنسنا رہا تھا۔

"مگر میں کیسے۔۔" وہ ہچکچا کر بول رہی تھی۔

"اور ہاں۔۔ اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ وہ لوگ آ کر بیٹھ جائیں۔۔ اب شادی کر دی ہے تو دل لگاؤ یہاں۔۔

مجھے ان لوگوں کا بھی یہاں آنا نہیں پسند۔۔" وہ اس کی سنے بنا اگلی بات کہہ رہا تھا۔ ایقان لب سیے اسے سن رہی تھی۔ جانے وہ کس بات کا بدلہ لے رہا تھا۔۔

ماحد خان بغور اس کا جائزہ لے رہا تھا، نرم سلکی بال چہرے کے گرد بکھرے ہوئے تھے، نازک نرم سے چہرے پر بے حد سرخی پھیلی ہوئی تھی اور نازک سا وجود۔۔ وہ اس کے حسن سے متاثر ہوا تھا۔

"یہاں آؤ۔۔" اچانک ہی موڈ بدلتا وہ اسے اپنی طرف بلا گیا۔ ایقان اس کی پکار پر سمٹ سی گئی تھی۔ قدم بڑھا کر اس کے پاس پہنچی تو وہ کلائی پکڑ کر جھٹکے سے اسے اپنے قریب گرا گیا۔

"ماحد میں۔۔" اس نے گھبرا کر بولنا چاہا مگر وہ اس کے لبوں پر انگلی رکھ گیا۔

"شش۔۔ خان صاحب۔۔ خان صاحب کہو گی تم مجھے۔۔ اتنی اوقات نہیں ہے کہ میرا نام لو۔۔" وہ نخوت سے بولتا اس کے گرد سخت حصار باندھ گیا۔ ایقان اس کے جملے پر اسے دیکھتی رہ گئی، اس کی اوقات نہیں تھی کہ وہ نام لے مگر وہ اس سے اپنی تسکین پوری کر سکتا تھا؟ یہ کیسا دوغلا پن تھا اس انسان میں۔۔

"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے خان صاحب۔۔" اس نے مدھم سے لہجے میں اسے احساس دلانا چاہا۔

"بکواس بند رکھو تھوڑی دیر۔۔" وہ اس کے دور ہو کر روکنے کی کوشش پر بھڑک اٹھا۔ اس کے لہجے اور جملے پر ایقان ساکن سی رہ گئی۔ وہ بے رحم تھا۔

مگر اس کے لہجے سے کہیں زیادہ اس کا برتاؤ بے رحم تھا۔ اس رات اس نے بے حسی اور تذلیل کی حد کر دی تھی۔ وہ ایقان کی روح تک کو اذیت میں دھکیل گیا تھا۔ ایقان کا جی چاہا چیخ چیخ کر روئے اور خان حویلی والوں کو پکار کر سوال کرے۔۔

اس کی شادی کرتے ہوئے کسی نے بھی ماحد خان کی اصلیت کیوں نہیں جانچی۔ وہ انسان نہیں جانور تھا۔

اور ایقان اس کی درندگی کو سہہ نہیں پا رہی تھی، وہ صبح تک ہوش حواس سے بیگانہ پڑی رہی۔۔۔

ماحد نے دن نکلتے ہی اسے جھنجھوڑ کر ہوش دلایا۔

"ایسے کیوں ظاہر کر رہی ہو جیسے موم کی بنی ہوئی ہو۔۔ ایسا کیا کر دیا میں نے۔۔ خاوند بیوی میں یہ سب عام بات ہے، کیا تمہیں گھر والوں نے یہی تہذیب سکھائی ہے کہ شوہر حق لے تو اسے مجرم بنا دینا۔۔"

وہ اپنی بے رحمی سے نظریں چرا کر نا جانے کیا کیا بول رہا تھا۔ وہ اپنے تشدد کو جائز تعلق کا نام دے گیا۔

ایقان رو رو کر سوجی آنکھیں اور آگ کی طرح سرخ چہرہ لیے خاموش پڑی رہی۔ ہمت ہی نہیں تھی کہ اٹھ سکتی۔۔ بے جان ہو رہی تھی۔

وہ سر جھٹکتا کمرے سے نکل کر چلا گیا اور ایقان کمرے میں اکیلی پڑی اپنی قسمت کو روتی رہ گئی۔

oooooooooooo

اس وقت خان حویلی کی سب بڑی عورتیں ہال میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ مرد ہمیشہ کی طرح مردان خانہ میں تھے اور لڑکیاں کمروں میں۔۔

خان رباض کا رشتہ طے ہو چکا تھا اور اس کی شادی کی بات زیر بحث تھی۔ اوراد خانی بیگم کے قریب بے زار سا نیم دراز تھا۔ الہام بھی اسی کے ساتھ بیٹھا تھا۔ رباض اور ابراہیم شہر واپس جا چکے تھے۔

"مورے منگنی کر دیں لالہ کی۔۔ ایک اور ایونٹ ہو جائے گا۔" الہام کی مسلسل ایک ہی رٹ تھی۔ پر یہاں جانتی تھی اسے بس حویلی میں مزید رکنے کا بہانہ چاہیئے تھا جبکہ اوراد کو اسی کی وجہ سے آج کا دن بھی بہت مشکل سے روکا گیا تھا۔

"رک جاؤ زرا۔۔ ظاہر ہے منگنی شادی سب ہو گا۔۔" خانی بیگم نے اسے صبر دلایا۔ وہ منہ بناتا ہاتھ میں پکڑے موبائل پر تصاویر دیکھنے لگا۔

"تم سے کہا ہے جا کر پیکنگ کرو۔۔ ہم نے آج واپس جانا ہے۔" اورادنے اس کے ہاتھ سے موبائل چھین کر سنجیدگی سے کہا تو وہ چڑ گیا۔

"پکچرز تو دیکھ لینے دیں، یہ فہد کا موبائل ہے، اتنی کمال کی فوٹو گرافی کی ہوئی ہے، ابھی تو گیم کھیلنے میں مصروف ہے جب خیال آیا، آ کر کھینچ لے گا۔" الہام تیزی سے بولتا اس سے موبائل مانگنے لگا۔

"الہام اگر تم چاہتے ہو کہ ہم ابھی نا نکلیں تو جو کہا ہے وہ کرو۔۔" اورادنے اسے دھمکی دی جو کام کر گئی تھی۔ وہ جھٹکے سے اٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔

"پاگل لڑکا۔۔" اورادنے بڑبڑا کر موبائل بند کرنے کی نیت سے اپنے سامنے کیا مگر سکرین پر جو چہرہ تھا اسے دیکھ کر رک گیا۔ وہ کون تھی اورادنہیں جانتا تھا مگر اس کی تصویر بہت

پیاری آئی تھی۔

لبوں پر شرمیلی سی مسکراہٹ اور آنکھوں میں نمی۔۔

اورنج رنگ اس کی شفاف دمکتی رنگت پر کھِل رہا تھا۔ دائیں رخسار پر ٹھوڑی کے قریب سیاہ باریک تل بہت پرکشش لگ رہا تھا، اورادبے ساختہ اس چہرے کو زوم کر کے تکتا چلا گیا۔ سکرین پر انگلی ٹچ کر کے تصاویر آگے پیچھے کیں۔ اس لڑکی کی بہت سی پکچرز مل گئی تھیں۔ ہر تصویر میں الگ اور پرکشش سا تاثر دیتی وہ من موہنی سی لڑکی اسے اتنی اچھی لگ رہی تھی کہ وہ زندگی میں پہلی مرتبہ صنف نازک کو اس توجہ اور شوق سے دیکھتا جا رہا تھا۔

پھر کچھ سوچ کر سیدھا ہوا اور اس کی تصاویر اپنے موبائل میں لے کر خان فہد کے موبائل سے مٹا دیں۔ اب جو چہرہ اس کی نظروں کو بھا رہا تھا، اسے کوئی اور کیوں دیکھے۔۔ عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی اس کی۔۔ بڑے سب ریاض کی شادی کو ڈسکس کر رہے تھے اور وہ بے خیال سا موبائل کو دیکھتا گیا۔

"میں جا کر حمالہ کو چیک کروں۔۔ ٹمپریچر ہو رہا تھا بہت۔۔" مرحا نے اٹھتے ہوئے کہا تو پریہان چونکیں۔

"بہت نازک مزاج ہے، ہر موقع پر تھک جاتی ہے، سسرال جا کر کیا کرے گی۔" پریہان مسکرا کر بول رہی تھیں۔

"چاہنے والے ملیں گے ان شاء اللہ۔۔ آرام ہی کرے گی۔" مرحا ہنس کر بولیں تو پریہان نے دل سے آمین کہا۔

"بہت اچھی لڑکی مل گئی بھابھی بیگم۔۔ میں بھی اب اپنے ابراہیم کے لیے ایسی ہی لڑکی ڈھونڈوں گی جلد۔۔ کیا اس کی کوئی اور بہن وغیرہ ہے؟" ثنا بیگم کی دلچسپی احواد کے لیے بڑھتی جا رہی تھی۔

"نہیں بس ایک ہی ہے۔ ابھی چھوٹی تھی کہ باپ مر گیا، ماں بیوہ ہو کر ماں باپ کے پاس آ گئی۔ ان کی حویلی میں بیوہ کی دوبارہ شادی نہیں کی جاتی۔۔

احواد کو میری بہن نے پالا ہے۔" خانی بیگم تفصیل بتا رہی تھیں پھر یکدم چونک کر ثنا بیگم کو دیکھا۔

"تم کہیں دور کیوں جاتی ہو، اپنے ابراہیم کے ساتھ اسوان کا رشتہ کر دو۔۔ دونوں ہی بہت پیارے ہیں تمہیں۔۔" خانی بیگم نے لگے ہاتھوں مشورہ دیا۔۔ پروا پہلو بدل کر رہ گئیں، یہ

بات اسوان سنتی تو شور مچا دیتی۔ ثنا بیگم بھی اس مشورہ پر سر ہلا گئیں۔

"آج کرتی ہوں عیسٰی اور موسٰی سے بات۔۔ مشورہ تو اچھا ہے اور پھر میرے لیے اسوان سے بڑھ کر کون ہو گی۔" ثنا بیگم نے جوش بھرے لہجے میں کہا۔

مورے گل خاموشی سے سب کو سنتی تسبیح کیے جا رہی تھیں اور زرشے جو ایقان کے کال کر کے آنے سے منع کر دینے پر اداس تھیں، ابراہیم کے رشتہ کی بات پر پہلی مرتبہ خوش دلی سے مسکرائیں۔

"پریہان اب تم دیکھ لینا کہ ریاض کی شادی کب تک کرنی ہے، اگر چاہو تو ابھی صرف منگنی کر لیتے ہیں۔" خانی بیگم نے پریہان کو اپنے ساتھ رکھنا چاہا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے مورے۔۔ بس ریاض سے پوچھ لیتے ہیں، وہ ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا۔۔" پریہان نے نرمی سے جواب دیا۔ ریاض بار بار شادی لیٹ کرنے کا بول چکا تھا، وہ زبردستی نہیں کرنا چاہتی تھیں۔ خانی بیگم نے متفق انداز میں سر ہلایا۔۔

اوراد سوچ میں گم تھا، وہ لڑکی کون ہو گی؟ اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی یا پھر دیکھی ہو تو یاد نہیں تھی۔۔ شاید ادب خان کی بیٹی گلالئی۔۔

وہ بھی تو زیادہ تر حویلی میں ہی پائی جاتی تھی۔ وہ اٹھ کر پروا کو فہد کا موبائل پکڑاتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ پیچھے جب فہد نے ماں سے موبائل لے کر چیک کیا تو اسے درمیان سے ڈیلیٹ کی گئی تصاویر کا پتا چل گیا۔ اس کے بعد خان فہد کے لڑنے اور چیخنے کی آوازوں نے حویلی کو لرزا دیا تھا۔ الہام اس

چھوٹے سے جن کو قابو کرنے اور وضاحتیں دینے میں ہلکان ہو رہا تھا۔ان سب سے بے نیاز خان اوراد اپنے کمرے میں لیٹا آرام کر رہا تھا۔

"اب بس ریاض کی شادی کر کے میں اپنے اوراد کے لیے لڑکی ڈھونڈوں گی۔۔" خانی بیگم مسکراتے ہوئے ارادے باندھ رہی تھیں، گل جان نے سر ہلا کر ان شاء اللہ کہا۔

یہ جانے بنا کہ خان اوراد کی نظروں میں کوئی چہرہ پہلے ہی بیٹھ چکا تھا۔اسے زندگی میں پہلی مرتبہ کسی چہرے نے متاثر کیا تھا، وہ نقش اسے یونیک لگے تھے۔وہ آنکھیں معصوم لگ رہی تھیں۔

اس نے اتنے غور سے تو آج تک اپنی سگی بہن علیہا کو بھی نہیں دیکھا تھا جس توجہ سے اس چہرے کو دیکھتا رہا تھا۔شاید زندگی میں پہلی مرتبہ وہ خانی بیگم سے کسی معاملہ میں بغاوت کرنے والا تھا۔

وہ جلد محبت کرنے والا تھا۔محبت بھی جنون جیسی۔۔

oooooooo

اسوان اور علیہا کالج کے لان میں بیٹھی دنیا جہان کی باتیں کرنے میں مصروف تھیں۔ان کے ساتھ کچھ فاصلے پر بیٹھی حمالہ اونگھ رہی تھی۔شادی کو چار دن گزر گئے تھے مگر وہ اب بھی مکمل طور پر صحت یاب نہیں ہوئی تھی۔

"ناٹ اگین یار۔۔سر ایاد کیسے آ گئے، میں نے تو سنا تھا ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔" اسوان نے سامنے سے گزرتے ایاد خان کو دیکھ کر منہ بگاڑتے ہوئے اپنا سامان سمیٹا۔علیہا بھی ایاد کو دیکھ کر بدمزہ ہوئی۔

"مجھے تو لگا تھا آج کچھ آرام ملے گا لیکن سر تو آ گئے۔۔" حمالہ بری طرح گھبرا گئی تھی۔ پہلے ہی سر درد کر رہا تھا اس پر سر ایاد خان کی بورنگ کلاس۔۔ اس کے اعصاب پر ابھی سے تھکن سوار ہونے لگی۔

"تمہارا بس چلے تو پڑھائی چھوڑ کر صرف آرام کرو۔۔ یا اللہ داور چاچو نے کیا بنا دیا ہے بیٹی کو، موم کی گڑیا جو بس زرا زرا سے کام پر تھک جاتی ہے۔" علیہا نے اسے گھورتے ہوئے سنایا۔

اپنا بیگ اٹھاتی وہ ناک چڑھا کر دونوں کو دیکھنے لگی۔

"اب چلو ورنہ پھر موقع مل جائے گا جلاد کو ہمیں باہر کھڑا رکھنے کا۔۔ اس بندے نے تو پچھلے جنم میں کوئی قرض دیا تھا ہمیں۔۔" اسوان بڑبڑاتے ہوئے اپنے کلاس روم کی طرف قدم بڑھا گئی۔ علیہا بھی اس کے ہم قدم تھی البتہ حمالہ تھکے تھکے قدم اٹھاتی جا رہی تھی۔ مگر وہ ہمیشہ کی طرح لیٹ ہو گئیں۔۔

"مے آئی کم ان سر۔۔" اسوان نے لہجہ مدھم کر کے پوچھا۔ ایاد خان ان کی جلد بازی کے باوجود کلاس میں پہلے پہنچ چکا تھا اور اب وہ تینوں دروازے پر کھڑی تھیں۔ وہ انہیں دیکھتا سنجیدہ ہو گیا۔

"آپ لوگ اندر آنے کا تکلف نا کریں تو بہتر ہے۔۔ اگر کلاس روم میں اتنا دم گھٹتا ہے تو بتا دیں ہم آئندہ کلاس باہر لان میں لے لیا کریں گے۔۔" ایاد نے طنزیہ لہجے میں کہا تو پوری کلاس دبی دبی آواز میں ہنسنے لگی، اسوان کے لیے ضبط کرنا مشکل ہو گیا۔ حمالہ رونے کی تیاری باندھنے لگی۔

"سوری سر ایکچوئلی حمالہ داور کی طبیعت بہت خراب ہو رہی تھی، اس کو وومٹ فیل ہوئی تو

ہمیں مجبوراً اسے باہر لے جانا پڑا۔" علیہا نے بے چاری صورت بنا کر رونی صورت لیے کھڑی حمالہ پر سارا ملبہ پھینکا۔ اسوان نے بھی زور و شور سے سر ہلایا۔ حمالہ بھی مزید اپنی شکل پر بارہ بجا گئی۔

ایاد نے بے ساختہ حمالہ کی طرف دیکھا جو واقعی زرد پڑ رہی تھی۔ وہ گہرا سانس بھر کر سر ہلا گیا۔

"اوکے۔۔ کم ان بٹ۔۔ آئندہ میری کلاس سے پہلے کوئی بھی روم سے باہر ہوا وہ باہر ہی رہے گا۔۔" وہ حمالہ کی خاطر خاموش ہوتا اجازت دے گیا مگر ساتھ وارن کرنا نہیں بھُولا تھا۔ وہ تینوں سر ہلاتیں اندر داخل ہوئیں۔

ایاد خان جیسے بورترین انسان کا انگلش گرامر پر بورترین لیکچر سن کر کم سے کم اسوان اور حمالہ کو تو نیند ہی آتی تھی۔ اس وقت بھی ایاد وائٹ بورڈ پر مار کر چلا کر بولتے ہوئے پلٹا تو اسوان پورا منہ کھولے جمائی لینے میں مصروف تھی۔

اس نے لب بھینچ کر وہی مار کر پوری قوت سے اس کی سیٹ کی طرف پھینکا تو وہ ٹک کی آواز پر کرنٹ کھا کر سیدھی ہوئی۔ اونگھنے میں مصروف حمالہ بھی فوری ہوشیار ہو کر بیٹھ گئی۔

"اپنی یہ بے زار صورت لے کر کمرے سے نکل جائیں اسوان عیسٰی خان۔۔" ایاد نے سخت لہجے میں کہا۔

"سوری سر میں دراصل۔۔" وہ ہکلا کر وضاحت دینے کی کوشش کر رہی تھی جب وہ سختی سے ٹوک گیا۔

"آئی سیڈ گیٹ آؤٹ۔۔" اس کے جملے پر اسوان کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ خاموشی سے اٹھ کر کلاس روم سے نکل گئی۔ علیہا اور حمالہ، ایاد خان کا غصے سے سرخ پڑتا چہرہ دیکھنے لگیں۔

"اور کسی کو بھی پریشانی ہے تو وہ جا سکتا ہے۔" ایاد نے پوری کلاس کو دیکھتے ہوئے حمالہ اور علیہا کو سنایا۔ حمالہ اس کی بات پر اپنا بیگ اٹھانے لگی جب علیہا نے اس کی کلائی تھام کر روکا۔

وہ طنز پر بھی خوشی خوشی جانے کو تیار تھی، اگر اٹھ جاتی تو ایاد خان اس کی سات نسلوں کو دوبارہ اٹھنے کے قابل نا چھوڑتا۔ علیہا نے اس کی بے وقوفی پر دانت کچکچائے۔ وہ منہ بسورنے لگی۔

ایاد ایک نظر ان دونوں پر ڈال کر سنجیدگی سے اپنا لیکچر دینے لگا۔ روم کی ونڈو کے پاس کھڑی اسوان تیکھی نظروں سے ایاد خان کو دیکھ رہی تھی۔ وہ ٹیچر تھا مگر اسے زہر لگتا تھا اور ایاد

خان بھی اسوان عیسٰی کو دیکھ کر تپ اٹھتا تھا۔۔

وہ لیکچر دے کر کلاس سے نکل گیا، روم سے باہر کھڑی اسوان نے گھور کر اس کی چوڑی پشت کو دیکھا تھا۔ علیہا، اسوان کو دیکھنے کلاس سے باہر نکلی۔ حمالہ سستی سے ہاتھ چلاتی وائٹ بورڈ پر لکھا لیکچر نوٹ کرنے لگی۔۔

اس کی لکھائی کی رفتار کم ہونے کی وجہ سے عیسٰی نے اسی کو لیکچر نوٹ کرنے کا کہا تھا تاکہ وہ ٹیچر کی رفتار کے ساتھ ملنے کے لیے اپنی رفتار تیز کرے مگر حمالہ نے نا بدلنے کی قسم کھائی تھی۔ وہ نہایت سکون سے ٹیچر کے جانے کے بعد تک آرام آرام سے لکھتی رہ جاتی۔

"بس ایک آخری سال مزید رہ گیا ہے۔۔ وہ بھی جیسے تیسے گزرے اور میری اس ایاد نامی بلا سے جان چھوٹے۔۔ بغض پالا ہوا ہے مجھ سے۔۔ جمائی لینا بھی گناہ ہے کیا، بس بہانہ چاہیئے کلاس سے نکالنے کا۔۔

کاش میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں ان کو کالج سے ہی نکلوا دیتی۔۔" اسوان اپنے سامنے علیہا کو دیکھتے ہی شروع ہو چکی تھی۔ وہ اسے چپ کرواتی کینٹین لے گئی۔ جوس لے کر پیتے ہوئے دونوں پھر سے باتوں میں مگن ہو گئی تھیں اور وہاں کلاس میں لیکچر نوٹ کرتے ہی حمالہ بینچ پر

سر رکھے پھر سے سو چکی تھی۔۔۔

oooooooooo

ایقان گم صم سی کیتلی میں ابلتی چائے کو دیکھ رہی تھی۔ ماحد خان کا عجیب مزاج ہر دن اس پر زندگی تنگ کرتا جا رہا تھا۔ شادی کو پندرہ دن گزر گئے تھے اور وہ ایک بار بھی خان حویلی والوں سے مل نہیں پائی تھی۔ ولیمہ کے اگلے ہی روز ماحد خان نے خان حویلی والوں کو کال کر کے ہنی مون پر جانے کا جھوٹ بول دیا تھا۔

اس کے بعد وہ فارغ انسان حویلی میں ہی پڑا رہتا تھا اور ان تمام دنوں میں اس نے ایقان کو ذہنی و جسمانی ازیت دینے کی حد کر دی تھی۔

دو دن پہلے وہ کسی کام سے باہر گیا اور خان حویلی والوں کی نظر میں آیا تو جھوٹ بول دیا کہ آج ہی لوٹے ہیں واپس۔۔ مگر ایقان کو سختی سے منع تھا کہ نا وہ خان حویلی جائے گی نا وہاں والوں سے ملے گی۔

وہ اسے کیوں سب سے دور کر رہا تھا آخر۔۔؟ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

آہ بھر کر چائے کپوں میں ڈالنے لگی، چائے لے کر گُلے جان کے پاس پہنچی تو ماحد وہیں بیٹھا

ایقان پر جانے کیا کیا بول رہا تھا۔ ایقان اپنے نام پر بے ساختہ رک سی گئی تھی۔

"ایقان میں کیا نظر آیا آپ کو گُلے جان۔۔ عجیب بدھو اور دبو سی لڑکی ہے، لگتا ہے جنگل میں رہی ہے یقین نہیں آتا شہر سے پڑھتی رہی ہے۔۔آپ کو اگر اتنا شوق تھا اپنوں سے لڑکی لانے کا تو مرحا پھپھو کی بیٹی حمالہ لے لینی تھی۔ کم سے کم شوخ مزاج اور حسین صورت ہے۔۔ دوسروں کی مدد کے لیے آپ کو میری زندگی تباہ کرنی تھی بس۔۔" ماحد شادی کے بمشکل پندرہ دن بعد ہی اس کا موازنہ کر رہا تھا۔ وہ حمالہ کو جانتا تھا مگر وہ ایقان کو بھی تو جانتا تھا۔

جو عادات خان حویلی والوں کی نظر میں اس کی خوبیاں تھیں ماحد نے ایک جھٹکے میں انہیں عیب بنا دیا تھا۔ وہ اس کی زات کو نیل و نیل کرنے کے بعد اسے کم تو کہہ رہا تھا۔ اس کی زندگی میں آنے والا وہ بدترین انسان تھا اور اسے اسی کے ساتھ زندگی جینی تھی۔ وہ لب بھینچ کر کمرے میں داخل ہو گئی۔

گلے جان چپ چپ سی بیٹھی تھیں، ماحد اسے دیکھ کر ماتھے پر بل ڈال گیا۔ اس نے خاموشی سے چائے کے کپ دونوں کے سامنے رکھے اور ڈھٹائی سے گلے جان کے پاس ایک طرف بیٹھ گئی۔

"گلے جان وہ دراصل مورے گل وغیرہ مجھے بلا رہے ہیں کافی دن سے۔۔ شادی کے بعد مل ہی نہیں سکے۔۔" ایقان نے دبے دبے الفاظ میں گلے جان کو ماحد کی بے حسی بتانا چاہی تھی۔ گلے جان چونک گئیں۔

"کوئی ضرورت نہیں۔۔ پہلے تو ان لوگوں پر تم بھاری تھیں، ساری بیٹیوں کو اپنے پاس رکھ کر تمہیں منتوں ترلوں سے میرے سر پر لاد دیا اور اب محبتیں جاگ گئی ہیں۔ زہر لگتے ہیں مجھے خان حویلی والے۔۔" ماحد نے غصے سے چائے کا کپ زور سے ٹیبل پر پٹخ کر کہا۔

ایقان جو اس کے دھاڑنے پر خوفزدہ سی اسے دیکھ رہی تھی اس کے الفاظ پر ساکت رہ گئی۔ بے یقینی سے پھٹی آنکھوں سے گلے جان کو دیکھا تو وہ تاسف سے سر ہلاتیں ماحد خان کو دیکھ رہی تھیں۔

"اگر تم چاہتی ہو کہ تمہارے ان گھر والوں کو یہ بات منہ پر نا ماروں تو کوئی بھی بہانہ بنا دو۔۔ اگر وہ لوگ یہاں آئے تو ملنے نہیں دوں گا۔۔" وہ اپنا فیصلہ سناتا تن فن کرتا وہاں سے جا چکا تھا۔ ایقان کا وجود سن ہونے لگا۔ گلے جان بھی خاموش بیٹھی تھیں۔

"تھوڑا اتھرا ہے ماحد مگر دل کا اتنا برا نہیں ہے، ہمارا چھوٹا پوتا ہے تو لاڈ پیار نے بگاڑ دیا۔۔ کسی شہری لڑکی سے شادی کرنا چاہتا تھا مگر میں اب اس کے مزاج سے پریشان رہنے لگی تھی۔۔ نا کسی کی پرواہ کرتا ہے نا کوئی کام کاج کرتا ہے۔۔" کچھ توقف کے بعد گلے جان آہستگی سے بولنے لگیں۔ ایقان سر جھکائے خاموشی سے سنتی جا رہی تھی۔

"پھر گل جان نے مجھ سے بات کی، وہ تمہارے لیے پریشان تھی، تمہاری دادی کا رویہ اور تمہارا گھٹ گھٹ کر جینا گل جان اور زرشے کو پریشان کر رہا تھا۔

مجھ سے بات کی تو میں بخوشی مان گئی، میں تو خود ماحد کے لیے تمہارے جیسی فرمانبردار اور سلجھی ہوئی لڑکی لانا چاہتی تھی جو میرے ماحد کو بدل دے۔" ان کی بات پر وہ بے ساختہ انہیں تکنے لگی۔ وہ گل

جان بیگم کی بڑی بھابھی تھیں، کوئی شک نہیں کہ بہت اچھی تھیں اور گل جان کی ماں کے بعد انہوں نے ہمیشہ ماں والا مان ہی دیا تھا۔۔ لیکن اس معاملہ میں وہ خود غرضی دکھا گئی تھیں۔ ایقان کا دل درد میں ڈوب گیا۔

"میں ان کو نہیں بدل سکتی۔۔ وہ تھوڑے سے سخت مزاج نہیں ہیں گلے جان، وہ ظالم ہیں۔ دیکھیں میری کیا حالت کر دی ہے۔" ایقان نے سسکتے ہوئے اپنا ڈوپٹہ ہٹا کر گردن اور کندھوں پر اور اپنے بازو سے کپڑا ہٹا کر کلائیوں پر ماحد کی درندگی کے نشانات دکھائے۔ گلے جان اسے دیکھ کر بوکھلا گئیں۔

"ایقان مرد ایسا ہی ہوتا ہے، جابر اور تحکم مزاج۔۔ یہ تو عورت کا کام ہے اسے نرمی پر لائے۔۔ بیوی تو شوہر کا لباس ہوتی ہے، پھر تم مجھے یہ دکھا کر پاگل پن کیوں کر رہی ہوں۔۔ یہ ڈھانپو اور دوبارہ کسی کے سامنے یہ سب ظاہر مت کرنا۔" گلے جان نے کپکپاتی آواز میں سمجھاتے ہوئے اس کے ڈوپٹہ کا پلو اس پر پھیلا دیا۔ ایقان ان کی باتوں پر صدمے میں گھر گئی۔

اپنے پوتے کی بے حسی دیکھ کر بھی وہ اسے اس کا راز دار بننے کا بول رہی تھیں؟ اس نے سنا تھا خٹک حویلی والے سنگدل ہیں، آج مثال دیکھ رہی تھی۔

"کیا آپ کو لگتا ہے خاوند کا یہ رویہ عام بات ہے؟ آپ کو مجھ پر ترس نہیں آ رہا؟ میرا کیا قصور ہے کہ میں یہ سب جھیلوں۔۔ میری یہ اوقات نہیں کہ ان کو پکاروں یا بات کروں اور آپ کو لگتا ہے میں ان کو بدل دوں گی؟؟" ایقان بات کرتے کرتے رو پڑی تھی۔

"یہ سب عام نہیں مگر کوئی بات نہیں، کبھی کبھی آسانیوں کے لیے ایسا مزاج سہنا پڑ جاتا

ہے، وہ راضی نہیں تھا شادی کے لیے۔۔ آج تک اس کی ہر بات مانی ہے مگر شادی کے معاملہ میں اس پر زبردستی کی اور جائداد سے عاق کر دینے کی دھمکی بھی دے ڈالی۔۔ وہ صرف اس وجہ سے غصہ ہے، ہاں یہ غلط ہے کہ غصہ تم پر اتار رہا ہے میں اس سے بات کروں گی مگر میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔۔

تم جیسی نرم مزاج اور کومل لڑکی اس کے جذبات بدل دے گی، تمہاری یہی خاموشی اور فرمانبرداری ایک روز اسے تمہارا اسیر کر دے گی اور جس دن وہ تمہاری طرف مائل ہو گا، وہ بدل جائے گا۔۔" گلے جان نرم لہجے میں اسے سمجھا رہی تھیں۔ وہ اس ظلم پر صبر کی تلقین کر رہی تھیں۔ ایقان کو اپنی قسمت پر رونا آ رہا تھا۔ وہ کیوں صبر کرے؟ وہ کیوں ایسے بے حس انسان کا دل جیتنے کی کوشش کرے جسے اس کے احساسات کی پرواہ نہیں۔۔ وہ اسے قیدی بنائے سکون کی زندگی جی رہا تھا اور گلے جان چاہتی تھیں وہ صبر کرے۔۔ ظلم پر ظلم ہی تو تھا۔۔

"وہ زندگی کے کسی موڑ پر بدل بھی گئے تو ایقان مر چکی ہو گی۔۔ میں یہ سب سہہ لیتی مگر مجھے گھر والوں سے کیوں دور کیا جا رہا ہے؟ میں یہ بات کیسے برداشت کروں۔ آپ لوگ سب دیکھ کر ان دیکھا کیوں کر رہے ہیں، آپ کی نظر میں بیٹیاں کھلونا ہیں؟" ایقان سسکتے ہوئے سوال کر رہی تھی۔

"ساری زندگی ایسا نہیں چلے گا، ابھی وہ غصے میں ہے اور شاید اسے یہی خوف ہو گا تم اس کی سختی کے بارے میں گھر والوں کو بتا دو گی۔۔ کچھ عرصہ صبر کرو ایقان۔۔ اسے یقین دلاؤ تم ہر حال میں اس کے ساتھ ہو، اس کی ہر برائی کو اپنے اندر دباتی رہو۔۔

ایک دن یہی ماحد خان تم سے محبت کرے گا، تمہیں مان دے گا اور قدر کرے گا، پھر زندگی آسان ہو گی۔۔"

گلے جان اسے یقین دلا رہی تھی۔ ایقان کا وجود جیسے وزن تلے دبنے لگا۔ اس کا دل آج ویران ہو گیا تھا۔ ایک امید تھی کہ شاید کوئی اسے سمجھے گا مگر یہاں تو الٹا اسے سمجھایا جا رہا تھا۔ وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی، وہ اس انسان کی ناانصافیاں کیسے جھیلے جس نے اس کے دل میں پہلے روز سے صرف اپنی نفرت کا بیج بویا تھا۔

وہاں گلے جان پریشان سی بیٹھی تھیں، ماحد کی محبت میں وہ ایقان کو قربان کر رہی تھیں، انہیں اب بھی بس یہی انتظار تھا کہ کب ایقان ماحد خان کو بدل دے گی۔۔ اسے سلجھا ہوا

انسان بنا دے گی۔

تربیت کرنا اور اچھا انسان بنانا ماں کا کام ہوتا ہے مگر جانے کیوں لوگ ماؤں کی زمہ داری معصوم لڑکیوں پر ڈال کر اپنے عیاش اور بگڑے ہوئے بیٹوں کے ساتھ ان کو باندھ دیتے ہیں۔۔

پھر چاہے ساری زندگی وہ اسی انتظار میں اندر سے ختم ہوتی رہیں کہ شاید۔۔ ان کا محرم بدل جائے، شاید وہ زلت کے بعد محبت بھی دے دے۔

oooooooo

ریاض مصروف سا کچھ وقت بعد ہونے والی میٹنگ کے پوائنٹس چیک کر رہا تھا۔

"مسز رحمان اس فائل میں بہت غلطیاں ہیں، ہماری ڈیلنگ اس فائل پر ڈیپینڈ کر رہی ہے، یہاں نمبرز ہی غلط ہیں۔ یہ کس نے ڈن کی ہے؟" ریاض غصے سے فائل بند کرتا اپنی پی۔اے کو گھورنے لگا۔ وہ گھبرا گئی۔

"سر یہ فائل غازی صاحب نے تیار کروائی تھی۔" مسز رحمان نے گھبرا کر اسے وضاحت دی۔

"بلائیں انہیں ابھی۔۔اور میٹنگ آدھا گھنٹہ لیٹ کر دیں۔۔اگر یہ ڈیل کینسل ہو گئی تو نیکسٹ فائیو ٹو سکس منتھ ہم صرف کوراپ کرتے رہ جائیں گے۔۔" ریاض نے تلخی سے کہتے ہوئے فائل دور پٹخی۔ مسز رحمان سر ہلا کر آفس سے باہر بھاگی اور ریاض سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔حویلی میں وقت گزارنے کے بعد ہمیشہ ایسا ہوتا تھا کہ وہ اپنی بزنس ڈیلز کی سہی سے تیاری نہیں کر پاتا تھا۔

اسے کبھی کبھی اوراد ٹھیک لگتا تھا جو خود کو زیادہ تر حویلی والوں کے معاملات سے دور ہی رکھتا تھا۔

خانی بیگم شادی پر زور دے رہی تھیں جبکہ وہ تو منگنی کے لیے بھی ابھی تیار نہیں تھا۔۔اپنا موبائل آف کر کے ایک طرف رکھتا وہ پوری توجہ سے دوبارہ فائل پر جھک گیا۔

وہاں اپنے آفس میں بیٹھے خان اوراد کی انگلیاں تیزی سے لیپ ٹاپ پر چل رہی تھیں، موبائل پر خانزادہ کی کال آ رہی تھی۔اس نے ابرو اچکا کر نمبر دیکھا۔

خانزادہ حدیر جانتے تھے وہ ان سے کم بات کرتا ہے، زیادہ تر کام وہ ریاض سے ہی کرواتے تھے، آج اچانک کال آنا خان اوراد کو چونکا گیا تھا۔

"السلام و علیکم۔۔" اس نے کال اٹینڈ کر کے سنجیدگی سے سلام کیا تو لہجہ سوالیہ تھا۔

"کیسے ہو بیٹا؟ بزی تو نہیں ہو؟" خانزادہ نرم لہجے میں سوال کر رہے تھے۔ان کے سوال پر وہ بے ساختہ لیپ ٹاپ بند کر گیا۔

"ٹھیک ہوں، نہیں بزی نہیں ہوں۔" وہ جواب دیتے ہوئے لیپ ٹاپ پر انگلی سے لکیریں کھینچنے لگا۔ غیر ارادی طور پر وہ خود کو خود فارغ کر کے اب مطمئن تھا کہ وہ فارغ تھا تبھی بات کر رہا ہے۔۔

"او۔ کے ر باض کو کال رہا ہوں کافی ٹائم سے، اب اس کی پی۔اے نے بتایا بہت بزی ہے وہ۔۔" ان کی بات پر اوراد کی لکیریں کھینچتی انگلی تھم گئی۔

"تو آپ نے مجبوراً مجھے کال کی۔" وہ سنجیدگی سے بولتے ہوئے سیدھا ہو بیٹھا۔ خانزادہ اس کے شکوہ پر بے ساختہ سرد آہ بھر کر رہ گئے۔

"اوراد اس وقت ناراض ہونے کی بجائے میری بات سنو۔۔ بچیوں کے کالج میں کال کر کے پتا کرو آج کوئی ایکسٹرا کلاس تو نہیں ہے؟ چھوٹی آج اکیلی گئی تھی اور لیٹ ہو گئی ہے، پُروا بتا رہی تھی وہاں بھی نہیں پہنچی۔۔" خانزادہ کی بات پر وہ پریشان ہو گیا۔

"ڈرائیور سے بات کی آپ نے؟" وہ فکرمندی سے بولا۔

"وہ کال اٹینڈ نہیں کر رہا۔۔ میں یہاں سے کسی کو بھیجوں گا پتا کرنے مگر زیادہ دیر نا ہو جائے۔۔" ان کی بات پر اس نے ہینڈ واچ پر ٹائم دیکھا۔

"میں پتا کرتا ہوں۔۔ پریشان نا ہوں آپ۔۔" اس نے اطمینان دلایا تو خانزادہ مسکرا کر کال کاٹ گئے۔

وہ پی اے کو ضروری ہدایات دیتا اپنا کوٹ اٹھا کر موبائل پر ایاد کا نمبر ملائے آفس سے باہر نکل گیا۔

oooooooooo

وہ ڈرائیور کے انتظار میں گھبرائی ہوئی سی بیٹھی تھی۔ نقاب کے اندر چہرہ پسینے سے تر ہو رہا تھا۔آج ویسے بھی اکیلی تھی اس پر ڈرائیور نے نا آنے کی قسم کھالی تھی۔کالج میں رش ختم ہوتا جا رہا تھا۔

وہ یہ سوچ سوچ کر حواس باختہ سی ہو گئی کہ کالج خالی ہو گیا تو کہاں جائے گی۔

سامنے سے ایاد خان جاتا ہوا نظر آیا تو وہ تیزی سے اٹھ کر اس کے پاس پہنچی۔ چاہے وہ رُوڈ یا

سر دمزاج ٹیچر تھا مگر اسے آج ایسے موقع پر وہی قابلِ اعتبار لگ رہا تھا۔

"ایاد سر۔۔" اس کی پکار پر ایاد نے رک کر گردن گھماتے ہوئے اسے دیکھا۔ گاؤن پہنے وہ نقاب ہونے کے باوجود واضح طور پر گھبرائی ہوئی لگ رہی تھی۔

"کیا بات ہے؟ کوئی پریشانی ہے؟" وہ نرمی سے پوچھنے لگا۔اس کے سوال پر وہ روہانسی ہو گئی۔

"سر میرا ڈرائیور نہیں آ رہا ابھی تک۔۔کالج بھی خالی ہو رہا ہے، میں کیا کروں؟" وہ گھبرائے ہوئے لہجے میں سوال کر رہی تھی۔ایسے مشورہ مانگ رہی تھی جیسے بہت پرانی دوستی ہو دونوں میں۔۔

"او۔کے ریلیکس۔۔آپ مجھے ڈرائیو کا نمبر بتائیں۔۔" اس نے اپنا موبائل نکالتے ہوئے اسے اطمینان دلایا۔

"وہ تو مجھے نہیں یاد سر۔۔" نہایت معصومیت سے وہ نفی میں سر ہلا گئی۔اسے سائیڈ پر ہونے کا اشارہ کرتے ہوئے وہ راستے سے ہٹ کر لان میں کھڑا ہوا۔

"اپنے فادر یا بھائی کا نمبر بتائیں میں ان کو کال کر دیتا ہوں۔" اس کے سوال پر وہ اس بار بھی

خفت زدہ ہو کر سر جھکا گئی۔

"سر مجھے کسی کا نمبر نہیں یاد۔۔ موبائل میں سیو ہیں سب کے نمبرز اور موبائل میرے پاس اس وقت موجود نہیں ہے۔" اس کی بات پر وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔ پھر موبائل پاکٹ میں رکھ کر سر ہلایا۔

"کوئی بات نہیں، آئیں ایڈمن آفس سے آپ کی فیملی کا نمبر لیتے ہیں، ریکارڈ میں موجود ہو گا۔" اس نے اطمینان دلا کر قدم بڑھائے مگر وہ اپنی جگہ جمی رہی۔ ایاد خان نے پلٹ کر سوالیہ نظر سے دیکھا۔

"سر میں۔۔ ایسے خالی کالج میں۔۔ ایڈمن آفس نہیں جاؤں گی۔۔" وہ زور زور سے نفی میں سر ہلاتی ہکلا کر بولی۔ وہ ضبط سے لب بھینچ گیا۔ کالج اب بالکل ہی خالی ہو چکا تھا، اکا دکا لڑکیاں باقی تھیں وہ بھی ایک ایک کر کے نکلتی جا رہی تھیں۔

"تو پھر مجھ سے کیا ہیلپ چاہیئے؟" اس نے ضبط سے سوال کیا۔ وہ انگلیاں چٹخاتی متذبذب ہوئی۔

"سر اگر آپ۔۔ تھوڑے پیسے دے دیں تو۔۔ ایکچوئلی آج ہی میں نے کینسر پیشنٹز کے لیے ڈونیشن دے دی اور اب میرے پاس بالکل کوئی پیسے نہیں کہ ٹیکسی کر کے گھر جا سکوں۔۔" اس نے شرمندگی سے بتایا۔ وہ سمجھ کر سر ہلاتا گہرا سانس بھر گیا۔

اٹس اوکے۔۔ آئیں میں آپ کو ٹیکسی کروا دیتا ہوں ایڈریس آپ سمجھا دیتا۔" وہ نرمی سے بول کر قدم گیٹ کی طرف بڑھا چکا تھا۔ بیگ کندھے پر لٹکائے وہ اس کے پیچھے پیچھے چلتی گیٹ سے باہر نکلی۔ ایاد اپنے موبائل پر اِن ڈرائیو ایپ اوپن کر چکا تھا اور وہ بار بار نظر بچا کر اسے دیکھ رہی تھی۔ آج وہ اسے سہی معنوں میں آئیڈیل ٹیچر لگ رہا تھا۔ مہربان اور ہمدرد سا۔۔

اس سے نظر ہٹا کر اس نے گردن یہاں وہاں گھمائی تو اسی وقت سیاہ بڑی گاڑی کالج کے گیٹ سے قدرے فاصلہ پر رکی۔ ایاد اور وہ دونوں ہی متوجہ ہوئے تھے۔ اندر سے خان اوراد نکلا تو وہ یکدم اپنا بیگ سنبھالتی پر سکون ہوئی۔

"تھینک یو سر میرے لالہ آ گئے ہیں۔" اس کی پر جوش آواز پر ایاد خان نے حیرت سے اسے پھر اوراد کو دیکھا تھا جو خود بھی ان دونوں کو ساتھ دیکھ کر چونکتا ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"تم نے جب کال کی تھی تو صرف کالج آف ہونے کا پوچھنے کی بجائے بتا دینا تھا فیملی میمبر یہاں ہے، کالج خالی ہو چکا ہے اور میں بھی جا رہا تھا۔" خان اوراد کے قریب آتے ہی ایاد خان نے ہاتھ ملاتے ہوئے اس کی ہمیشہ آدھی بولے جانے والی عادت پر ناک چڑھایا۔

"مشورہ دینے کا شکریہ۔۔ اب تم جاؤ۔" وہ بے مروتی سے بولتا اسے جانے کا اشارہ دے رہا تھا۔ حمالہ حیرت سے دونوں کو اتنے مزے سے باتیں کرتا دیکھ رہی تھی۔

"آ جاؤ۔۔" ایاد اس سے مل کر اپنی گاڑی میں بیٹھ چکا تھا اس نے بھی پلٹ کر گاڑی کی طرف جاتے ہوئے حمالہ کو اپنے پیچھے آنے کی ہدایت دی تھی۔

oooooooooo

ابراہیم اسی وقت کسی آپریشن سے فری ہو کر اپنے روم میں پہنچا تھا۔ ایزی چیئر کی بیک سے پشت ٹیک کر وہ تھکن زدہ سا بیٹھا اور اپنے لیے سینڈوچ کے ساتھ چائے منگوالی۔ آج کا دن ایسا مصروف گزرا تھا کہ اسے ناشتہ کرنے کا بھی موقع نہیں ملا تھا۔

تھکن ایسی تھی کہ وہ چاہتا تھا ابھی گھر چلا جائے اور لمبی تان کر سو جائے۔

سامنے پڑے لیپ ٹاپ کی سکرین پر ای میل کھلی پڑی تھی۔ ابھی وہ جونیئر ڈاکٹر تھا مگر اس ای میل کے مطابق اُس کی اِس سال بہترین کارکردگی اور کئی کامیاب آپریشنز کی وجہ سے

اسے جلد پروموشن دی جائے گی۔ ابھی یہ فیصلہ کنفرم نہیں تھا مگر پھر بھی وہ اپنے لیے ڈائریکٹر کی جانب سے ملنے والے ایوارڈ پر بھی خوش تھا۔

دروازے پر کسی نے دستک دی تو وہ متوجہ ہوا۔ اس کی ساتھی ڈاکٹر الوینہ آفس میں داخل ہوئی۔

"ڈاکٹر ابراہیم خان۔۔ تھینک گاڈ آپ بھی نظر آئے، آج صبح سے ہی آپ بزی ہیں بہت۔۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی تو ابراہیم مروتاً مسکرا کر سر ہلا گیا۔ اسی وقت اس کی چائے اور سینڈوچ بھی آ گئے۔

" آپ کے لیے چائے یا سینڈوچ منگواؤں؟" ابراہیم نے اس سے سوال کیا۔ وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

"نہیں، آئی تھنک آپ نے بریک فاسٹ نہیں کیا تھا؟" اس نے سوال کیا تو ابراہیم سر اثبات میں ہلا گیا۔

"اوکے میں بس آپ کو بتانے آئی تھی ایک نیو بورن بیبی کا۔۔ آج ہمارے وارڈ میں ایک بیبی

ہوئی ہے مگر اس کو ہارٹ کا پرابلم ہے۔۔ تو آپ پلیز اس کے چیک اپ کے لیے زرا ٹائم نکال لیجیے گا۔۔" ڈاکٹر الوینہ کی بات پر اس نے چونک کر اسے دیکھا۔

"شیور۔۔آپ وارڈ نمبر یا روم نمبر بتا دیں میں چکر لگا لوں گا وہاں۔۔" اس کے جواب پر ڈاکٹر الوینہ نے اطمینان سے سر ہلا کر ایک سٹکی نوٹ پر وارڈ نمبر اور بیڈ نمبر لکھنے کے ساتھ اسے جلد چکر لگانے کی ہدایت لکھی اور وہ نوٹ اس کی ٹیبل پر پڑے لیمپ پر چپکا دیا۔ابراہیم اس کے جانے کا منتظر تھا۔

وہ آفس سے نکلی تو وہ سکون سے بیٹھ کر سینڈوچ کھانے لگا۔ نیلی آنکھیں سٹکی نوٹ پر جمی ہوئی تھیں۔ اس کے لیے مشکل ترین ہمیشہ کم عمر یا نومولود بچے ہوتے تھے جن کا علاج ایسے کرنا پڑتا تھا کہ وہ ازیت سے نا گزریں یا زندگی نا ہار جائیں۔۔

oooooooooooo

وہ خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کرتا گھر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ خانزادہ کے شہر والے گھر میں خان عیسٰی اور پروا بچوں سمیت رہتے تھے۔ابراہیم، اوراد اور الہام بھی وہیں رہائش پذیر تھے البتہ علیہا اور حمالہ حویلی سے ہی آتی جاتی تھیں۔

اس وقت اس کا ارادہ شہر والے گھر میں ہی جانے کا تھا۔ وہ فارغ تھا مگر اتنا بھی نہیں کہ حویلی جاتا۔

اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھی حمالہ کا چہرہ حجاب کے اندر پسینہ پسینہ ہو رہا تھا، کالج میں کھڑے ہو کر جو اتنی دیر پریشان ہوتی رہی تھی، اس پر ابھی تک طبیعت نڈھال سی ہو رہی تھی۔ اسے لگا کہ شاید اس کا بی پی لو ہو چکا ہے، کیونکہ صبح کا اس نے ڈھنگ سے کچھ نہیں کھایا پیا تھا۔۔

اس نے چور نظروں سے خان اوراد کو دیکھا۔ ریاض یا ابراہیم لالہ ہوتے تو وہ اب تک بہت مزے سے نقاب اتار کر ان سے پانی یا جوس کی فرمائش کر چکی ہوتی مگر خان اوراد سے علیہا کے علاوہ خاندان کی کوئی

بھی لڑکی کھل کر بات نہیں کر سکتی تھی، اس کے سامنے جانا اور اسے مخاطب کرنا تو حویلی میں جیسے جرم سمجھا جاتا تھا۔۔

وہ تو ابھی تک اس بات پر حیران تھی کہ وہ زندگی میں پہلی مرتبہ اسے لینے آ کیسے گیا۔ حالانکہ اوراد بھی خانزادہ حدیر کے چھوٹی کہنے پر علیہا کا سمجھ کر بھاگا تھا اگر اندازہ ہوتا علیہا نہیں ہے تو الہام کو بھیج دیتا مگر خود کبھی نا آتا۔

حمالہ نے خشک ہوتے حلق اور بھوک سے نڈھال ہوتی حالت سے تنگ آ کر ہمت کرتے ہوئے اوراد کو دیکھا۔

"لالہ۔۔ بات سنیں۔۔" اس نے ڈرتے ڈرتے اسے پکارا۔

"ہوں۔۔؟" اوراد نے گردن زرا موڑ کر سرسری نظر اس پر ڈالتے ہوئے اسے یک لفظی جواب دیا۔

"کیا آپ کے پاس پانی ہے؟" اس کے بے چارگی سے سوال کرنے پر اوراد نے ابرو چڑھا کر اسے دیکھا۔

"گھبراہٹ میں اپنی بوٹل میں کالج بھول آئی ہوں، صبح بھی ناشتہ کیے بغیر نکلی تھی اس لیے اب طبیعت خراب ہو رہی ہے۔" اس کے گھورنے پر حمالہ نے لبوں کو تر کرتے ہوئے پریشانی سے ہکلا کر وضاحت دی۔۔ اوراد خاموشی سے گاڑی کی رفتار بڑھاتا آگے جا کر مارکیٹس کے قریب رک گیا۔

لب بھینچے گاڑی سے نکل کر اس کے لیے پانی کے ساتھ ساتھ جوس اور برگر بھی لے آیا۔ پیکٹ اسے پکڑا کر وہ پھر سے گاڑی سٹارٹ کر گیا۔ حمالہ برگر کے ساتھ کوک کی بجائے جوس

دیکھ کر بدمزہ ہوئی۔

"لالہ میں نقاب اتار لوں؟" اس نے ایک بار پھر سے اسے مخاطب کرتے ہوئے بے تکا سوال کیا۔

"ظاہر ہے۔۔اور اب زرا زبان بند کر کے بیٹھو۔" وہ زرا سختی سے بولتا اس کے ہوش اڑا گیا۔

فرمانبرداری سے سر ہلاتی نقاب اتار کر پانی کی بوتل منہ سے لگا گئی۔ خان اوراد نے گاڑی کی رفتار ہلکی کر کے موبائل پر آتی خانزادہ کی کال اٹینڈ کی۔

"تم کالج گئے ہو اوراد؟ ڈرائیور تو ابھی تک غائب ہے۔۔" خانزادہ پریشانی سے بول رہے تھے۔ وہ اپنی لاپروائی پر لب کاٹ کر رہ گیا۔ خیال ہی نہیں آیا کہ وہ لوگ منتظر بیٹھے ہوں گے۔

"جی میں نے پِک کر لیا ہے، یہیں گھر چھوڑ دوں گا، باقی آپ دیکھ لیجیے گا۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ حمالہ بوتل کو منہ لگائے چھوٹے چھوٹے گھونٹ حلق میں اتارتی کان اس کی طرف ہی لگا کر بیٹھی تھی۔

"اوہ تھینک یو بیٹا۔۔ یہاں سب پریشان ہو رہے تھے۔ اب میں ریلیکس ہو کر ڈرائیور کا پتا کرتا ہوں۔" خانزادہ بے ساختہ شکر گزاری سے بولے تھے۔

"اٹس اوکے۔۔" اوراد نے بات کرتے ہوئے گردن گھما کر حمالہ کی طرف دیکھا تو ٹھٹک گیا۔ وہ گھبرا کر سر اونچا کر گئی۔ پانی سیدھا حلق میں پہنچا اور اپنے کپڑے بھگوتی وہ کھانس کھانس کر پاگل ہو گئی۔ اوراد نے گاڑی روڈ کے کنارے روکی۔

"اوکے۔اللہ حافظ۔" اس نے مختصر الفاظ میں کال کاٹی اور موبائل ڈیش بورڈ پر پھینکتا پوری طرح حمالہ کی جانب مڑ گیا۔

"میں آپ کی باتیں نہیں سن رہی تھی۔" وہ شرمندگی سے سرخ پڑتی وضاحت دے رہی تھی۔ سر پر ہاتھ رکھے گہرے گہرے سانس بھرتے ہوئے وہ رخ پھیر کر اوراد سے نظریں چرانے لگی۔

وہ اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا، وہ واحد چہرہ جو پہلی بار اسے یاد رہ گیا تھا کیونکہ خان اوراد کو جو چہرہ کبھی کبھی دیکھا ہو، وہ یاد نہیں رہتا تھا۔

اسے حویلی کی لڑکیوں میں بھی صرف علیہا کی شکل یاد تھی۔ مگر ایک اور چہرہ بھی اب اسے ازبر تھا اور وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آج وہ اتفاقاً وہی چہرہ اتنے قریب سے دیکھنے والا ہے۔

شفاف مومی سا چہرہ اور دائیں رخسار پر ٹھوڑی کے پاس سیاہ چمکتا تل اس کے سامنے تھا۔ شفاف گرے سی آنکھیں کھانس کھانس کی بھیگ چکی تھیں۔

تو وہ حمالہ داور خان تھی جو اس کی نظروں کو بھا گئی تھی؟ اسے آج اس صورت کو حقیقت میں اپنے سامنے دیکھ کر اب سچ میں محبت ہو رہی تھی۔

اس نے حمالہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر اس کا چہرہ اپنی طرف گھمایا، حمالہ اس کی حرکت پر گھبرا کر کبوتر کی طرح آنکھیں میچ گئی۔

"اٹس اوکے۔۔" خان اوراد تین چار ٹشو اٹھا کر نرمی سے اس کا چہرہ تھپک کر صاف کرنے لگا۔ سماعتوں میں سرد کرخت آواز کی بجائے نرم لہجے میں کہا گیا اٹس اوکے اور اپنے چہرے پر ٹشو محسوس کر کے حمالہ نے پٹ سے آنکھیں کھولیں۔

"میں کر لوں گی لالہ۔۔" وہ اس کی حرکت پر ہونقوں کی طرح اسے دیکھتے ہوئے بولی۔ اس کے خیال میں تو خان اوراد کو اس وقت غصہ کرنا چاہئیے تھا مگر وہ نہایت خاموشی سے بیٹھا تھا۔

کیا وہ ایسا تھا؟ یعنی وہ سب اسے غلط سمجھتی تھیں۔۔ وہ متاثر ہو رہی تھی۔

"گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔" اوراد نے پیچھے ہو کر اسے ٹشو دیئے اور اس کے دونوں ہاتھوں سے بوتل اور اس کا کیپ لے لی۔

وہ حیران سی ٹشو سے اپنا چہرہ اور بھیگا حجاب صاف کرنے لگی۔ اوراد نے ایک گہری نظر اس پر ڈالی اور گاڑی سٹارٹ کر دی۔ حمالہ پیکٹ سے برگر نکال کر بھیگ چکے ٹشو گول مول کر کے اسی پیکٹ میں ڈال گئی۔ جوس کی بوتل بڑھا کر اوراد کے سامنے رکھ دی۔ اسے برگر کے ساتھ کوک ہی پسند تھی۔ اس لیے جوس لانے والے کو ہی گفٹ دے دیا۔

"یہ جوس مجھے نہیں چاہئیے۔" اوراد نے اس کی حرکت پر بے ساختہ اسے ٹوک دیا۔

"میں برگر کے ساتھ جوس نہیں پی سکتی۔۔ وومٹنگ ہوتی ہے۔" وہ اپنی مجبوری بیان کرتے ہوئے جھوٹ بول گئی۔ اوراد چپ ہو گیا اور وہ برگر کھاتی شیشے سے سر ٹکا گئی۔

روڈ پر گاڑی لا کر رفتار بڑھاتے ہوئے اوراد کے لبوں پر نامحسوس سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔

اسے حمالہ تصاویر میں اچھی لگی تھی، حقیقت میں اور بھی زیادہ اچھی لگ رہی تھی۔ وہ ہمیشہ چہرے بھول جاتا تھا مگر حمالہ اسے یاد رہی تھی۔

اسے محبت ہوئی نہیں تھی مگر اب بھی محبت نا ہو ایسا نہیں ہو سکتا تھا۔ اس نے زرا سی گردن موڑ کر حمالہ کو دیکھا۔ وہ ہونٹوں پر تیزی سے زبان پھیرتی کیچپ چاٹنے میں مصروف تھی۔ اوراد کو ایسی حرکتیں ہمیشہ ناگوار لگتی تھیں مگر اسے حمالہ داور ایسا کرتی ہوئی دلچسپ لگ رہی تھی۔۔

محبت کا آغاز ہو چکا تھا، حمالہ اس کی حالت سے بے خبر دل ہی دل میں ایاد خان اور خان اوراد کی نرم دلی سے متاثر ہو رہی تھی۔ وہ سب کو بتانے والی تھی کہ وہ دونوں دوست ہیں اور جیسا ظاہر کرتے ہیں ویسے بالکل نہیں ہیں۔۔

وہ نہیں جانتی تھی وہ دونوں سب کے ساتھ نہیں "صرف" اس کے ساتھ ایسا نرم رویہ رکھ رہے تھے۔

oooooooooo

کچن میں کام کرتی ایقان کو اپنی طبیعت ایک دو روز سے مسلسل بوجھل لگ رہی تھی۔ ماحد خان تین چار دن سے دوستوں کے ساتھ شکار کے لیے گیا ہوا تھا جس کی وجہ سے اسے شادی کے بعد پہلی مرتبہ چند دن سکون کے نصیب ہوئے تھے۔

وہ کچن سے فارغ ہوتی سیدھی اپنے کمرے میں پہنچی اور شاور لینے پہنچ گئی، شاور لے کر نکلی تو کمرے میں ماحد خان اس کے انتظار میں ٹہل رہا تھا۔ اس کے سامنے آتے ہی وہ جھپٹ کر اس

کے بال مٹھی میں دبوچ گیا۔

"خان صاحب۔۔ میرے بال۔۔" ایقان کی درد کے مارے آنکھیں بھرا گئیں۔ماحد خان کا مزاج تو اکثر ہی بگڑا رہتا تھا۔وہ زرا زرا سی غلطی پر ایسے ہی جانور بن جاتا تھا مگر آج تو وہ غلطی بھی نہیں جانتی تھی۔

تین چار دن سے وہ حویلی میں نہیں تھا تو آتے ہی کس بات کا غصہ اتار رہا تھا۔

"بال چھوڑوں؟ جو تمہارے کرتوت ہیں بال جڑ سے نا نکال لوں میں۔۔ کیا بکواس کرتی رہی ہو گلے جان سے؟

اب زمانے میں اپنے زخموں کا اشتہار لگاؤ گی؟ ماحد خان کو بدنام کرنا چاہتی ہو؟" وہ اس کے بال جکڑ کر جھٹکے سے اس کا چہرہ اپنے سامنے کرتا دھاڑ رہا تھا۔

ایقان کی رنگت زرد پڑنے لگی۔ سر میں شدید درد ہو رہا تھا۔

یعنی اس کے آتے ہی گلے جان سمجھانے بیٹھ گئی تھیں۔ایقان کو گلے جان کی اس غلط موقع پر کی جانے والی نصیحتوں سے چڑ ہونے لگی تھی۔

"غلطی سے۔۔ ہوا تھا۔۔ ڈوپٹہ غلطی سے۔۔ ہٹا تو انہوں نے۔۔ دیکھ لیا۔۔ آئندہ نہیں ہو

گا۔۔ معاف کر دیں۔۔ مجھے معاف کر دیں۔۔" وہ اس کے آگے ہاتھ جوڑتی معافیاں مانگنے لگی۔ماحد خان کا بھاری ہاتھ اٹھا اور اس کے چہرے پر نشان چھوڑ گیا۔ایقان کو لگا اس کے کان کا پردہ پھٹ گیا ہے۔ گال جلن سے سُن ہو گیا۔

"آئندہ ایسا ہوا تو گردن کاٹ ڈالوں گا۔۔ خبردار جو آج کے بعد میرے خلاف کسی کے بھی سامنے زبان چلائی۔۔

اور یہ بازاری عورتوں کی طرح جگہ جگہ ڈوپٹے کے پلو گرا کر اپنی نمائش کروانا بند کرو۔۔" وہ جھٹکے سے اسے چھوڑتا دھمکا رہا تھا۔اس کے الفاظ ایقان کو زمین میں گاڑھ گئے تھے۔

"آپ اپنی بیوی کو۔۔ بازاری عورت سے ملا رہے ہیں خان صاحب۔۔ میری عزت کا نہیں تو اپنی عزت کا خیال کر لیں۔۔" وہ ضبط کھو کر دبا دبا چلائی۔ماحد نے چونک کر اسے دیکھا۔وہ پہلی بار جواب دے رہی تھی۔

وہ بھڑک گیا۔ایقان کا جواب دینا اسے بغاوت لگی۔

"کیا کہا؟؟ مجھ سے زبان لڑاؤ گی؟ ماحد خان کو سکھا رہی ہو کہ کیسے اپنی عزت کا خیال رکھا جاتا ہے؟"

وہ بپھر کر اس کی طرف بڑھتا جھٹکے سے اپنے سامنے کرتے ہوئے حقیقتاً اس کا چہرہ سرخ کر گیا تھا۔اس کے معصوم چہرے پر تھپڑوں کی برسات کرتا وہ پاگل ہو رہا تھا۔

ایقان کا چہرہ زخمی ہو گیا، خوف سے اس کا دل بند ہونے کو تھا۔اپنے الفاظ کی معافیاں مانگتی وہ تڑپ رہی تھی جب ماحد خان نے اسے دھکا دے کر خود سے دور پھینکا اور وہاں سے چلا گیا۔

ٹیبل سے لگ کر زمین پر گرتی ایقان کی چیخوں سے کمرہ گونج اٹھا تھا۔حویلی کی ملازمائیں سر جھکائے باہر کھڑی تھیں، ماحد خان کے سامنے اس کے کمرے میں جانے کی کسی کو اجازت نہیں تھی مگر۔۔

جیسے ہی وہ حویلی سے باہر نکلا گلے جان کی ملازمہ نے بھاگ کر انہیں ایقان کے چیخنے کا بتایا۔ جب تک وہ لوگ کمرے میں پہنچے، خون میں لت پت ایقان ہوش و حواس سے بیگانہ ہو چکی تھی۔

وہ ایک ایسے مرد کو سونپ دی گئی تھی جس کی تربیت میں کمی تھی، جس کی ملازماؤں کے ساتھ بے رحمی اور گھر والوں کے ساتھ بد لحاظ لہجہ پوری خٹک حویلی ملاحظہ کرنے کے باوجود اس کو مل لڑکی کو بیاہ لائے تھے کہ وہ۔۔ ماحد خان کو سدھارے گی، اسے سنوار لے گی۔۔؟

وہ سب ظالم تھے۔۔

ooooooooo

"ایقان نے شادی کے بعد ایک بار بھی چکر نہیں لگایا، آخر ایسی کیا مصروفیات ہیں۔۔" خان آزر اداسی سے سوال کر رہے تھے۔ سوچوں میں گم گل جان بیگم ان کی بات پر چونک گئیں۔

"پتا نہیں۔۔ وہ ایسی تھی تو نہیں کہ سب کو بھول جائے۔۔ گُلے بھابھی سے پوچھتی ہوں تو وہ یہی کہتی ہیں ٹھیک ہے، خوش ہے، ماحد خان کے ساتھ سیر و تفریح کر رہی ہے۔

ایقان سے بات کرو تو وہ اپنے پاس آنے سے بھی روک دیتی ہے کہ خود آئے گی اور پھر آتی بھی نہیں۔۔"

گل جان بیگم افسردگی سے بول رہی تھیں۔ خان آزر خاموشی سے سر ہلا گئے۔

شاید بڑھاپے اور علالت نے موت کے قریب پہنچا دیا تھا اس لیے۔۔ اب انہیں سب اولادوں کی کمی ستاتی تھی۔ ہر دوسرے روز خان عیسٰی کو بچوں سمیت بلوا لیتے تھے۔ کبھی خان ایاز کی بیٹی مصباح کو

سسرال سے بلوا لیتے تو کبھی الہام، ابراہیم کو کال کر کے ناراض ہو رہے ہوتے تھے۔ خان رباض ان کے پاس اکثر آتا رہتا تھا مگر خان اوراد تو ترسا ہی دیتا تھا۔۔

اب ایقان کا رخصت ہو کر جانا انہیں پریشان کرتا تھا اس پر وہ ایک بار بھی ملنے نہیں آئی تھی۔

"ہمیں اس سے بڑھ کر کیا چاہیئے کہ بچے اپنی زندگیوں میں خوش رہیں مگر۔۔ دیکھے، ملے بنا رہا بھی نہیں جاتا اب۔۔ وہ تو میری سب سے پیاری بیٹی ہے، اس کی معصوم مسکراتی صورت جو سکون دیتی تھی، اب اس سکون کو ترس رہا ہوں۔۔" وہ ٹھنڈی آہ بھر کر بول رہے تھے۔ گل جان انہیں تکنے لگیں۔

"بلواؤں گی اسے کہ آ کر آپ سے مل جائے۔۔ یا پھر کبھی خود چلتے ہیں۔۔" گل جان نے اپنا بوڑھا ہاتھ ان کے ہاتھ پر رکھ کر نرمی سے تسلی دی۔ وہ سر ہلا گئے۔ اسی وقت دروازے پر دستک دے کر زرشے کمرے میں داخل ہوئیں۔

"کیا بات ہے زرشے۔۔ طبیعت تو ٹھیک ہے؟ اتنی زرد کیوں ہو رہی ہو۔۔" گل جان زرشے کا پیلا چہرہ دیکھ کر پریشان ہو گئیں۔ خان آزر بھی اٹھ بیٹھے۔

"صبح سے دل بہت گھبرا رہا ہے مورے، ایقان سے ملنے کا دل کر رہا ہے۔۔ ماں کی یاد ہی نہیں آتی اسے۔۔" وہ ایقان کی بات کرتے کرتے رو پڑیں۔

"مصروف ہو گی، نئی نئی شادی ہوئی ہے اس کی۔۔" گل جان نے انہیں خود سے لگا کر دلاسہ دیا۔ حالانکہ ان کا اپنا دل بھی بہت اداس ہو رہا تھا۔

"مورے باقی لڑکیوں کی بھی تو شادیاں ہوتی ہیں، اپنی مصباح کی بھی تو شادی ہوئی تھی، ہر دوسرے دن آ جاتی تھی ملنے۔۔ ایقان کو ہم یاد ہی نہیں ہیں۔۔

دو بار خان صاحب اور میں وہاں چکر بھی لگا چکے ہیں، گلے جان سے ہی مل کر واپس آنا پڑتا ہے، حویلی میں ہوتی ہی نہیں ہے وہ۔۔ حدیر لالہ بھی اب ہم سے الجھنے لگے ہیں۔۔"

زرشے کا رونا بند نہیں ہو رہا تھا۔ ایقان کے بدل جانے سے زیادہ گھبراہٹ یہ تھی کہ وہ سب سے دور رہ سکتی تھی مگر خانزادہ سے ملے بغیر کبھی اتنا عرصہ نہیں رہی تھی۔

خانزادہ خٹک حویلی میں بیٹھ کر اس کا انتظار کرتا رہا اور وہ ہر بار ایک ہی بات کرتی تھی۔

"شہر میں آئی ہوئی ہوں خان صاحب کے دوست کے ہاں، واپس آ کر ملوں گی آپ سے۔۔" اس کے ہر بار انہی جملوں پر سب کو لگ رہا تھا وہ بدل گئی ہے مگر یہ کیسی بدلی تھی کہ لہجے کی کھنک ہی کھو گئی تھی۔

"خانزادہ سے مت کہنا کچھ۔۔ وہ بھڑک گیا تو خٹک حویلی والوں کی خیر نہیں ہو گی۔۔ خان موسٰی سے کہو ماحد خان سے خود بات کرے۔۔" خان آزر نے مشورہ دیا۔ زرشے کو سینے سے لگا کر چپ کرواتی گل جان کی اپنی آنکھیں بھی بھیگ گئی تھیں۔

کوئی جان ہی نہیں پایا کہ ایقان موسٰی خان۔۔ بدلی نہیں تھی بلکہ قید کر لی گئی تھی۔ زندان میں ڈال دی گئی تھی جہاں جلاد اسے ہر پل سزا دیتا رہتا تھا۔۔

خٹک حویلی کے لاڈلے بیٹے کو اچھے سے جانے بغیر ان پر یقین کرنے کی سنگین غلطی کر بیٹھے تھے وہ لوگ۔۔ جس کا خمیازہ ایقان کو ہر روز بھگتنا پڑ رہا تھا۔۔

oooooooooo

ابراہیم خان فری ہو کر جانے لگا جب اس کی نظر ڈاکٹر الوینہ کے لگائے سٹکی نوٹ پر پڑی۔ وہ گہرا سانس بھر کر اپنا سفید اوور آل کندھوں پر رکھتا، ڈاکٹر الوینہ کا لکھا سٹکی نوٹ اتار کر آفس سے نکل گیا۔ بچی گائنی ڈیپارٹمنٹ میں تھی۔ اس نے وارڈ نمبر دیکھ کر اندر قدم رکھا۔

ابھی ارادہ صرف ایک نظر بچی کو دیکھ کر تھوڑا بہت اس کی حالت کے بارے میں جانچنے کا تھا تاکہ وہ رات کو بیٹھ کر اس کی کنڈیشن کو سٹڈی کر سکے۔

وارڈ میں ہر طرف بچوں کی آوازیں تھیں، اور پیشنٹ بیڈ پر بچوں کی مائیں پڑی ہوئی تھیں۔

وہ بیڈ نمبر دیکھ کر وہاں پہنچا اور ایک کاٹ کے پاس رک گیا۔ اسے ڈاکٹر الوینہ کی کم عقلی پر افسوس ہوا۔ بچے کو نرسری میں رکھنے کی بجائے اس شور میں رکھا ہوا تھا۔ اس نے جھک کر بچے کو دیکھا۔

وہ کمزور سی مگر نہایت خوبصورت بچی تھی، نازک سے نقوش اور نہایت زرد رنگ۔۔ وہ جاگی ہوئی تھی اور سر یہاں وہاں گھماتی بالکل خاموش پڑی تھی۔

وہ ایک سٹول اٹھا کر وہیں قریب بیٹھ گیا۔

بیبی کاٹ سے بچی کو اٹھا کر گود میں لیتے ہوئے اس کے دل پر ہاتھ رکھا۔ وہ سیاہ چمکتی آنکھوں سے ابراہیم کو دیکھتی رہی اور وہ سنجیدگی سے اس کا تفصیلی معائنہ کر رہا تھا۔۔

بچی پر نظر پڑی تو بے ساختہ مسکرا کر اس کا رخسار سہلا گیا۔ وہ اس کی آغوش میں سمٹتی سکون سے سونے لگی۔ ابراہیم تاسف سے اس نازک سی بچی کو دیکھنے لگا۔ اس کی کنڈیشن زیادہ پریشان کن نہیں تھی مگر صحت ضرورت سے زیادہ خراب تھی۔

اس کی نہایت کمزور بازو کو اپنی دو انگلیوں سے تھام کر وہ پر سوچ نظروں سے اسے دیکھنے لگا اور وہ گود پا کر سکون سے سو چکی تھی۔ ابراہیم نے اسے احتیاط سے کاٹ میں لیٹایا اور جھک کر

اسے دیکھنے لگا۔

کچھ سوچ کر پیشنٹ بیڈ کے پاس ٹیبل پر پڑے نوٹ پیڈ کو اٹھایا اور اپنے اوور آل کی پاکٹ سے بال پوائنٹ نکال کر ڈاکٹر الوینہ کو ہدایت لکھی۔

"بچی کو پہلی فرصت میں نرسری میں شفٹ کریں اور کل دو بجے تک میرے پاس لائیں پراپر چیک اپ کے لیے۔۔ ڈاکٹر ابراہیم خان۔" اس نے چند لائنز کے ساتھ اپنا نام لکھ کر ورق نوٹ پیڈ سے الگ کیا اور بچی کی کاٹ میں سامنے رکھ دیا۔ جھک کر ایک نظر بچے کو دیکھا اور سیدھا ہو کر پلٹ گیا۔

"ڈا۔۔ کٹر صاحب۔۔۔ میرا بچہ۔۔۔ بچالیں۔۔ پلیز۔۔" وہ وہاں سے جانے لگا تھا جب نہایت کمزور آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔ اس نے پلٹ کر اس سمت دیکھا اور بری طرح چونک گیا۔

oooooooooo

ڈا۔۔ کٹر صاحب۔۔۔ میرا بچہ۔۔۔ بچالیں۔۔ پلیز۔۔" وہ وہاں سے جانے لگا تھا جب نہایت کمزور آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔ اس نے پلٹ کر اس سمت دیکھا اور بری طرح چونک

گیا۔

پیشنٹ بیڈ پر پڑی نہایت کمزور کم عمر سی لڑکی آنسوؤں سے بھری آنکھیں لیے اسے دیکھ رہی تھی۔

اس کی رنگت بالکل سفید پڑی ہوئی تھی جیسے خون کا ایک قطرہ بھی باقی نا بچا ہو۔۔ خشک لکڑی کی طرح بے رنگ ہونٹ تھے۔۔ وہ اسے دیکھ کر شاکڈ ہوا۔۔

"یہ آپ کا بیبی ہے؟ رئیلی۔۔؟" اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ تو خود بھی کوئی سکول گرل لگ رہی تھی۔

"اسے بچالیں۔۔ یہ مر جائے گا۔۔" وہ سسک کر فریاد کرنے لگی۔ وہ ساکت سا کبھی اسے تو کبھی اس کے قریب بیبی کاٹ میں پڑی کمزور سی بچی کو دیکھ رہا تھا۔

"ریلیکس۔۔ بچے کا جو ایشو ہے اس کے لیے آپریشن ضروری ہے اور اس عمر میں آپریشن ناممکن ہے۔۔ مگر ایسا بھی نہیں کہ اس بیماری سے بچہ مر جائے گا۔۔

بس آپریشن کے لیے سوٹ ایبل ایج ہوتے ہی بیبی کو آپریٹ کیا جائے گا، تب تک علاج چلے گا۔۔

ہم کوشش کریں گے اس بچی کو بچا سکیں، ڈاکٹرز کا یہی تو فرض ہوتا ہے۔" وہ تفصیل سے سمجھانے لگا۔ لہجہ میں خود بخود نرمی سمٹ آئی تھی۔ لڑکی کی اپنی حالت بھی کافی خراب تھی۔ اسے تو خوف تھا ایسے روتی رہی تو وہ خود مر جائے گی۔

"شکریہ۔۔ شکریہ۔۔" وہ بمشکل اپنے پپڑی زدہ لبوں کو حرکت دیتی اس کا شکریہ ادا کر رہی تھی۔

وہ یک ٹک اس کا چہرہ دیکھتا جا رہا تھا۔ کم سنی چہرے پر واضح تھی۔ نازک سے نقوش زرد سفید سی رنگت میں بھی پر کشش لگ رہے تھے۔ سیاہ ویران آنکھوں میں زندگی جیسے ختم ہو چکی تھی۔

"ایکسکیوزمی ڈاکٹر صاحب۔۔پیشنٹ کو چیک کرنا تھا۔۔" نرس اس پیشنٹ کے بیڈ کے قریب آتی ہچکچا کر اس سے بولی۔ وہ چونک کر سیدھا ہوا۔

"شیور۔۔امم۔۔۔ایسا کریں آپ چیک اپ کے بعد ان کی فائل مجھے لا دیں آفس میں۔۔" وہ پر سوچ نظروں سے اس لڑکی کو دیکھتا نرس سے مخاطب ہوا۔

"سوری سر؟ان کی یا ان کے بیبی کی؟" نرس کو لگا اس نے سننے میں غلطی کی ہے۔

وہ گائنی ڈیپارٹمنٹ کا تو بالکل نہیں تھا پھر اسے اس لڑکی کی فائل سے کیا مطلب تھا آخر۔۔نرس اس لیے دیئے رہنے والے ڈاکٹر ابراہیم خان کی انوکھی بات پر حیران ہوئی تھی۔

"دونوں کی۔۔دونوں پیشنٹس کی۔۔یاد سے۔۔" وہ اپنے الفاظ پر زور دے کر بولا اور پلٹ کر وہاں سے جانے لگا پھر بے ساختہ قدم روک گیا۔

"پیشنٹ کے ساتھ فیملی میمبر نہیں ہے کوئی؟" وہ کسی بڑے سے بات کرنا چاہ رہا تھا۔

"نہیں۔۔دراصل ایک دن پہلے اس لڑکی کو اس کا بھائی لایا تھا۔۔اس نے دوبارہ چکر نہیں لگایا بس اتنا کہا تھا کہ جب ڈسچارج کرنا ہو تو کال کر دیں۔۔" نرس کی بات پر وہ بے یقینی میں گھر گیا۔

کیا وہ واقعی لڑکی کا بھائی تھا۔۔؟ یا پھر شاید۔۔کوئی اور۔۔اس نے سرد آہ بھری۔۔

"او۔کے۔۔" وہ ایک لفظی جواب دیتا قدم دروازے کی سمت بڑھا گیا۔نرس کندھے اچکاتی اس لڑکی پر جھک کر اس کا بی پی چیک کرنے لگی۔اس نے دروازے پر رک کر پلٹتے ہوئے اس لڑکی پر نظر ڈالی۔وہ اب آنکھیں بند کیے ساکت سی پڑی تھی۔

وہ لب بھینچ کر وہاں سے نکل گیا،اب گھر جانے کا ارادہ کینسل کر کے وہ اپنے آفس میں جا

بیٹھا۔کافی منگوا کر ایزی ہو کر بیٹھتے ہوئے وہ متاسف سا اسی مریضہ کو سوچنے لگا۔

جانے کون جاہل لوگ تھے جو اتنی کم عمری میں بیٹیوں کی شادیاں کروا کر ان کو اور ان کے بچوں کو مشکل میں ڈال دیتے ہیں۔وہ بد دلی سے سوچ رہا تھا۔

دماغ کی ڈور یکدم ایقان کی طرف گئی تو وہ بے چینی سے پہلو بدل کر رہ گیا۔

اسے ایقان کی شادی والی رات الہام سے ہوئی باتیں یاد آئیں جب وہ ایقان کی رخصتی کے فوری بعد ایسے منہ پھلا گیا تھا جیسے اس کی رخصتی ہوئی ہو۔۔

"تمہیں کیا ہوا ہے؟منہ کیوں پھلایا ہوا ہے؟" اس نے اپنے پورشن کی طرف جاتے ہوئے رک کر الہام کو دیکھ کر پوچھا تھا۔وہ چونک کر ابراہیم کو گھورنے لگا،ابراہیم اس کی حرکت پر ماتھے پر بل ڈال گیا۔

"ایقان شادی نہیں کرنا چاہتی تھی،اسے ابھی پڑھنا تھا۔۔" وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولتا اٹھ کر چلا گیا تھا اور ابراہیم اپنی جگہ کھڑا رہ گیا تھا۔۔

وہ جملہ اسے اب اکثر پریشان کرتا تھا، ایقان شادی نہیں کرنا چاہتی تھی، اسے پڑھنا تھا تو پھر یہ ناانصافی کیوں ہوئی۔۔؟ زرشے اور خان موسٰی اس کی شادی کیوں کر رہے تھے؟ خانزادہ

نے لاڈلی بھانجی کی خواہش کیوں نہیں پوچھی۔۔؟ وہ لب کاٹنے لگا۔

oooooooo

"گلے جان یہ زیادتی ہو رہی ہے اس بچی کے ساتھ۔۔ دیکھیں کتنا بڑا نقصان کر دیا اس نے۔۔ ماں بننے والی تھی ایقان، ماحد نے اپنے ہی بچے کو مار ڈالا۔۔

یہ کیسا ظلم ہو رہا ہے حویلی میں۔۔" ڈاکٹر زرقا پریشان سی ایقان کا زرد چہرہ دیکھ رہی تھیں۔ ان کی بات پر گلے جان ساکت رہ گئیں۔

"ماں بننے والی تھی؟ میرا ماحد باپ بننے والا تھا؟ مگر اس نے تو ہمیں کبھی بتایا ہی نہیں۔۔" گلے جان گھبراہٹ بھرے لہجے میں بول رہی تھیں۔

"ابھی بمشکل دو ہفتے کی پریگننسی ہے، اس کو بھی نہیں پتا ہو گا۔۔ اب آپ ایک ساتھ دیجیے گا یہ خبر۔۔

بتایئے گا کہ وہ آپ کے پوتے کی وجہ سے ماں بنتے بنتے رہ گئی۔۔ خان حویلی کو پتا چلا تو۔۔؟

ماحد سے کہیں اب سدھر جائے، اب تو احساس کر لے۔" زرقا بیگم تاسف سے بولتی جا رہی تھیں۔

گلے جان افسردگی سے ایقان کو دیکھنے لگیں۔

اس کا رنگ بالکل سفید پڑ گیا تھا، چہرے پر چوٹوں کے نشانات تھے۔ انہیں ایقان کا غم بھی تھا اور اپنے پوتے کا وارث مر جانے کا صدمہ بھی ستا رہا تھا۔ زرقا اٹھ کر واپس ہاسپٹل جا چکی تھیں۔ انہیں ایقان کی حالت پر ایمرجنسی میں بلوایا گیا تھا۔ گلے جان کی بہو تھیں وہ بھی مگر انہیں آج تک خٹک حویلی والوں کی بے حسی کی عادت نہیں ہو پائی تھی۔

ماحد کی ماں زرین بیگم بھی ایقان کے سرہانے بیٹھی ماتھے پر بل ڈالے ہوئی تھیں۔

ماحد خان آوارہ گردی کر کے رات گئے لوٹا تو گلے جان اسے ناراض نظروں سے دیکھنے لگیں۔ وہ ایقان کو یوں بستر پر آنکھیں بند کیے پڑا دیکھ کر چونک گیا۔

"یہ دیکھو تم نے کیا کر دیا اس معصوم کے ساتھ۔۔۔ تم نے اپنا بچہ مار دیا ماحد خان اور کتنا بگاڑ لاؤ گے خود میں۔۔؟" زرین بیگم بیٹے کو دیکھتے ہی غصے سے پھٹ پڑی تھیں۔ گلے جان کے لاڈ پیار نے ماحد کو اتنا بگاڑا تھا کہ زرین بیگم جتنا غم کرتیں کم تھا۔

"تم چپ کرو بہو۔۔ میں بات کرتی ہوں۔" گلے جان نے انہیں بے ساختہ ٹوک دیا۔ تیز آوازوں پر ایقان کی آنکھ کھل گئی تھی۔ وہ اپنے جسم میں ہوتی شدید تکلیف پر لب بھینچے ارد گرد دیکھنے لگی۔

"بچہ کس نے مارا؟ میں نے؟ میں نے اسے کچھ نہیں کہا، ہٹی کٹی تھی جب میں گیا تھا، یہ خود کر چکی ہے کچھ۔۔ پوچھیں اس جاہل لڑکی سے کیا کیا اس نے میرے بچے کے ساتھ۔۔" ماحد شرمندہ ہونے کی بجائے الٹا ایقان پر بھڑک اٹھا تھا۔

زرین بیگم اس کی ڈھٹائی پر اٹھ کر غصے سے چلی گئیں۔ گلے جان نے ماحد کو گھورا۔ ایقان پتھرائی آنکھوں سے سب کو دیکھ رہی تھی۔

"بچہ۔۔؟ کس کا؟" ایقان کے لب پھڑپھڑائے تھے۔

"تمہیں میں نے اس پر سختی کرنے سے منع کیا تھا ماحد۔۔ تم نے اس پر اتنا تشدد کیا کہ تمہارا بچہ مر گیا، تمہیں احساس ہی نہیں کہ تم جانور بنتے جا رہے ہو۔۔" گلے جان خفگی سے اسے ڈانٹ رہی تھیں۔ ایقان اپنے بچے کے بارے میں سن کر بے ساختہ پیٹ پر ہاتھ رکھ گئی۔ دل بند ہونے لگا۔ وہ ماں بننے والی تھی؟

"یہ مجبور کرتی ہے سختی کرنے پر۔۔ زبان چلاتی ہے گلے جان۔۔ آپ نے جاہل لڑکی میرے پلے باندھ دی اور اب مجھے ڈانٹ رہی ہیں، میں جانور نہیں ہوں۔۔ جانور تو اس کا خاندان ہے، مطلب پرست لوگ۔۔

مرحا پھپھو کی بیٹی کے لیے ان کی غیرت اتنی اڈر رہی تھی کہ اسے آپ سے ملنے کے لیے بھی نہیں لاتے اور اس ناکارہ کو ہمارے سر پر لادنے کے لیے ساری غیرت اور شرم بھلا کر منتیں ترلے کر کے اسی حویلی میں ہمیشہ کے لیے دے دی۔" وہ بول نہیں رہا تھا، زہر اگل رہا تھا۔ ایقان کو لگا کوئی بے دردی سے اس کے وجود سے روح کھینچتا جا رہا ہے۔

"مرحا اور حمالہ کی بات مت کرو۔۔ خان داور اپنے پہلے بچے کی اس حویلی میں موت کے بعد سے محتاط ہو گیا ہے، اکلوتی بیٹی ہے اس کی، اس لیے وہ اسے خود سے دور نہیں جانے دیتا۔۔

اور کس نے منتیں کیں، گل نے بس مجھ سے بات کی اور میں نے حامی بھر لی، منتیں تو مجھے کرنی تھیں تمہارے لیے۔۔ دنیا گھوم لیتے مگر کوئی نا دیتا تمہیں لڑکی۔۔ اتنی پڑھی لکھی، معصوم اور بڑے خاندان کی لڑکی لائی ہوں تمہیں قدر ہی نہیں۔۔" گلے جان اس کی بد تمیزی پر غصے سے بولتی جا رہی تھیں۔ ماحد خان نے بے زاری سے سر جھٹکا۔

اسے پرواہ نہیں تھی، ایقان کا بچہ مرے یا پھر چاہے ایقان ہی مر جائے۔ اس کے اندر احساس ختم کر کے اسے احساس دلایا جا رہا تھا۔ تربیت کی کمی اس کی سوچ اور عمل سے صاف واضح ہو رہی تھی۔

"اب اس پر ہاتھ مت اٹھانا ماحد۔۔ ورنہ میں تم سے ناراض ہو جاؤں گی۔" گلے جان نے اسے وارننگ دی اور پلٹ کر ایقان کو دیکھنے لگیں۔ وہ ساکت پڑی تھی۔

"ایقان اپنا خیال رکھو اور اب اٹھنا مت بستر سے۔۔ صبر کرو اللہ نے غم دیا ہے تو اللہ صبر بھی دے گا۔"

وہ ایقان کے سر پر ہاتھ پھیر کر شرمندگی سے بولیں اور اٹھ کر وہاں سے چلی گئیں۔

ایقان نے آنکھیں موند لیں، وہ جھیل رہی تھی ظالم لوگوں کے رویئے اور ان کی بے حسی میں لپٹی شرمندگی کو۔۔ اس نے اب جانا تھا اس کی خان حویلی سے باہر کی دنیا بہت بری ہے۔۔

"کر لیے ڈرامے؟ تم سب کے سامنے مظلوم بن سکتی ہو مگر میں جانتا ہوں یہ نقصان خود تم نے کیا ہے۔۔ تم سے اس کا حساب ضرور لوں گا۔" ماحد بکتا جھکتا باتھ روم میں بند ہو گیا۔ ایقان سسکیاں بھرتی اکیلی اپنے نقصان پر روتی تڑپتی رہ گئی۔

صبر کیسے کرتی، اب اسے اپنی زندگی بھی بوجھ لگنے لگی تھی۔اب اس کا دل سب اپنوں سے روٹھنے لگا تھا۔۔ یہیں حویلی میں اسے ملنے خان موسٰی اور زرشے بھی آئے تھے اور خانزادہ حدیر بھی آتے رہے تھے۔ وہ کمرے میں بند انہیں کھڑکیوں سے دیکھتی رہ جاتی مگر ماحد خان کی ضد اور غصے کی وجہ سے وہ اپنی تکلیف کے باوجود اپنوں سے مل نہیں پائی تھی۔

وہ ازیت اور بے بسی سے مر رہی تھی، مر ہی جانا چاہتی تھی اب۔۔

oooooooooo

"کیا۔۔؟؟؟" اسوان حیرت کی زیادتی سے چیخ کر بولی۔

"یار آہستہ۔۔ کیا ہو گیا ہے۔" علیہا نے اسے گھورا۔

"مجھے لگتا ہے خوشی سے میرا دل بند ہو جائے گا۔ سر ایاد خان ہمارے کالج سے جا رہے ہیں، واؤ واؤ۔۔"

اسوان خوشی سے چہک رہی تھی۔آج صبح سے کالج میں یہ خبر گردش کر رہی تھی۔ حالانکہ ان تینوں کا بھی اس کالج میں لاسٹ ائیر تھا مگر پھر بھی اسوان کو ایاد خان کے جاب چھوڑنے کی خوشی پاگل کر رہی تھی۔ علیہا نے سر جھٹک کر رخ پھیرا تو ٹھٹک گئی۔

حمالہ اچھی خاصی آنکھیں بھرے بیٹھی تھی۔

"تمہیں کیا صدمہ ہے؟" علیہا نے پریشانی سے پوچھا۔

"سر ایاد۔۔ ہمیں چھوڑ کر۔۔ کیوں۔۔ جا رہے ہیں" وہ سسکیوں کے درمیان بولی تو اسوان اور علیہا کا منہ حیرت سے پورا کھل گیا۔ وہ ایاد خان سے اتنی اٹیچڈ کب ہوئی تھی بھلا۔۔

"حمالہ تمہیں بھول گیا کیا۔۔ یہ وہی جلاد ہیں جو ہمیں کلاس روم سے باہر کھڑا کر دیتے تھے اور پانچ منٹ کی دیری بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔۔" اسوان نے اسے ایاد خان کی ناانصافیاں یاد دلانا چاہیں۔

"جی ہاں اور پھر ہمارے جھوٹے بہانوں پر ہمیں کلاس میں بیٹھنے بھی دیتے تھے۔ میرا ٹیسٹ ٹھیک نا ہونے کے باوجود خاموشی سے شیٹ مجھے پکڑا دیتے تھے۔" حمالہ کو اس کی سختی میں چھپی نرمی یاد آ رہی تھی۔ اسوان اور علیہا نے الجھ کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ کیا وہ ایاد خان کو پسند کرنے لگی ہے؟ وہ حیران تھیں۔ جتنا حیران ہوتیں کم تھا۔

"تمہیں وہ اتنے اچھے کب سے لگنے لگے ہیں؟" علیہا نے بھنویں چڑھا کر اس سے سوال کیا۔ وہ ٹھنڈی آہیں بھرتی آنسو بہا رہی تھی۔

"جب اس دن میں کالج میں اکیلی تھی اور سر ایاد نے مجھ سے نرمی سے بات کی، ہیلپ کی اور کالج خالی ہونے تک ساتھ کھڑے رہے تھے۔" وہ روہانسی ہو کر بول رہی تھی۔ خان اوراد اسے لینے آیا تھا، راستے میں اس کا پیٹ بھرتا رہا، نرمی برتی، گھر پہنچایا۔ وہ سب بھول گئی۔ کالج میں کالج تک ایاد خان کا ساتھ رہنا اسے یاد رہا، پسند آیا اور اب رلا بھی رہا تھا۔

"یار تم۔۔" اسوان کو ایاد خان کی یہ تعریف زہر لگ رہی تھی۔ دانت کچکچا کر حمالہ کو دیکھا پھر مٹھیاں بھینچ کر بے ساختہ چپ ہو گئی۔

"داور چاچو کو کیا پڑی تھی اپنی بیٹی کی ایک کلاس سکِپ کروا کر ہمارے ساتھ بٹھا دیا، تب سے اب تک سر پر سوار ہے عجیب انسان۔۔" علیہا بڑبڑا رہی تھی۔

"تم لوگ اب ناانصافی کر رہی ہو۔۔ کیا فیورٹ ٹیچر کے جانے پر سیڈ ہونا غلط بات ہے۔" حمالہ ان دونوں کی بڑبڑاہٹوں اور چڑھے ہوئے ناک دیکھ کر ناراض ہوئی۔

"یس فیورٹ ٹیچر۔۔ فیورٹ ٹیچر کے جانے پر سیڈ ہوا جا سکتا تھا بٹ یہ وہ ٹیچر ہے جس پر تم دو دن پہلے تک ہمارے ساتھ مل کر بولتی رہی ہو۔ نہایت ڈبل فیسڈ ہو تم، ایک دن تھوڑی دیر وہ اچھے بنے اور تم فلیٹ ہو گئیں۔۔" اسوان نے منہ بنا کر اس کے آنسو دیکھے۔

"ہیں فلیٹ کون ہوا ہے۔؟" حمالہ اس الزام پر صدمے سے رونا بھول گئی۔ علیہا نے سر پکڑ لیا۔

"چھوڑو یہ ٹاپک۔۔ گلالئی بتا رہی تھی اس نے اپنے بابا سے بات کر لی ہے، یونی میں وہ ہمیں جوائن کرے گی۔" اسوان نے بحث ختم کی۔ حمالہ بھی اب آنکھیں رگڑ کر اپنے غم بھلا کر متوجہ ہوئی۔

"ادب انکل کو بھی بس اللہ پوچھے، کالج تک ان کی بات تھی ہماری بیٹی کے لیے صرف لڑکیوں والا کالج ہو۔ اب یونی بھی بنواتے نا ایسی جہاں صرف لڑکیاں جاتی ہوں۔" علیہا نے سر جھٹک کر ان سالوں کا صدمہ نکالا جب وہ لوگ ادب خان کی وجہ سے ایک کالج میں نہیں پڑھ سکی تھیں۔ حمالہ بے چینی سے پہلو بدل رہی تھی۔

"سنو۔۔ میرا بی پی لو ہو رہا ہے، کوک پینے چلیں؟" حمالہ کی فرمائش پر وہ دونوں اسے دیکھ کر رہ گئیں۔ وہ نم آنکھیں پٹپٹا کر مسکرا رہی تھی۔۔اور مسکراہٹ بھی لالچ دیتی ہوئی۔۔ مناتی ہوئی سی۔۔

"چلو ریِیٹ تمہارے انوکھے بی پی لو کا علاج ہی کر آئیں، شاید تمہارا صدمہ کم ہو جائے۔" علیہا اٹھ کھڑی ہوئی۔اسوان کو مجبوراً اٹھنا پڑا۔

وہاں ہیڈ آفس میں ایاد خان سٹاف سے الوداعی ملاقات کرتا مسکرا کر بیسٹ وشز لے رہا تھا۔اس کی ایک بہترین اور مہنگی یونی میں جاب لگ چکی تھی۔وہ اپنی محنت سے ترقی کی طرف سفر کر رہا تھا۔

ooooooooo

"لالہ یہ کیا ہے؟ عیسٰی چاچو یہاں سے شفٹ کیوں ہو رہے ہیں؟" الہام بوکھلایا ہوا سا اورادکے کمرے میں داخل ہوا۔

"ہمم۔۔" کوئی کتاب پڑھتے اورادنے کتاب سے نظریں ہٹائے بنا جواب دیا۔

"لالہ۔۔ وہ کیوں جا رہے ہیں یار۔۔ ہم یہاں اکیلے کیسے رہیں گے؟" الہام بری طرح پریشان ہو رہا تھا۔اورادنے گہرا سانس بھر کر کتاب بند کر دی۔

"الہام وہ کچھ ٹائم پہلے ہی ڈیسائیڈ کر چکے تھے، گھر بنوا رہے تھے، اب بن چکا تو شفٹ ہو رہے ہیں۔۔

اٹس سمپل وائے آر یو سو اپ سیٹ۔" اس نے سنجیدگی سے بولتے ہوئے الہام کو بتایا۔

"آپ روک لیں ناں ان کو۔۔" الہام نے اس سے درخواست کی۔اورادنے ابرو چڑھائے۔

موڈ خراب ہو گیا۔

"میں کیوں رو کوں گا؟ میں ان ایزی فیل کرتا تھا، اچھا ہے اب میں کمفرٹیبل رہوں گا۔۔" اوراد نے اطمینان سے جواب دیا۔ اسوان کی وجہ سے وہ کمرے میں بند رہتا تھا۔ وہ حویلی کا خون تھا، یوں کزن کے ساتھ ایک ہی گھر میں گھل مل کر رہنا اسے پسند نہیں تھا۔

خانزادہ نے یہ گھر کافی پہلے ہی خان اوراد کو گفٹ کر دیا تھا۔ یہ گھر بڑا تھا، وہ سب آرام سے رہ رہے تھے مگر جب سے اسوان جوان ہوئی تھی، خان اوراد کے لیے کھل کر پورے گھر میں گھومنا مشکل ترین ہو رہا تھا اور خان عیسٰی بھی اسوان کی وجہ سے ہی شفٹ کر رہے تھے۔

آزر خان چاہتے تھے لڑکے الگ ہوں تاکہ اب کالج یونی کے لیے لڑکیاں حویلی سے آنا جانا کرنے کی بجائے شہر میں ہی رہیں۔۔

"یار لالہ وہ تو ٹھیک ہے، ہم کیسے رہیں گے۔" الہام اداس ہو رہا تھا۔ گھر میں فہد مہد رونق لگائے رکھتے تھے، پرواا اس کا خیال رکھتی تھیں۔

"الہام فوکس اون یور سٹڈیز۔۔ تم یہاں انجوائے کرنے نہیں آئے تھے۔ سو پلیز اب جاؤ اور کبھی کوئی ہیلپ چاہیئے ہو تو ابراہیم لالہ سے پوچھ لیا کرو شاید اسی بہانے ان کے زندہ ہونے کا

بھی احساس ہوتا رہے ہمیں۔۔"

خان اوراد نے سکون سے مشورہ دیتے ہوئے اسے وہاں سے بھیجا اور پھر سے کتاب کھول لی۔

الہام اپنے کمرے میں جا کر حمالہ کو کال ملا گیا۔ وہ اداس تھا اور ایسے میں حمالہ اس کا موڈ اچھا کر دیتی تھی مگر آج وہ بھی کال اٹینڈ کرتے ہی اپنے سر ایاد خان کے چلے جانے کا غم منانے لگی۔

"ریبٹ یو آر ریوزلیس۔۔" الہام سرد آہ بھر کر رہ گیا۔

oooooooooo

ابراہیم سنجیدگی سے دونوں فائلز دیکھ رہا تھا۔ وہ لڑکی دو دن پہلے ہی ماں بنی تھی، نام حمینہ تھا اور عمر بمشکل سولہ سال تھی۔۔ ایک چیز جو ابراہیم کو ٹھٹکا رہی تھی کہ اس لڑکی کے ہزبینڈ کا نام یا کہیں بھی ڈاکیومنٹس میں اس کا میرڈ ہونا مینشن نہیں تھا۔ اس کے گارڈئین میں صرف بھائی کا نام اور نمبر محفوظ تھا۔

اس نے بھائی کا آئی ڈی کارڈ چیک کیا تو وہ واقعی آپس میں بہن بھائی تھے۔ وہ الجھ رہا تھا۔ اگر لڑکی شادی شدہ نہیں تھی تو پھر بچہ کہاں سے آیا۔۔

ابراہیم نے لب بھینچ کر فائل بند کی اور بیبی کی فائل چیک کرنے لگا۔ بچی کے دل میں سوراخ تھا۔ وہ بہت کمزور تھی اور نا جانے کیوں روتی رہتی تھی۔ جبکہ اس کا زیادہ رونا بھی اس کے لیے نقصان دہ تھا۔

وہ سر پکڑ بیٹھا۔ کافی کا کپ ٹیبل پر رکھا ٹھنڈا ہو رہا تھا اور وہ حمینہ نامی لڑکی کو سوچ رہا تھا۔

اس نے حمینہ کے بھائی کا نمبر موبائل میں محفوظ کیا اور نرس کو ہدایت دی کہ ابھی حمینہ اور اس کے بچے کو ڈسچارج نہ کیا جائے۔

باہر رات گہری ہو چکی تھی، وہ فائل سنبھال کر ڈرار میں رکھ گیا۔ کافی کا کپ اٹھا کر سپ بھرا تو سرد کافی نے منہ کا زائقہ بدل دیا۔ اس نے بدمزگی سے کپ واپس رکھا اور موبائل پر آتی کال کی طرف متوجہ ہوا۔

"السلام علیکم۔۔" وہ اپنی ٹیبل سمیٹ کر گاڑی کی چابی اٹھاتے ہوئے مصروف سا بولا۔

"سب آئیں گے لالہ۔۔؟" الہام کی اداس آواز پر وہ چونک کر اپنے روم کا ڈور بند کر کے آگے بڑھ گیا۔

"آ رہا ہوں، سب ٹھیک ہے ناں الہام؟" اس نے پریشانی سے سوال کیا۔ الہام نے سرد آہ بھری۔

"جی ٹھیک ہے۔۔ عیشی چاچو بے مروتی سے ہمیں یہاں اکیلا پھینک کر جا چکے ہیں، اور اد لالہ مزے سے بک پڑھ رہے ہیں اور میں یہاں بھوک سے پاگل ہو رہا ہوں۔۔

آپ آئیں تو کھانا کھائیں ہم بھی۔۔" اس کی اداسی کی وجہ جان کر ابراہیم نے نفی میں سر ہلایا۔

"آ رہا ہوں ڈرامے باز۔۔ کھانا لگوا کر شروع کرو میں پہنچ جاؤں گا۔" اس نے مسکرا کر کہا اور کال کاٹ دی۔ اپنی گاڑی میں بیٹھ کر گھر کی طرف جاتے ہوئے اس کے دماغ سے حمینہ نامی مریضہ محو ہو چکی تھی۔

oooooooooo

"میں تمہاری منگنی کرنا چاہتی ہوں، سمجھ کیوں نہیں رہے ریاض۔۔ خاندان والوں کو خبر تو ہو، میں اپنے ارمان پورے کرنا چاہتی ہوں۔" خانی بیگم خفگی سے ریاض کو دیکھ رہی تھیں۔ وہ مسکرانے لگا۔

"مورے ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ اگر تمہیں اس لڑکی پر کوئی اعتراض نہیں تو منگنی کر لینے میں کیا حرج ہے۔ شادی ہم تب کریں گے جب تم چاہو گے۔۔" پریہان نے بھی خانی بیگم سے بھرپور اتفاق کیا۔

او۔ کے لیڈیز آپ لوگ جیسا چاہیں کر لیں، مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" وہ ہار مان گیا۔ پریہان کی خوشی دیکھ کر وہ مدھم پڑ گیا تھا۔

"ٹھیک ہے میں اپنی بہن سے بات کرتی ہوں، اسی ہفتے کر لیتے ہیں۔۔" خانی بیگم پرجوش ہو گئیں۔ پریہان اور وہ ابھی سے معاملات ڈسکس کرنے لگی تھیں، ریاض سر ہلاتا اٹھ کر کمرے سے نکل گیا۔

گل جان باہر ہال میں اس کی منتظر بیٹھی تھیں۔

"مورے گل کوئی پریشانی ہے؟" وہ ان کی گم صم حالت سے پریشان ہو کر ان کے پاس بیٹھا۔

"پریشانی تو اب ہر وقت رہتی ہے بیٹا۔۔ ایقان سے شادی کے بعد آج تک ملنا نصیب نہیں ہوا۔ خانزادہ نے کہا تھا وہ جائے گا مگر اب جانے کہاں مصروف ہے۔۔"

گل جان رنجیدگی سے بول رہی تھیں۔ ریاض متاسف ہو گیا۔ ان کے گرد بازو پھیلاتا دلاسہ دینے لگا۔

"ماحد خان سے آپ خود بات کریں، کھانے پر بلالیں ناں ایقان کو؟" اس نے مشورہ دیا۔

"سب کر کے دیکھ لیا، وہ اب آتی ہی نہیں ہے، کال پر بات کر لیتی تھی اور اب تو وہ بھی کم کرتی ہے۔" مورے گل نے افسردگی سے گہرا سانس بھرا۔

"خیر مجھے بھابھی ماں کو یہ سامان بھیجنا تھا۔۔ جا کر دے سکتے ہو؟ اور ہو سکے تو ماحد سے بات بھی کر لینا۔" مورے گل نے اپنے آنسو چھپاتے ہوئے اپنے پاس پڑا شاپر اسے تھما دیا۔ وہ سر اثبات میں ہلانے لگا۔

"ضرور جا سکتا ہوں، ماحد خان سے کیوں، ایقان سے ہی مل کر بات کروں گا، بہت نخرے کرنے لگی ہے ناں وہ۔۔ پوچھوں گا اس سے۔۔" وہ مسکرا کر بات مذاق میں اڑا گیا۔ مورے گل بوکھلا گئیں۔

"آہاں۔۔ بیٹا وہاں عورتوں سے نہیں ملنے دیتے۔۔ خیال رکھنا ایقان سے ملنے کی ضد مت کرنا۔" مورے گل حواس باختگی سے اسے سمجھا رہی تھیں۔

"کیسے عجیب خاندان میں دے دیا مورے گل۔۔ بہن ہے چھوٹی، ملنا بھی منع ہو گیا کیا

اب۔۔ خیر میں آپ کی بھابھی ماں سے ہی مل کر آ جاؤں گا۔" ریاض کا دماغ گھوم گیا مگر وہ مورے گل کے لحاظ میں خاموش ہو گیا۔

وہاں سے سیدھا مردان خانے میں بیٹھے خانزادہ کے سر پر پہنچا، وہ ادب خان سے کوئی ضروری بات ڈسکس کر رہے تھے۔ اس کے آنے پر ادب خان اٹھ کر چلے گئے۔

"ایقان کا کیا مسئلہ ہے؟ وہ کسی سے مل کیوں نہیں رہی؟ کیا شادی میں کوئی بات ہوئی تھی؟" وہ پریشان سا باپ سے سوال کر رہا تھا۔

"یہ بات تو عورتوں کو پتا ہو گی مگر سب کا یہی کہنا ہے ایسا کچھ نہیں ہوا، میں نے لگانا تھا چکر بس یہاں ایک کام میں پھنس گیا ہوں۔" وہ کچھ پریشان سے بول رہے تھے۔ ریاض انہیں خفگی سے دیکھنے لگا۔

"آپ کے مسائل حویلی کی بیٹیوں سے بڑھ کر ہیں کیا؟ شادی کے بعد وہ آ نہیں رہی نا ہی مل رہی ہے اور کسی کو وجہ تک نہیں معلوم۔۔آپ کو جا کر خٹک حویلی والوں سے سوال کرنا چاہیئے تھا۔" وہ ناراض ہوا۔ خانزادہ اس کی بات پر بے ساختہ اسے دیکھنے لگے، کچھ معاملات میں وہ حد سے زیادہ حساس تھا۔

"میں چکر لگاؤں گا بس یہ بات ایسی تھی کہ۔۔ بچیوں کا ڈرائیور بخش خان اس دن اچانک غائب ہو گیا تھا، پتا کروایا تو اس کی لاش ملی ہے۔ اس دن حمالہ اکیلی کالج گئی تھی وہ تو شکر ہے میں نے بروقت اوراد کو بھیج دیا تھا۔

ہمیں خیال رکھنا ہو گا کہ اب کوئی لڑکی اکیلی کالج نا جائے کبھی اور اسی لیے عیلٰی الگ گھر میں شفٹ ہوا ہے، لڑکیاں وہیں رہیں گی تاکہ روزانہ حویلی آنا جانا نہیں کریں۔۔ مجھے لگتا ہے پھر سے ہاشم خان اپنی نیچ حرکتوں پر اتر آیا ہے۔" خانزادہ دانت پر دانت جما کر غصے سے بول رہے تھے۔ ریاض دھک سے رہ گیا۔

"اوہ تھینک گاڈ حمالہ محفوظ ہے، یہ تو واقعی غلط حرکت ہے۔۔اوکے آپ فکر نہیں کریں ایقان کا معاملہ میں ہینڈل کر لیتا ہوں، جا رہا ہوں وہاں، مورے گل نے کوئی سامان بھجوانا تھا، ماحد خان سے میں بات کر لوں گا کہ ایقان کو ملوانے لائے۔" ریاض نے باپ کو تسلی دی۔ خانزادہ کے سر سے بوجھ سا اترا تھا۔

"ٹھیک ہے، طریقے سے بات کرنا، سنا ہے ماحد خان الٹے دماغ کا لڑکا ہے۔۔" خانزادہ نے اسے ہدایت دی۔ وہ سر ہلا کر وہاں سے زنان خانے پہنچا اور مورے گل سے سامان لیتا سب سے مل کر روانہ ہو گیا، ارادہ خٹک حویلی میں سامان دے کر وہیں سے سیدھا شہر چلے جانے کا تھا۔ وہ پہلی مرتبہ خٹک حویلی میں جا رہا تھا اور وہ بنا بتائے ہی جا رہا تھا۔

ooooooo

"اور جاب کیسی جا رہی ہے؟" ایاد کے سامنے چائے اور دوسرے لوازمات رکھتے ہوئے اوراد نے پوچھا۔

"کالج کی جاب چھوڑ دی ہے، یونی جوائن کروں گا تین دن بعد۔۔" ایاد خان نے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے اطمینان سے جواب دیا۔ اوراد چونک گیا۔

"اوہ گڈ۔۔ بیسٹ آف لک۔۔ سٹوڈنٹس تو خوش ہوئے ہوں گے تم جیسے ناکارہ ٹیچر کے جانے سے۔۔" اوراد نے ایک پلیٹ میں کباب رکھ کر کیچپ اٹھایا۔

"اوہ رئیلی۔۔" ایاد نے طنزیہ مسکرا کر اس دیکھا۔

"سب خوش تھے سوائے ایک سٹوڈنٹ کے۔۔ کیا تم جانتے ہو تمہاری بہن۔۔ جسے اس دن تم لینے آئے تھے، حمالہ داور خان۔۔ وہ میرے لیے رو رہی تھی۔۔" ایاد خان مسکراتے ہوئے بتا رہا تھا۔ اوراد سنجیدہ ہوا۔

"اس کا نام مت لو ایاد خان۔۔ اب وہ تمہاری سٹوڈنٹ نہیں رہی۔۔" وہ یکدم سنجیدگی سے بولا تھا۔

"سوری میں بس بتا رہا تھا کہ وہ میرے جانے پر رو۔۔"

ایاد کندھے اچکا کر بول رہا تھا جب وہ پلیٹ زور سے ٹیبل پر رکھتا اسے درمیان میں روک گیا۔

"اس کا دل چھوٹا ہے، وہ گھبرا جاتی ہے۔۔ اٹ ڈزنٹ مین کہ تم اس کے فیورٹ ٹیچر ہو۔۔" خان اوراد جانے کیوں ایاد کی مسکراہٹ پر تپ رہا تھا۔

"یار میں نے ایسا کب کہا۔ بٹ یہ تو سچ ہے میں ان سب کا ٹیچر رہا ہوں۔۔ مجھے تمہاری فیملی کی باقی دونوں لڑکیوں نے باقی سٹوڈنٹس کی طرح رسپیکٹ شو نہیں کی۔۔ دکھاوے کے لیے ہی سہی بٹ سب سٹوڈنٹس نے بیسٹ وشز دیں۔۔ صرف حمالہ داور تھی جس نے مخلصی سے مجھے گڈ بائے کہا اور روتے ہوئے بیسٹ وشز بھی دیں۔۔" ایاد کو بے ساختہ حمالہ کی روتی آنکھیں یاد آئیں۔ جب وہ کچھ زیادہ ہی ایموشنل ہو کر اسے ایسے اللہ حافظ کہہ رہی تھی جیسے پرانے ساتھی بچھڑ رہے ہوں۔۔ ایاد خان کو اس پر تب بھی ہنسی آئی تھی مگر وہ کنٹرول کرتا ہولے سے اس کا سر تھپتھپا گیا تھا۔

اسے اب بھی وہ سب یاد کر کے ہنسی آ رہی تھی۔

خان اوراد نے ماتھے پر بل ڈال کر اس کی مسکراہٹ دیکھی اور مٹھیاں بھینچ کر ضبط کیا۔

"ایاد خان بہت خوش ہو لیا تم نے۔۔ اسنے بیسٹ وش دی اور گڈ بائے کہہ دیا سو اب تم اس کا نام مت لو بار بار۔۔ میرے خاندان کی لڑکیوں کا نام لینے کی اجازت کسی کو نہیں۔۔ تمہیں بھی نہیں۔۔" اوراد نے اس بار کچھ زیادہ سنجیدہ صورت بنا کر کہا۔

"او کے سوری۔۔ مجھے خیال نہیں آیا۔۔" ایاد نے فوراً معذرت کی۔ اوراد سر جھٹک کر کباب کھانے لگا۔ موڈ خراب ہو چکا تھا۔ حمالہ کیوں ایاد کے لیے روئی؟

اس کی نظر میں علیہا اور اسوان نے ٹھیک کیا تھا کہ جذباتی نہیں ہوئیں مگر حمالہ نے کیوں ایسا کیا۔

"سیریئس کیوں ہو گئے اوراد۔۔ سوری میں نے بس بات کی تھی۔ آئی نو برا لگا ہو گا، میں آئندہ خیال رکھوں گا۔" ایاد کو محسوس ہوا کہ اوراد کو اس کا حمالہ کا نام لینا برا لگا ہے۔ وہ معذرت کرنے لگا۔

"اٹس او کے یہ بتاؤ کام کیسا جا رہا ہے۔ مجھے گاڑی بدلنی تھی، نیو ماڈلز آئے ہیں کیا تمہارے

پاس۔۔" اوراد سر جھٹک کر بات بدل گیا۔ اسے اب اس ٹاپک پر بات کرنا ہی برا لگ رہا تھا۔

ایاد سے یہاں وہاں کی باتیں کر کے وہ اس بات کو فی الحال سائڈ پر رکھ گیا۔ ایاد اس کے مزاج میں تبدیلی محسوس کر کے جلدی وہاں سے چلا گیا۔ جیسے ہی ایاد گیا اس نے علیہا کو کال ملا لی۔

"السلام علیکم لالہ۔۔ کیسے ہیں آپ۔۔" علیہا اس کی کال پر چہک کر بول رہی تھی۔ اوراد بہن کی آواز سن کر کچھ مدھم ہوا اور نرمی سے جواب دینے لگا۔

"گھر میں سب ٹھیک ہیں؟" وہ اپنی پیشانی سہلاتا اس سے پوچھنے لگا۔

"جی ہاں سب ٹھیک ہیں۔" علیہا مسکرا کر بولی۔

"علیہا میری بات غور سے سنو اور اپنے ساتھ باقی دونوں کو بھی کہہ دینا۔۔ تم لوگ پڑھنے جا رہی ہو تو پڑھائی کرو، ضرورت نہیں ہے ٹیچرز کے لیے آنسو بہائے جائیں اور ایموشنل ہوا جائے۔۔

تم لوگوں کو فرق نہیں پڑنا چاہیئے چاہے کوئی بھی پڑھائے، اپنی سٹڈی پر فوکس کرو، مجھے دوبارہ ایسی بات پتا چلی تو میں خانی مورے سے بات کرنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔۔" وہ اچانک ہی سنجیدگی سے بولتا علیہا کو سمجھانے لگا۔ علیہا کا رنگ اڑ گیا۔

کالج میں پوری کلاس نے ہی حمالہ کا مذاق اڑایا تھا کہ وہ ایاد خان کے جانے پر روئی تھی مگر پریشانی کی بات تو یہ تھی کہ خان اوراد کو یہ بات کس نے بتائی۔

"جی لالہ ہم نے تو۔۔ ہم تو بالکل ایموشنل نہیں ہوئے۔۔" وہ ہکلا کر بولتی اسے یقین دلانے لگی۔

"میں تمہاری بات نہیں کر رہا علیہا۔۔ اور میں کس کی بات کر رہا ہوں تم اچھے سے جانتی ہو۔۔ میں آئندہ ایسی کوئی بات نا سنوں۔۔ خانی مورے کی سختی سے پھر تم سب واقف ہو۔۔ سمجھا دینا۔۔" وہ سختی سے بولتا کال کاٹ گیا۔ جسے پیغام بھیجنا تھا وہ بھیج چکا تھا اور حمالہ کے بارے میں وہ ویسے بھی سنتا رہتا تھا کہ اس کی خانی بیگم سے جان جاتی تھی۔

وہ مسکرا کر اپنی فیورٹ کتاب کھول کر پڑھنے لگا۔

وہاں علیہا حواس باختہ سی بھاگ کر حمالہ کے کمرے کی طرف بھاگی۔ حمالہ پاؤں جھلاتی ناول پڑھنے میں مشغول تھی۔

"حمالہ کی بچی کالج میں اتنا ڈرامہ کر کے تم تو اپنی زندگی میں مگن ہو چکی ہو لیکن وہاں اوراد لالہ اتنے غصہ میں ہیں۔" علیہا پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ بولتی اس کے ساتھ جا کر بیٹھ گئی۔

"ہیں؟ کیا مطلب؟ کیوں؟" حمالہ بری طرح گھبرا گئی۔

"یار تم جو سر ایاد کے لیے رونا دھونا کر کے آئی ہو ناں۔۔اس کی خبر ہو گئی ہے اوراد لالہ کو۔۔خاص پیغام بھیجا ہے تمہیں تم اگر اب ناسدھریں ناں تو وہ خانی مورے کو بتا دیں گے کہ ہمیں سیدھا کر کے رکھیں اور تمہیں اچھے سے پتا ہے، خانی مورے کتنی سختی کرتی ہیں اوراد لالہ کے کہنے پر تو اور بھی زیادہ نظر رکھیں گی۔۔" علیہا کے بتانے پر حمالہ کا رنگ اڑ گیا۔ شرمندگی الگ ہونے لگی۔

"لالہ کو میری رونے والی بات کس نے بتائی۔" وہ روہانسی ہو کر بولی۔ ناول کا مزہ خراب ہو چکا تھا۔

"پتا نہیں بٹ لالہ بہت غصے میں تھے، تم جانتی ہو ان کو بہت برا لگتا ہے یہ سب۔۔تم ہماری سٹڈی چھڑواؤ گی۔۔کیا ضرورت تھی سب کے سامنے سر ایاد کے لیے رونے کی۔۔" علیہا اس پر بھڑک رہی تھی۔

"میں پتا نہیں کیسے ایموشنل ہو گئی، وہ واقعی بیسٹ ٹیچر تھے علیہا اور کچھ نہیں۔۔اوراد لالہ بہت کھڑوس ہیں اتنی سی بات پر کون غصہ کرتا ہے۔۔" حمالہ کو شرمندگی سے رونا آ رہا تھا۔ پہلے ہی کالج میں سب کے درمیان اس کا بہت تماشہ بن چکا تھا اس پر نئی خبر کہ اوراد بھی اس بات سے واقف ہو گیا ہے۔

"آئندہ مت کرنا ایسا۔۔اف میں پہلے ہی پریشان تھی اب یہ نئی بات۔۔لالہ تو بات ایسے کرتے ہیں انسان ڈر ہی جاتا ہے۔۔" علیہا منہ بنا کر بولتی بیڈ پر بانہیں پھیلا کر گر گئی۔

"سچ کہہ رہی ہو۔۔ان کو اور اد لالہ نہیں جن لالہ کہا کریں گے آئندہ۔۔ مجھے غلط فہمی ہوئی تھی کہ وہ اچھے ہیں، اب میں کبھی کسی ٹیچر کو آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھوں گی، اتنا کون ڈراتا ہے۔۔" حمالہ بھی موبائل ایک طرف چھینکتی اس کے ساتھ لیٹ گئی۔

"سنو۔۔ تم پہلے کیوں پریشان تھیں؟" حمالہ نے اس کی بازو پر سر رکھ کر قریب ہوتے ہوئے سوال کیا۔

"پریسہ آنی میری شادی کرنا چاہتی ہیں، کیف جاب ہولڈر اور ویل سیٹلڈ ہیں، سب سے بڑے بیٹے ہیں آنی کے، آخر کب تک میرے لیے بٹھائے رکھیں گی۔۔" علیہا منہ بسورتے ہوئے بولی۔ حمالہ اس کی شادی کا سوچ کر مسکرانے لگی۔

"تم کیوں خوش ہو رہی ہو؟ ہٹو میری بازو سُن ہو رہی ہے۔" علیہا نے جھٹکے سے بازو کھینچا،

حمالہ کا سر بیڈ سے جا لگا۔ وہ سر پکڑ کر اٹھ بیٹھی۔

گھونگریالے شہد رنگ بال پشت پر بکھرے گئے تھے۔

"سنو تم بھی ایقان کی طرح شادی کر لو۔۔ اور اد لالہ سے جان چھوٹ جائے گی، میں بھی اچھا رشتہ آتے ہی شادی کر لوں گی اور اسوان تو رہتی ہی شہر میں ہے۔"

وہ سمجھداری سے مشورہ دے رہی تھی۔ علیہا کا منہ کھلا رہ گیا۔

"لیکن مسئلہ یہ ہے کہ میرا ابھی تک کوئی رشتہ ہی نہیں آیا۔۔اسوان اور تمہارے پرپوزل آتے ہیں، ایقان کی بھی شادی ہو گئی۔ گلالئی کو بھی اس کے ننھیال میں پسند کیا جاتا ہے۔ مجھے تو نانو سے ملنے ہی نہیں جانے دیتے تو پسند کون کرے گا وہاں۔۔" حمالہ کو اپنی فکر ستا رہی تھی۔ علیہا نے دانت کچکچا کر اس کی پشت پر دھپ رسید کی۔ حمالہ گڑبڑا کر کمر پر ہاتھ رکھ گئی۔

"بے ہودہ لڑکی میرے لالہ جلاد ہیں جو تم سب کو بچانے کے پروگرام بنا رہی ہو۔۔ شرم آنی چاہئیے تمہیں، اس بار لالہ کو آنے دو تمہارے خیالات بتاؤں گی۔" علیہا نے اسے گھورتے ہوئے دھمکایا۔

"م۔۔میں مذاق کر رہی ہوں، کیا ہو گیا ہے، ابھی تو ہم نے یونی بھی جانا ہے، پڑھنا ہے، ماسٹرز کریں گے، ابھی سے شادی کیوں کریں بھئی۔۔" حمالہ جلدی سے بات بدلتی مسکرانے لگی۔ مسکراہٹ میں پھیکا پن واضح تھا۔ علیہا نے ناک چڑھا کر اسے دیکھا۔

"جھوٹی انسان۔۔جو میرے بھائیوں کو برا کہے گا وہ میرا کچھ نہیں لگتا۔" علیہا نے گردن اکڑا کر کہا۔

حمالہ لاپروائی سے اپنا موبائل اٹھا کر پھر سے ناول نکالنے لگی۔ اس کی بے نیازی پر علیہا تب گئی۔

"اور الہام لالہ سے بھی فری مت ہوا کرو۔۔" علیہا اسے وارن کرتی کمرے سے نکل گئی۔۔ حمالہ گھبرا گئی۔

"علیہا سنو۔۔ایم سوری میں تو مذاق کر رہی تھی۔" وہ علیہا کے پیچھے تیزی سے بھاگی۔ ہال میں بیٹھی خانی بیگم نے غصے سے اس کو بال پھیلائے بچوں کی طرح بھاگتے دیکھا۔

"رکو زرا۔۔ یہ کیا طریقہ ہے، ڈوپٹے کا ہوش نہیں اور بھاگتی پھر رہی ہو۔۔ شرم لحاظ ختم ہو چکا ہے کیا۔۔ یہی پڑھنے جاتی ہو شہر میں۔۔" خانی بیگم نے غصے سے اسے ڈانٹا۔ وہ بوکھلا کر ڈوپٹہ سر پر رکھتی اپنے گرد پھیلاتے ہوئے سر جھکا کر خاموشی سے ان کی ڈانٹ سننے لگی۔ خانی بیگم اسے تمیز، شرم اور تہذیب پر تفصیلی لیکچر دے کر وہاں سے چلی گئیں۔

"خانی مورے تو ویسے ہی آتے جاتے غصہ کرتی ہیں مجھ پر۔۔ لالہ نے شکایت کر دی تو کیا ہو گا میرا۔۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے وہیں صوفے پر گر گئی۔

oooooooooo

"اب اور کتنے دن بستر پر پڑے رہنے کا ارادہ ہے؟ نقصان تو میرا بھی ہوا ہے تم کس خوشی میں اتنا سوگ منا رہی ہو۔۔" ماحد مسلسل کچھ دن سے ایقان کو بستر پر پڑا دیکھ کر اکتا گیا تھا۔ وہ خاموشی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"جاؤ میرے لیے چائے بنا لاؤ۔۔" اس نے حکم صادر کیا۔

"جی۔۔" ایقان اپنا دل مار چکی تھی، مشینی انداز میں سر ہلا کر اٹھی اور چادر نما ڈوپٹہ اوڑھنے لگی۔

"سنو زرا اپنا حلیہ بھی درست کر لو اب۔۔ عجیب باسی شکل بنائی ہوئی ہے، زندگی تو تم میری خراب کر چکی ہو اب موڈ تو خراب نہ کیا کرو۔۔" وہ اسے روک کر تپے تپے لہجے میں بول رہا تھا۔ ایقان سر ڈال کر کھڑی رہی پھر سر ہلا کر کپڑے بدلے اور کچن میں چلی گئی۔

چائے چولہے پر رکھ کر خالی خالی نظروں سے تکنے لگی۔ سنگدل مردوں سے عورتیں کیسے نباہ کرتی ہیں؟ کیا عادی ہو جاتی ہیں یا مر جاتی ہیں؟ کیا انہیں بھی زندہ دفن کر دیا جاتا ہے؟ مطلب اب بھی زمانہ قدیم کی طرح بیٹیوں کو ناکارہ سمجھا جاتا ہے۔۔

اس کی آنکھیں بے ساختہ بھیگتی چلی گئیں۔

oooooooo

خان رباض گلے جان کے پاس بیٹھا تھا، گلے جان نے اس کی مہمان نوازی کے لیے لوازمات سے میز بھر دی تھی۔

"ایقان ٹھیک ہے؟ چکر نہیں لگایا اس نے۔۔ گھر والے سب منتظر رہتے ہیں۔" رباض نے باتوں باتوں میں ایقان کے بارے میں دریافت کیا۔ گلے جان نظریں چرا گئیں۔

"بالکل ٹھیک ہے، کہوں گی اس سے چکر لگا لے، ماحد خان بس اسے لیے گھومتا پھرتا رہتا ہے، حویلی میں تو کم ہی ٹکتے ہیں۔" گلے جان ڈھیلے سے لہجے میں بول رہی تھیں۔ رباض نے ابرو چڑھائے۔

"ماحد خان ابھی حویلی میں ہے؟ اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ شادی کے بعد ملاقات ہی نہیں ہوئی۔۔" رباض نے چائے کا کپ میز پر واپس رکھتے ہوئے سوال کیا اور کلائی پر بندھی گھڑی پر وقت دیکھا۔ اسے جلدی جانا تھا مگر آج وہ ماحد سے ملے بنا نہیں جانا چاہتا تھا۔

"ہاں وہ تو شاید ڈیرے پر۔۔" ابھی گلے جان کوئی معقول بہانہ بناتیں کہ حویلی میں ماحد خان کی گرجدار آواز گونجی۔ رباض نے ٹھٹک کر گلے جان کو دیکھا۔

"شاید آ گیا ہے۔۔ کسی ملازم پر شاید۔۔" گلے جان سمجھ گئیں وہ پھر سے ایقان پر بھڑک رہا ہو گا، بوکھلا کر ریاض کے سامنے بات بنانے کی ناکام کوشش کرنے لگیں مگر خان ریاض اب کھٹک چکا تھا۔

"میں اس سے مل کر آتا ہوں۔۔" وہ ان کی مزید سنے بِنا جھٹکے سے کھڑا ہو گیا۔ گلے جان دھک سے رہ گئیں۔

دوسری جانب ماحد چائے بنوا کر اب تیاری کیے جانے کہاں جا رہا تھا۔ ایقان تیزی سے چائے لے کر اس کے پاس پہنچی تو کمزوری اور نقاہت کی وجہ سے اس کا سر چکرا گیا، کپ اس کے ہاتھ سے چھوٹا اور چائے اچھل کر ماحد کے سفید لباس کو داغدار کر گئی۔

ایقان لرز کر فرش پر بکھرے کپ کو دیکھنے لگی۔

"یہ کیا کر دیا تم نے۔۔ یہ سب کیا ہے جاہل لڑکی؟" وہ پوری قوت سے دھاڑ رہا تھا۔ وہ سہم کر کپکپاتے ہاتھوں سے زمین پر بکھری کرچیاں سمیٹنے لگی۔

"م۔۔۔ میں غلطی۔۔۔ سے۔۔ پھسل۔۔" وہ ہکلا کر وضاحت دیتی ایسے خوفزدہ تھی جیسے ابھی سانس کھینچ لی جائے گی۔ وہ اپنا داغدار لباس دیکھ کر متنفر نظروں سے سامنے بیٹھے نازک وجود کو گھورنے لگا۔

"غلطی سے۔۔؟ تم بس ایک ڈرامے باز لڑکی ہو۔۔ یہ تم شہر سے پڑھنے والی لڑکیوں کا مسئلہ ہی یہی ہے، انہیں ہر وقت گھٹیا رومانس کی پڑی رہتی ہے۔۔ تم نے اب بھی وہی گھٹیا حرکت کی میرے قریب آنے کے لیے۔۔" وہ زلت آمیز لہجے میں بولتا چلا گیا۔ ایقان پتھرائی نظروں سے سامنے کھڑے مرد کو دیکھنے لگی۔ جو اس کا محرم تھا مگر اسے زلیل کرنے اور ازیت دینے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا۔

"ایسا بالکل نہیں ہے، میری تربیت ایسی گری ہوئی نہیں ہے۔۔" وہ زلت سے سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ دبا دبا احتجاج کرنے لگی۔ وہ جو اپنا لباس دیکھتا پلٹ کر جا رہا تھا، اس کے الفاظ

پر رک گیا۔

"کیا کہا تم نے؟" وہ تمسخر سے بولتا قدم بڑھا کر اس کے قریب پہنچا۔ وہ خوف سے پیچھے ہونے لگی مگر اچانک ہی وہ اس کے زمین پر کرچیاں سمیٹتے ہاتھ پر اپنا شوز رکھ کر پوری شدت سے مسل گیا۔

"میرا ہاتھ۔۔ خدا کے لیے چھوڑ دیں۔۔" وہ تڑپ کر چیختی ہاتھ نکالنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ہاتھ تکلیف کی شدت سے ناکارہ ہونے کو تھا۔ وہ بے رحمی سے اس کے ہاتھ پر شوز رکھے جھک کر اس کے بال مٹھی میں دبوچ گیا۔

"آئندہ میرے سامنے زبان مت چلانا۔۔ کوشش بھی مت کرنا جواب دینے کی۔۔ تم اور تمہارا خاندان کتنا گھٹیا ہے میں سب جانتا ہوں، دو ٹکے کے لوگ ہو، منتوں سے تمہیں میرے سر پر سوار کیا ہے، یہ ہے تمہاری اوقات۔۔"

وہ سرد نوکیلے لہجے میں بول رہا تھا۔

"ماحد خان۔۔" اپنے پیچھے ابھرتی اچانک دھاڑ پر اس نے جھٹکے سے اس کے بال چھوڑ کر پیچھے پلٹ کر آواز کی سمت دیکھا۔ سامنے خان رباض سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ موجود

تھا۔

"ریاض لالا۔۔" وہ اس آواز پر ہولے سے سسکی۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی اسے ہاتھ لگانے کی۔۔" وہ پتتے لہجے میں بولتا تیزی سے آگے بڑھا اور اس کے گریبان سے پکڑ کر جھٹکا دیا۔

"ٹھنڈ رکھو خان ریاض۔۔ اتنی گرمی بھی اچھی نہیں ہوتی۔۔ بیوی ہے میری وہ۔۔ میری مرضی جو بھی کروں، اسے میرے حوالے خود تم لوگوں نے ہی کیا تھا۔" ماحد خان نے بااعتماد لہجے میں جواب دیا۔

"بکواس بند کرو۔۔ لاوارث نہیں ہے وہ۔۔ کیا اس لیے دیا تھا کہ تم اس پر ہاتھ اٹھاؤ۔۔" خان ریاض کا چہرہ مارے ضبط کے سرخ ہو رہا تھا۔ آنکھوں سے شرارے پھوٹ رہے تھے، بس نہیں چل رہا تھا ماحد خان کو جلا کر بھسم کر دے۔۔ شور شرابے کی آواز پر ملازمین نے بھاگ کر باقی لوگوں کو اطلاع پہنچائی تھی۔

"اچھا؟ تو کیا تم وارث ہو؟ تم ہو کون خان ریاض۔۔؟ خود اس کے ماں باپ نے اسے مجھے سونپا ہے، عورت کو کیسے رکھا جاتا ہے، مجھے خوب پتا ہے۔۔ تم اگر اس سے ملنے آئے ہو تو واپس چلے جاؤ۔۔ میں نہیں چاہتا میری بیوی ہر مرد سے ملے۔۔" ماحد خان اکڑ بھرے لہجے میں بول رہا تھا۔ پیچھے زمین پر وہ خون سے بھرا ہاتھ لیے بے حال بیٹھی تھی۔ آنکھیں ساکت تھیں، آنسو بھی ٹھٹھر چکے تھے۔

"میں وہ ہوں جو آج تمہیں تمہاری اوقات بتاؤں گا۔۔" خان ریاض نے خون سے بھرا ہاتھ لیے نازک وجود کو دیکھا اور جبڑے بھینچ کر پوری قوت سے ماحد خان کے منہ پر مکا دے مارا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہوا۔

خان ر باض چلتے ہوئے ایقان کے پاس زمین پر جا بیٹھا، ایک گھٹنا زمین پر ٹیک کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا تو وہ سہارا پاتے ہی اس کے سینے سے لگتی سسک پڑی۔

اس کی حرکت نے نا صرف ماحد جبکہ ر باض کو بھی ایک پل کے لیے حیراں کر دیا تھا۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی گھٹیا لڑکی۔۔ تم میرے سامنے دوسرے مرد کے سینے سے لگی ہوئی ہو۔۔" ماحد خان اس حرکت پر بپھر گیا تھا۔ اس کے الفاظ پر وہ سہم کر مزید ر باض کے سینے میں سمٹ گئی۔ اس کا کمزور وجود بری طرح کپکپا رہا تھا۔ ر باض نے اس کے گرد بازو پھیلا کر دوسرا ہاتھ اس کے سر پر رکھ دیا۔

"کہاں گئی تمہاری اعلا تربیت۔۔ کیا تمہاری حویلی میں ایسے ہی سب۔۔" ابھی ماحد مزید بولتا کہ خان ر باض نے چیل کی طرح اس پر جھپٹ کر اس کے منہ پر طمانچہ دے مارا۔ ملازمین کے بلاوے پر وہاں حویلی کے باقی افراد بھی جمع ہونے لگے تھے۔

"طلاق دو اسے۔۔" وہ سرد لہجے میں بولا۔ وہ دونوں ساکت ہو گئے۔ مارنے والے اور مار کھانے والی دونوں کے لیے ہی یہ بات بالکل اچانک تھی۔

"میں نے کہا طلاق دو۔۔" وہ اتنی شدت سے دھاڑا کہ سب ہی دنگ رہ گئے۔ وہ کچھ سننے کو تیار نہیں تھا۔

اسے ابھی ابھی فیصلہ چاہیے تھا۔ وہ جو کچھ اپنی آنکھوں کے سامنے ہوتا دیکھ چکا تھا اس پر اب اس کا باپ بھی روکتا تو وہ نا رکتا۔۔

"رک جاؤ خان رباض۔۔ کیا ہوا ہے معاملہ بتاؤ۔۔ ہمارے ہاں ایسے طلاقیں نہیں ہوا کرتیں۔۔" وہ یقیناً حویلی کا کوئی بڑا تھا جس نے معاملہ سنبھالنا چاہا۔۔ مگر خان رباض کسی کو نہیں جانتا تھا۔ اس وقت وہ جاننا چاہتا بھی نہیں تھا۔ وہ پتھر بنا کھڑا تھا۔

"میرے اصول الگ ہیں، مجھے عورت کی یہ موت پسند نہیں ہے جس میں اسے بے موت مارا جائے۔۔" وہ سرد لہجے میں بول رہا تھا۔ آنکھیں خوں رنگ ہو رہی تھیں۔ ماحد بوکھلا کر گلے جان کو دیکھنے لگا۔ چہرے پر خان رباض کے بھاری ہاتھ سے مارے گئے تھپڑ اور گھونسے کے نشانات بن چکے تھے۔

"بیٹا میاں بیوی میں ایسے معاملات ہوتے رہتے ہیں، ہم بیٹھ کر ٹھنڈے دماغ سے معاملہ سلجھا لیتے ہیں۔ ماحد خان یہ کیا حرکت تھی؟ معافی مانگو ایقان سے۔۔" گلے جان نے نرمی سے رباض کو سمجھانا چاہا اور ماحد کو خفگی سے دیکھا۔

ماحد گردن اکڑائے کھڑا رہا۔ رباض بے ساختہ ایقان کو دیکھنے لگا، جو بالکل زرد پڑتی اسی کو دیکھ رہی تھی۔ رباض کو لگا وہ التجا کر رہی ہے، آزادی کی۔۔ اس زندان سے رہائی کی۔۔ وہ ساکت سا کھڑا تھا۔ ایقان کی حالت اتنی خراب تھی کہ رباض کے دیکھتے دیکھتے ہی زمین پر گرتی ہوش حواس سے بیگانہ ہو گئی۔

"ایقان۔۔ ایقان۔۔" رباض گھبرایا ہوا سا اس کے پاس پہنچ کر اس پر جھکتا اسے پکارنے لگا۔ ایقان کی چادر ایک سائڈ سے اتر چکی تھی، اس کی گردن پر نشانات دیکھتا رباض پتھرا گیا۔

"ماحد اٹھاؤ ایقان کو اور کمرے میں لے جاؤ۔۔" زرین بیگم نے ماحد کو کڑی نظروں سے گھور

کر کہا۔

"خبر دار ماحد خان۔۔اب تم اسے ہاتھ بھی مت لگانا۔۔"

وہ آگے بڑھنے لگا مگر رباض کی دھاڑ نے اسے روک دیا۔

"آپ لوگوں کی حویلی میں شاید میاں بیوی کے درمیان اس درندگی کے بعد بھی معاملات طے کیے جاتے ہوں گے مگر میں ایقان کو اس حویلی میں اب نہیں رہنے دوں گا۔" وہ درشتگی سے بول رہا تھا۔ اس کا دماغ سنسنا رہا تھا۔ ماحد خان کے الفاظ اور جنگلی پن دیکھنے کے بعد وہ ایقان کے حویلی والوں سے نا ملنے کی وجہ کافی حد تک سمجھ چکا تھا۔

"یہ ماحد کی بیوی ہے، تم اس کے شوہر کو سمجھاؤ گے کیسے رہنا ہے؟" یعقوب خٹک نے ناگواری سے خان رباض کو دیکھا تھا۔ اس کا لب و لہجہ اور تحکم بھرا انداز انہیں برا لگ رہا تھا۔

رباض کسی کی بھی پروا کیے بنا ایقان کو سنبھال کر خود میں چھپا گیا۔ ایقان کی حالت پر اس کا دل کُرلا رہا تھا۔ ان کی حویلی میں بیٹیوں کو ایسے تو کبھی نہیں رکھا گیا تھا۔۔

ماحد کا رباض کی اس حرکت پر پارہ ہائی ہو رہا تھا۔

"تم میری بیوی سے دور ہو گے یا میں خود کروں؟" وہ دانت کچکچا کر بھڑک کر بولا۔

"تم طلاق دو گے یا مجھے اس کے لیے تمہیں عدالتوں میں گھسیٹنا پڑے گا، یاد رہے عدالت تک لے گیا تو تمہارے ہر ایک عمل پر سوال ہو گا ایسا نا ہو خٹک حویلی کی عزت پر بات بن جائے۔۔" ریاض سرد لہجے میں بول رہا تھا۔ وہ اکیلا خٹک حویلی کے سب لوگوں کے درمیان بیٹھا سب کو دھمکا رہا تھا۔

یعقوب خٹک کو ماننا پڑا کہ وہ خانزادہ حدیر کا ہی بیٹا ہے۔ اسی سردار کا بیٹا جو علاقے کے کسی عام سے گھر میں بھی بیٹیوں سے ہوئی ناانصافی پر بھڑک اٹھتا تھا۔

oooooooooo

خان اوراد حویلی میں داخل ہوا تو ملازمائیں چہرے چھپاتی اِدھر اُدھر ہو گئیں، وہ اپنے سامنے لاپروائی سے کسی ملازمہ کو گھومتا ہوا برداشت نہیں کرتا تھا۔

زنان خانے میں اس کی آمد سے پہلے ہی اس کا رعب نظر آ جاتا۔

لاپروائی سے سیڑھیاں اترتی حمالہ کی نظر اوراد پر پڑی تو آدھی سیڑھیوں پر ہی رک گئی۔ بوکھلا کر پلٹتے ہوئے لڑکھڑائی اور دھڑام سے آخری سیڑھی پر منہ کے بل جا گری۔

اوراد نے دھپ کی آواز پر چونک کر سیڑھیوں کے پاس فرش پر پڑے وجود کو دیکھا جس پر

پوری چادر پھیلی ہوئی تھی۔ اسے سہارا دے کر اٹھانے کی بجائے وہ بے نیازی سے آگے بڑھ گیا تھا۔

"اوراد لالہ۔۔ السلام علیکم۔۔" حمالہ منہ ماتھا رگڑتی چادر اچھے سے لپیٹ کر حواس باختگی میں اسے پکار کر روک گئی۔ اوراد کے قدم اس آواز پر بے ساختہ تھم گئے تھے۔

"وعلیکم السلام۔۔ کیا تمہیں سیڑھیوں سے اترنے کا طریقہ نہیں آتا جو گر کر نیچے پہنچی ہو۔۔" پلٹ کر اسے دیکھتے اوراد کے لہجے میں بے اختیار نرمی سمٹ آئی تھی۔ چہرے پر سنجیدگی تھی مگر لفظ مسکراتے ہوئے تھے۔

"جی؟" حمالہ ہونق سی اسے دیکھنے لگی۔ وہ ایک نظر اس پر ڈالتا پھر سے پلٹ گیا۔

"لالہ میں۔۔ میں آئندہ بالکل ایسی ویسی حرکت نہیں کروں گی، آپ خانی مورے کو کچھ مت بتایئے گا پلیز۔" حمالہ نے ماتھے پر بنے گھومڑ کو سہلاتے ہوئے جلدی سے معذرت کی۔ خان اوراد کا اس واقعہ کے تین دن بعد ہی حویلی میں آجانا حمالہ کو ڈرا گیا تھا۔ اوراد ایک بار پھر رکتا گہرا سانس بھر کر اس کی طرف بڑھا۔

"میں قسم کھاتی ہوں، آئندہ ٹیچر، ٹیوٹر، اپنے یا غیر کسی بھی مرد کے لیے آنسو نہیں بہاؤں گی۔ بلکہ ناول میں بھی کوئی غیر مرد مر گیا تو نہیں روؤں گی۔۔" اسے اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر وہ گھبرائی ہوئی سی اسے یقین دلا رہی تھی۔ ایسا یقین کہ اوراد کو اپنی مسکراہٹ چھپانی پڑ گئی۔

"اچھی بات ہے، ڈونٹ وری خانی مورے سے آج تمہاری بات نہیں کروں گا۔" وہ سنجیدگی سے بولتا آج پر زور دیتے ہوئے اس پر احسان کر رہا تھا۔ وہ ڈوپٹے کو چہرے کے گرد ٹائٹ کر کے لپیٹے اچھی بچی بنی ہوئی تھی۔ اس کی بات پر سر ہلانے لگی۔ ماتھے پر لگی چوٹ کے ساتھ ساتھ اب ایک سائڈ کی پسلیاں بھی درد کر رہی تھیں۔ اس کا منہ اتر گیا۔ اوراد نے اس کے ماتھے پر بنا نشان دیکھا۔

"کچھ لگا لینا ماتھے پر۔۔" وہ ایک نظر اس کی معصوم صورت کو دیکھتا نرمی سے بولا اور تیزی سے قدم بڑھاتا وہاں سے چلا گیا۔۔ جانے آج وہ کیسے اتنا بولا تھا، کسی کو سنا تھا وہ بھی رک کر۔۔ توجہ سے۔۔

اسے اپنی ہی تبدیلی عجیب لگ رہی تھی۔ ابھی تو سب عجیب لگ رہا تھا۔ ابھی عادت نہیں ہو رہی تھی اور جب عادت ہو جائے تو وہی بات خطرناک ہوتی ہے۔

حمالہ اس کے جاتے ہی رونی صورت لیے سیدھی مرحا بیگم کے پاس پہنچی۔ مرحا اس کے ماتھے پر اتنا بڑا نشان دیکھ کر بوکھلا گئیں۔

"یہ کیا ہوا حمالہ۔۔" کھینچ کر اسے اپنے سامنے کرتی اس کے ماتھے کا معائنہ کرنے لگیں۔

"گر گئی تھی سیڑھیوں پر۔۔ بہت اوپر سے فرش تک پہنچی ہوں۔۔ سر میں درد ہو رہا ہے، کمر میں بھی، یہاں بھی درد ہو رہا ہے۔" وہ رونی صورت بنا کر بولتی اپنی سائڈ پر ہاتھ رکھ کر بولی۔۔

مرحا نے اسے مرہم لگائی اور اسے لیٹا کر اس کے لیے دودھ لینے چلی گئیں۔ وہ سیرئیس مریضہ بنی بیڈ پر لیٹتی اچھی خاصی بیمار ہو رہی تھی جب علیہا اس کو ڈھونڈتی وہاں پہنچ گئی۔

"چلو میڈم، بابا کا حکم ہے کہ ہم دونوں عیسٰی چاچو کے پاس شفٹ ہو رہی ہیں۔۔ اپنی پیکنگ کر لو، اوراد لالہ لے جائیں گے ہمیں۔۔" علیہا اسے اطلاع دے کر اسی تیزی سے واپس پلٹ گئی۔

"ہیں۔۔ تو اب ہم شہر میں رہیں گی؟ یا اللہ میں نے خوامخواہ جن لالہ سے اتنی لمبی معذرت کی؟" حمالہ سارے درد بھلائے جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔ اسے پہلا صدمہ خوامخواہ خان اوراد

سے معافی مانگنے کا لگا تھا۔

مرحا اس کے لیے دودھ بنا کر لائیں تو مریضہ غائب تھی، وہ گہرا سانس بھر کر رہ گئیں۔ڈرامے باز تھی، چھوٹی چھوٹی چوٹ پر نہایت درد کا شور مچائے رکھتی تھی، ہاں اگر کوئی ضروری کام پڑ جائے تو پھر وہ ٹھیک ہو جاتی تھی۔

oooooooooooo

"بیبی کا یہاں سے چیک اپ کرواتے رہنا پڑے گا، کچھ احتیاط ہیں جوان کو کرنا ہوں گی۔۔کیا فیملی لینے آئی پیشنٹ کو؟؟" ابراہیم نے پیشہ ورانہ انداز سے ڈاکٹر الوینہ کو سمجھاتے ہوئے سوال کیا۔

"آپ نے منع کیا تھا تو ہم نے کال نہیں کی۔" ڈاکٹر الوینہ کے بتانے پر وہ چونک گیا۔

"اوہ ہاں۔۔میں ملنا چاہتا تھا گارڈین سے۔۔آپ کریں کال، میں بھی یہیں ہوں، مل لوں گا۔۔" اس کی ہدایت پر ڈاکٹر الوینہ نے نرس سے پیشنٹ کی انفو منگوا کر اس میں سے اس کے بھائی کا نمبر نکالا۔

وہ کال ملا کر موبائل کان سے لگا گئی، ابراہیم مصروف سا اپنے کسی پیشنٹ کی رپورٹ دیکھنے لگا۔

"ڈاکٹر ابراہیم۔۔وہ تو کال بھی نہیں اٹھا رہے۔۔" ڈاکٹر الوینہ نے دو تین مرتبہ ٹرائی کی مگر ناکامی ہوئی۔

"اٹس اوکے۔۔جب کانٹیکٹ ہو تو بتایئے گا۔۔" ابراہیم نے اپنی رپورٹ سے نظریں ہٹائے بنا جواب دیا۔

ڈاکٹر الوینہ اٹھ کر چلی گئی مگر اس کے بعد حمینہ نامی مریضہ کے بھائی سے دو دن گزر جانے کے بعد بھی رابطہ نہیں ہوا۔ ابراہیم اپنی مصروفیات میں بھول گیا اور ہاسپٹل میں اب مزید پیشنٹ آنے کی وجہ سے بیڈ حمینہ سے خالی کروالیا۔ وہ اپنی نو مولود بیٹی کو لیے باہر کوریڈور کے بنچ پر بے جان سی بیٹھی تھی۔

ابراہیم وہاں سے گزرا تو وہ بے ساختہ ابراہیم کو پکارتی اٹھ کر اس کے پاس پہنچی۔ وہ چونک گیا۔

"ڈاکٹر صاحب۔۔ پلیز میرے بھائی سے بات کریں، انہیں بتائیں کہ میں فارغ ہو گئی ہوں، مجھے گھر لے جائیں اب یہاں میرے پاس جگہ نہیں ہے۔۔" وہ روتے ہوئے ابراہیم سے منتیں کرنے لگی۔ اس کا وجود پتے کی مانند لرز رہا تھا۔ بچی کو سینے سے لپٹائے وہ کم سن لڑکی جانے کیسے اس حال کو پہنچی تھی۔

"اوکے۔۔ ریلیکس میں بات کرتا ہوں۔ آپ آئیں میرے ساتھ۔۔" وہ اسے تسلی دیتا ساتھ سے گزرتی نرس کے ہاتھ ڈاکٹر الوینہ کو پیغام بھیج کر اپنے آفس کی طرف بڑھا۔ حمینہ اس کے پیچھے چل رہی تھی۔

"یہاں بیٹھیں میں پتا کرتا ہوں۔" اسے ایک طرف ایزی چیئر پر بٹھا کر اس نے نرمی سے کہا۔ ڈاکٹر الوینہ آئی تو ابراہیم کے ساتھ حمینہ کو دیکھ کر چونک گئی۔

"اوہ تم یہاں؟ ڈاکٹر ابراہیم اس کا بھائی تو نہایت عجیب انسان ہے، پہلے ہماری کالز اٹینڈ نہیں کیں اور جب ہم نے مسلسل ٹرائی کیا تو نمبر بند کر لیا۔" ڈاکٹر الوینہ بتا رہی تھی۔ حمینہ کا دل ڈوب گیا۔ قطع تعلّقی کا اشارہ مل گیا تھا۔ ابراہیم نے لب بھینچ لیے۔

"اوکے آئی وِل مینیج۔۔" ابراہیم نے سنجیدگی سے ڈاکٹر الوینہ سے کہا اور اسے بھیج دیا۔ پر سوچ نظروں سے حمینہ کو دیکھتا گہرا سانس بھر گیا۔

"اپنے گھر کا ایڈریس تو یاد ہو گا؟" اس کے سوال پر وہ سر ہلا گئی۔ اسے دیکھ کر لگ رہا تھا جیسے ابھی۔۔ یہیں بیٹھے بیٹھے زندگی ہار دے گی۔۔

"اوکے یہاں آرام کریں، میں فری ہو کر آپ کو آپ کے گھر لے جاؤں گا۔۔" وہ اسے پردے کے پیچھے موجود سنگل بیڈ کی طرف اشارہ کر کے بولا اور خود آفس سے باہر نکل گیا۔ پیچھے وہ بیٹی کو سینے سے لگائے اسی چیئر پر بیٹھی رہ گئی تھی۔

اس پر زندگی پہلے تو کبھی تنگ نہیں تھی، وہ خوشحال تھی، لاڈلی بیٹی تھی اور پھر اس کے ساتھ اکیڈمی میں وہ حادثہ ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے سب محبت کرنے والوں کو بدلتے دیکھا تھا۔

وہ بے قصور تھی پھر بھی مجرم بنائی گئی تھی۔ اس کا جرم بس اتنا تھا کہ اس نے یہ بچہ مارنے نہیں دیا تھا۔ وہ چھوٹی تھی پھر بھی پورے گھر کے سامنے ڈٹ گئی تھی۔ اس نے موت سے لڑ کر اس بچی کو پیدا کیا تھا مگر اب نا وہ خود میں زندگی محسوس کر رہی تھی نا اس بچی کی صحت ٹھیک تھی اور نا ہی۔۔ اس کے پاس گھر اور گھر والے رہے تھے۔۔

وہ وہیں بیٹھے بیٹھے جان گئی کہ اب اس کے گھر والے اس سے تعلق ختم کر چکے تھے۔

oooooooooo

وہ دنوں اپنے بیگز سمیت گاڑی میں بیٹھ چکی تھیں، علیہا اپنی عادت کے مطابق اس ہجرت کی روداد تفصیل سے کیف کو بتا رہی تھی۔ حمالہ آنکھیں بھگوئے بیٹھی تھی یوں جیسے جہاد پر جا رہی ہو۔۔

کافی دیر بعد اوراد خانی بیگم سے اجازت لے کر آیا اور گاڑی کی بیک ونڈو پر جھک کر دیکھا تو وہ دونوں اپنے اپنے مشاغل میں مصروف تھیں۔

وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتا گاڑی سٹارٹ کر گیا، پیچھے دو گاڑیاں گارڈز کی تھیں۔

"لالہ راستے میں جوس وغیرہ ضرور لے دینا، ہم سے یہ سفر ایسے نہیں ہو گا۔" علیہا نے موبائل ہینڈ بیگ میں رکھتے ہوئے آگے کو کھسک کر کہا۔

"اور میرے لیے کوک۔۔" حمالہ نے آنسو صاف کرتے ہوئے اپنا آرڈر بھی یاد کروا دیا۔ اوراد خاموش رہا تھا۔

"لالہ میں نقاب اتار لوں۔۔" علاقے سے باہر آتے ہی حمالہ مچل اٹھی۔ پردے میں تو اس کا دم گھٹنے لگتا تھا۔

"نہیں۔۔" اوراد نے سختی سے جواب دیا۔ وہ منہ بسور کر علیہا کو دیکھنے لگی جو سکون سے بیٹھی تھی۔

"ریاض لالہ تو اجازت دے دیتے ہیں۔" وہ کھسک کر علیہا کے کان میں بڑبڑائی۔

"تو تم ان سے ہی پوچھا کرو۔" علیہا نے مزے سے جواب دیا۔

"سیاہ شیشوں سے کون ہمیں دیکھے گا بھلا، نا ہم اتنی حسین ہیں نا دنیا اتنی فارغ کہ سب چھوڑ کر ہمیں دیکھنے بیٹھ جائیں اور ہم کوئی لوگوں کے سامنے رکے ہوئے ہیں جو لوگ دیکھیں گے، چلتی گاڑی سے کون۔۔" حمالہ مسلسل علیہا کے کان سے چپکی بولتی جا رہی تھی۔ علیہا زچ ہو گئی۔

"میرے کان گرم کرنا بند کرو حمالہ۔۔ جو کہنا ہے لالہ سے کہہ دو۔۔" علیہا کی اونچی آواز پر وہ اس سے دور ہوتی بالکل چپ چاپ بیٹھ گئی۔

اورادنے ایک جگہ گاڑی روک ایک گارڈ سے ان کے کھانے پینے کا سامان منگوایا اور پھر سے روانہ ہوا۔

"لالہ میں نقاب اتار لوں؟" حمالہ کوک کی بوتل تھامے پریشانی سے سوال کر رہی تھی۔ اورادکا دل چاہا سٹیرنگ میں سر دے مارے۔

"عقل ہے تو اس کا استعمال کرو۔۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔ حمالہ ہونق سی اسے دیکھنے لگی۔ علیہا ہنسی دبائے مزے سے چاکلیٹ کھا رہی تھی۔

"احمق کھانے کا سامان لے دیا ہے تو مطلب نقاب اتار سکتی ہو۔۔" علیہا نے اسے عقل دلائی۔

"ہاں تو پہلے کیوں نہیں اتارنے دیا۔ وہاں اور یہاں کے مردوں میں کوئی فرق ہے کیا۔۔" حمالہ خفگی سے بڑبڑاتی نقاب اتار کر بوتل کھولنے لگی۔ اورادنے اس کی بڑبڑاہٹ پر فرنٹ مرر میں نظر آتے اس کے عکس پر ایک گہری نظر ڈالی تھی۔

"لالہ کچھ لیں گے آپ؟" علیہا نے اسے آفر دی۔

"نہیں شکریہ۔۔" وہ انکار کرتا روڈ پر گاڑی کی رفتار بڑھا گیا۔ اسے جلد ان دونوں کو چھوڑنا تھا، اس کے لیے حمالہ کے ساتھ ایک ہی گاڑی میں بیٹھنا مشکل ہو گیا۔ اس کا دل مچل رہا تھا وہ اُس پسندیدہ صورت کو دیکھے اور بار بار دیکھتا رہے، وہ اپنے ضدی دل کی ضد سے تنگ ہو رہا تھا۔

خان عیسٰی کے گھر پہنچ کر وہ اپنے خیالوں میں گم جھٹکے سے گاڑی روک گیا۔۔ چپس کے پیک میں جھانکتی حمالہ اچھل کر اگلی سیٹ سے جا لگی۔ علیہا گاڑی رکتے ہی چکراتا سر لیے فوری اتر

گئی، گاڑی کی نہایت تیز رفتار سے اس کا سر چکرانے لگا تھا۔

"یا اللہ۔۔" حمالہ ماتھے کے گھومڑ پر ہاتھ رکھے رونے والی ہو گئی۔ اس کی آواز پر چونک کر اورادنے اسے دیکھا تو وہ بھیگی شکایتی آنکھوں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"کیا بات ہے؟ کیا تم ٹھیک ہو؟ چوٹ تو نہیں لگی؟" اورادنے بے ساختہ ہاتھ بڑھا کر اس کے ماتھے پر اپنی ہتھیلی ٹکائی۔ وہ جھٹکے سے پیچھے ہوتی گاڑی سے اتر گئی۔ وہ ہتھیلی پر محسوس ہوتا لمس محسوس کر کے اپنی جگہ جم گیا۔ اسے شک تھا اسے محبت ہے اور محبت بھی شاید کچھ زیادہ ہی۔۔

مگر آج جو اس پل دل کی کیفیت ہو رہی تھی اسے یقین ہونے لگا اسے عشق ہے اور عشق بھی جنونی سا۔ وہ عیسٰی کے لاکھ روکنے کے باوجود رک نہیں پایا تھا، گاڑی بھگاتا اپنے گھر پہنچ گیا۔

اپنے کمرے میں جاتے ہوئے سینے پر ہاتھ رکھا۔ اسے لگا وہ آیا ہے مگر اس کا دل وہیں کہیں رہ گیا تھا۔ اس کے لب مسکرا رہے تھے۔ وہ نہیں جانتا تھا مگر وہ مسکرا رہا تھا۔ خان اوراد بدل رہا

تھا۔

oooooooooooo

خان رباض حویلی میں لوٹا تو پوری حویلی میں جیسے قیامت سی آ گئی تھی۔ قدموں پر رخصت ہوئی ایقان اس وقت ہوش حواس سے بیگانہ خان رباض کی بانہوں میں تھی۔ وہ لب بھینچے اسے سیدھا اس کے روم میں لے گیا اور احتیاط سے بیڈ پر لیٹا دیا۔

"ایقان۔۔ یہ ایقان کو کیا ہوا۔۔" زرشے بیگم اسے دیکھ کر دہل گئی تھیں۔ کمزور اور نحیف سی ایقان کہیں سے بھی پہچان میں نہیں آ رہی تھی۔ شفاف گلابی چہرے پر زردپن اور بے رونقی چھائی ہوئی تھی۔

"دیکھ لیں سب کہ کیا ہوا۔۔ بلکہ چیک کر لیں یہ زندہ پہنچی یا نہیں کیونکہ مجھے تو زندہ بھی نہیں لگ رہی۔۔ کس جنگلی انسان کو سونپا تھا آپ لوگوں نے۔۔

حالت دیکھیں۔۔ کہیں سے بھی عزت دار گھرانے کی بہو لگ رہی ہے؟" رباض نے کھردرے لہجے میں جتایا اور سر جھٹک کر کمرے سے نکل گیا۔

گل جان کو لگا ان کی ٹانگیں بے جان ہو گئی ہیں، وہ قریب پڑے صوفے کا سہارا لیتی گر سی گئی

تھیں۔زرشے ایقان کو چھوتی شدت سے رو پڑیں۔

"میرے خیال میں ڈاکٹر کو بلوا کر چیک اپ کروانا چاہیئے، مجھے ایقان کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔" پریہان گھبرا کر بولیں اور تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔مرحا ایک جانب کھڑی شرمندگی سے زمین میں گڑھ گئی تھیں۔رشتہ کروانے میں ان کا ہاتھ نہیں تھا مگر جس سے ایقان کی شادی ہوئی تھی وہ ان کا سگا بھتیجا تھا۔وہ جانتی تھیں خٹک حویلی والے خان حویلی والوں کی طرح اپنی عورت کو محبت اور احترام نہیں دیتے مگر وہ اس حال میں رکھیں گے مرحا سوچ بھی نہیں سکتی تھیں۔

حویلی میں موجود سب افراد وہاں جمع ہو گئے تھے، مردان خانے سے مرد بھی ایقان کے آنے کا سن کر آ گئے تھے۔ثنا بیگم ایک طرف لب بھینچے بیٹھی تھیں۔

"ایقان کی یہ حالت کیوں اور کس نے کی؟ یہ سب کیا ہے موسٰی۔۔؟" خانزادہ حدیر ایقان کی حالت دیکھ کر تڑپ گئے تھے۔ان کے غصیلے سوالات پر خان موسٰی جو صدمے میں گھرے ایقان کے پاس بیٹھے تھے، لب بھینچ گئے۔

"میں نہیں جانتا کیوں اور کس نے کیا۔۔" خان موسٰی کی مدھم آواز پر خانزادہ حدیر بھڑک اٹھے تھے۔

"تو پتا کرو۔۔بیٹی رخصت کی تھی یا بیچی تھی کہ کچھ خبر ہی نہیں تمہیں۔۔ماحد خان سے

پوچھو، گریبان پکڑو اس کا۔۔ حالت دیکھو اس کی۔۔ کہا بھی تھا ابھی شادی مت کرو، بوجھ لگ رہی تھی تم سب کو۔۔" وہ دھاڑ رہے تھے۔ ایک عرصے بعد پہلی بار۔۔ وہ پرانے خانزادہ حدیر لگ رہے تھے۔ موسٰی شرمندگی سے زمین میں گڑھ گئے۔

"میری بات سن لیں سب۔۔ جو مرضی کرنی تھی کر لی، اب ایقان میری زمہ داری ہے اور اگر اسے کچھ ہوا تو خٹک حویلی والوں سے تو میں سوال کر لوں گا مگر پہلے مجھے آپ لوگ جواب دیں گے۔" وہ گل جان، زرشہ اور موسٰی کو ایک نظر دیکھتے وہیں سے پلٹ گئے۔

پریہان نے لیڈی ڈاکٹر کو بلوا لیا تھا۔ ڈاکٹر نے اس کے ایک اور نقصان کا بھی بتایا تھا، وہ ماں بننے والی تھی مگر محروم ہو گئی اور اسے ابھی تک وہی کمزوری اور نقاہت تھی۔ اس کے وجود پر چوٹوں کے نشانات تھے۔

زرشے بیگم کا بی پی شوٹ کر گیا تھا، گل جان دل پر ہاتھ رکھے گرتی چلی گئی تھی۔

وہ دن حویلی والوں کے لیے قیامت کا دن تھا۔ ہر فرد صدمے میں تھا۔ ایقان کی حالت ایسی

کیوں کی گئی اور وہ خاموش کیوں رہی؟ یہ بات تو وہ جاگ کر ہی بتانے والی تھی۔ ثنا بیگم خاموش نظروں سے ایقان کو دیکھ رہی تھیں، ہمیشہ اس سے نفرت کی تھی انہوں نے۔۔ جب ابراہیم کے بعد زرشے کو پھر سے ماں بننے کی خبر ملی تو وہ ابھی ٹھیک سے خوش بھی نہیں ہو پائے تھے کہ خان یوسف کی اچانک موت نے سب کو دہلا دیا تھا۔

ایقان کے دنیا میں آنے کی خوشی مدھم پڑ گئی تھی۔اور جس روز وہ پیدا ہوئی،اسی روز خان زوار طبعی موت مر گئے۔یہ سب اللہ کی مرضی تھی مگر شوہر کی اچانک موت نے ثنا بیگم کو پاگل کر دیا تھا۔وہ ایقان کو منحوس ماننے لگیں۔انہیں ایقان کی صورت دیکھ کر خان زوار کی موت یاد آتی تھی۔وہ ساری زندگی اس معصوم سے خود ساختہ نفرت میں مبتلا رہیں اور خان موسٰی نے پہلے اسے باپ کی موت کی وجہ سے نظرانداز کیے رکھا اور بعد میں اپنی بزدلی کی وجہ سے وہ کبھی ایقان کو ثنا بیگم کی نفرت سے نہیں بچا پائے۔ایقان ثنا بیگم کی خود ساختہ نفرت اور باپ بھائی کی خاموشی کی وجہ سے ہر وقت سہمی ہوئی سی رہنے لگی تھی،وہ زندگی سے دور ہو رہی تھی۔اس کے اندر ہی اندر گھٹتے رہنے کی گواہ صرف گل جان اور زرشے تھیں۔انہیں ایقان کو اچھی زندگی دینے کا واحد حل شادی نظر آیا تھا۔

یہ حل بہترین ہو سکتا تھا مگر وہ دونوں اس کے لیے اچھا جیون ساتھی چننے میں ناکام ہوئی تھیں۔

خانزادہ حدیر وہاں سے رباض کے روم میں پہنچے۔وہ اپنا سر پکڑے صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔

"ایقان کی اس حالت کے بارے میں خٹک حویلی والے جانتے تھے؟" خانزادہ نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"سب جانتے تھے،ماحد خان جنگلی پن دکھا رہا تھا اور وہ سب طرفداری کر رہے تھے،زبردستی لایا ہوں اس زندان سے۔۔جو جانوروں جیسا سلوک ایقان کے ساتھ وہاں ہو رہا تھا آپ دیکھتے تو شاید ماحد خان کا قتل کر کے آتے۔۔" رباض متاسف سا بول رہا تھا۔۔

" گریبان تو میں اب بھی پکڑوں گا۔۔ تم نے مجھے آج خوشی دی یہ فیصلہ کر کے ریاض۔۔ شکریہ ! ! "
خانزادہ نے اس کا کندھا تھپتھپا کر نرمی سے کہا۔

oooooooooo

ابراہیم نے مطلوبہ گھر کے آگے اپنی گاری روکی اور جھک کر فرنٹ مرر سے ارد گرد گھروں پر نظر ڈالی۔

"کیا یہیں گھر ہے آپ کا؟" ابراہیم نے نظر گھما کر ساتھ والی سیٹ پر پتھر بنی حمینہ کو دیکھا۔

"جی۔۔۔ جی ہاں۔۔ شکریہ ڈاکٹر سر۔۔" وہ ہڑبڑا کر سر ہلا گئی، اس کا شکریہ ادا کرتی گاری سے اترنے لگی۔ اس کے دیئے انوکھے نام پر ابراہیم کے لبوں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔

"آپ اب جایئے۔۔ میں چلی جاؤں گی۔۔" وہ گاڑی سے اتر کر ننھے وجود کو بمشکل سنبھالتی اس سے بولی۔

"کیوں آپ کو میرے یہاں رکنے پر اعتراض ہے کیا؟" ابراہیم کو لگا جیسے وہ اسے بھگا رہی ہو وہاں سے۔۔

"نہیں مگر۔۔ آپ اب جا سکتے ہیں یہاں سے، میں چلی جاؤں گی۔۔" وہ گھبرا رہی تھی۔ وہ جانتی تھی اس کا کیا حال ہونے والا ہے، وہ کیا کچھ سننے والی ہے۔ اس کی حقیقت عیاں کی جاتی اور وہ نہیں چاہتی تھی اس کا کسی دوسرے کے سامنے بھرم ٹوٹے۔۔۔

"آپ جائیں میری فکر نہیں کریں۔۔" ابراہیم یکدم سنجیدہ ہو گیا۔ وہ چہرے پر چمکتی پسینے کی نمی صاف کرتے ہوئے پلٹ کر گھر کی جانب بڑھ گئی۔

کپکپاتا ہاتھ بڑھا کر ڈور بیل پر رکھا اور گردن ترچھی کرتے ہوئے ایک چور نظر پیچھے گاڑی میں موجود ابراہیم پر ڈالی۔ وہ موبائل کان سے لگائے بیٹھا تھا۔ بیٹھا ہی تھا، جا ہی نہیں رہا تھا۔\

وہ پریشان ہوئی۔۔

دروازہ کھول کر اس کا بڑا بھائی باہر نکلا تو اسے سامنے دیکھ کر یکدم چہرے کے تاثرات تن گئے۔

"تم یہاں کیوں آئی ہو؟ کیا اتنی عزت کافی نہیں تھی کہ تمہیں ہاسپٹل پہنچا دیا اور وہاں کوئی تماشہ نہیں کیا۔۔" اس کا بھائی بے تاثر لہجے میں بول رہا تھا۔

"بھائی میں۔۔ کہاں جاؤں گی؟" وہ خشک پڑتے حلق کو تر کرتے ہوئے ہکلا کر بولی۔ جو بھائی لاڈ اٹھاتا تھا آج وہ اجنبی بنا ہوا تھا۔ اس کا دل رونے لگا۔

"کہاں جاؤ گی؟ وہیں جاؤ جس کے ساتھ مل کر ہماری عزت خاک میں ملائی تھی، جس کی اولاد کے لیے تم اپنے بڑے بھائیوں کے سامنے ڈٹ گئی تھیں۔۔ اسی کے پاس جاؤ، ہمارے لیے مر چکی ہو تم۔۔" وہ سرد تاثرات کے ساتھ بول رہا تھا مگر آنکھوں میں نمی چمک رہی تھی۔ حمینہ کا بچے کے لیے ڈٹ جانا بھائیوں کو توڑ گیا تھا۔ وہ دم سادھے بھائی کو دیکھ رہی تھی۔

"ایکسکیوزمی۔۔" اپنے عین پیچھے ابھرتی آواز پر حمینہ کی آنکھیں پھیل گئیں، بھرم ٹوٹ گیا تھا۔

حمینہ کے بڑے بھائی نے نظر اٹھا کر ابراہیم کو دیکھا۔

"ویسے تو یہ آپ لوگوں کا پرسنل میٹر ہے اور مجھے نہیں بولنا چاہئیے مگر میں اس بیبی کی کنڈیشن کے بارے میں بات کرنا چاہتا تھا۔۔ میں ڈاکٹر ابراہیم ہوں۔" وہ لڑکی کے بارے بات کرنا چاہتا تھا، وہ پوچھنا چاہتا تھا کہ اسے یوں ہاسپٹل میں لاوارثوں کی طرح پھینک کر کیوں بے حس بن گئے۔ وہ یہی پوچھنے آیا تھا مگر بات بدل گیا۔ گھر سے کوئی اور لڑکا بھی نکل آیا تھا۔

"اٹس اوکے ڈاکٹر صاحب مگر ہمارا اس لڑکی سے یا اس بچے سے کوئی لینا دینا نہیں۔۔ آپ کو جو ڈسکس کرنا ہے اس سے کریں۔۔" وہ مرد ابراہیم سے بول رہا تھا، حمینہ کی نظر دونوں بھائیوں پر جمی تھی۔

"بھائی میں۔۔" اس کی آنکھیں بھیگتی جا رہی تھیں۔

"حمینہ بہتر ہو گا خاموشی سے چلی جاؤ ورنہ محلے میں تماشہ بن جائے گا تمہارا بھی اور ہمارا بھی۔۔

ہم بس اتنا ہی رکھ سکتے تھے تمہیں۔۔ چلو امن۔۔" وہ مرد دو ٹوک لہجے میں بولتا اپنے دوسرے بھائی سے بولا اور وہ دونوں پلٹ کر گھر میں جاتے ٹھک سے دروازہ بند کر گئے۔

حمینہ کو لگا وہ کھڑے کھڑے دفنا دی گئی ہے۔ اس کے بازو ناکارہ ہونے لگے۔

وہ ساکت کھڑی بند دروازے کو تکتی جا رہی تھی۔ ابراہیم حیران تھا کہ کوئی اپنے ایسے پتھر کیسے ہو سکتے ہیں۔ اس نے گردن گھما کر حمینہ کو دیکھا تو لگا جیسے کوئی برف کا مجسمہ پگھل رہا ہو۔۔

"میں تو بس۔۔ اس کا قتل۔۔ نہیں کر پائی۔۔ تھی۔" اس کے لبوں سے لفظ ٹوٹ ٹوٹ کر ادا ہوئے تھے۔ ابراہیم اسے دیکھ کر رہ گیا۔ وہ کم عمر سی لڑکی نا جانے کیسے ان حالات میں پھنسی، وہ ماں کیسے بنے گی اور اس کے گھر والے اس کے خلاف کیوں تھے۔۔

"میرے ساتھ آئیں۔۔ پھر کبھی آ کر منایئے گا انہیں۔" ابراہیم نے بے ساختہ آگے بڑھ کر اس کی نازک بانہوں میں لڑھکتی بچی کو تھاما اور آگے بڑھ گیا۔

ooooooo

الہام ان کے آنے کا سن کر پہلی فرصت میں خان عیلٰی کے گھر پہنچ چکا تھا۔ اس وقت لان میں وہ چاروں بیٹھے تھے، اسوان اور علیہا باتیں کر رہی تھیں، دور مہد اور فہد فٹبال کھیل رہے تھے۔

الہام عین حمالہ کے سامنے چئیر رکھے بیٹھا تھا، ہاتھ میں ہاٹ پیکس تھے جس سے وہ حمالہ کے ماتھے کی ٹکور کر رہا تھا۔

"پہلے جن لالہ نے سیڑھیوں پر مجھے گرایا پھر گاڑی میں اتنا جھٹکے دے کر لائے اور پھر گاڑی اچانک روک کر مجھے اگلی سیٹ پر دے مارا۔۔ بہت تشدد پسند ہیں میں بتا رہی ہوں، تم تو ڈاکٹر ہو تم ہی علاج کرواؤان کا۔۔" حمالہ بہت جذباتی لہجے میں اپنی آپ بیتی سنا کر مشورہ دے رہی تھی۔ الہام نے مسکراہٹ دبائی۔

"وہ صرف تشدد پسند نہیں، خونی قاتل بھی ہیں۔ جو انسان ان کو زیادہ تنگ کرے اس کا کام تمام۔۔" اسے رازداری سے بتاتے الہام نے ہاتھ سے گردن پر چھری چلانے کا اشارہ دیا۔ حمالہ کی آنکھیں پوری سے زیادہ پھیل گئیں۔

"الہام لالہ آپ کو پتا ہے آپ جیسے لڑکے بہت نایاب ہوتے ہیں، آپ بہت کیئرنگ ہیں۔" اسوان نے الہام کو دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ سر ہلا کر فخر سے مسکرانے لگا۔

"میں بھی نایاب ہوں۔" حمالہ نے آنکھیں ترچھی کر کے اسوان سے کہا۔ وہ ناک چڑھا گئی۔

"تم حمالہ ہی ٹھیک ہو۔۔" اسوان نے اسے خوش فہمی سے باہر نکالا۔۔ علیہا ہنسی دبانے لگی۔

"یہ میرا ربیٹ ہے، یار یونیک ہے ویسے۔۔" الہام نے علیہا کو اشارہ دے کر آنکھ ماری۔ وہ ہنسنے لگی۔۔

"ہاں یونیک تو بہت ہے، ایاد سر کے جانے پر رو پڑی، اس سے زیادہ یونیک کون ہو گا۔۔" اسوان نے اسے یاد دلایا اور شرارت سے مسکراہٹ دبائی۔

"وہ بس غلطی تھی میری۔۔" حمالہ رونے والی ہو گئی۔

"ایاد سر کون؟ یہ تم کس کے لیے روتی پھر رہی ہو؟ خبردار کسی ایرے غیرے کے لیے آنسو بہائے تو بری طرح پیش آؤں گا۔" الہام چونک گیا، یکدم حمالہ کو وارن کرتا سیریس ہوا تھا۔ وہ خفگی سے اسوان کو دیکھنے لگی جو کندھے اچکا کر بے نیازی سے جوس پی رہی تھی۔

"اللہ کرے اس کو ایاد سر مل جائیں ہمیشہ کے لیے۔۔" حمالہ نے اسوان کو گھورتے ہوئے دل میں بد دعا دی تھی۔ الہام ہینڈ واچ پر ٹائم دیکھتا اٹھ کھڑا، ایک نظر حمالہ کے ماتھے پر بنے نشان کو دیکھا، وہ ٹکور کے بعد اب کافی بہتر لگ رہی تھی۔ وہ مطمئن ہو گیا۔

"اوکے میں اب چلتا ہوں، بس ملنے آیا تھا۔ اپنا خیال رکھنا تینوں۔۔ اکیلے کالج کبھی مت جانا۔" الہام بڑے بھائیوں کی طرح تینوں کو سمجھا رہا تھا۔

"ہم تو سمجھ گئے اپنے ریبٹ کو سمجھا دیں، اکیلی کالج جا کر پھر ایاد سر کے ساتھ کھڑی رہی یہ تو شکر ہے اس دن اور اد لالہ پہنچ گئے تھے۔" علیہا نے زبان کھولی۔ الہام کی ہدایتوں پر زور و شور سے سر ہلاتی حمالہ کا سر رک گیا۔ الہام اس نام پر چونک گیا تھا۔

"حمالہ تم کسی بھی ایکس وائے زی پر دوبارہ ٹرسٹ مت کرنا، یہ کیا کر رہی ہو تم۔۔" الہام نے اسے سختی سے گھورا۔ حمالہ کی آنکھیں بھر آئیں۔ خفگی سے اسوان اور علیہا کو دیکھتی اٹھ کر اندر چلی گئی۔

"دیکھا آپ نے، سنتی نہیں ہے الٹا ناراض ہو جاتی ہے۔" اسوان نے فکر مندی سے اسے جاتے دیکھا۔

"خیر شکر ہے اب تو ایاد سر کالج سے جا چکے ہیں ورنہ حمالہ بہت فین ہو گئی تھی ان کی۔۔" علیہا نے سر جھٹک کر اطمینان سے کہا۔ الہام پر سوچ نظروں سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

"اسوان، علیہا اس کو یو پرانی باتیں بار بار جتا کر مت سمجھایا کرو۔۔ وہ تم دونوں سے چھوٹی ہے تو بڑی بہنوں کی طرح بی ہیو کیا کرو، رویہ درست کرو اس کے ساتھ۔۔ اس کو داور چاچو نے اور طرز سے پالا ہے۔

اور کوئی فین نہیں ہوئی، وہ بس چھوٹے دل کی ہے جلدی گھبرا جاتی ہے تو ٹیچرز کے جانے پر انسان ایموشنل ہو ہی جاتا ہے۔۔" الہام نے ان دونوں کو ٹوکتے ہوئے حمالہ کی طرف سے صفائی دی۔ وہ چپ ہو گئیں۔ وہ پر وا سے مل کر جانے لگا تو ایک نظر حمالہ کو دیکھنے اس کے کمرے کی طرف بڑھا۔

وہ کمرے میں منہ چھپائے رو رہی تھی۔ الہام کو افسوس ہوا۔ وہ جانتا تھا وجہ اسوان اور علیہا نہیں ہیں بلکہ وہ مرحا اور داور سے دور ہو کر ایسے ہی بہانے بہانے سے ہر بات پر روتی تھی۔

وہ خاموشی سے پلٹ کر چلا گیا۔

oooooooo

خٹک حویلی میں اس وقت سرد سناٹا سا چھایا ہوا تھا۔ مردان خانے میں خان موسیٰ اور خانزادہ بالکل سپاٹ تاثرات لیے بیٹھے تھے۔ ماحد خان خود کو بری طرح پھنسا ہوا محسوس کر رہا تھا۔

"دیکھیے سردار صاحب۔۔آپ بھی جانتے ہیں ہماری حویلی میں مرتے دم تک عورت اپنے شوہر کے نکاح میں رہتی ہے چاہے شوہر زندہ ہو یا مر جائے۔۔ماحد خان یہاں موجود ہے، طلاق کبھی نہیں ہو سکتی۔" یعقوب خٹک نے سنجیدگی سے ان دونوں کو دیکھا۔

"یعقوب خٹک میری بات غور سے سن لو۔۔ تمہاری حویلی کے اپنے اصول ہوں گے مگر خان حویلی والے جاہل نہیں ہیں، اللہ نے طلاق کو ناپسند عمل کہا ہے مگر اللہ نے طلاق کا راستہ اسی لیے رکھا ہے کہ جب اس رشتہ میں میاں بیوی کا تعلق سکون کے دائرے میں نا رہے تو طلاق لے کر الگ ہوا جائے۔۔ اب اپنے اصول اپنے پاس رکھو اور ماحد خان سے کہو ایقان کو طلاق دے۔۔" خان موسیٰ سرد لہجے میں بولتے چلے گئے۔ خانزادہ خود پر ضبط کر رہے تھے۔

"میں طلاق کیوں دوں؟ کھلونا سمجھا ہوا ہے کیا مجھے۔۔ پہلے زبردستی اپنی پاگل لڑکی میرے پلے باندھ دی اور اب دل نہیں تو طلاق مانگ رہے ہیں۔۔" ماحد خان بدتمیزی سے بول رہا تھا۔ خانزادہ کا دماغ گھوم گیا۔ تیکھی نظروں سے اسے گھورا۔

"زبردستی کس نے کی تھی؟اپنا لہجہ دیکھو اور اپنی شخصیت پر نظر ڈالو کیا تم اس قابل ہو تمہیں کوئی لڑکی دے؟ہاں ایقان پاگل تو تھی جس نے تم جیسے جنگلی انسان کو برداشت کیا وہ نارمل لڑکی ہو بھی نہیں سکتی۔۔ مجھے حیرت ہے کہ خٹک حویلی والے صرف اصول بنانے پر لگے رہتے ہیں اور تربیت کون کرے گا تمہارے لڑکوں کی؟" خانزادہ نے ترش لہجے میں ماحد خان کو دیکھتے ہوئے آخری جملے یعقوب خٹک سے کہے تو وہ پہلو بدل کر رہ گئے۔ماحد دانت کچکچا کر رہ گیا مگر خانزادہ کو جواب نہیں دے پایا تھا۔وہ اس علاقے کا سردار تھا، کتنا سخت مزاج اور اصول پرست تھا اس بات سے سب واقف تھے۔

زنان خانے میں زرین بیگم اور گلے جان بے چین سی بیٹھی تھیں وہ بھی طلاق نہیں چاہتی تھیں، کیونکہ وہ اس حقیقت سے بخوبی واقف تھیں کہ ماحد جیسے انسان کو ایقان ہی برداشت کر سکتی تھی۔

"ہم ماحد کو سمجھائیں گے کہ۔۔" یعقوب خٹک نے بات سنبھالنی چاہی جب خانزادہ نے ہاتھ اٹھا کر روک دیا۔

"طلاق بھیج دینا ورنہ میں جرگہ بڑھانے سے ہچکچاؤں گا نہیں۔۔اور اگر جرگہ بیٹھ گیا تو میں اپنی بیٹی کے وجود پر لگے ایک ایک زخم کا حساب لوں گا۔۔ایسا نا ہو میں اسے قتل کی کوشش ثابت کر کے ونی مانگ لوں بہتر ہے ماحد خان کو اس کی اوقات سمجھا دو۔۔

ورنہ یہ میرے ہاتھوں قتل ہو جائے گا۔۔" خانزادہ کا سرد لہجہ اور سخت جملے خٹک حویلی کے مردوں کو ساکت کر گئے تھے۔ماحد خان بری طرح گھبرا گیا۔

اسے لگتا تھا ایقان اسے سونپی گئی ہے تو لاوارث اور ناکارہ ہو گی۔۔وہ غلط تھا۔۔ایقان سردار

خانزادہ کے لیے کتنی اہمیت رکھتی تھی ماحد کو یہ بات اب شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔ اسے اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ وہ خٹک حویلی کے اصول بھول گیا۔ اس دن خانزادہ کے جانے کے بعد ماحد خان نے فوراً سے بیشتر ایقان کو طلاق بھیج دی تھی۔

اپنے کمرے میں زندہ لاش کی مانند ساکت پڑی ایقان اپنی طلاق کا سن کر ایسا محسوس کرنے لگی جیسے زندان میں قید روح کو کھلی فضا میں اڑنے کا موقع دیا گیا ہو۔۔ وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو چکی تھی۔

اس کی روح زخمی ہو چکی تھی، اسے لگتا تھا وہ اب مر جائے گی، وہ سکون سے ہی تو مرنا چاہتی تھی۔

وہ آنسو بہاتی آنکھوں کو موند کر مسکرا رہی تھی۔

oooooooooo

اوراد، الہام منہ کھولے ابراہیم کے ساتھ لڑکی اور بچے کو دیکھ رہے تھے۔

"لالہ آپ نے شادی کر لی اور بچہ ہونے پر بھابھی کو ہمارے سامنے لائے ہیں؟" الہام نے صدمے میں پوری کہانی بُن لی تھی۔ ابراہیم نے سر پیٹ لیا۔ اوراد خاموشی سے ابراہیم کو دیکھ

رہا تھا۔

"الہام اپنی زبان کو زرا قابو میں رکھو، یہ بس گیسٹ ہیں میں نے شادی نہیں کی کسی سے۔۔" ابراہیم نے دبے دبے لہجے میں اسے عقل دلائی اور حمینہ کو لے کر اس کمرے میں جا پہنچا جو اسوان کے استعمال میں رہا تھا۔

"آپ اس کمرے میں رہیں اور کوئی پریشانی ہو تو بتایئے گا۔" ابراہیم نے نرمی سے کہتے ہوئے اس کی بچی اس کے گود میں دی۔ وہ تشکر بھری نظروں سے ابراہیم کو دیکھنے لگی۔

"شکریہ ڈاکٹر سر۔۔" اس کے طرز تخاطب نے ابراہیم کو دوسری مرتبہ مسکرانے پر مجبور کیا تھا۔

"مجھے کوئی پریشانی نہیں، بس میں اپنے گھر جانا چاہتی ہوں، دعا کریں میرے بھائی مان جائیں۔۔" وہ مدھم لہجے میں بولتی اداس ہو رہی تھی۔ ابراہیم اس کے بھائیوں کے لہجے اور انداز سے کافی کچھ سمجھ چکا تھا۔ وہ جان گیا تھا وہ لوگ اب حمینہ کو قبول نہیں کرنا چاہتے۔

"مان جائیں گے یا پھر آپ مجھے اس بچی کے باپ کا بتائیں۔۔ میں نہیں جانتا کیا مسائل ہوئے مگر اب اس موقع پر اس بچی کو صرف اس کا باپ ہی اپنا سکتا ہے۔۔" ابراہیم کے جملوں پر

حمینہ کے چہرے پر تاریک سایہ سا لہرایا تھا۔

"میں۔۔ نہیں۔۔ جانتی۔۔" وہ خشک پڑتے لبوں سے بمشکل بول پائی تھی۔ ابراہیم اس کے الفاظ پر حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنا سفید پڑتا چہرہ چادر میں چھپانے لگی، اس کے لرزتے وجود اور بگڑتی حالت پر ابراہیم کو اندازہ ہوا تھا کہ وہ کن حالات سے گزری ہو گی۔ نا جانے کس ظالم نے اس کی یہ حالت کی تھی۔

"اوکے آپ ریلیکس رہیں۔۔" وہ بس اتنا ہی بول پایا تھا۔ تیزی سے پلٹ کر کمرے سے نکل گیا۔ پیچھے وہ ہچکیوں سے روتی بری طرح کانپ رہی تھی۔

باہر لاؤنج میں اورادسنجیدہ سا صوفے پر بیٹھا تھا۔

"یہ گیسٹ کہیں ٹکرائی ہو گی لالہ سے اور لالہ کو پسند آ گئی ہو گی، اب ایسے مہربان نہیں کہ انجان کو پناہ دے، ویسے لڑکی بہت چھوٹی ہے۔۔" الہام اب بھی اس لڑکی کا کنکشن ابراہیم سے جوڑنے میں مگن تھا۔ ابراہیم آ کر بیٹھا تو ملازم تینوں کے لیے کھانا لگانے لگا۔ ابراہیم ملازم سے حمینہ کے لیے بھی کھانے کی ٹرے تیار کرنے کا بول رہا تھا۔

"کون ہے وہ لڑکی؟" اوراد کے سنجیدہ سوال پر ابراہیم چونک گیا۔ الہام بھی متوجہ ہو گیا تھا۔

"میرے ہاسپٹل میں پیشنٹ تھی، پتا نہیں کیا ٹریجڈی ہوئی فیملی ایکسیپٹ نہیں کر رہی اور بیبی گرل بیمار ہے سو میں اسے یہاں لے آیا۔۔" ابراہیم نے گہرا سانس بھرتے ہوئے تاسف سے بتایا۔

"یہاں۔۔؟ ہم تین جوان لڑکوں کے پاس؟ اگر اس کا کوئی ایشو تھا تو ویمن ہاسٹلز بھی موجود ہیں لالہ۔۔" اوراد سنجیدہ لہجے میں بول رہا تھا۔ ابراہیم جانتا تھا اوراد مسئلہ کرے گا۔ وہ تو لڑکیوں سے الرجک تھا۔

"اٹس اوکے لالہ۔۔ ہم اتنے برے بھی نہیں ہیں کہ اس لڑکی کو یہاں عزت کا خطرہ ہو۔۔ انسانیت بھی کوئی چیز ہوتی ہے یار۔۔" الہام نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تم اپنی انسانیت اپنے پاس رکھو۔۔ دن کے وقت یہاں صرف ملازمین ہوتے ہیں اور ایک پیشنٹ کو ہم کتنا جانتے ہیں کہ اسے اپنے گھر میں پناہ دے دیں، ہمارے لاکھ دشمن ہیں کسی کی چال ہوئی تو کیا کریں گے؟" اوراد حد سے زیادہ احتیاط برت رہا تھا۔

"یار کچھ دن کی بات ہے، فکر مت کرو میں اس لڑکی کی فیملی سے مل کر آ رہا ہوں، کوئی دشمنی نہیں۔۔

میں ایک فی میل میڈ رکھ لیتا ہوں کچھ دن کے لیے۔۔" ابراہیم نے لاپروائی سے جواب دیا۔الہام نے زور و شور سے سر ہلایا۔

"فائن۔۔ بٹ اپنی گیسٹ کو بتا دیجیے گا وہ روم سے باہر مجھے نظر نہ آئے۔۔ روم تک ہی رہے تو بہتر ہے۔" اورادنے عادت کے مطابق سختی سے ہدایت دی اور اٹھ کر کھانے کی ٹیبل پر پہنچ گیا۔ابراہیم نے کھانا حمینہ کو دیتے ہوئے سمجھا بھی دیا تھا۔

اوراد کے مزاج کے خلاف بات ہو جائے تو وہ ویسے بھی بگڑ جاتا تھا ابراہیم نہیں چاہتا تھا وہ اوراد کے غصے کا شکار بنے۔ وہ اتنا حساس نہیں تھا جتنا حمینہ کے لیے بن رہا تھا۔ رات گئے تک وہ حمینہ کے آرام کے لیے بار بار اس کے پاس چکر لگاتا جان ہی نہیں پایا کہ اوراد اور الہام اُس کی اس تبدیلی کو مشکوک نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

ابراہیم رات کو فری ہو کر اپنے کمرے میں پہنچا تو موبائل پر حویلی والوں کی طرف سے مسڈ کالز دیکھ کر پریشان ہو گیا۔اس نے زرشے کو کال ملائی۔

"ابراہیم۔۔ تم ٹھیک کہتے تھے، ایقان کی شادی ماحد خان سے نہیں کرنی چاہئیے تھی۔" زرشے کی کمزور روتی آواز پر وہ گھبرا گیا۔

"کیا ہوا مورے؟ ایقان ٹھیک ہے کیا؟" اس کے سوال پر وہ اتنا روئیں کہ ابراہیم کا دل ڈر گیا۔

"ایقان کو طلاق ہو گئی ہے، اس کی حالت بہت خراب ہے۔ بہت برا حال کر دیا ہے ماحد نے اس کا۔۔" زرشے کے بتانے پر ابراہیم یکدم سنجیدہ ہو گیا۔

"میں جانتا تھا ماحد ایقان کے قابل نہیں۔آپ نے مجھے کبھی ایقان کے لیے بولنے کا حق نہیں دیا، دیکھیں اتنی سی عمر میں وہ کیا غم لے کر بیٹھ گئی ہے، ساری زندگی یہ حالات اسے نارمل نہیں ہونے دیں گے۔ بہت زیادتی کی ہے آپ نے ایقان کے ساتھ مورے۔۔" ابراہیم خفگی سے بولتا کال کاٹ گیا۔اس کی آنکھیں ایقان کو سوچ کر نم ہو رہی تھیں۔

وہ ان بھائیوں میں سے تھا جن کو والدین صرف اس لیے نہیں بولنے دیتے کیونکہ وہ چھوٹے ہوتے ہیں اور فیصلوں کا حق والدین کا ہوتا ہے۔اس نے ہر بار اپنی بات کو ثنا بیگم کی وجہ سے رد ہوتے دیکھا تو بہن سے ہی الگ ہوتا چلا گیا تھا مگر اب۔۔آج۔۔ایقان کی حالت کا سن کر وہ پھر سے اپنا دل درد میں ڈوبتا محسوس کر رہا تھا۔

oooooooooo

"ایقان کسی سے بات نہیں کر رہی، بالکل چپ چپ سی رہنے لگی ہے اور جب سے طلاق ہوئی ہے، بات کرنا چھوڑ دیا ہے۔" پریہان تاسف سے خانزادہ کو بتا رہی تھیں۔

"وہ مجھے بہت پیاری ہے، موسٰی اور زرشہ نے بہت ظلم کیا ہے معصوم پر۔۔مجھے بہت فکر ہو رہی ہے، پتا نہیں کیا جلدی تھی انہیں شادی کرنے کی۔۔اب ان دونوں کو کوئی حق جتانے نہیں دوں گا اس پر۔۔" خانزادہ خفگی سے بول رہے تھے۔خانی بیگم اکتا گئیں۔

"اللہ بچی کو صبر دے اور نصیب اچھے کرے۔۔پہلے تم اپنے رباض کی سوچو۔۔اس کی منگنی کرنی ہے، تم یہ بتاؤ؟" خانی بیگم نے ان کو رباض کا خیال دلایا وہ چونک کر خانی بیگم کو دیکھنے لگے۔

"مورے صبر کر لیں یار۔۔ ایقان بہت اپ سیٹ ہے اسے برا نا لگ جائے۔" ریاض آ کر خانی بیگم کے پاس بیٹھتے ہوئے بولا۔ پریہان کو بھی اس کا خیال پسند آیا۔

"ایقان بھی اس بہانے کچھ بہل جائے گی۔ ورنہ زندگی سے دور ہو گئی ہے وہ تو۔۔" خانی بیگم نے اس بات کو بھی اپنے حق میں ہی لیا تھا۔

"مگر میں کچھ اور سوچ رہا ہوں۔۔" خانزادہ اچانک سنجیدگی سے بولے تھے۔ وہ تینوں ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہ ریاض کو دیکھ رہے تھے۔

"مورے میں ریاض کے ساتھ ایقان کی شادی کرنا چاہتا ہوں۔۔" خانزادہ کا فیصلہ ریاض کو ہلا گیا۔

"بابا کیا مطلب۔۔ ایک میں ہوں، کس کس سے شادی کروں گا آخر۔۔" ریاض بوکھلا گیا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ ایقان میں کمی تھی مگر۔۔ وہ ایقان کو چھوٹی بہن سمجھتا تھا۔ خانزادہ کا فیصلہ اسے اچھا نہیں لگا۔

"ایک تم۔۔ میری ایقان سے شادی کرو گے۔۔" خانزادہ اٹل لہجے میں بولے تھے۔ خانی بیگم کا مزاج بگڑ گیا۔

"میری بہن کی نواسی کہاں جائے گی۔۔ میری زبان کی اہمیت نہیں رہی کیا تمہاری نظر میں؟" خانی بیگم ان سے ناراض ہونے لگیں۔ پریہان گھبرا گئی تھیں۔

"مورے ایسی بات نہیں ہے، مجھے بتائیں میں کیا کروں، ایقان کی پوری زندگی سامنے ہے، ایک بار پھر کسی بھی انجان کو سونپ دی جائے گی دل ڈر گیا ہے میرا اسے دیکھ کر۔۔ کیسے سہتی رہی ہے پتا نہیں وہ۔۔

میں نے تو اوراد کو منانے کی کوشش کی ہے مگر آپ جانتی ہیں خان اوراد تو ہاتھ نہیں آتا چاہے قطع تعلّقی کی دھمکی دے دو۔۔" خانزادہ کی بات پر خانی بیگم کو جھٹکا لگا تھا۔ خان اوراد کے لیے تو وہ بہت کچھ سوچ چکی تھیں، خانزادہ کا ارادہ سن کر وہ بے ساختہ پریشان ہو گئی تھیں۔

"خان اوراد کے لیے ایقان کا سوچنا بھی مت خانزادہ۔۔ رباض اگر تمہیں کوئی اعتراض نہیں تو پھر میں اپنی بہن کو سمجھا دوں گی۔۔" خانی بیگم پینترا بدل گئی تھیں۔ رباض سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

"مجھے نہیں کرنی ایقان سے شادی۔۔ سوچیے گا بھی مت۔۔ وہ میری بہن جیسی ہے۔۔" رباض نے انکار کیا۔

"بہن جیسی ہے مگر بہن نہیں ہے، اللہ نے اگر کوئی ممانعت نہیں رکھی تو پھر یہ شادی ہو سکتی ہے۔ تم اپنے انکار کی اصل وجہ بتاؤ۔۔" خانزادہ نے سنجیدگی سے سوال کیا۔ وہ اپنے فیصلے میں اٹل لگ رہے تھے۔

"خان صاحب ایقان ہم سب کو پیاری ہے مگر آپ رباض کے ساتھ زبردستی تو مت کریں ناں۔۔" پریہان دبے الفاظ میں خانزادہ کو سمجھانا چاہ رہی تھیں مگر وہ ان کو بھی روک گئے۔

"اگر اس نے یوں ہاتھ جھاڑنے تھے تو خٹک حویلی سے ایقان کو کیوں لایا؟ کس حق سے اس کی طلاق کا مطالبہ کیا تھا۔؟" خانزادہ سخت لہجے میں بولے۔

"مگر میں تو۔۔ بھائی ہونے کے ناطے۔۔" رباض نے باپ کی خفگی پر گھبرا کر کہنا چاہا تھا۔

"تم بھائی نہیں ہو اس کے خان رباض۔۔ ابراہیم اس کا بھائی ہے جو اس سے ملنے وہاں گیا تک نہیں تھا کبھی، صرف اس لیے کیونکہ وہ جانتا ہے اس کے فیصلوں کو موسٰی اور ثنا چچی رد کر دیتے ہیں۔۔ اس کے ماں باپ نے خود بیاہا تھا اسے وہاں۔۔ جب ان لوگوں نے کچھ نہیں کیا تو تم کیوں اس کے لیے وہاں فیصلہ کر گئے۔۔

خان رباض جو فیصلہ تم نے کیا وہ بہتر تھا اگر تم اسے آخر تک نبھاؤ۔۔ اسے اپناؤ اور خوش رکھو تاکہ ہم سمجھ سکیں کہ تم اصل مرد ہو۔۔

تم تو اس کا بنا بنایا گھر تڑوا کر خود بھی ہاتھ جھاڑ رہے ہو، اگر وہ پھر کس ماحد خان کے حوالے کر دی گئی تو کیا پھر خوش رہو گے؟" خانزادہ کا دماغ ایقان کا سوچ سوچ کر جل رہا تھا۔ وہ اسے ہمیشہ کے لیے اپنے پاس رکھنا چاہتے تھے۔ وہ اورا د سے بات کر چکے تھے مگر وہ صاف انکار کر

گیا تھا۔

پریہان پریشانی سے خانزادہ کو دیکھ رہی تھیں، رباض نے مدد طلب نظروں سے خانی بیگم کو دیکھا۔

"خانزادہ تم بیٹوں پر اپنی مرضی نہیں تھوپ سکتے۔۔ ہم ایقان کے لیے خاندان میں اچھا لڑکا ڈھونڈ لیں گے، خان ریاض کا نام میری بہن کی نواسی سے جڑ چکا ہے اس کا ہی خیال کر لو۔۔" خانی بیگم نے اس کی طرف داری کی۔ خانزادہ کے کندھے ڈھلک گئے۔

"ماحد خان بھی خاندان کا فرد تھا مورے اور اس نے جنگلی پن کی حد کر دی۔۔ مگر ٹھیک ہے میں الہام کے ساتھ ایقان کا نکاح کر دیتا ہوں، اس کا نام کسی سے نہیں جڑا ہوا نا ہی وہ خان اوراد کی طرح بد لحاظ ہے۔۔ مجھے امید ہے وہ میرا مان رکھے گا اور اگر وہ بھی انکار کرے گا تو پھر ایقان ساری زندگی حویلی میں مطلقہ کے طور پر رہے گی، اس کی کسی جنگلی انسان سے آنکھیں بند کر کے شادی کرنے سے یہی بہتر ہے۔۔"

خانزادہ سپاٹ لہجے میں بول رہے تھے۔ ریاض چھوٹے بھائی کا سن کر چونک گیا۔

"الہام کی زندگی کا فیصلہ ابھی سے کر لو گے تو وہ کسی کام کا نہیں رہے گا، اسے ڈاکٹر بننے دو پہلے۔۔" خانی بیگم نے مدھم لہجے میں مشورہ دیا۔

"مگر الہام بہت غیر سنجیدہ ہے خان صاحب۔۔" الہام اور ایقان ہم عمر تھے مگر پھر بھی پریہان کو یہ جوڑ بہتر نہیں لگ رہا تھا۔ وہ جانتی تھیں الہام مان جائے گا مگر پھر ساری زندگی طعنے دیتا رہے گا۔۔

"اس سے فرق نہیں پڑتا پریہان۔۔ لڑکے جب شادی کرتے ہیں تو سنجیدہ ہو ہی جاتے ہیں کیونکہ بد قسمتی سے ہمارے سنجیدہ مزاج بیٹوں کو ایک طلاق یافتہ لڑکی سے شادی کرنے پر اعتراض ہے۔" خانزادہ نے ایک ناراض نظر خان ریاض پر ڈالی۔ وہ پہلو بدلنے لگا۔

"ایسی بات مت کریں، میں نے ایقان کو طلاق یافتہ سمجھ کر بالکل انکار نہیں کیا تھا۔۔اس میں کوئی کمی نہیں ہے کہ اسے رد کیا جائے۔۔میں آپ کی خوشی کے لیے ایقان سے شادی کرنے کو تیار ہوں۔۔

اپ پلیز الہام سے یہ بات نہیں کیجیے گا۔۔" خان رباض نے خانزادہ کے ہاتھ تھام کر ان کی پریشانی دور کی۔

پریہان اور خانی بیگم اسے دیکھ کر رہ گئیں۔صاف ظاہر تھا وہ جبراً قبول کر رہا ہے۔وہ باپ کو کبھی پریشان نہیں دیکھ سکتا تھا۔وہ الہام کو اس امتحان میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔وہ مان گیا۔۔

"ٹھیک ہے، ایقان کی عدت پوری ہوتے ہی میں اس کی شادی تم سے کر دوں گا۔۔" خانزادہ اس کا کندھا تھپتھپا کر خوشی سے بولے۔رباض سر ہلا گیا۔

اس کا نام ایک انجان لڑکی سے جوڑا گیا تھا، وہ تب بھی مان گیا تھا اور وہ اب بھی مان گیا جب اس کا دل ایقان کو لائف پارٹنر کے طور پر بالکل قبول نہیں کر پا رہا تھا۔وہ پوری زندگی کا فیصلہ صرف باپ کی خوشی کے لیے کر گیا تھا۔۔

وہ نہیں جانتا تھا یہ فیصلہ آگے زندگی میں اس سکون دے گا یا نہیں۔۔وہ محبت سے واقف نہیں تھا۔۔

بعض فیصلے اپنوں کی خوشی کی خاطر کیے جاتے ہیں اور جو فیصلے کسی کی خوشی کا سوچ کر کیے جائیں وہ اکثر زندگی کا سکون ثابت ہو جاتے ہیں۔

oooooooooo

"بس یہ ایگزیمز ہوں اور جان چھوٹے۔۔ یونی ایڈمیشن سے پہلے کچھ دن تو گیپ ملے گا۔۔" حمالہ کتابوں کو پرے دھکیلتی تھکن زدہ سی بول رہی تھی۔

"اب تو بس تین پیپرز رہ گئے ہیں، تھوڑی مزید محنت کرو۔۔" علیہا بکس پر جھکی مصروف سی بولی۔

"حمالہ سونے کی کوشش بھی مت کرنا۔۔ لوگوں کی نیندیں اڑ جاتی ہیں یہاں تم نے دن میں بھی تین مرتبہ سونا شروع کر دیا ہے۔" اسوان نے اسے لیٹتے دیکھ کر تپے تپے لہجے میں کہا۔

"مجھے ٹینشن میں نیند آتی ہے اور مجھے ایقان کی بہت ٹینشن ہے۔" وہ اٹھ کر بیٹھتی روہانسی ہو کر بولی۔ علیہا اور اسوان بھی بے ساختہ رک گئیں۔

"اس کے ساتھ بہت برا ہوا۔۔ دل دکھتا ہے اس کا سن کر۔۔" علیہا مدھم اداس لہجے میں بولی۔

"پاپا بہت اپ سیٹ ہیں، بتا رہے تھے کہ اس کہ کنڈیشن بہت ان ویل ہے۔ کیا وہ انسان وحشی تھا۔۔" اسوان غصے سے بول رہی تھی۔

"سب بہت برا ہوا ہے مگر۔۔ میں نے ایک فیصلہ کیا ہے۔"

حمالہ کے مدھم الفاظ نے ان دونوں کو چونکا دیا۔

"ماحد لالہ بہت برے انسان ہیں۔۔ بہت برے انسان۔۔ بابا کو پہلے ہی نانو لوگ اچھے نہیں

لگتے تھے، میں وہاں جا نہیں سکتی مگر اب تو جو کبھی ایونٹس پر مل لیتے تھے وہ بھی نہیں رہے گا۔۔ میں ان سب سے کیسے ملوں گی، نانا، نانی، ماموں۔۔ یہ سب ماحد لالہ کی وجہ سے ہوا مگر۔۔" حمالہ کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔

"اداس مت ہو اللہ بہتر کرے گا۔۔ داور چاچو اگر منع کریں گے تو یہ فطری سی بات ہے حمالہ۔۔ ایقان مرتے مرتے بچی ہے، تم جانتی ہو داور چاچو کے لیے یہ دوسرا کیس ہے، ان کا پہلا بیٹا بھی خٹک حویلی میں ہی مرا تھا، بے شک وہ طبعی موت تھی مگر وہ تب سے ڈر گئے ہیں، ان کا کل اثاثہ تم ہو۔۔" علیہا نے نرمی سے اسے سمجھایا۔ اسوان بھی تاسف سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"مجھے بھی ایقان کے لیے دکھ ہے، مجھے ماحد لالہ پر بھی غصہ ہے مگر نانو سے میرا ملنا بند ہو جائے گا۔۔ نانو کتنا پیار کرتی ہیں مجھ سے، مجھے ان سے مل کر اچھا لگتا ہے۔۔" وہ گلے جان کے لیے روپڑی تھی۔ وہ حساس تھی، نازک مزاج تھی اور پھر گلے جان کی لاڈلی ترین نواسی تھی۔ گلے جان اس کی خاطر اسے ملنے کے لیے خان حویلی آ جایا کرتی تھیں، اس کے لیے روایتی لباس بنوا کر بھیجتی تھیں۔

ایقان کی جو حالت کی گئی تھی اس کے بعد خانزادہ نے خٹک حویلی والوں سے قطع تعلق کر لیا تھا۔ اب خان داور مرحا کو تو کبھی نا روکتے مگر سب جانتے تھے کہ وہ اب حمالہ کو خٹک حویلی والوں کے سامنے بھی نا جانے دیتے۔۔

"حمالہ اداس مت ہو، سب ٹھیک ہو جائے گا۔" اسوان اسے خود سے لگائے چپ کروا رہی تھی۔ پیپرز باقی تھے اور حمالہ اس پریشانی میں ڈوبی ہوئی تھی۔

"تم یہ سب مت سوچو۔۔ تمہیں پتا ہے ناں روتی رہو گی تو تمہاری طبیعت خراب ہو جائے گی۔۔"

علیہا نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"میں نے سوچ لیا ہے، میں ماموں اور نانو سے ملنا کبھی نہیں چھوڑوں گی، چاہے بابا سختی کریں یا روکیں مگر اب میں نہیں رکوں گی۔۔"

حمالہ بھیگی آنکھیں بری طرح مسلتے ہوئے ضدی لہجے میں بولی اور اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ علیہا اور اسوان نے پریشانی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

وہ ضدی تھی اور پاگل بھی۔۔ وہ ہر رشتے کے لیے حساس تھی، اسے پورا خاندان چاہیئے تھا۔۔ ہر رشتہ، ہر تعلق بچانا چاہتی تھی۔

ooooooooo

کتاب پڑھتے ہوئے اورادنے کلاک پر ٹائم دیکھا۔ نیلگوں مائل آنکھوں میں سرخی تیر رہی تھی۔ کافی کی شدید طلب پر وہ اٹھ کر ماتھے پر بکھرے بال سیٹ کرتا کمرے سے نکلا۔ کچن میں اس سے پہلے ہی کھٹ پٹ کی آواز آ رہی تھیں۔۔

"الہام آدھی رات کو یہاں کیا کر رہے ہو۔۔؟" وہ ماتھے پر بل ڈالے کچن میں داخل ہوا مگر سامنے کھڑی حواس باختہ سی لڑکی کو دیکھ کر اس کا دماغ گھوم گیا۔

"آپ یہاں کیا کر رہی ہیں۔۔؟" وہ سخت لہجے میں بولا۔

"م۔۔ میں۔۔ دودھ۔۔ لینے آئی۔۔ تھی۔۔" وہ کپکپاتے لہجے میں صفائی دے رہی تھی۔ ڈاکٹر ابراہیم اسے پہلے ہی اپنے ایک نہایت غصیلے کزن کے بارے میں بتا کر گیا تھا اور اس نے کوشش بھی کی تھی کہ سامنا نا ہو۔۔ بچی کے بھوک سے مسلسل رونے پر بھی اس نے رات گہری ہونے کا انتظار کیا تھا پھر بھی جن سر پر آن پہنچا تھا۔

"معاف کیجیے گا میں۔۔" وہ ابھی وضاحت دے رہی تھی کہ خان اوراد جھٹکے سے پلٹتا وہاں

سے چلا گیا۔ دراز قد پر ڈھیلا ڈھالا ٹراؤزر اور شرٹ پہنے وہ اپنے اس رف حلیہ میں انجان لڑکی کے سامنے جانے پر ہی خفیف ہو گیا تھا۔ کمرے میں جاتے ہی اس نے پہلی فرصت میں خانزادہ کو کال ملائی۔ سفید چہرہ غصے کی شدت سے سرخ ہو رہا تھا۔

"السلام علیکم اوراد؟ تم ٹھیک ہو ناں؟" اس کی پہلی بار خود کال آئی تھی وہ بھی رات کے اس پہر۔۔ خانزادہ بری طرح گھبرا گئے تھے۔

"وعلیکم۔۔ سب ٹھیک ہی تو نہیں ہے۔۔ ابراہیم لالہ نے گھر میں کسی لڑکی کو لا بٹھایا ہے۔ کیا اب مجھے اپنے گھر میں سنبھل کر رہنا ہو گا۔۔ میں ایزی نہیں ہو پا رہا، رات کے اس وقت وہ لڑکی کچن میں ہے، میں کافی پینا چاہتا تھا مگر اب مجھے کمرے سے نکلنے سے پہلے سب دیکھنا ہو گا۔۔" وہ غصے سے بھرا تیزی سے بولتا جا رہا تھا۔ خانزادہ حیران ہو گئے۔ خان اوراد کو بار بار اپنے حلیہ پر خفت ہو رہی تھی۔

اسے الہام کی فکر ستا رہی تھی، وہ لڑکی کم عمر اور نہایت خوب صورت تھی، اس کی نظر میں الہام کی ایسی عمر تھی کہ وہ اس لڑکی میں دلچسپی لے سکتا تھا۔۔ کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ ایسے معاملات میں اس کی احتیاط خانزادہ سے بھی دو ہاتھ آگے تھی۔

"اوراد مجھے بتاؤ کیا مسئلہ ہے۔۔ کس لڑکی کی بات کر رہے ہو۔۔" خانزادہ پریشان سے اٹھ کر بیٹھ گئے۔ پریہان بھی نیند سے جاگ کر اب گھبرائی ہوئی سی خانزادہ کو دیکھ رہی تھی۔

"وہ لڑکی جسے ابراہیم لالہ ہمارے گھر لے آئے ہیں۔۔ پلیز باقی ڈیٹیل ان سے پوچھیں اور اس لڑکی کا جلد انتظام کریں ورنہ مجھے کہیں اور شفٹ ہونا پڑے گا۔" اس کے لہجے میں کوئی لچک نہیں تھی۔ اسے اس لڑکی کے حالات یا پریشانی میں بھی کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ خانزادہ موبائل رکھ کر سر پکڑ گئے۔

"کیا ہوا حدیر؟ سب ٹھیک ہیں ناں؟" پریہان گھبرا کر پوچھ رہی تھیں۔ وہ مسکرا کر سر ہلا گئے۔

"آپ کے صاحبزادے کے ہوتے ہوئے سب ٹھیک رہ سکتے ہیں؟ پورے خاندان کو بھگائے رکھتا ہے۔۔ رویئے میں بالکل نرمی نہیں ہے، پتا نہیں اوراد کبھی سدھرے گا یا نہیں۔۔" وہ آہ بھر کر بول رہے تھے۔ پریہان خفگی سے انہیں دیکھتیں اپنی جگہ پر لیٹ گئیں۔

"اوراد کو اس کی بیوی سدھار لے گی، جیسے آپ کو میں نے سدھارا ہے۔۔" وہ شرارت سے مسکرائیں تو خانزادہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔

"اوراد کے لیے اتنی جی دار لڑکی ڈھونڈوں گا کہاں؟" وہ پریہان کے گرد بازو پھیلاتے سوچ میں ڈوب گئے۔

"شاید ابراہیم کسی لڑکی کو گھر لے گیا ہے، ہو سکتا ہے کوئی مسئلہ ہوا ہو۔۔ ابراہیم بہت سمجھدار ہے، اگر کسی کو پناہ دی ہے تو کوئی وجہ ہو گی اور انتظام بھی کیا ہو گا مگر خان اوراد کسی کو برداشت ہی نہیں کرتا۔۔" خانزادہ کی فکر بدستور تھی۔ وہ پریہان کو کال پر ہوئی بات کی ساری تفصیل بتانے لگے۔

"حدیر بے شک ابراہیم سمجھدار ہے مگر ہر انسان کی اپنی طبیعت ہوتی ہے۔۔ مجھے اوراد کا یہ محتاط مزاج بہت پسند ہے، پردہ یا احتیاط صرف عورت کی نہیں مرد کی بھی ہوتی ہے اور میرا بیٹا اس معاملے میں بہت اچھا ہے۔" پریہان نے بیٹے کی طرفداری کی تھی۔ "وہ مجھ پر گیا ہے مگر اب یہ بات تم مانو گی نہیں۔" خانزادہ نے ابرو اچکا کر کہا تو پریہان سختی سے نفی کرتی اوراد اور ان کے مزاج کا ہر فرق ثابت کرنے میں لگ گئی تھیں۔ خانزادہ مسکراہٹ دبائے سنتے گئے۔۔

oooooooooo

وہ افسردگی سے ایقان کو دیکھ رہا تھا، زرشے نے جب سے ایقان کے بارے میں بتایا تھا وہ چین سے نہیں بیٹھ سکا تھا۔ یہ پہلی بار ہوا تھا کہ خان ابراہیم بغیر کسی بلاوے یا کسی موقع کے حویلی آیا تھا۔

ایقان آنکھیں موندے لیٹی ہوئی تھی، زرد چہرہ اور آنکھوں کے گرد حلقے۔۔ نہایت کمزور ہو رہی تھی۔ اس کا ہاتھ تھام کر لبوں سے لگاتا وہ دکھی ہو رہا تھا۔

"جلدی ٹھیک ہو جاؤ ایقان۔۔ اب کچھ نہیں ہونے دوں گا۔" وہ آہستگی سے وعدہ کرتا اس کے رخسار سہلانے لگا، پھر جھک کر اس کے ماتھے کو چوما۔

ایقان اس نرم محبت بھرے لمس پر آنکھیں کھولتی ارد گرد دیکھنے لگی۔ ابراہیم پر نظر پڑی تو جم گئی۔

"ابراہیم لالہ۔۔" وہ اسے پکارتی آنکھیں بھر لائی۔

"رونا مت ایقان۔۔ تمہارے لالہ ہیں ناں۔۔" ابراہیم نے محبت سے اپنے ساتھ کا یقین دلایا۔

"اگر میرے لالہ ہوتے تو ماحد کبھی مجھ پر ہاتھ نا اٹھاتے۔۔" وہ شکوہ کرتی رونے لگی۔ ابراہیم افسردگی سے لب کاٹنے لگا۔

"میں نے خود پر کئی مرتبہ موت سے بڑی اذیت جھیلی ہے، میں درد سے تڑپتے ہوئے یہی سوچتی تھی کہ میرا جرم کیا تھا لالہ۔۔ کیا آغا جان اور داجان کی موت کی وجہ واقعی میں تھی؟ مجھے اتنی سزا کیوں دی گئی۔۔

مورے اگر مجھے یہاں کے گھٹن زدہ ماحول سے نکالنا ہی چاہتی تھیں تو میرے لیے اچھا انسان کیوں نہیں چنا؟ آپ تو جانتے تھے ناں ماحد خان کیسا انسان ہے۔۔"

وہ جب سے آئی تھی پہلی بار بات کر رہی تھی۔ ابراہیم سے شکوے کرتی بری طرح رو رہی تھی۔

"مجھے معاف کر دو ایقان۔۔ میں گھر والوں کی ضد میں تمہیں بھی بھول گیا۔۔" وہ شرمندگی سے بول رہا تھا۔ اس کے کمزور ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں دبائے بار بار محبت سے چوم رہا تھا۔ ایقان کا جی چاہا اس کے سینے سے لگ کر خوب روئے۔ وہ ترسی ہوئی نگاہوں سے ابراہیم کو دیکھ رہی تھی۔ ابراہیم نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے اسے اپنے حصار میں لے لیا۔ وہ اس کے سینے سے لگتی دل کھول کر روئی۔

ابراہیم نم آنکھیں لیے خاموشی سے اس کا سر تھپکتا رہا۔ دروازے پر کھڑی زرشے خاموشی سے پلٹ گئی تھیں۔ ثنا بیگم اپنے کمرے میں منتظر رہ گئیں، ابراہیم کے آنے کا سنا تھا مگر وہ ملنے نہیں آیا۔۔

وہ سمجھ گئیں ایقان سے ملنے گیا ہو گا، وہ اس بار ابراہیم پر غصہ نہیں کر پائی تھیں، ایقان کی حالت نے انہیں شرمندہ کر دیا تھا۔ خون کا رشتہ تھا جسے توہمات میں بھلائے رہی تھیں، اب شرمندہ تھیں۔

خانزادہ حدیر پہنچے تو ایقان کے پاس ابراہیم کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کمرے کے اندر گئے۔

"میں ڈسٹرب تو نہیں کروں گا؟" وہ دونوں کو دیکھتے ہوئے نرمی سے بولے تو وہ دونوں انہیں دیکھ کر چونکے اور بے ساختہ نفی میں سر ہلا گئے۔

وہ آ کر ایقان کے پاس بیٹھ گئے، ایقان کسی بچی کی طرح ان کے پہلو میں سمٹ کر بیٹھ گئی تھی۔

"ایقان میں چاہتا ہوں تم پھر سے سٹڈی سٹارٹ کرو۔۔ اور اس بار کوئی مسئلہ ہو تو مجھے بتانا۔۔" ابراہیم نے اس کے ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ وہ اسے مصروف کرنا چاہتا تھا۔ ایقان اسے دیکھنے لگی۔

"کیا ابھی۔۔؟" وہ ہولے سے بولتی خود کو دیکھنے لگی۔

"تھوڑا سنبھل جاؤ۔۔ ٹھیک ہو جاؤ۔۔ پھر۔۔" وہ نرمی سے بولا تو ایقان جھلملاتی آنکھوں سے مسکرا دی۔ بھائی کے ساتھ وقت گزار کر وہ آج اتنے وقت بعد خود کو زندہ محسوس کر رہی تھی۔

"میں نے ایقان کے لیے کچھ سوچا ہے، فکر مت کرو اس بار سب اچھا ہو گا۔۔" خانزادہ نے ایقان کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے معنی خیزی سے کہا۔

"آپ زمہ داری لیں گے تو یقیناً کچھ نہیں ہو گا۔۔" ابراہیم نے اطمینان سے اپنے ماموں کو دیکھا۔ وہ سر ہلانے لگے، ایقان کے چہرے پر تھکن دیکھ کر اٹھے۔

"ریسٹ کرو میری جان۔۔ مجھے ابراہیم سے کچھ بات کرنی ہے۔۔" خانزادہ نے اس کا سر چوم کر محبت سے کہا تو وہ سر ہلا گئی۔ ابراہیم اٹھ کر خانزادہ کے ساتھ مردان خانے میں پہنچا۔

خانزادہ کی سنجیدگی اسے بہت کچھ باور کروا رہی تھی۔ وہ خود کو وضاحت کے لیے تیار کرنے لگا۔

"جاب کیسی جا رہی ہے؟" خانزادہ نے تمہید باندھی۔

"جی سب پرفیکٹ ہے۔" ابراہیم نے ادب سے جواب دیا۔

"وہ بچی کون ہے اور کیا مسئلہ ہے اس کا؟" وہ اصل بات پر آ گئے تھے۔ ابراہیم نے گہرا سانس بھرا۔

"میں زیادہ نہیں جانتا، کم عمر ہے اور ہاسپٹل سے فری کی جا چکی تھی بٹ فیملی اس کو ایکسیپٹ نہیں کر رہی، آئی گیس اس کا ریپ کیا گیا ہے اور اس کا قصور صرف اتنا ہے کہ اس نے ناجائز بچی پیدا کی ہے۔۔ میں اس کو نظر انداز نہیں کر سکا اس لیے پناہ دے دی۔" ابراہیم نے صاف گوئی سے ساری وضاحت دی۔

"افسوس کا مقام ہے، وہ ایسے حالات سے گزری ہے اگر ایسا نہیں تھا اور وہ خود بھی غلطی کر چکی ہے تب بھی، فیملی سختی کرے، سمجھائے مگر زمانے کی حوالے کر کے لوگ اپنی ہی بیٹیوں کو جانے کیسے ضائع کر دیتے ہیں۔" خانزادہ افسوس سے بول رہے تھے۔

"تو تم نے کیا سوچا؟ نکاح کرنا چاہتے ہو اس سے؟" وہ اچانک ابراہیم سے بولے تو وہ نفی میں سر ہلا گیا۔

"نہیں بہت چھوٹی ہے، میں نے تو صرف کوشش کی ہے کہ وہ مزید نقصان نا اٹھائے، میں نے یہاں آنے سے پہلے ایک بار اس کے بھائیوں سے بات کرنے کی کوشش کی ہے مگر وہ لوگ اسے اپنانے کو تیار نہیں ہیں، بوڑھی ماں ہے مگر اسے بیٹے کچھ بولنے نہیں دے رہے تھے۔

میں اس کو کسی ویمن ہاسٹل میں شفٹ کر دوں گا۔" ابراہیم نے سنجیدگی سے ساری بات کی۔ خانزادہ سمجھ کر سر ہلا گئے۔

"اسے حویلی میں بھیج دو۔۔ ویمن ہاسٹلز کا ماحول اچھا نہیں ہوتا، جیسا کہ تم بتا رہے ہو، وہ خود بھی کم عمر ہے پھر اس کی بیٹی بھی ہے، کمائے گی کیسے اور رہے گی کیسے۔۔ یہاں کچھ نا کچھ کام کرتی رہے گی کوئی مناسب رشتہ دیکھ کر شادی کر دوں گا۔"

خانزادہ کی بات پر ابراہیم نے اطمینان سے سر ہلا دیا۔

"ٹھیک ہے، یہی مناسب حل ہے۔۔ میرا دوبارہ چکر نہیں لگے گا میں ڈرائیور کے ساتھ بھیج دوں گا۔" ابراہیم نے سکون سے جواب دیا۔ سر سے بوجھ سا اترا تھا۔

oooooooooo

"حمالہ کو زبردستی ہمارے برابر پڑھایا جا رہا ہے ورنہ ہر جگہ وہ آج بھی اکیلی ہی رہ جاتی ہے۔" اسوان تاسف سے بولتی جوس کی بوتل منہ سے لگا گئی۔

"میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی میں تم دونوں کے ساتھ ایک جگہ پیپرز دوں گی۔" گلالئی چپس کھاتی دسویں مرتبہ یہی بات پورے جوش سے بول رہی تھی۔

"آج لاسٹ پیپر تھا، تمہاری ابھی بھی وہی سوچ اٹکی ہوئی ہے۔" علیہا نے اس سے چپس کا پیکٹ چھینا۔

"میں اور جوس لاتی ہوں، میری تو آج پیاس نہیں ختم ہو رہی، گرمی بہت ہے آج۔۔" اسوان ایک بوتل ختم کر کے اٹھی اور کینٹین کی جانب بڑھ گئی۔

اس کے بالکل پاس سے ایاد خان تیزی سے گزرا تو وہ ٹھٹک گئی۔ تیزی سے نقاب چہرے پر ٹھیک کرتی اس کے پیچھے بڑھ گئی۔

"ایاد صاحب آپ نے آنے کا تکلف کیوں کیا۔ ہم نے آپ کی ہدایت کے مطابق اس سٹوڈنٹ کا بہت خیال رکھا۔" سامنے موجود نگران نے ایاد خان سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ اسوان سٹوڈنٹ لفظ پر چونک گئی۔

"بس میں نے سوچا خود آ کر آپ کو تھینکس کروں۔" ایاد مسکرا کر بول رہا تھا۔ اسوان کا دماغ تیزی سے سوچنے لگا۔ ان کے سامنے تو کوئی ایسا نہیں تھا جو ایاد کا جاننے والا ہوتا۔

"ہائے سر۔۔" وہ جونہی فارغ ہو کر پلٹا سوچوں میں گم اسوان چونک کر اس کے سامنے آئی۔

"جی۔۔؟" ایاد نے اسے پہچان لیا تھا تبھی سنجیدگی سے بس اتنا ہی بولا۔

"سر آپ یقیناً ہمارے لیے آئے ہوں گے، حمالہ نے بتایا تھا آپ اور اد لالہ کے فرینڈ ہیں، لالہ نے آپ سے کہا ہو گا کہ ہمارے لیے۔۔" وہ پرجوش سی بولتی جا رہی تھی۔ ایاد اس کی خوش فہمی پر بے ساختہ مسکرایا۔

"اسوان عیسٰی آپ کے لالہ اگر کہہ بھی دیتے تو ان کے لیے میں نافرمان سٹوڈنٹس کے لیے کبھی یہاں نا آتا۔۔آپ اس خوش فہمی سے نکل آئیں۔" وہ ایک قدم قریب ہو کر سنجیدگی سے بولا تو اسوان اپنی نیلگوں مائل آنکھوں سے اسے گھورنے لگی۔

"شکریہ سر۔۔ ویسے بھی ہمیں سفارش کی ضرورت نہیں۔" وہ خفگی سے بولتے ہوئے پلٹی۔ ایاد خان حیرت زدہ سا اسے جاتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ وہ ناراض کیوں ہوئی، کیا اسے سفارش کی ضرورت تھی؟

"اسوان۔۔" ایاد نے بے ساختہ اسے پکارا تو وہ رک گئی۔

"کیا ایگزیمز میں کوئی مسئلہ ہوا ہے؟" عیسٰی کے سوال پر وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

"سر کیا ہمارے پیپرز آپ چیک کریں گے؟ آپ پلیز میری تھوڑی بہت مسٹیکس کو اگنور کر دیجیے گا، میں پچھلے دنوں کچھ اپ سیٹ تھی تو یہ لاسٹ تھری پیپرز کچھ میس اپ ہو گئے ہیں۔" وہ روہانسی ہو کر اپنی سفارش خود کرنے لگی۔ ایاد پریشان ہوا۔

"یہ پیپرز ہم کالج ٹیچرز کو نہیں دیئے جاتے اسوان۔۔ ڈونٹ وری رزلٹ اچھا ہو گا، اب ٹینشن نہیں لیں۔" ایاد نے ٹیچر ہونے کے ناطے اسے تسلی دی تھی۔

"سر آپ کبھی میرے کام نہیں آئے۔" وہ ناک چڑھاتی یکدم ٹون بدل کر پلٹی اور وہاں سے چلی گئی۔۔ ایاد ماتھے پر بل ڈالے اسے جاتا دیکھ رہا تھا۔

oooooooooo

حمالہ چکراتے سر کے ساتھ کالج ہال سے باہر نکلی۔آج آخری پیپر تھا اور اس کی طبیعت پچھلے کچھ روز سے مسلسل رونے اور ٹینس رہنے کی وجہ سے بری طرح خراب تھی۔

علیہا اور اسوان کی پیپر ٹائمنگ الگ تھی، اس لیے وہ اکیلی ہی وہاں موجود تھی۔کپکپاتے ہاتھوں سے سامان اٹھا کر موبائل نکالا اور عیسٰی کو وائس نوٹ بھیجا۔

"چاچو۔۔ میں فری۔۔ ہو گئی ہوں۔" وہ بمشکل بول پا رہی تھی۔کالج بیگ کندھوں پر ڈال کر نقاب درست کرتی منہ پر ہاتھ رکھ گئی۔ بخار کی حدت سے جی بری طرح متلا رہا تھا۔وہ رکے بنا قدم اٹھاتی کالج کے بیرونی گیٹ کی طرف بڑھ گئی۔

ان تینوں کو سختی سے تاکید کی گئی تھی کہ فری ہو کر بھی کالج سے باہر قدم نا رکھیں، یہ تاکید اسوان اور علیہا کو بہت اچھے سے یاد رہتی تھی مگر حمالہ نے قسم کھائی ہوئی تھی کسی بھی ہدایت یا پابندی کو نہ یاد رکھے گی نہ عمل کرے گی۔۔

وہ کالج گیٹ کے پاس پہنچی اور پھر گیٹ بھی پار کر گئی۔ قدم آگے بڑھاتی جا رہی تھی، کالج پیچھے رہ گیا، گیٹ بھی پیچھے رہ گیا۔ حمالہ سینے پر ہاتھ رکھے سامنے روڈ پر چلتی جا رہی تھی۔ یکدم دل بری طرح متلایا اور اسے ابکائی آئی۔ وہ وہیں روڈ کنارے بیٹھتی بری طرح الٹنے لگی۔

"بات سنیں۔۔ مس کیا آپ ٹھیک ہیں۔" اپنے پیچھے ابھرتی کسی کی فکر مند آواز پر وہ گہرے گہرے سانس بھرتی چہرہ اٹھا کر دیکھنے لگی۔ سرخ بھیگا چہرہ اور آنسوؤں بھری گرے سی آنکھوں سے وہ اجنبی کو تکتی جا رہی تھی۔

"کوئی پریشانی ہے؟ آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی، کیا میں کچھ مدد کر سکتا ہوں۔۔" وہ جو کوئی بھی تھا، ہمدرد فطرت رکھتا تھا۔ نرمی سے حمالہ کو مخاطب کیا تو وہ اسے دیکھتی رونا شروع ہو گئی۔ کیسا پردہ۔۔ کون سا نقاب۔۔ وہ سب بھلائے اجنبی لڑکے کے سامنے روتی جا رہی تھی۔

oooooooooo

"لالہ آج میں لیٹ ہو جاؤں گا، ہم نے آج ہاسپٹل وزٹ کرنا ہے، عیسٰی چاچو کو حویلی جانا پڑا اور میں انہیں بتانا بھول گیا تھا۔۔ حمالہ کو بھی کالج سے لینا تھا وہ فری ہونے والی ہو گی۔" الہام حواس باختگی سے بول رہا تھا۔ اورا دنے فائلز اس کے سامنے رکھتی اپنی پی۔اے کو ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔

"کس ٹائم فری ہونا تھا اسے۔۔" وہ ہینڈ واچ پر ٹائم دیکھتا سنجیدگی سے پوچھنے لگا۔ الہام کے بتائے وقت کے مطابق حمالہ فری ہونے ہی والی تھی۔

"یہ فائلز یہیں رہنے دیں، میٹنگ ڈیلے کر دیں، میں پرسنل کام سے جا رہا ہوں، آفیشل کالز مجھے نہیں دیجیے گا۔" وہ تیزی سے اٹھ کر پی۔اے کو ہدایات دیتا آفس سے باہر نکلا۔ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کر کے کالر بٹن کھولتا وہ تیزی سے اپنی گاڑی میں سوار ہوتا کالج کی طرف روانہ ہوا۔ کالج روڈ پر ہی اس کی سرسری نظر ایک کنارے بیٹھی حمالہ پر پڑی تو بے ساختہ بریک پر پاؤں رکھا تھا۔

سامنے وہ نقاب کیے بغیر کسی اجنبی لڑکے کے سامنے رو رہی تھی، اوراد کا پارہ ہائی ہونے لگا۔ وہ گاڑی سٹارٹ کرتا تیزی سے روڈ کے اس کنارے جا کر رکا۔

گاڑی کے ٹائروں کی تیز چرچراہٹ پر وہ لڑکا اچھل کر سیدھا ہوتا اس طرف دیکھنے لگا۔

"اوراد۔۔لالہ۔۔" وہ اوراد کو دیکھتی ہکلا کر بولی۔

"یہاں کیا کر رہی ہو۔۔" وہ اس کے پاس آتے ہوئے سرد لہجے میں بولا اور ہونق چہرے کے ساتھ ان دونوں کو تکتے لڑکے کو گھورا۔

"تم جاؤ اب۔۔" اس نے درشت لہجے میں لڑکے سے کہا تو وہ سر ہلا کر وہیں سے پلٹ گیا۔

"لالہ۔۔میری طبیعت۔۔خراب۔۔" وہ کپکپاتی آواز میں بولتی زمین پر جھکی ہوئی تھی۔ اوراد لب بھینچ کر آگے بڑھتے ہوئے اس پر جھکا اور اسے سہارا دے کر کھڑا کیا۔ اس کی چادر کھینچ کر اس کے چہرے پر گھونگٹ کی طرح پھیلاتا اسے احتیاط سے سہارا دیئے گاڑی میں

بٹھانے لگا۔ ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر اس نے گاڑی سٹارٹ کر کے روڈ پر ڈالی۔

"وہ لڑکا کون تھا؟" اس نے ترچھی نظر حمالہ پر ڈال کر پوچھا۔ وہ چادر چہرے سے ہٹاتی سمٹ کر بیٹھی اونگھ رہی تھی۔

"پتا نہیں۔۔" نقاہت بھری آواز میں جواب آیا تو اوراد کا دماغ گھوم گیا۔ وہ بالکل ہی انجان لڑکا اس مزے سے حمالہ کا چہرہ دیکھ رہا تھا اور وہ لاپروائی سے بیٹھی تھی۔ اوراد کا دل جل کر راکھ ہو گیا۔

"روڈ پر کیا کر رہی تھیں؟ کالج سے کیوں نکلی؟ اندازہ ہے کیسے حالات ہیں، وہ لڑکا کیا کر رہا تھا تمہارے پاس۔۔ کچھ ہو جاتا پھر۔۔؟" وہ سخت لہجے میں بولتا چلا گیا۔ حمالہ کی خاموشی پر نظر گھما کر اسے دیکھا تو وہ سر شیشے سے ٹکائے نیند کر رہی تھی۔

اوراد نے ہاتھ بڑھا کر اس کی چادر کے اوپر سے ہی اس کی پیشانی پر رکھا تو گرمائش محسوس کر کے گاڑی کا رخ ہاسپٹل کی جانب کر لیا۔

"لالہ۔۔۔ گاڑی روکیں۔۔ گاڑی روکیں جلدی۔۔" وہ یکدم نیند سے جاگتی کپکپاتی آواز میں بول رہی تھی۔

"کیوں؟ کیا کام ہے؟" اوراد نے ماتھے پر بل ڈال کر اسے دیکھا۔ حمالہ کا جی متلا رہا تھا۔ وہ اوراد کے بازو پر ہاتھ مارتی اسے گاڑی روکنے پر مجبور کر گئی۔

"ڈور۔۔ کھو۔۔ لیں۔۔" حمالہ کی حالت خراب ہونے لگی۔ اوراد نے بے ساختہ ڈور ان لاک کیا وہ ڈور کھول کر بھاگتی ہوئی پھر سے روڈ کنارے کچھ دور تک جا کر گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گئی۔

"یہ کیا کر رہی ہو؟؟ کیا ہوا ہے۔" اوراد اسے دیکھ کر حیرت زدہ ہو گیا۔ گاڑی سے اتر کر اس کے پیچھے گیا۔

وہ سجدے میں جھکی وومٹ کر رہی تھی۔ وہ پریشان ہو گیا، جھک کر اس کی پشت سہلانا چاہی مگر ہاتھ روک گیا۔ وہ اس پر ایسا کوئی حق نہیں رکھتا تھا۔

اس نے ابراہیم کو کال ملا کر پریشان نظر حمالہ پر ڈالی وہ وومٹ کر کر کے بے حال ہو رہی تھی۔

"لالہ کوئی لیڈی ڈاکٹر بھیج سکتے ہیں عیسٰی چاچو کے گھر۔۔؟ جی سب خیریت ہے، حمالہ کی طبیعت بہت خراب ہے۔۔ ہاں جی فیور ہے اور وومٹنگ۔۔ اوکے۔" وہ بات کر کے فارغ

ہوتا موبائل پاکٹ میں رکھ گیا۔

حمالہ اب نڈھال سی بیٹھی ہوئی تھی، اورادنے آگے بڑھ کر اسے سنبھالا تو وہ اس کے حصار میں ہی سمٹ گئی۔ وہ مشکل میں آگیا۔

"حمالہ گھر چلو چیک اپ کروا کر ریسٹ کرنا۔۔" اس نے نرمی سے سرگوشی کرتے ہوئے اسے کھینچ کر اٹھانا چاہا مگر وہ خود کو چھڑواتی وہیں جمی رہی۔

"ابھی نہیں۔۔ مجھے وومٹ۔۔ ہوتی ہے۔۔" وہ نفی میں سر ہلاتی بڑبڑا رہی تھی۔ اورادنے خفت سے ارد گرد گزرتے لوگوں کو دیکھا اور زبردستی کھینچ کر اسے گاڑی میں لے جا کر بٹھانے لگا۔ وہ بری طرح کپکپا رہی تھی۔ اورادتیزی سے گاڑی میں بیٹھتا سپیڈ بڑھا گیا۔

وہ اپنی زات میں محدود رہنے والا انسان ایک چھوٹی سی لڑکی کی فکر میں بے حال ہو رہا تھا۔

oooooooooo

الہام نے جھجک کر دروازے پر دستک دی تو کچھ ہی دیر بعد دروازہ کھول کر وہ سامنے آئی۔

"آپ کو لینے ڈرائیور آیا ہے، شاید ابراہیم لالہ نے آپ کو بتایا ہو، آپ کو حویلی جانا ہے۔"

الہام نے نرمی سے اسے مخاطب کیا تو وہ سر ہلا گئی۔

"سنیں کیا باہر وہ بھی موجود ہیں؟" وہ جھجک کر پوچھتی الہام کو کافی گھبرائی ہوئی لگی تھی۔

"جی کون؟ ابراہیم لالہ تو ہاسپٹل سے نہیں آئے ابھی۔۔"

الہام نے حیرت سے پوچھتے ہوئے ابراہیم کا سمجھا۔

"نہیں وہ بڑے خان صاحب۔۔ میں ان کی موجودگی میں باہر نہیں نکل سکتی۔۔ وہ پہلے ہی مجھ پر بہت غصہ ہیں۔" وہ پریشان سی بول رہی تھی۔ الہام ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگا۔

"بڑے خان صاحب۔۔" وہ زیر لب بڑبڑاتا نا سمجھی سے یہاں وہاں دیکھنے لگا۔ اس کی نظر میں ان تین بھائیوں کے علاوہ یہاں کوئی بڑا نہیں رہتا تھا اور سب سے بڑا تو خان ابراہیم خود تھا۔ خان رباض کبھی کبھی رکتا تھا اور اس لڑکی کے ہوتے ہوئے وہ یہاں ایک دن بھی نہیں رکا پھر بڑے خان صاحب کون تھا۔۔

"اس وقت گھر پر کوئی نہیں ہے، سوائے میرے۔۔ آپ جلدی سے آ جائیں، حویلی جاتے ہوئے دیر نہ ہو جائے۔" الہام نہیں سمجھ سکا وہ کس کی بات کر رہی ہے مگر اسے نرم لہجے میں سمجھایا۔ اس کی کم عمری کی وجہ سے الہام کو اس سے بہت ہمدردی محسوس ہو رہی تھی۔

"جی ٹھیک ہے۔" وہ فرماں برداری سے سر ہلاتی کمرے میں بند ہو گئی۔ وہاں سے پلٹ کر جاتے الہام کی نظر سامنے ہال میں لگی اوراد کی انلارج تصویر پر پڑی تو یکدم چونک گیا۔ اس کے دماغ میں جھماکہ سا ہوا تھا۔

"بڑے خان صاحب۔۔" وہ بڑبڑا کر قہقہہ لگا گیا۔

اب کوئی شک نہیں رہا تھا کہ وہ خان اوراد کو ہی بڑے خان صاحب بول رہی تھی۔

اندر کمرے میں حمینہ اپنی کمزور سی بیٹی کو تیار کرنے لگی، ڈاکٹر ابراہیم نے ان دونوں ماں بیٹیوں کی ضرورت کے سامان کا ایک ڈھیر لگا دیا تھا۔ وہ ایک بیگ میں سارا سامان ڈالتی سوچ میں مبتلا تھی۔

ناجانے آگے زندگی کیسی ہونے والی تھی، ڈاکٹر ابراہیم کے گھر والے جانے کیسے ہوں گے۔ وہ اپنا گھر ہوتے ہوئے بھی بے گھر ہو گئی تھی۔

اپنا سامان سمیٹتی وہ بڑی سی چادر اوڑھے باہر نکلی تو متلاشی نظریں یہاں وہاں گھمائیں، شاید اس کا محسن گھر آ چکا ہو۔۔ شاید ایک نظر اسے دیکھ سکے۔۔

گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہو جانے تک وہ منتظر رہی تھی، ابراہیم سامنے نہیں آیا تھا، نہ وہ مل سکی

نہ ہی شکریہ بول سکی تھی۔ گاڑی آگے بڑھ گئی۔ اس نے الوداعی نظر اس شاندار گھر پر ڈالی اور شیشے سے سر ٹکا دیا۔ اس کی زندگی سفر بن گئی تھی۔۔

کاش اس کے ساتھ وہ حادثہ پیش نا آیا ہوتا، کاش وہ دوستوں کی باتوں میں آ کر گھر سے دور نا جاتی۔۔

اپنے دردناک ماضی کو سوچ کر حمینہ کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔

ماضی:-

وہ اس کا کالج میں پہلا سال تھا، ابتدائی عمر کے لمحات تھے، اسے بھی باقی لڑکیوں کی طرح لگنے لگا تھا کہ وہ اب سکول گرل نہیں رہی تو جواں ہو گئی ہے۔ کالج میں پہلے ہی سال ٹرپ جانے کی بات ہوئی تو وہ مایوس ہو گئی۔ اس کا باپ نہیں تھا۔ اس کے بھائیوں نے اسے باپ بن کر ہی پالا تھا مگر انہوں نے چھوٹی بہن کو پہلے ہی گھر کے اصول باور کروا دیئے تھے۔ وہ گھر والوں کے بغیر کہیں نہیں جا سکتی تھی۔

"بس ایک رات کی بات ہے مینا۔۔ صرف ایک رات کے لیے منا لو۔۔ ہم ایک رات سٹے کریں گے، مزہ آئے گا۔" مگر اس کی دوستیں پر جوش تھیں۔ وہ بھی مچلنے لگی۔ وہ بھائیوں کو

منانے کے لیے بے چین ہو گئی، منت کی، التجا کی، رو کر دیکھ لیا اور بھوک ہڑتال تک کر لی۔

وہ پہلی بار کچھ منوانے کے لیے بھائیوں سے ضد کر رہی تھی اور اس نے منا لیا تھا۔ وہ حمینہ کی زندگی کی سب سے سنگین غلطی تھی۔

"کاش میں اس ٹرپ پر نا جاتی۔۔ کاش۔۔" وہ کاش اب اس کے دل میں پنجے گاڑھ بیٹھا تھا۔ ٹرپ پر دوستوں کے ساتھ گانے گا کر کھلکھلا کر جانے والی حمینہ کو وہیں رات کے وقت گیم میں دوستوں نے گیسٹ ہاؤس سے کچھ دور بھیجا۔

"تمہیں بس اس درخت کو ہاتھ لگانا ہے اور لوٹ آنا ہے، آج ثابت کرو تم بہادر ہو اور اکیلے اندھیرے میں جانے سے نہیں ڈرتیں۔۔" اسے اکسایا جا رہا تھا اور وہ مان گئی۔ یہی تو اس کی غلطی تھی۔ اسے کہہ دینا چاہئیے تھا اپنی حفاظت کرنے والی اور راتوں کے اندھیروں میں اکیلے دور نا جانے والی لڑکیاں ہی بہادر ہوتی ہیں۔

وہ مان گئی اور اس کے وہ قدم اسے زلت کی طرف لے گئے تھے۔ اس رات گیسٹ ہاوس سے دور جنگل میں موجود عیاش لڑکوں کے ٹولے نے چاند کی روشنی میں دمکتے شفاف چہرے والی حمینہ کو اکیلا پا کر دبوچ لیا تھا۔

اس کا احتجاج، واسطے اور کوششیں رائیگاں گئی تھیں، کم سنی میں ہی اس کی عزت تار تار ہو گئی۔

دوستیں منتظر رہیں مگر اسے بہادری کا ٹیگ دینے والی ایک بھی لڑکی اس رات حمینہ کے لیے جنگل میں جانے کے لیے تیار نہیں ہوئی تھی۔

صبح کا اجالا پھیل گیا۔ ٹیچر نے حمینہ کا پوچھا تو اس کے ساتھ کھیلنے والی لڑکیوں نے ڈر کر بے خبری کا اظہار کر دیا۔

حمینہ کو ہر جگہ تلاشا گیا تو وہ نیم جان جنگل میں پڑی ہوئی ملی تھی۔ اسے اٹھا کر ہاسپٹل لے جایا گیا۔

اس کا علاج کیا گیا، گھر والوں کو اطلاع دے دی گئی۔ اس کے بھائی سکول والوں پر غصہ ہوئے اور سکول والوں نے حمینہ پر الزام دھر دیا۔ باقی لڑکیاں خاموش رہیں اور حمینہ کی زبان اس حادثے نے بند کر دی تھی۔

وہ شوخیاں بھول گئی، پڑھائی چھوٹ گئی گھر کے ایک کونے میں سمٹ کر روتی حمینہ نے اس کم عمری میں ہی بچی کی ماں بن کر اپنی بدکرداری پر مہر لگا دی تھی۔ بھائیوں کو بہن قبول تھی مگر

اس کی ناجائز اولاد کسی کو قبول نہیں تھی۔

گاڑی جھٹکے سے رکی تو وہ ماضی سے نکل آئی۔ چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ گود میں سوتی بچی رو رہی تھی۔ وہ جو خود ماں کی گود چاہتی تھی، وہ بچی کو گود میں لیے گاڑی سے اتر رہی تھی۔

سامنے نہایت اونچی شاندار حویلی تھی، حمینہ کی نظر پڑی تو بے ساختہ ٹھٹک گئی۔ حویلی بہت بڑی تھی مگر۔۔ جانے حویلی کے مکینوں کے دل کیسے تھے؟؟

ooooooooo

"ایقان کے مسئلہ کی وجہ سے پریشانی کا شکار رہی ہے، عیسٰی جی نے تو سمجھایا بھی تھا کہ بچوں کا کیا لینا دینا، کچھ وقت بعد سب ٹھیک ہو جائے گا مگر حمالہ اس معاملہ میں بہت حساس ہے۔" پُروا اس کے سامنے جوس رکھتے ہوئے تاسف سے بتا رہی تھیں۔

"ان کے ایگزیمز ختم ہو گئے ناں؟ بس حویلی بھیج دیں دونوں کو۔۔" اورادنے ایک نظر سامنے بیٹھی علیہا کو دیکھ کر کہا۔ جبکہ اسوان روم میں پڑی حمالہ کے پاس بیٹھی تھی جسے ڈرپ لگی ہوئی تھی۔

"ہاں بھیج دیں گے، میں چاہتی تھی یہاں کچھ آؤٹنگ کرواتے، پیپرز کی ٹینشن کے بعد کچھ ریلیکس ہو جاتیں۔" پروا تاسف سے بول رہی تھیں۔

"نہیں ابھی ہمارے حالات آؤٹنگ افورڈ نہیں کرتے۔۔ حمالہ کی طبیعت بہتر ہو جائے تو بابا کو بتا دیجیے گا وہ ادب انکل کو بھیج دیں گے۔" اورادنے سنجیدگی سے کہتے ہوئے ہینڈ واچ پر ٹائم دیکھا۔

"اورادبالکل جانے کا مت سوچنا، کھانا ریڈی ہے کھا کر جانا۔۔ تمہاری وجہ سے ڈنر جلدی تیار کروایا ہے۔" پروا نے اس کے انداز سے سمجھ لیا تھا وہ جانا چاہتا ہے۔

"لیٹ ہو جاؤں گا آنی۔۔ مجھے آفس میں کچھ کام ہے۔" وہ کچھ جلد بازی سے بولا۔ پروا نفی میں سر ہلا گئیں۔

"بس تھوڑی دیر لگے گی۔۔" پروا اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"میں ہیلپ کروا دیتی ہوں آپ کی۔۔" علیہا بھی ان کے ساتھ چلی گئی۔ پروا کے جڑواں بیٹے ترچھی نظروں سے ماں کو جاتا دیکھ کر اوراد کی طرف متوجہ ہوئے۔

"لالہ آپ ہم سے پیار نہیں کرتے؟" فہد نے اوراد سے سوال کیا۔ چہرے پر سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔

"کیا مطلب۔؟" اوراد نے ابرو چڑھا کر سوال کیا۔

"جب سے آئے ہیں ایک بار بھی ہمیں نہیں دیکھا۔ بات نہیں کی، پیار بھی نہیں کیا۔" مہد ایموشنل ہو رہا تھا۔

"میں جانتا ہوں تمہیں میرے دیکھنے نا دیکھنے کی فکر نہیں ہے بٹ سوری میں جلدی میں تھا تو چاکلیٹس نہیں لا سکا تمہاری۔" اوراد نے سینے پر بازو لپیٹتے ہوئے انہیں جتاتے لہجے میں جواب دیا۔

"اوہ کم آن لالہ۔۔ وہ تو اسوان آپی کی فریج میں کافی ساری پڑی ہیں۔۔۔" مہد نے رازداری سے بتایا۔

"اور ہم ڈیلی وہاں سے تھوڑی تھوڑی نکال لیتے ہیں۔" فہد ہنس رہا تھا۔ کمرے سے نکلتی اسوان نے ان کی بات سنی تو صدمے سے چیخی۔۔

وہ دھپ دھپ کر کے کچن میں جاتی ماں کے سر پر چیخ رہی تھی۔ مہد فہد پریشان سے ایک دوسرے کو دیکھتے لڑنے لگے کہ یہ بات کیوں کی۔

اوراد کی نظریں اس دروازے پر گئیں جہاں حمالہ سو رہی تھی۔ وہ کبھی کسی کزن کے روم

میں نہیں جاتا تھا مگر اب اس سے بیٹھا نہیں جا رہا تھا۔ یکدم وہ اپنے دل کی سنتا اٹھا اور اس کے کمرے میں جا پہنچا۔

وہ سکڑی سمٹی سی سو رہی تھی، رنگت میں ہلکی پیلاہٹ تھی، ڈرپ لگی ہوئی تھی۔ گھونگریالی لٹیں چہرے کے گرد لپٹی ہوئی تھیں۔ وہ اس سے نظریں چراتا جھک کر اس کی نبض چیک کرنے لگا۔۔ وہ بخار کی حدت سے جل رہی تھی، اس کے ٹھنڈے لمس پر حمالہ نے نیم وا آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"بتایا تو تھا آپ کو طبیعت خراب تھی اس لیے کالج سے نکل گئی تھی۔ آپ پھر سے ڈانٹنے آ گئے۔" وہ شاید نیند میں تھی، تبھی بڑبڑانے لگی۔

"تم ٹھیک ہو جاؤ اس نالائقی کا سوال بعد میں کروں گا۔ لوگ بخار سے گرتے ہیں اور تمہارے قدموں میں پہیے لگ گئے تھے۔" وہ ماتھے پر بل ڈال کر بول رہا تھا۔

"میں حمالہ داور خان ہوں، لوگ نہیں جو گر جاتی۔۔" وہ یقیناً بخار میں اپنی کنڈیشن اور سامنے والے بندے کو بھول بیٹھی تھی۔ اوراد نے داد دینے والے انداز میں ابرو چڑھا کر اسے دیکھا اور خاموشی سے پلٹ گیا۔

ابھی وہ اسے کچھ نہیں بول سکا۔۔ابھی کچھ کہنا نہیں چاہتا تھا۔وہ ابھی تو اپنی دن بہ دن شدت اختیار کرتی محبت سے پریشان تھا۔

oooooooooo

"میں نہیں جانتی تھی تمہارے ساتھ وہ سب ہو گا، میں بہت شرمندہ ہوں ایقان۔۔" گل جان اس کے کمزور ہاتھ تھامے رو رہی تھیں۔

"آپ اتنا تو پتا کر سکتی تھیں ناں کہ وہ انسان کیسا مزاج رکھتا ہے۔کچھ تو سوچتیں مورے، میں نے صرف جسمانی ازیت نہیں جھیلی، ذہنی ازیت جھیلی ہے، میں خود کو اب نیم پاگل سا محسوس کرتی ہوں۔" وہ خالی خالی نظروں سے انہیں دیکھتی بول رہی تھی۔زرشے ایک طرف چپ چپ سی بیٹھی تھیں۔ایقان بظاہر کچھ سنبھل گئی تھی مگر ماں اور نانی سے دور ہوتی جا رہی تھی۔

"ایقان ایسا نہیں کہتے میرے بچے۔۔اللہ سب اچھا کرے گا، مایوس کیوں ہوتی ہو۔۔پوری زندگی پڑی ہے ابھی۔اپنی ماں کو دیکھو کیا حال ہو گیا ہے اس کا۔۔" گل جان تڑپ کر اسے سینے سے لگاتی سمجھا رہی تھیں۔

"میں نابینا ہو گئی ہوں مورے گل۔۔میں اب کسی کو نہیں دیکھ پاتی، میری آنکھوں کے پردے پر میری زلالت کے منظر ٹھہر گئے ہیں۔۔

آپ کو لگتا ہے پوری زندگی ابھی باقی ہے؟اور مجھے لگتا ہے میں اپنی پوری زندگی وہیں جھیل آئی ہوں۔" ایقان پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔زرشے اور گل جان بیگم اسے محبت سے دلاسہ دے رہی تھیں۔

ثنا بیگم دروازے پر کھڑی دکھی ہو رہی تھیں۔ ساری نفرت اور الجھن خاک ہو گئی تھی۔ ایقان کی حالت دیکھتی تھیں تو اپنا آپ مجرم لگتا تھا۔ کیا وہ معصوم لڑکی نفرت کے قابل تھی۔۔ جب سے آئی تھی وہ روزانہ اس کے دروازے پر آتی تھیں، رکتی تھیں اور پلٹ جاتی تھیں۔ نہ معافی مانگی گئی نا تسلی دے سکیں۔

معافی۔۔ پچھتاوا۔۔ تسلی۔۔ دلاسہ۔۔ سب بے معنی ہو گیا تھا۔ ایقان اب ان احساسات کو سمجھنے سے عاری ہو چکی تھی۔ وہ بہت بدل گئی تھی۔

"مورے آپ۔۔ اندر آیئے ناں۔۔" زرشے کی نظر ثنا بیگم پر پڑی تو بے ساختہ پکار کر احترام سے کہا۔

"آپ پھر مجھے الزام دینے آئی ہیں ناں؟ آپ کا پھر کوئی نقصان ہو گیا ہو گا۔ ٹھیک سمجھتی ہیں آپ مجھے۔۔ بہت منحوس ہوں میں، اتنی منحوس کہ خود اپنی خوشیاں بھی کھا گئی۔ اتنی منحوس کہ اس گھر میں بھی مجھے جوتے کی نوک پر رکھا گیا۔۔" ثنا بیگم کو دیکھتی ایقان بولنے پر آئی تو دل چیر گئی۔

"تم کیوں منحوس ہو۔۔ میں تو جاہل تھی، منحوس تو وہ لوگ ہیں جو تمہیں اس حال تک لے آئے۔۔ خود کو الزام مت دو، تمہیں اذیت دینے والے بھی خوش نہیں ہیں۔۔ گلے جان اپنی نواسی اور بیٹی کے لیے تڑپ رہی ہے مگر اب کبھی دیکھ نہیں پائے گی۔۔

دیکھنا وہ لوگ اپنے ہر عمل کا حساب دیں گے۔ ماحد خان زلیل ہو جائے گا ایک دن۔۔" ثنا بیگم آگے بڑھ کر اسے خود سے لگاتی غصے سے بول رہی تھیں۔ ایقان کا دل سکون کی بجائے بوجھ تلے دبتا جا رہا تھا۔

خوشیاں کسی کو تکلیف میں ڈال کر تھوڑی ملتی ہیں۔ سکون بہت مہنگی چیز ہے، اتنی مہنگی کہ اس کی قیمت اپنی ہر نفرت اور غصے کو سستے داموں دے کر ہی پوری کی جاسکتی ہے۔ سکون اپنا اندر ہر منفی جذبے سے پاک کر کے ہی ملتا ہے مگر جس نے درد جھیلا ہو۔۔ جس نے ازیت

سہی ہو، زلت دیکھی ہو وہ کیسے نفرت نا کرے۔۔ وہ غصہ کیسے نا کرے۔۔

(ٹھیک کہا جاتا ہے، لوگوں کے دل میں قدر بڑھانے کے لیے مرنا پڑتا ہے اور ایقان بھی مر کر ہی لوٹی تھی۔)

ان سب کی محبتیں وصولتی ایقان تاسف سے سوچ رہی تھی۔ اب حویلی میں کوئی نہیں تھا جو اس سے نفرت کرتا، اس سے چڑتا یا الجھن کھاتا۔ اب سب محبت کرتے تھے۔

oooooooo

"یہ لڑکی کون ہے؟" ثنا بیگم اور زرشے نے خان موسٰی کے ساتھ ان کے پورشن میں آئی چھوٹی سی لڑکی کو چونک کر دیکھا تھا۔

"اسے چھوٹا موٹا کام دے دیجیے گا، ابراہیم نے شہر سے بھیجا ہے اس کو، اب یہیں رہے گی۔" خان موسٰی سرسری لہجے میں بتا کر اپنے کمرے میں چلے گئے۔

وہ دونوں اس لڑکی کو دیکھنے لگیں۔ زرد کمزور سی، سیاہ چادر اوڑھے سر جھکائے کھڑی تھی۔

"کیا نام ہے تمہارا اور یہ بچی کون ہے، بہن ہے تمہاری؟" زرشے نے نرم لہجے میں اس سے سوال کیا۔

"میرا نام حمینہ۔۔ یہ بچی۔۔ میری بیٹی ہے۔" وہ اٹک کر بولی۔ سچ بتاتے ہوئے اس کا لہجہ لڑکھڑا گیا تھا۔

"کیا؟ یہ بچی تمہاری بیٹی ہے؟ اتنی سی عمر میں شادی ہو گئی؟ تو۔۔ شوہر کہاں ہے تمہارا۔" زرشے تو جھٹکا کھا کر رہ گئی تھیں، حیرت سے سوال کیا۔ ثنا بیگم بھی تنقیدی نظروں سے اس جائزہ لے رہی تھیں۔

"وہ۔۔ مر گیا۔۔" حمینہ نظریں جھکا کر بس اتنا ہی بولی تھی۔ زرشے نے تاسف سے اس کم سن لڑکی کو دیکھا۔

"اچھا ہے چلو۔۔ مجھے ایک پھرتیلی لڑکی کی ضرورت تھی۔ اسے میں اپنے ساتھ رکھ لیتی ہوں، مالش کرنا تو آتی ہے ناں؟" ثنا بیگم نے اطمینان سے حمینہ کو دیکھا۔

"جی کر لوں گی۔" وہ مدھم سے لہجے میں بولی۔

اس کا دل رو رہا تھا، وہ ملازمہ تو نہیں تھی، وہ ایسے حالات کے لیے تو کبھی تیار نہیں تھی۔ اسے تو لاڈوں سے پالا گیا تھا پھر کیوں اس کے بھائیوں نے لوگوں کے حوالے کر دیا کہ آج وہ ملازمہ بنا دی گئی۔۔

"ٹھیک ہے تو پھر تمہیں بس روزانہ میری ٹانگیں دبانا ہوں گی، مالش کر دینا، میرے کمرے کو ٹھیک حال میں رکھنا اور میرے روزانہ پہننے والے ڈریس کو ملازمہ سے پریس کروا کر باتھ روم میں ہینگ کرنا تمہاری زمہ داری ہے۔" ثنا بیگم اسے اپنے کام کی تفصیل بتا رہی تھیں۔ سب کاموں کی تفصیل سنتی حمینہ اپنی بیٹی کے گرد بانہوں کا حصار تنگ کرتی آنسو اپنے حلق میں اتارتی جا رہی تھی۔

oooooooooo

"کیا کارکردگی ہے ادب خان؟ ہاشم خان اپنے کاموں سے پیچھے ہوا یا ابھی بھی چالیں چل رہا ہے؟" خانزادہ نے ادب خان سے سوال کیا تو وہ گہرا سانس بھر گئے۔

"خانزادہ صاحب ہاشم خان کی چالیں ابھی جاری ہیں، وہ کھل سامنے نہیں آئے گا مگر آرام سے بھی نہیں بیٹھ رہا۔۔اسے اس جرگہ کے فیصلے سے آج تک اختلاف ہے جب ان کے خاندان کے لڑکے کا قتل ہونے پر آپ نے ونی لینے سے انہیں روک دیا تھا۔" ادب خان نے اسے تفصیل سے بتاتے ہوئے ہاشم خان کے ارادے ظاہر کیے۔

"اس جیسے بزدل انسان سے کسی بھی پستی کی توقع کی جاسکتی ہے۔اب بچیوں کا کیا کروں، یونی سٹارٹ ہو جائے گی جلدی، پڑھائی بھی نہیں چھوڑ سکتیں۔"

خانزادہ پریشانی سے بول رہے تھے۔

"خانزادہ صاحب اگر بچیوں کی رہائش خان عیسٰی کے پاس رکھی جائے۔روزانہ آنا جانا ان حالات میں مناسب نہیں ہے۔" ادب خان نے مشورہ دیا.

"نہیں ادب خان۔۔داور لالہ نہیں رہ سکتے ایسے، ان کی بیٹی کے لیے بھی شہر میں رہنا مشکل ہے اور ہماری بیٹی بھی ہفتے بعد ہی کالز کر کے ناراض ہونے لگتی ہے۔" خانزادہ پریشانی سے بولے تو ادب خان بے ساختہ مسکرائے۔

"ٹھیک ہے خان صاحب پھر میں بچیوں کو لانے، لے جانے کی زمہ اٹھاتا ہوں۔گلالئی کو بھی جانا ہو گا۔"

ادب خان نے ان کی پریشانی ختم کی۔

"وہ مسئلہ نہیں ہے ادب خان۔۔اب یونی ورسٹی میں مسائل ہو سکتے ہیں۔" خانزادہ تفکر سے بولے۔

"اس کا حل بھی میں سوچ چکا ہوں خانزادہ صاحب۔۔" ادب خان کی بات پر خانزادہ نے چونک کر سر اٹھایا۔

oooooooooo

وہ چاروں ایقان کے ارد گرد بیٹھی تھیں۔وہ سر جھکائے اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی۔

"سنو تم ہمارے ساتھ یونی جوائن کر لو۔۔" گلالئی نے کچھ دیر بعد لب کھولے تو باقی تین بھی سر ہلانے لگی۔

"مزہ آئے گا،ایک ہی سبجیکٹس۔۔کمبائن سٹڈی میں پڑھا بھی اچھا جائے گا۔" اسوان نے پرجوش لہجے میں ایقان کو دیکھتے ہوئے کہا۔حمالہ چپ چپ سی تھی۔

"میں اب کچھ نہیں کر پاؤں گی۔" ایقان بجھے بجھے لہجے میں بول رہی تھی۔

"ایسا کیوں کہہ رہی ہو،زندگی ختم نہیں ہو گئی اور تم کسی کے لیے کیوں خود کو کمرے میں بند رکھو گی۔" علیہا جذباتی لہجے میں بول رہی تھی۔حمالہ خاموشی سے ان سب کی باتیں سنتی رہی۔

"دیکھوں گی۔۔ابھی تو عدت میں ہوں۔" ایقان نے بات ختم کرنی چاہی۔عدت کے بس چند دن رہ گئے تھے۔

"میں جاتی ہوں، میڈیسن لینی ہے۔" حمالہ نظریں چرائے اٹھ کر وہاں سے چلی گئی۔ایقان خاموش نظروں سے اسے جاتا دیکھتی رہی تھی۔

"پیپرز کے دوران ہی طبیعت خراب ہو گئی تھی اس کی تو۔۔ پتا نہیں اس مادام کا کیا بنے گا، یہ تو اپنے ہزبینڈ کو اپنے ساتھ ہاسپٹل میں شفٹ کروادے گی۔۔" علیہا افسوس سے حمالہ کی حالت بتا رہی تھی۔

"خوش نصیب ہے بچ گئی۔ جانتی ہو ماحد خان چاہتا تھا حمالہ سے اس کی شادی کی جاتی۔۔" ایقان دھیمے سے لہجے میں بول رہی تھی۔ وہ تینوں چونک گئیں۔

"کیا؟اس نے اپنی شکل دیکھی ہے، وہ غنڈہ موالی تو تمہیں بھی ڈیزرو نہیں کرتا تھا، پتا نہیں کیوں زرشے پھپھو نے تمہاری شادی کر دی۔" علیہا بھڑک اٹھی۔ حمالہ سے اس کا دلی لگاؤ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں تھا۔اس پر ایقان کی بدترین حالت۔۔ وہ ڈر گئی۔

"داور چاچو کبھی نہ مانتے۔۔ وہ ملنے کے لیے بھی نہیں جانے دیتے شادی تو دور کی بات۔۔" اسوان نے سکون سے تبصرہ کیا۔ گلالئی میوے کی پلیٹ خالی کرنے میں مگن تھی۔اسوان نے ہاتھ مار کر اس سے پلیٹ چھینی۔

"یہی تو خوش نصیبی ہے تم سب کی۔۔ مجھے تو سر سے اتارا گیا تھا اور اب چاہتے ہیں سب کہ دل صاف کر لوں۔" ایقان کی آنکھیں بھر آئیں۔

"تم روتی کیوں ہو ایقان۔۔ تم بہت قیمتی لڑکی ہو، گھر والوں سے غلطی ہو ہی جاتی ہے مگر ازالہ بھی تو کیا ناں۔" گلالئی ڈرائی فروٹس سے مایوس ہو کر ایقان کو سینے سے لگائے تسلی دینے لگی۔

"ریاض لالہ اگر مجھے نالاتے تو۔۔ان کا مجھ پر احسان ہے، صرف ان کا ہی۔۔اب اگر میری مرضی کے بغیر کچھ بھی ہوا میں حدیر ماموں سے ڈائریکٹ بات کروں گی۔" ایقان سب سے ہی بد ظن ہو گئی تھی۔

"شکر تم نے بھی عقل کی۔ میں تو کبھی پاپا اور ماما کی بات نہ مانوں ایسی۔۔شادی انسان اپنی مرضی سے ہی کرے۔" اسوان گردن اکڑا کر بول رہی تھی۔

"یہ صرف کہنے کی بات ہے اسوان۔۔جب وقت آتا ہے تو ہم سب لڑکیاں ایک جیسی ہی ہوتی ہیں، سر جھکا دینے والی، منت واسطوں پر قربان ہو جانے والی۔۔"

ایقان اداسی سے بولی۔اس کی بات سے انکار کرتی اسوان نہیں جانتی تھی ایک ایسا ہی وقت اس پر بھی آ سکتا ہے۔ بالکل اسی طرح اسے بھی سر جھکا پڑ سکتا تھا۔ کون جانے کب کیا ہو

جائے۔۔

ooooooo

"السلام علیکم۔۔" شوروم کے آفس میں بیٹھے ایاد خان نے مسلسل آتی کال اٹینڈ کر کے سلام کیا۔

"وعلیکم۔۔ تمہیں کچھ فائلز بھیجوں گا، ان کا یونی میں ایڈمیشن کروانا ہے۔ یاد سے دیکھ لینا۔" خان اوراد نے ہمیشہ کی طرح سلام کے فوری بعد مطلب کی بات کی تھی۔ایاد نے موبائل کی سکرین کو گھورا۔

"تم نے مجھے اپنا سرونٹ سمجھا ہوا ہے کیا؟" ایاد نے لفظ چبا چبا کر کہا تو لیپ ٹاپ پر فائل دیکھتا اوراد رک گیا۔

"کیا میں نے ایسا کہا؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"کہنے کی کیا ضرورت ہے، تمہارے رویہ سے سمجھ آ جاتی ہے۔" ایاد کافی جتا کر بولا تھا۔

"یہ تمہاری سمجھ کا قصور ہے ایاد خان۔۔ اپنے دماغ پر کم بوجھ ڈالا کرو۔۔" اورادنے بے نیازی سے جتایا۔

"مجھے کوئی فائل بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے، جو کام کروانا ہے خود آ کر کروانا۔۔" ایاد نے زچ ہو کر بات بدل دی۔ اورادنے داد دینے والے انداز میں ابرو اچکائے۔

"تمہیں میں اتنا فارغ لگتا ہوں؟" اس کے جملے نے ایاد خان کا دماغ گھما کر رکھ دیا تھا۔

"تو میں فارغ ہوں؟" اس نے الٹا سوال کیا۔

"کیا نہیں ہو؟" اس کا اطمینان قابل دید تھا۔

"تمہاری یہ غلط فہمی دور ہو جائے گی جب تمہاری بھیجی فائلز پڑی رہ جائیں گی۔" ایاد نے تیکھے لہجے میں اسے باور کروایا۔

"بابا کا میسج تھا، میں نے دے دیا۔ تمہارا جواب ان کو دے دوں گا۔" وہ اس کا دماغ جلا کر اب بتا رہا تھا۔ ایاد بوکھلا کر سیدھا ہوا۔

"پہلے نہیں بتا سکتے تھے۔" وہ بری طرح چڑ گیا۔

"سنو۔۔ ہمارے خاندان کی لڑکیوں سے فری ہونے کی کوشش مت کرنا۔" وہ اس کی سنے

بنا اپنی بولے جا رہا تھا۔ ایاد خان سر پکڑ بیٹھا۔

"میں پڑھانے جاتا ہوں خان اوراد۔۔ میں لڑکیوں سے فری ہونے نہیں جاتا۔۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیتے ہوئے لہجہ نارمل کیا۔

"تمہیں سمجھا رہا ہوں تاکہ غلطی کرنے کی گنجائش بھی نہ رہے۔" وہ اب بھی اپنی سنا کر کال کاٹ چکا تھا۔ ایاد نے موبائل ٹیبل پر پٹخا۔

وہاں وہ موبائل ایک طرف رکھ کر سر پکڑ بیٹھا۔ اسے حمالہ کی فکر تھی۔ اگر وہ پھر سے ایاد خان کے لیے جذباتی ہوئی، جوش ظاہر کیا یا پھر عقیدت ظاہر کی تو؟ وہ اسے اس بات کی اجازت بالکل نہیں دے سکتا تھا۔

"بزی ہو اوراد؟" ریاض کی آواز پر اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ وہ دروازے پر کھڑا سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کچھ خاص نہیں۔۔ کیوں؟" اس نے الجھ کر پوچھا۔

"گھر چلتے، میری گاڑی ورکشاپ پر گئی ہے۔ تمہارے ساتھ جاؤں گا۔" ریاض نے کوٹ ایک بازو سے دوسرے بازو پر منتقل کرتے ہوئے جواب دیا۔ چہرے پر تھکن اور کچھ

بےزاری تھی۔ بال بھی بےترتیب ہو رہے تھے۔

"اوکے۔۔ چلتے ہیں۔۔" اورادنے اٹھتے ہوئے اپنا کوٹ اٹھایا۔ ریاض قدم آگے بڑھا گیا وہ پیچھے آفس بند کرتا گیراج تک پہنچا۔ ریاض گاڑی میں بیٹھتے ہی آنکھیں موند گیا تھا۔

"سب ٹھیک ہے؟آپ کچھ زیادہ تھکے ہوئے لگ رہے ہیں۔" گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے اورادنے ایک نظر اسے دیکھا۔ وہ سرد آہ بھر گیا۔

"ٹھیک ہے یار۔۔ ایقان کی عدت پوری ہو گئی ہے، آج بابا کی کال آئی تھی۔" وہ دھیمے لہجے میں بول رہا تھا۔

کچھ دیر پہلے:-

وہ آفس میں مصروف بیٹھا تھا جب خانزادہ کی کال آئی۔ اس نے ہمیشہ کی طرح فوری اٹینڈ کی۔

"السلام علیکم بابا۔۔ کیسے ہیں؟" اس نے نرمی سے مسکرا کر پوچھا۔

"وعلیکم السلام میں ٹھیک ہوں ریاض۔۔" خانزادہ کی پرجوش آواز پر وہ مسکرایا۔

"بہت خوش ہیں آپ۔۔"اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ایقان کی عدت ختم ہو چکی ہے، ڈیٹس میں پہلے ہی سوچ چکا تھا۔ اب جلد شادی کر دوں گا تم دونوں کی۔" ان کی بات پر وہ بوکھلا کر سیدھا ہوا۔

"مگر بابا۔۔ میں چاہتا تھا ایقان کو اپنی سٹڈیز کانٹینیو کر لینی چاہئیں۔۔" اس نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

"گریٹ آئڈیا۔۔ مجھے امید ہے تم اسے ضرور پڑھاؤ گے۔"

خانزادہ پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ ریاض کراہ گیا۔

"شادی ابھی ضروری ہے کیا؟ ایقان کو آرام سے پڑھنے دیں بعد میں شادی بھی ہو جائے گی۔" ریاض نے بے چارگی سے مشورہ دیا۔ مگر وہ جان گیا تھا اب انکار ممکن تھا نا ہی فرار۔۔

"ریاض مورے تمہاری جلد شادی کرنا چاہتی ہیں، میں نہیں چاہتا ان کو انکار کرنے کا موقع ملے۔ اب اگر ایقان کی پڑھائی کو وجہ بنا کر تمہاری شادی ڈیلے کروں گا تو وہ تمہاری شادی احواد سے کر دیں گی۔" خانزادہ سنجیدگی سے بول رہے تھے۔ ریاض چپ ہو گیا۔

"تمہیں بتا دیا ہے اب جلد شادی کے لیے تیار رہنا۔" خانزادہ نے کچھ نرمی سے تاکید کی۔

"جی ٹھیک ہے۔" اس نے سر ہلا دیا اور اب گاڑی میں بیٹھا بے زار ہو رہا تھا۔

"اپ کو ایقان نہیں پسند تو شادی مت کریں، انکار بعد میں دی جانے والی بے زاری سے بہتر ہوتا ہے۔" اورادنے سنجیدگی سے گاڑی چلاتے ہوئے اسے مشورہ دیا۔

"پسند کی بات نہیں ہے اورادـ۔ وہ پہلے ہی بہت برے حالات سے گزری ہے، بہت زیادہ حساس ہو چکی ہو گی۔ زرا سی سختی اور نظر اندازی اسے ٹھیس پہنچائے گی، اسے محبت دینا اور زندگی کی طرف لانا بہت بڑی زمہ داری ہے جو مجھے نہیں لگتا میں اٹھا پاؤں گا۔ انکار کیا تھا مگر بابا الہام سے نکاح کرنے کا کہہ رہے تھے، تم جانتے ہو وہ بڑوں کے سامنے سر جھکا دیتا ہے مگر بعد میں سب کو طعنے دے دے کر جینا حرام کرتا ہے۔" ریاض نے اپنی مجبوری بیان کی۔

"اگر یہی بات ہے تو۔۔ یقین کریں آپ کے علاوہ ایقان کی زمہ داری کوئی اٹھا ہی نہیں سکتا۔۔۔" اوراد نے اطمینان سے جواب دیتے ہوئے تیزی سے موڑ کاٹا۔

"دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے، شادی تو اب کرنی ہے۔" رباض نے اپنے دماغ کو پر سکون کرتے ہوئے کہا۔

وہ گھر پہنچے تو ابراہیم کے ساتھ چائے پیتے الہام نے رباض کو دیکھتے ہی نعرہ لگایا۔

"یاہو۔۔ دلہا میاں آئے ہیں، سنا ہے لالہ جلد آپ کی شادی ہے، یار میں تو ترس جاتا ہوں ایونٹس پر حویلی جانے کے لیے۔۔ آپ شادی کر لیں تو پھر ابراہیم لالہ کی باری آ جائے گی۔۔" الہام بنا سانس لیے بولتا جا رہا تھا۔ رباض وہیں قریب صوفے پر گر سا گیا تھا۔

"میں تو تیار ہوں۔" ابراہیم کچھ شوخی سے بول رہا تھا۔ ایقان کی شادی رباض سے ہونے کا سن کر اس کا موڈ بہت اچھا ہو گیا تھا۔

"اور پھر اوراد لالہ کی اور۔۔۔" ابھی الہام نے اتنا کہا تھا کہ ان کے سامنے رکھی پلیٹ سے کباب اٹھاتے اوراد کے گھورنے پر چپ ہو گیا۔

"مجھے جب شادی کرنی ہو گی، کسی کا انتظار نہیں کروں گا۔" وہ بے نیازی سے بولتا کباب منہ میں ڈال کر وہاں سے جا چکا تھا۔ الہام نے سر جھٹکا۔

"اور اس کے بعد میری باری ہو گی۔" وہ متاسف سا سر ہلا رہا تھا۔ رباض اور ابراہیم اس کی جلد بازی پر ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا دیئے۔

oooooooooo

خانی بیگم اپنے کمرے میں اکیلی بیٹھی رازداری سے اپنی بہن کے ساتھ بات کر رہی تھیں۔

"میں آپ کو کیا بتاؤں، حالات ایسے ہو گئے۔ کس نے سوچا تھا ایقان شادی کے کچھ ماہ بعد ہی طلاق لے کر آ بیٹھے گی اور پھر خان ریاض جذباتی لڑکا ہے۔۔ نا معاملہ سمجھنے کی کوشش کی نا صبر کیا۔۔ لڑ جھگڑ کر ایقان کو اپنے ساتھ لے آیا۔۔ اب خانزادہ وہی غصہ کر رہا تھا کہ طلاق دلوائی ہے تو شادی بھی خود کرو۔" وہ اپنی بہن کو مطمئن کرنے کے لیے بات کو اپنے انداز میں بتا رہی تھیں۔

"میری احواد کہاں جائے گی پھر۔۔ تمہارے اصول پرست بیٹے کو میری احواد پر ترس نہیں آیا کیا۔۔؟ تم جانتی ہو خانی ہمارے یہاں لڑکی جس کے نام کر دی جائے اس کے لیے ساری عمر بیٹھی رہ جاتی ہے۔" وہ ناراض ہو رہی تھیں۔ خانی بیگم شرمندہ ہو گئیں۔

"جی سب جانتی ہوں، آپ فکر نا کریں۔ میں وعدہ کرتی ہوں، احواد میری حویلی میں ہی دلہن بن کر آئے گی چاہے جس کے نام سے بھی آئے۔ میں اپنے اوراد سے بات کروں گی۔" خانی بیگم اپنی بہن کو یقین دلاتی وعدے کر رہی تھیں۔

"وہ خان اوراد؟ وہ مان جائے گا؟ وہ تو دیکھ کر نہیں لگتا کہ کسی کی سنتا ہو گا۔" ان کی بہن شاید اوراد کو ان سے بھی زیادہ جان گئی تھیں مگر خانی بیگم کو زعم تھا اوراد انہیں انکار نہیں کر سکے گا۔

"احواد کو دیکھے گا تو مان جائے گا۔ میں تو خود اسے دیکھ کر مبہوت رہ گئی تھی، ماشاءاللہ کیا حسین صورت ہے اور کیا رنگ روپ نکالا ہے احواد نے۔۔

ایسے تو نہیں چاہتی میں کہ وہ میری حویلی میں ہی آئے۔" خانی بیگم سکون سے بول رہی تھیں۔

"ٹھیک ہے خانی بات کر لو۔۔ مگر وہ نا مانا تب بھی اپنا وعدہ یاد رکھنا میری احواد تمہاری حویلی کی بہو ہی بنے گی اب۔۔ یہاں سب کو کہہ چکی ہوں، اب اسے کوئی اپنائے گا بھی نہیں۔" وہ سنجیدگی سے تاکید کر رہی تھیں۔ خانی بیگم نے سر ہلا دیا۔

"آپ بالکل فکر نا کریں۔" اور فکر تو خانی بیگم کو ہونی چاہیئے تھی۔ اپنی بہن کو اطمینان دلاتے ہی کال کٹنے پر وہ سر ہاتھوں پر گرا بیٹھیں۔

خان اوراد مان جائے گا؟ انہیں ایک فیصد بھی یقین نہیں تھا مگر ایک مان سا تھا کہ شاید وہ اسے منا لیں۔

انہوں نے دھڑکتے دل کے ساتھ خان اوراد کو کال ملائی۔ کال بہت دیر بعد اٹینڈ ہوئی تھی۔

"لگتا ہے اب تو مجھ سے بات کرنے کا بھی دل نہیں کرتا تمہارا۔۔" انہوں نے بات کا آغاز ہی شکوہ سے کیا تھا۔ اپنے نم بالوں کو سلجھاتے اوراد نے آہ بھری۔

"سوری شاور لے رہا تھا۔" اس نے وضاحت دی۔

"اچھا چکر کب لگاؤ گے اپنی مورے کے پاس۔" وہ محبت سے بولیں تو ہئیر برش ڈریسنگ ٹیبل پر رکھتے اوراد نے صوفہ پر بیٹھتے ہوئے اطمینان سے انہیں سنا۔

"ابھی ممکن نہیں ہے مورے۔۔ آپ کو کوئی کام تھا؟" وہ ان کے لب و لہجہ سے ہی جان گیا تھا انہیں کام ہے۔

"اور اداب تو رباض کا رشتہ ہو گیا، بلکہ شادی ہی ہو جائے گی جلد۔۔ میں چاہتی ہوں اب تمہارا بھی رشتہ کر دوں۔" خانی بیگم کی بات پر اس کی آنکھوں میں حمالہ کا عکس لہرا گیا تھا۔

"ضرور کریں۔" وہ مختصر سا بولا اور خانی بیگم کو خوشی سے پاگل کر گیا۔

"رباض کا تو اب ایقان کے ساتھ ہو گیا ہے، میں نے سوچ لیا ہے احواد کی تمہارے ساتھ منگنی کر دوں۔" وہ جذبات سے پُر کپکپاتی آواز میں بول رہی تھیں۔

"احواد؟ یہ کون ہے؟" اسے انکار ہی کرنا تھا پھر بھی سوال کر رہا تھا۔ وہ انجان بننے کی خوب اداکاری کر لیتا تھا اور بس یہی تو کرتا رہتا تھا۔

"احواد میری بہن کی نواسی۔۔ رباض کے لیے اسے سوچا تھا مگر۔۔ خیر تمہارے ساتھ بہت جچے گی وہ، تمہاری ہم عمر ہی ہے۔" خانی بیگم تفصیل بتانے لگیں۔

"مجھے قبول نہیں ہے مورے۔۔ میں بابا کو بھی انکار کر چکا ہوں کہ اپنی مرضی سے شادی کروں گا۔" وہ بنا رکے سکون سے جواب دے گیا۔ نا معذرت کی نا شرمندہ ہوا۔۔ ٹھک سے جواب دے دیا۔

"اور اد۔۔" خانی بیگم کو صدمہ پہنچا۔ خوشی ہوا ہوئی۔

"ایقان کے لیے تو چلو میں بھی نہیں چاہتی تھی مگر احواد میں کیا کمی ہے۔" وہ افسردگی سے بولیں۔

"ایقان میں کیا کمی تھی؟" اس نے الٹا سوال کیا۔ سیدھا جواب دینا سیکھا ہی نہیں تھا۔ سوال پر سوال کرتا تھا، الجھا دیتا تھا پھر انکار سونپ دیتا تھا۔

"وہ تو طلاق یافتہ تھی چلو۔۔" وہ بولیں۔

"میرے لیے یہ بات معنی نہیں رکھتی۔ مجھے اپنی پسند سے شادی کرنی ہے اور میری پسند نا ایقان ہے نا ہی احواد۔۔" وہ صاف گوئی سے بولا۔

"پھر کون ہے۔؟" خانی بیگم کے لبوں سے سرسراتا سوال ادا ہوا تھا۔ اوراد کے لبوں پر مسکراہٹ پھیلی۔

"ابھی اس بات کو رہنے دیں مورے۔۔ بس میں چاہتا ہوں آپ ہمیشہ کی طرح مجھے فری ہینڈ دیں، مجھے فورس بالکل مت کیجیے گا۔" خان اوراد کا اطمینان بھرا لہجہ خانی بیگم کو خاموش رہنے پر مجبور کر گیا۔ وہ سرد آہ بھر کر رہ گئیں۔

"ٹھیک ہے میں امید کرتی ہوں تم نے کوئی ڈھنگ کی لڑکی پسند کی ہو گی۔" خانی بیگم نے آہستگی سے کہا۔ احواد کی فکر ایک طرف۔۔ انہیں اب یہ فکر ہونے لگی تھی کہ اوراد کو جانے کس لڑکی نے اپنا اسیر کر لیا تھا۔

"ڈھنگ کی تو شاید نہیں ہے مگر وہ۔۔ کیوٹ ہے۔" اوراد اپنے الفاظ پر خود ہی خفت زدہ ہو گیا۔

وہ بدل رہا تھا۔ وہ ہمیشہ سے صاف گو تھا، جو سوچتا تھا بول دیتا تھا مگر اب حمالہ کے لیے بدلتی اپنی سوچ اور الفاظ اسے تنگ کر رہے تھے۔ عجیب مشکل انسان تھا، اپنی محبت سے خود تنگ ہو رہا تھا۔

"مجھے ضرور ملوانا۔۔ بلکہ جلد ملوانا تاکہ میں اسے تمہاری دلہن بنا کر اپنے پاس لے آؤں۔" خانی بیگم نے اسے ایموشنل بلیک میل کرنے کا سوچا تھا۔اب جوش سے اس کی شادی کرنے کی بات کر رہی تھیں۔

وہ ان کے ارادے بدل دینے میں ہمیشہ سے ماہر تھا۔

"جب وقت آئے گا تب ملواؤں گا مورے۔۔ ابھی وقت نہیں ہے۔" وہ یکدم سنجیدہ سا ہو گیا۔حمالہ کا نام ابھی سے لبوں پر نہیں لانا چاہتا تھا۔

"نا جانے تم کس وقت کے منتظر ہو، اگر وہ کسی اور کے نام ہو گئی تو روتے ہوئے میرے پاس مت آنا۔" خانی بیگم اس کے یوں بات بدلنے پر خفا ہوئیں۔

"وہ میرے علاوہ کسی کی نہیں ہو گی۔آپ فکر مت کریں۔" وہ مطمئن تھا۔خانی بیگم کو ہار ماننا پڑی۔

"ٹھیک ہے اورادـ۔ حویلی کب چکر لگاؤ گے۔" وہ محبت سے سوال کر رہی تھیں۔اسے اب یہ سوال اور لہجہ ازبر ہو گیا تھا۔

"جلد چکر لگاؤں گا۔۔" اس نے ہر بار والا جواب دوہرایا۔

"تم ہر بار یہی کہتے ہو اورادـ اور ہر دفعہ یہ جلد بہت دیر سے آتی ہے۔" خانی بیگم ناراضگیاں سے بولیں۔

"آپ ہر بار یہی پوچھتی ہیں مورے، آپ جانتی ہیں میں مصروف ہوتا ہوں۔" وہ نرمی سے بولا۔

"جانتے ہو اس بات پر۔۔ مجھے لگتا ہے واقعی تمہاری جلد شادی کر دینی چاہئیے۔ تم اپنی بیوی کے لیے بھاگ بھاگ کر آؤ گے حویلی۔" خانی بیگم کی بات پر وہ سر جھٹک کر مسکرایا۔ ان کی سادگی کمال تھی۔

"آپ کو لگتا ہے میں اپنی بیوی کو حویلی میں رکھوں گا؟ جبکہ میں خود یہاں رہتا ہوں۔" وہ جیسے ان کی سادگی پر مسکرایا تھا۔

"میں اس بات پر تمہاری بالکل نہیں سنوں گی اورادہ۔۔ تمہاری بیوی حویلی میں ہی رہے گی، اگر تم نے کوئی شہری لڑکی پسند کی ہے اور وہ عادی نہیں تب بھی اسے حویلی میں ہمارے ساتھ ہی رہنا ہو گا۔۔ تمہاری ماں بھی شہری لڑکی تھی مگر ساری زندگی حویلی میں رہی۔۔ تمہاری بیوی بھی رہ لے گی۔"

خانی بیگم نے دو ٹوک لہجے میں اسے جواب دیا۔ ابھی سے جتا دیا۔ تاکہ وہ اپنے ارادوں سے باز رہے۔

"اس سے فرق نہیں پڑتا وہ عادی ہے یا نہیں، جہاں میں رہوں گا وہ وہیں رہے گی پھر چاہے میں حویلی میں رہوں یا شہر میں۔۔" وہ بھی ضدی پن سے بولا۔

"تم ہر بات منوا لیتے ہو مگر اس بات پر میں بالکل خاموش نہیں رہوں گی۔ تمہیں اس کے ساتھ رہنے کی خواہش ہے تو حویلی میں رہنا پڑے گا۔" خانی بیگم اس معاملہ میں بالکل نرم نہیں پڑ رہی تھیں۔

"ابھی تو میری شادی نہیں ہوئی اور آپ پابندیاں لگانے لگی ہیں۔ یہ کیسا رویہ ہے مورے۔" وہ ایسے زچ ہوا جیسے اس کی بیوی کو اس سے دور کر دیا گیا ہو۔

"یہ بات تو تمہیں بھول رہی ہے کہ تم ابھی کنوارے ہو۔۔ دیکھو کیسے بوڑھی دادی سے بحث کیے جا رہے ہو بے شرم لڑکے۔" خانی بیگم نے اسے شرم دلانی چاہی۔

"بحث کون کر رہا ہے۔؟آپ بات بڑھا رہی ہیں۔" وہ رعایت برتنے کو تیار ہی نہیں ہو رہا تھا۔

"تم بدل گئے ہو اورادـ" خانی بیگم نے اسے ٹوکا۔

"آپ بھی بدل گئی ہیں، مجھے آپ سے بات ہی نہیں کرنی۔" وہ ناراضگی سے بولتا کال کاٹ گیا۔

"زرا جو اس لڑکے میں شرم لحاظ ہو۔۔" خانی بیگم اس کے یوں کال کاٹ دینے پر حیرت سے بڑبڑائیں اور پھر بے ساختہ مسکرانے لگیں۔

وہاں اورادا اپنی تبدیلی سے تنگ ہوتا اٹھ کر کمرے سے نکل گیا۔ وہ محبت سے تنگ نہیں تھا بس اس جیسا خود پسند انسان ابھی اس جذبے کا عادی نہیں ہو پا رہا تھا۔

oooooooooooo

"جی؟؟" ایقان شاکڈ سی خانزادہ کو دیکھ رہی تھی۔

"ایقان بیٹا میں جانتا ہوں تمہارا ایک تجربہ اچھا نہیں رہا، یقین کرو یہ کوئی ترس یا ہمدردی نہیں ہے۔ میں ہمیشہ سے چاہتا تھا کہ تمہیں اپنے رباض کی دلہن بناؤں گا مگر پتا نہیں تمہارے ماں باپ کو کیا شوق چرایا تھا تمہاری حویلی سے باہر شادی کرنے کا۔" خانزادہ نے ساتھ بیٹھے خان موسٰی اور زرشے کو ناراض نظروں سے دیکھا۔ زرشے نے خان موسٰی پر شکایتی نظر ڈالی تھی۔

اگر وہ بیٹی کا سایہ بن جاتے تو کبھی وہ ایقان کو حویلی سے نکالنے کا فیصلہ نا کرتیں۔

"میں اپنی بیٹی سے اسی لیے شرمندہ ہوں۔اس معاملہ میں ایقان تم پر گئی ہے، مجھے معاف ہی نہیں کر رہی۔" خان موسٰی افسردگی سے مسکرائے تھے۔

"ایسی بات نہیں ہے بابا۔۔" ایقان خفت سے بولی۔

"ایسی بات ہونی بھی چاہیئے۔تم نے جو حرکت کی ہے، ایقان کو ناراض رہنا چاہیئے تم سے۔۔" خانزادہ نے ایقان کی بات پیچھے چھوڑ کر جواب دیا۔

"تم ہمیشہ سے ایسے تھے خانزادہ۔۔پہلے زرشے کو مجھ سے ناراض رہنے پر اکساتے تھے، اب میری بیٹی کو۔۔"

خان موسٰی ناراض ہونے لگے۔ایقان اور زرشے منہ کھولے دونوں کو دیکھ رہی تھیں۔

"کیونکہ تم نے کبھی کوئی کام سیدھا ہی نہیں کیا۔" خانزادہ تپے ہوئے تھے، ابھی تو یہ نہیں جانتے تھے کہ اپنے پورشن میں ایقان نے دادی کی نفرت بھی جھیلی تھی۔جان لیتے تو ایقان کو

بالکل ہی اپنے پاس رکھ لیتے۔

"میں سیدھا کام کروں تب بھی تم نہیں مانو گے۔تم میں اور مجھ میں فرق ہے۔۔" خان موسٰی الجھنے لگے۔

"آپ دونوں کو اگر یاد ہو تو ہم ایقان سے اس کی شادی کی بات کرنے آئے تھے۔" زرشے نے ان دونوں کو سٹارٹ ہوتا دیکھ کر فل سٹاپ لگانا چاہا۔ وہ دونوں چونک کر پریشان بیٹھی ایقان کی طرف متوجہ ہوئے۔

"ماموں میں آپ کی بیٹی ہی ہوں، آپ کے پاس رہوں گی مگر شادی نہیں کرنا چاہتی اب۔۔ یہ ضروری تو نہیں ہے۔" ایقان نے ہچکچا کر معذرت کی۔

"میں جانتا ہوں تم میری بیٹی ہو، میں شادی اس لیے نہیں کر رہا کہ تمہیں پاس رکھ سکوں، میں ویسے بھی رکھ سکتا ہوں، بس مجھے شادی اس لیے کرنی ہے کیونکہ مجھے ریاض کے لیے تم جیسی لڑکی نہیں ملی کہیں۔۔ میں نے ہمیشہ اس کے لیے تمہیں سوچا تھا۔" خانزادہ نرمی سے بولتے ہوئے اس کا سر تھپکنے لگے۔

"مگر ماموں۔۔ احواد بھی اچھی لڑکی ہے۔" وہ دھیمے لہجے میں بولتی ان کے قریب ہو گئی۔

"تم اس کی فکر مت کرو، تم بس اپنے ماموں کی فکر کرو اور سب مجھ پر چھوڑ دو۔۔" وہ اس کے گرد اپنے بازو کا حصار بنا کر اس کا سر سہلانے لگے۔

"مجھے پڑھنا ہے، یونی ورسٹی میں ایڈمیشن لینا چاہتی ہوں، کیا مجھے یہ حق نہیں ہے۔" ایقان نے ناراضگی سے خانزادہ کو دیکھ کر کہا۔

"کیوں نہیں ہے، ریاض تمہیں پڑھنے سے کبھی نہیں روکے گا۔ وہ تو خود یہی چاہتا ہے۔

اور یہ مت سمجھنا کہ صرف تمہارے لیے اصول الگ ہیں، میں تو علیہا کی بھی شادی کرنا چاہ رہا ہوں۔ شاید اس کی خالہ اس بار پاکستان آئیں تو کر ہی دوں۔۔ شافی کے بعد پڑھتی رہنا دونوں۔۔" خانزادہ نے نرمی سے بولتے ہوئے اسے سمجھایا تو اس کے پاس انکار کی ناگنجائش رہی نا بہانہ۔۔ وہ تھک کر ان کے کندھے پر سر رکھتی پریشانی سے لب کاٹنے لگی۔

وہ باقی دونوں ماموں، پریہان، ماں، نانی اور دادی سب کو صاف انکار کر چکی تھی مگر آج سب نے مل کر خانزادہ کو بھیج دیا تھا اور خانزادہ کو وہ کبھی انکار نہیں کر سکتی تھی۔ اس کے خاموش ہو جانے پر زرشے سکون سے مسکرائیں۔

جبکہ ایقان آنے والے وقت کو سوچ کر ابھی سے سہم گئی تھی۔ اسے نہیں لگتا تھا وہ شادی کے بعد اُس رشتہ کو اب نبھا پائے گی۔

oooooooooooo

حمینہ ثنا بیگم کے نیند میں جانے تک ان کے پیر دباتی رہی۔ نیند سے اس کی آنکھیں بوجھل ہو رہی تھیں۔ ثنا بیگم کے خراٹے گونجے تو وہ بستر سے اتر کر دبے پاؤں کمرے سے نکلی اور سیدھی حویلی کے پچھلی جانب موجود سرونٹ کوارٹرز کی جانب بڑھی۔ اس کی بیٹی کو دوسری کام والی رات کے وقت سلا دیتی تھی کیونکہ ثنا بیگم سے اس کا رونا برداشت نہیں ہوتا تھا۔ اس نے دوسری ملازمہ کے کمرے کا دروازہ ہولے سے بجایا۔

"باجی گڑیا دے دیں۔"

اس نے مدھم سے لہجے میں کہا۔ملازمہ نے نیند میں ہی اس کی بیٹی کو اٹھا کر دروازہ کھولا اور اسے چھوٹی بچی پکڑاتے ہی دروازہ ٹھک سے بند کر دیا۔

وہ خاموشی سے اپنے چھوٹے سے کمرے میں جا کر لیٹ گئی، رات کے دس بج رہے تھے۔ وہ جانتی تھی سات بجے سے اب تک سکون سے نیند کرتی اس کی بیٹی کچھ دیر تک جاگ جائے گی۔ اسے سلا کر جلدی سے کمر سیدھی کرتی حمینہ ابھی نیند میں گئی تھی کہ اس کی بیٹی نے

جاگ کر دودھ کے لیے رونا شروع کر دیا۔

وہ سوئی جاگی کیفیت میں ہی فیڈر اس کے منہ میں دیتی، اسے تھپکنے لگی اور پھر ایسا پوری رات وقفے وقفے سے جاری رہا تھا۔

صبح تک نیند سے پاگل ہوتی حمینہ بیٹی کے دوبارہ سوتے ہی اپنا سر پکڑ کر بری طرح رونے لگی۔

"یا اللہ میں نہیں رہ سکتی ایسے۔۔ مجھ سے یہ زندگی نہیں گزاری جا رہی۔۔" وہ سسکیوں کا گلہ گھونٹے بڑبڑا رہی تھی۔ اب تو یہی اس کا معمول بن چکا تھا۔

ثنا بیگم کو فجر کے فوری بعد چائے چاہیئے ہوتی تھی اور یہ زمہ داری بھی اب حمینہ کی تھی۔۔ دن کے وقت باہر لان کی کانٹ چھانٹ کرنے والا بوڑھا مالی اس کی بیٹی کو سنبھالے رکھتا تھا۔ ملازمین کی مدد سے ہی اس کا کام کرنا آسان ثابت ہو رہا تھا مگر وہ اس معمول سے تھک رہی تھی اب۔۔

وہ اوائل عمری میں تھی، اس عمر میں لڑکیوں کی نیند پوری نہیں ہوتی اور وہ پورا دن ثنا بیگم کی خدمت کر کے ساری رات سوتے جاگتے تمام کر دیتی تھی۔ اس کے اندر کی زندہ دل لڑکی تو پہلے ہی مر چکی تھی اور اب ان حالات نے حمینہ کو ہی مار دیا تھا۔ اب صرف ایک وجود بچا تھا

جس میں روح ہر گزرتے دن کے ساتھ خاک ہو رہی تھی۔

oooooooooooo

وہ چاروں خوشی سے باچھیں پھیلائے پوری یونی کا چپہ چپہ چھان رہی تھیں۔ ایاد خان نے ان کے ایڈمیشن میں مدد کی تھی سو اب وہ مرحلہ طے ہو چکا تھا۔

"یقین کرو سر کھڑوس کو یہاں دیکھ کر میرا دل ہی برا ہو گیا تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی یونی میں سب سے پہلے ہمیں وہی ملیں گے۔" کینٹین میں بیٹھتے ہی اسوان منہ بگاڑتے ہوئے بولی تھی۔

"ہیں کون سر کھڑوس؟" گلالئی نے حیرت سے سوال کیا۔

"سر ایاد خان کی بات کر رہی ہے یہ۔۔ ویسے یار وہ واقعی کافی عجیب ہیں۔ زرا زرا سی بات پر منہ پھلا کر طنز کرتے ہیں۔" علیہا نے اس کے علم میں اضافہ کیا۔ گلالئی ہونق سی دونوں کو دیکھنے لگی۔

"تمہیں کچھ کہنا ہے تو تم بھی کہہ دو۔" گلالئی نے ناک چڑھا کر حمالہ کو مخاطب کیا۔

"میرا دماغ نہیں خراب، مجھے وہ سر اچھے لگتے ہیں یہ دونوں تو پاگل ہیں۔" حمالہ ناراضگی سے بولی۔

"چلو شکر ہے کوئی تو نارمل انسان ملا، یہ دونوں واقعی پاگل ہیں۔" گلالئی نے زور زور سے سر ہلایا۔

"اس نارمل انسان کا تو میں اور اد لالہ کو بتاؤں گی پھر دیکھنا کیسے سر ایاد کو پسند کرتی ہے۔" علیہا نے مسکراہٹ دبا کر اسے سنوایا تو وہ جلدی سے سیدھی ہوئی۔

"پسند کب کیا۔ میں نے کہا اچھے ٹیچر ہیں۔" حمالہ نے اپنے جملہ کی خود تصحیح کرتے ہوئے دوہرایا۔

""تم نے جو کہا ڈنکے کی چوٹ پر کہو بھئی۔۔ سر ایاد پسند ہیں تو ہیں، اب کیا تمہارے لالہ اس پر بھی پابندی لگائیں گے، آئی بڑی لالہ کی لگتی۔۔" گلالئی تو پنجے جھاڑ کر علیہا کے پیچھے پڑ گئی تھی۔

"او بہن، کیا ہوا، سر ایاد کے ذکر پر تم کیوں باؤلی ہوئی جا رہی ہو اتنی۔۔" اسوان نے اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔ علیہا اسے گھور رہی تھی۔

"لو مطلب تم دونوں بیٹھے بیٹھے پسند ناپسند پر ٹیکس لگا سکتی ہو ہم کچھ بولیں تو باؤلی۔۔

سنو حمالہ آج سے تم اور میں ایک طرف۔۔ پہلے روز دشمنی مول لے لی ان دونوں نے مجھ سے۔۔" گلالئی کا بخار بڑھتا جا رہا تھا۔ حمالہ کی آنکھیں چمکیں۔

"پاگل تو نہیں ہو گئیں، یونی آتے ہوئے کوئی سکروڈھیلا ہو گیا ہے شاید تمہارا۔۔ سر ایاد کے لیے تم ہم سے لڑو گی، اپنی بچپن کی دوستوں سے۔۔؟؟" علیہا اچھی خاصی صدمے میں جا چکی تھی۔ گلالئی نے بے نیازی سے سر جھٹکا۔

"کیونکہ وہ مجھے بھی اچھے لگے، ٹیچر باپ جیسا ہوتا ہے، پسند کریں تو غلط کیا ہے۔" گلالئی نے انکشاف کیا۔

"توبہ توبہ۔۔ایسے سڑو باپ سے تو ہمارے اپنے باپ اچھے ہیں۔ ہم کیوں ایرے غیرے کو باپ سمجھیں۔"

اسوان کو تو مرچیں لگ گئی تھیں۔

"میں تو باپ جیسا سمجھوں گی بھئی میری مرضی۔" حمالہ نے نہایت زور سے کندھے اچکا کر گلالئی کی طرف داری کی۔ لگتا تھا ٹیم بس بن چکی۔۔

"سنو دوغلی، تم یہ پارٹی بدل رہی ہو ناں پھر بعد میں مت آنا میرے پاس، الہام سے یہ منگوا دو، وہ منگوادو۔۔" علیہا نے اس گھنی بلی کو گھورا۔

"پارٹی کب بدلی ہے؟ کیا مجھے رائے دینے کا حق نہیں۔" حمالہ نے ایموشنل ہو کر کہا۔

"کینٹین میں بیٹھ کر بھی بکواس سے ہی پیٹ بھرنا تھا تو ہم باہر لان میں اچھے نہیں تھے کیا۔" اسوان نے ان سب کو طنزیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے،.برگر کھاتے ہیں۔" گلالئی کو کھانے کا سوچ کر ہی بھوک ستانے لگی۔

"تمہیں کب بھوک نہیں لگتی یہ بتاؤ؟ کھا کھا کر آلو بن گئی ہو۔" علیہا نے اس کی دبلی جسامت پر چوٹ کی۔

"کھاتے پیتے گھر کی ہوں، لوگوں کی طرح فاقہ زدہ نہیں لگتی۔" گلالئی نے فوری جوابی وار کیا تھا۔ علیہا بھڑک چکی تھی جبکہ حمالہ نے فوراً اپنے نازک وجود کو دیکھ کر رونی صورت بنائی۔

"میں فاقہ زدہ نہیں لگتی، میں ڈیلیکیٹ ہوں تم اپنی لڑائی میں مجھے کیوں گھسیٹ رہی ہو۔۔" حمالہ کی ناراضگی پر علیہا اور گلالئی نے اپنے سر پیٹے۔

"یار یہ دکھی آتما کہاں سے متھے لگ گئی۔۔ تمہاری بات کب ہوئی، تمہارا ہر جگہ گھسنا ضروری ہوتا ہے کیا۔"

گلالئی نے بے چارگی سے اسے دیکھا۔

"اسے چھوڑو یہ دن کے بیس گھنٹے صدمے میں رہتی ہے باقی چار گھنٹے سوئی رہتی ہے۔ تم لوگ برگر منگواؤ بس۔۔" علیہا نے لاپروائی سے کہا۔ حمالہ اپنے منہ کے زاویئے درست کرنے لگی۔

"میں تو خود پریشان ہوں، ہر بات دل کو لگ جاتی ہے۔" وہ اب پریشانی سے انہیں اپنا مسئلہ بتا رہی تھی۔

"اپنے دل کو نکال کر کسی سمجھدار انسان کے حوالے کر دو جو اس پر کچھ نا لگنے دے۔۔" گلالئی نے شرارت سے چھیڑتے ہوئے اسے آنکھ ماری۔ اس کی بات پر اسوان قہقہہ لگا کر ہنسی۔

"ایک تو میں تمہارے ٹھرک پن سے بہت تنگ ہوں۔" علیہا نے ناک چڑھا کر بے زاری سے کہا۔ اسوان مسکراہٹ دبائے سب کے لیے برگر اور کوک منگوانے لگی۔

"میں بھی۔۔ یہ عجیب باتیں کرتی ہے کبھی کبھی۔۔ میرا دل نا ہو گیا کاغذ کا ٹکڑا ہو گیا کسی

بندے کو پکڑادوں۔" حمالہ بھی ناک چڑھا کر بول رہی تھی۔

"تم دونوں تو ہو ہی بورنگ لڑکیاں، ایسے معاملے میں میری پارٹنر صرف اسوان ہے۔" گلالئی نے ہنس کر اسوان کے کندھے پر ہاتھ مارا۔

"یہ بورنگ نہیں بس کچھ زیادہ ہی شرم شرم کھیلنے لگ جاتی ہیں جیسے ننھی بچیاں ہوں۔۔ ہونہہ۔۔" اسوان نے بھی ان دونوں کو ناک چڑھا کر دیکھا۔

ان چاروں میں کب دوکس بات پر پارٹنر بن جائیں پتا نہیں چلتا تھا۔اس وقت حمالہ اور علیہا شرم حیا پر درس دے رہی تھیں جبکہ اسوان اور گلالئی لاپروائی سے اپنی مستی میں مست تھیں۔

oooooooooooo

"ریاض مجھے شاپنگ پر لے جانا، باقی یہاں کی سب تیاریاں تو تمہارے بابا کریں گے بٹ مجھے اپنی، ایقان اور علیہا کی شاپنگ کرنی پڑے گی خود۔۔"

پریہان تیزی سے بول رہی تھیں۔یوں جیسے مزید تھوڑی دیر ہوئی اور سب رہ جائے گا۔

"جی لے جاؤں گا، کبھی آپ اپنے بیٹے اوراد کو بھی تکلیف دے دیا کریں۔" ریاض آج کل ہر بات پر ہی ناراض ہونے لگا تھا۔پریہان اس کا ناراض چہرہ دیکھ کر بے ساختہ مسکرائیں۔

"فکر مت کرو اس کی شادی پر سارا کام اسی سے کروائیں گے۔" انہوں نے مسکراہٹ دبا کر اسے تسلی دی۔

"کر ہی نا لے وہ نواب۔۔آپ کبھی جا کر دیکھیں وہاں شہر میں کیسے نوابوں کی طرح رہ رہا ہے، سارا دن ملازموں کو بھگائے رکھتا ہے، بالکل کوئی کام خود نہیں کرتا اس پر اکڑ ایسی جیسے پورا پاکستان اسی کے کندھوں پر ہے، الہام کو بھی اپنے جیسا بنا رہا ہے۔"

ریاض خفگی سے بول رہا تھا۔پر یہان جانتی تھیں وہ ناراض ہونے کا بس بہانہ بنا رہا ہے ورنہ آج سے پہلے اسے کبھی اوراد کے لائف سٹائل پر اعتراض نہیں ہوا تھا۔

"ریاض اسے رہنے دو جیسے بھی رہتا ہے۔تم سب بہن بھائیوں کا بچپن بہت لاڈ پیار میں گزرا ہے مگر اوراد نے بہت نظر اندازی جھیلی ہے، چھوٹا سا تھا جب آغا جان کی ڈیتھ ہو گئی، تمہارے بابا جان ان دنوں اتنے ڈسٹرب تھے کہ کئی کئی گھنٹے غائب دماغ سے رہتے تھے۔اوراد ان کو پکارتا رہ جاتا تھا وہ جواب نہیں دیتے تھے۔

انہی دنوں میں بھی الہام کی پیدائش پر بیمار اور چڑچڑی سی ہو رہی تھی۔وہ ہر طرف سے نظر انداز ہو رہا تھا، خانی مورے اسے سنبھالتی تھی تو انہوں نے اسے بس ایسا ہی بنا دیا۔" پریہان اداسی سے بول رہی تھیں۔ریاض انہیں افسردہ کر کے شرمندہ ہوا۔

"ایم سوری ماما۔۔میں پتا نہیں کس بات کا غصہ اتار گیا، اوراد میں کوئی خامی نہیں ہے۔آپ ریلیکس رہیں اور یہ بتائیں کہ کب جانا ہے شاپنگ پر۔۔" وہ انہیں خود سے لگائے نرمی سے بولا۔

"جب بھی فری ہو لے جانا۔بس یہ کام جلد ہونا چاہئیے، تم جانتے ہو وقت بہت کم ہے۔" وہ آنکھوں کی نمی صاف کرتے ہوئے ہدایت دے رہی تھیں۔

"یار مجھے یہ سمجھ نہیں آتی آپ لوگوں کو اتنی جلدی کیا ہے۔" وہ پھر سے چڑچڑا ہو رہا تھا۔ پر یہاں اسے ان سنا کیے اپنی تیاریوں میں مگن تھیں، حویلی سے جاتے ہوئے ریاض نے ایک بار خان موسٰی کے پورشن کی طرف پر سوچ نظروں دیکھا اور سر جھٹک کر آگے بڑھ گیا۔

وہاں ایقان اپنے کمرے میں اندھیرا کیے پڑی تھیں۔

oooooooooo

ریاض کی شادی کی تاریخ طے ہو چکی تھی۔ حمالہ اور علیہا کو ایک ماہ پہلے سے ہی خان عیسٰی کے گھر بھیج دیا گیا تھا تاکہ ان کی پڑھائی کا حرج نا ہو۔

حمالہ حویلی واپس جانے کے لیے روزانہ نیا بہانہ بناتی اور تھوڑی دیر روتی دھوتی رہتی تھی۔ پُروا اور عیسٰی اسے سمجھا بجھا کر خاموش کروا دیتے تھے مگر اسے حویلی بھیجنے کا کوئی انتظام نہیں ہو رہا تھا۔

اور اب شادی میں بمشکل ہفتہ باقی رہ گیا تھا۔

"مجھے حویلی جانا ہے، میری طبیعت خراب ہے بہت۔"

آج پھر حمالہ ایک نئے بہانہ کے ساتھ خان عیسٰی کے سر پر سوار تھی۔ وہ آہ بھر کر رہ گئے۔

"بیٹا اپنی طبیعت کو چند دن کے لیے انتظار کرنے کا کہہ دو؟ خانزادہ لالہ کی ہدایت تھی کہ لڑکیاں پڑھائی کریں۔" خان عیسٰی نے بے چارگی سے اس کا سر تھپک کر سمجھایا۔ وہ تو پھنس ہی گئے تھے۔

"لیکن بابا نے تو اب کہہ دیا ہے کہ آ جانا، انہوں نے اوراد لالہ کو کال کی ہو گی، ان سے پوچھیں کب لے جائیں گے آخر ہمیں۔۔" علیہا نے زچ ہو کر کہا۔

"آپ کال کریں اوراد کو، کیوں تنگ کیا ہوا ہے بچیوں کو۔۔" پُروا نے عیسٰی کو کال کرنے کا کہا۔

"اچھا بھئی ویٹ کریں۔" عیسٰی ہارمان کر کال ملا گئے۔ مہد فہد باپ کے عین قریب بیٹھ کر یوں انہیں دیکھنے لگے جیسے حمالہ اور علیہا نہیں انہیں جانا ہے۔

"اوراد بچیوں کو لینے کب آؤ گے یار۔۔ انتظار کر رہی ہیں، ہمیں بھی جانا ہے حویلی، میرے جن تو آج سکول سے چھٹیاں بھی لے آئے بغیر پوچھے۔" عیسٰی ہنس کر بول رہے تھے۔ دوسری جانب آفس میں بیٹھے اوراد کی لیپ ٹاپ پر چلتی انگلیوں کی رفتار کم ہوئی۔

"میں تو پھنس گیا ہوں۔ میری کچھ میٹنگز تھیں، اس لیے لینے نہیں آ پایا اور اب بابا اور چاچو کہہ رہے ہیں ان کو شاپنگ بھی کرواؤں۔۔" اوراد تپا بیٹھا تھا۔ علیہا اور حمالہ آنکھیں اور کان کھولے خان عیسٰی کو دیکھ رہی تھیں۔ اسوان دور بیٹھ کر چاکلیٹ کھاتے ہوئے ان دونوں پر ہنس رہی تھی۔

"کوئی بات نہیں شادی اچانک ہو رہی ہے اس لیے سب کام بانٹ کر کرنے پڑیں گے، تم بزی ہو تو مجھے بتاؤ۔۔" عیسٰی نے نرمی سے سمجھاتے ہوئے اس کی مصروفیت کے خیال سے پوچھا۔

"الہام اور ان دونوں کو شاپنگ کروانی ہے، کروا کر سیدھا حویلی لے جاؤں گا۔ ان سے کہیں صبر کریں، دو دن بہت بزی ہوں پھر لے جاؤں گا۔" اوراد نے بے زاری سے جواب دیا تو عیسٰی سر ہلا گئے۔

کال کٹتے ہی علیہا اور حمالہ جواب سننے کے لیے آگے ہوئیں۔ عیسٰی انہیں دیکھ کر مسکرائے۔

"وہ دو دن بعد آئے گا کیونکہ تمہارے گھر والوں نے اسے وہ کام دے دیا ہے جو اس نے کبھی لائف میں نہیں کیا اب بحث مت کرنا ورنہ بگڑ جائے گا۔" عیسٰی ہنسی دبائے بول رہے تھے۔ حمالہ دو دن مزید انتظار کرنے کا سن کر منہ بگاڑتی افسردہ ہو گئی۔

"نہیں اب ایسا کام بھی نہیں ہے، اور ادان کو اب تو اکثر ہی لاتا، لے جاتا ہے۔" پُروا بھانجے کی طرف داری کرتے ہوئے خفگی سے بول رہی تھیں۔

"نہیں اس بار اسے الہام کے ساتھ ان دونوں کی شاپنگ کروا کر حویلی پہنچانے کا کہا ہے۔" عیسٰی ہنستے ہوئے بتا رہے تھے۔ حمالہ کی رونی صورت پر اسوان اب قہقہے لگا رہی تھی۔

"ٹھیک ہے، کوئی بات نہیں بس دو دن انتظار کر لیں گے۔۔" علیہا تو شاپنگ کا سن کر خوش ہو گئی۔

اب دو دن وہ شاپنگ کا سوچ سوچ کر خوش ہوتے ہوئے گزارنے والی تھی اور حمالہ دو دن سب سے چھپ کر دل ہی دل میں ادراد کو کوستے ہوئے گزارنے والی تھی۔

oooooooooo

حویلی میں ایک بار پھر شادی کے ہنگامے پھیل گئے تھے، پوری حویلی سجاوٹ کے لیے الٹ پلٹ دی گئی تھی کیونکہ اس بات حویلی کے پہلے بیٹے کی شادی تھی۔

اس بار گل جان کے ساتھ خانی بیگم اور ثنا بیگم بھی باہر ہال میں بیٹھی سب ملازمین کو ہدایات دے رہی تھیں۔

اپنے کمرے میں سر درد کا بہانہ کر کے پڑی ایقان کا سر پھر سے شادی کا سوچ سوچ کر واقعی درد کرنے لگا تھا۔ دروازے پر دستک ہوئی تو وہ گہرا سانس بھر کر اٹھ بیٹھی۔

"آ جائیں۔۔" اس نے مری مری آواز میں اجازت دی۔

"ایقان تمہاری طبیعت زیادہ خراب ہے کیا؟" کمرے میں ابراہیم داخل ہوا تھا۔ اس کی پریشان آواز پر ایقان جلدی سے چہرے پر ہاتھ پھیرتی خود کو نارمل ظاہر کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

"جی ٹھیک ہوں، بس تھوڑا سر میں درد تھا۔" وہ آہستگی سے بولتی نظریں چرا رہی تھی۔

"مجھے تھوڑا تو نہیں لگ رہا، دکھاؤ زرا۔۔" ابراہیم اس کے پاس بیٹھ کر نبض چیک کرنے لگا پھر چونک کر اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا۔

"کافی ٹمپریچر ہو رہا ہے تمہیں۔۔ کوئی پریشانی ہے کیا؟" اس کے گرد بازو پھیلا کر اسے اپنے حصار میں لیتا وہ نرمی سے سوال کر رہا تھا۔ ایقان سر اٹھائے اسے دیکھنے لگی۔۔

دل چاہا کہہ دے ہاں اسے شادی نہیں کرنی۔۔

دوسری مرتبہ پھر کسی کی باندی نہیں بننا چاہتی۔ مرد تو حاکم ہی ہوتا ہے اور وہ اب کسی بھی اچھے یا برے مرد کی محکوم رعایا نہیں بننا چاہتی۔

مگر وہ سب اعتراضات اپنے اندر دبا گئی، جانتی تھی اس کے انکار کی اب کوئی گنجائش نہیں بچی تھی۔

"مجھے کوئی پریشانی نہیں بس۔۔ میں تھوڑی گھبرائی ہوئی ہوں۔" وہ سر جھکا کر جھجک کر بولی تھی۔ ابراہیم سمجھ گیا وہ دوسری بار شادی جیسے تجربے سے نہیں گزرنا چاہ رہ تھی۔

"میں سمجھتا ہوں ایقان، تم ڈری ہوئی ہو خود پر گزرے حالات کی وجہ سے۔۔ میں تم سے یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ مت ڈرو، برا وقت انسان کے اندر ٹھہر جاتا ہے اور پھر وہ تب تک نہیں نکلتا جب تک انسان اچھے وقت میں مگن نا ہو جائے۔۔

اور کسی کے کہہ دینے سے انسان نارمل نہیں ہو جاتا مگر دیکھو ایقان اگر تم یہاں اس خوف میں خود کو قید رکھو گی تو ساری زندگی سب سے ڈرتی ہی رہو گی۔۔

تم جانتی ہماری حویلی میں بہن، بیٹی کو عزت دی جاتی ہے تو جو عزت دے گا وہ تمہیں کسی کے آگے گرنے نہیں دے گا بس اتنا یقین رکھو۔۔"

ابراہیم نرمی سے سمجھا رہا تھا۔ ایقان کے دماغ کی الجھن سلجھ رہی تھی مگر وہ ابراہیم کو نہیں بتا سکتی تھی کہ وہ پھر سے ان چاہی بیوی بن کر نہیں جانا چاہتی۔ ماحد خان کے ساتھ بھی ایسے ہی رشتہ جوڑا گیا تھا اور اب خان ریاض کو بھی کیسے اس شادی کے لیے منایا گیا وہ جان گئی تھی۔

"اب موڈ اچھا کرو، کوئی اور بات ہے تو بتاؤ؟ کیا تم اپنی شاپنگ کرنا چاہتی ہو؟" ابراہیم اسے کندھوں سے تھام کر اپنے سامنے کرتے ہوئے مسکرا کر بولا۔

"نہیں مجھے نہیں کرنی شاپنگ، مجھے کچھ نہیں چاہیئے۔" وہ نفی میں سر ہلانے لگی۔ جب دل ہی راضی نہیں تھا تو خوشی کیسے محسوس کرتی۔

"ایقان ایسے مت کرو ناں، میں اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر آج آیا ہوں تاکہ تمہیں تمہاری مرضی کی شاپنگ کروا سکوں، تو کوئی بھی بہانہ کیے بغیر چادر پہن کر آؤ پھر مجھے فری ہو کر واپس جانا ہو گا۔"

ابراہیم اس کا سر تھپک کر بولا اور اس کو بولنے کا موقع دیئے بنا بستر سے کھڑا کر دیا۔

وہ چپ چاپ اٹھ کر باتھ روم میں بند ہو گئی، ابراہیم باہر جا چکا تھا، آج ہاسپٹل سے سیدھا حویلی پہنچا تھا تاکہ ایقان کو شاپنگ کروا سکے۔ اس کی پہلی شادی میں تو وہ مہمان کی طرح آیا تھا اور کوئی حق نہیں نبھایا تھا، اپنے ارمان وہ اسی بار پورے کرنا چاہتا تھا کیونکہ اسی بار لڑکا اس کی مرضی کا تھا۔ اس بار اسے اپنی تھکن کی بھی پرواہ نہیں تھی۔

ایقان چہرے کو بھگو کر اپنی اداسی چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔ تولیہ سے تھپک کر چہرہ صاف کرتی باہر آئی اور اسی ملگجے حلیہ میں چادر پہنے باہر نکل گئی۔

ابراہیم اسے لیے اپنی گاڑی کے پاس پہنچا، عین اسی وقت حویلی کا پھاٹک کراس کرتی خان رباض کی گاڑی ان کے قریب آ کر رکی۔

اپنی چادر سیٹ کرتی ایقان حواس باختہ سی ابراہیم کو دیکھنے لگی۔ وہ رباض کا سامنا کیے بغیر جلد

از جلد گاڑی میں بیٹھ جانا چاہتی تھی مگر ابراہیم تو اس لمحے جیسے ایقان کو بھلا ہی گیا تھا۔

"سناؤ ابراہیم آج کیسے نظر آئے حویلی میں۔۔" خان رباض گاڑی سے نکلتے ہوئے مسکرا کر بولا۔

ایقان خفت کے مارے چہرہ چھپاتی ابراہیم کے پیچھے چھپ گئی۔ رباض اسے دیکھتا ساختہ چونک گیا تھا۔

"آپ کی شادی ہے جناب، مجھے بھی تو تیاری کرنی ہے۔ تو ایقان کو لے جا رہا ہوں تاکہ دونوں بہن بھائی اپ ی خریداری کر سکیں۔" ابراہیم نے کندھے اچکا کر بولتے ہوئے گردن موڑ کر ایقان کو دیکھا تو حیران رہ گیا۔

وہ بالکل ہی اس کے پیچھے چھپتی جا رہی تھی۔ اس کی اس حرکت پر خان رباض کے لبوں پر نامحسوس سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔

"او کے جاؤ پھر ملتے ہیں۔۔" وہ سمجھ گیا ایقان اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تبھی اس کا کندھا تھپک کر بولتا اندر چلا گیا۔

"ویٹ کروانے کے لیے سوری۔" ابراہیم پلٹ کر اس سے بولتا گاڑی کا ڈور کھولنے لگا۔

ایقان کا چہرہ شرمندگی اور گھبراہٹ سے سرخ ہوا جا رہا تھا۔

وہاں اندر جاتے رباض کا دماغ کچھ الجھ رہا تھا۔

"کہیں ایقان پر زبردستی تو نہیں کی جا رہی۔۔؟؟؟"

یہ بات اسے پریشان کر گئی تھی۔

oooooooooo

اوراد آفس سے نکل کر اپنے گھر پہنچا تو سامنے الہام اس کے انتظار میں گھر سے باہر ٹہل رہا تھا۔ گاڑی قریب پہنچتے ہی بیٹھ گیا۔

"میں صبح سے ویٹ کر رہا تھا، آپ لیٹ کیوں آئے۔"

الہام کا موڈ بری طرح آف تھا۔ اوراد نے ایک نظر اس پر ڈالی اور خاموشی سے گاڑی آگے بڑھا گیا۔ الہام کو اس وقت اوراد کچھ سنجیدہ اور تھکا ہوا محسوس ہوا تو اپنے ہیڈ فون لگاتا خاموشی سے آنکھیں موند کر بیٹھ گیا۔

"یہاں کیوں آئے ہیں ہم۔؟" وہ خان عیسٰی کے گھر پہنچے تو الہام چونک کر سیدھا ہوا۔ حمالہ اور علیہا بھی گیراج میں ہی منتظر کھڑی تھیں، جونہی اس نے گاڑی کا ہارن دیا وہ دونوں اپنے اپنے بیگز لیے ٹھک سے باہر نکلیں۔

"اوہ واؤ حمالہ کیسی ہو۔۔" الہام تو حمالہ کو دیکھ کر خوشی سے چہکا تھا۔ حمالہ کی بھی آنکھیں چمکیں۔

"میں بھی ہوں الہام لالہ۔۔" علیہا نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے خفگی سے بھائی کو دیکھا۔ اوراد گاڑی آگے بڑھا چکا تھا۔ اس وقت ان سب کو شاپنگ پر لے جانے کا سوچ کر ہی اس کا موڈ خراب ہو رہا تھا۔

آج کل وہ فارن ڈیلی گیشنز کے ساتھ کسی پراجیکٹ پر کام کر رہا تھا، کام کا بوجھ بھی حد سے سوا تھا اوپر سے ریاض کی اچانک تیار ہوئی شادی نے اسے مزید مصروف کر دیا تھا تاکہ وہ شادی تک فارغ ہو جائے مگر خانزادہ نے اس بار قسم کھائی تھی خان اوراد سے بھی ضرور کام لیں گے۔

"سوری یار تمہیں پتا ہے ناں میں حمالہ کو دیکھ لوں تو پھر کوئی یاد نہیں رہتا۔" الہام شرارت سے آنکھ دبا کر علیہا سے بولا تو حمالہ نے اس اہمیت پر گردن اکڑائی۔ علیہا مسکرانے لگی۔

"جی پتا ہے کیونکہ آپ حمالہ کے اکلوتے بھائی ہیں۔۔"

علیہا نے سر ہلا کر کہا۔ اوراد گاڑی شاپنگ سینٹر تک لے جا کر روکتا پر سوچ نظروں سے باہر دیکھنے لگا۔

"کچھ آئڈیا ہے کہاں جانا ہے؟ کہاں سے شاپنگ کرو گی؟" اوراد نے علیہا سے سوال کیا تو وہ سر ہلا گئی۔

"ٹھیک ہے، اترو گاڑی سے اور ہاں زیادہ وقت نہیں ہے تم تینوں کے پاس۔۔" وہ گاڑی سے اترتے ہوئے بولا تو حمالہ پریشان ہو گئی۔ اسے تو کوئی چیز جلدی پسند نہیں آتی تھی۔

"الہام تم تو خود کر لو گے ناں شاپنگ؟ میں ان دونوں کو لے جاتا ہوں اور میں بار بار کہہ رہا ہوں، زیادہ وقت مت لگانا ورنہ میں اسے چھوڑ کر چلا جاؤں گا جس نے دیر لگائی۔" اوراد گاڑی لاک کرتے ہوئے وارن کر رہا تھا۔

"علیہا مجھے ایسے شاپنگ نہیں کرنی، کچھ پسند نہیں آئے گا تو لیں گے کیسے۔۔" حمالہ نے علیہا کے کان میں گھستے ہوئے رونی آواز میں کہا۔ اوراد دور کھڑا الہام کو پیسے دے رہا تھا۔

"سنو لالہ کی چوائس بہت اچھی ہے، یاد ہے تین سال پہلے مجھے میری برتھ ڈے پر کتنا اچھا

ڈریس دیا تھا۔" علیہا اس کا ہاتھ پکڑ یاد دلا رہی تھی۔ حمالہ آنکھیں چھوٹی کیے یاد کرنے میں مصروف ہوئی۔

"بس لالہ سے کہیں گے وہی سلیکٹ کریں گے تمہارے ڈریسز اور میں اپنی شاپنگ خود کر سکتی ہوں۔ ایزیونو میری چوائس زیادہ مشکل نہیں۔" علیہا کندھے اچکا کر بولتی اوراد کے اشارے پر حمالہ کا ہاتھ پکڑ کر آگے قدم بڑھا گئی تھی۔ حمالہ ابھی تک وہ ڈریس یاد کرنے میں لگی ہوئی تھی جو اوراد نے علیہا کو دیا تھا۔

وہ سب سے پہلے سیدھا ڈریسز لینے کے لیے لے گیا تھا، علیہا کی نظریں تیزی سے گھوم رہی تھیں۔ وہ بہت جلدی چیز پسند کر لیتی تھی مگر حمالہ بوکھلا گئی۔

"حمالہ تمہیں نہیں لینے ڈریس؟" حمالہ کی غائب دماغی پر خان اوراد نے بے ساختہ اسے پکارا۔

"مجھے نہیں کرنی شاپنگ، ایسے جلدی جلدی تو بالکل نہیں۔۔" وہ حواس باختہ سی لگ رہی تھی۔ اوراد کے ماتھے پر بل پڑے۔ علیہا بھی متوجہ ہوئی۔

"لالہ اس کی شاپنگ آپ کریں اسے اچھی چیز نہیں ملتی جلدی اور کافی ٹائم لگا دے گی۔" علیہا نے اپنے لیے ایک فراک پسند کرتے ہوئے اوراد سے کہا۔

"دیر کیوں کرے گی، یہاں آؤ۔۔" اوراد آگے ہو کر حمالہ کو اپنے پاس بلا گیا۔ وہ اس کے پاس آتی فرماں برداری سے اسے دیکھنے لگی۔ دو دن پہلے وہ اوراد کو بد دعائیں دے رہی تھی کہ اللہ کرے وہ ایسا مصروف ہو جائے کہ شادی پر ہی نا آ سکے اور اپنا کام کرتے ہوئے اکیلا بیٹھا اداس ہوتا رہے۔۔

آج وہ اپنے مطلب کے لیے اسی اوراد کو نہایت عزت سے دیکھ رہی تھی۔

"دیکھو ڈفرنٹ سٹائل کے ڈریسز ہیں، کون سا لو گی۔۔" اوراد زندگی میں پہلی مرتبہ حمالہ کے لیے لیڈیز ڈریسز غور سے دیکھ رہا تھا۔ غرارہ، فراک، میکسی، ساڑھی، چوڑی دار پاجامہ اور شرٹ۔۔

الگ اقسام کے کپڑے دیکھ دیکھ کر وہ خود بھی اچھا خاصہ الجھ چکا تھا۔ حمالہ نے کافی دیر دماغ کھپانے کے بعد بلیو کلر کا گھیر دار فراک اور غرارہ دیکھتے ہوئے سوالیہ نظروں سے اوراد کو دیکھا گویا مشورہ مانگ رہی ہو۔ وہ وقتاً فوقتاً اپنے موبائل پر نظر ڈالتا اس ڈریس پر اثبات میں سر ہلا گیا۔

علیہا اور اوراد کی مدد کے باوجود حمالہ اچھا خاصہ وقت لگا کر ہی اپنے لیے تین جوڑے لے پائی تھی۔ الہام اپنی شاپنگ کر کے ان کے پاس آ چکا تھا۔

"چلو اب چلیں بس۔۔ بہت وقت لگا چکے ہو۔" اوراد واپس جانے کے لیے تیار ہوا۔

"لالہ سینڈلز لینے ہیں، ابھی جیولری رہتی ہے، ابھی سے کیسے چلے جائیں۔۔" علیہا تو غم سے چیخی۔

"تو تمہیں رات یہیں گزارنی ہے کیا؟ اب اگر مزید وقت ضائع کیا تو میں چلا جاؤں گا۔" اوراد نے ان دونوں گھورتے ہوئے کہا۔ وہ خاموشی سے سر ڈالے اس کی بات کی پرواہ کیے بغیر آگے بڑھ چکی تھیں۔

"لالہ لڑکیاں تو ایسے ہی وقت لگاتی ہیں، میں تو کہتا ہوں چلیں پہلے پہلے کچھ اچھا سا کھا پی لیتے ہیں، میرا بھوک سے برا حال ہو رہا ہے۔" الہام نے اوراد سے ریکوئسٹ کی۔ وہ ان سنا کیے موبائل کان سے لگاتا اپنی پی۔اے کو ضروری ہدایات دے رہا تھا۔

اسے اندازہ ہو گیا تھا آج کے دن آفس واپسی کا کوئی چانس نہیں تھا۔۔ وہاں علیہا اور حمالہ اپنے لیے شوز پسند کر رہی تھیں۔

"ایسا کرو میں یہ سینڈلز دیکھ لیتی ہوں اور تم وہ سامنے جا کر ہمارے ڈریس سے میچ کرتی اچھی سی جیولری سلیکٹ کر لو۔۔کام جلدی ہو جائے گا۔" علیہا نے اس مشورہ دیتے ہوئے باہر بھیجا۔

حمالہ ابھی شاپ سے نکلی تھی کہ کسی سے ٹکرا گئی۔

"اوہ سوری۔۔" ماحد خان معذرت کرتے ہوئے پلٹا تو حمالہ کو نقاب میں بھی دیکھ کر پہچان گیا۔

"حمالہ تم یہاں اکیلی۔۔" ماحد خان نے بولنا چاہا مگر حمالہ تنفر سے رخ پھیرتی وہاں سے جانے لگی۔

"رکو میری بات سن کر جاؤ۔۔گلے جان تم سے ملنے کے لیے بے تاب ہیں۔۔" ماحد اس سے مخاطب ہونے کے لیے جان بوجھ کر گلے جان کا زکر کر گیا تھا۔

حمالہ بے ساختہ رک گئی تھی۔اپنی نانی جان کے لیے پریشان ہوتی حمالہ کی آنکھوں سے بھی پریشانی ظاہر ہو رہی تھی۔ماحد خان اپنی کامیابی پر ہلکا دل میں مسکرایا۔

"جانتی ہوں کل بھی سارا دن ہاسپٹل میں گزرا ان کا،اب تو بہت بیمار رہتی ہیں۔۔صرف تم سے ایک بار ملنا چاہتی ہیں،انہیں خوف ہے تم سے ملے بنا مر جائیں گی۔" وہ لہجے میں افسوس بھر لایا۔ خان حویلی والوں سے اپنی ہار کا بدلہ لینے کے لیے اسے حمالہ بہت آسان مہرہ لگ رہی تھی۔

"تو یہ سب آپ کو ایقان کے ساتھ گھٹیا سلوک کرتے ہوئے سوچنا چاہیئے تھا۔آپ انسان کہلانے کے لائق ہی نہیں ہیں اور نانی جان کی بھی بد قسمتی یہی ہے کہ وہ آپ کی زمہ داری لے بیٹھی تھیں۔آپ کی

وجہ سے دونوں خاندانوں میں دراڑ پڑ گئی ہے۔۔" حمالہ جیسی معصوم نظر آنے والی لڑکی نے بھگو بھگو کر ماریں تو ماحد خان کا چہرہ توہین سے سرخ ہوا۔

"مانا میں نے غلط کیا مگر میرا قصور اتنا بھی نہیں ہے، تم یک طرفہ کہانی سن کر مجھے برا کہہ رہی ہو سچ جان لو تو شاید۔۔" ماحد خان اپنا غصہ اپنے اندر دبائے دھیمے لہجے میں بول رہا تھا۔

اوراد کے ساتھ وہاں آتے الہام نے حمالہ کے ساتھ کھڑے ماحد خان کو دیکھا تو ٹھٹک گیا۔

"ماحد خان۔۔" اس نے غصے سے دانت کچکچائے۔ اوراد چونک کر سامنے دیکھنے لگا۔ حمالہ کو ماحد خان کے ساتھ دیکھ کر اس کے اندر آگ جل اٹھی تھی۔

"یہاں کیا کر رہی ہو؟" وہ تیزی سے اس کے سر پر پہنچ کر غصے سے بولتا کڑی نظروں سے ماحد کو گھورنے لگا۔

"کزن ہے میری۔۔ تمہارے ساتھ اگر شاپنگ کے لیے آسکتی ہے تو پھر مجھ سے بات کرنے میں کیا برائی ہے؟" ماحد خان تمسخر بھرے لہجے میں بولا۔ حمالہ کو اس سے شدید نفرت محسوس ہوئی۔

"ہم اپنی لڑکیاں تم جیسے گھٹیا انسان کے سامنے ہی نہیں لانا چاہتے۔" الہام نے اس کا گریبان پکڑ کر جھٹکا دیا۔ ارد گرد لوگ متوجہ ہونے لگے تھے۔ علیہا بھی بھاگ کر دکان سے باہر آ گئی۔

"تمہیں اپنی عزت پیاری ہے تو دفع ہو جاؤ یہاں سے۔" اوراد نے غرا کر ماحد خان کو وارن کیا۔ الہام بھی جھٹکے سے اس کا گریبان چھوڑ چکا تھا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہوتا اپنا گریبان جھٹک کر سیٹ کرنے لگا۔

"جارہا ہوں مگر یاد رکھنا ایسا نا ہو یہ اکڑ تم خان حویلی والوں کو مہنگی پڑ جائے۔" ماحد خان نفرت سے بولتا وہاں سے چلا گیا۔

"تم آج کے بعد خٹک حویلی والوں سے رابطہ مت کرنا ورنہ بہت بری طرح پیش آؤں گا۔" اوراد نے حمالہ کو سخت نظروں سے دیکھتے ہوئے غصے سے کہا۔

"میرا ماحد خان سے کوئی لینا دینا نہیں مگر خٹک حویلی میں میری نانو بھی رہتی ہیں، میرا ان سے تعلق کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔" حمالہ آنکھوں میں آنسو بھرے ضدی لہجے میں بولی۔

"کوئی نہیں ہے تمہارا وہاں، اپنے دماغ سے خٹک حویلی کا خیال نکال دو، چلو اب یہاں سے۔۔" خان اوراد ترش لہجے میں بولتا آگے بڑھ گیا۔ علیہا گھبرائی ہوئی سی حمالہ کو تھام کر آگے بڑھی۔

"حمالہ تمہارے اسی جذباتی پن کو کوئی بھی استعمال کر سکتا ہے، ہم جانتے ہیں تمہارا ان لوگوں سے قریبی رشتہ ہے مگر کچھ عرصہ تمہیں اپنے جذبات پر قابو رکھنا ہو گا۔ ماحد خان نہایت گھٹیا انسان ہے، وہ آئندہ کہیں ملے تو راستہ بدل لینا مگر بات مت کرنا۔۔" الہام نے گاڑی میں بیٹھتے ہی نرمی سے اسے سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ ان تینوں بہن بھائیوں سے منہ موڑے روتی جا رہی تھی۔ علیہا پریشانی سے اسے دیکھنے لگی۔ الہام نے تاسف سے اسے دیکھا اور چہرہ سامنے کر کے خاموشی سے بیٹھ گیا۔

خان اوراد کو ماحد خان کی دھمکی بری طرح چبھ رہی تھی۔ جانے سے پہلے جیسے اس نے حمالہ کو دیکھا تھا اوراد سمجھ گیا وہ خان حویلی کا سر جھکانے کے لیے حمالہ کو ہی استعمال کرے گا۔

حمالہ حویلی پہنچنے تک روتی ہی رہی تھی۔ وہ ماحد خان سے بھی نفرت کرتی تھی مگر اسے اپنی نانی کی بیماری کا سن کر فکر ستا رہی تھی اور آج سختی سے خٹک حویلی والوں سے ملنے پر پابندی لگانے والے خان اور ادپر بھی اسے غصہ آ رہا تھا

oooooooooooo

حویلی میں شادی کے ہنگامے جاری تھے۔ حمالہ شہر سے کی گئی ساری شاپنگ ایک طرف رکھ کر اپنے پرانے کپڑوں میں بد دلی سے تیار ہو رہی تھی۔

"یہ کیا پہنا ہوا ہے حمالہ؟ یہ میکسی تو تم نے لاسٹ ٹائم بھی پہنی تھی ناں؟" اسوان نے اس کی میکسی دیکھ کر حیرت سے سوال کیا۔

"بس یہی ہے میرے پاس، میری شاپنگ نہیں ہوئی۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولتی بال بنا رہی تھی۔

"مگر حمالہ۔۔ لالہ نے۔۔" علیہا نے بولنا چاہا۔

"مجھے ان کا احسان نہیں چاہئیے۔ وہ میرے لالہ نہیں ہیں اور اچھے انسان تو بالکل نہیں ہیں۔

تم بھول گئیں کیسے انہوں نے مال میں سب کے درمیان مجھے ڈانٹا تھا۔" حمالہ خفگی سے بولتی چلی گئی۔

علیہا نے تاسف سے لب کاٹتے ہوئے نظریں چرائیں۔

اسوان منہ کھولے دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

"یہ سب کیا ہے؟ کس نے کیا کہا حمالہ کو؟" اسوان نے تجسّس سے سوال کیا۔ حمالہ نے اسے الف تا یے ساری کہانی سنا ڈالی جس میں خود کو معصوم اور مظلوم ظاہر کیا تھا۔

"بالکل ٹھیک کیا اوراد لالہ نے۔۔ کیا تمہارا دماغ خراب تھا جو تم اس گھٹیا انسان کے ساتھ بات کرنے رک گئیں، تمہاری نانو ایسے کہیں نظر آئیں تو بے شک مل لینا کوئی روکے تو تب بات کرنا۔" اسوان تو سب سن کر بھڑک ہی اٹھی تھی، حمالہ کا منہ اتر گیا۔

"جاؤ اب موڈ ٹھیک کرو اور نیو ڈریس پہنو۔ ویسے بھی وہ اوراد لالہ نے نہیں لے دیئے، یقیناً داور چاچو نے تمہاری شاپنگ کے ان کو پیسے دیئے ہوں گے۔"

اسوان نے اسے بہلانے کے لیے جھوٹ بول دیا۔ علیہا بھی ہاں میں ہاں ملانے لگی۔

"اس ڈریس کے ساتھ سینڈلز نہیں ہیں۔" حمالہ نے بھی اوراد کے پسند کیے ڈریس نا پہننے کی ٹھانی ہوئی تھی تبھی دوسرا بہانہ تیار کر لیا۔

"میری سینڈلز دیکھ لو، کوئی میچ کر جائے گی، ورنہ ایک کرسٹل کوٹ شوز ہیں، وہ پہن لینا۔" اسوان کے پاس سب کچھ تیار تھا۔

حمالہ دھپ دھپ کرتی وہاں سے چلی گئی۔ جب چینج کر کے آئی تو نیو ڈریس تھا مگر اوراد کے دلائے ڈریسز میں سے اب بھی نہیں تھا۔ علیہا اور اسوان ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئیں۔ گلالئی بھی پہنچ چکی تھی۔ وہ مل کر اپنی تیاری کرنے لگیں۔

وہاں بیوٹیشن ایقان کو دلہن بنانے میں مصروف تھی۔

"تھوڑا لائٹ سا میک اپ کریں پلیز۔" ایقان نے بے چینی سے سامنے مرر میں اپنا عکس دیکھا۔

"سوری مجھے میم پریہان نے کہا ہے بہت اچھا تیار کرنا ہے۔" بیوٹیشن نے صاف انکار کر دیا۔ ایقان کا دل برا ہونے لگا۔ اسے ایک بار پھر یہ ہار سنگھار کرنا وحشت میں مبتلا کر رہا تھا۔

اسے یقین تھا خان رباض اسے نہیں دیکھے گا، شاید وہ بھی کمرے میں دیر سے آئے یا شاید آئے ہی نہیں۔۔

وہ بند آنکھوں میں اپنے لیے زلت کے مناظر تحریر کر رہی تھی، حلق میں بار بار آنسوؤں کا گولہ سا اٹک رہا تھا۔ بیوٹیشن مہارت سے ہاتھ چلاتی اسے کسی حسین شہزادی میں بدل چکی تھی۔

"واؤ یو آر سو بیوٹیفل۔۔" بیوٹیشن کی تعریف پر وہ خالی خالی نظروں سے شیشے میں خود کو دیکھنے لگی۔ وہ پیاری لگ رہی تھی مگر۔۔ خوش نہیں تھی۔

oooooooooooo

وہ تینوں دوستیں کافی عرصہ بعد اکٹھی بیٹھی تھیں۔ پروا بھی وہیں ان کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔

"ریما تم نے تو خود کو مصروف ہی کر لیا ہے، گھر میں فارغ ہوتی ہو ہمارے پاس چلی آیا کرو۔۔" پریہان نے ریما کو دیکھا جس کا مزاج وقت کے ساتھ کافی بدل چکا تھا۔

"چھوڑو بھئی، یہ عمر ہے کوئی یہاں وہاں جانے کی۔۔ مجھے تو سستی ہی نہیں چھوڑتی اب، اوپر سے خان صاحب نے آدھی زندگی مجھے بس پہاڑ سے اتارتے چڑھاتے گزار دی ہے اب تو جوڑوں کا مرض ہو گیا ہے۔

گھر کے کام بھی گلالئی کرتی ہے۔" ریما تو وقت سے پہلے بڑھاپا سوار کیے بیٹھی تھیں۔

"بس کر دو ہم سب جانتی ہیں تم نے ادب بھائی کو کتنا بھگایا ہے، وہ تو پھر بھی ایکٹو اور ینگ ہیں۔" مرحا نے ناک پر سے مکھی اڑائی۔

"اب مجھ سے سن نا لینا اس عمر میں تم۔۔ خان صاحب گھنے ہیں پورے، یہاں سب کے سامنے سیدھے بنتے ہیں ویسے اپنی بات منوانی خوب آتی ہے۔" ریما نے ناک چڑھا کر ادب خان کی برائی کی۔

"ایسا مت کہو ریم۔۔ اتنی بڑی بات تم ان سے منوا چکی ہو۔۔ ایسی قربانی کوئی مرد نہیں دیتا جو ادب بھائی نے تمہارے لیے دی ہے۔" پریہان کی بات پر یکدم ریما سنجیدہ سی ہو گئی تھی۔ پریہان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو لب دبا گئیں۔ مرحا متاسف ہوئیں۔

"آپ کی یہ کنڈیشن ہے تو گھر کا کام کیسے کرتی ہوں گی۔" پُروا نے بات کا رخ موڑا۔

" اب مجھ سے گھر کے کام ہی نہیں ہوتے۔ گلالئی سارا گھر بھی سنبھالتی ہے اور زبان بھی اللہ نے اسے ان دونوں جیسی دے دی ہے، کام کر کے جتا بھی دیتی ہے مگر خیر اس کا سہارا ہے مجھے۔۔" ریما ہلکے پھلکے لہجے میں بولیں تو سب ہنسنے لگیں۔

"یہ غلط ہے ریما، ایسے بیٹھ جاؤ گی تو زیادہ بیماریاں لگیں گی۔۔ زرا ایکٹو ہو جاؤ۔۔" مرحا نے

مشورہ دیا۔

"بس اب دل نہیں کرتا، ایسا لگتا ہے گھر بے رونق اور خالی سا کر بیٹھی ہوں، پچھتاوا جان کو آ گیا ہے۔"

ریما آہ بھر کر بولیں۔اپنی خوشیوں بھری زندگی میں اپنے والدین کے لیے ریما نے جو قربانی دی تھی وہ آج تک انہیں پہلے جیسا نہیں کر سکی تھی۔

"اب ایک ہی حل ہے کہ اپنے بیٹے کی شادی کر دو اور گھر میں کوئی رونق لے آؤ۔" پریہان نے مشورہ دیا۔

"ہاں بات تو ٹھیک ہے، تم نے تو اپنی بیٹی کا وقت سے پہلے ہی رشتہ کر دیا ہے اب مرحا مجھے اپنی بیٹی دے دے تو میں بھی جلدی خوشی دیکھوں۔نئے لوگ مجھ سے نہیں آزمائے جاتے۔" ریما نے تو اپنی عادت کے عین مطابق جو دل میں تھا بول دیا۔پریہان مسکرانے لگیں جبکہ مرحا تو اس اچانک حملہ پر گڑبڑا گئیں۔

NOVEL IN URDU

"کیا ہوا کوئی اعتراض ہے؟ یا میرا بیٹا نہیں پسند تمہیں؟" ریما نے کڑے تیوروں سے مرحا کو گھورا۔

"مجھے کیوں نہیں پسند ہو گا تمہارا بیٹا، قسمت سے وہ ادب بھائی جیسا ہے تبھی بہت ماشاءاللہ شاندار شخصیت ہے۔میں بات کروں گی خان صاحب سے۔۔

ویسے پلوشے بھی اپنے بیٹے کے لیے بات کر چکی ہیں مگر میرے لیے تمہارا بیٹا زیادہ بہترین ہے۔"

مرحا نے مسکرا کر کہا تو ریما خوش ہو گئیں۔

"تمہاری نند پلوشے کو تو بہت لڑکیاں مل جائیں گی۔" ریما نے جیسے بیٹھے بیٹھے ہتھیلی پر سرسوں جمایا۔

"ہمارے خاندان میں لڑکیاں کم ہیں اور لڑکے زیادہ تو بس کافی میس اپ ہو گیا ہے سب۔۔ میری علیہا کو تو اس کے بچپن میں ہی پریسہ آپی نے اپنے کیف کے لیے پسند کر لیا تھا۔

اب اسوان کو موسٰی لالہ بھی اپنے ابراہیم کے لیے پسند کرتے ہیں اور اس کی بڑی پھوپھو بھی لینا چاہتی ہیں، حمالہ کے لیے پلوشے نے بات کی تھی مگر علیہا کے بعد اب حدیر کسی کا رشتہ نہیں کرنے دیتے، وہ چاہتے ہیں رشتے تب کیے جائیں جب شادیاں کرنی ہوں۔ انہیں لانگ ٹائم انگیجمنٹ نہیں پسند۔"

پریہان تفصیل بتا رہی تھیں۔ ریما سن کر مچل اٹھیں۔

ان کا بس نہیں چل رہا تھا مرحا سے بیٹھے بیٹھے بس حمالہ کی ہاں کروالیں۔

ایقان اور خان رباض کا نکاح کرنے کا وقت ہوا تو وہ سب اٹھ کر سٹیج کے پاس جا بیٹھیں۔ ایقان اداس سی دلہن بنی سٹیج پر سر جھکائے بیٹھی تھی جبکہ خان رباض مردان خانے میں اپنے باپ چچا کے ساتھ بیٹھا مدھم سا مسکرا رہا تھا۔

دو بالکل الگ اور اپنی دنیا میں رہنے والے فرد ایک دوسرے سے جڑ رہے تھے، کون جانے ان کا رشتہ جانے کب تک چلنا تھا۔

oooooooooo

الہام پر یہان کے بلاوے پر زنان خانے کی طرف آیا۔۔ سفید کاٹن کے کرتا شلوار میں دراز قد لیے وہ پہلی بار پر یہان کو جوان لگ رہا تھا۔ ورنہ تو بچہ ہی بنا رہتا تھا۔ پر یہان سے بات کر کے پلٹا تو سامنے خان اوراد کھڑا نظر آ گیا۔

خانزادہ کے ساتھ نہایت سنجیدگی سے وہ کھڑا تھا اور خانزادہ پر جوش سے اپنے جاننے والوں سے اسے ملا رہے تھے، اس کا انداز ایسا تھا جیسے زبردستی پکڑ کر کسی نے وہاں کھڑا دیا ہو۔ الہام

ہنسی دبائے اپنے کیمرہ سے باپ اور بھائی کہ تصاویر بنانے لگا۔

"اوراد لالہ بابا کے ساتھ آپ کی یہ پکچر بڑی کر کے حویلی میں لگواؤں گا۔" وہ شرارت سے مسکراتا پکچرز چیک کرنے لگا۔ خان اوراد ہمیشہ خانزادہ سے زرا فاصلہ پر ہی رہتا تھا جس کی وجہ سے اس کی اب باپ کے ساتھ کوئی پکچر نہیں بنتی تھی کبھی۔۔

وہ پلٹ کر جانے لگا جب زنان خانے میں بالکل سامنے کھڑی حمالہ پر نظر پڑی، اس پر فوکس کر کے تصاویر بناتے ہوئے اس کی نظر قریب کھڑی لڑکی پر پڑی تو چونک گیا۔

"واؤ کافی فوٹوجینک بیوٹی ہے۔" الہام نے چونک کر اس چہرے کو غور سے دیکھا اور لب دبا کر مسکرایا۔

اچانک اس نے اپنا کیمرہ اس چہرے کی جانب کرتے ہوئے ایک ساتھ کئی تصاویر بنالیں۔ خان اوراد کی نظر بار بار چھوٹے بھائی پر جا رہی تھی۔ اس کے ماتھے پر بل پڑے۔ الہام کیا کر رہا تھا آخر۔۔؟؟

کیمرہ میں وہ چہرہ زوم کر کے تصویر بناتا وہ نہایت غیر اخلاقی حرکت کر رہا تھا۔ سامنے گلالئی حمالہ کی دل جلی باتوں پر قہقہے لگا لگا کر ہنس رہی تھی۔

الہام وہاں سے ہٹ چکا تھا مگر کیمرہ میں نظر آتی ہنستی تصویر اور سماعتوں میں گونجتی بار بار کھنکتی ہنسی اسے دلچسپ لگنے لگی تھی۔ خاص پٹھانوں کے طرز کا روایتی فراک پہنے گلالئی نے ماتھے پر چاندی کی بھاری ماتھا پٹی پہنی ہوئی تھی۔ ٹھوڑی اور گالوں پر تین نکتے لگائے وہ اپنے پختوں حسن سمیت الہام کو متوجہ کر رہی تھی۔

"الہام۔۔" اوراد کی سنجیدہ بھاری آواز پر اس نے چونک کر سر اٹھایا تو وہ کچھ ہی فاصلہ پر کھڑا اسے گھور رہا تھا۔ وہ بے نیازی سے قدم اٹھاتا اس کے پاس پہنچا۔

"جی لالہ آپ نے بلایا تھا؟" اوراد کے پاس جا کر وہ نہایت شریف صورت بنا کر بولا۔

"یہ آوارہ لڑکوں کی طرح زنان خانے میں پرائی لڑکیوں کو تاڑنا بند کرو، یہ کیمرہ میں نے تمہیں اس لیے نہیں لا دیا تھا۔" وہ دانت پیس کر بولا تو الہام گڑبڑا گیا۔

"یار آپ نے مجھ پر کیوں نظر رکھی ہوئی ہے۔" وہ روہانسا ہو گیا۔ پوری شادی میں حرام ہو جو اوراد نے اسے کوئی شوخیاں بگھارنے دی ہوں۔

جیسا وہ خود سنجیدہ اور ریزرو تھا ویسا ہی وہ الہام کو بنانے کی کوششوں میں تھا مگر الہام کی طبیعت اس سے بہت الگ تھی تبھی وہ تنگ ہوا۔

"شٹ اپ۔۔ کچھ اخلاقیات سیکھو، تمہارا وہاں کیا کام تھا اور اگر کوئی پکچر بناتے دیکھ لیتا تو کیا امپریشن پڑتا۔" خان اوراد کا دماغ بری طرح گھوما ہوا تھا۔

"بابا کا غصہ مجھ پر اتاریں گے اب۔" الہام بڑبڑا کر منہ بناتا یہاں وہاں دیکھنے لگا۔

"زبان کو لگام دو۔۔" اوراد نے اس کی بڑبڑاہٹ سن کر غصے سے کہا۔ اسے واقعی غصہ تھا، خانزادہ نے اسے اپنے دوستوں سے کیوں ملوایا، بچپن کو وہ نظر اندازی اور خانزادہ کا اس کی پکار کو بھی ان سنا کیے رہنا اسے آج تک ناراض رکھے ہوئے تھا۔ اس پر آج خان ریاض کی شادی پر ہی انہوں نے سب جاننے والوں کو درمیان والا بیٹا دکھانے کی شاید قسم کھالی تھی۔

"یار ناراض کیوں ہو رہے ہیں، ماما نے بلایا تھا بات کرنی تھی، پھر مجھے حمالہ نظر آئی تو میں رک گیا۔ وہ میری چھوٹی بہن ہے، اس کی پکچر تو بنا سکتا ہوں ناں۔۔" الہام اس کے غصے سے بوکھلا کر وضاحتیں دینے لگا۔ اوراد رخ پھیر کر بیٹھ گیا۔

الہام بھی شرافت سے کیمرہ وہیں رکھ کر اس کا موڈ اچھا کرنے کے لیے مؤدب سا اس کے ساتھ بیٹھا رہا۔

دور ریاض سے بات کرتے خانزادہ کی نظر اوراد پر پڑی تو اس کے ماتھے پر بنے لاتعداد بل اور بھنچے ہوئے لب دیکھ کر بے ساختہ مسکرائے۔

"سب کو لگتا ہے خان اوراد وقت سے پہلے میچور ہو گیا ہے، دیکھو مجھے تو آج بھی بچہ ہی لگتا ہے۔" وہ اس کے تاثرات سے محظوظ ہو رہے تھے۔

"آپ کے سامنے بچوں والا رویہ دکھاتا ہے بابا، ورنہ باہر کے لوگوں کے ساتھ دیکھیے گا کبھی خان اوراد کیسا ہے۔" ریاض نے ہنس کر کہا تو وہ سر ہلانے لگے۔

"تم خوش ہو ناں ریاض؟" انہوں نے ریاض کا ہاتھ تھاما۔ وہ مصنوعی خفگی دکھانے لگا۔

"آپ کو میرا خیال آگیا؟" اس نے منہ بنا کر جواب دیا۔

"ریاض جو بھی ناراضگی ہے مجھ سے، اس کا کوئی اثر ایقان پر نا پڑنے دینا۔ تم میرے اچھے بیٹے ہو ناں؟" خانزادہ مدھم لہجے میں درخواست کر رہے تھے۔

"بابا پلیز۔۔آپ نے مجھے اتنا مین سمجھا ہے کیا؟ اور مجھے کوئی ناراضگی یا غصہ نہیں ہے، ہاں اگر اس نے مجھے کبھی شکایت کا کوئی موقع دیا تو تب میں آپ سے ضرور شکوہ کروں گا۔" ریاض نے ان کو مطمئن کرنے کے لیے مسکرا کر ہلکے پھلکے لہجہ میں کہا۔

"وہ کبھی شکایت کا موقع نہیں دے گی، مجھے پتا ہے میری ایقان حویلی کی بیٹیوں میں سب سے زیادہ نرم مزاج اور فرماں بردار ہے۔" خانزادہ تفاخر سے بولتے اسے یقین دلا رہے تھے۔

ایسا یقین جو ریاض کو صرف ان کی خوش فہمی لگا تھا۔ وہ جانتا تھا وہ فرمانبردار ایقان اب بدل چکی ہے۔

وہ لوگوں پر یقین نہیں کرتی، وہ ریاض سے جیسے چھپتی پھر رہی تھی ریاض کو سمجھ آ چکی تھی یہ شادی ایقان کے لیے صرف سمجھوتہ ہے اور کچھ نہیں۔۔ وہ اپنی زندگی کو اب زمہ داری کی طرح جینے والا تھا۔ اسے تو۔۔ یہی لگ رہا تھا۔

ooooooo

وہ سجی سنوری خان رباض کے کمرے میں بیٹھی تھی۔اس کا وجود بے چینیوں سے بھرا ہوا تھا۔اپنے وجود پر موجود بھاری لباس اور مہنگا زیور اسے سانپ کی طرح ڈس رہا تھا۔

(تم یہاں۔۔ایسے کیوں بیٹھی ہو۔۔کس کا انتظار ہے۔۔)

اس کے دماغ میں ماحد خان کا جملہ گونجا، وہ گھبرا کر سر اٹھاتی دروازے کی سمت دیکھنے لگی۔

(شش۔۔خان صاحب۔۔خان صاحب کہو گی تم مجھے۔۔اتنی اوقات نہیں ہے کہ میرا نام لو۔۔)

ایقان کا دل ان جملوں کو یاد کر کے ساکن ہونے لگا۔

(ایسے کیوں ظاہر کر رہی ہو جیسے موم کی بنی ہوئی ہو۔۔ایسا کیا کر دیا میں نے۔۔خاوند بیوی میں یہ سب عام بات ہے، کیا تمہیں گھر والوں نے یہی تہذیب سکھائی ہے کہ شوہر حق لے تو اسے مجرم بنا دینا۔۔)

وہ ان یادوں سے پیچھا چھڑوانے کے لیے تیزی سے کھسک کر بیڈ سے اتری تو لڑکھڑا گئی۔میز کا سہارا لے کر خود کو سنبھالتی گہرے گہرے سانس بھرنے لگی۔

(اس بار ایسا نہیں ہو گا ایقان۔۔اب ویسا نہیں ہو گا۔)

سب کی تسلیاں دلاسے کہیں پیچھے رہ گئے تھے۔

اس بار کیا الگ تھا بھلا؟ وہی ایقان تھی، ویسے ہی اسے زبردستی رباض کے سر پر تھوپا گیا تھا، وہی شادی تھی، وہی کمرے کی سجاوٹ اور وہی ایقان کا سجا سنورا روپ۔۔

سب کچھ تو وہی تھا پھر کیا بدلنے والا تھا۔۔

اسے لگا خوف سے اس کا دم گھٹ جائے گا، ماحد خان کی دی جو زلت، ازیت اور نفرت اس کے وجود میں دب گئی تھی آج آہستہ آہستہ اس کے گلے میں پھندے کی طرح لپٹنے لگی۔ وہ

لرزتی کانپتی سنگھار میز کے پاس زمین پر بیٹھ گئی تھی۔۔

"مجھے وہ سب نہیں دوہرانا۔۔ میں وہ تعلق نہیں دوہرانا چاہتی پلیز۔۔ مجھے آزاد رہنا ہے مورے۔۔"

وہ کپکپاتے ہاتھوں سے خود کو زیورات سے آزاد کرنے کی کوشش کرنے لگی، بندیا، جھومر اتارنے کی کوشش میں ماتھے پر خراشیں پڑ گئی تھیں، ڈوپٹہ نوچ کر سر سے اتارتی اپنے بالوں کو پنوں کی قید سے آزاد کرتی بری طرح الجھ گئی۔

ریاض کمرے میں داخل ہوا تو ایقان کو بستر پر نا پا کر گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔ اپنا ڈریس چینج کرنے کے لیے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھا تو سامنے ڈریسنگ ٹیبل کے قریب فرش پر بیٹھی ایقان کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ وہ بال مٹھیوں میں جکڑے گھٹ گھٹ کر رو رہی تھی۔ ریاض کا دل رک سا گیا تھا۔

"ایقان۔۔" وہ نرمی سے اسے پکارتا اس کے پاس جا بیٹھا۔ وہ اس کی پکار پر جھٹکے سے پیچھے ہوئی۔

"میں نے۔۔ میں نے انکار کیا تھا، یقین کریں میں نے سب سے کہا تھا۔۔ میں آپ کے لائق

نہیں ہوں، میں نے جان بوجھ کر آپ سے شادی نہیں کی۔۔" وہ روتے ہوئے اسے وضاحتیں دے رہی تھی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے، پسینے اور نمی سے تر سرخ چہرہ اور بری طرح کانپتا وجود جیسے

نیم جان ہو رہا تھا۔۔ وہ سہمی ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ ریاض تو اس کی حالت دیکھ کر ساکت رہ گیا تھا۔

"سب ٹھیک ہے، ریلیکس رہو میں جانتا ہوں تم نے جان بوجھ کر شادی نہیں کی اور نا ہی مجھ پر کوئی زبردستی ہوئی ہے۔ ریلیکس۔" وہ اس کے سر دہاتھ تھام کر نرمی سے بولا۔ ایقان روتی جا رہی تھی۔

"رونا بند کرو، مجھے اس شادی سے یا تم سے کوئی مسئلہ نہیں ہے، سو پلیز رونا بند کرو اور بیڈ پر چل کر بیٹھو۔۔" ریاض پریشانی سے بولتا اسے وہاں سے اٹھانے لگا۔ وہ چابی کی گڑیا کی طرح اس کے حکم کی تعمیل کرتی اٹھ کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔

ریاض کو اس کا رویہ عجیب سا لگا تھا، ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کوئی روبوٹ ہے۔ بیڈ پر بیٹھتے ہی کانپتے ہاتھوں سے اس نے اپنا بھاری ہار اتارا، آنکھوں میں ہراس لیے وہ بار بار ریاض کو دیکھ رہی تھی۔

"ایقان ٹھہرو میں ہیلپ کرتا ہوں۔" اسے کانوں سے جھمکے اتارنے کی بجائے کھینچتا دیکھ کر وہ بے ساختہ ٹوک کر اس کے پاس بیٹھا۔ اس کے ہاتھ تھام کر اسے روکتا آرام سے اس کے جھمکے اتارنے لگا۔

اس کے وجود کی لرزش اور خوف زدہ صورت ریاض کو عجیب سے احساس میں دھکیل گئی تھی۔ وہ مجرم نہیں تھا مگر ایقان کی بکھری حالت پر اسے اپنا آپ مجرم جیسا لگ رہا تھا۔ سائیڈ ٹیبل پر پڑے پانی کے جگ سے پانی ڈال کر گلاس اس کے آگے بڑھا گیا۔

"پانی پیو ایقان اور اطمینان رکھو، سب ٹھیک ہے۔"

وہ پانی کا گلاس اسے پکڑا گیا، وہ آنکھیں بند کیے ایک ہی سانس میں پورا گلاس حلق میں انڈیل گئی۔

"ایزی ہو کر بیٹھو۔۔ کیا اب ٹھیک ہو؟" اس سے خالی گلاس لے کر ٹیبل پر رکھتا وہ نرمی سے بولا۔ وہ لب کاٹتی ہاتھ آپس میں مسلنے لگی۔

وہ ٹھیک نہیں تھی، وہ ٹھیک ہی تو نہیں لگ رہی تھی۔ ریاض پریشانی میں مبتلا ہونے لگا۔ یکدم ہاتھ بڑھا کر اس کے نازک ہاتھوں کو تھام گیا۔ ایقان بری طرح ڈر کر اسے دیکھنے لگی۔ لاشعور

میں کہیں اب بھی ماحد خان کا رویہ اٹکا ہوا تھا۔

"ایقان اپنا ماضی بھول جاؤ۔۔ سب مرد ایک جیسے نہیں ہوتے، تم اپنی حویلی میں ہو، یہاں سب تمہارے ساتھ ہیں۔ کبھی میری کوئی بات بری لگے تو تمہیں پورا حق ہے مجھے جتا دینا، شکایت لگا لینا۔" وہ اپنائیت سے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں دبائے نرم لہجے میں بولا۔ ایقان یک ٹک اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ ریاض نے ہاتھ بڑھا کر اس کے رخسار کی نمی کو اپنی انگلیوں سے چھوا۔ وہ پلکیں جھپکتی بدستور اسے دیکھتی، ریاض کو کسی معصوم بچے جیسی لگ رہی تھی۔

"تمہیں ریسٹ کرنا چاہیئے، تھکی ہوئی لگ رہی ہو۔" ریاض نے ہاتھ چھوڑتے ہوئے مسکرا کر کہا تو وہ سر جھکا کر کلائیوں میں بھری چوڑیاں اتارنے کی کوشش کرنے لگی۔ وجود کی لرزش میں کمی آ گئی تھی مگر وہ لباس اور زیورات اسے بری طرح چبھ رہے تھے۔

"کیا تمہیں میں بہت برا لگتا ہوں ایقان؟" وہ اس کا ہاتھ پیچھے کر کے آرام سے اس کی چوڑیاں اتارنے لگا۔

"جی؟" ایقان غائب دماغی سے اسے دیکھنے لگی۔

"تم نے مجھ سے شادی سے انکار کیا تھا، کیا میں اتنا برا ہوں؟" وہ چوڑیاں اتارتے ہوئے اس کی توجہ بٹانے کی غرض سے سوال کر رہا تھا۔۔

"نہیں۔۔ میں بری ہوں۔" وہ بھیگی لہجے میں بولتی اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگی، اس کے ہاتھوں کو ریاض پورے حق سے تھام کر چوڑیاں اتار رہا تھا۔ آنسوؤں کی وجہ سے وہ منظر دھندلاتا جا رہا تھا۔

"تم بری نہیں ہو، تم اتنی اچھی ہو کہ خان ریاض نے تم سے شادی کر لی ہے، تم اچھی ہو اور قابل محبت بھی ہو۔۔ جو لوگ تم سے محبت نہیں کر پائے، وہ بدنصیب تھے، اپنا ماضی بھول جاؤ۔ ٹھیک ہے؟" ریاض نے ساری چوڑیاں اتار کر ایک طرف رکھتے ہوئے اسے سمجھایا۔

وہ معصومیت سے سر ہلانے لگی یوں جیسے سب سمجھ چکی ہے اور ہاں اب سے ایسا کرنے والی ہے۔

ریاض بے ساختہ مسکرا کر دلچسپی سے اسے دیکھنے لگا۔ وہ آج پہلی بار اتنی توجہ سے ایقان کو دیکھ رہا تھا۔ نہیں۔۔ وہ بری تو بالکل نہیں تھی۔

oooooooooo

ریاض کی آنکھ کھلی تو اس نے نظر گھما کر گھڑی کی طرف دیکھا۔ صبح کے پانچ بج رہے تھے۔ وہ آنکھیں مسلتا اٹھ کر بیٹھ گیا۔۔

رات ایک بستر پر سونے کی وجہ سے ایقان پوری رات چوکنا سی ایک کنارے پر سمٹ کر پڑی رہی تھی۔ اس نے جب جب کروٹ بدلی ایقان چونک کر اسے دیکھنے لگتی تھی۔

"ایقان تم آرام سے سو سکتی ہو، تمہیں مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ ایقان کی ان حرکتوں سے پریشان ہو گیا تھا۔ ایقان کی بے یقینی ماحد خان کے درندگی بھرے رویئے کی بدولت تھی مگر خان رباض کو اپنا آپ اب عجیب خفت میں مبتلا ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔

"جی میں۔۔ سو رہی ہوں۔" وہ ہر بار یہی ایک جملہ دوہرا رہی تھی۔ رباض کو ہی تھک کر اٹھنا پڑا۔

"میں سٹڈی روم میں سونے جا رہا ہوں، ایزی ہو جاؤ بلکہ چاہو تو ڈور لاک کر لو۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولتے ہوئے اٹھ کر سٹڈی روم میں بند ہو گیا تھا۔

وہ نہیں جانتا تھا پیچھے ایقان سوئی یا نہیں مگر اس کا خوف زدہ انداز اور چوکنا ہو کر بار بار جاگنا خان رباض سے مزید برداشت نہیں ہونے والا تھا۔

اپنی رات والی حرکت پر اب رباض کو کچھ ندامت سی محسوس ہوئی تو اٹھ کر اس نے آہستگی سے دروازہ کھولا۔ کمرے میں اب بھی نیم اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ رباض نے واش روم میں جا کر وضو کیا اور بیڈ کی سائیڈ ٹیبل سے جائے نماز نکالی۔ بیڈ پر ہلچل سی محسوس کر کے اس نے گردن گھمائی تو چونک گیا۔

ایقان بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ رباض نے لائٹ آن کی تو اس کا چہرہ دیکھ کر اس کے اعصاب کو جھٹکا لگا تھا۔ سرخ سوجی آنکھیں لیے وہ روشنی سے بچ رہی تھی۔ حالت بتا رہی تھی کہ وہ پوری رات ایسے بیٹھ کر گزار چکی ہے۔

"ایقان۔۔ تم ایسے کیوں بیٹھی ہو؟ کیا پریشانی ہے۔"

وہ جائے نماز ایک طرف رکھ کر پریشانی سے اسے دیکھنے لگا۔ وہ لب کاٹتی آنکھیں بھگو گئی۔

"مجھے نیند نہیں آئی۔" بھیگا بے بس جملہ ریاض کو شرمندگی میں دھکیل گیا۔ وہ پوری رات اکیلی پریشان ہوتی رہی تھی اور وہ مزے سے سوتا رہا۔

"نیند کیوں نہیں آئی، ڈر لگ رہا ہے کیا؟ مجھے جگا دینا تھا۔" وہ تاسف سے اس کا جھکا ہوا سر دیکھنے لگا۔ ہاتھ بڑھا کر اس کے بال سمیٹنے کی کوشش میں اس کا ہاتھ ایقان کے رخسار سے

ٹکرایا تو تپش محسوس کر کے وہ آہ بھر گیا۔

وہ بخار میں مبتلا تھی، شاید ڈرتی رہی تھی یا پھر گھبرائی ہوئی تھی۔ اس نے مسئلہ جانے بنا اس سے بد دل ہو کر خود کو سٹڈی روم میں بند کر لیا تھا۔

بہت غلط کیا تھا، اب احساس ہو رہا تھا۔

"ایقان۔۔ یہاں لیٹو میں تمہارے لیے دودھ لاتا ہوں، میڈیسن لو گی تو نیند آ جائے گی۔" وہ نرمی سے اس کے گرد بازو پھیلاتا تکیے سیٹ کر کے اسے سلانے لگا۔

وہ فرمانبرداری سے اپنی بھیگی آنکھیں صاف کرتی لیٹ گئی۔ ریاض کمرے سے نکلا تو سامنے ملازمہ خانی بیگم کے لیے چائے لے جا رہی تھی۔

"لالہ صاحب کچھ چاہیئے کیا آپ کو۔" اسے دیکھ کر وہ ریاض کے پاس آ کر پوچھنے لگی۔

"ہاں ایسا کرو ایک گلاس دودھ گرم کر کے لا دو۔" ریاض نے اسے تاکید کی تو وہ سر ہلا کر چلی گئی۔

وہ کمرے میں جا کر قضا نماز پڑھنے لگا۔

ملازمہ دودھ لائی تو بخار کی ٹیبلٹ لے کر وہ ایقان کے پاس بیٹھا۔ اسے دودھ کے ساتھ میڈیسن دے کر پھر سے سلایا اور اس پر چادر ٹھیک کرتا وہ وہیں بیٹھا اسے دیکھتا رہا۔

"ایقان تمہیں بہت وقت دینا پڑے گا، بہت توجہ اور نرمی۔۔ تمہیں سنبھالنا مشکل ہے مگر اب اکیلا نہیں چھوڑوں گا تمہیں، میں اپنی رات والی حرکت پر شرمندہ ہوں۔" وہ دھیرے سے بڑبڑاتا ہاتھ بڑھا کر نرمی سے اس کے بال سمیٹ کر اس کی جلتی پیشانی پر ہاتھ رکھ گیا۔

ایقان سرخی میں ڈوبی آنکھوں سے رباض کا چہرہ دیکھنے لگی۔ کیا وہ ترس کھا رہا تھا؟ نہیں شاید وہ پرواہ کر رہا تھا۔ ایقان کی۔۔؟ رات وہ گزرے وقت کے بار بار خیال آنے پر سو نہیں پائی تھی مگر رباض کا اٹھ کر وہاں سے چلے جانا اسے اندھیروں میں دھکیل گیا تھا۔

مگر اب ایسی پرواہ اور ایسی توجہ۔۔ تو کیا واقعی وہ برا انسان نہیں تھا؟ ہاں مرد سب تو برے نہیں ہوتے۔۔

رباض نرمی سے اس کا سر دبا رہا تھا، وہ اسے سوچتی نیند میں جا چکی تھی۔

مگر پہلی رات۔۔ اس بار بھی اس پر۔۔ بھاری ہی رہی تھی۔ وہ اس رات بھی جاگتی رہی تھی، اکیلی بیٹھ کر روتی رہی تھی۔

رباض کا اسے یوں چھوڑ کر جانا اسے ڈرا گیا تھا۔

وہ آگے کیسا رویہ رکھے گا، مستقبل کس نے دیکھا ہے۔۔

oooooooooooo

پریہان اور علیہا کی بات سن کر اورادکا دماغ گھوم گیا۔ حمالہ نے اس کے پسند کیے کپڑوں کو ہاتھ نہیں لگایا تھا اور اپنی ضد کی وجہ سے آج ولیمہ کے روز اس نے مرحا سے ڈانٹ کھالی تھی۔

مردان خانے کی طرف بڑھتے ہوئے اس کی نظر سامنے اٹھی تو رک گیا۔ حمالہ ڈھیلے ڈھالے حلیہ میں ڈوپٹہ الٹا سیدھا خود پر ڈالے کچن میں داخل ہو رہی تھی۔

وہ قدم بڑھاتا تیزی سے اس کے سر پر پہنچا، ملازمائیں اسے کچن کے دروازے پر دیکھ کر ڈوپٹے سنبھالتی تیزی سے باہر بھاگ گئیں۔

حمالہ گھبرائی ہوئی سی چہرہ چھپاتی اپنے لیے محفوظ جگہ تلاشنے میں ناکام ہو رہی تھی۔

"صرف ماحد خان سے بات کرنے پر ٹوکا تھا اس میں کیا اتنی بڑی بات تھی جس پر ڈرامہ کر رہی ہو؟"

اورادسختی سے سوال کرتا سب احتیاط بھلائے اسے گھور رہا تھا۔

"ٹوکا نہیں تھا، ڈانٹا تھا۔ وہ بھی سب لوگوں کے درمیان۔" حمالہ نے پلٹ کر اس کی تصحیح کرتے ہوئے اس کی غلطی کا احساس دلایا۔

اورادنے ابرو چڑھا کر اس کی طرف قدم بڑھائے۔

"غلط کرو گی تو ٹوکوں گا ہی، ماحد خان نہایت چیپ انسان ہے اور ایسا پہلی بار نہیں ہوا۔ میں پہلے بھی تمہیں لاپروائی سے روڈ پر انجان لڑکے کے ساتھ دیکھ چکا ہوں، اپنی حرکتوں پر غور کرو اور پھر اس پر اپنی ڈھٹائی دیکھو۔" خان اورادشیلف پر ہاتھ مارتا شدید غصے میں بول رہا تھا۔

حویلی کی کوئی لڑکی ایسی لاپرواہ نہیں تھی، اسوان شہر میں رہی تھی اس کے باوجود پردے کا خیال رکھتی تھی مگر حمالہ کو جب سے وہ جاننے لگا تھا، اس کی حرکتیں اعصاب پر بھاری پڑ رہی تھیں۔ نا وہ پردے کا خیال رکھتی تھی نا سمجھانے کا اثر لیتی تھی۔ ہر بار اپنی مرضی کرتی تھی اور چاہتی تھی اسے ڈانٹا نا جائے۔

"تب میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی اور ماحد لالہ۔۔"

حمالہ اس کے غصے سے ڈر کر وضاحت دینے لگی جب ماحد کو لالہ کہنے پر اوراد کا ضبط جواب دینے لگا۔

"نہیں ہے وہ تمہارا بھائی، کوئی رشتہ نہیں ہے اس سے تمہارا۔۔آئندہ اس کا نام تمہاری زبان پر نا آئے۔"

وہ غصے کی زیادتی سے سرخ ہوتا اسے ٹوک گیا۔ اپنے قریب ابھرتی اس کی بھاری آواز پر حمالہ کا دل ڈوب گیا۔ اسے لگا وہ ابھی ہاتھ نہ اٹھا لے۔

"آپ بھی میرے لالہ نہیں ہیں، میرے لالہ صرف الہام ہیں، آپ مجھے نہیں ڈانٹیں۔" حمالہ اس کی سختی سے سہم رہی تھی مگر جواب دینا ضروری سمجھا۔

آج سے پہلے اس پر کبھی کسی نے ایسے غصہ نہیں کیا تھا، آج خان اوراد اس کی گڈ بک سے نکل گیا۔

"سمجھا نہیں رہا، وارن کر رہا ہوں، آئندہ تم نے ایسی کوئی حرکت کی تو کسی کا لحاظ نہیں کروں گا۔

اور سب کو تنگ کرنا بند کرو، تمہارے ان فضول ڈریسز کے پیسے میں داور چاچو سے لے چکا ہوں۔" اوراد نے اس کے ڈرنے پر پیچھے ہو کر سنجیدگی سے اپنی بات مکمل کی اور وہاں سے چلا گیا۔

حمالہ منہ کھولے دروازے کی سمت دیکھ رہی تھی۔

"لالہ نے مجھے۔۔ دھمکی دی؟" اس کا صدمہ شدت اختیار کر گیا تھا۔ غصے سے بر تن پٹخنے لگی۔

صبح سے اس نے کچھ نہیں کھایا تھا، اب اپنی ناراضگی بھلا کر کھانا کھانے آئی تھی مگر اوراد کے غصہ نے پھر سے رونے پر مجبور کر دیا تھا۔

"جب تک جن لالہ سے واسطہ نہیں پڑا تھا زندگی میں سکون ہی سکون تھا۔ اللہ کرے شہری لڑکی سے شادی کر کے ہمیشہ کے لیے شہر شفٹ ہو جائیں۔۔

ہماری جان چھوٹے گی ان سے، سڑیل انسان۔۔"

وہ نہایت ہلکی آواز میں بڑبڑاتے ہوئے اپنا غصہ نکال رہی تھی۔ بد دعائیں دیتی دھپ دھپ کر کے کچن سے نکل گئی۔

"سب مجھ سے پیار کرتے ہیں، نرمی سے بات کرتے ہیں پھر اوراد لالہ کو کیوں اتنا غصہ آتا ہے مجھ پر۔۔ میں نے کیا بگاڑا ہے ان کا۔۔" اپنے کمرے میں بند ہو کر وہ اداسی سے سوچ رہی تھی۔

جبکہ مردان خانے میں جاتے اوراد کا حمالہ کو سوچ سوچ کر ہی دماغ گھوم رہا تھا۔

"اس لڑکی کا کوئی بندوبست کرنا پڑے گا، ایک بار تم پر حق حاصل ہو جائے پھر تمہارے الٹے دماغ کا اچھے سے علاج کروں گا۔" وہ سر نفی میں ہلاتا مردان خانے میں پہنچا اور خان رباض کے پاس جا بیٹھا۔

"تمہاری بھابھی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، تم نے پوچھا ہی نہیں۔" ریاض نے اس کے بیٹھتے ہی گلہ دیا۔

"میں ڈاکٹر نہیں ہوں۔" وہ ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر بولا۔

"وہ اب ہماری فیملی کا حصہ ہے، کیئر تو شو کر سکتے ہو ناں۔" ریاض نے اسے گھور کر کہا۔

" ابراہیم لالہ سے پوچھ لیا تھا۔انہوں نے بتایا وہ اب ٹھیک ہے،آپ کو اتنا اوور رئیکٹ کیوں کر رہے ہیں۔"

اورادنے اکتا کر بھائی کو دیکھا۔

"میں تو ایسا ہی ہوں۔" ریاض مسکراہٹ دبا کر بولا۔اورادنے صرف سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

"کیا ہوا اورادد، کچھ الجھے ہوئے لگ رہے ہو۔" ریاض نے اس کا موڈ خراب محسوس کر کے پوچھا۔

"کچھ نہیں، اپنی الجھن میں کچھ دنوں تک سلجھالوں گا۔آپ بتائیں خوش تو ہیں ناں؟" وہ اپنی بات گھما کر بڑے بھائی کو دیکھنے لگا۔

"انہیں چھوڑیں، مجھ سے پوچھیں میں کیسا ہوں۔ پوری رات مجھے نیند نہیں آئی۔۔ کیا یہی پیار ہے؟" الہام دھپ سے اس کے پاس بیٹھ کر شوخی سے بولتا آخری جملہ گنگنانے لگا۔

"الہام تمہاری حرکتیں بہت عجیب ہیں، ہم اس ایج میں کافی میچور ہو چکے تھے تمہیں کیا بچپنا سوجھتا رہتا ہے۔" ریاض نے اسے دیکھ کر پریشانی کا اظہار کیا۔وہ بیٹھے بیٹھے شوخی دکھانے لگتا تھا۔گنگنانے لگتا تھا،

اس حویلی کے باقی تینوں لڑکے ایسا مزاج نہیں رکھتے تھے، سنجیدہ اور میچور تھے تبھی الہام کا مزاج انہیں پریشان کرتا تھا۔

"پریشانی کیا ہے آخر۔۔زندہ دل ہوں، آپ لوگ تو۔۔

اوہ خیر۔۔" الہام کندھے اچکا کر بول رہا تھا جب خیال آنے پر چونک کر سیدھا ہوا۔

"ریاض لالہ کی تو شادی ہو گئی ہے، اب تو ہنستے مسکراتے نظر آئیں گے۔" الہام نے شوخی سے آنکھ مارتے ہوئے خان ریاض کو دیکھا تو اوراد اس حرکت پر اسے گھور کر رہ گیا۔

"پہلے کب ناراض رہتا ہوں، اوراد سڑیل ہے میں نہیں۔" ریاض نے ہنسی دبا کر سر ہلاتے ہوئے کہا تو وہ دونوں قہقہہ لگا کر ہنسے۔اوراد نے گہرا سانس بھرا۔

"مجھے الٹی باتیں نہیں پسند، فضول باتوں پر ہنسی نہیں آتی اور ہاں فضول حرکتیں بھی برداشت نہیں ہوتیں۔" خان اوراد سنجیدگی سے بول رہا تھا۔

"اور تمہیں انسان پسند نہیں ہیں، تم سے لڑکیاں برداشت نہیں ہوتیں، تمہیں ہمارے سوال بھی برے لگتے ہیں۔"

ریاض نے انگلیوں پر گن کر مزید خامیاں بتائیں۔

"اور آپ کو میرا شوخیاں کرنا نہیں پسند، میرا بولنا نہیں پسند، میرا پڑھائی سے بریک لینا برا لگتا ہے۔"

الہام نے سوچ سوچ کر مزید بتایا۔

"اور تمہیں میرا دیر سے گھر آنا نہیں پسند، میرا ہاسپٹل میں رہنا برا لگتا ہے، لیڈی ڈاکٹرز کی کالز سے الجھن ہوتی ہے حالانکہ یہ میری جاب کا حصہ ہے۔" اسی وقت وہاں آئے ابراہیم نے بھی حصہ ڈالا تھا۔ خان اوراد نے ناک چڑھا کر ان تینوں کو دیکھا۔

"بتاؤ یار۔۔ یہ کیسی زندگی ہے، تمہیں کچھ پسند ہی نہیں آتا۔ مجھے فکر ہے اپنی شادی پر تمہیں اپنی دلہن پسند نا آئی تو کیا کریں گے۔" ابراہیم سامنے صوفہ پر بیٹھ کر اس کے لیے تفکر ظاہر کر رہا تھا۔

ان تینوں کے چہرے ہنسی دبانے کے چکر میں سرخ ہو رہے تھے، اوراد سر جھٹک کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"مجھے ارینج میرج بھی نہیں پسند۔۔" اس نے جاتے جاتے ان تینوں کو جتایا تو وہ چونک سے گئے تھے۔

"اوراد کسی کو پسند کرتا ہے؟" ریاض حیران ہوا۔

"مجھے یہی لگتا ہے۔" ابراہیم نے پرسوچ لہجے میں کہا۔

"اوراد لالہ تو بہت تیز نکلے۔" الہام ہنس رہا تھا۔

oooooooooo

"سنو حمینہ، مالی بابا تمہیں بلا رہے ہیں، جلدی جاؤ۔" ملازمہ کے پیغام پر وہ گھبرا گئی۔ تیزی میں جیسے تیسے ثنا بیگم کا ڈوپٹہ استری کیا اور ان کے کمرے میں رکھ کر باہر بھاگی۔

"بیٹا یہ بچی کو سنبھالو رو رو کر اس کی حالت بگڑ گئی ہے۔" مالی بابا سرونٹ کوارٹرز کے سامنے پریشان سا کھڑا ہوا مل گیا تھا۔ حمینہ نے اس سے بچی کو لیا تو اس کے اوسان خطا ہونے لگے۔

"گڑیا۔۔ میری گڑیا۔۔" بچی رو رو کر اب نیم جان ہو چکی تھی۔ وہ بھاگ کر اپنے کمرے میں گئی، اسے بستر پر لیٹا کر کپکپاتے ہاتھوں سے دورھ بنانے لگی۔ فیڈر بنا کر اس کے منہ سے لگایا تو وہ دودھ پینے کی بجائے منہ سے نکالنے لگی۔

"یا اللہ اسے کچھ نا ہو۔۔" حمینہ کا دل خوف سے بند ہونے لگا۔ لاغر سی بچی کو سینے میں بھینچے وہ اس کی پشت سہلاتی رونے لگی۔

اس کا قصور بس اتنا تھا کہ اس نے ناجائز بچے کو عام بچوں کی طرح زندگی دینے کی کوشش کی تھی۔ لڑکیاں تو اپنے ساتھ زیادتی ہونے پر بچوں کو مار ڈالتی ہیں مگر حمینہ جیسی کم سن اور کمزور لڑکی کا دل نہیں مانا تھا کہ وہ جیتے جاگتے بچے کو مار دے۔ مگر وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی اس رحمدلی میں اس کی زندگی اتنی زیادہ ابتر ہو جائے گی۔

اس پر احسان کرنے والے ڈاکٹر ابراہیم نے جانے کیسا احسان کیا تھا کہ اس کی زندگی مزید مشکل میں آ گئی تھی۔ وہ تو اسے ملازمہ بنا کر اپنی زندگی میں مگن ہو چکا تھا۔ جانے کیسا ہمدرد تھا۔

اوپر سے ثنا بیگم شادی کے دنوں میں مسلسل حمینہ کو اپنے ساتھ مصروف رکھے ہوئی تھیں۔ کبھی انہیں کپڑے تیار چاہئیے ہوتے تھے، کبھی سر درد کرنے لگتا تھا اور فوراً چائے کی طلب ہو جاتی تھی۔ رات ہوتی تو ان کا تھکن سے برا حال ہو جاتا تھا اس لیے ٹانگیں دبانا اور مالش کرنا ایک اضافی اور ضروری کام ہو گیا تھا۔

حمینہ کا پورا دن حویلی میں گزرتا تھا، باقی ملازمائیں مہمانوں کو سنبھالنے میں مصروف تھیں، لہٰذا ثنا بیگم کا سارا کام اسی کے سر پر آ گیا تھا۔ وہاں اس کی بیٹی کی اس بے توجہی کی وجہ سے طبیعت خراب رہنے لگی تھی۔ حمینہ چند دنوں میں صدیوں کی بیمار لگنے لگی تھی۔ آج ولیمہ تھا اور وہ بس تھکن کی آخری حد پر تھی، شادی ختم ہو تو وہ اپنی بیٹی کو کچھ وقت دے سکے۔

رات دیر تک جیسے تیسے اس نے اپنی بیٹی کو دودھ پلا کر بخار کی دوائی دی، وہ غنودگی میں جا رہی تھی جب ملازمہ نے اسے ثنا بیگم کا پیغام دیا۔

"بہت غصہ کر رہی ہیں خان بیگم، تم کام چھوڑ کر کیوں آ گئیں۔ نوکری سے ہاتھ دھونا چاہتی ہو کیا۔" ملازمہ نے اسے کم عقلی پر ڈپٹا۔ وہ آنسو اپنے اندر اتارتی اپنی بیٹی کو سلا کر حویلی پہنچی۔

"کہاں گئی تھیں تم؟ بہت زیادہ آرام پرست ہو، جاؤ اب چائے بنا کر لاؤ میرے لیے اور پھر آ کر میرے پیر دباؤ۔۔" ثنا بیگم اسے دیکھتے ہی بھڑک اٹھی تھیں۔ وہ سر جھکا کر پلٹی اور کچن میں جا کر چائے بنانے لگی۔ خالی صاف کچن کو دیکھ کر اسے احساس ہوا کہ اس نے رات کا کھانا بھی نہیں کھایا۔

وہ حسرت سے خالی برتن دیکھتی چائے بنا رہی تھی۔ چائے بنا کر ثنا بیگم کے پاس لائی اور خود ان کے قدموں کے پاس بیٹھ کر ان کے پیر دبانے لگی۔ دماغ اپنی بیٹی کی طرف اٹکا ہوا تھا۔

کمرے میں داخل ہوتا ابراہیم ثنا بیگم کے پاس ملازمہ کو دیکھ کر دروازے پر ہی رک گیا۔

"آ جاؤابراہیم۔۔رک کیوں گئے۔" ثنا بیگم نے اسے پکار کر اندر بلایااور چائے کا کپ خالی کر کے ٹیبل پر رکھ دیا۔آج پہلی بار حمینہ اپنے محسن کا نام سن کر بھی نہیں چونکی تھی نا ہی شروع کے دنوں کی طرح اس کے اندر کوئی تشکر کا احساس جاگا تھا۔

"دراصل صبح جلدی واپسی ہے میری، سوچا کچھ دیر آپ کے پاس بیٹھ جاؤں۔" وہ ان کے پاس آتے ہوئے آہستگی سے بول رہا تھا۔حمینہ غائب دماغ سی سر جھکائے ثنا بیگم کے پیر دبا رہی تھی یوں جیسے وہاں اس کے علاوہ کوئی دوسرا موجود نا ہو۔۔

"اچھا بیٹھو میرے پاس۔۔سنو لڑکی تم بس ایک کپ چائے بنا کر لا دو پھر فارغ ہو۔" ثنا بیگم نے حمینہ کو مخاطب کر کے کہا تو وہ اٹھ کر کمرے سے نکل گئی۔

"ابھی تو چائے پی ہے آپ نے، رات کے وقت زیادہ چائے مت پیا کریں۔" ابراہیم نے ان کے پاس بیٹھتے ہوئے عادت کے مطابق ان کو ٹوکا۔

"اپنے لیے نہیں تمہارے لیے بنوائی ہے، مجھے پتا ہے تم تھک گئے ہو گے۔" ثنا بیگم نے وضاحت دی اور اس کے ہاتھ تھام لیے۔

"ابراہیم میں چاہتی ہوں اب تمہاری بھی شادی کر دوں، بھابھی بیگم کی بہن کی نواسی بہت پیاری ہے، احواد نام ہے، رباض کے لیے انہوں نے بات کی تھی وہ تو اب شادی شدہ ہے، اورادنے بھی انکار کر دیا۔

میں اسے تمہاری دلہن بنانا چاہتی ہوں، بہت پیاری ہے۔" ثنا بیگم تو جیسے موقع کی ہی تلاش

میں تھیں۔

"دیکھتے ہیں، ابھی تو کچھ وقت مصروف ہوں بہت۔۔" ابراہیم نے انہیں ٹالنا چاہا۔ ثنا بیگم نے بولنا چاہا مگر اسی وقت حمینہ چائے لے آئی تو وہ خاموش ہو گئیں۔

وہ ٹرے ابراہیم کے سامنے رکھ کر پلٹ رہی تھی جب ابراہیم کی نظر اس کے چہرے پر پڑی اور وہ شاکڈ ہوا۔

"رکو۔۔ تم۔۔" ابراہیم نے بے ساختہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے روکا اور بے یقینی سے ثنا بیگم کو دیکھا۔

"یہ وہی لڑکی ہے ناں جسے میں نے شہر سے بھیجا تھا؟" ابراہیم کے سوال پر ثنا بیگم حیران ہوئیں۔ حمینہ تو ابراہیم کے انداز پر ہی سہم گئی۔

کیا وہ اسے یہاں سے بھی نکالنے والا تھا؟

"ہاں وہی ہے، کام کی بہت اچھی ہے۔ میرے سب کام یہی کرتی ہے، بس آج نالائقی کی اور مجھے بنا بتائے کوارٹر چلی گئی، آئندہ ایسی حرکت مت کرنا۔" ثنا بیگم نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے تفصیل بتائی اور پھر حمینہ کو گھورا۔ وہ گھبرائی ہوئی سی اپنا ہاتھ چھڑوانے کی

کوشش کر رہی تھی۔

"میں نے اسے ملازمہ بنا کر نہیں بھیجا تھا۔ دیکھیں کیا حالت ہو چکی ہے اس کی، اتنی کم عمر لڑکی ہے اور آپ لوگ اس سے کام کروا رہے ہیں۔۔" ابراہیم تو بری طرح پریشان ہو گیا تھا۔

وہ تو حمینہ کو یہاں بھیج کر مطمئن تھا کہ وہ کسی کمرے میں سکون سے پڑی ہو گی، دوبارہ یہاں آنے پر بھی اس نے نا کبھی اسے دیکھا نا اس کا خیال آیا تھا۔ شاید یہاں کام کرتے ہوئے ان کا سامنا بھی ہوتا رہا ہو، ابراہیم کو سخت شرمندگی ہو رہی تھی۔

اسے یقین نہیں آیا یہ وہی حمینہ ہے، وہ جب ہسپتال میں ملی تھی تو کمزور اور زرد سی تھی مگر اب تو وہ صدیوں کی بیمار لگ رہی تھی، آنکھوں کے گرد سیاہ گہرے حلقے تھے اور چہرے کی ہڈیاں واضح ہو رہی تھیں۔

"ملازمہ نہیں تو کیا مہمان ہے؟ ہے کون یہ آخر۔۔؟" ثنا بیگم نے الجھ کر حمینہ کو دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا۔

"صاحب میری بیٹی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، مجھے جانے دیں پلیز۔" حمینہ نے تھک کر مدھم لہجے میں التجا کرتے ہوئے اپنا ہاتھ کھینچا اور وہاں سے چلی گئی۔ ابراہیم شاکڈ سا وہیں بیٹھا رہ گیا۔

oooooooooo

ابراہیم مردان خانے میں پہنچا تو وہاں خان آزر اپنے کچھ جاننے والوں کے ساتھ بات چیت کر رہے تھے۔ وہ بے چینی سے ٹہلتا خانزادہ کا انتظار کرنے لگا۔

کچھ دیر بعد وہ ادب خان کے ساتھ کوئی بات کرتے ہوئے اس طرف آئے تو خان ابراہیم ان کے پاس پہنچا۔

"مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولا،

خانزادہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"ضرور کرو۔۔ کیا مسئلہ ہے۔" خانزادہ نرمی سے بولتے ہوئے اسے لے کر ایک طرف بیٹھ گئے۔ ادب خان وہاں سے پلٹ کر جا چکے تھے۔

"مجھے اس لڑکی کے سلسلہ میں بات کرنی ہے جسے میں نے شہر سے بھیجا تھا۔" ابراہیم کے جملے پر خانزادہ نے سر ہلا کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"اسے یہاں حویلی میں ملازمہ کیوں بنایا ہوا ہے، میں نے اسے ملازمہ کے طور پر یہاں نہیں بھیجا تھا۔"

وہ اس بات سے بہت تنگ نظر آ رہا تھا۔ خانزادہ بنا چونکے بغور اس کا جائزہ لیتے رہے۔ وہ بے چینی سے لب کاٹ رہا تھا۔

"پھر کیا سوچ کر بھیجا تھا یہاں؟" اس کے تذبذب پر انہوں نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"مہمان ہے وہ۔۔ پریشان تھی، کوئی سہارا نہیں تھا اس کا، اور اد کی وجہ سے وہاں شہر میں نہیں رکھ سکتا تھا تبھی یہاں بھیج دیا اور آپ نے ہی تو کہا تھا حویلی میں بھیج دو ٹھیک رہے گی مگر آپ نے اپنی زمہ داری پوری نہیں کی۔"

ابراہیم ان سے اچھا خاصہ ناراض ہو رہا تھا۔ خانزادہ نے ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔ ہمیشہ انہوں نے سنا تھا کہ وہ بہت زمہ دار ہیں مگر آج پہلی مرتبہ ان کے اپنے بھانجے نے انہیں غیر زمہ دار کہا تھا وہ بھی کسی انجان لڑکی کے لیے۔۔ وہ دلچسپی سے ابراہیم کے غصیلے تاثرات دیکھ رہے تھے۔

"ابراہیم مہمان دو دن کا ہوتا ہے اور اسے لمبے عرصہ کے لیے یہاں رہنا ہے، میں نے سوچا تھا شادی کر دوں گا اس کی مگر جب اسے دیکھا تو اس کی شادی کا ارادہ ترک کر دیا، ہمارے علاقے کے مرد کچھ سخت مزاج رکھتے ہیں اور وہ ایسے مرد کے ساتھ رہنے کے قابل نہیں ہے، بہت کم عمر ہے۔" خانزادہ نرمی سے ابراہیم کو وضاحت دے رہے تھے۔ اگر علاقے کا کوئی بندہ اپنے سخت مزاج سردار کو یوں وضاحتیں دیتا دیکھ لیتا تو حیرت سے پاگل ہو جاتا۔ ابراہیم اب بھی خفگی سے رخ موڑے بیٹھا تھا۔

"اور میں نے کہا تھا کہ اسے حویلی میں رکھیں گے مگر خوامخواہ بغیر کسی رشتہ کے رکھ کر اسے پالنا تمہیں نہیں لگتا عجیب بات ہے؟ اگر یہ تمہارا ترس ہے تب بھی یہاں بہت مظلوم لڑکیاں مل جائیں گی جن کو سہارے کی ضرورت ہے، ہماری حویلی میں تقریباً سب ملازمائیں ایسی ہیں تبھی وہ کام کر کے گھر چلا رہی ہیں۔" خانزادہ نے اسے دیکھتے ہوئے اپنی بات مکمل کی۔ ابراہیم اس بات پر بے چین ہو گیا۔

"مگر وہ۔۔ ملازمہ نہیں ہے۔" وہ مدھم پڑ چکا تھا، حمینہ کو ملازمہ تصور کر کے ہی اسے عجیب سا محسوس ہو رہا تھا۔

"پھر کون ہے؟ کوئی رشتہ بنانا چاہتے ہو؟ کوئی محرم رشتہ جس کی وجہ سے وہ حویلی میں مالکن کی حیثیت سے رہے۔" خانزادہ کے مسکراتے لہجہ پر وہ چونک سا گیا تھا۔ یکدم خفت سے چہرہ سرخ ہوا۔

"میرا ایسا کوئی مطلب نہیں تھا۔ میں واقعی انسانیت کے ناطے اس کی مدد کرنا چاہتا ہوں، مجھے باقی سب کا نہیں پتا مگر میں نے اسے ہسپتال میں اکیلے روتے دیکھا ہے، ڈسچارج ہونے کے بعد کوریڈور میں جیسے ہیلپ لیس بیٹھی تھی مجھے وہ بات پریشان کر گئی تھی۔ آپ سمجھ نہیں رہے۔" ابراہیم تاسف سے بولتا

جارہا تھا۔آخری جملے پر اس کے لہجے میں بے بسی در آئی تھی۔ خانزادہ مسکرا کر اس کا کندھا تھپتھپانے لگے۔

"ابراہیم میں سمجھ رہا ہوں بیٹا، تم نے اسے برے حالات میں دیکھا اس لیے تم اس کے لیے پوزیسو ہو رہے ہو۔ ہاں وہ کم سن ہے اور نرمی ڈیزرو کرتی ہے

لیکن تم میری بات نہیں سمجھ رہے، اسے یہاں مالکن بن کر رہنے کے لیے محرم رشتہ چاہیئے، نہیں تو پھر میں اس کے لیے کوئی مناسب رشتہ دیکھ لیتا ہوں تاکہ وہ شادی کر کے اپنے گھر چلی جائے۔"

خانزادہ نے اسے سمجھا کر تسلی دیتے انداز میں کہا۔

"جی میرے لیے وہ بہت چھوٹی ہے، آپ اس کا رشتہ دیکھ لیں۔ مجھے یقین ہے آپ اس کے لیے جو انسان پسند کریں گے وہ اچھا ہو گا اور پلیز لڑکا سینس ایبل اور ینگ ہو۔۔" ان کی بات پر وہ مطمئن ہو کر بول رہا تھا۔ خانزادہ نے سر ہلا دیا۔

ابراہیم وہاں سے اٹھ کر حویلی میں چلا گیا، وہ اسی وقت ہی حمینہ کو کام سے روک دینا چاہتا تھا۔

"بات سنو حمینہ کہاں ہے، اسے بلا کر لاؤ۔۔" ابراہیم نے ایک ملازمہ کو روک کر حمینہ کا پوچھا۔

"صاحب وہ تو اپنے کوارٹر میں چلی گئی، اس کی بچی کی طبیعت خراب تھی۔ میں بلا کر لاتی ہوں۔"

ملازمہ نے اسے بتاتے ہوئے قدم باہر کی جانب بڑھائے۔

"رکو بس میں خود چلا جاتا ہوں۔" وہ ملازمہ کو روک کر بولا تو ملازمہ نے حیرت سے منہ کھول کر اسے جاتا ہوا دیکھا۔ وہ جو حویلی والوں سے بھی مختصر وقت کے لیے ملنے آتا تھا وہ حمینہ سے ملنے سرونٹ کوارٹر جا رہا تھا۔ بات تو عجیب تھی اور سوچنے کے قابل بھی۔۔۔

وہ حویلی کے پچھلی جانب الگ تھلگ جگہ پر لائن میں موجود کمروں کے پاس پہنچا اور مالی سے

حمینہ کا کمرہ پوچھ کر اس کے دروازے پر جا رکا۔

"حمینہ۔۔" اس نے ہلکی سی دستک دے کر اسے پکارا مگر جواب نہیں آیا تھا۔ اس نے ہچکچا کر دروازہ کھول کر قدم اندر رکھ دیا۔

حمینہ اپنی بیٹی کو سینے میں بھینچے زاروزار رو رہی تھی۔ ابراہیم پریشان ہو گیا۔

"کیا بات ہے؟ کیا ہوا؟" وہ آگے بڑھ کر پوچھنے لگا۔

"صاحب میری بیٹی مر جائے گی۔ یہ اٹھ نہیں رہی، دیکھیں یہ آنکھیں نہیں کھول رہی۔" وہ روتے ہوئے ابراہیم کو دیکھ رہی تھی۔ ابراہیم نے اس کا سر تھپک کر اس سے بچی کو لے لیا۔ بچی بخار کی شدت سے نیم جان ہو رہی تھی اور پانی کی بہت زیادہ کمی سے واقعی مرنے کے قریب تھی۔

"پریشان مت ہو۔ میں اسے ہاسپٹل لے جاتا ہوں، ریلیکس رہو۔" وہ اپنی پریشانی چھپا کر حمینہ سے بولا اور لاغر سی بچی کو سنبھال کر کھڑا ہو گیا۔

"مجھے بھی لے جائیں، میں یہاں مر جاؤں گی۔" حمینہ روتے ہوئے بچی پر ہاتھ رکھ کر اسے روک گئی تھی۔

"او۔ کے رونا بند کرو۔ آؤ میرے ساتھ۔" وہ اسے لے کر کمرے سے نکلا۔ انہیں لے کر علاقے کے ہاسپٹل پہنچا تو ڈاکٹرز نے خان ابراہیم کو دیکھتے ہی بچی کا فوری علاج شروع کر دیا۔ حمینہ ایک دیوار کے پاس زمین پر بیٹھی روتی جا رہی تھی۔

ابراہیم افسوس سے اسے دیکھنے لگا، کم عمری میں ہی وہ ایسے حالات سے گزر رہی تھی کہ اس پر اب کسی مُردے کا گمان ہونے لگا تھا۔ اس کے ہاتھوں کی ہڈیاں واضح ہو چکی تھیں، ابراہیم کو لگا وہ خود بھی اپنی بیٹی کے ساتھ موت کی طرف سفر کر رہی ہے۔

وہ اسے حویلی میں بھیج کر پچھتانے لگا، وہ اپنی دادی کو خوب جانتا تھا اور اس پر حمینہ کی حالت اسے صاف بتا رہی تھی کہ ثنا بیگم نے اس کا کیا حال کر دیا ہے۔۔

oooooooooo

حمالہ، مرحا کے بلاوے پر ان کے کمرے میں آئی تو وہ اسے دیکھ کر اپنا موبائل ایک طرف رکھ گئیں۔

"حمالہ یہاں بیٹھو مجھے تم سے بات کرنی ہے۔" مرحا سنجیدہ سی لگ رہی تھیں، وہ ان کے پاس بیٹھ کر انہیں دیکھنے لگی۔

"تمہاری ریما آنٹی نے اپنے بیٹے کے لیے تمہارا رشتہ مانگا ہے۔ میں نے خان صاحب سے بات کی ہے انہیں کوئی اعتراض نہیں ہے، وہ حدیر لالہ اور بابا جان سے مشورہ کرنے سے پہلے تمہاری مرضی جاننا چاہتے ہیں۔"

مرحا کی بات پر حمالہ چونک کر انہیں دیکھنے لگی۔ بات جب سمجھ آئی تو پرجوش سی ہوئی۔

"ویسے ادب انکل کا بیٹا ہم نے کبھی دیکھا ہی نہیں، وہ رہتے کہاں ہیں آخر اور شکل و صورت کیسی ہے۔۔" حمالہ عام لڑکیوں کی طرح جھجک یا شرم محسوس کیے بنا سوال کر رہی تھی۔ مرحا اسے دیکھ کر آہ بھر گئیں۔

"کاش تم نارمل ہوتی حمالہ، ناشرم نا لحاظ الٹا ماں سے پوچھ رہی ہو وہ کیسا لگتا ہے۔" مرحا نے تاسف سے اس کی بے شرمی پر اسے ٹوکا۔

"پھر آپ نے پوچھا ہی کیوں مجھ سے، اب مجھے جواب تو دینا ہی تھا۔ بابا کو میری رضامندی چاہیئے ناں تو سوچے سمجھے بغیر ہاں کیسے کہہ دوں۔

ویسے بھی زندگی میں پہلی بار میرا پرپوزل آیا ہے۔"

حمالہ پرجوش سی بول رہی تھی۔ مرحا کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا تھا۔ اکلوتی بیٹی کی ایسی دیدہ دلیری اکثر انہیں شرمندہ کر دیتی تھی، نا جانے وہ کس پر چلی گئی تھی۔

"وہ آؤٹ آف کنٹری رہا ہے، اس لیے کسی نے نہیں دیکھا۔ چھوٹا سا تھا جب اپنے نانا نانی کے ساتھ باہر کے ملک چلا گیا تھا مگر بہت سلجھا ہوا اور اچھا لڑکا ہے ہم نے بھی بس ایک دو بار ہی دیکھا ہے۔" مرحا کو اسے تفصیل بتانا ہی پڑی تھی۔

"اوہ نائس۔۔ مجھے بس ایک گارنٹی چاہیئے، ریما آنٹی سے کہیے گا میرے خٹک حویلی جانے پر اگر ان لوگوں کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا تو مجھے بھی رشتہ قبول ہے۔ میں نانو اور ماموں لوگوں کے بغیر نہیں رہ سکتی، میری ایسی جگہ شادی کریں جو مجھے یہاں بھی سب سے ملنے دے اور نانو لوگوں کے پاس بھی جانے دے۔"

حمالہ نے صاف گوئی سے اپنی خواہش بتائی۔ اسے دونوں خاندانوں کے الگ ہو جانے کا دکھ تھا۔

"میں بھی یہی چاہتی ہوں تمہارا کوئی رشتہ نا چھوٹے مگر ماحد سے کبھی بات مت کرنا وہ یہی ڈیزرو کرتا ہے، ایقان تمہاری بہن ہے اور تمہاری بہن پر جس نے ظلم کیا وہ تمہارا بھی دشمن ہے۔" مرحا نے نرمی سے اسے سمجھایا تو وہ فرمانبرداری سے سر ہلا گئی۔

"میں اب کبھی بات نہیں کروں گی اور جب میں نانو سے مل سکوں گی تو ویسے بھی مجھے ان کی ضرورت نہیں رہے گی۔ آپ میرا رشتہ طے کر دیں، بلکہ میری شادی کر دیں ایقان کی بھی تو ہو گئی ہے۔"

وہ مشورہ دینے لگی۔ گرے آنکھیں ایسے چمکنے لگیں جیسے آسمان کے سارے ستارے توڑ کر ان آنکھوں میں بھر دیئے گئے ہوں۔

"شرم نہیں آتی حمالہ، کچھ تو لحاظ کرو۔۔

ایقان سے مقابلہ مت کرو، وہ تم سب لڑکیوں سے بڑی ہے اور تم ان سب سے چھوٹی ہو۔اپنی پڑھائی پر توجہ دو۔" مرحا نے لہجہ سخت کر کے اسے شرم دلانی چاہی، حالانکہ وہ جانتی تھیں یہ کوشش فضول ہے۔

"اچھا ٹھیک ہے، پڑھنے جا رہی ہوں لیکن منگنی تو کر سکتے ہیں ناں میری۔۔علیہا کو اتنے گفٹس ملتے ہیں، میں بھی۔۔" وہ پھر سے شروع ہو رہی تھی۔مرحا نے آنکھیں دکھائیں تو وہ شرارت سے ہنستے ہوئے اٹھ کر بھاگ گئی۔مرحا سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔

"کہا بھی تھا خان صاحب کو کہ حمالہ سے ایسی ویسی بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بے شرم لڑکی اب ہر ایک کو بتاتی پھرے گی۔" مرحا خفت سے بڑبڑا رہی تھیں۔

oooooooooooo

خان ریاض مردان خانے میں تھا، آج اسے شہر واپس جانا تھا۔وہاں کمرے میں اس کا ہینڈ کیری، دو سوٹ اور کچھ ضروری سامان بیڈ پر نکلا پڑا تھا۔ایقان کچھ دیر اس کے سامان کو دیکھتی رہی پھر جھجک کر دروازے کو دیکھا۔

کسی کو نا پا کر اٹھی اور اس کے استری شدہ کپڑوں کو ہینگر سے اتار کر سلیقے سے تہہ لگانے لگی۔پھر ترتیب کے ساتھ اس کے بیگ میں اس کا سامان رکھ دیا۔بیگ کی زپ بند کرتے ہوئے اسے ترچھا کیا تو بیڈ کے کنارے پر پڑی پرفیوم کی شیشی فرش پر گری اور ایک طرف سے ٹوٹ گئی، پرفیوم تیزی سے فرش پر بہتا جا رہا تھا۔

ایقان کے ہاتھ سے بیگ چھوٹ گیا۔ خوف کے مارے کبھی دروازے کو دیکھتی اور کبھی فرش پر پڑے ٹکڑوں کو دیکھتی وہ رونے لگی۔

"یہ میں نے کیا کر دیا۔" گھبراہٹ سے اس کا وجود پسینے میں بھیگتا جا رہا تھا۔ یہ مہنگا پرفیوم بالکل نیا تھا اور ریاض نے آج ہی اس کے سامنے کھولا تھا۔

وہ زمین پر بیٹھتی شیشی کو سیدھا کر کے پرفیوم بچانے کی کوشش کرنے لگی۔

(یہ کیا کر رہی ہو جاہل لڑکی۔۔ یہ کیا کر دیا تم نے، اندھی ہو کیا۔۔ دراصل تمہارا مسئلہ یہ ہے کہ تم صرف توجہ حاصل کرنے کے بہانے ڈھونڈتی ہو۔۔)

اس کے دماغ میں ماحد خان کے برفیلے جملے گونج رہے تھے، ایسے موقع پر وہ صرف اس کے سر پر چیختا نہیں تھا، وہ ہاتھ بھی اٹھاتا تھا اور اس کے مارے گئے تھپڑ ایقان کے رخساروں پر نشان چھوڑ جاتے تھے۔

ہاتھ پر کانچ لگنے سے وہ ماضی سے نکلی تو اس کی ہتھیلی پر گہرا کٹ لگ چکا تھا، پرفیوم میں تیزی سے اس کا خون شامل ہوتا جا رہا تھا۔ وہ خوف سے مرنے والی ہو گئی۔

"ایقان۔۔ یہ کیا کر رہی ہو۔۔" ریاض کمرے میں آیا تو اسے خون سے ہاتھ بھر کر فرش پر جھکے پایا۔ وہ گھبرا کر اس کے پاس پہنچا۔

"ایم سوری۔۔ ایم سو سوری یہ مجھ سے ٹوٹ گئی۔"

وہ اس سے معذرت کرتے ہوئے بری طرح رونے لگی، ریاض تو اپنا فیورٹ پرفیوم یوں ٹوٹا ہوا دیکھ کر کچھ دیر کے لیے جم گیا تھا۔ بیڈ پر سامان سمٹا ہوا دیکھ کر وہ سمجھ گیا کہ وہ پیکنگ کے

چکر میں یہ سب کر چکی ہے۔

"یہ کیسے۔۔ پاگل لڑکی رہنے دینا تھا میں سب کر لیتا خود۔۔" وہ بے چارگی سے اپنے پرفیوم پر فاتحہ پڑھ کر اس کے ہاتھ تھام چکا تھا۔

"میں تو بس مدد کرنا چاہتی تھی۔" وہ آنسو بہاتی شرمندگی سے سر جھکا گئی۔ ریاض نے تاسف سے نفی میں سر ہلایا اور اسے پکڑ کر بیڈ پر بٹھایا۔

"ایم سوری۔۔ میری وجہ سے۔۔" وہ ریاض کی خاموشی محسوس کرتی شرمندگی سے معذرت کرنے لگی، آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔

فرسٹ ایڈ باکس اٹھاتے ہوئے ریاض نے پلٹ کر اسے دیکھا اور گہرا سانس بھر کر اس کے پاس پہنچا۔

" کوئی بات نہیں ایقان، ٹوٹنے کی چیز تھی ٹوٹ گئی۔ بار بار سوری کر کے مجھے شرمندہ مت کرو۔" وہ نرمی سے بولتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام کر کاٹن سے خون صاف کرنے لگا۔ ایقان بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھتی جا رہی تھی۔

وہ خون صاف کر کے بینڈیج کرنے میں مصروف تھا۔ ہاں اپنا پرفیوم ضائع ہونے پر اسے

افسوس ہوا تھا، کچھ دیر کے لیے وہ کچھ بول بھی نہیں پایا تھا، شاید غصہ بھی آیا ہو مگر اس نے ایقان کو ڈانٹا نہیں تھا، ضبط کر کے تسلی بھی دے دی اور پٹی بھی کر دی۔

اب فرش پر بکھرا کانچ اور خالی ہو چکی شیشی سمیٹ کر ڈسٹ بن میں ڈال رہا تھا۔ ہاتھ جھاڑ کر واش روم میں ہاتھ دھونے چلا گیا۔

کچھ بولا ہی نہیں، لڑا نہیں، اس کے لیے پرواہ بھی ظاہر کی تھی مگر ایقان کو پھر بھی رونا آ رہا تھا۔ وہ ہاتھ پر پٹی باندھے سسکیاں دبائے روتی جا رہی تھی۔

"ایقان میں نے کہا ناں کوئی بات نہیں، رونا بند کرو۔" واش روم سے نکلتا ریاض ایقان کو روتا دیکھ کر پریشانی سے اس کے پاس بیٹھا۔

"مگر میری غلطی تھی، میری لاپروائی سے آپ کا نقصان ہوا ہے۔ میں جانتی ہوں آپ مجھ پر غصہ ہیں، آپ سزا دینا چاہتے ہوں گے، آپ مجھے مار بھی سکتے ہیں۔۔" وہ روتے ہوئے بول رہی تھی۔ اس کی آخری بات پر ریاض کا دماغ گھوم گیا۔

"کیا بات کر رہی ہو ایقان۔۔ تمہارا دماغ خراب ہے کیا۔" ریاض کی اونچی آواز پر وہ ڈر کر پیچھے ہوئی۔

"میں کیوں ماروں گا تمہیں؟ اتنا کم ظرف نہیں ہوں جو ایک فضول سی چیز کے لیے تم پر ہاتھ اٹھاؤں گا، ٹوٹنے کی چیز تھی ٹوٹ گئی، بات ختم۔۔" وہ ماتھے پر بل ڈالے غصہ ضبط کرنے کے چکر میں سرخ ہوا جا رہا تھا۔ ایقان نے آنسو اپنے اندر اتار لیے۔ اس کے آواز دبا کر سر جھکانے پر ریاض مدھم پڑا۔

"میں تم سے کہہ رہا ہوں ناں اتنی بڑی بات نہیں ہے، رونا بند کرو اور دوبارہ مارنے کی بات مت کرنا، کیا ہماری حویلی میں کسی مرد کو عورت پر ہاتھ اٹھاتے دیکھا ہے پہلے۔۔؟" اس نے آواز نیچی کر کے ایقان کو سمجھایا۔ وہ سر نفی میں ہلاتی بیڈ سے اتری۔

"کہاں جا رہی ہو۔" ریاض چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"میں منہ دھونے۔۔۔" وہ بھیگتی آواز میں ادھورا جملہ بول کر باتھ روم میں جا کر بند ہو گئی تھی۔ پانی کھولے وہ آواز دبا کر روتی جا رہی تھی۔

باہر ریاض سر پکڑ بیٹھا، وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کس عمل سے آخر ایقان کو لگا کہ وہ غصہ میں ہے؟ ہاں وہ اس کا ایسا کوئی دیوانہ نہیں تھا کہ آگے پیچھے گھومتا یا اس کے نقصان کرنے پر بھی اسے ہنس کر ریلیکس کرتا مگر اس نے غصہ بھی نہیں کیا تھا۔ اس کے خیال میں تو اتنا ہی بہت تھا

پھر۔۔؟

ایقان کو باتھ روم میں بند ہوئے جانے کتنی دیر گزر چکی تھی، وہ اٹھ کر دروازہ ناک کرنے لگا۔

"ایقان کیا تم ٹھیک ہو؟" اس نے دستک دے کر مدھم آواز میں سوال کیا۔ اندر ایقان اپنی آنکھیں رگڑنے لگی۔

رو رو کر آدھی ہو چکی تھی مگر آنسو تھم ہی نہیں رہے تھے۔ وہ اپنی کیفیت خود بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ وہ نارمل رہنا چاہتی تھی مگر خوف اس کے اندر سے جا ہی نہیں رہا تھا۔

کتنی ہی دیر بعد وہ نکلی تو رباض اس کے انتظار میں وہیں کمرے میں ٹہل رہا تھا، اسے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

اس کا پانی سے تر چہرہ بہت سرخ ہو رہا تھا، آنکھیں بھی سرخ اور بھیگی ہوئی تھیں، وہ سمجھ گیا اندر جا کر وہ اب تک روتی رہی ہے مگر کیوں؟؟

"ایم سوری میں۔۔" سر جھکا کر اس نے کچھ بولنا چاہا۔

"کیا تم یہ فارمل ہونا بند کر سکتی ہو پلیز؟ مجھے تمہارا پرفیوم توڑنا برا نہیں لگا۔" رباض اس کے پاس جا کر بولتا اس کی بات درمیان میں ٹوک گیا۔

ایقان بے اختیار سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔ رباض نے اس کے یوں دیکھنے پر آگے بڑھ کر اسے سینے سے لگا لیا۔ ایقان اس اچانک حرکت پر سٹپٹا سی گئی تھی۔

"میں نے تم پر غصہ نہیں کیا کیونکہ میں تم پر غصہ نہیں کرنا چاہتا، اگر یہ نقصان علیہا سے ہوتا تو میں اسے کبھی نا ڈانٹتا، تو پھر تمہیں کیوں ڈانٹوں گا۔

میں اتنا ناانصاف نہیں ہوں ایقان۔" وہ اس کا سر تھپکتے ہوئے نرمی سے سمجھا رہا تھا۔

اس کے کندھے میں چہرہ چھپا کر کھڑی ایقان نے آنکھیں موند لیں، اس کے چٹخے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑنے لگے۔ رباض نے اسے کندھوں سے تھام کر اپنے سامنے کیا تو وہ سر جھکائے کھڑی رہی۔

"میں چاہتا ہوں ہم ایک دوسرے کا خیال رکھیں، اعتماد کریں، اگر مجھ سے تمہاری کوئی چیز ٹوٹتی تو کیا تم مجھ پر غصہ کرتیں؟" اس نے سوال کیا

"ن۔۔ نہیں بالکل نہیں۔۔" ایقان نے سر نفی میں ہلایا۔

"پھر میں تم سے الگ نہیں ہوں، تم مجھ پر اتنا یقین رکھو کہ میں اور تم ایک جیسے انسان ہیں۔۔

ہمیں چھوٹی موٹی چیزوں سے فرق نہیں پڑتا، ہم غلطی معاف کر سکتے ہیں، ہمارے درمیان

تھینکس سوری والا تکلف بھرا رشتہ نہیں ہے ایقان۔ تمہیں یاد دلادوں تم میری بیوی ہو۔۔" ریاض نے نرمی سے اس کا رخسار تھپتھپایا تو وہ شرم سے سمٹ گئی۔

"اب میں تیاری کرتا ہوں، تم نے مجھے لیٹ کروادیا۔۔" وہ مسکرا کر بولتے ہوئے اپنا ڈریس اٹھانے لگا۔

"ایم سو۔۔۔" ایقان کے بولنے سے پہلے وہ پلٹ کر انگلی اٹھاتا اسے روک گیا۔ وہ خفت زدہ ہو گئی۔

"حق جتانا سیکھو، ایسا نا ہو تمہارے اس رویہ کی وجہ سے میرے دل میں تمہاری محبت کبھی پیدا نا ہو۔۔" وہ سادگی سے بولتا واش روم میں چلا گیا۔

ایقان اپنی جگہ کھڑی رہ گئی۔ آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔۔ حق؟ وہ خان ریاض پر حق جتا سکتی ہے؟

وہ اسے یہ حق دے رہا تھا؟ اس کا دل سینے میں خوشی سے سرمست چھلانگیں لگانے لگا تھا۔

oooooooooooo

"سناؤ جمال خان، خان حویلی والوں کی کوئی خبر۔۔" ہاشم خان اپنے مردان خانے میں بیٹھا

اپنے خاص بندے سے پوچھ رہا تھا۔ وہ کچھ وقت کے لیے بیرون ملک اپنے بیٹے کے پاس گیا ہوا تھا، ابھی لوٹا تھا اور آتے ہی خان حویلی والوں کی خبر لی تھی۔

"خان صاحب وہاں تو امن امان ہے، پچھلے دنوں سردار خانزادہ کے بڑے بیٹے کی شادی تھی، بہت دھوم دھام سے کی گئی۔" جمال خان ہاتھ باندے ادب سے جھک کر بتا رہا تھا۔ ہاشم خان کے چہرے پر نفرت پھیل گئی۔

"ہماری زندگیاں الٹ پلٹ کر یہ خان حویلی والے کیسے اتنے خوش رہ لیتے ہیں، ہماری حویلی میں ان کی وجہ سے کتنا عرصہ قیامت رہی، میرا جوان بھائی مرا، میرا باپ مرا۔ میں جیل میں رہا، میری بیٹی آج تک خوش نہیں، میرے بیٹے دربدر ہوئے اور یہ لوگ۔۔"

ہاشم خان تنفر سے بولتا جا رہا تھا۔ اس کے اندر خانزادہ سے نفرت کا زہر پوری طرح پھیل چکا تھا۔

"جمال خان کچھ ایسا کرو کہ لوگ ان کے خاندان کی عزت اچھالیں، جرگہ بیٹھے اور سب کے درمیان اس سردار کا سر جھک جائے۔" ہاشم خان کے لہجے میں زہر تھا۔ جمال خان یکدم چہرے پر عیار چمک لاتا ہاشم خان کے قریب ہوا۔

"خان صاحب، خان حویلی کی بیٹیاں جس یونی ورسٹی میں جاتی ہیں، مجھے اس کا پتا ہے اور یہ اپنا خادم خان جو ہے اس کے گھر کی لڑکیاں بھی وہیں جاتی ہیں پڑھنے۔۔ ہم اگر۔۔۔" جمال خان نے اپنا پورا منصوبہ ہاشم خان کے گوش گزار کیا۔

"واہ جمال خان یہ تو بہت اچھا سوچا، ان سب کے ناک کٹ جائیں گے، اپنے کچھ وفادار بندے چن لو اور ہاں وہ ویڈیو اور تصاویر بنا کے فوراً انٹرنیٹ پر دے دینا تاکہ اس سردار کو ہمیشہ کی طرح معاملہ سنبھالنے کا بھی موقع نا ملے۔

جلد از جلد یہ کام کرو جمال خان، میں ان سب کے زلت بھرے چہرے دیکھنا چاہتا ہوں، میں جرگہ بٹھا کر پھر ان کی بیٹی کو کاری کرواؤں گا۔" ہاشم خان تمسخر سے بولتا جا رہا تھا۔

اپنے منصوبہ پر عمل پیرا ہونے کے لیے وہ دونوں محو گفتگو مزید ارادے باندھ رہے تھے۔ ہاشم خان کا دماغ اس بار شیطانی ارادوں سے بھر چکا تھا۔

اس بار وہ اپنی اب تک کی ساری زلالت کا ایک ساتھ بدلہ لینے والا تھا۔

oooooooooo

"بچی اب سنبھل گئی ہے مگر احتیاط کی ضرورت ہے، ایک دوا لکھ کر دے رہا ہوں، وہ بنا کر پلاتے رہنا ہے تاکہ پانی کی کمی پوری ہو اور کوشش کریں اس کو بخار نا ہو۔" ڈاکٹر سنجیدگی سے ہدایات دے رہا تھا۔ ابراہیم خاموشی سے اس کمزور سی بچی کو دیکھ رہا تھا۔ حمینہ ڈاکٹر کی ہدایات پر سر ہلا رہی تھی۔

"او۔ کے تھینک یو ڈاکٹر۔" ابراہیم نے پرچی لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا مگر حمینہ نے تیزی سے وہ کاغذ پکڑ لیا۔

ابراہیم نے ایک نظر اسے دیکھا وہ اپنی بیٹی کو اٹھا کر باہر نکل رہی تھی۔

ابراہیم بھی ڈاکٹر سے مل کر اس کے پیچھے گیا۔

"حمینہ مجھے پرچی دے دو تاکہ میں میڈیسن لا سکوں۔" اس نے حمینہ کے پاس پہنچ کر نرمی سے کہا۔

"نہیں۔۔ شکریہ صاحب، میں اب کر لوں گی خود۔۔ بہت شکریہ۔۔" وہ کاغذ مٹھی میں دبا کر پیچھے ہوئی۔

"مگر تم۔۔" ابراہیم نے کچھ کہنا چاہا جب وہ رکی۔

"مجھے تنخواہ ملی تھی، کل ہی خان بیگم نے دیئے پیسے۔۔ میں میڈیسن لے لوں گی۔" وہ سنجیدگی سے بول رہی تھی۔ ابراہیم خاموش ہو گیا۔

ہاسپٹل سے نکل کر وہ گاڑی کی جانب بڑھا مگر حمینہ وہیں باہر پڑے بنچ پر بیٹھ گئی تھی۔

"یہاں کیوں بیٹھی ہو، واپس نہیں جانا کیا۔" وہ رک کر حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

"نہیں۔ میں صبح شہر واپس چلی جاؤں گی، آپ کا بہت شکریہ مجھے پناہ دی مگر اب میں اپنا انتظام خود کر لوں گی۔" اس کی بات پر ابراہیم کو جھٹکا لگا۔

"اکیلی کہاں جاؤ گی؟ اپنے گھر جانا چاہتی ہو؟" وہ پریشان ہوتا اس کے پاس جا کر سوال کرنے لگا۔

"میرا گھر ہوتا تو مجھے یہاں نا آنا پڑتا۔ چلی جاؤں گی، کہیں بھی پناہ مل جائے گی۔" وہ رخ موڑ کر غیر مرئی نقطے پر نظر جمائے اپنی بیٹی کو تھپک رہی تھی۔

"ایسے کوئی پناہ نہیں دے گا حمینہ، حویلی واپس چلو۔ میں یقین دلاتا ہوں اب تم سے کوئی کام نہیں لیا جائے گا، میں نے ماموں سے بات کر لی ہے وہ تمہاری کسی اچھے سے لڑکے کے ساتھ شادی کر دیں گے۔" وہ اسے نرم لہجے میں سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"مجھے شادی نہیں کرنی، خدا کے لیے مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں صاحب۔۔۔" وہ مدھم لہجے میں بول رہی تھی۔ الفاظ میں بے بسی تھی۔ ابراہیم کو شدت سے اس کا صاحب کہنا محسوس ہوا تھا۔ وہ جب اسے ہاسپٹل میں ملی تھی تو ڈاکٹر سر بول رہی تھی۔

اسے وہ لفظ دلچسپ محسوس ہوا تھا مگر اب اس کا حویلی کی باقی ملازمین کی طرح صاحب کہنا اسے چبھنے لگا۔

"تم نادان ہو ابھی حالات سے واقف نہیں ہو۔ ساری عمر شادی کیے بغیر کیسے رہو گی، ضد مت کرو حویلی چل کر بات کرتے ہیں۔" ابراہیم ارد گرد گزرتے لوگوں سے خفت زدہ ہو کر اسے منا رہا تھا۔

"رہ لوں گی، کہیں بھی رہ لوں گی۔ شادی ضروری نہیں ہے۔" وہ بے تاثر سے لہجے میں بول رہی تھی۔

"پاگل ہو کیا؟ شادی کے بغیر کہیں بھی رہ لو گی۔ حالات کا اندازہ بھی ہے، کیسے کیسے جانور صفت لوگ ہیں یہاں۔" وہ زچ ہو کر سخت لہجے میں بولا۔ وہ خود بھی نہیں سمجھ پا رہا تھا اسے چھوڑ کر کیوں نہیں جا پا رہا۔

NOVEL IN URDU

"حالات کا اندازہ مجھ سے بہتر کون جانے گا۔ میری عزت کی پرواہ نہیں کریں، وہ مجھ سے پہلے ہی چھینی جا چکی ہے۔ میرے پاس کھونے کو کچھ نہیں بچا۔" وہ اس سے رخ پھیرے بیٹھی تھی مگر آواز میں نمی صاف محسوس ہو رہی تھی۔ اس کے الفاظ پر ابراہیم کے لیے مزید بولنا مشکل ہو گیا۔

"تو کیا ایسے خود کو زمانے کے حوالے کر دو گی؟ شادی کرنے میں کیا حرج ہے۔" وہ ڈھیلا پڑ گیا۔

"کون کرے گا مجھ سے شادی؟ جا کر بتائیں کہ میری عزت سلامت نہیں ہے اور یہ بچی ناجائز ہے۔ پھر پوچھیے گا کیا ہم دونوں کو اپنائے گا کوئی؟ اور اگر نکاح کر لے تو گارنٹی دیں گے کہ وہ میری بیٹی کو باپ کا پیار دے گا اور مجھے کبھی بدکردار نہیں سمجھے گا؟" وہ پھٹ پڑی تھی۔ مٹھیاں بھینچ کر دبی دبی آواز میں چیختی وہ کوئی پاگل ہی لگ رہی تھی۔

ابراہیم اس کے زخمی الفاظ پر ساکت رہ گیا۔ وہ گہرے گہرے سانس بھرتی آنسو بہا رہی تھی۔

"میرے سگے بھائیوں نے مجھ پر یقین نہیں کیا، انہوں نے مجھے گھر سے نکال دیا اور آپ کو لگتا ہے کوئی انجان مرد مجھے عزت دے گا، اپنائے گا۔۔

مجھے خواب مت دکھائیں، میں نے حقیقت کو قبول کر لیا ہے۔ میں نے مان لیا ہے کہ مجھے اس بچی کو مار دینا چاہئیے تھا تب ہی میرا بے گناہ ہونا ثابت ہو سکتا تھا مگر میں بزدل تھی یہ ظلم نہیں کر سکی اور اب کوئی حل باقی نہیں رہا۔۔" وہ سر جھکا کر رو رہی تھی۔ جو فیصلہ بہت بہادری سے کیا تھا اس پر اب پچھتا رہی تھی۔

"حویلی میں تو رہ سکتی ہو، تمہاری بیٹی کا علاج بھی کروایا جائے گا تمہیں وہاں سے کبھی کوئی نہیں نکالے گا۔" وہ اس کی حالت پر تاسف سے بول رہا تھا۔

"آپ کی عالیشان حویلی میں رہنے سے اچھا ہے میں فٹ پاتھ پر بیٹھ کر بھیک مانگ لیا کروں، کم سے کم اپنی بیٹی کو اپنے پاس رکھ سکوں گی۔

آپ کی اس حویلی میں یہ سارا دن ملازموں کے پاس گھومتی رہتی ہے اور رات کا ایک چھوٹا سا حصہ مجھے نصیب ہوتا ہے جس میں اسے دیکھ سکتی ہوں۔

آپ کی حویلی میں رہوں تاکہ یہ بڑی ہو کر اپنی ماں کی طرح انجان مردوں کے ہاتھوں اپنی عزت گنوا دے۔" حمینہ کے الفاظ ابراہیم کو شرمندگی سے زمین میں دھنسا گئے تھے۔اس کا وجود جیسے ہوا میں معلق ہو گیا۔وہ مدد کر رہا تھا یا زلیل کر رہا تھا؟؟

"میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں، مجھ پر ترس کھائیں، میں بہت شکر گزار ہوں آپ نے میری مدد کی مگر بس اتنی مدد کافی ہے۔" وہ کپکپاتے کمزور ہاتھ اس کے سامنے جوڑتی رونے لگی۔اس کی گود میں پڑی بچی بخار سے بے چین کسمسا رہی تھی۔

وہ کیا کرے؟ایسے ہی پلٹ جائے، ان دونوں کو اس حال میں چھوڑ کر۔۔؟ وہ یہی کرنا چاہ رہا تھا مگر نہیں کر پایا۔اس کا دل رک گیا تھا۔دھڑک ہی نہیں رہا تھا۔

ہاتھوں کو مٹھی کی صورت بھینچے جیسے وہ خود کو کوئی بھی فیصلہ لینے سے باز رکھنا چاہ رہا تھا مگر۔۔وہ بے حس ہی تو نہیں تھا۔

"اب ایسا نہیں ہو گا۔اب تم کام نہیں کرو گی، اس گڑیا کو سنبھالو گی۔حویلی چلو حمینہ اب تم سے کوئی کام نہیں کروائے گا۔" وہ یکدم سنجیدگی سے بولا۔حمینہ اس کی ضد پر تھک کر بنچ سے ٹیک لگا گئی۔

صاف لگ رہا تھا اسے ابراہیم پر یقین نہیں، اس کے الفاظ پر یقین نہیں، یہ سب اسے بہلاوا لگ رہا تھا اور وہ اب کسی بہلاوے میں نہیں آنا چاہتی تھی۔

"میں تم سے نکاح کروں گا، تمہیں کبھی بد کرداری کا طعنہ نہیں دوں گا۔ حویلی چلو اب تم مالکن بن کر رہو گی۔" اس کے الفاظ پر حمینہ کو جھٹکا لگا۔ وہ ساکت نظریں ابراہیم پر ٹکا گئی۔

وہ آگے بڑھ کر حمینہ کو بنچ سے کھڑا کر گیا، وہ فیصلہ کر چکا تھا۔ شاید وہ اس چھوٹی لڑکی پر ترس کھا رہا تھا یا پھر شاید کوئی اور احساس تھا جو اسے یہ فیصلہ لینے پر مجبور کر گیا تھا۔ کون جانے۔۔۔؟؟؟؟

oooooooooo

ریاض آفس میں کام کر رہا تھا۔ اچانک شادی کے جھنجھٹ میں اس کا بہت سا کام ادھورا رہ گیا تھا۔

وہ اور خان اور ادا ایک ہی آفس میں ہوتے تھے مگر کام بانٹا ہوا تھا اور اس تقسیم میں ہمیشہ اور ادا اپنا کام وقت پر پورا کر لیتا اور اس نے قسم کھائی ہوئی تھی کہ وہ کبھی خان ریاض کا کام نہیں کرے گا۔

ریاض میٹنگ سے فری ہو کر آفس میں پہنچا تو موبائل پر خانزادہ کی کال آ رہی تھی۔ اس نے کال اٹینڈ کر کے موبائل کان سے لگایا۔

"اس بار زیادہ مصروف ہو، دوسرا دن ہے واپس نہیں آئے۔" سلام دعا کے بعد انہوں نے سنجیدگی سے سوال کیا تو ریاض نے گہرا سانس بھرا۔

"جی ہاں پینڈنگ ورک پورا کر رہا ہوں، کچھ میٹنگز ڈیلے کر دی تھیں اب وہ اٹینڈ کر رہا ہوں۔" وہ اپنی سیکرٹری کو کافی منگوانے کا اشارہ دے کر اٹھا اور صوفہ پر اطمینان سے پھیل کر بیٹھ گیا۔

"اچھا کوئی بات نہیں، یہ بتاؤ ایقان کو کال کرتے رہتے ہو؟" ان کے سوال پر وہ چونک گیا۔ ایقان کو کال کرنے کا خیال اسے ان دو دنوں میں بالکل نہیں آیا تھا۔

"نہیں۔۔ خیال ہی نہیں آیا۔" وہ خفت سے بولا تو خانزادہ کچھ دیر کے لیے بالکل چپ سے ہو گئے۔

ریاض اپنی لاپروائی پر مزید شرمندہ ہونے لگا۔

"اپنی ماں کو ڈیلی کال کرتے ہو، علیہا بھی یاد رہتی ہے۔ مورے سے بھی حال احوال لیتے ہو مگر تمہیں اپنی بیوی بھول گئی ریاض۔۔ کیا تم نے اسے دل سے قبول نہیں کیا ابھی؟" خانزادہ بہت زیادہ مایوس لگ رہے تھے۔ انہیں یہ بات بھی محسوس ہوتی تھی کہ وہ ریاض کو شادی پر زبردستی آمادہ کر کے ایقان کو اس کی زندگی میں تو شامل کر گئے تھے مگر شاید اس کے دل میں

ایقان کی جگہ نہ بنا پائیں۔

"نہیں بابا۔۔ ایسا بالکل نہیں، میں بہت بزی تھا، ہاں ماما کو کال کی تھی اور خانی مورے سے بھی آج صبح وقت نکال کر بات کی۔ ایقان کو کال کرنے کی ابھی عادت نہیں ہے تو خیال نہیں آیا۔" ریاض شرمندگی سے سر کھجاتا وضاحتیں دینے لگا۔

"او۔ کے اب کر لینا کال اور آئندہ خیال رکھنا، ویسے یہ تمہارا مسئلہ ہے ریاض، میں اس معاملہ میں زیادہ بولنا نہیں چاہتا مگر میں جانتا ہوں ایقان ابھی نارمل نہیں ہوئی تو پلیز اسے تھوڑا وقت دیا کرو۔۔" اپنے باپ کی مدھم التجائیہ آواز پر ریاض سیدھا ہوا۔

"بابا مجھے آپ کا سمجھانا برا نہیں لگا، ٹرسٹ می میں نے ایقان کو دل سے قبول کیا ہے، میں آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گا آپ پریشان کیوں ہو رہے ہیں۔ میں ابھی ایقان کو کال کرتا ہوں۔"

ریاض محبت بھرے لہجے میں بول رہا تھا۔ خانزادہ اس مان اور محبت پر مسکرانے لگے۔

"مجھے تم پر یقین ہے اس لیے میں نے اوراد کے بجائے تمہیں شادی کے لیے منایا۔" خانزادہ کی بات پر ریاض کھِل اٹھا تھا۔

"آپ کہہ رہے ہیں کہ میں اوراد سے بہتر ہوں۔" اس نے شرارت سے سوال کیا تو خانزادہ ہنس پڑے۔

"کوئی مقابلہ نہیں ہو رہا ریاض، اس کا مزاج اپنا ہے اور تمہارا اپنا۔۔ ہاں تم میرے فرماں بردار بیٹے ہو اور وہ ناراض بیٹا ہے۔" خانزادہ ہنسنے لگے۔ ریاض بھی ہنس پڑا۔

"میں سمجھتا ہوں۔ آپ فکر مت کریں، میں ایقان کو کال کرتا ہوں ابھی۔ مجھے بتائیں ایقان نے آپ کو شکوہ تو نہیں دیا کہ میں کال نہیں کرتا۔"

وہ مزاقاً سوال کر رہا تھا۔

"ہاں اس سے میں نے پوچھا تو وہ بولی جب سے گئے ہو ڈیلی کال کرتے ہو اور یقین کرو میں نے آج بات برائے بات کی اور تم سے پوچھا تو مجھے اندازہ ہوا کہ ایقان مجھ سے تمہارا کال نا کرنا چھپا گئی ہے۔ مجھے یہ بات گھبراہٹ میں مبتلا کر گئی کہ ایسا نا ہو وہ ناانصافی جھیلتی رہے اور ہم سے چھپاتی رہے۔"

خانزادہ کی بات پر ریاض متاسف سا سر جھکا گیا۔ وہ الوداعی کلمات کہہ کر کال کاٹ گیا۔

پی۔اے کافی لے آئی تھی۔

"ڈور بند کر کے جائیں اور فی الحال مجھے کوئی ڈسٹرب نا کرے۔" پی۔اے کو ہدایت دیتا وہاں سے بھیج چکا تھا۔ ٹائی کی ناٹ ڈھیل کر کے صوفہ پر ٹانگیں لمبی کر کے بیٹھ گیا۔ کافی پیتے ہوئے اس نے ایقان کا نمبر پریہان سے مانگ کر اسے کال ملائی۔

بیل جاتی رہی، کال اٹینڈ نہیں ہوئی تھی، اس نے کافی پی کر واٹس ایپ پر اسے وائس نوٹ بھیجا۔ میسج سین ہوا تو اس نے پھر سے کال کی۔ اس بار کال اٹینڈ ہو گئی تھی۔

"السلام و علیکم۔" ایقان نے مدھم لہجے میں سلام کیا۔

"وعلیکم السلام، کیسی ہو ایقان؟" ریاض نے نرم لہجے میں جواب دے کر سوال کیا۔

"جی میں ٹھیک ہوں۔" وہ کچھ نروس سی جواب دے رہی تھی۔ شاید اس اچانک کال کا مطلب نہیں سمجھ پا رہی تھی۔

"ایم سوری میں بزی تھا تو کال نہیں کر پایا۔ تمہیں برا لگا ہو گا۔" وہ اسے جانچنا چاہ رہا تھا۔

"نہیں۔۔ کوئی بات نہیں، مجھے برا نہیں لگا۔" وہ گڑبڑا کر بولتی اسے معذرت کرنے سے روک گئی۔

"ایقان۔۔ جب میں نے کال نہیں کی تو تم نے بابا سے جھوٹ کیوں بولا؟" وہ یکدم سنجیدہ ہو کر پوچھ رہا تھا۔ ایقان اس کے سوال پر خفیف سی ہو گئی۔

"میں تو بس۔۔" وہ وضاحت کی کوشش میں ناکام ہوتی خاموش ہو گئی۔

"مجھے ایمانداری سے جواب دینا، یہ میری طرفداری تھی یا اپنا بھرم رکھنے کی کوشش کی تم نے؟"

ریاض نے متجسّس لہجے میں سوال کیا۔

"شاید۔۔ دونوں ہی۔۔" وہ دھیمے لہجے میں بولی۔ ریاض آہستگی سے مسکرا دیا۔

"میرا نمبر سیو کر لو، میں کال کرتا رہوں گا اور مجھے تمہارا بھی ڈیلی ایک میسج تو ضرور ملنا چاہیئے۔"

وہ اچانک دھونس بھرے لہجے میں بولا۔

"کیسا میسج۔۔؟" وہ بوکھلا گئی۔

"کچھ بھی کہہ دینا، جس قابل سمجھو مجھے۔۔" وہ مسکراہٹ دبا کر بول رہا تھا۔ ایقان کا گھبرانا اسے دلچسپ لگ رہا تھا۔

NOVEL IN URDU

"جی ٹھیک ہے۔" وہ فرماں برداری سے بولی۔

"تم مجھے یہ بھی بتا سکتی ہو کہ میں تمہیں کتنا اچھا لگتا ہوں۔" وہ ہنسی دبائے شوخی سے بولا۔

"جی؟" ایقان کے ہاتھ پیر پھولنے لگے۔

"کیوں میں اچھا نہیں لگتا تمہیں؟" وہ اب سراسر اسے تنگ کر رہا تھا۔

"میرا وہ مطلب نہیں تھا۔" ایقان کے لیے جواب دینا محال ہو رہا تھا، اسے ریاض کا مزاج حیران کر رہا تھا۔

"کبھی فرصت میں تمہارا مطلب ضرور جاننا چاہوں گا، ابھی اتنا بتا دوں مجھے تو تم بہت اچھی لگتی ہو۔" وہ مسکرا کر اعتماد سے بولا۔ ایقان کا چہرہ سرخ ہوا۔

"اگلی دفعہ تمہیں اپنا بھرم قائم رکھنے کے لیے جھوٹ نہیں بولنا پڑے گا، ہاں میری طرفداری تم کر سکتی ہو اچھا ہے بیوی کا کوئی تو فائدہ ہو، تمہارے بعد مجھے کوئی ڈانٹے گا تو نہیں۔" وہ مزید بولا۔ ایقان جھینپ گئی۔ وہ بول رہا تھا تو اچھا لگ رہا تھا۔

اس کا نرم لہجہ اور الفاظ۔۔ ایقان اس کے سحر میں مبتلا ہو رہی تھی اگر شرم کا تقاضا نا ہوتا تو ابھی بول دیتی کہ وہ بے حد اچھا لگتا ہے یا شاید حد سے بھی کہیں زیادہ۔۔

اس کی خاموشی پر ریاض دھیرے سے ہنس دیا، وہ ایقان کو نہیں دیکھ رہا تھا مگر وہ محسوس کر رہا تھا وہ شرما رہی ہے۔ جان ہی نہیں پایا کہ وہ اسی کو سوچ رہی ہے۔

ریاض نے اسے دوبارہ کال کرنے کا کہہ کر کال کاٹ دی، وہ موبائل میں ایقان کا نمبر "ڈیئر وائف" کے نام سے محفوظ کرتا مسکرا رہا تھا اور ایقان کال کٹنے کے بعد بھی کتنی ہی دیر اسے سوچتی رہی۔

oooooooooo

وہ الہام کے منہ سے حمالہ کے رشتہ کا سن کر لب سختی سے بھینچ گیا۔ الہام کال پر قہقہے لگاتا حمالہ کو چھیڑ رہا تھا۔۔

خان اوراد جھٹکے سے اٹھ کر اپنے کمرے میں پہنچا اور تیار ہو کر گاڑی کی چابی اٹھاتا حویلی کی طرف نکل گیا۔ باہر شام کے سائے سیاہی میں ڈھل رہے تھے۔

بیک یارڈ میں ٹہلتا الہام جان ہی نہیں پایا کہ خان اوراد وہاں سے جا چکا ہے۔

"الہام۔۔او ہیلو۔۔" ریاض گھر آیا تو اوراد کہیں نہیں تھا، وہ الہام کے سر پر پہنچا، وہ اپنے کمرے میں بیٹھا پڑھ رہا تھا۔ اس کی پکار پر چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"اوراد ابھی تک گھر نہیں آیا کیا۔؟" ریاض نے سوال کیا۔

"کب کے آ چکے، اپنے روم میں ہوں گے یا سٹڈی روم میں۔۔" الہام مصروف سا بول رہا تھا۔ ریاض ہر جگہ دیکھ چکا تھا۔ وہیں کھڑے کھڑے کال ملائی۔

"کہاں ہو اوراد۔؟" کال اٹینڈ ہوئی تو ریاض نے چھوٹتے ہی سوال کیا۔

"حویلی جا رہا ہوں۔ کل آ جاؤں گا۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"حویلی؟ مگر کیوں۔؟" ریاض نے چونک کر پوچھا۔ حویلی کے زکر پر الہام کے بھی کان کھڑے ہو گئے۔

"کیوں میرا جانا منع ہے؟" اوراد کے سنجیدہ سوال پر ریاض ایک پل کے لیے گڑبڑا گیا۔

"یار تم۔۔۔ میں نے ایسا کب کہا۔" ریاض نے وضاحت دی۔

"ملنے جا رہا ہوں. کل آ جاؤں گا، آپ کو کوئی کام تھا؟"

اوراد کے سنجیدہ سوال پر ریاض نے گہرا سانس بھرا۔

"نہیں۔۔ پہنچ کر کال کر دینا۔" ریاض نے ہدایت دے کر کال کاٹ دی۔ الہام بیڈ پر گر گیا۔

"مجھے بھی لے جاتے حویلی یار۔۔" وہ رونے والا ہو گیا۔

"اپ سیٹ لگ رہا تھا۔ خدا خیر ہی کرے۔" ریاض نے ڈھیلے سے لہجے میں کہا اور وہیں صوفے پر بیٹھ گیا۔

oooooooooooo

وہ حویلی میں پہنچا تو رات ہو رہی تھی۔ وہ تیزی سے قدم بڑھاتا اندر کی طرف بڑھ رہا تھا جب اوپر چھت پر ٹہلتی حمالہ پر نظر پڑی۔ وہ لب بھینچے یکدم اسی جانب بڑھ گیا۔

وہاں حمالہ جوش و خروش کے ساتھ کال پر گلالئی سے بات کر رہی تھی۔

"دیکھو ہم پارٹنرز تھی ناں، مجھے صرف تمہارے لالہ کو دیکھنا ہے کہ آخر کیسی پرسنیلٹی ہے

کیونکہ مجھے اوراد لالہ جیسے رُوڈ مرد بالکل نہیں پسند۔۔ اور ہاں میں یہ بھی بتا دوں، میں تمہارے لالہ کے ساتھ کہیں نہیں جاؤں گی، میں یہی رہوں گی تم لوگوں کے پاس کیونکہ میرا حویلی والوں سے ملے بغیر گزارا نہیں ہو گا اور۔۔" حمالہ کی شرائط جاری تھیں، گلالئی ہنسی دبائے اسے سنتی جا رہی تھی۔

چھت پر پہنچا اور اداس کی باتیں سن کر ماتھے پر بل ڈالتا اس کے سر پر پہنچا تو حمالہ گڑبڑا گئی۔

"لالہ۔۔۔آپ۔۔میں۔۔۔" بوکھلا کر وضاحتیں دیتی وہ کال کاٹ گئی۔ گلالئی اس کے ہکلاتے الفاظ سن کر ہی سمجھ گئی کہ خان اوراد اس کے سر پر پہنچ گیا ہے، وہ گھر میں بیٹھی اس کی حالت پر ہنس رہی تھی۔

"کس کا پرپوزل آیا ہے تمہارے لیے؟" وہ سنجیدگی سے سوال کر رہا تھا۔ حمالہ حیران ہوئی۔

"ادب انکل کے بیٹے کا، ریما آنٹی نے ریاض لالہ کی شادی پر ہی مجھے دیکھ کر پسند کر لیا تھا اور پھر۔۔" وہ پوری تفصیل بتانا شروع ہو گئی تھی۔ خان اوراد نے بھنویں بھینچ کر اسے دیکھا۔

"اگر تم پڑھنا چاہتی ہو تو اس رشتہ سے انکار کر دو۔" وہ اس کی بات درمیان میں کاٹ کر بولا۔ حمالہ کو یکدم چپ لگ گئی۔

"ریما آنٹی کو میری سٹڈی سے کوئی مسئلہ نہیں۔" حمالہ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ اسے حیرت تھی خان اوراد اس کے معاملہ میں دلچسپی کیوں لے رہا تھا۔

"مجھے مسئلہ ہے۔ میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ اگر۔۔ تم چاہتی ہو تمہارا یونی جانا بند نا ہو تو اس رشتہ سے انکار کر دو۔۔" اوراد نے اپنے الفاظ پر زور دے کر کہا۔

"آپ کو اور خانی مورے کو ویسے بھی میری ہر بات پر اعتراض ہوتا ہے، میں اس رشتہ کے لیے اپنی مرضی بابا کو بتا چکی ہوں۔ مجھے انکار نہیں ہے۔" حمالہ ضد میں آ گئی۔ خان اوراد کا مسلسل ہر بات پر ٹوکنا اسے غصہ دلا رہا تھا۔

"بعد میں مت کہنا پڑھائی پوری ہونے سے پہلے شادی کر دی۔۔" وہ سنجیدہ سا وارن کر رہا تھا۔

"یہ آپ کا مسئلہ نہیں ہے، میں کہہ چکی ہوں میری شادی کر دیں تب بھی مجھے اعتراض نہیں ہے۔" حمالہ نے ناک چڑھا کر کہا۔ اورادنے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی اور سر ہلا دیا۔ جیسے سمجھ گیا ہو۔

"اچھی بات ہے۔" وہ پلٹ کر چلا گیا۔ حمالہ اس کے جملہ کا مطلب سمجھنے کی کوشش کرتی رہ گئی۔

خان اورادنیچے مردان خانے میں باپ اور دادا کے پاس پہنچ گیا۔ حویلی کے سب مرد ہی وہاں موجود تھے۔

"ابراہیم کیا تم واقعی یہی چاہتے ہو؟ تم اس لڑکی کے ساتھ کیسے۔۔" خان موسیٰ کچھ پریشان سے بیٹے کو دیکھ رہے تھے۔ خانزادہ نے ابراہیم کو دیکھا۔

"تم نے یہ فیصلہ سوچ سمجھ کر کیا ہے تو میں تمہارے ساتھ ہوں۔" خانزادہ نے اس کا کندھا تھپتھپایا۔

"میں نے سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے۔" ابراہیم مضبوط لہجے میں بول رہا تھا۔

"بس پھر علیہا کی خالہ اگلے ماہ آ رہی ہے، علیہا کی شادی کے ساتھ ابراہیم کی شادی کر دیتے ہیں اور حمالہ کی ابھی صرف منگنی کر دو۔ کیا ادب خان کے بیٹے کا رشتہ قبول کر لیا گیا ہے؟" خان آزر نے فیصلہ کرتے ہوئے خان داور کو دیکھا۔

"حمالہ کا رشتہ کہیں نہیں ہو گا۔" کب سے خاموش کھڑے اوراد نے اپنے مطلب کی بات آتے ہی لب کشائی کی۔ سب نے چونک کر اسے دیکھا۔

"اوراد تم کب آئے۔۔" خانزادہ نے خوشی سے اسے دیکھا۔

"حمالہ کے رشتہ پر تمہیں کیا اعتراض ہے۔" خان آزر نے اس سے سوال کیا۔ وہ ان کے پاس بیٹھ گیا۔

"میری حمالہ سے شادی کروادیں۔" اوراد نہایت سکون سے بولا تو خان داور ٹھٹک گئے۔ ابراہیم نے مسکرا کر گہرا سانس بھرا۔

"وہ باپ بیٹھا ہے لڑکی کا اور تم مجھے حکم دے رہے ہو، رشتہ ایسے مانگتے ہیں کیا؟" خانزادہ نے بیٹے کو عقل دلائی۔ خان داور مسکراہٹ دبا گئے۔

"ان کو ہی بتا رہا ہوں، آپ کی بیٹی سے مجھے شادی کرنی ہے۔" وہ سر اٹھا کر خان داور کو دیکھنے لگا۔

"اسے رشتہ مانگنا سکھانے سے بہتر ہے ہاں کریں، کیوں لالہ؟ اوراد سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے بھلا۔۔" خان یاور ہمیشہ کی طرح جذباتی پن سے بولے۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں، مجھے تو اوراد بہت عزیز ہے مگر ادب خان کو کیا جواب دیں گے۔" خان داور پریشانی سے بول رہے تھے۔

"ادب خان سمجھ دار انسان ہے، وہ بھی جانتا ہے ہمیشہ رشتہ کرتے ہوئے اپنوں کو ترجیح دی جاتی ہے۔" خان آزر لاپروائی سے بول رہے تھے۔

"میں سمجھا دوں گا۔ میرے بیٹے کو کوئی انکار نا کرے، اس نے پہلی مرتبہ کچھ مانگا ہے مجھ سے۔۔" خانزادہ نے محبت سے خان اوراد کو دیکھا۔ وہ ایک تشکر بھری نظر باپ پر ڈالتا وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ ابراہیم بھی وہاں سے جا چکا تھا۔ باقی بڑے شادی کے معاملات پر بحث کرنے لگے۔

oooooooooooo

حمالہ شاکڈ سی خان داور کا خوشی سے چمکتا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ مرحا بھی مسکرا رہی تھیں۔

"مجھے تو خوشی ہے میری بیٹی میرے پاس ہی رہے گی اور خان اوراد سے بہتر اس کے لیے کون ہو سکتا ہے۔" خان داور کی بات پر حمالہ صدمے سے نکلی۔

"بابا آپ نے مجھ سے پوچھا ہی نہیں، مجھے شادی نہیں کرنی اوراد لالا سے۔۔" حمالہ نے صاف انکار کیا۔

"حمالہ پاگل پن مت کرو، تم ناسمجھ ہو تمہیں کیا پتا کون بہتر ہے کون نہیں۔" مرحا نے بے ساختہ اسے ٹوکا۔

"میں ناسمجھ نہیں ہوں، ریما آنٹی کے بیٹے سے کروں گی شادی بس۔۔ان کو انکار نہیں کریں۔" حمالہ نے فیصلہ سنایا۔ خان داور سر پکڑ بیٹھے۔

"تم باپ کے سامنے اپنے رشتے کی بات کر رہی ہو حمالہ۔۔ کچھ تو خیال کرو۔" داور نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تو وہ آنکھوں میں تیزی سے آنسو بھر لائی۔

"آپ میری مرضی کے خلاف میری شادی نہیں کر سکتے بابا۔۔" وہ روتے ہوئے باپ سے ناراض ہونے لگی۔

"ایسا نہیں ہے بیٹا۔ میں تو تمہاری مرضی پوچھنا چاہ رہا ہوں۔۔ مجھے بتاؤ اورادمیں کیا کمی ہے۔"

داور اسے اپنے پاس بٹھا کر نرمی سے اس کے آنسو صاف کرنے لگے۔ مرحا بے چارگی سے حمالہ کو دیکھنے لگیں۔

"وہ مجھے اچھے نہیں لگتے، بالکل ہی اچھے نہیں لگتے۔ آپ میری جہاں چاہیں شادی کر دیں مگر اورادلالا سے بالکل نہیں۔۔ پلیز بابا ورنہ میں روتی رہوں گی۔"

وہ آنسوؤں بھری آنکھوں سے باپ کو دیکھنے لگی۔ داور کا اس کے آنسو دیکھ کر ہی دل بیٹھ گیا۔

"آپ اس کی باتوں میں نہیں آئیں خان صاحب۔۔ یہ نادان ہے میں اسے سمجھاؤں گی، یہ ہماری آنکھوں کے سامنے رہے گی، سب اسے اچھے سے جانتے ہیں، اس کے نخرے اٹھاتے ہیں اور کیا چاہئیے۔" مرحا نے تیزی سے بولتے ہوئے خان داور کو کوئی بھی فیصلہ کرنے سے باز رکھا۔

وہ ماں تھیں حمالہ کو اچھے سے جانتی تھیں، انہیں پتا تھا لاڈ پیار میں اس کے اندر جو خامیاں پیدا ہو گئی تھیں وہ خان حویلی والے ہی برداشت کر سکتے تھے۔

"اپنے پاس رکھنا ہے تو شادی نہیں کریں لیکن میں اور اد لالا سے شادی نہیں کروں گی۔" حمالہ چیخ کر بولتی ان کے کمرے سے چلی گئی۔

داور اس کے لیے پریشان ہونے لگے، مرحا انہیں تسلی دینے لگیں کہ خود سمجھائیں گی مگر حمالہ سمجھانے کا بھی اثر نہیں لے رہی تھی۔

وہاں ثنا بیگم ابراہیم کے لیے حمینہ کا سن کر بھڑک اٹھی تھیں۔

"ایقان کی شادی میں پورے خاندان نے اسے میری ملازمہ کی حیثیت سے دیکھا ہے۔ سب کیا کہیں گے اتنے قابل پوتے کے لیے ثنا نے ملازمہ لے لی۔۔"

ثنا بیگم تو مارے پریشانی کے بے حال ہونے لگیں۔

"خانزادہ فیصلہ کر چکا ہے۔" خان موسٰی نرمی سے بولے تو ان کا سر گھومنے لگا۔

"خانزادہ کون ہوتا ہے فیصلہ کرنے والا۔۔ میرے دو بیٹے تھے اور اس نے ان دونوں کا فیصلہ بھی خود کیا تھا۔

اب اپنے پوتوں کے لیے میں اسے فیصلہ کرنے کی اجازت نہیں دوں گی۔" ثنا بیگم غصے سے بولیں۔

"وہ بہتر فیصلہ کرتا ہے ہماری خوشی دیکھتا ہے۔ کیا آپ نے زرشے اور پُروا میں کوئی کمی دیکھی ہے؟

ہم دونوں بہت خوش بھی تو ہیں۔" موسٰی نے تحمل سے اپنی مثال پیش کی۔ ابراہیم تو فیصلہ کر کے شہر واپس لوٹ گیا تھا، اب وہ پھنس چکے تھے۔

"تم دونوں کی بات اور تھی، زرشے خاندانی لڑکی ہے اور پروا بھی اچھے گھر کی لڑکی تھی۔

اس ملازمہ کے ناخاندان کا پتا ہے نا کوئی ولی وارث ہے۔ نا جانے بچی بھی جائز ہے یا نہیں۔۔"

ثنا بیگم کے ہتک آمیز جملوں پر خان موسٰی پریشانی سے زرشے کو دیکھنے لگے۔ وہ دونوں ابراہیم کی خوشی کی خاطر حمینہ کو قبول کرنے کو تیار تھے مگر ثنا بیگم کا ردعمل ان کی توقع کے مطابق شدید قسم کا تھا۔

"ایسی باتیں کر کے آپ ابراہیم کا دل برا کریں گی مورے، وہ حمینہ سے شادی کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے اور آپ چاہے جو بھی کہیں مگر خانزادہ اس کا ساتھ دے گا۔ ایسا نا ہو آپ کی مخالفت پر ابراہیم بیوی کو لے کر شہر جا بسے۔۔" خان موسٰی نے نرمی سے ماں کو سمجھایا۔ ثنا بیگم اس بات پر الٹا چیخنے لگیں۔

حمینہ کو خانزادہ پہلے ہی اپنے پورشن میں لے جا چکے تھے ورنہ سارا غصہ اسی پر نکلتا۔

حویلی میں ایک ساتھ تین شادیاں تیار تھیں جن میں دو شادیوں کی پُرزور مخالفت کی جا رہی تھی۔

نا ثنا بیگم ابراہیم کی شادی کے لیے آمادہ تھیں نا حمالہ کسی کے سمجھانے کا اثر لے رہی تھی۔

مردان خانے میں مرد الگ سر پکڑے بیٹھے تھے۔

خان اورادا اور خان ابراہیم مزے سے شہر میں بیٹھے تھے اور پیچھے حویلی میں ان کی وجہ سے ٹینشن پھیلی ہوئی تھی۔

oooooooooo

"لالا یہ حویلی میں کیا چل رہا ہے آخر۔۔ آج علیہا نے بتایا حمالہ کی آپ کے ساتھ شادی کی جا رہی ہے۔"

الہام رات کے وقت بھاگا بھاگا اس کے کمرے میں پہنچا اور پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ بولا۔

کتاب پڑھتے اوراد نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا اور سوالیہ انداز میں ابرو چڑھائے۔

"یار بتائیں یہ کیا چکر ہے۔اس کا تو ادب انکل کے بیٹے کے ساتھ رشتہ ہونا تھا ناں۔" الہام کی پریشانی اوراد کو سمجھ نہیں آئی تھی۔وہ کتاب بند کرتا مکمل طور پر الہام کی طرف متوجہ ہوا۔

"ہاں ان لوگوں نے رشتہ مانگا مگر پھر یہی طے ہوا کہ حمالہ کی حویلی میں ہی شادی ہو گی، تمہیں پریشانی کیا ہے یہ بتاؤ۔۔" خان اوراد نہایت اطمینان سے بول رہا تھا۔الہام منہ بناتا اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"میں خوش تھا کہ چلو میرا کام آسان ہو جائے گا۔" وہ بے چارگی سے بول رہا تھا۔اوراد ٹھٹک گیا۔

"کیسا کام؟" اس کے سوال پر الہام جھینپ گیا۔

"وہ زرا حمالہ کے تھرولے دے والا کام ہو جاتا، مجھے ادب انکل کی بیٹی اچھی لگی تو میں نے سوچا کہ۔۔" الہام بلا جھجک اپنے بڑے بھائی کو بتا رہا تھا۔

"الہام، ضروری نہیں اس کے لیے حمالہ کا رشتہ وہاں کیا جاتا۔تم بابا سے بات کرنا باقی وہ سنبھال لیں گے۔"

اوراد نے نرمی سے کہتے ہوئے اپنی کتاب اٹھالی۔

"آہ تھینکس۔۔یہ بھی آپ نے ٹھیک کہا۔" الہام کی آنکھیں گلالئی کو سوچ کر چمک اٹھیں پھر چونکا۔

"ویسے ایک اور کنفیوژن بھی ہے، یہ آپ اتنے فرمانبردار کب سے ہوئے کہ حویلی میں فیصلہ ہوا اور آپ نے مان لیا۔" الہام نے سوچتے ہوئے لہجے میں کہا۔

اوراد کتاب کھولتے ہوئے رک کر اسے دیکھنے لگا۔

"اور۔۔" الہام نے انگلی اٹھا کر اسے بولنے سے روکا۔

"مجھے خانی مورے کی بہن کی ایکس وائی زی نواسی کا سین بھی پتا ہے جس کے لیے آپ نے ایٹ دا مومنٹ کال پر انکار کر دیا تھا.

سو ڈونٹ یو ٹرائے ٹو سے کہ آپ ہیں ہی اچھے۔۔"

الہام جتا کر بولتا شرارت سے اسے دیکھ رہا تھا۔اوراد نے مسکرا کر کتاب بند کی اور الہام کو دیکھا۔

"الہام وہ ہے دروازہ۔۔ وہاں سے نکلتے نظر آؤ کیونکہ میں تمہیں جواب دہ نہیں ہوں۔" خان اوراد کے مسکراتے جملہ پر الہام کا موڈ آف ہوا۔

"مگر لالا۔۔" الہام نے بولنا چاہا۔

"ابھی۔۔" اوراد نے دروازے کی جانب انگلی کی۔

الہام دل میں کسی نئی لو سٹوری کو سننے کی چاہ دبائے خفگی سے اٹھ کر اس کے کمرے سے نکل گیا۔

اور پھر محبت بھی بھلا دوسروں کو سنانے والی کہانی ہے؟ وہ تو کی جاتی ہے اور جس سے کی جاتی ہے صرف اسی کو جتائی جاتی ہے۔

روح کو معطر کر دینے والی خوشبو جیسی۔۔ خود سے خود تک اور پھر خود سے محبوب تک محدود کر دینے کے قابل۔۔ محبت تو ایسی چیز ہوتی ہے۔

خان اوراد نے پھر سے کتاب کھولی اور اسے پڑھنے میں ایسا محو ہوا جیسے اسے پڑھنے کے دوران کوئی دوسری بات ہوئی ہی نہیں تھی۔

oooooooooo

ریاض پورے ایک ہفتے بعد حویلی لوٹا تو حویلی کے دونوں پورشن خاموشی میں ڈوبے ہوئے ملے۔

دونوں اطراف میں سرد سی جنگ جاری تھی۔ وہ چونک سا گیا تھا۔ پریہان کے پاس پہنچ کر ان سے ملا۔

"حویلی میں پہلی بار ایک ساتھ تین چار لوگوں کی شادی ہے اور اس پر بھی ایسا سناٹا۔۔ سب خیر تو ہے ناں ماما۔۔" ریاض نے تجسّس سے سوال کیا تو وہ ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گئیں۔

"ثنا چچی غصہ میں ہیں کہ ابراہیم نے ملازمہ سے شادی کرنے کا کیوں کہا اور اگر اسے شادی ہی کرنی تھی تو پہلے ملازمہ کیوں بنا کر بھیجا۔۔

اور حمالہ کی ضد ہے اسے ریما کے بیٹے سے شادی کرنی ہے اوراد سے نہیں۔۔" پریہان ڈھیلے سے لہجے میں بولیں تو ریاض حیران رہ گیا۔

"یہ ثنا مورے کی بات تو سمجھ میں آتی ہے خیر۔۔ان جیسی ہائی کلاس مائنڈ کی عورت اپنی ہی ملازمہ خاص کو اپنے عزیز ترین پوتے کے لیے زرا مشکل ہی قبول کریں گی مگر یہ حمالہ کی کیا ضد ہے۔

کیا وہ ریما آنٹی کے بیٹے کو جانتی ہے؟" رباض نے حیرت سے حمالہ کی ضد کے بارے میں سوال کیا۔

"نہیں۔۔اسے تو اس کے بارے میں کچھ پتا بھی نہیں، مرحابتا رہی تھی اس سے پوچھتی رہی کہ کیسا دکھتا ہے اور کیسا مزاج رکھتا ہے۔

میرے اندازے کے مطابق حمالہ کو صرف اوراد سے شادی کرنے پر اعتراض ہے۔" اپنے بیٹے کا زکر کرتے ہوئے پریہان فطری طور پر اداس ہوئی تھیں۔

"اوراد میں کیا کمی ہے۔کسی بھی لڑکی کی چوائس ہو سکتا ہے، حمالہ تو پاگل ہے۔" رباض اس کی ضد پر ماتھے پر بل ڈال گیا۔اسے حمالہ کا اوراد کے لیے انکار کرنا نہایت ناگوار گزرا تھا۔

"ایسی بات نہیں ہے، وہ صرف نرمی اور محبت کی عادی ہے۔اوراد کا مزاج کچھ سرد سا ہے، وہ حویلی میں بھی کم آتا ہے اور آ جائے تو کسی سے بات تک نہیں کرتا۔شاید اسی لیے حمالہ بھی گھبرا رہی ہے۔

سب سمجھا رہے ہیں، وہ شام سے رونے میں مصروف ہے مگر مان نہیں رہی۔" پریہان تفکر سے بتا رہی تھیں۔

شاید انہیں بھی حمالہ پر یوں زبردستی کرنا برا لگ رہا تھا۔

"تو پھر۔۔ اتنا فورس کیوں کر رہے ہیں یار۔۔ انسان کا دل نہیں مانے تو جبر تھوڑی ہے۔ ایسی بھی کیا زبردستی ہے کہ اسے رلا کر شادی کے لیے منایا جا رہا ہے۔"

رباض کا نرم دل حمالہ کے رونے کا سن کر بے چین ہو گیا۔ غصہ اور ناراضگی سب ہوا ہو گئی۔

"ہم بھی ایسا نہیں کرنا چاہتے مگر تمہارے بابا افسردہ ہیں، کیا تم جانتے ہو حمالہ کے ساتھ شادی کرنے کا خود اورادنے کہا ہے اور اس نے پہلی بار تمہارے بابا سے کچھ مانگا ہے۔ وہ انکار نہیں کرنا چاہتے۔"

پریہان کی بات پر رباض چپ کا چپ ہو گیا۔ حمالہ اوراد کی خواہش تھی۔ اس بات پر آ کر وہ بھی کچھ نہیں بول پا رہا تھا۔

اوراد ہمیشہ اپنا ہر کام، ہر خواہش اپنے تک محدود رکھتا تھا۔ واقعی یہ بالکل پہلی مرتبہ ہوا تھا کہ اسے اپنی خوشی حویلی والوں کو بتانا پڑی تھی۔

یہاں تو ہر بچے کو پیار ملا تھا، کچھ محرومیاں ایقان میں رہ گئی تھیں اور کچھ خان اوراد میں۔۔

وہ لڑکی تھی پھر بھی حویلی والوں پر انحصار کرتی تھی مگر اوراد لڑکا تھا، الگ تھلگ ہوتا چلا گیا۔

وہاں خان داور اور مرحا اپنی جگہ پریشان ہیں کیونکہ حمالہ نے رو رو کر اپنا برا حال کر لیا ہے۔

خانزادہ اب نہ ضد کر پا رہے ہیں نہ ہی اوراد کو حمالہ کے انکار کا بتا پا رہے ہیں۔ سب پھنس چکے ہیں۔

"خانی مورے بھی کمرے میں بند ہیں، یقیناً انہیں بھی حمالہ کا انکار کرنا دکھی کر گیا ہو گا۔" ریاض کے مدھم سوال پر پریہان نفی میں سر ہلا گئیں۔

"ان کے کانوں میں ابھی حمالہ کا انکار نہیں پہنچا۔۔

وہ تو ابھی تک اوراد کی حمالہ سے شادی پر ہی صدمے میں آ گئی ہیں۔ کیونکہ یہ اوراد کی خوشی ہے اس لیے اختلاف نہیں کر پا رہیں مگر انہیں شدید افسوس ہے کہ حمالہ جیسی نان سیریئس اور ان کی نظر میں نہایت بگڑی ہوئی لڑکی ان کے اوراد کی بیوی بنے گی۔

اگر انہیں اس بگڑی ہوئی لڑکی کے انکار کا پتا چلا تو ایک الگ ہنگامہ برپا کر دیں گی۔"

پریہان کی بات پر ریاض کا سر چکرا گیا۔ یہاں سب کا اپنا صدمہ تھا۔ اب تو وہ بھی ٹینشن میں گھِر گیا۔

"آپ پریشان نہیں ہوں، میں زرا ٹھہر کر اوراد سے بات کروں گا۔ اسے سمجھاؤں گا اب ظاہر ہے زبردستی تو نہیں کرنا چاہے گا وہ۔۔" ریاض نے حل پیش کیا۔

پریہان اتنی پریشان تھیں کہ اس سے اتفاق بھی نہیں کر پائیں۔ اوراد کو حمالہ کا انکار پتا چلا تو کیا ری ایکشن دے گا؟ نا جانے ناراض ہو گا یا ہمیشہ کی طرح بالکل ہی چپ اور سب سے الگ ہو جائے گا۔۔ اور یہی بات تو سب سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

"او۔ کے تم جاؤ ریسٹ کرو۔۔ ابھی آئے ہو اور اس پریشانی میں مبتلا ہو رہے ہو، اللہ بہتر کرے گا۔"

پریہان نے لبوں پر مسکراہٹ سجا کر اس کا سر سہلایا تو وہ ایک نظر ماں کے پریشان چہرے کو دیکھتا ان کا ہاتھ تھام کر لبوں سے لگا گیا۔

"آپ پریشان نہیں ہوں، آپ کو تو اوراد بھی پریشان ہوتا نہیں دیکھ سکتا، ایک پکچر بنا کر بھیجوں گا اور وہ اپنی ساری خوشی بھول کر حمالہ کا انکار قبول کر لے گا۔" ریاض نے انہیں خوش کرنے کی کوشش کی تو وہ مدھم سا مسکرائیں۔

"مجھے افسوس ہے وہ ہماری پریشانی پر ہر بار خود کو خوش ظاہر کرتا ہے اور ہم اس کی اصل خوشی بھی اسے نہیں دے پا رہے۔" پریہان مایوس ہوئیں۔

"فکر نہیں کریں ناں ماما۔۔ ہو سکتا ہے اس نے بس ایک چوائس بتائی ہو۔ اتنی بات نہیں ہے جتنا آپ لوگ سوچ رہے ہیں اسے بتا کر تو دیکھیں کہتا کیا ہے۔"

ریاض نے انہیں تسلی دی۔ ان کو اطمینان دلا کر وہ اٹھا اور اپنے کمرے میں پہنچا۔

ایقان وارڈروب میں گھسی کپڑوں کو ترتیب دینے میں مصروف تھی۔ آہٹ پر سر اٹھا کر باہر جھانکا تو اسے دیکھ کر تیزی سے سیدھی ہوئی۔

"السلام و علیکم" اس کے مدھم سے سلام پر بیڈ پر بیٹھتے ریاض نے چونک کر اسے دیکھا۔

"وعلیکم السلام کیسی ہو بے وفا لڑکی۔" وہ ٹانگیں لمبی کر کے نیم دراز ہوتا مسکرا کر بولا تو اس کے دیئے نام پر ایقان حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"آپ کے لیے چائے بنالاؤں۔۔؟" ان کے درمیان خاموشی سے گھبرا کر ایقان نے سوال کیا۔

"ہاں پلیز اگر تکلیف نا ہو تو۔۔ایکچوئلی آفس سے سیدھا گھر گیا تھا، وہاں سے چینج کر کے ایزی ہوتے ہی یہاں کے لیے روانہ ہو گیا۔ یہاں آیا تو حویلی کی پریشانی نے دماغ چکرا کر رکھ دیا۔۔

اب سر درد کر رہا ہے میرا۔" وہ ایک چائے کا کپ طلب کرنے کے لیے اتنی لمبی وضاحت دے رہا تھا۔

لہجے میں حکم کی بجائے درخواست شامل تھی۔ایقان اسے دیکھ کر رہ گئی۔اس نے باپ بھائی کا بھی عام طور پر یہی روپ دیکھا تھا مگر اس نے جب سے ماحد خان کو جھیلا تھا اسے اب یہ نرم انداز انوکھے لگنے لگے تھے۔

"میں ابھی لاتی ہوں۔" وہ اپنی مرعوبیت پر قابو پا کر فرمانبرداری سے بولی اور کمرے سے

نکل گئی۔ریاض ایک کشن سینے سے لگائے تکیے پر سر رکھ گیا۔جب تک ایقان چائے بنا کر لوٹی وہ نیند میں جا چکا تھا۔

"خان صاحب،آپ کی چائے۔۔" ایقان نے مدھم سے لہجے میں پکارا مگر اسے بدستور سویا ہوا پا کر چائے کو تکنے لگی۔اب کیا کرے؟ کھڑی رہے یا چائے رکھ کر لوٹ جائے۔؟اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

اسے خوف تھا ریاض جاگ کر اس سے ناراض ہو گا کہ اس نے چائے بنا کر اسے جگایا کیوں نہیں مگر اسے جگانے کا سوچ کر گھبراہٹ ہونے لگی،اگر اسے یوں نیند سے جگانا پسند نا آیا تو کیا کرے گی؟

اس نے کچھ سوچ کر چائے کا کپ سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور اپنے موبائل سے اسے کال کی۔ وہ رنگ ٹون پر نیند سے جاگ گیا۔ اس سے پہلے کہ موبائل اٹھا کر چیک کرتا وہ تیزی سے آگے بڑھ کر چائے کا کپ اٹھا گئی۔

"آپ کی چائے۔" اس کی آواز پر موبائل تلاش کرتا رباض اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"تھینک یو۔" اس نے تشکر بھری نظروں سے ایقان کو دیکھتے ہوئے چائے کا کپ تھام کر

لبوں سے لگایا۔ چائے کا زائقہ بہت اچھا تھا۔ وہ چونک سا گیا۔

"چائے بہت اچھی بنی ہے، کیا تم نے بنائی؟" اس کے سوال پر ایقان نے پرجوش انداز سے اثبات میں سر ہلایا۔ رباض نے مسکراہٹ دبائی۔

" تمہاری یہ فرمانبرداری تب کہاں کھو گئی تھی جب میں نے تمہیں ڈیلی میسج کرنے کا کہا تھا۔" رباض نے ابرو چڑھا کر اسے مصنوعی گھوری سے نوازا تو اس کا منہ اتر گیا۔

"مجھے سمجھ نہیں آتا تھا، کیا لکھوں۔" وہ مجرموں کی طرح سر جھکا کر غلطی کا اعتراف کرنے لگی۔

"کہا تھا ناں کچھ بھی لکھ دینا، جس قابل لگوں۔

مطلب میں تمہیں کسی قابل ہی نہیں لگتا۔" رباض نے تاسف کا اظہار کرتے ہوئے جیسے خود پر افسوس کیا۔

"ایسی بات نہیں ہے، میں آپ کی بہت عزت کرتی ہوں۔ مجھے الفاظ سمجھ نہیں آئے کہ کیا لکھ کر بھیجوں۔"

ایقان پریشان سے اسے وضاحت دینے لگی۔ وہ خفگی سے چائے پیتا رہا۔ ایقان انگلیاں چٹخانے لگی۔

"سنا ہے مشرقی لڑکیاں اپنے محرم مرد سے محبت کرتی ہیں۔ میں بھی تمہارا محرم ہی ہوں، کیا تم مشرقی لڑکی نہیں ہو؟" چائے پیتے ہی وہ بات کو الجھاتا گھماتا محبت پر لے ایا۔

ایقان کا سر اس کی بات پر شرمندگی سے ضرورت سے زیادہ جھک گیا۔ رباض کو اس پر ہنسی آئی۔

"سنو ایقان۔۔ کیا ہوا؟ مجھ سے محبت نہیں کرتی ہو کیا۔" وہ ہنسی دبائے اسے پکار کر پوچھ رہا تھا۔

"جی۔۔ ہاں جی۔۔ پتا نہیں۔۔" ایقان اپنے جواب سے خود بھی پریشان ہو گئی۔ رباض کا دل چاہا زور زور سے قہقہے لگائے۔

"میں بھی نہیں کرتا۔ ٹھیک ہے تمہیں محبت نہیں تو مجھے بھی نہیں۔۔ ہم دونوں فرض جیسا ساتھ نبھا لیں گے۔" وہ چہرے پر بناوٹی سنجیدگی سجا کر بولتا رخ پھیر کر کچھ فاصلے پر پڑا اپنا موبائل اٹھا کر چیک کرنے لگا۔ کال لاگ میں جا کر چیک کیا تو آخر میں ایقان کی مسڈ کال دیکھ کر چونکا اور پھر پوری بات سمجھ کر ہولے سے ہنسا۔

گردن گھما کر ایقان کو دیکھا تاکہ سوال کر سکے مگر اسے دیکھ کر ریاض کے ہاتھ سے موبائل چھوٹ گیا۔ وہ سر جھکائے رونے میں مصروف تھی۔

"ایقان کیا ہوا؟" ریاض بوکھلا گیا تھا۔

"میں جانتی ہوں آپ۔۔ کو میں پسند نہیں۔۔ میں نے اسی لیے انکار بھی کیا تھا۔۔ کسی نے میری نہیں سنی۔۔" وہ روتے ہوئے بول رہی تھی۔ ریاض اپنے مذاق پر خود کو کوستا ہاتھ بڑھا کر اس کی کلائی تھامتے ہوئے اپنی طرف کھینچتا سینے سے لگا گیا۔

"مذاق کر رہا تھا یار۔۔ یہ تم بار بار اپنے انکار کا بتانے کے بجائے مجھ سے محبت کرنے کی کوشش کیوں نہیں کر لیتیں۔" وہ اسے خود میں سمیٹتا بے چارگی سے بول رہا تھا۔ ایقان نے بھیگی آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا تو ریاض کا دل ڈوب سا گیا۔

"بدلے میں، میں تم سے محبت کر لوں گا۔" وہ سرگوشی میں بولتا مسکرا کر اس کے بھیگے رخسار کو چھُو گیا۔ ایقان اس کی گستاخی پر سرخ پڑتی اس کے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔ ریاض مسکرا کر نرمی سے اس کا سر سہلانے لگا۔

oooooooooo

یونی ورسٹی میں فریشرز کے لیے ویلکم پارٹی رکھی گئی تھی۔ وہ چاروں بھی وہاں موجود تھیں مگر ان میں صرف گلالئی اور اسوان ہی پرجوش تھیں۔

علیہا چپ چپ سی بار بار حمالہ کو دیکھ رہی تھی اور حمالہ غائب دماغ سی دور درختوں کو دیکھنے میں مصروف تھی۔ وہ آنا ہی نہیں چاہتی تھی مگر مرحانے زبردستی بھیج دیا تاکہ اس کا کچھ مائنڈ چینج ہو۔

"سنو علیہا حدیر۔۔ یہ سجاوٹ کا سامان جلدی سے ہال میں موجود سینئیرز کو دے کر آؤ۔۔" ایک سینئیر لڑکی نے کوئی سامان لا کر علیہا کو پکڑایا اور تیزی سے واپس پلٹ گئی۔

"حمالہ کیا تم یہ سامان لے جاؤ گی پلیز۔۔ میرے سر میں درد ہے۔" علیہا نے نرمی سے حمالہ کو مخاطب کیا۔

"میرے بھی سر میں درد ہو رہا ہے۔ مجھے گھر واپس جانا ہے، میں کوئی پارٹی فنکشن وغیرہ نہیں اٹینڈ کرنا چاہتی۔۔" حمالہ اس کی پکار پر پلٹتی روہانسی ہو کر بولی تو علیہا نے سر پکڑ لیا۔ حمالہ کا موڈ تو یونی آ کر اچھا ہونے کی بجائے مزید برا ہو رہا تھا۔

علیہا جانتی تھی ہر انسان کی اپنی ایک خواہش اور مرضی ہوتی ہے۔ اور حمالہ ہمیشہ سے ہی اوراد سے دور دور رہی تھی۔ وہ اسے کبھی بھائی تک ماننے کو تیار نہیں ہوئی تھی، پوری زندگی اسی کے ساتھ رہنا تو مشکل ترین تھا۔

وہ سب کو مسلسل انکار کر کے بھی اداس تھی اور حامی بھرنے کا سوچ کر ہی پریشان ہونے لگتی تھی۔

"میرا مشورہ مانو تو تم دونوں ہی پارٹی وارٹی چھوڑو اور ہاسپٹل ایڈمٹ ہو جاؤ۔۔ بورنگ لڑکیاں۔" اسوان نے ناک چڑھا کر دونوں کو گھورا اور علیہا سے سامان لے کر ہال کی طرف قدم بڑھا گئی۔

"میں کینٹین کی طرف جا رہی ہوں، چلو گی تم دونوں؟" گلالئی کو ہمیشہ کی طرح بھوک لگ گئی تھی۔ اس کے پوچھنے پر دونوں نے ہی نفی میں سر ہلایا۔ وہ کندھے اچکاتی آگے چل پڑی۔

"حمالہ اپ سیٹ مت ہو، تم ایک بار لالا کے بارے میں سوچ کر تو دیکھو۔ وہ سخت مزاج لگتے ہیں بٹ وہ کافی کیئرنگ اور لونگ سے انسان ہیں۔" تنہائی پاتے ہی علیہا نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"علیہا۔۔ مجھے وہ اچھے نہیں لگتے، وہ ڈانٹتے ہیں اور ان کے انداز سے ہی لگتا ہے وہ بھی مجھے پسند نہیں کرتے۔ خانی مورے بھی مجھے ناپسند کرتی ہیں۔

میں ساری زندگی لیکچر اور ڈانٹ نہیں سننا چاہتی۔"

حمالہ اداسی سے بول رہی تھی۔ علیہا چپ ہو گئی۔

"بٹ مجھے لگتا ہے لالا کو تم اچھی لگتی ہو تبھی تو۔۔" علیہا نے کچھ بتانا چاہا مگر حمالہ رو پڑی۔

"مجھے وہ اچھے نہیں لگتے، میں ان سے حویلی میں کبھی کبھی ہونے والا سامنا بھی اب برداشت نہیں کر پا رہی تھی۔ ساری زندگی ان کے ساتھ کیسے رہوں گی۔"

اس کے روتے الفاظ پر علیہا ساکت سی رہ گئی تھی۔

حمالہ کو خان اوراد سے اتنی چِڑ اور الجھن کب ہوئی؟

کب ان کا سامنا ہوا؟ کیا بس وہی مال والی بات پر۔۔؟

علیہا کا دماغ الجھ رہا تھا۔ حمالہ سسکیاں بھر رہی تھی۔ وہ تنگ آ رہی تھی سب کے سمجھانے سے۔۔

اور علیہا جو اسے بتانا چاہتی تھی کہ خان اوراد نے خود اس سے شادی کی خواہش کی ہے، لب سیے بیٹھی رہ گئی۔

oooooooooo

وہ کافی دیر سے سر جھکائے ایک ہی حالت میں بیٹھی ہوئی تھی۔ گل جان نے ایک نظر سکون سے سوتی بچی کو دیکھا پھر حمینہ کے چہرے پر نظر ڈالی۔

"ایسے گم صم کیوں ہو؟ کیا تم اپنی شادی سے خوش نہیں ہو؟" گل جان کے نرم لہجے میں کیے جانے والے سوال پر وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگی۔

"خان بیگم کا رد عمل دیکھنے کے بعد بھی آپ مجھ سے سوال کر رہی ہیں؟ کیا مجھے ایسی شادی پر خوش ہونا چاہئیے جس میں گھر کے بڑے راضی ہی نہ ہوں اور ان کے غصے سے بچ کر مجھے اس کمرے میں چھپنا پڑ رہا ہو۔۔" حمینہ خالی خالی نظروں سے انہیں تکتی سوال کر رہی تھی۔ گل جان بے ساختہ اس کے معصوم چہرے کو دیکھنے لگیں۔

وہ کم عمر سی لڑکی جب بولتی تھی تو تجربہ کار عورتوں والے الفاظ بیان کرتی تھی، وقت نے اسے کتنا بڑا اور سنجیدہ کر دیا تھا۔ گل جان حیران ہوئیں۔

"بیٹا وہ بس تھوڑی غصہ ہیں مگر آخر کب تک غصہ کریں گی، ابراہیم میں جان بستی ہے ان کی، اس کی خاطر مان جائیں گی۔۔۔

اور تمہیں چھپانے کے لیے نہیں لایا گیا یہاں، تمہیں تو بس یوں سمجھو مایوں میں بٹھا دیا گیا ہے۔"

گل جان نے مسکرا کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ خاموش نظروں سے ان کا شفیق چہرہ دیکھنے لگی۔

"مجھے بہلائیں نہیں بی بی جی۔۔ میں نے سچ کو اتنا جھیلا ہے کہ اب دور سے پہچان لیتی ہوں۔۔

خان بیگم کا غصہ اب کبھی نہیں اترے گا کیونکہ میرا اور صاحب کا کوئی جوڑ ہی نہیں ہے، صاحب کی ضد فضول ہے۔ مجھے کوئی سہارا نہیں چاہیئے۔

اس رات دیر ہو چکی تھی تو میں ان کی ضد پر حویلی چلی آئی مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ساری عمر کے لیے ہمدردی میں مجھے خود سے باندھ لیں۔۔

ان سے کہیں، میری ابتر زندگی ان کا سر درد نہیں ہے۔ براہ مہربانی مجھے یہاں سے جانے کی اجازت دیں۔"

وہ سپاٹ لہجے میں بول رہی تھی۔ عجیب سرد مزاج سی لڑکی تھی۔ لہجہ جذبات سے عاری تھا اور الفاظ حقیقت کی تلخی میں ڈوبے ہوئے۔۔

"بچے ہمدردی اسے آج سے پہلے حویلی کی کسی ملازمہ سے تو نہیں ہوئی۔۔ میں بھی جانتی ہوں، نواسا ہے میرا۔۔ ہاں رحم دل ہے مگر ایسا بھی نہیں کہ ہمدردی میں ساری زندگی کے لیے کسی کی زمہ داری اٹھا لے۔۔ تم سے نکاح کا فیصلہ کیا ہے تو یقیناً اس کا دل اس بات پر راضی ہوا ہو گا تب ہی۔۔

سہارا مل رہا ہے تو اللہ کا شکر ادا کرو اور خاموشی سے نکاح کرو، تمہیں ضد کس بات کی ہے؟" گل جان نے نرمی سے استفسار کیا تو وہ سر جھکا گئی۔

"ضد کیسی۔۔ہاں بس احسان نہیں لینا چاہتی۔۔ایسا احسان تو بالکل نہیں کہ ساری عمران کے سامنے سر نہ اٹھا سکوں اور ان کے گھر والوں سے نظریں چراتی پھروں۔" وہ ٹوٹے پھوٹے لہجے میں بول رہی تھی۔

"باقی سب ایک طرف رکھ دو، ابھی رشتہ نہیں جڑا تو تم وہم کا شکار ہو رہی ہو۔۔ثنا بھابھی کا غصہ وقتی ہے۔رہی بات ابراہیم کی تو جب رشتہ جڑے گا تو سمجھ جاؤ گی اس نے احسان نہیں کیا۔۔

شادی احسان نہیں ہوتی، یہ ایک ضروری رشتہ ہے جس کی اللہ نے اجازت دی ہے۔اپنی بیٹی کا مستقبل سوچو اگر اسے ابراہیم باپ کا پیار دے گا تو تمہیں اس سے بھلا اور کیا چاہیئے۔"

گل جان کے سمجھانے پر وہ اپنی بیٹی کو دیکھنے لگی۔اب آنکھوں میں پہلے جیسے جذبات مرتے جا رہے تھے۔اس کا جوش ماند پڑ گیا تھا۔

"اس بیٹی کو میں دنیا میں لا کر غلط کر بیٹھی ہوں۔"

وہ بھیگی نظروں سے اس لاغر سی بچی کو دیکھ رہی تھی جس کی بیماری اور کمزوری اب اسے دہلا رہی تھی۔ اگر وہ مر گئی تو۔۔۔؟؟ حمینہ بھی مر جائے گی۔

"تم نے غلط نہیں کیا تم بس بہادر لڑکی ہو۔" گل جان نے اسے تسلی دینے کی کوشش کی۔

"بہادر نہیں بزدل۔۔" وہ بے ساختہ سسک اٹھی۔

"میں جب مہینوں بعد بھی خود پر گزری قیامت کے اثر سے نہیں نکل پائی تو خود کو مارنے چلی تھی۔۔

تب میں نے اسے پہلی بار خود میں محسوس کیا تھا، اس نے باقاعدہ مجھ میں حرکت کی تھی جیسے روکتی ہو کہ میں اس پر ایسا ظلم نا کروں۔۔

میں رک گئی تھی، خود کو مارنا چاہتی تھی مگر اسے نہیں مار پائی۔۔ مجھے لگا یہ قتل ہے۔ پاگل تھی میں۔۔

یہ تو اب بھی مر رہی ہے، سانس لے کر بھی مر رہی ہے۔

ازیت میں ہے اور مشکل میں بھی۔۔ یہ تو مر ہی جائے گی ویسے بھی پھر میں نے کیوں زلت سہی اور دربدر ہوئی۔۔" وہ گھٹ گھٹ کر روتی جا رہی تھی۔

"ایسا نہیں کہتے، ابراہیم نے کہا ہے ناں وہ اس کا علاج کروائے گا۔ مایوس کیوں ہو رہی ہو۔"

گل جان اسے سمجھا سمجھا کر تھک چکی تھیں، انہیں شدت سے محسوس ہوا کہ اس لڑکی میں زندگی اور امید بالکل ختم ہو چکی تھی۔

"کوئی کسی کی زمہ داری نہیں اٹھاتا۔۔ صاحب ہمدردی میں فیصلہ کر رہے ہیں، یہ مر جائے گی اور وہ مجھ سے بھی تھک جائیں گے۔ بس یہی زندگی ہے اور کچھ نہیں ہو گا۔۔" حمینہ ہاتھوں پر سر گرائے رونے لگی تھی۔

شاید وہ خود بھی اندر سے مر چکی تھی۔ کوئی احساس ہی اس میں نہیں رہا تھا۔ اس کا مزاج کیسا تھا، وہ ہنستی کیسا تھی۔۔ گل جان کو لگا وہ روپ حویلی والے کبھی نہیں دیکھ پائیں گے۔

اسے جب سے دیکھا تھا گم صم یا روتے ہی دیکھا تھا۔

وہ گھبراہٹ میں مبتلا ہوئیں، اسے زندگی کی طرف لاتے لاتے ابراہیم واقعی تھک گیا تو۔۔؟؟

"تم ابھی تک ہمیں مالک اور خود کو ملازم کی حیثیت دے رہی ہو۔۔ تخاطب بدلو، ہمیں اپنا سمجھنے کی کوشش کرو، خود کو زندگی کی طرف لاؤ گی تو زندگی بھی اپنا روپ بدلے گی ورنہ تو ساری عمر اسی جگہ، اسی مقام پر کھڑی رہ جاؤ گی۔" گل جان نے اس کی پشت سہلاتے ہوئے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"کیونکہ میں ملازمہ بن کر یہاں آئی تھی۔ سب کی نظروں میں ملازمہ بن گئی، اب کیسے اپنی حیثیت بدلوں گی؟ میرے اپنوں نے مجھے ناکارہ وجود کی طرح کسی تیسرے مرد کے حوالے کر دیا، میں اب انجان لوگوں کو اپنا کیسے سمجھ لوں۔

میری زندگی تو بدل چکی، مجھ پر جو قیامت گزری ہے۔ عزت دار لڑکیاں اس کے بعد مر جاتی ہیں، میں کیوں زندہ رہ گئی۔ نا ازیت موت دیتی ہے نا زلت۔۔

میں اسی جنگل میں بھٹک رہی ہوں آج بھی۔۔ میں زندگی کو کہاں ڈھونڈوں گی۔

صاحب سے کہیں مجھے جانے کی اجازت دے دیں۔ شاید میں کسی گاڑی کے نیچے آ کر ہی مر

جاؤں، خودکشی کی تو ہمت نہیں رہی مجھ میں۔۔"

وہ ہاتھ مسلتی بھیگی آواز میں بول رہی تھی۔ گل جان اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

وہ اچھی خاصی پرکشش لڑکی تھی، نقوش بہت متاثر کن تھے مگر ایسی زرد رنگت جیسے خون کا قطرہ بھی باقی نہ ہو۔۔ ہڈیوں کا ڈھانچہ بنی ہوئی تھی۔ آنکھوں کے گرد گہرے سیاہ حلقے اور پپڑی زدہ لب۔۔

اس کی آنکھیں ہر وقت سوزش زدہ اور پانی سے بھری ہوئی رہتی تھیں۔ گل جان اسے دیکھ کر پریشان ہوئیں۔

کیا واقعی ابراہیم نے ترس کھایا تھا؟ ایسی حالت میں جو لڑکی ہو، اسے کون پسند کرے اور کون چاہے۔۔

اس کی ایسی حالت پر یہ تو تصور کرنا بھی محال تھا کہ اس کا مسکراتا روپ اور صحت مند سراپا کیسا ہو گا۔

وہ زندگی سے ایسی بے زار ہو چکی تھی کہ گل جان کو اسے سمجھانا بیکار ہی لگا تھا۔ نہ اس پر تسلی دلاسے کام کر رہے تھے نہ ہی کوئی خوش آئند لفظ۔۔

وہ خالی خولی وجود بن چکی تھی مگر ابراہیم پھر بھی اس سے نکاح کرنے کی ٹھان چکا تھا۔۔

نا جانے وہ کیا سوچے بیٹھا تھا۔ کیا کرنے والا تھا۔۔

oooooooooo

مردان خانے میں بیٹھے خانزادہ حویلی میں چند روز سے حمالہ کے مسلسل احتجاج سے پریشان ہو رہے تھے۔

"پریشان کیوں ہوتے ہو یار۔۔ بچی ہے وہ سمجھ نہیں رہی۔ سمجھا دیں گے تو مان جائے گی۔ داور لالا زبردستی بھی نہیں کر سکتے اب۔۔" خان یاور نے ان کا کندھا تھپتھپا کر تسلی دی تو وہ پھیکا سا مسکرائے۔

"والدین کو لگتا ہے ان کے بچے ہیرے ہیں اور ہر جگہ ہاتھوں ہاتھ لیے جائیں گے مگر دنیا ان میں پھر خامیاں دیکھ ہی لیتی ہے۔

میں بھی اسی زعم میں رہتا تھا کہ میرے بیٹوں میں کوئی کمی نہیں مگر دیکھیں پہلے ریاض کے لیے مجھے ایقان سے درخواست کر کے اسے منانا پڑا اور اب اوراد کے لیے بھی وہی مرحلہ آن پہنچا ہے۔

حمالہ سے درخواست کروں گا تو شاید مان تو جائے گی مگر اب مجھ سے ایسا ہو نہیں رہا۔ حمالہ کا احتجاج دل اداس کر گیا ہے۔ میرے بیٹوں میں کیا کمی ہے آخر۔۔ اوراد نے پہلی بار کچھ مانگا ہے، اسے کیا کہوں۔۔"

خانزادہ سر جھکا کر افسردگی سے بول رہے تھے۔ خان یاور نے ان کی بات پر گہرا سانس بھرا۔

وہ خانزادہ کو زندگی میں پہلی بار ایسا بے بس دیکھ رہے تھے ورنہ وہ آج سے پہلے صرف دھونس جما کر بات منوانا جانتے تھے۔

"پاگل مت بنو۔۔ اگر بچیاں نہیں مانیں تو اس کا مطلب یہ بالکل نہیں ہے کہ تمہارے بیٹوں میں کوئی کمی ہے۔ دونوں ہی ماشاءاللہ اتنے قابل ہیں۔۔

ایقان اپنے پہلے تجربے سے گھبرائی ہوئی تھی اور حمالہ ناسمجھ ہے۔ شاید وہ بھائی کی حیثیت بدل نہیں پا رہی ہو گی۔"

خان یاور انہیں سمجھا رہے تھے مگر خانزادہ حدیر جیسا انسان جس نے ہر ایک کو اس کا مقام دلوایا تھا سب سے محبت کی تھی۔

ایسا انسان اپنی اولاد کی ایسی ناقدری کیسے برداشت کر لیتا۔۔ وہ حساس تھے اور اس معاملہ میں

ریاض کے بعد اوراد کے لیے بھی اسی طرح درخواست کرنے کا سوچ کر ہی ان کا دل اداس ہوتا جا رہا تھا۔

وہ نفی میں سر ہلاتے جا رہے تھے۔ حمالہ پر زبردستی نہیں کرنا چاہتے تھے مگر اوراد کو انکار کیسے کریں۔۔

ان کا سر شدید درد میں مبتلا ہو رہا تھا۔آنکھیں نم ہو رہی تھیں اور چہرہ ضبط سے سرخ ہوتا جا رہا تھا۔

"داور لالا اسے سمجھا سمجھا کر تھک چکے ہیں، تمہیں انکار نہیں کر پا رہے۔ایسا کرتا ہوں میں بات کرتا ہوں یا پھر مورے گل سے بات کروں گا کہ وہ سمجھائیں حمالہ کو۔۔ دیکھنا وہ اپنی ضد چھوڑ دے گی۔" خان یاور پر سوچ لہجے میں بول رہے تھے۔خانزادہ پر نظر پڑی تو ان کے اعصاب کو جھٹکا لگا تھا۔

"حدیر۔۔ کیا تم ٹھیک ہو۔۔" خان یاور گھبرا کر ان کی طرف بڑھے تھے۔خانزادہ حدیر صوفہ پر ایک جانب گرتے چلے گئے تھے۔

"ادب خان۔۔"

خان یاور نے گھبرا کر اونچی آواز میں باہر موجود ادب خان کو پکارا تھا۔

oooooooooo

خان ریاض کی ساری بات سن کر اوراد ایک پل کے لیے بالکل چپ سا ہو گیا تھا۔

"بابا بہت فکر مند ہیں اور ماما بھی تمہارے لیے پریشان ہیں۔ داور چاچو حمالہ پر سختی یا زبردستی نہیں کرنا چاہتے اور بابا تمہیں یہ بات بتا نہیں پا رہے ان فیکٹ خود وہ بھی حمالہ کے انکار سے اپ سیٹ ہو گئے ہیں۔" خان ریاض مدھم سے لہجے میں بول رہا تھا۔

دوسری جانب اوراد غائب دماغی سے لیپ ٹاپ کی سکرین کو تکتا بالکل خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

"تم سمجھدار ہو۔۔آئی ہوپ تم انڈر سٹینڈ کر رہے ہو گے۔ کیا تم حمالہ سے شادی نا کرنے کا فیصلہ کر سکتے ہو؟؟" ریاض نے التجائیہ لہجے میں کہا۔

"میں نے مذاق تو نہیں کیا تھا کہ اب ہنستے مسکراتے اپنی بات سے پیچھے ہٹ جاؤں، وہ مجھے پسند ہے اس لیے اس سے شادی کا فیصلہ کیا ہے۔ میں اس سے دستبردار نہیں ہو سکتا۔

سختی یا زبردستی کی تو بات ہی نہیں ہے، اس سے پوچھیں وہ انکار کر ہی کیوں رہی ہے۔

اسے مجھ سے شادی کرنے میں کیا پرابلم ہے؟" اوراد نے حمالہ کے انکار کا سن کر بمشکل ضبط کیا تھا۔

خان ریاض اس کی بات سن کر دھک سے رہ گیا، اسے لگا تھا کہ شاید حویلی سے باہر رشتہ کرنے کا سوچ کر اوراد نے اپنا آپ پیش کیا ہو گا مگر یہاں تو محبت کا معاملہ نکلا تھا۔

"پتا نہیں اسے کیا پرابلم ہے، کہیں تم نے اسے کچھ کہا تو نہیں اوراد؟" ریاض نے تفکر سے سوال کیا۔

"میں نے اسے ابھی تو کچھ نہیں کہا مگر وہ اپنی بے وجہ ضد پر قائم رہی تو یقیناً اس کا دماغ ٹھکانے لگانے مجھے حویلی آنا پڑے گا۔

اس سے کہہ دیں کوئی سولڈ ریزن دے انکار کی، ڈرامے بازی کر کے سب کا دماغ کیوں خراب کر رہی ہے۔"

اوراد کا دماغ گھوم رہا تھا اب۔۔ اسے سب کی پریشانی کا سن کر اچھا نہیں لگ رہا تھا مگر وہ اپنے دل کا کیا کرتا جو اسی بے وقوف لڑکی پر اٹکا ہوا تھا۔

"میں ایقان سے کہوں گا اس سے وجہ پوچھے اور اسے سمجھائے۔۔ تم اب پلیز کچھ الٹا سیدھا مت کر لینا۔"

ریاض نے اسے سمجھاتے ہوئے کچھ کرنے سے باز رکھا۔

"ٹھیک ہے۔ میں ویسے بھی یہاں ہوں، اسے کہلوا دیجیے گا وہ مجھے ریجیکٹ کرنے کا کوئی ایک بھی ریزن دے دے گی تو میں اسے دوبارہ تنگ نہیں کروں گا۔"

اوراد نے اپنی بات مکمل کر کے کال کاٹ دی۔ ریاض سر پکڑ بیٹھا۔ ایقان کی تلاش میں کمرے سے باہر نکلا تو خان آزر کو تیزی سے مردان خانے کی طرف جاتا دیکھ کر ان کی طرف بڑھ گیا۔

"کوئی پریشانی ہے کیا داجان؟" ریاض نے سوال کیا مگر وہ اتنی جلدی میں تھے کہ کچھ سنا ہی نہیں۔

وہ مردان خانے میں پہنچے تو خان یاور ادب خان کی مدد سے خانزادہ کو باہر لے جا رہے تھے۔

"با۔۔ با۔۔" ریاض کا دل بیٹھ سا گیا تھا۔ وہ تڑپ کر باپ کو پکارتا ان کی طرف بھاگا تھا۔۔

oooooooooo

اُسوان اس سینئیر لڑکی کا دیا سامان لے کر ہال میں پہنچی تو ہال کے دروازے پر ہی اسے کوئی اور سینئیر لڑکی مل گئی۔

"یہ ڈیکوریشن کا سامان ہے ناں؟" اس کے سوال پر اسوان نے اثبات میں سر ہلایا اور بھاری شاپر ایک جانب رکھ کر اپنے تھکن زدہ بازو سہلانے لگی۔

"نہیں اسے یہاں مت رکھو۔۔ یہ سامان وہ سامنے والے بلاک تک لے جاؤ۔۔آج جو کام ہونا تھا ہو گیا، اب ہال بند ہو چکا ہے، ایکسٹرا سامان وہاں رکھ دیا ہے۔"

اس لڑکی نے دور جس بلاک کا اشارہ کیا تھا وہ قدرے بوسیدہ اور نہایت پرانی عمارت ہونے کی وجہ سے اب استعمال میں نہیں تھی اور وہ جگہ یونی سے الگ تھلگ تھی۔

"جب آج ضرورت نہیں تھی تو سامان منگوایا کیوں تھا۔آپ لوگوں کو فریشرز سامان لادنے والا گدھا نظر آتے ہیں بس۔۔" اسوان ناک چڑھا کر بدتہذیبی سے بولی اور سامان اٹھالیا۔ وہ لڑکی اسوان کی تیز زبان پر اسے گھور کر رہ گئی تھی۔

اسوان سامان اٹھائے اس جگہ تک پہنچی، ارد گرد نظر دوڑا کر اسے حیرت ہوئی تھی۔ جگہ ایسے ویران تھی جیسے وہاں بھوتوں کا بسیرا ہو۔

"یہاں تو کوئی نہیں ہے، سامان یہیں ہوا میں معلق کرنا ہے کیا۔۔" اسوان کا موڈ بری طرح خراب ہونے لگا۔

ابھی اس نے سامان ایک طرف رکھنے کا سوچا ہی تھا کہ کسی نے اس سے سامان جھپٹ کر چھینا اور اسے سوچنے سمجھنے کا موقع دیئے بنا دھکا دیا۔

اسوان لڑکھڑا کر ایک طرف ٹوٹے پھوٹے فرش پر گر گئی۔ یہ سب اتنا اچانک ہوا تھا کہ وہ سنبھل ہی نہیں پائی تھی۔ خود کو بچانے کے لیے زمین پر جو ہتھیلیاں ٹکائی تھیں وہ بھی زخمی ہو گئی تھیں۔

"یہ کیا بد تمیزی ہے۔" وہ سر سنبھالتے ہی پلٹ کر چیخی۔ سامنے تمسخر بھری نظروں سے اسے دیکھتے چار لڑکے کھڑے ہوئے تھے۔

"بد تمیزی تو ہم نے ابھی کی ہی نہیں مس بیوٹی۔۔ تم تو پہلے ہی خفا ہونے لگیں، چلو اب زرا اپنے چہرے سے نقاب ہٹا کر اس حسین چہرے کا دیدار کرواؤ ہمیں۔۔"

ایک لڑکے نے چمکتی عیار آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ ٹھٹک کر انہیں دیکھنے لگی۔

"نقاب اتارتی ہے میری جوتی۔۔ میرے راستے سے ہٹو ورنہ یہی سینڈل تمہارے سر پر دے ماروں گی گھٹیا انسان۔۔" اسوان پھرتی سے کھڑی ہوتی اپنے پیر سے سینڈل اتارتے ہوئے غرا کر بولی۔ مقابل میں چار لڑکے دیکھ کر بھی وہ مدھم نہیں پڑی تھی۔

"شیرنی میں دم تو ہے۔ شکار کرنے میں مزہ آئے گا۔ سنو اب اکیلے میں آ ہی گئی ہو تو نخرے مت دکھاؤ۔" وہ لڑکے ایک دوسرے کو دیکھ کر مزہ لیتے ہوئے بولے۔

اسوان ان پر لعنت بھیج کر نکلنا چاہ رہی تھی جب ان میں سے ایک لڑکے نے دیدہ دلیری سے اس کا بازو پکڑ لیا، اس سے پہلے کہ وہ اس پر ہاتھ اٹھاتی دوسرے لڑکے نے اس کا دوسرا ہاتھ پکڑ لیا۔

"میرے حجاب کو ہاتھ بھی مت لگانا۔۔ تم جانتے نہیں ہو میں کون ہوں۔" اسوان نے اپنے ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کرتے ہوئے سرد لہجے میں جتایا جبکہ اس کا دل اب بری طرح سہم گیا تھا۔

"ابھی تو ہمیں صرف یہ جاننا ہے کہ تم دکھتی کیسی ہو۔ تم کون ہو اس سے فرق نہیں پڑتا، تم سے مزہ لے کر بھی ہمیں پیسہ ملے گا۔ اور کیا چاہیئے۔" وہ مکاری سے بولتے قہقہے لگا رہے تھے۔ اسوان کا وجود ان کی باتوں پر ساکن ہونے لگا۔

"یہ کیا بکواس کر رہے ہو، چھوڑو مجھے ورنہ میں شور مچا کر سب کو اکٹھا کر لوں گی یہاں۔۔"

وہ چیخ کر دھمکاتی خود کو چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی مگر اس کی دھمکی اور اونچی آواز ناکام رہی۔

"تم اس وقت جہاں آئی ہو، اس جگہ پر آنا منع ہے۔

یہ عمارت بہت پہلے آدھی گر گئی تھی اور باقی کسی بھی وقت گر سکتی ہے اس لیے یہاں کوئی نہیں آتا۔۔

اب تم شوق سے جتنا چاہو شور کر سکتی ہو۔۔" وہ لڑکے سکون سے اسے بتاتے اس کا حجاب کھینچ کر دور پھینک چکے تھے۔

اسوان زلت سے مرنے والی ہو گئی۔

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔۔۔ چھوڑو مجھے۔۔ کوئی ہے۔۔"

اسوان پوری شدت سے چیختی مدد مانگنے لگی۔ وہ ہنستے ہوئے اس کی آواز سے لطف لے رہے تھے۔

"تم میرے باپ کو نہیں جانتے۔۔ میرے چچا کو پتا چلا تو تم سب کا قتل کر دیں گے۔ چھوڑو مجھے۔"

اسوان چیختے ہوئے خود کو چھڑوا رہی تھی۔ وہ ہدایت کے مطابق اس کا گاؤن کھینچ کر جگہ جگہ سے پھاڑتے اسے دھکا دے کر زمین پر گرا چکے تھے۔

اُسوان کے نرم بال کھل کر بکھر چکے تھے، وہ پھٹا ہوا حجاب لیے سراسیمہ سی پیچھے کو کھسکتی خود کو بچانے کی کوشش کر رہی تھی جب ایک لڑکا یکدم آگے بڑھتا اس کے دونوں بازو پکڑ کر اس پر جھکتا اس کے بازو پر ایک انجکشن لگا گیا۔

اسوان چیخ چیخ کر پاگل ہوتی اس لڑکے کو دور دھکیل گئی۔ پھٹے ہوئے حجاب سے عیاں ہوتا اس کے وجود کو ہوس بھری نظروں سے دیکھتے لڑکے بمشکل پیچھے ہوئے تھے۔

"دل تو چاہ رہا ہے تمہارے اس حسین ڈرے سہمے روپ کو خراج تحسین پیش کریں مگر ایسا نا ہو تم ڈر کر اپنی جان لے بیٹھو۔۔" وہ لڑکے ہنس رہے تھے۔

دور زمین پر مٹی سے بھرا اس کا سٹالر پڑا ہوا تھا اور وہ زمین پر ہاتھ مارتی اپنے بچاؤ کے لیے مٹھیوں میں کنکر جمع کر رہی تھی۔

"ایسا کرتے ہیں تھوڑا سا انجوائے کر لیتے ہیں، کیوں کیا کہتی ہو؟؟" ایک لڑکا اسے دیکھ کر بولا تو وہ چاروں اس کی طرف بڑھنے لگے۔ اسوان بری طرح چیختی مٹھیوں میں جمع کیے کنکر پوری شدت سے ان

کی طرف پھینکتے ہوئے انہیں روکنے کی کوشش کرنے لگی مگر عین وقت پر بازو پر لگنے والے انجکشن نے اثر دکھایا اور اس کے سامنے سب مناظر گول گول گھومنے لگی۔

وہ کپکپاتے ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ کر بار بار خود کو ہوش میں رکھنے کی کوشش کرنے لگی۔

"بس تھوڑا اور انتظار۔۔ تم پر اثر ہو رہا ہے، انجکشن ایک بار کام دکھالے، پھر جو تمہارے ساتھ ہو گا وہ کل پوری یونی دیکھے گی۔" اسوان کے کانوں میں ہنستی ہوئی آواز گونج رہی تھی۔ وہ بے بسی سے سسکنے لگی۔

اسے اب یاد آ رہا تھا کہ انہیں یونی میں الگ ہونا سختی سے منع تھا۔ انہیں بار بار سمجھایا گیا تھا، ساتھ رہنا اور سب کے درمیان رہنا۔۔

اور ایک نہایت ضروری ہدایت بھی تھی، ہاں مگر وہ اسوان کو اب یاد نہیں آ رہی تھی کیونکہ اس کا دماغ اب اندھیروں میں ڈوبتا جا رہا تھا۔

وہاں حمالہ اور علیہا بے چینی سے اسوان کے لوٹ آنے کا انتظار کر رہی تھیں کیونکہ یونی آف

ہو چکی تھی اور سب لڑکیاں بیرونی گیٹ کی جانب بڑھ رہی تھیں۔

ooooo

"مجھے ایاد خان سے ملنا ہے۔" اپنے آفس میں بیٹھے ایاد نے جانی پہچانی آواز سنی تو چونک کر اپنی جگہ سے اٹھا اور باہر نکلا۔

"آؤ میثم۔۔ یہاں کیسے آنا ہوا۔۔" ایاد نے اپنے کزن کو دیکھ کر خوش دلی سے ملتے ہوئے سوال کیا۔

"کام سے آیا ہوں۔ سوچا تم سے بھی مل لوں۔" میثم نے مسکرا کر اسے بتایا۔ ایاد نے سر ہلا کر اسے اندر بلایا۔

"کام کیسا جا رہا ہے؟ یونی کس کام سے آئے ہو۔؟" اس کے لیے کولڈ ڈرنک منگوا کر اس نے حال احوال لیا۔

"میرا کام بیسٹ جا رہا ہے، یہاں یونی میں مجھے نیو ڈیپارٹمنٹ تعمیر کروانے کا کام ملا ہے، آج آیا تھا کہ جگہ کا سارا جائزہ لے لوں پھر اس حساب سے سٹرکچر وغیرہ بنواؤں گا۔" میثم نے پھیل کر بیٹھے ہوئے تفصیل بتائی اور طائرانہ نظر آفس میں ڈالی۔

"اپنی سناؤ۔۔ تمہارا اچھا خاصہ شوروم ہے، یہاں کیوں جاب کر رہے ہو۔" میثم نے وہی سوال کیا تھا جو اکثر اس سے کیا جاتا تھا۔ وہ گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔

"شوق ہے۔" اس نے مختصر جواب دیا اور بات بدل دی۔

کولڈ ڈرنک پی کر میثم بلڈنگ کا جائزہ لینے کے لیے نکلا تو ایاد بھی اس کے ساتھ چل پڑا۔

"گھر چکر نہیں لگا تمہارا، ماما پوچھ رہی تھیں۔" میثم کے سوال پر اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتا اس کے کانوں میں کسی کے چیخنے کی آواز پہنچی۔ وہ ٹھٹک کر رکا۔ میثم بھی آوازوں پر غور کر رہا تھا۔

"رکو میثم۔۔ مجھے لگتا ہے کوئی سٹوڈنٹ۔۔" ایاد کا بات کے درمیان میں ہی کچھ سوچ کر چہرہ سرخ ہوا۔

وہ تیز قدموں سے آواز کے تعاقب میں چل پڑا۔

میثم بھی اس کے پیچھے ہی تھا۔ دور بوسیدہ بلڈنگ کے پاس انہیں کچھ لڑکے کھڑے ہوئے نظر آ گئے۔

"بس تھوڑا اور انتظار۔۔ تم پر اثر ہو رہا ہے، انجکشن ایک بار کام دکھا لے، پھر جو تمہارے ساتھ ہو گا وہ کل پوری یونی دیکھے گی۔" ایک لڑکے کی ہنستی ہوئی بات پر ایاد کا دماغ گھوم گیا۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں؟" اس کی غصیلی آواز پر وہ لڑکے گڑبڑا کر اسے دیکھنے لگے۔ ایاد کی نظر سامنے بیٹھی لڑکی پر پڑی، اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور وہ سر پکڑے پھٹے ہوئے حجاب میں بیٹھی تھی۔

"یہ کیا کر رہے ہو تم؟ پڑھنے آتے ہو یا عیاشی کرنے۔۔" ایاد غصے سے غراتے ہوئے ان کی طرف بڑھا تھا۔ میثم وہ سب معاملہ جان کر پیچھے ہی رک گیا۔۔۔

"سر یہ لڑکی خود۔۔" ایک لڑکے نے بوکھلا کر جھوٹی کہانی سنانے کی کوشش کی مگر ایاد کے زناٹے دار تھپڑ نے اس کی بات درمیان میں ہی چھوڑ دی۔

"میں تمہاری بات سن چکا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں تم کیسے اس کی عزت پر ہاتھ ڈالتے ہو، اس یونی سے خود کو فارغ سمجھو۔۔ جب ڈگری ادھوری رہ جائے گی تو پھر یہ گھٹیا پن کا بخار بھی خود اتر جائے گا۔"

ایاد نے سرد نظروں سے انہیں گھور کر طنزیہ لہجے میں کہتے ہوئے نظر اس لڑکی پر ڈالی جو اب

نیم جان سی ایک طرف سجدے کی صورت جھکی ہوئی تھی۔

"تم لوگوں سے ڈین کے آفس میں بات ہو گی۔ ناؤ گیٹ لاسٹ۔۔" ایاد انہیں وارن کر کے زمین سے سٹالر اٹھا کر مٹی جھاڑتے ہوئے اس نازک وجود کی جانب بڑھا اور جھک کر اسے سنبھالتے ہوئے سٹالر اس کے سر پر جمانے کی کوشش کی۔ وہ لڑکے گھبرا کر وہاں سے بھاگ گئے تھے۔

"سر مجھے۔۔ بچا لیں۔۔ ان۔۔ گھٹیا لڑکوں نے۔۔ مجھے۔۔۔ انجکشن۔۔" اسوان اسے پہچانتے ہی لرزتی روتی اس کے حصار میں چھپنے لگی۔ اس کی آواز لڑکھڑا رہی تھی اور لہجے میں غنودگی نمایاں تھی۔

"اُسوان۔۔ آپ۔۔" ایاد اس کی آواز پر چونک گیا۔

دور کھڑے ایک لڑکے نے مختلف اینگلز سے ان کی ایک ساتھ کئی تصاویر کھینچ لی تھیں۔ ایسی تصاویر جنہیں دیکھ کر لگے کہ وہ کچھ غلط کر رہے ہیں۔

"سر وہ لڑکے۔۔" اُسوان بے ہوش ہو رہی تھی۔ ایاد نے لب بھینچ لیے۔ جھک کر اس کے بال سمیٹتا وہ اس کے مومی نازک چہرے سے نظریں چرا کر سٹالر اس کے چہرے کے گرد لپیٹنے

لگا۔

"کچھ نہیں ہوا، ان لڑکوں سے اس حرکت کا سوال کیا جائے گا۔" وہ اسے اطمینان دلانے کے لیے نرمی سے بول رہا تھا مگر اُسوان اس کی بانہوں میں جھول گئی۔

"اُسوان۔۔۔" ایاد اس کی بے ہوشی پر پریشان ہو گیا۔ میثم ایک درخت سے ٹیک لگائے نہایت سکون سے یہ منظر دیکھ رہا تھا جیسے مووی چل رہی ہو۔

ایاد نے اُسوان کو سہارا دیتے ہوئے موبائل نکال کر اوراد کو کال ملا لی۔

کال جاتی رہی مگر اٹینڈ نہیں ہوئی تھی۔ اس نے ایک نظر اُسوان کو دیکھ کر مجبوراً ایک نمبر ملایا۔

"السلام و علیکم ! آپ سے ایک ضروری بات کرنی تھی بابا جان۔۔ میرے پاس اس وقت خان حویلی کی ایک لڑکی موجود ہے اور اس کی حالت ٹھیک نہیں ہے، مجھے بتایئے میں کیا کروں۔۔" وہ اُسوان کے گرد ایک بازو پھیلا کر اسے اپنا سہارا دیئے نہایت سنجیدگی سے بولتا کال پر ہی پوری تفصیل بتا رہا تھا۔

oooooooooo

علاقے کے اس ہاسپٹل کے سامنے ایک ساتھ دو گاڑیاں تیزی سے آ کر رکی تھیں۔ الہام، اوراد اور ابراہیم گاڑیوں سے نکل کر ہاسپٹل کے اندر کی طرف بھاگے۔ ہاسپٹل کے گیٹ پر ہی ایسے افراتفری مچ گئی تھی جیسے قیامت ٹوٹ پڑی ہو۔

اور قیامت ہی تو ٹوٹی تھی، خانزادہ کو ہاسپٹل لایا گیا تھا اور اسے کیا ہوا تھا یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ جس نے جہاں بیٹھے سنا وہیں سے بھاگا تھا۔

حویلی کے باقی مرد پہلے ہی وہاں موجود تھے۔ خان عیسٰی بزنس ٹور پر ملک سے باہر گئے ہوئے تھے۔

"بابا کہاں ہیں؟ کیا ہوا انہیں۔۔" اوراد حواس باختہ سا خان آزر کے پاس پہنچا تھا۔

"انجائنا کا اٹیک آیا ہے۔ وہ ابھی انڈر آبزرویشن ہے مگر گھبراؤ نہیں۔ ڈاکٹرز نے کہا ہے اب خطرے سے باہر ہے۔۔"

انہوں نے تسلی آمیز لہجے میں اسے بتایا۔ الہام گھبرایا ہوا سا کھڑا تھا، رباض نے اسے اپنے قریب کر کے تسلی دی تو اس کے کندھے پر سر رکھ گیا۔ خانزادہ کے ہاسپٹل آنے کا سن کر ہی وہ بری طرح سہم گیا تھا۔

ابراہیم ڈاکٹرز کے پاس جا چکا تھا جبکہ یاور اور داور کے ساتھ خان موسٰی کھڑے ہوئے تھے۔ سب اپنی اپنی جگہ پریشان تھے۔

ادب خان بے چینی سے ٹہل رہے تھے جب خان داور نے گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے ادب خان کو پکارا۔

"بچیوں کو لینے نہیں گئے ادب خان؟" ان کے پریشان سوال پر ادب خان کے قدم رک گئے۔

"اوہ میرا دماغ خراب، خیال نہیں آیا۔۔ خانزادہ صاحب کی حالت پر ہی رک گیا، میں ابھی جاتا ہوں خان صاحب۔" ادب خان پریشانی سے بولے۔

"ایسا کرو کہ ان سب کو سیدھا حویلی لے آنا۔ وہاں سے عیسٰی کی فیملی کو بھی۔۔ اب خانزادہ کو دیکھے، ملے بغیر کسی کو چین نہیں آئے گا۔" خان آزر نے انہیں ہدایت دی تو وہ سر ہلا کر تیزی سے آگے بڑھ گئے۔

وہاں حویلی میں خانزادہ کی فکر میں پریہان نے رو رو کر برا حال کر لیا تھا اور باہر خانی بیگم نے ہنگامہ کھڑا کیا ہوا تھا۔

"تمہارے بے وجہ احتجاج کے نتیجہ میں میرے بیٹے کا یہ حال ہوا ہے۔ تمہاری ہمیشہ سے عادت ہے ہر معاملہ میں بحث کرنا اور فضول کی ضد کرنا۔" خانی بیگم بھڑکی ہوئی سی ثنا بیگم پر غصہ ہو رہی تھیں۔

آغا جان کی وفات کے بعد بھی آج تک ان کا رعب و دبدبہ وہی تھا اور ان کی حیثیت آج بھی سب سے زیادہ مستحکم تھی۔

"ابراہیم ایک ملازمہ سے شادی کر رہا ہے اور خانزادہ ساتھ دے رہا تھا۔ میں احتجاج بھی نہ کرتی کیا؟ آپ اوراد کو ایسا کرنے دیں گی کیا بھابھی بیگم۔۔" ثنا بیگم نے خفگی سے سوال کیا۔ لہجہ اس بار مدھم تھا۔

"وہ لڑکی ملازمہ نہیں تھی بھابھی، آپ نے ابراہیم سے پوچھے بغیر ملازمہ بنا لیا تھا اسے۔" گل جان بیگم نے تاسف بھرے لہجے میں کہا تو ثنا بیگم کا منہ بن گیا۔

"اوراد کی بھی خوب کہی، حمالہ جیسی غیر سنجیدہ لڑکی سے شادی کر رہا ہے اور شدید اختلاف کے باوجود میں اس کی خوشی کی خاطر خاموش ہوں۔"

خانی بیگم نے ماتھے پر بل ڈال کر ترش لہجے میں جتایا۔ حمالہ کے ذکر پر مرحا پہلو بدل کر رہ گئیں۔

"وہ غیر سنجیدہ لڑکی آپ کے اوراد کے لیے انکار کر چکی ہے، ہو سکتا ہے خانزادہ کو وہی ٹینشن ہو۔۔" ثنا بیگم نے خانی بیگم سے جان چھڑوانے کے لیے حمالہ کا بھانڈا پھوڑا۔ خانی بیگم تو گنگ رہ گئیں۔

"یہ میں کیا سن رہی ہوں مرحا؟؟ حمالہ شادی سے انکار کر رہی ہے؟" وہ مرحا کو دیکھتے ہوئے غصے سے سرخ ہوتی سوال کر رہی تھیں۔ مرحا بری طرح گھبرا گئی۔

"ابھی ناسمجھ ہے تو۔۔" مرحا نے وضاحت دینا چاہی۔

"ناسمجھ ہے تو کچھ بھی کرے گی، خان اوراد کے لیے انکار کرنے کی جرات کیسے ہوئی اس کی؟

کیا یہی تربیت دے رہی ہو تم سب بیٹیوں کو۔۔ منہ اٹھا کر ماں باپ کے کیے فیصلوں سے انکار کر دیتی ہیں۔ خانزادہ دل بڑا کر کے ان کو اپنے بہترین بیٹوں کے لیے قبول بھی کرے اور ان کے پاؤں بھی پکڑے؟

تم سب کا دماغ خراب ہو گیا ہے، وہ باہر کے معاملات بھی دیکھے اور حویلی میں بھی ہر آئے دن یہی سب جھیلے گا تو اس کی یہی حالت ہی ہو گی، اسے ٹھیک ہو کر آنے دو اب ان ساری

لڑکیوں کو تو میں سیدھا کروں گی۔۔"

خانی بیگم اپنے ازلی جلالی روپ میں آ چکی تھیں۔ ایقان ان کے جملوں پر خفت سے سر جھکا گئی۔

"ہم سمجھائیں گے اسے۔۔" مرحانے انہیں ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔ان کا سارا غصہ اب لڑکیوں پر اترنے والا تھا۔وہ تو پہلے بھی یہی کہتی تھیں کہ حویلی میں بیٹیوں کو ضرورت سے زیادہ ڈھیل دی گئی ہے۔

جبکہ اس سارے معاملہ سے بے خبر لڑکیاں ابھی تک یونی سے ہی نہیں لوٹی تھیں۔

oooooooooooo

خانزادہ کو ہوش آ چکا تھا۔سب ان کے گرد دائرے کی صورت میں کھڑے ان کو دیکھ رہے تھے۔

" میں ٹھیک ہوں، کیا ہو گیا ہے۔" وہ مسکرا کر بولے تو الہام ان کے سینے پر ماتھا ٹکائے ان سے لپٹ گیا۔

"یار اتنی ٹینشن لینے کی کیا ضرورت تھی، میں نے سوچ لیا ہے حمالہ تمہاری ہی بہو بنے گی بس۔۔" داور محبت سے ان کا ہاتھ تھام کر بولے تو وہ سر ہلا گئے۔

"زبردستی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں لالا۔۔" خانزادہ نرمی سے بولے تو وہ ان کا ہاتھ تھپتھپا گئے۔

"کوئی زبردستی نہیں ہے۔ میرا فائدہ ہے، میری بیٹی میری نظروں کے سامنے رہے گی اور کیا چاہیئے۔۔ وہ تو پاگل ہے خود بھی نہیں جانتی کیا چاہتی ہے، تم سے اتنا پیار ہے اسے اور ویسے بھی بچے اگر اچھے برے کا فرق نا جان سکیں تو بڑوں کا حق ہے خود فیصلہ کریں۔۔" خان داور مضبوط لہجے میں بول رہے تھے۔

خانزادہ کی اس حالت کو دیکھ کر سب ہی ڈر چکے تھے۔اب بھی ریاض اور الہام ان کے ارد گرد بیٹھے تھے۔

"آپ کو لگ رہا ہے آپ ٹھیک ہیں بٹ آپ کی جو کنڈیشن ہے آپ تھوڑی سی بھی ٹینشن افورڈ نہیں کر سکتے اب۔۔دیکھیں سوچ سوچ کر ہارٹ پیشنٹ بن گے ہیں۔۔" ابراہیم خفگی سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"میں اب ٹھیک ہوں ابراہیم۔۔" وہ ابراہیم کو نرمی سے تسلی دیتے ارد گرد نظر دوڑانے لگے۔

"اوراد کہاں ہے؟آیا تو ہو گا۔" سوال کرتے ہوئے ان کے لہجے میں بے چینی صاف واضح تھی۔

"شکرانے کے نفل پڑھنے گیا ہے۔تمہارے بیٹوں نے تو پریشان ہونے میں لڑکیوں کو بھی مات دے دی۔۔"

خان آزر مسکرا کر الہام کو دیکھ رہے تھے،وہ منہ بنا کر رخ پھیر گیا۔خانزادہ ہنس کر اسے سینے سے لگا گئے۔

"حالانکہ میں انہیں شیر سمجھتا تھا۔" خانزادہ کی بات پر کمرے میں داخل ہوتے اوراد نے نظر بھر کر باپ کو دیکھا۔آج جتنا اس کا دل ڈرا تھا وہی جانتا تھا۔

وہ یکدم باپ کے ہنسنے بولنے والے روپ کے لیے تڑپ اٹھا تھا۔عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی اس کی اور اب انہیں دیکھ کر ہی سکون آ گیا تھا۔

"میں تو شیر ہی ہوں یہ دونوں بھیگی بلی بنے ہوئے تھے۔اس سے پوچھیں جس کے نام کا

مطلب بھی شیر ہے۔" ریاض بھائیوں پر ہنستے ہوئے اوراد کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ وہ خاموشی سے خانزادہ کے پاس سر جھکا کر بیٹھ گیا تھا۔

ڈاکٹرز سے دوبارہ چیک اپ کروانے کے بعد بھی ڈاکٹرز نے سختی سے خانزادہ کو ٹینشن نا دینے کی تاکید کی۔ باقی سب ان سے مل کر ان کی ضد پر حویلی واپس پہنچے مگر اوراد ان کے پاس رک گیا تھا۔

"اوراد تم ٹھیک ہو؟" خانزادہ کو اس کی مسلسل چپ پر اس سے خود سوال کرنا پڑا۔

"آپ نے تو پوری کوشش کی کہ ٹھیک نا رہوں، کیا ضرورت تھی ٹینشن لینے کی۔" وہ یکدم لڑ پڑا۔

"بیٹا یہ سب تو اس ایج میں ہوتا رہتا ہے۔ تمہاری فکر تھی مجھے، تمہاری خوشی پوری نہیں کر پایا۔" وہ نرمی سے بولتے ہوئے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ گئے۔

"بھاڑ میں گئی میری خوشی۔۔آپ کو لگتا ہے کہ آپ کو اس حال میں دیکھ کر اب میں خوش ہو رہا ہوں؟ ویسے بھی مجھے آپ نے بچہ ہی سمجھ لیا ہے، حمالہ کے انکار کی میری نظر میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔آپ نے خوامخواہ ٹینشن لی۔" وہ خفگی سے بول رہا تھا۔

خانزادہ اس کے الفاظ پر حیرت سے اسے دیکھنے لگے۔

"زبردستی کرو گے؟ پاگل ہو گیا۔" وہ ناراض ہوئے۔

"ایسا کب کہا میں نے۔۔ چھوڑیں آپ وہ باتیں۔۔آپ نے تو مجھ سے کہا تھا کہ میں علاقے کا اگلا سردار بنوں گا اور مجھے پورا حق ہے حویلی میں کوئی بھی فیصلہ لینے کا۔۔

تو یہ حق میں اپنے لیے کیوں نہیں استعمال کر سکتا۔"

وہ ابرو چڑھا کر انہیں بہت پہلے جذبات میں بولے گئے ان کے جملے یاد دلا رہا تھا۔ خانزادہ نے مسکراہٹ دبائی۔

"پہلی بات تو یہ کہ حویلی کے فائدہ اور اس کا وقار سلامت رکھنے کے لیے تمہیں اختیار دیا تھا کہ جو چاہو فیصلہ کرنا اور وہ اختیار اب بھی ہے۔

رباض کے مزاج میں نرمی ہے اس لیے میں نے تمہاری اصول پرستی اور سختی دیکھ کر فیصلہ کیا تھا سرداری تمہیں دوں گا۔ میرا فیصلہ اب بھی وہی ہے۔

اپنے لیے یہ حق استعمال مت کرو یہ زبردستی میں شمار ہو گا، حمالہ کو سب پاگل کہیں یا ناسمجھ مگر وہ بہر حال بالغ لڑکی ہے۔ اسے حق ہے وہ اپنی زندگی کا فیصلہ لے۔" خانزادہ نے نرم لہجے میں اسے باور کروایا۔

"تو آپ کو میری پرواہ نہیں؟" وہ بلیک میل کرنے لگا۔

"تمہیں میری پرواہ ہے؟" انہوں نے بھی جتایا۔

"پرواہ ہے اس لیے بیٹھا ہوں یہاں۔۔ مگر آپ نہیں مانیں گے کبھی۔" اور اداچانک سنجیدہ ہو گیا۔

"میں اس دن مان جاؤں گا جب تم میرا دیا نام بھی قبول کرو گے۔ تم نے تو مجھے بابا کہنا چھوڑ دیا تھا، میرا دیا نام بھی بدل دیا تھا صرف اس لیے کیونکہ میں آغا جان سے جدائی کے صدمہ میں تمہارا خیال نہیں رکھ پایا۔" خانزادہ آج موقع پا کر بے ساختہ شکوہ کرنے لگے۔ اوراد سر جھکائے بیٹھا تھا۔

"میں آپ کو بابا کہہ کر ہی پکارتا تھا، آپ مجھے سنتے ہی کب تھے۔ آغا جان سے جدائی کے صدمہ میں آپ نے الہام کو بھرپور وقت دیا تھا اور مجھے میری پکار کا جواب تک دینا گوارا

نہیں کرتے تھے۔

میں نے بس پکارنا چھوڑا ہے، رشتہ نہیں توڑ دیا۔

آپ مجھے عزیز ہیں اس لیے پلیز خود کو بیمار نہیں ہونے دیا کریں، مجھے تکلیف ہوتی ہے۔"

وہ رخ موڑے اداسی سے بولتا جا رہا تھا۔ خانزادہ نے محبت سے اسے دیکھا۔ وہ انسان تھے، شاید کبھی اس کی پکار ان سنی کر گئے ہوں گے اور وہ اسی بات کو دل پر لے چکا تھا۔

پر یہاں کچھ عرصہ بیمار ہوئیں تو اوراد کو خانی بیگم نے سنبھال لیا تھا اور الہام کو خانزادہ سنبھالتے رہے تھے مگر اوراد کو باپ سے آج بھی گلہ تھا۔

"میں ٹھیک ہوں اوراد۔۔ فکر مت کرو اور تم چاہے نا مانو مگر اپنے بابا کو بہت پیارے ہو۔۔"

خانزادہ نے محبت بھرے لہجے میں اسے احساس دلایا۔

"میں مان جاؤں گا اگر اب آپ مجھے کسی بات کے لیے ٹوکیں گے نہیں۔۔" وہ انہیں دیکھتا شرط رکھ رہا تھا۔

"کیوں کیا کرنے کا سوچ رہے ہو؟" خانزادہ ٹھٹک گئے۔

"میں نے آپ کا دیا نام ریجیکٹ نہیں کیا، میرے ڈاکیومنٹس میں اب بھی "اوراد خانزادہ" ہی لکھا ہے۔" وہ ان کا سوال نظر انداز کر کے بول رہا تھا۔

"اوراد خانزادہ۔۔ تم کیا کرنے والے ہو؟" خانزادہ نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر سوال دوہرایا۔

"میں ایسا کچھ نہیں کروں گا جس سے آپ کو یا حویلی کو نقصان پہنچے۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"اور وہ۔۔ کیا کرو گے؟" وہ اب بھی وہیں اٹکے تھے۔

"میں حمالہ سے ہی شادی کروں گا بابا۔۔" وہ ضدی لہجے میں بولا۔ خانزادہ اس کے بابا کہنے پر کچھ پل کے لیے شاکڈ ہوئے پھر یکدم مسکرا دیئے۔

"میں اسے تمہارے لیے منالوں گا۔" خانزادہ نے بے ساختہ اس کے کندھے پر تھپکی دی۔

"میں یہ کام خود کرنا چاہتا ہوں، مجھ پر شک نہیں کریں، میں کبھی غلط حرکت نہیں کروں گا کہ آپ کو شرمندگی یا پریشانی ہو۔۔ آپ ریلیکس ہو جائیں۔"

وہ انہیں یقین دلا رہا تھا اور خانزادہ کو اس پر یقین آ گیا۔ انہیں لگا اوراد کبھی غلط نہیں کرے گا۔

شاید ٹھیک لگا تھا یا شاید۔۔۔ نہیں۔۔۔

oooooooooo

الہام اپنی شوخ باتوں سے پریہان کا دھیان بٹاتا انہیں کافی حد تک مطمئن کر چکا تھا۔

"تو کیا واقعی ابراہیم لالا اس لڑکی سے شادی کرنے والے ہیں۔" الہام نے یاد آنے پر ماں سے سوال کیا۔

"ہاں وہ اسے سہارا دینا چاہتا ہے۔اس نے ٹھیک فیصلہ کیا۔لڑکی بہت کم عمر اور دنیا سے بیزار ہے ابراہیم جیسا سمجھدار انسان اسے سنبھال سکتا ہے۔"

پریہان نرمی سے بول رہی تھیں۔الہام مسکرایا۔

"ہاہ۔۔آپ نہیں سمجھیں گی یہ باتیں۔۔ان کو سہارا نہیں دینا،انہیں محبت ہو چکی ہے اس لڑکی سے۔۔ اب اتنی چھوٹی لڑکی سے محبت کریں گے تو اسے پانے کے لیے ایسے ہی بہانے بنانے پڑیں گے ناں۔۔ ورنہ ان کے ہاسپٹل میں کیا یہ پہلی اور آخری پیشنٹ تھی جس کا اتنا خیال ستا رہا ہے۔" الہام کی تیز گام کی طرح زبان نے پریہان کو سر پکڑنے پر مجبور کیا۔

"الہام شرم لحاظ کیوں ختم ہو گیا ہے تم میں۔۔وہ بڑا بھائی ہے جس پر یوں بول رہے ہو۔ بہت بد تمیز ہو گئے ہو،کسی اور کے سامنے ایسی بات کی تو بہت بری طرح پیش آؤں گی۔" پریہان نے آنکھیں دکھائیں تو وہ آنکھیں گھماتا بے نیازی سے سر ہلانے لگا مگر انداز بتا رہا تھا اثر بالکل نہیں ہوا۔۔

جبکہ وہاں ابراہیم ثنا بیگم کی ناراضگی پر سر پکڑے بیٹھا ہوا تھا۔زرشے تاسف سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"ناراض تو مجھے ہونا چاہئیے، اچھے گھر کی لڑکی ہے وہ، میں نے مہمان کے طور پر بھیجا تھا کہ چلو حویلی میں کچھ مصروف رہے گی۔ یہ تو نہیں کہا تھا اسے ملازمہ بنالیں۔ ایک تو آپ نے میری ہونے والی بیوی کو ملازمہ بنا کر اس کی حالت خراب کر دی اوپر سے آپ ناراض بھی مجھ سے ہو رہی ہیں۔" ابراہیم جب ان کی مسلسل بحث سے تنگ ہوا تو تنک کو بولتا انہیں حیران کر گیا۔

"تمہارے باپ اور ماموں نے تو ہمیں سیدھی بات ہی نہیں بتائی۔ اسے لا کر کہہ دیا ابراہیم نے بھیجی ہے لڑکی، کام وام کروالینا۔ مہمان کا ایسے کون کہتا ہے۔"

ثنا بیگم زچ ہوئیں۔

"تو یہ سوال بابا سے میں کرلوں گا۔ آپ نے مجھ سے بھی نہیں پوچھا۔ اسے سرونٹ کوارٹر میں رکھ لیا۔"

ابراہیم نے خفگی سے انہیں جتایا۔

"تم نے بھی تو مجھے کچھ نہیں بتایا، تمہارا بھی چکر تو لگتا رہا تھا، ایک بار نہیں پوچھا کس حال میں ہے۔ اب دادی کے لیے عدالت سجالی، بہت خوب۔۔"

ثنا بیگم نے ناراض نظروں سے اسے گھورتے ہوئے اس کی لاپروائی کا احساس دلایا تو وہ شرمندہ ہوا۔

"میں کیسے نامحرم کے لیے آتے جاتے سوال کرتا۔" وہ جھوٹا بہانہ بناتا خود کو بچا گیا۔

"ہاں تو اب وہ تمہارے نکاح میں ہے جو سوال کر رہے ہو۔۔" ثنا بیگم نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"آپ نکاح کرنے دیں تب ناں۔" وہ خفگی سے بڑبڑایا۔

"دیکھ رہی ہو اس کی زبان؟ اب تم ویسے بھی خوش ہو جاؤ، تمہارے ماموں نے تو قسم کھالی ہے ہر حربہ آزمائے گا اپنی بات منوانے کے لیے۔۔ تمہاری خانی مورے اب نکاح کروائے گی چاہے میں زلت سے مر جاؤں۔"

ثنا بیگم غصے سے بول رہی تھیں، وہ ہنسی دبا گیا۔

oooooooooo

ایقان کمرے میں داخل ہوئی تو رباض آنکھوں پر بازو رکھے لیٹا ہوا تھا۔ وہ بیڈ کے قریب پہنچ کر اسے دیکھنے لگی۔ گل جان بیگم کی ہدایات یاد آ رہی تھیں۔

"خان صاحب آپ کے لیے چائے بنالاؤں؟" ایقان نے مدھم لہجے میں سوال کیا مگر وہ سویا ہوا تھا۔

وہ جھجک کر اس کے قدموں کے پاس بیٹھتی اس کے پیر دبانے لگی۔ ماحد خان زلیل کر کے یہ سب کام کرواتا تھا مگر رباض عزت اتنی دے رہا تھا کہ ایقان کا دل چاہنے لگا تھا اس کی خدمت کرے۔۔

وہ نرمی سے نیند میں گم پڑے رباض کے پیر دباتی مسکرا رہی تھی، پہلی بار کسی کی ایسے خدمت کرتے ہوئے نہ اسے زلت کا احساس ہو رہا تھا نہ شرمندگی ہو رہی تھی بلکہ دل کو خوشگوار سا احساس ہو رہا تھا۔

اسے اب سمجھ آنے لگی تھی، خدمت کرنا برا نہیں ہے ہاں مگر خدمت کروانے کے قابل مرد بھی تو ہو۔۔

وہ جو خود بھی زلیل نا کرے، محبت اور احترام دے۔

ایسے مرد کا تو لازم ہے اس کی عزت کی جائے، محبت بھی دی جائے اور خدمت بھی کی جائے۔

موبائل کی چنگھاڑتی آواز پر رباض جاگا تو پیروں پر نرم لمس محسوس کر کے اسے جھٹکا سا لگا تھا۔ پیر کھینچ کر وہ حیرت سے اٹھ بیٹھا۔ ایقان اس کے چہرے کے سنجیدہ تاثرات پر گھبرا

گئی۔

"یہ کیا کر رہی ہو پاگل لڑکی۔۔۔" اسے گھور کو دیکھتا وہ کال اٹینڈ کر کے موبائل کان سے لگا گیا۔

"ہاں جی کیا بات ہے؟" وہ بولا اور ایقان جو بھاگنے کے چکر میں تھی، اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے پاس بٹھا گیا، یعنی بعد میں کلاس لگنے والی تھی۔ ایقان روہانسی ہو گئی۔

"کیا مطلب؟ اُسوان کہاں گئی؟" رباض کا حواس باختگی سے کہا جملہ ایقان کو بھی متوجہ کر گیا تھا۔

oooooooooooooo

ادب خان یونی پہنچے تو وہ تینوں اڑے ہوئے حواس کے ساتھ اُسوان کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ خان رباض کو کال کر کے علیہا نے اسوان کی گمشدگی کا بتایا تو وہ بھی پریشان ہو گیا۔ ادب خان کی ہدایت پر وہ گاڑی میں بیٹھیں۔ ادب خان یونی میں داخل ہو گئے۔

"اسوان کہاں چلی گئی آخر۔۔ یہ کوئی وقت تھا گھومنے کا۔۔ کہاں ڈھونڈیں گے اسے۔۔" علیہا غصہ ہو رہی تھی۔ حمالہ سر پکڑ کر بیٹھی تھی۔

"انکل اُسوان نہیں آئی کیا؟" ادب خان لوٹے تو حمالہ نے سوال کیا۔ وہ اکیلے آئے تھے اور حیرت تھی کہ وہ گاڑی میں سوار ہوتے ہی گاڑی سٹارٹ کر رہے تھے۔

"بیٹا وہ گھر جا چکی ہے۔ اس کا بی۔پی لو ہو گیا تھا۔"

ادب خان کی ادھوری مشکوک بات پر وہ تینوں حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگیں۔ ادب خان پریشان سے گاڑی چلا رہے تھے۔

"وہ بتا کر تو جا سکتی تھی۔۔" گلالئی نے منہ بسورا۔ ان کے دماغ یہ بات ماننے کو تیار ہی نہ تھے مگر ادب خان کو کیسے جھوٹا مان لیتیں۔

ادب خان انہیں حویلی چھوڑتے ہی گلالئی کو اپنے گھر چھوڑنے چلے گئے۔ انہیں یقین ہو گیا تھا ہاشم خان اپنی چال چل چکا ہے مگر پریشانی یہ تھی کہ خانزادہ کی اپنی طبیعت ابھی ٹھیک نہ تھی۔ انہیں ٹینشن دینا اچھا نہیں تھا اور نہ بتانا بھی نقصان تھا۔

حمالہ اور علیہا حویلی پہنچیں تو خانزادہ کے ہاسپٹل جانے کی خبر سن کر دھک سے رہ گئیں۔ آج کے دن دو جھٹکے مل گئے تھے، وہاں اُسوان اور یہاں خانزادہ۔۔

گھبراہٹ کے مارے دونوں ہی رونے لگی تھیں۔

"علیہا پاگل اب وہ ٹھیک ہیں، صرف احتیاطاً انڈر ابزرویشن رکھا گیا ہے انہیں۔۔ کل صبح صبح لے آئیں گے واپس۔" ریاض جو اسی وقت ہاسپٹل سے لوٹا تھا۔ علیہا کو تسلی دیتے ہوئے سینے سے لگا گیا۔

وہاں مرحا نے روتی ہوئی حمالہ کے پاس بیٹھ کر اسے دیکھا اور گہرا سانس بھر کر اس کا سر تھپکا۔

"جانتی ہو ان کی طبیعت کیوں خراب ہوئی؟ تمہارے انکار نے انہیں پریشان کر دیا تھا۔ وہ واقعی دل سے چاہتے ہیں کہ تم ان کی بہو بنو مگر تمہاری بے وجہ ضد نے انہیں ڈپریس کر دیا اور تمہارے بابا کو بھی شرمندہ کروایا۔" مرحا جانتی تھیں وہ اس وقت پریشان ہے اس لیے لوہا گرم دیکھ کر چوٹ ماری۔

ان کی مجبوری تھی انہیں حمالہ کی بہتری کے لیے اسے پریشرائز کرنا ہی تھا۔

"مگر میں۔۔ اور اد لالا کے ساتھ۔۔ کیسے۔۔" روتی ہوئی حمالہ نے بے بسی سے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"حمالہ کیا تم نہیں چاہتیں ہمیشہ ہمارے پاس رہو؟ اسی حویلی میں پلی بڑھی ہو، کیا اورادمیں کوئی کمی دیکھی ہے؟" مرحا نے نرمی سے سوال کیا۔ وہ حمالہ کو سمجھا لینا چاہتی تھیں اس سے پہلے کہ خانی بیگم اسے سمجھانے کا ٹھیکہ لے لیتیں اور ان کے سمجھانے کا طریقہ کسی کو بھی پسند نہ آتا۔

حمالہ ان کے سوال پر سر جھکا گئی۔ جو اس کا جواب تھا وہ یقیناً باقی سب کے لیے بے ضرر وجہ ہوتی۔

"تمہاری پھوپھو زرشے بھی اپنی شادی سے ڈری ہوئی تھیں، میں بھی تمہارے بابا کے بارے میں ایسا نہیں سوچتی تھی۔ پروا اور عیشی لالا کی شادی بھی حدیر لالا نے کی تھی اور دور کیوں جاتی ہو۔۔

ایقان بھی راضی نہیں تھی۔ ہم میں سے کسی کو غیر مطمئن یا اداس دیکھا ہے تو بتاؤ۔۔

ہم تم پر جبر نہیں کرنا چاہتے حمالہ مگر سوچ لو۔۔ کبھی کبھی ہم اپنا اچھا برا نہیں جان سکتے اور بڑوں کے فیصلے ہماری زندگی سنوار دیتے ہیں۔" مرحا اسے نرمی اور سلیقے سے ساری بات سمجھا کر سوچنے کا کہتیں

اٹھ کر چلی گئیں۔ حمالہ آنکھیں رگڑتی سسکیاں دبانے لگی۔ اس کے تحفظات سب کے سمجھنے کی بات ہی نہیں تھے۔

وہ چہرہ دھو کر اپنے کمرے سے نکلی، اس کا ارادہ الہام کے پاس جا کر اسے اپنا ساتھ دینے پر

راضی کرنے کا تھا، اسے یقین تھا اسے صرف الہام ہی سمجھ سکتا ہے۔

اوراد کے کمرے کے سامنے سے گزرتے ہوئے کھلے دروازے سے سامنے اسے کھڑا دیکھا تو اپنی ازلی لاپروائی کی وجہ سے اس کے کمرے میں گھستی چلی گئی۔ شہر جانے کی تیاری کرتا اوراد اسے دیکھ کر چونک گیا۔

"یہاں کیوں آئی ہو؟" وہ سنجیدگی اور کچھ حیرت سے سوال کرنے لگا۔

"لالا آپ شادی سے انکار کر دیں اور چاچو کو سمجھائیں کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔" اس کا سوال نظرانداز کر کے وہ بولی، اوراد کے ماتھے پر بل پڑے۔

"اور ایسا کیوں نہیں ہو سکتا۔" وہ ابرو اچکا کر بولا اور چہرے پر چھائی نمی اور سرخی دیکھ کر لب بھینچے۔ اس کا چہرہ بہت زیادہ رونے کی چغلی کھا رہا تھا اور یہی بات اوراد کو جھلسا گئی تھی۔

"کیونکہ آپ کا رویہ بتاتا ہے آپ کو میں پسند نہیں ہوں۔" وہ سکون سے الزام لگا گئی۔

"میرے رویئے پر غور کرنے کی ضرورت نہیں ہے، شادی سے انکار کرنے کی ضد چھوڑ دو کوئی فائدہ نہیں اس کا۔۔ وجہ بتاؤ تو شاید کوئی کام بن جائے۔" اوراد نے سنجیدگی سے بولتے ہوئے استفسار کیا۔

"میں آپ سے شادی نہیں کر سکتی کیونکہ آپ کو میرے خٹک حویلی جانے پر اعتراض ہے۔" وہ ایسے بولی جیسے اسے شرمندہ ہونے پر مجبور کر رہی ہو۔

"ہاں بالکل ہے اور تمہارا وہاں جانا یا وہاں والوں سے ملنا سختی سے منع ہے۔" وہ دوٹوک لہجے میں بولتا پلٹ کر خود پر پرفیوم سپرے کرنے لگا۔

"مگر میں وہاں والوں سے تعلق ختم نہیں کر سکتی۔ میری نانی جان وہاں رہتی ہیں، میرے ماموں ہیں۔ صرف ایک ماحد لالا۔۔۔" حمالہ زچ ہو کر بول رہی تھی جب وہ یکدم پرفیوم کی شیشی ڈریسنگ ٹیبل پر زور سے پٹخ کر رکھ گیا۔ حمالہ اچھل کر رہ گئی۔

"اس گھٹیا انسان نے ایقان سے درندوں والا رویہ رکھا اور پوری خٹک حویلی نے چپ چاپ تماشہ دیکھا۔ سب ایک جیسے جنگلی لوگ ہیں۔

تمہاری وہاں جانے کی نہ پہلے گنجائش تھی نہ آئندہ کبھی ہو گی، باقی بات مجھ سے تب کرنا جب ہماری شادی ہو جائے گی اور اب میرے کمرے سے جاؤ۔۔

یہ تمہاری پہلی اور آخری غلطی ہونی چاہئیے حمالہ۔ منہ اٹھا کر کسی کے بھی کمرے میں نہیں گھس جایا کرو۔۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے اٹل لہجے میں باور کروا رہا تھا۔ لہجے میں نرمی رکھی تھی

مگر الفاظ سختی بھرے تھے۔ حمالہ کی آنکھیں تیزی سے بھیگنے لگیں۔

"میں تو ایسی ہی ہوں اور میں نہ آپ کو پسند ہوں نہ خانی مورے کو۔۔آپ دونوں بس مجھے زہنی ازیت دینے کے لیے یہاں رکھیں گے اور کچھ نہیں۔۔" وہ بھڑک اٹھی۔اس زبردستی سے اس کا دماغ گھوم رہا تھا۔

"تم جیسی بھی ہو مجھے کوئی مسئلہ نہیں، میں تمہیں سدھار لوں گا۔ تمہاری شادی اس حویلی سے باہر نہیں ہو سکتی، یہ بات دماغ میں بٹھالو۔۔

تم اب دوبارہ جس وقت انکار کرو گی میں اسی وقت مولوی بلوا کر نکاح پڑھوالوں گا۔اس لیے خاموشی سے یہ چند دن اپنی مرضی سے گزار لو۔۔۔"

وہ سنجیدگی سے دھمکا رہا تھا اور وہ صرف بات نہیں کرتا تھا۔وہ جو کہہ رہا تھا کر بھی سکتا تھا۔

اس کی اہمیت تو وہ ویسے بھی دیکھ چکی تھی، حویلی میں کسی نے بھی اوراد کو کچھ نہیں کہا تھا بلکہ حمالہ کو ہی سمجھانے میں مصروف تھے۔اس کا دل بھر آیا تھا۔

"میں آپ سے شادی نہیں کروں گی اور اگر زبردستی میری شادی کی گئی تو کبھی خوش نہیں رہیں گے آپ۔۔" حمالہ روتے ہوئے بولتی چلی گئی۔

وہ اس کے کمرے میں آکر اسے دھمکا رہی تھی۔ یعنی ایسی بہادر اور اتنی ہمت والی تھی۔۔اوراد نے بے ساختہ اسے دیکھا تھا۔

ہاں بس ڈر اس کے لہجے میں واضح تھا، بے بسی سے آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔اوراد کو اس پر بے طرح ترس آیا۔وہ ناسمجھ لڑکی تھی جو فی الحال خود پر لگائی جانے والی پابندیوں کو ماننے سے انکاری تھی۔

وہ اسے ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا تھا اور اس سے دستبردار تو بالکل نہیں ہو سکتا تھا، اس لیے اس سے رخ پھیر تا یوں ظاہر کر گیا جیسے نظر انداز کر رہا ہو۔ وہ پلٹ کر وہاں سے چلی گئی۔

"میرے کس رویہ سے لگا کہ میں ناپسند کرتا ہوں؟ اب کیا مجھے واضح الفاظ میں کہنا ہو گا کہ محبت کرتا ہوں؟" اورادخالی دروازے کو گھورتا بڑبڑا کر رہ گیا۔

oooooooooooooo

اُسوان کو جو انجکشن لگایا گیا تھا وہ بہت ہیوی ڈرگ تھی۔ ایاد اسے ہاسپٹل ایمرجنسی میں لا کر اب خود باہر کوریڈور میں سر پکڑ کر بیٹھا ہوا تھا۔ دماغ یونی میں ہوئے واقعہ پر اٹکا تھا۔

بے ہوش ہو چکی اسوان کو وہ پہلے تو اپنے آفس میں لے گیا تھا۔ وہ نشے میں جھولتی اس کے

حصار میں سمٹتی جا رہی تھی۔ ایاد ابھی اس کی حالت سے گھبرا رہا تھا کہ میثم اس کے آفس کے باہر پہنچ گیا۔ وہ دروازے پر گیا تو سامنے میثم نے کسی لڑکے کو گریبان سے پکڑ کر وہیں روکا ہوا تھا اور ایاد کے سامنے کوئی موبائل لہرایا۔

"بیڈ نیوز برو۔۔ تم جب اپنی اس سٹوڈنٹ کو سنبھالنے میں مگن تھے، یہ لڑکا تمہاری پکچرز بناتا رہا اور ابھی تمہارے آفس کی مووی بھی بنائی۔" میثم کی بتائی بات پر اس کا پارہ ہائی ہو گیا۔ طیش سے اس لڑکے کے چہرے پر زوردار گھونسا دے مارا۔

"ادھر دو موبائل۔۔" ایاد نے میثم سے موبائل جھپٹا۔

"اور ایک اور تازہ خبر۔۔اب چاہے تم موبائل توڑ دو۔۔یہ سب کچھ کسی نمبر پر سینڈ کر چکا ہے اور سب کچھ سین بھی ہو چکا ہے۔" میثم کی دوسری اطلاع پر ایاد کا دماغ بھک سے اڑا۔لڑکا منہ سوجائے کھڑا تھا۔

"سر مجھے بس جو کرنے کا کہا گیا میں نے کر دیا۔مجھے پیسے ملے تو۔۔" اس لڑکے کی بات ایاد کے تھپڑ پر ادھوری رہ گئی۔ایاد خان پاگل ہوا اٹھا تھا، میثم وہاں موجود نہ ہوتا تو شاید اس لڑکے کا قتل کر ڈالتا، میثم نے اس لڑکے کو اس سے چھڑوا کر وہاں سے ہٹا دیا۔

"ریلیکس۔۔اب یہاں مار دھاڑ کرنے کا فائدہ نہیں۔۔آگے کی سوچو۔۔بائی دی وے میں ویڈیو دیکھ چکا ہوں اور اسے دیکھ کر بہت غلط امپریشن پڑا مجھ پر۔۔

اگر میں سب خود نا دیکھتا تو کچھ اور سمجھتا۔۔" میثم نے صاف گوئی سے کہا اور اس کا کندھا تھپتھپا کر وہاں سے چلا گیا۔

ایاد نے پلٹ کر اسوان کو دیکھا جو نشے کی وجہ سے مچل رہی تھی۔اس کی حالت خراب ہو رہی تھی۔ایاد نے ہاتھ میں پکڑا اسمارٹ فون کھول کر چیک کیا تو اس میں موجود ویڈیو اور پکچرز واقعی نازیبا لگ رہی تھیں۔ان میں وہ اور اسوان بہت قریب تھے۔۔

"یا اللہ۔۔" غصے سے ایاد کی حالت خراب ہونے لگی۔اس نے موبائل اپنے سامان میں پٹخ کر پھینکا اور اپنے موبائل پر اورا د کو کال ملالی تھی۔اسے سب بتایا تو اس نے اسوان کو ہاسپٹل پہنچانے کا کہا۔

وہ آہ بھر کر اسوان پر جھکتا اس کا سٹالر سیٹ کرنے لگا۔وہ بے قابو ہوئی جا رہی تھی۔اسے سنبھال کر اپنی گاڑی میں ڈالتا سیدھا ہاسپٹل لے آیا تھا۔

اور اب سر پکڑ کر بیٹھا تھا۔ بیٹھے بٹھائے مصیبت کو گلے لگا بیٹھا تھا مگر یہاں مسئلہ اس کا تو تھا ہی نہیں اسے اسوان کی فکر تھی۔ ہاسپٹل آنے سے پہلے اس نے اورادسے مشورہ کر لیا تھا، اس نے آنے کا کہا تھا مگر اب شام ڈھل رہی تھی وہ آیا نہیں تھا۔

ایاد نے گہرا سانس بھر کر سر اٹھایا تو کوریڈور میں سامنے اورادا اپنی آنی کے ساتھ آ رہا تھا۔

"ازایوری تھنگ اوکے؟" اورادنے اس کے قریب جاتے ہی سنجیدگی سے سوال کیا۔ ایاد نے سر ہلایا۔

"بیٹا اسوان ٹھیک تو ہے ناں؟ کیا ہوا اسے۔" پُروا حواس باختہ سی ایاد سے پوچھنے لگیں۔

"آنٹی وہ اب ٹھیک ہیں، بس شاید بی۔پی لو ہو گیا تھا، اب میڈیسن کی وجہ سے نیند میں ہیں۔آپ جا کر دیکھ لیں۔" ایاد نے سامنے کمرے کی جانب اشارہ کر کے اس کی بے ہوشی کی جھوٹی کہانی بنائی۔ پروا سر ہلا کر اس کمرے میں چلی گئیں۔

"کیا ہوا تھا؟ کون تھے وہ لڑکے۔۔" اورادنے تنہائی پاتے ہی سوال کیا۔ ایاد بنچ پر گرنے جیسا بیٹھ گیا۔

"یونی کے لڑکے تھے بٹ کسی نے ہائر کیے، پیسہ دے کر کام کروایا۔۔ڈرگ انجیکٹ کر کے وہ کچھ غلط کرنا چاہتے تھے مگر میں پہنچ گیا اور۔۔۔" ایاد نے ساری تفصیل بتائی۔ اورادکے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"اٹس گڈ کہ وہ سیو ہے۔ میں اب بابا کو ٹینشن نہیں دینا چاہتا، ان کو آلریڈی انجائنا کا اٹیک آیا ہے۔" اورادنے انگوٹھے سے ماتھا مسلتے ہوئے پریشانی سے کہا۔

"اوہ۔۔ تو اب وہ ٹھیک ہیں۔" ایاد نے فکر سے پوچھا۔

"ہمم۔۔ ہی از بیٹر ناؤ۔۔ مگر ان کو اس معاملہ میں اب انوالو کرنا ٹھیک نہیں ہو گا سو اچھا ہوا کہ اسوان ٹھیک ہے۔ باقی میں دیکھ لوں گا، لڑکوں کے نام وغیرہ مجھے بتا دینا۔" اوراد نے اس کے پاس بنچ پر بیٹھ کر سنجیدگی سے کہا۔ ایاد لب کاٹنے لگا۔

"ایک مسئلہ ہے یار۔۔" ایاد بے چارگی سے بولا۔ اوراد گردن موڑ کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"جب میں تمہاری بہن کو سنبھال رہا تھا تب کسی لڑکے نے ہماری کچھ پکچرز بنالیں۔۔" ایاد جھجک کر بول رہا تھا۔ اوراد کو بتانا ہی اس کے لیے مشکل ہو رہا تھا۔

"کیسی پکچرز۔۔ میں سمجھا نہیں۔۔" اوراد پورا اس کی طرف رخ کر کے بیٹھا۔

"تمہاری بہن کا پردہ نہیں تھا اور اسے انجکشن لگایا گیا تھا۔ تو پکچرز کا اینگل اچھا نہیں ہے۔ میرے آفس کی ویڈیو بھی بنی ہوئی ہے۔ میں تمہیں اس لیے بتا رہا ہوں تاکہ تم تیار رہو۔۔

اگر یہ تمہارے کسی دشمن کی چال ہے تو بہت بری طرح پھنسنے والے ہو، تمہارے خاندان کی عزت پر بات آسکتی ہے۔" ایاد نے صاف گوئی سے اسے سب بتا دیا۔

"بتانے کا شکریہ۔۔ میں ادب انکل سے بات کروں گا۔"

اورادنے اس کا شکریہ ادا کر کے کہا۔ایاد سر ہلا کر اس کا کندھا تھپتھپاتا وہاں سے چلا گیا مگر اورادسوچوں میں گم وہیں بیٹھا رہ گیا تھا۔

اندر اسوان پر اب کچھ کچھ نشے کا اثر کم ہونے لگا تھا۔پروا اس کے پاس پریشان سی بیٹھی ہوئی تھیں۔

oooooooooooo

خانزادہ کو گھر لایا جا چکا تھا۔علیہاان کے پہلو میں سمٹ کر بیٹھی رہی۔سب سے باتیں کرتے، علیہا کا سر تھپکتے ہوئے ان کی نظر دروازے پر گئی تو وہاں کھڑی حمالہ بچوں کی طرح چھپ کر انہیں دیکھ رہی تھی، ان کے دیکھنے پر گڑبڑا کر سیدھی ہوئی۔

"حمالہ۔۔ یہاں آؤ، میرے پاس۔۔" انہوں نے نرمی سے پکارا تو سب نے دروازے کی سمت دیکھا۔ اسے دیکھتے ہی خانی بیگم کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے

"چاچو آپ ٹھیک ہیں؟" وہ جھجک کر قدم اٹھاتی ان کے قریب آتے ہوئے سوال کرنے لگی۔اس کے لہجے میں ندامت محسوس کر کے خانزادہ نے گہرا سانس بھرا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں میری جان۔۔۔پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں۔" وہ اسے اپنے پاس بٹھاتے ہوئے محبت سے بولے۔حمالہ کا نادم ہونا اور شرمندگی سے نظریں چرانا انہیں افسوس دلا گیا تھا۔وہ سمجھ گئے ان کی حالت پر حمالہ کو سب نے الزام دیا ہو گا۔

"کام کا برڈن زیادہ تھا۔ایک دو جرگے ایسے بیٹھے کہ میرا دماغ خراب ہو گیا۔اسی پریشانی میں شاید یہ سب ہوا ہو۔۔" وہ حمالہ کو ریلیکس کرنے کے لیے بتانے لگے، وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگی۔

"آپ مجھ سے ناراض نہیں ہیں ناں؟" وہ چہک کر بولی تو خانزادہ ہنس کر نفی میں سر ہلا گئے۔

"بڑے ناراض نہیں ہوتے، چھوٹے ضد اور نافرمانی پر اتر آئیں تو وہی ظرف بڑا کر لیتے ہیں۔۔ تم دونوں لڑکیاں آج مایوں بیٹھ جانا، شادی میں کم دن رہ گئے ہیں۔"

خانی بیگم نے کرخت لہجے میں اسے اطلاع دی۔ حمالہ کے ہاتھ پیر پھولنے لگے۔ روہانسی ہو کر مدد طلب نظروں سے خانزادہ کو دیکھنے لگی۔

"مورے ایسے زبردستی نہیں کریں بچی کے ساتھ۔" خانزادہ تسلی دینے والے انداز میں اس کا گال تھپتھپا کر خانی بیگم سے بولے تو وہ بھڑک اٹھیں۔

"زبردستی نہیں تو کیا اب ان لڑکیوں سے پوچھ کر ان کے رشتے کیے جائیں گے۔ حویلی کے رسم و رواج بدلنے کے لیے بہتر ہو گا میری موت کا انتظار کر لو۔۔"

خانی بیگم سخت ناراض لہجے میں بولتی چلی گئیں۔ خانزادہ کو ان کے احترام میں خاموش ہونا پڑا۔

حمالہ کو بھی سر جھکانا پڑا مگر۔۔۔ دل بھر آیا تھا۔

"بیٹا میں تمہارے ساتھ ناانصافی کبھی نہیں ہونے دوں گا، اپنے چاچو پر یقین ہے ناں؟" خانزادہ نے مدھم نرم لہجے میں سوال کیا تو وہ سر ہلا گئی۔ پریہان پریشانی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

انہیں حمالہ کا اداس ہونا اور رونا برا لگ رہا تھا مگر وہ اوراد کا سوچ کر خاموش ہو گئی تھی۔

وہاں ایقان کچن میں سب کے لیے چائے بنوا رہی تھی۔

"آج رات کا کھانا زیادہ بنانا ہے، خانی مورے سے مینیو پوچھ کر ابھی سے شروع کر دینا۔ مہمان آ رہے ہیں۔"

ایقان نے انہیں ہدایت دی اور کچن سے باہر نکلی۔ مردان خانے سے آتے ریاض کی نظر اس پر پڑی تو اس کی حرکت یاد آئی، وہ اس کے سر پر پہنچا۔

"تم زرافری ہو کر کمرے میں آؤ۔۔" وہ اسے گھور کر ہدایت دیتا آگے بڑھ گیا۔ ایقان کے اوسان خطا ہوئے۔

"میں۔۔ کوئی کام کروا سکتی ہوں۔۔ اگر کام زیادہ ہے تو۔۔" وہ کچن میں گھستی ملازمین سے بولی تو سب نے حیرت سے اسے دیکھا۔ کام کرنے کے لیے بہت ملازمین تھے۔ ظاہر ہے اسے کون کام کا کہتا۔

وہ سیدھا گل جان کے کمرے میں پہنچی۔ وہ تسبیح کر رہی تھیں اور حمالہ ان کی گود میں چہرہ چھپائے رونے میں مصروف تھی۔ کچھ فاصلے پر بیٹھی حمینہ اپنی بیٹی کو سنبھال رہی تھی۔

"حمالہ کیوں رو رہی ہو؟" وہ گھبرا کر اس کے پاس پہنچی تو وہ اپنا چہرہ مزید چھپا گئی۔

"میرا پوری حویلی والوں سے اب کوئی رشتہ نہیں ہے، مجھ سے کوئی بات نہ کرے۔ سب دھمکیاں دینے پر اتر آئے ہیں، بلیک میل کر رہے ہیں۔ اگر خودکشی حرام نہ ہوتی تو میں مر کر انہیں بتاتی کہ بلیک میلنگ کا کیا انجام ہو سکتا ہے۔" وہ گھٹی گھٹی آواز میں دھمکا رہی تھی۔ حمینہ افسردگی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"مگر۔۔ حمالہ سب تمہارا فائدہ سوچ رہے ہیں۔" ایقان نے ڈرتے ڈرتے سمجھانے کی کوشش کی اور توقع کے عین مطابق وہ اس کے سمجھانے پر بھڑک کر سیدھی ہوئی۔

"اگر فائدہ اوراد لالا جیسا ہو تو اچھا ہے انسان نقصان میں رہے۔ وہ انسان نہیں جن ہیں۔ آنکھیں دکھا دکھا کر دھمکاتے ہیں، کسی اور کو ان کی اصلیت نہیں پتا ناں۔۔

میں سب جانتی ہوں اور دیکھنا میں ان کی زندگی میں چڑیل بن کر نہ گئی تو میرا نام بدل دینا۔"

وہ تڑتڑ بولتی انگلی اٹھا کر دھمکا رہی تھی۔ گل جان نے تاسف سے اسے دیکھتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

"ماشاءاللہ پھر تو اچھی جوڑی ہو گی، جن اور چڑیل۔"

ایقان شرارت سے ہنستے ہوئے بولی تو حمینہ بھی اس کی بات پر بے ساختہ مسکرائی۔

حمالہ ان دونوں کے ہنسنے پر گل جان پر چیخ رہی تھی۔ وہ ہنستے ہوئے اسے منانے لگیں مگر حمالہ کا پھر سے رونا شروع ہو چکا تھا۔

NOVEL IN URDU

oooooooooo

"اسوان ٹھیک ہے ویسے؟" ریاض پریشان سا کال پر اوراد سے پوچھ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے، ادب انکل سے بات کریں، یہ کس کی دشمنی ہو سکتی ہے۔ شاید انہیں کچھ اندازہ ہو۔۔

مجھے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا، ویڈیو اور پکچرز کہیں نکلیں تو بدنامی ہو گی۔ میں ویسے نمبر ٹریس کروا رہا ہوں مگر وہ سم جس کے نام ہے وہ بندہ سال پہلے مر چکا ہے۔" اوراد سنجیدگی سے بول رہا تھا۔

"میں بات کر لیتا ہوں۔ تم فی الحال اُسوان کے ٹھیک ہوتے ہی ان سب کو حویلی لے آؤ۔۔" ریاض نے اسے ہدایت دی تو وہ سر ہلا گیا۔

اس سے بات کرتے ہوئے ریاض کی نظر دروازے کی طرف گئی، ایقان دبے پاؤں کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔ وہ مسکراہٹ دبا کر اوراد کا اللہ حافظ سنتا خاموشی سے کال کاٹ گیا۔

"خان صاحب چائے لاؤں آپ کے لیے۔" وہ ریاض کو دیکھ کر رکی اور سوال کرتی اس کا دھیان بٹانے لگی۔

"نہیں۔۔ میں فی الحال تمہارا دماغ درست کرنا چاہتا ہوں۔ خود کو زرا ان کاموں سے نکال دو۔" وہ چلتا ہوا اس کے سر پر پہنچا تو ایقان گھبرا گئی۔

"میں تو بس آپ کی تھکن کے خیال سے۔۔" وہ وضاحت دیتی پیچھے ہوئی مگر ریاض نے اس کی کلائی پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تو وہ کٹی ہوئی پتنگ کی طرح اس کے سینے سے جا لگی۔

"آئندہ میری تھکن کے خیال سے بھی ایسی حرکت مت کرنا، مجھے نہیں پسند یہ سب۔۔ تم بیوی ہو میری، اپنا مقام پہچانو ورنہ اچھا نہیں ہو گا ایقان۔۔

تمہاری یہی حرکتیں رہیں تو میں مزید برداشت نہیں کروں گا، مجھے غصہ آ گیا تو مت کہنا ظالم ہوں۔"

وہ ہاتھوں کے پیالے میں اس کا چہرہ بھرے اس کی آنکھوں میں جھانکتا سنجیدگی سے باور کروا رہا تھا۔ ایقان اس کی ناراض نظروں سے گھبراتی آنکھیں میچ کر سر ہلا گئی۔

"سوری۔۔آئندہ نہیں کروں گی ایسا۔۔" وہ مدھم لہجے میں بولی۔اس کے لہجے میں خوف محسوس کر کے ریاض نے گہرا سانس بھرا۔

نرمی اسے سمجھ نہیں آتی تھی اور سختی پر وہ گھبرا جاتی تھی۔وہ سمجھ نہیں پایا سمجھائے کیسے۔

ایقان اسے جم کر کھڑا دیکھ کر آنکھیں کھولتی اسے دیکھنے لگی۔

وہ یک ٹک اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا،اس کے نزاکت بھرے نقوش اور ہتھیلیوں پر محسوس ہوتا اس کا ملائم لمس ریاض کی توجہ چھین رہا تھا۔وہ اس پر حق رکھتا تھا اور اس حق کا احساس اس وقت شدت سے محسوس ہو رہا تھا۔ایقان اس کے یوں دیکھنے پر شرم سے سرخ پڑنے لگی۔

"خان صاحب میں۔۔چائے۔۔" اس نے ریاض کے ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

ریاض یکدم اس کے چہرے پر جھکتا اس کے رخسار پر لب رکھ گیا۔وہ نرمی سے اس کا چہرہ چھو رہا تھا۔ایقان شرم سے سرخ پڑتی اس کے حصار میں کھڑی رہ گئی۔۔

"یار مجھے تو تم سے محبت ہوتی جا رہی ہے۔" وہ اسے اپنے سینے میں بھینچ کر ایسے بولا جیسے حیرت انگیز واقعہ پیش ہوا ہو۔ایقان اس کے سینے میں چہرہ چھپاتی شرمیلی مسکان لبوں پر سجا گئی۔

تو محبت ایسے ہوتی ہے؟ کسی وجود میں سارے کا سارا سکون مل جانا۔۔؟ یہ احساس تو ان کے حواسوں پر بری طرح سوار ہو رہا تھا۔ وہ ایک دوسرے کے اسیر ہو رہے تھے۔ ایک دوسرے کی محبت میں مبتلا ہو رہے تھے۔ محبت محرم سے تھی مگر ایسے اچانک اچانک سی حملہ آور ہو رہی تھی کہ وہ چونک بھی رہے تھے اور خود پر حیران بھی ہو رہے تھے۔

محبت ایسے ہو جائے تو پھر اچھی ہوتی ہے۔

oooooooooooo

اسے ہوش آیا تو نیم وا آنکھوں سے وہ نظریں گھماتی اطراف کا منظر پہچاننے کی کوشش کرنے لگی۔ اسے کیا ہوا تھا اور وہ کہاں تھی۔۔ اسے فی الحال کچھ یاد نہیں آ رہا تھا اور یاد آنے پر اس کی روح ساکن ہو جانے والی تھی۔

ہسپتال کا کمرہ دیکھ کر وہ چونکی، جگہ انجان تھی، منظر بھی انجانا تھا۔ قریب چئیر پر بے آرام سی بیٹھی پُروا نیند میں تھیں۔ وہ ماں کو دیکھتے دیکھتے ہی دماغ پر زور دینے لگی۔ وہ یہاں جب لائی گئی اس سے پہلے کیا ہوا تھا۔

وہ سامان لے کر ویران بلاک تک پہنچی پھر اسے دھکا لگا اور پھر جو جو منظر اور الفاظ اسے یاد آتے گئے اس کا دل ازیت سے بھرتا چلا گیا۔ آنکھیں تیزی سے بھیگنے لگیں اور ابھی تو وہ انجان تھی کہ اسے ایاد خان اپنے آفس میں لے کر گیا تھا اور جب نشہ چڑھا تو وہ کیا کرتی رہی تھی۔ جان لیتی تو یہیں ہسپتال میں ہی زہر کا انجکشن لگوا کر مر جاتی مگر یہاں سے اٹھ کر باہر نا جاتی۔۔

دروازہ کھلنے کی آواز پر اس نے نظر گھمائی تو اورادکو کمرے میں داخل ہوتا دیکھ کر اس کی بھیگی آنکھوں میں بڑھتے پانی نے منظر دھندلا کر دیا۔

وہ اسے جاگا ہوا پا کر اس کے قریب پہنچا۔ اُسوان ابھی کچھ بولنے والی تھی کہ اس نے اپنے لبوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ دیا اور پروا کی جانب دیکھا گویا کہہ رہا ہو وہ جاگ جائیں گی۔

اُسوان لب سی گئی، الفاظ زبان پر ہی رہ گئے ادا نہیں کر پائی تھی۔

اورادا اپنے موبائل پر تیزی سے کچھ ٹائپ کر رہا تھا۔ اُسوان اسے دیکھتی رہی، بھائی بھی کیسی نعمت ہوتے ہیں، اسے دیکھ کر اسوان کا دل چاہ رہا تھا پھوٹ پھوٹ کر روئے اور اسے بتائے کیسے لاوارث سمجھ کر وہ لڑکے اسے تنگ کر رہے تھے اور کیسے ایاد خان نے اسے بچایا تھا۔ مگر اب اورادیہاں تھا تو مطلب اسوان بالکل محفوظ تھی۔

اورادنے خاموشی سے موبائل کی سکرین اس کے سامنے کی۔ سکرین پر کچھ لکھا ہوا تھا۔

"تم محفوظ ہو، تمہیں کچھ نہیں ہوا۔ سب سے یہی کہیں گے تمہارا بی پی لو ہو گیا تھا اس لیے تم بھی کچھ مت بتانا۔ میں سب سنبھال لوں گا۔"

اسوان نے ایک ایک لفظ غور سے پڑھا اور بھیگی نظروں سے اورادکو دیکھا۔ ان الفاظ نے اسے یکدم تحفظ کا احساس دلایا تھا۔ وہ سسکی دباتی سر ہلا گئی۔ اورادنے بے ساختہ ہاتھ بڑھا کر اس کا سر تھپکا تو وہ کپکپاتے ہاتھوں سے اس کا بازو تھام کر رو پڑی۔

اب مزید ضبط نہیں ہو رہا تھا، اب یہاں وہ واحد رازدار تھا تو حق تھا کہ اس کے سہارے خود پر گزری مصیبت پر چند آنسو بہالے۔ اوراد اس کے رونے پر چپ چاپ اس کے پاس کھڑا رہا۔

پُروا اس کے رونے کی آواز پر ہڑبڑا کر جاگ گئیں۔

"میری جان کیا ہوا۔ کوئی پریشانی ہے کیا؟" وہ گھبرا کر اس سے پوچھ رہی تھی۔ وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

"آنی ڈونٹ وری بس گھبرا گئی ہے۔ اب یہ بہتر ہے تو میں ڈاکٹر سے بات کرتا ہوں پھر حویلی چلتے ہیں، فہد اور مہد بھی اکیلے ملازموں کے پاس پریشان ہو رہے ہوں گے۔" اوراد نے نرمی سے بولتے ہوئے ایک نظر اسوان کو دیکھا اور آہستگی سے اپنا بازو اس کی گرفت سے نکال کر نظروں ہی نظروں میں دلاسہ دیا۔

"ہاں پلیز بیٹا چلتے ہیں۔ وہ دونوں ملازموں کا حشر کر چکے ہوں گے۔" پُروا فکرمندی سے بولیں اور اسوان کو دیکھنے لگیں جو اپنی بھیگی آنکھیں رگڑ رہی تھی۔

"ہر وقت کہتی ہوں کہ ناشتہ کر کے جایا کرو یونی۔ میں تمہارے چھوٹے بھائیوں کو سنبھالوں یا تمہیں۔۔

وہ تو بچے ہیں ان کو کروانا پڑتا ہے ناشتہ تم تو بڑی ہو۔۔ دیکھو اب کیا ہوا، اگر زیادہ مسئلہ ہو جاتا پھر۔۔؟"

پُروا اس کا سر سہلاتے ہوئے خفگی کا اظہار کر رہی تھیں۔ وہ آنکھیں بند کیے خاموشی سے سنتی رہی۔ اوراد کمرے سے نکل کر جا چکا تھا تاکہ ڈاکٹرز سے ڈسچارج کرنے کا کہہ سکے۔

دو چھوٹے جن اٹھا کر وہ سیدھا حویلی ہی پہنچنا چاہ رہا تھا۔ صبح سے خانزادہ کی طبیعت کی خبر نہیں لی تھی اور اس کا دماغ اب ویسے بھی تھکن کا شکار ہو رہا تھا۔

oooooooooooo

خان ریاض مردان خانے میں ادب خان کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ادب خان سے بھی اسوان کا معاملہ ڈسکس کر لیا تھا۔

"میں خانزادہ صاحب کو ٹینشن نہیں دینا چاہتا مگر ہاں ہاشم خان اپنی عیاریوں پر اترا ہوا ہے اور مجھے پورا یقین ہے اتنا نیچ کام وہی کر سکتا ہے۔

اگر اس نے ایسی ویسی تصاویر دنیا کے سامنے عیاں کر دیں تو جرگہ بلوائے گا تاکہ لڑکی کو کاری کروا سکے۔۔" ادب خان کی بات پر ریاض کا چہرہ سرخ ہوا۔

"اور ہمارے پاس اس گھٹیا منصوبہ کا کوئی ثبوت بھی تو نہیں ہے کہ ثابت کر سکیں کچھ۔۔

مگر ہو سکتا ہے یہ اس کی چال نہ ہو کیونکہ ابھی تک کوئی تصویر میل میڈیا پر نہیں دی گئی۔۔ مگر یہ بھی سچ ہے کہ جس نمبر پر سینڈ کی گئیں وہ شخص سال بھر پہلے مر چکا اور ہمارے علاقے کا ہی تھا وہ۔۔

مجھے لگتا ہے شاید اس منصوبہ کے پیچھے ماحد خان کا ہاتھ ہو۔۔" ریاض پریشانی سے بول رہا تھا۔ ادب خان چونک گئے پھر کچھ دیر سوچ میں گم رہے۔

"جس نے بھی کیا مگر خان صاحب اصل بات تو یہ ہے کہ جس نے بھی یہ حرکت کی ہے، ویڈیو اور تصویر بنانے کا کوئی تو مقصد ہو گا۔۔

بلیک میلنگ کی گئی تب بھی ہمارا نقصان ہے اور اگر علاقے والوں تک بات پہنچی اور جرگہ بیٹھا تو بدکاری کا الزام ہی لگے گا، ہمارے پاس گواہ صرف وہی دو لڑکے ہیں جو بی بی کو بچانے والے تھے اور ان کی گواہی کو پردہ داری کا نام دیا جائے گا۔

اور سب سے ضروری بات یہ کہ اگر یہ ہاشم خان کی چال ہوئی تو وہ خانزادہ صاحب کے ٹھیک ہونے کا انتظار کرے گا تاکہ انہیں جرگہ میں سب کے سامنے شرمندہ کر سکے۔" ادب خان سنجیدگی سے بول رہے تھے۔ان کی باتوں میں عمر بھر کا تجربہ بول رہا تھا۔ایسا لگتا تھا جیسے وہ اس معاملہ کو ہر طرف سے دیکھ چکے تھے۔

رباض سر پکڑ بیٹھا۔پریشانی سے اس کا سر درد کرنے لگا تھا۔آنے والے وقت کا سوچتے ہی اس کے اعصاب بھاری ہونے لگے تھے۔

"اس کا کوئی حل تو ہو گا۔کوئی پیش قدمی، کوئی احتیاط یا پھر چال سے پہلے کوئی چال چلی جائے۔"

رباض کنپٹی سہلاتا تیزی سے حل سوچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ادب خان نے سر ہلایا۔

"حل تو ہیں مگر حویلی کی بیٹی کا فیصلہ تو سردار صاحب ہی کر سکتے ہیں ناں اور ان کو فی الحال ایسا کچھ بتانا ممکن نہیں ہے۔" ادب خان تشویش ناک لہجے میں بولے تو رباض چونک گیا۔

"نہیں وہ فکر نہیں کریں، حویلی کا فیصلہ اوراد بھی کر سکتا ہے کیونکہ بابا پہلے ہی اسے اگلا سردار ڈکلئیر کر چکے ہیں۔ تو ہم بابا کو اس معاملہ کی بھنک نہیں پڑنے دیں گے بالکل۔۔ اوراد آ جائے تو اس سے ڈسکس کرتا ہوں، اس نے بھی کوئی حل سوچا ہی ہو گا۔"

رباض کی بات پر ادب خان کے سر سے بوجھ سا اترا تھا کیونکہ اس چال کا کوئی حل تو نکالنا ہی تھا اور اس کے لیے خانزادہ کو بتانا پڑتا جبکہ ڈاکٹر نے انہیں مزید ٹینشن دینے سے منع کیا تھا۔

"ٹھیک ہے خان اوراد آ جائے تو بتایئے گا میرے لیے جو حکم ہو گا میں حاضر ہوں۔" ادب خان نرمی سے بولتے اٹھ کھڑے ہوئے۔ رباض سر ہلاتا وہیں بیٹھا رہ گیا۔

oooooooooooo

اورادپُروا کو بچوں سمیت لے کر حویلی پہنچا تو رباض اس کا ہی منتظر تھا۔ وہ تھکا ہوا تھا سیدھا اپنے کمرے میں پہنچ گیا۔

"اوراد مجھے تم سے بات کرنی ہے۔" رباض اس کے کمرے میں داخل ہو کر بولا۔ وہ بیڈ پر نیم دراز ہوا۔

"میں بہت تھک گیا ہوں، کیا ہم بعد میں بات کر سکتے ہیں پلیز؟" وہ بے چارگی سے بولا تھا۔

"میری بات مختصر ہے، مجھے یہ بتاؤ حمالہ سے شادی کیوں کرنا چاہتے ہو؟" رباض کے سوال پر موبائل سائڈ پر رکھتے اس کے ہاتھ تھم گئے۔

"آپ کو کیا لگتا ہے؟" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"یہی کہ تم صرف خٹک حویلی والوں کی ضد میں ایسا کر رہے ہو۔ تم نے پہلی پابندی یہی لگائی ہے حمالہ خٹک حویلی والوں سے نہ ملے۔

تمہاری اس ضد اور حمالہ کے انکار نے دیکھو بابا کی کیا حالت کر دی۔ یار تم سمجھدار انسان ہو، بچوں والے کام کیوں کر رہے ہو۔ بابا کا ہی خیال کر لو۔۔

ابراہیم بتا رہا ہے ان کی کنڈیشن ایسی ہو گئی ہے کہ زرا سی مزید ٹینشن سے ان کی طبیعت بگڑ بھی سکتی ہے۔" رباض نے خفگی سے بولتے ہوئے اسے دیکھا۔

وہ خاموشی سے سن رہا تھا۔

"اپنی ضد چھوڑ دو اور اد پلیز۔۔ مجھ سے بابا کی یہ حالت نہیں دیکھی جا رہی۔" رباض نے نرم لہجے میں التجا کی تو وہ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگا۔

"ٹھیک ہے۔" دو لفظوں میں بات سمیٹتا وہ اپنے جذبات اپنے اندر دبا گیا۔ اسے اپنے احساسات بیان کرنا نہیں آتے تھے اور اس کا دعویٰ اسے کبھی کوئی سمجھتا نہیں تھا۔ آج اسے لگا وہ ٹھیک ہی سوچتا رہا۔۔

رباض اسے آرام کا کہہ کر گیا تو وہ کتنی دیر دروازے کو دیکھتا رہا، رباض نے حمالہ سے شادی اس کی ضد کیوں سمجھی؟ وہ محبت بھی تو سمجھ سکتا تھا۔ اس نے سر جھٹک دیا۔

ہاں مگر سب کو لگتا ہے خود پسند اور اد کسی سے محبت نہیں کر سکتا۔ شاید ایسا ہی ہو، وہ مان گیا۔۔۔

آرام بھلائے اٹھااور خانزادہ کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔اس کی توقع کے مطابق وہ بھی اسے یہی سمجھانے لگے کہ وہ ضد چھوڑ دے۔اس نے ضد چھوڑ دی۔

کہہ دیا ٹھیک ہے۔مان لیا جو وہ سب کہہ رہے ہیں وہی بہتر ہے۔وہ اپنی محبت سے ہی مُنکر ہو گیا۔۔

اور خانزادہ تو اس کے اتنی جلدی مان جانے پر ہی حیران رہ گئے تھے۔

oooooooooooooo

خانزادہ نے حویلی میں اوراد اور حمالہ کی شادی روکنے کی بات کی تو خانی بیگم نے طوفان کھڑا کر دیا۔۔

"اوراد کی کہی بات کی اہمیت نہیں ہے کیا۔اسنے اگر کہا ہے تو مطلب وہ ایسا چاہتا ہے۔کبھی تو اس کو بھی وہ دے دو جو وہ چاہتا ہے۔" خانی بیگم اچھی خاصی ناراض ہو گئیں۔

پلوشے ایک طرف منہ بگاڑے بیٹھی تھیں۔

"اور میں بھی تو یہی چاہتی تھی، حمالہ کو اپنے بیٹے کے لیے بہت پہلے مانگ لیا تھا۔میری زبان کا پاس ہی رکھ لیتیں مورے۔" پلوشے ناراضگی سے بول رہی تھیں مگر خانی بیگم کی کرخت

نظروں نے انہیں مزید بولنے سے روک دیا۔

"مورے بچی راضی نہیں ہے تو۔۔" خانزادہ ایک ایک کو سمجھا کر تھک رہے تھے اب۔۔

"بچی کیا چاہتی ہے پھر وہ پوچھ کر بتا دو۔۔بلکہ ایسا کرو لڑکیوں سے کہہ دو اپنے رشتے خود طے کر دیں ہم بڑے نکاح میں شرکت کر لیں گے۔" خانی بیگم طنزیہ لہجے میں بولیں تو وہ سر پکڑ بیٹھے۔

کمرے میں پہنچے تو پریہان ان کو بیڈ پر بٹھا کر پریشانی سے دیکھنے لگیں۔

"میں ہمیشہ علاقے والوں سے یہی کہتا تھا کہ بیٹیاں بھیڑ بکریاں نہیں ہیں جن کو زبردستی کہیں بھی باندھ دیا جائے اور میری اپنی حویلی میں یہی کام ہو رہا ہے۔" خانزادہ اداسی سے بول رہے تھے۔ پریہان ان کے پاس بیٹھ کر ان کا ہاتھ تھام گئی۔

"ایسا کچھ نہیں ہے حدیر آپ اس بات کو لے کر کچھ زیادہ حساس ہو رہے ہیں۔" پریہان کی تسلی پر وہ نفی میں سر ہلانے لگے۔ وہ بچے نہیں تھے جو بہل جاتے۔

"ایسا ہی ہے، اگر حمالہ کا دل اوراد کے لیے نہیں مان رہا تو اس میں کچھ غلط نہیں ہے۔ ضروری نہیں جو انسان اچھا ہو وہ سب کو اچھا لگے۔

اسے حق ہے وہ اپنی زندگی کا فیصلہ لے اور وہ بس وہی حق استعمال کرنا چاہ رہی ہے مگر سب اسے مل کر دبا رہے ہیں۔ یہ کیسا جبر ہے آخر۔۔

میں اگر اوراد کے بجائے حمالہ کا باپ بن کر سوچوں تو میں اپنی بیٹی کے ساتھ ایسی زبردستی کبھی نہیں ہونے دیتا، اوراد سے پوچھا تو وہ آج بولا ٹھیک ہے جہاں چاہیں اس کی شادی کر دیں اس کا مطلب اسے حمالہ میں دلچسپی نہیں تھی۔" خانزادہ کچھ الجھے ہوئے سے تھے۔ وہ سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ اوراد کو حمالہ سے شادی کرنے کا بھوت کیوں سوار ہوا۔

وہ مان لیتے کہ وہ اسے پسند کرتا ہو گا مگر ایسا بھی نہیں تھا۔ بس رشتے کی بات ہوئی اور وہ پہنچ کر اپنا آپ پیش کرتا سب کو چونکا گیا تھا۔

"آپ خود بھی تو ایکسائیٹڈ تھے، اب ساری بات اوراد پر نہیں ڈالیں۔ اس نے ایک رائے دی تھی اور آپ سب نے تب قبول بھی کر لی تھی۔" پریہان نے خفگی سے خانزادہ کو دیکھتے ہوئے جتایا تو وہ مسکرا دیئے۔۔۔

"بیٹوں کی بات ہو تو جناب فوری پارٹی بدل لیتی ہو۔۔ بہت بے وفا بیوی ہو بھئی۔۔

اور تمہارے اس بیٹے کے دماغ میں جانے کیا چل رہا ہے، کچھ دیر پہلے وہ شہر سے آیا ہے اور

میری اس معاملے پر تفصیلی بات ہو چکی ہے اس سے تو وہ بولا کہ ٹھیک ہے، آپ لوگ جو بہتر سمجھیں میں نے تو بس ایک بات کی تھی۔ مطلب اس کی طرف سے یہ بات کب کی آئی گئی ہو چکی اور یہاں حمالہ کا جینا حرام کیا ہوا ہے مورے نے۔۔

ان کی ضد ہے اب حمالہ ہی اوراد کی دلہن بنے گی۔"

خانزادہ کی بات پر پریہان بھی خفت زدہ سی ہو گئیں۔ اوراد کیا چاہتا تھا وہ یہی چھپا رہا تھا۔ جانے چھپا رہا تھا یا پھر واقعی اسے حمالہ میں دلچسپی نہ تھی۔

"حدیر ایسا کریں ایک بار پھر سے حمالہ کو بلا کر اس سے پوچھ لیں، اگر وہ واقعی راضی نہ ہوئی تو پھر اوراد کی شادی ڈیلے کر دیں گے ایسا نہ ہو علیہا کا ایونٹ خراب ہو۔۔" پریہان نے مشورہ دیا تو وہ بھی سر ہلا گئے۔

"میں جا کر بات کرتا ہوں حمالہ سے، مجھے ڈر ہے وہ بات چھپا جائے گی کیونکہ سب نے اسے احساس دلایا ہے کہ میری بیماری کی وجہ اس کا انکار ہے۔"

خانزادہ پر یقین لہجے میں بول رہے تھے۔پر یہان تاسف سے سر ہلانے لگیں۔

بیٹا سر پھرا تھا اور اس کی دادی سر درد تھی۔ حویلی والے ان دونوں سے محتاط ہی رہتے تھے

اور قسمت سے اس بار حمالہ ان دنوں میں ہی بری طرح پھنس گئی تھی۔

"اور اگر مورے حمالہ کے انکار کے بعد بھی نہ مانیں پھر۔؟" پر یہان خانی بیگم کی ضد سے پریشان ہوئیں۔

"پریشان مت ہو پر یہان۔۔ میرے پاس ایک حل ہے۔" خانزادہ بے ساختہ ان کے گرد بازو پھیلا کر انہیں اپنے حصار میں لیتے ہوئے بولے، پر یہان انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگیں۔

"ہم حمالہ کو بہت پیار دیں گے اور ہر مشکل میں اس کے ساتھ کھڑیں رہے گے۔اوراد سے شادی کے بعد اسے اس کی مرضی کی زندگی دیں گے تو وہ خوش رہے گی۔"

خانزادہ نرمی سے بول رہے تھے۔پر یہان نے مسکرا کر سر ہلا دیا کیونکہ وہ جانتی تھیں خانزادہ خود بھی حمالہ کو اپنی بہو بنانے کے لیے بے چین ہیں۔

انہیں اپنی بھانجی بھتیجیاں بہت عزیز تھیں، ان کا بس نہیں چلتا تھا سب کو اپنی بہوئیں بنا کر اپنے پاس رکھ لیتے۔ایقان کو اپنے ارد گرد دیکھ کر وہ بے حد خوش تھے اور پھر اب حمالہ کو اپنے قریب رکھنے کا موقع مل گیا تھا۔

"میں تو کہتا ہوں اسوان اور الہام کی شادی کر دیتے ہیں، پھر وہ بھی ہمارے پاس رہے گی۔

ہماری حویلی کی اصل رونقیں تو یہی ہیں ناں۔"

وہ کچھ دیر بعد پر سوچ لہجے میں بولے تو پریہان سیدھی ہو کر بیٹھتی انہیں دیکھنے لگیں۔

"پلیز اب آپ اپنا فیصلہ اسوان اور الہام پر نہیں تھوپیے گا۔ کسی کو تو مرضی کرنے دیں۔" پریہان کی ناراضگی پر وہ قہقہہ لگا کر ہنسے۔

"جو حکم مادام۔۔" ہار مان لی۔ احسان کر دیا۔ پریہان پر سکون ہو گئیں جبکہ خانزادہ سوچ چکے تھے ان دونوں سے ایک بار تو ضرور بات کریں گے۔۔

وہ مان گئے تو شادی کر دیں گے ورنہ جیسے قسمت۔۔

oooooooooo

پلوشے ابھی تک اس ناانصافی پر ناراض بیٹھی تھیں۔ ان کی حویلی میں یہ بات سب جان چکے تھے کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے حاذق خان کے لیے اپنی بھتیجی کی بات کر چکی ہیں مگر یہاں تو بھتیجی ہی ہاتھ سے جا رہی تھی۔ خانی بیگم کچھ سننے کو تیار نہ تھیں۔

وہاں حمالہ اپنے کمرے میں چپ چپ سی بیٹھی تھی جب خانزادہ اچانک اس کے کمرے میں آئے۔

"چاچو۔۔ آپ۔۔" وہ انہیں دیکھتی جلدی سے اٹھی۔

"مجھے بلا لیتے ناں۔" وہ ان کے پاس پہنچ کر بولتی سہارے کے لیے ان کا ہاتھ تھام چکی تھی۔

"بیٹا اب میں ایسا بھی لاغر نہیں ہوا۔" خانزادہ اس کی بات پر ہنسنے لگے۔ وہ جھینپ گئی۔

"حمالہ میں تم سے بات کرنے آیا ہوں۔ دیکھو مجھے اپنا باپ سمجھ کر پوری ایمانداری سے جواب دینا۔

اس سے پہلے میں یہ کلئیر کر دوں کہ میری طبیعت تمہاری وجہ سے خراب نہیں ہوئی، اس بات کے لیے بالکل گلٹی مت ہونا۔" خانزادہ اس کے پاس بیٹھ کر سنجیدگی سے بولے تو وہ خاموشی سے انہیں دیکھنے لگی۔ اسے اندازہ تھا کہ خانزادہ پھر سے اوراد کے لیے سوال کرنے آئے ہوں گے۔

اس نے سوچ لیا تھا اس بار اگر انہوں نے اوراد کے لیے منانے کی کوشش کی تو فوراً ہاں کہہ کر ان کا مان رکھ لے گی، چاہے اس کا دل راضی ہو یا نہیں۔۔

"تم جانتی ہو ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ تمہاری شادی اوراد سے کر دیں مگر پلوشے تمہارے لیے پہلے ہی بات کر چکی تھی۔ تو اب فیصلہ تمہاری مرضی پر ہو گا۔

لڑکے دونوں اپنے ہیں اور مجھے دونوں عزیز ہیں۔

تم بتاؤ کس کے ساتھ تمہاری شادی کی جائے۔۔"

خانزادہ کے سوال پر حمالہ چونک گئی۔ اسے حاذق خان کے ساتھ اپنا رشتہ ہو جانے کی بات آج پتا چلی تھی۔ وہ حیران تھی کہ کبھی داور اور مرحا نے اسے یہ بات کیوں نہیں بتائی۔

"چاچو مجھے ابھی شادی ہی نہیں کرنی، یہ کیا اچانک سے شادی کی پڑ گئی آپ سب کو۔۔ میں پہلے تو چھوٹی تھی سب کے لیے اب اچانک سے بڑی کیسے ہو گئی۔" حمالہ نے خفگی سے کہا۔ اسے خانزادہ کے سامنے اوراد کے لیے انکار کرنا برا لگ رہا تھا۔

"تمہاری شادی علیہا کے ساتھ ہی کرنی ہے۔پڑھائی بعد میں کرتی رہنا۔ایسا نہ ہو ہمارے پاس بعد میں کوئی مناسب رشتہ نہ بچے اور تمہارے والدین جیسے تیسے کہیں نا کہیں تمہاری شادی کر دیں۔"

خانزادہ کی بات پر وہ جھر جھری لے کر رہ گئی۔ جیسے تیسے رشتہ میں پہلا خیال اسے ماحد خان کا ہی آیا تھا اور یہ بات تو اب ان سب لڑکیوں کے رونگٹے کھڑے کر دیتی تھی۔

"آپ برا نہیں مانیں گے ناں؟" وہ جواب دینے سے پہلے جیسے جھجک کر پوچھ رہی تھی خانزادہ اس کا جواب سمجھ گئے۔ وہ نرمی سے مسکرا کر سر ہلا گئے۔

"اور ادلالا بہت اچھے ہیں مگر مجھے ان کے غصے سے ڈر لگتا ہے۔اس لیے آپ پلوشہ پھپھو کو ہاں کہہ دیں۔"

حمالہ نے سر جھکا کر آہستگی سے جواب دیا اور چور نظروں سے خانزادہ کو دیکھا۔

وہ کچھ دیر کے لیے خاموش سے ہوئے تھے، حمالہ گھبرا کر ان کا ہاتھ تھام گئی۔اس کی پریشانی دیکھ کر خانزادہ مسکرائے اور اس کا گال تھپتھپایا۔

"ٹھیک ہے۔اب پریشان مت ہونا۔ تم پر کوئی زبردستی نہیں ہو گی۔" خانزادہ نے اسے اطمینان دلایا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ حمالہ انہیں دیکھتی رہی وہ اس کے کمرے سے نکل گئے۔

"اب خانی مورے ڈانٹیں گی سب کو۔۔ وہ مان جائیں اللہ کرے۔" حمالہ گھبرائی ہوئی سی بڑبڑا رہی تھی۔

باہر خانزادہ نے سب کے درمیان پہنچ کر حمالہ کا رشتہ حاذق کے ساتھ طے کر دینے کا کہا تو سب چونک گئے۔

"دونوں ہمارے گھر کے ہی لڑکے ہیں۔ زندگی حمالہ نے گزارنی ہے اور وہ جہاں چاہے گی وہیں شادی کی جائے گی۔" خانزادہ بالکل سنجیدہ ہو چکے تھے۔ پلوشے خوش ہو گئیں مگر مرحا کا موڈ آف ہو گیا تھا۔

"تو اورادجہاں چاہتا ہے اس کا کیوں نہیں سوچ رہے۔ تمہیں بس دوسروں کی پڑی رہتی ہے۔" خانی بیگم بری طرح ناراض ہو رہی تھیں۔

"مورے وہ خود کہہ چکا ہے اسے کوئی مسئلہ نہیں۔ اس نے بس ایک بات کی تھی آپ کیوں سنجیدہ ہو رہی ہیں۔" خانزادہ پھر سے جھگڑا شروع ہونے کا سوچ کر ہی بے زار ہونے لگے۔ خانی بیگم بڑبڑاتے ہوئے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ اس فیصلے پر راضی نہیں ہیں۔

اورادجب اپنے کمرے سے نکلا تو حویلی میں عجیب سا ماحول چھایا ہوا تھا۔ پلوشے خوشی سے واپس جا رہی تھیں اور حویلی میں کوئی خوش تھا تو کوئی منہ لٹکا کر بیٹھا تھا۔

وہ سر جھٹک کر بے نیازی سے چلتا مردان خانے میں پہنچ گیا۔ ادب خان پہلے سے اسی کے انتظار میں وہاں موجود تھے۔ خان رباض بھی وہیں بیٹھا تھا۔

"کچھ دیر پہلے انٹرنیٹ پر پکچرز دی گئی ہیں جن میں اسوان کا چہرہ واضح نہیں ہے مگر ہماری حویلی کا نام مینشن ہے کہ وہ اسی حویلی کی بیٹی ہے۔" اورادنے سنجیدگی سے بولتے ہوئے موبائل ان دونوں کے

سامنے رکھا۔ رباض بوکھلا کر موبائل اٹھاتا چیک کر رہا تھا جبکہ ادب خان لب بھینچ کر غصہ ضبط کرنے لگے۔

"اب جو سب سے پہلے جرگہ بلا کر اس بارے میں بات کرے گا وہی اس کھیل کا ماسٹر مائنڈ ہے۔ اس سے میں بعد میں نبٹ لوں گا ابھی میں نے حل سوچ لیا ہے۔

اسوان اور ایاد کا نکاح کریں گے ہم اور نکاح کی ڈیٹ میں نکاح نامے پر اس واقعہ سے پہلے کی رکھواؤں گا۔

پھر کوئی کاری کہنے کی جرات کر کے دکھائے۔"

اوراد سرد لہجے میں بول رہا تھا، رباض ٹھٹک گیا۔ ادب خان سر ہلاتے اس کی بات سے مکمل متفق نظر آ رہے تھے مگر کچھ متذبذب بھی تھے۔

"لیکن ایاد تو۔۔" ادب خان نے کچھ بولنا چاہا۔

"ایاد خان کو میں اچھے سے جانتا ہوں اور میرے لیے اتنا بہت ہے۔" اوراد نے ابرو چڑھا کر ان کی بات کاٹ دی۔ وہ سر ہلا کر خاموش ہو گئے۔ اگر اوراد مطمئن تھا تو انہیں بھی کوئی پریشانی نہیں تھی۔

"اوراد باقی سب تو ٹھیک ہے مگر ایاد خان۔۔ مطلب کیا تم نے اس سے بھی پوچھا وہ ایسا کرنے کو تیار ہے؟

اسوان اور حویلی والوں سے کیا کہو گے؟"

ر باض ہر زاویئے سے سوچ کر پریشان ہو رہا تھا۔

"ایاد اور اسوان سے پوچھ کون رہا ہے، ہم نے نہیں کہا تھا لاپروائی سے یونی کے ویران بلاک میں جا پہنچیں اور ارد گرد کا بھی خیال نہ رکھیں نہ ہمارے پاس ان کے نخرے اٹھانے کا وقت ہے۔" اوراد تیکھے لہجے میں بول رہا تھا۔اس کے حاکم انداز پر ادب خان اور ر باض ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے تھے۔

"اور رہی بات حویلی والوں کی تو عیسٰی چاچو کو سب بتادوں گا باقی کسی کو اعتراض کرنے کا حق بھی نہیں ہے۔ میرے لیے امپورٹنٹ یہ ہے کہ جرگہ بیٹھنے پر بابا سے سوال ہو تو وہ اعتماد سے جواب دیں نا کہ انہیں وضاحتیں دینا پڑیں۔

نکاح کر کے میں ان کو بھی یہ معاملہ بتادوں گا۔"

اوراد سنجیدگی سے بولتا اپنا موبائل خان ر باض سے لے کر وہاں سے جا چکا تھا۔ر باض حیران سا بیٹھا تھا۔

"آج ماننا پڑے گا بابا نے کیوں اگلا سردار اوراد کو بنانے کا سوچا۔۔دیکھا آپ نے پانچ منٹ میں پورا مسئلہ حل کر کے چلا گیا اور حکم چلانا تو ویسے بھی اوراد کو بہت پسند ہے۔آج موقع بھی مل گیا۔" ر باض ہنس رہا تھا۔پریشانی بھرے دنوں میں آج پہلی بار اسے ہلکا پھلکا محسوس ہو رہا تھا۔

oooooooooo

"میں چاہتا ہوں اُسوان اور میرے دوست ایاد خان کا نکاح کر دیا جائے۔" اوراد کی بات پر سب مرد ایک پل کے لیے حیران سے ہو گئے تھے۔

"اچانک سے یہ خیال کیوں آیا۔۔ عیسٰی سے تو پوچھو وہ کیا چاہتا ہے؟" خانزادہ نے کچھ حیرت سے سوال کیا اور بالکل خاموش بیٹھے عیسٰی کو دیکھا۔

خان عیسٰی رات کو ہی پہنچے تھے، اوراد نے ایک بھی لمحہ ضائع کیے بنا انہیں رات کو ہی پوری تفصیل بتا دی تھی۔ وہ پوری رات سوچ میں مبتلا رہے تھے اور ابھی تک خاموش بیٹھے تھے۔

"اوراد کا خیال برا نہیں ہے مگر یوں اچانک نکاح کرنے پر اسوان گھبرا جائے گی۔ میں نہیں چاہتا وہ پریشان ہو۔" عیسٰی سر پکڑ بیٹھے۔ جو اسوان کے ساتھ ہوا تھا وہ بھی جان چکے تھے اور حل بھی بہترین تھا مگر جلد بازی سے گھبرا رہے تھے۔

"ویسے ہاں اچانک تو ہے مگر یہ بھی غلط نہیں کہ سب بچیوں کو ان کے گھر کا کر دیا جائے۔ ادب خان بتا رہا تھا ہاشم خان اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آیا ہے تو لڑکیاں محفوظ ہو جائیں یہی اچھا ہے۔" خان موسٰی بھی سنجیدگی سے بول رہے تھے۔

"ہم کسی سے ڈرتے نہیں ہیں۔ ہاشم خان کی اوقات ہی کیا ہے۔" ابراہیم تپ اٹھا تھا۔

"ڈرتا کون ہے مگر ایسے گھٹیا لوگ کوئی چال چل لیں تو سنبھلنے تک بھی بدنامی ہو جاتی ہے۔

عزت پر حرف آ جائے تو لاکھ انتقام لے لیں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔" اوراد سنجیدگی سے بولا تھا اور اس کی بات کا پس منظر ریاض اور خان عیسٰی بہت اچھے سے سمجھ گئے تھے۔

"ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ نکاح پہلے کر لیتے ہیں ان کا پھر شادی بعد میں۔۔" عیسٰی فیصلہ کن لہجے میں بولے۔ اوراد کی بات ان کی عقل میں بیٹھ چکی تھی۔

"مجھے شہر جانا ہے، پریسہ آنی آج رات ود فیملی پہنچ رہی ہیں اور میرے گھر میں رہنا ہے ان لوگوں نے۔۔ میں چاہتا ہوں وہیں شہر میں کل صبح ہی نکاح کر دیا جائے۔" اوراد نے بیٹھے بٹھائے پلان ترتیب دیا۔

"بیٹا رکو۔۔اس کی ضرورت کیا ہے، باقاعدہ رشتہ کر کے یہیں حویلی میں۔۔" خان آزر نے اس کی جلد بازی پر اسے ٹوک کر اطمینان دلانا چاہا۔

"حویلی میں نہیں۔۔ وہیں شہر میں کل ہی نکاح ہو گا۔

جس کو آنا ہو آ جانا ورنہ بیٹھے رہیں۔" وہ دو ٹوک لہجے میں بولتا الٹا ان سب کو سنا رہا تھا۔

"ٹھیک ہے بھئی، ہم سب پہنچ جائیں گے اب غصہ مت کرو۔" خان یاور نے اس کا کندھا تھپک کر مسکراتے ہوئے کہا تو وہ سر ہلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ خانزادہ حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ اب پھر سے باپ کو نظر انداز کرنے لگا تھا۔ پھر سے ضدی فیصلے لے رہا تھا۔

خانزادہ اس رویہ کی وجہ جاننے سے قاصر تھے۔

اوراد مردان خانے سے نکل کر پروا کے کمرے میں جا پہنچا۔ لڑکیاں بھی وہیں موجود تھیں۔

"مجھے اسوان سے بات کرنی ہے، تم لوگ باہر جاؤ۔" اوراد نے علیہا کی جانب دیکھتے ہوئے سب کو جانے کا کہا۔ حمالہ کو اس بار اس نے بالکل توجہ نہیں دی تھی۔

وہ اٹھ کر چلی گئیں تو پروا اور اسوان سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگیں۔

"اسوان کل صبح تمہارا اور ایاد خان کا نکاح ہے، یہ فیصلہ نہایت مجبوری میں کر رہے ہیں۔آئی ہوپ تم اس بات کو سمجھو گی تو پلیز انکار مت کرنا، اپنی مرضی کرنے کا اب کوئی موقع نہیں رہا۔" اورا د نے تمہید باندھے بنا سنجیدگی سے اسے بتایا۔۔

اسوان منہ کھولے شاکڈ سی اسے دیکھ رہی تھی۔پروا بھی بوکھلا کر رہ گئی تھیں۔

"مگر اورا د۔۔ایسے اچانک نکاح کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی، کیا سب ٹھیک ہے؟" پروا کو گھبراہٹ ہونے لگی تھی۔اچانک نکاح کرنے کا سوچ کر انہیں وہم ستانے لگے تھے۔اسوان کی بھی ابھی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔

"آنی سب ٹھیک ہے۔بابا چاہتے ہیں سب لڑکیوں کی شادیاں کر دی جائیں، سب کے رشتے ہو گئے اور اب شادی بھی ہے مگر ایک اسوان رہ گئی تھی۔

ایاد خان میرا دوست ہے میں اسے اچھے سے جانتا ہوں، آپ بھی مل چکی ہیں، اچھا رشتہ ہے اور جلدی نکاح کا فیصلہ بس میں نے یونہی لے لیا۔"

وہ پروا کو آدھی ادھوری بات بتا کر اطمینان دلانے کی کوشش کر رہا تھا۔پھر ہینڈ واچ پر ٹائم دیکھتا ان سے معذرت کر کے کمرے سے نکل گیا۔

اسے منانا یا سمجھانا نہیں آتا تھا اور اس وقت ان دونوں ماں بیٹی کو وہ کوئی وضاحت نہیں دینا چاہتا تھا۔ اس کے جاتے ہی پروا تو بے چینی سے ٹہلتی عیسٰی کا انتظار کرنے لگیں تاکہ ان سے تفصیل لے سکیں جبکہ اسوان گم صم سی اپنی جگہ پر بیٹھی تھی۔

اسے لڑکے چھیڑنے کی کوشش کر رہے تھے مگر کچھ کر نہیں پائے تھے، ایاد خان نے اسے بچا لیا تھا اور بس۔۔

کیا اتنی سی بات پر اس سے پوچھے بنا اس کا نکاح ایاد خان سے کیا جا رہا ہے؟ یا کوئی اور وجہ تھی۔۔۔؟

وہ الجھ رہی تھی، پریشان تھی مگر انکار نہیں کر پائی کیونکہ انکار کی گنجائش اورادنے چھوڑی ہی نہیں تھی۔ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ اسوان کے انکار کو بھی خاطر میں نہیں لانے والا تھا۔

oooooooooooo

" سب کے نکاح ہو رہے ہیں شادیاں ہو رہی ہیں اور مجھے فارن بھیجنے کی تیاری کر رہے ہیں۔" الہام نے حویلی میں شور مچایا ہوا تھا۔ پریہان نے اسے دیکھ کر سر جھٹکا اور علیہا کا سامان چیک کرنے لگیں۔

"میں باہر سے شادی کر کے ہی واپس آؤں گا پھر۔۔" الہام نے ماں کو دھمکایا۔ وہ ہاتھ روک کر اس کی طرف مڑیں۔

"ٹھیک ہے۔ بس جاتے ہوئے اپنی دادی کو بتاتے جانا یہ بات۔۔" انہوں نے نہایت اطمینان سے جواب دیا۔

"میری بھی منگنی کر دیں ماما۔۔ میں ایک لڑکی کو پسند کرتا ہوں۔۔ شادی میں واپس آ کر ہی کروں گا۔" الہام نے ان پر اثر نا ہوتا دیکھ کر التجائیہ لہجے میں کہا۔

"سوچنا بھی مت ابھی۔۔ پہلے اوراد کی شادی ہو گی۔ میں پہلے ہی اس کے لیے بہت ڈسٹرب ہوں۔ اور جس لڑکی کو پسند کرتے ہو اسے ابھی دل میں ہی رکھو وقت آنے پر بتا دینا۔" پریہان جیولری کے باکس بند کرتے ہوئے سرسری لہجے میں بول رہی تھیں۔

"جانے دیں، آپ کو اب کچھ نہیں بتاؤں گا۔ بلکہ میں اب اسی سال باہر چلا جاؤں گا اور بالکل واپس نہیں آؤں گا۔" وہ ناراضگی سے بولتا دھپ دھپ کر کے کمرے سے نکل گیا۔ پریہان بے ساختہ دروازے کی سمت دیکھنے لگیں۔ دل یکدم اداسی میں ڈوب گیا تھا۔

"کیا واقعی اوراد کو حمالہ پسند نہیں تھی؟ وہ کچھ بتاتا کیوں نہیں۔ خاموش کیوں ہو گیا ہے۔" پریہان سر پکڑے بڑبڑا رہی تھیں۔ دماغ اوراد پر ہی اٹک چکا تھا اور ایک وہ تھا کہ بالکل نارمل ری ایکٹ کر رہا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نا ہو مگر ہوا تو بہت کچھ تھا۔

نا اس پر یقین کیا گیا تھا نا اس کی محبت کو قبول کیا گیا تھا۔ مگر وہ بنا احتجاج کیے چپ ہو گیا تھا۔

وہاں حویلی میں رونق لگی ہوئی تھی۔ زرشے نے حمینہ کو مایوں کا جوڑا دیا تھا اور پلوشے حمالہ

کے لیے لے آئی تھیں۔ پریسہ ابھی پہنچی نہیں تھیں اور اسوان اپنے کمرے میں اندھیرا کیے رو رہی تھی۔

اسے آج یقین آ گیا تھا ایقان کی بات پر۔۔ بیٹیاں ایسے ہی چپ ہو جایا کرتی ہیں اور پھر وہ تو خود اپنے اس جلدی ہونے والے نکاح کی بڑی وجہ تھی۔ یہ سب اسی کی وجہ سے اس کے لیے کیا جا رہا تھا۔

لیکن اسے زبردستی ایاد خان سے جوڑا جا رہا تھا، وہ نکاح کرے گا، احسان لگائے گا اور ساری زندگی یہ حسان جتائے گا۔ تو پھر زندگی کیسی ہو گی؟

سوچ سوچ کر اسوان کا دماغ خالی ہو گیا تھا۔

oooooooooooo

اورادسر شام ہی تیار ہو کر شہر کے لیے روانہ ہو چکا تھا۔ راستے میں اسے ایاد کی کال آئی تو اس نے گہرا سانس بھر کر کال اٹینڈ کی۔

"کس سے پوچھ کر میرا نکاح طے کیا ہے۔" ایاد اس کی توقع کے عین مطابق بھڑکا ہوا تھا۔

"تمہارے باپ سے بات کی تھی۔" اورادنے اس کی حالت سے محظوظ ہوتے ہوئے اطمینان سے جواب دیا۔

"نکاح میں نے کرنا ہے میرے باپ نے نہیں۔۔ میں کسی کا زر خرید غلام نہیں ہوں کہ مجھ پر یوں حکم چلایا جائے گا۔ صاف الفاظ میں بتا رہا ہوں کوئی اور انتظام کر لو اورادخانزادہ کیونکہ میں نہیں آؤں گا نکاح کے لیے۔"

ایاد خان نے تیکھے لہجے میں جتایا اور اس سے پہلے کہ کال کاٹتا اورادغصہ ہو کر اسے روک چکا تھا۔

"تم نہیں آؤ گے تو بندے بھیج کر اٹھوالوں گا۔ نکاح تو تم ہی کرو گے اب کیونکہ میری بہن کی تمہارے ساتھ بنی ہوئی تصاویر میڈیا تک پہنچ رہی ہیں۔

تم دونوں کی عزت بچانے کے لیے یہ نکاح کروا رہا ہوں۔ اب اگر ایٹیٹیوڈ دکھایا تو جرگہ میں ہونے والے سوال و جواب کے لیے تیار رہنا۔" اورادنے ترش لہجے میں اپنی بات مکمل کی تھی۔ ایاد کا دماغ گھوما۔

"مطلب میری نیکی کا یہ صلہ دے رہے ہو، ایک تو میں نے عزت بچائی اوپر سے دھمکا رہے ہو مجھے۔۔" ایاد خان چیخا تو اوراد نے موبائل کان سے دور کیا۔

"نیکی کر ہی چکے ہو تو پوری کرو۔۔اس کی عزت بچا کر اپنے ساتھ اسے بدنام ہونے دو گے؟ یہ کیسا احسان ہے، اس سے اچھا تھا لڑکوں کو دو تھپڑ مار کر بھگا دیتے اور وہ وہاں پڑی رہتی چاہے جس حال میں تھی۔میں نے نہیں کہا تھا اسے اٹھا کر اپنے افس لے جاؤ۔۔"

اوراد سنجیدہ لہجے میں بولتا ٹھک سے کال کاٹ گیا۔

ایاد کا انکار اسے پریشان کر گیا تھا۔ گھر تک جاتے جاتے بھی وہ اسی پریشانی میں گھرا رہا کہ اگر ایاد واقعی نا پہنچا تو وہ کیا کرے گا۔؟؟؟؟

oooooooooo

ریاض رات کے وقت کمرے میں آیا تو ایقان کو غائب دیکھ کر غصے سے بھر گیا۔جب سے لڑکیوں کو مایوں میں بٹھایا گیا تھا۔ ایقان اپنے بھائی کی شادی کی تیاری میں مشغول اپنے پورشن میں ہی رہ رہی تھی۔

روزانہ رات گئے وہاں رکھی جانے والی ڈھولکی پر شغل میلہ کر کے وہیں اسوان کے کمرے میں نیند پڑ جاتی تھی۔

ریاض پہلے تو خاموش رہا کہ شاید وہ اسوان کو کمپنی دینا چاہتی ہے مگر اب یہ معمول بن رہا تھا۔

اس نے چینج کر کے تھوڑی دیر انتظار کیا پھر اٹھ کر غصے سے بھرا کمرے سے باہر نکلا اور سیدھا خان موسٰی کے پاس جا پہنچا۔

"آؤ ر باض۔۔" موسٰی اور عیسٰی اسے دیکھ کر خوشگواری سے بولے۔ ابراہیم تو شہر جا چکا تھا۔ وہ دونوں بھائی بیٹھے چائے پی رہے تھے جبکہ فہد اور مہد کا وہیں شور گونج رہا تھا۔

"بیٹھنا نہیں ہے، تھکا ہوا تھا، سونا چاہتا ہوں۔ میں تو ایقان کا پتا کرنے آیا تھا۔ یار چاچو نہ اس نے مجھ سے پوچھا نہ بتایا تیسرا دن ہے یہیں رہ رہی ہے یہ کیا طریقہ ہے یار۔۔" وہ صاف سیدھے الفاظ میں گلہ دے رہا تھا۔ موسٰی چونک گئے۔

"مجھے تو بالکل آئیڈیا نہیں تھا کہ وہ تم سے پوچھے بنا یہاں آئی ہے۔ بیٹھو میں بلواتا ہوں ایقان کو۔" موسٰی سنجیدگی سے بولے اور زرشے بیگم کو آواز دے کر ایقان کو لانے کا کہا جبکہ عیسٰی مسکراہٹ دبائے نفی میں سر ہلا رہے تھے۔

"ایسی بات تھی تو ایقان سے کہنا تھا، یوں سسر سے ڈائریکٹ کون گلے شکوے کرتا ہے۔ تم نئی نسل بھی انوکھی ہو۔۔ اب ایقان کی ناراضگی سہنا کچھ دن۔۔"

عیسٰی نے مدھم آواز میں ر باض کو احساس دلایا۔

"میں ناراضگی سہنے والا نہیں ہوں۔ مجھے بہت غصہ ہے اس وقت۔۔ اس کا کوئی ایک کام سیدھا نہیں ہے، ایسے سیدھی نہیں ہونے والی اور ویسے بھی چاچو سے گلہ کر رہا تھا سسر نہیں ہیں وہ میرے۔۔" ر باض اپنے کیے پر مطمئن تھا۔

موسٰی کے بلاوے پر ایقان آئی تو رباض کو دیکھ کر گڑبڑا گئی۔ وہ کڑی نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔

"ایقان یہ کیا حرکت ہے، آئندہ رباض حویلی میں ہو تو اس سے اجازت لے کر یہاں آنا۔۔ تم شادی شدہ ہو اب، کیا یہ بات بھی ہمیں سمجھانا پڑے گی؟ زرشے سمجھا دیں اس کو۔۔ وہ چاہے اس کے ماموں کا گھر ہو مگر سسرال بھی ہے اب۔۔" موسٰی اچھے خاصے ناراض ہو رہے تھے۔ زرشے بھی معاملہ جان کر ایقان کو خفگی سے دیکھ رہی تھیں۔ رباض سکون سے بیٹھا تھا۔

ایقان سر جھکائے خاموش کھڑی تھی۔

"یہی حرکتیں ہوتی ہیں لڑکیوں کی پھر شوہر غصہ کرے تو وہ برا۔۔ عقل جانے کہاں رکھ دی ہے اس لڑکی نے۔۔ جاؤ اب اور معافی مانگنا رباض سے۔۔" ثنا بیگم بھی ایقان کی لاپروائی پر حیران ہو گئی تھیں۔

جب ہر طرف سے سبق مل گیا تو رباض اٹھا اور اپنے پورشن کی طرف بڑھ گیا، ایقان سر جھکائے اس کے پیچھے پیچھے اپنے کمرے تک آئی تھی۔

"آئندہ ایسی غلطی مت کرنا ایقان۔۔ یہ کوئی طریقہ ہے تم بنا بتائے۔۔" رباض ناراضگی سے بولتے ہوئے پلٹا تو اس کا جملہ وہیں درمیان میں رہ گیا۔ ایقان منہ پر ہاتھ رکھے بری طرح رو رہی تھی۔ وہ گڑبڑا گیا۔

"اچھا اب رونا تو بند کرو۔ مجھے غصہ آ گیا تھا اس لیے لینے چلا گیا۔" وہ آگے بڑھ کر ایقان کے آنسو صاف کرتا نرمی سے بول رہا تھا، وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر پیچھے ہوئی۔ رباض اس کی حرکت پر حیران ہوا۔

"اتنا غصہ کیوں کر رہی ہو، بتا رہا ہوں ناں تم جو بتائے بغیر۔۔" ریاض اس کے رونے پر پشیمان ہوتا وضاحت دے رہا تھا۔

"میں نے آپ کو میسجز کیے تھے۔آپ نے اوکے بھی کہا تھا۔اسوان کو پتا نہیں کیا ہو رہا ہے وہ رات کو بری طرح ڈر جاتی ہے، سو نہیں سکتی اس لیے روکی ہوئی تھی وہاں۔" ایقان نے روتے ہوئے اسے بتایا تو وہ پریشان ہو گیا۔اپنا موبائل اٹھا کر چیک کیا تو ایقان کے میسج آئے ہوئے تھے جن میں اس نے اسوان کی حالت بتا کر اس سے اجازت مانگی ہوئی تھی اور اس کا او۔کے کا میسج بھی موجود تھا۔

"میں نے یہ میسج کب۔۔اوہ گاڈ۔۔" ریاض حیران تھا اس نے میسج نہیں کیا، یکدم اس کے دماغ میں جھماکہ سا ہوا تھا۔اس کا موبائل مہد نے اٹھایا ہوا تھا۔

اس نے میسج دیکھ کر جواب بھی دے رکھے تھے۔

ریاض بری طرح شرمندہ ہو گیا۔

"ایم سوری ایقان، میرا موبائل مہد کے پاس تھا اور میں نے کوئی پاسورڈ نہیں لگایا ہوا تو وہ میسج دیکھ کر ریپلائی کرتا رہا۔یہ میسج میں نے نہیں دیکھے تھے ورنہ آج وہاں کبھی نہ جاتا۔"

ریاض شرمندگی سے وضاحت دینے لگا۔وہ اسے نظر انداز کیے باتھ روم میں بند ہو چکی تھی۔

ریاض لب کاٹتا اس چھوٹے سائز کے جن کو کوسنے لگا۔سچائی سے انجان وہ ایقان کی سب سے عزت افزائی کروا بیٹھا تھا، اب بستر پر سر پکڑ کر بیٹھا ایقان کا انتظار کرنے لگا۔

وہ منہ دھو کر آئی اور ایک طرف بستر پر لیٹ گئی۔

"ایقان ایم سوری۔۔ مجھے واقعی آئیڈیا نہیں تھا۔۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر نرمی سے وضاحت دے رہا تھا۔

"مجھے آپ پر یقین نہیں ہے۔ آپ نے وہاں سب کے درمیان مجھے شرمندہ کروایا، آپ مجھ سے اکیلے میں بھی تو سوال کر سکتے تھے۔۔ لیکن میں جان گئی ہوں آپ سب مرد ایک جیسے ہوتے ہیں، بیوی کو زلیل کر کے تسکین حاصل کرنے والے۔۔" وہ روتے ہوئے اپنا ہاتھ کھینچتی ناراضگی سے بول رہی تھی۔

"پاگل ہو گیا۔ ایسا کچھ نہیں ہے، ہاں مجھے اکیلے میں بات کرنی چاہئیے تھی مگر بس مجھے غصہ آ گیا۔ مجھے لگا تم بنا اجازت لیے وہاں رکی ہوئی ہو۔۔

اچھا سوری میں غلط ہوں، میں معافی مانگتا ہوں۔"

وہ معذرت بھرے لہجے میں بولتا اس کے ہاتھ تھام کر لبوں سے لگا گیا۔

ایقان کو اس کی معذرت جھوٹی لگ رہی تھی۔ وہ اپنے گھر والوں کے سامنے شرمندہ ہوئی تھی، اب کچھ دن اسے یہی لیکچر سننے کو ملنے والے تھے۔ وہ کروٹ بدلتی اس سے دور ہو گئی۔

"یار مان جاؤ میں کل سب کے سامنے معافی مانگوں گا اور اس جن کے بھی کان کھینچوں گا۔

غصے میں غلط کر بیٹھا ہوں، تم تو اچھی لڑکی ہو ناں معاف کر دو مجھے۔" ریاض اس کے گرد بازو پھیلاتے ہوئے اسے اپنے حصار میں قید کرتا اس کے سر پر ٹھوڑی ٹکا کر معافی مانگنے لگا۔ ایقان اس کا حصار توڑنے کی کوشش کرتی غصہ ہو رہی تھی۔

رات گئے تک وہ لڑ جھگڑ کر سو گئی مگر راضی نہیں ہوئی تھی، اس کی بند آنکھوں کو چھوتا ریاض آہ بھر کر رہ گیا۔ اب عیلٰی کی بات یاد آ رہی تھی۔ یعنی دو تین روز ایقان کو منانے میں ہی گزرنے والے تھے۔

oooooooooo

پریسہ اور اس کی فیملی کو ریسیو کر کے اورادا اپنے گھر پہنچا تو اس کی ہدایت پر ملازمین پہلے ہی ان کے کمرے صاف کر چکے تھے۔

"تم تو بالکل حدیر انکل کی کاپی لگ رہے ہو۔" کیف اس سے ملتا ہنس کر بولا تو وہ مسکرا کر سر ہلا گیا۔

"حویلی میں سب ٹھیک ہیں؟ میں سوچ رہی تھی ہم بہت دیر سے پہنچے ہیں، ابھی بہت سے کام کرنے ہیں، کل تو پہلی فرصت میں علیہا کی شاپنگ کر کے اسے دینے جاؤں گی۔" پریسہ بوکھلائی ہوئی تھیں۔

"ابھی سفر کر کے آئے ہیں، کل کا دن مجھے آرام کرنے دیں۔ کیف کو لے جایئے گا ویسے بھی اسے ہی جانا چاہئیے۔" پریسہ کے شوہر نے بے چارگی سے کہا۔

"شوق سے۔۔ میں لے جاؤں گا ماما کو۔۔ بلکہ حویلی بھی میں ہی لے جاؤں گا۔" کیف شرارت سے بول رہا تھا۔ اورادا اس کی بات سمجھ کر ابرو چڑھا گیا۔

"مردان خانے میں بیٹھیں گے وہیں سے واپس آئیں گے۔" اورادا نے مسکرا کر صاف گوئی سے جتا دیا۔

"یار تم لوگ بہت ظالم سماج ہو۔۔" کیف نے اسے گھورتے ہوئے کہا تو وہ بے نیازی سے کندھے اچکا گیا۔

"ابھی آپ آرام کریں آنی۔۔ صبح سب بڑے تو آ رہے ہیں یہاں۔۔ اُسوان کا نکاح ہے اور آپ لوگوں سے مل بھی لیں گے۔" اوراد نے انہیں بتایا۔

"کیا مطلب اتنی اچانک کس کے ساتھ نکاح ہے؟ پُروا نے تو نام نہیں لیا، ہماری کل بھی بات ہوئی تھی۔"

پریسہ حیران ہو رہی تھیں۔ اوراد نے یونی میں ہونے والے واقعہ کو چھپا کر ایاد خان کی تفصیل بتائی۔

کچھ دیر ان سب سے باتیں کرتا وہ رات کو اپنے کمرے میں جا کر لیٹ گیا۔ آنکھیں نیند اور تھکن سے بھری ہوئی تھیں، وہ سرخ آنکھوں سے موبائل میں موجود حمالہ کی تصاویر دیکھنے لگا۔

"میں کوشش کروں گا تمہیں اپنے دماغ سے نکال دوں مگر نا نکال پایا تو تمہیں کسی اور کا نہیں ہونے دوں گا۔" اس نے ایک نظر مسکراتی ہوئی تصویر کو دیکھا اور سنجیدگی سے بڑبڑاتا موبائل ایک طرف رکھ گیا۔

اگلے روز صبح صبح اس کی آنکھ دروازے پر ہوتی دستک پر کھلی۔ اس نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو سامنے کیف کھڑا تھا۔

"حویلی والے آ چکے ہیں اور سننے میں آیا ہے کہ اس افراتفری والے نکاح کے پیچھے تمہارا ہاتھ ہے۔

سب کو بھگا کر خود نیند پوری کر رہے ہو۔" کیف نے ابرو چڑھا کر اس سے سوال کیا تو اس نے چونک کر گھڑی پر وقت دیکھا۔ صبح کے آٹھ بج رہے تھے۔

"مجھے نیند صبح کے قریب آئی اس لیے۔۔" وہ اپنے الجھے بکھرے بال سیٹ کرتا بول رہا تھا۔

"اوراد کیا تم ٹھیک ہو؟" کیف نے اچانک اس سے سوال کیا۔ وہ اثبات میں سر ہلاتا کمرے میں چلا گیا۔

"ٹھیک ہوں مجھے کیا ہونا ہے، بس مجھے الہام اور ریاض لالا کی طرح ہنسنا بولنا نہیں آتا۔" وہ اپنا ڈریس نکالتا سنجیدگی سے بول رہا تھا۔

"جانتا ہوں تم سنجیدہ مزاج ہو مگر سنجیدگی اور اداسی میں فرق ہوتا ہے۔" کیف کی بات پر اوراد ایک پل کے لیے رک سا گیا تھا۔

"میں بھی تمہارا بھائی ہوں اوراد، کوئی پریشانی ہے تو مجھے بتاؤ۔۔" اوراد نے پلٹ کر کیف کو دیکھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے بھائی۔۔ میں تیار ہو کر آتا ہوں۔" وہ مدھم لہجے میں بولتا باتھ روم میں بند ہو گیا۔ کیف پر سوچ نظروں سے اس کی تصویر کو دیکھتا رہا پھر سر جھٹک کر کمرے سے نکل گیا۔

پریہان اور پُروا کے ساتھ اُسوان بھی شہر آ چکی تھی اور حویلی کے سب مرد بھی موجود تھے۔ ادب خان نکاح خواں کا انتظام کر چکے تھے۔

اوراد عین وقت تک باہر گیٹ کے پاس ٹہلتا رہا۔ وقت ہو چکا تھا مگر ایاد خان نہیں پہنچا تھا۔ وہ وقت گزرنے کے ساتھ خطرناک حد تک سنجیدہ ہوتا جا رہا تھا۔

"اوراد۔۔ کیا تم نے ایاد خان سے بات کی تھی؟" خانزادہ کی آواز پر وہ چونک کر پلٹا اور باپ کو دیکھنے لگا۔

"جی کل ہی بات ہوئی۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"تو پھر وہ آیا کیوں نہیں؟ کیا اس کی مرضی شامل نہیں ہے؟ یہاں کیا چل رہا ہے آخر۔۔" خانزادہ بھی سنجیدہ ہو چکے تھے۔ ان کے سوالات پر اوراد نے لب بھینچ کر ایک نظر پھر سے بیرونی دروازے کو دیکھا۔

"اس کی۔۔ مرضی بھی شامل ہے۔۔ ظاہر ہے بس شاید وہ۔۔ بزی ہو یا پھر۔۔" اوراد سمجھ نہیں پا رہا تھا کیا بات کرے۔ ایاد خان پر اسے شدید غصہ آ رہا تھا۔

"میں بچہ نہیں ہوں اوراد۔۔ تم نے ایک ہی دن میں فیصلہ کر لیا اور لڑکا ابھی تک آیا نہیں ہے۔

حویلی میں نکاح کرنے کی بجائے شہر میں خاموشی سے نکاح کروا رہے ہو، اسوان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور واضح ہے کہ وہ اس نکاح سے خوش بھی نہیں ہے مگر وہ خاموش ہے اور عیسٰی چپ چپ سا ہے۔

کیا چل رہا ہے؟ کوئی پریشانی ہے تو بتاؤ۔۔ کیا کچھ ہوا ہے؟ تم سب پر اپنا فیصلہ تھوپ نہیں سکتے اوراد۔۔" خانزادہ سنجیدگی سے بول رہے تھے۔

وہ بہت گہرائی سے ہر بات کو جانچ چکے تھے۔

"ہاں ہوا ہے مسئلہ مگر اس کا حل بہت آسان ہے۔ یہ نکاح اس مسئلہ کو ختم کر دے گا۔ ایاد خان سے بات کر چکا تھا وہ پھر بھی نہیں آیا۔۔ میں نے کسی پر جبر نہیں کیا۔ میں ان کے فائدہ کے لیے یہ سب کر رہا تھا۔"

اوراد غصہ دبائے سپاٹ لہجے میں بولتا خانزادہ کو ساری بات بتاتا چلا گیا تھا۔ خانزادہ ہق دق رہ گئے۔

"تمہارا فیصلہ ٹھیک تھا مگر ایاد خان نہیں آیا۔ کیا تم نے سوچا اس حادثہ کے بعد آج نکاح نا ہونے پر اسوان پر کیا اثر پڑے گا؟؟" خانزادہ سنجیدگی سے بولے۔

وہ خاموش کھڑا رہا۔ اس کا دماغ جل رہا تھا۔

"ادب خان۔۔" خانزادہ نے آواز لگائی تو بے چینی سے ٹہلتے ادب خان ان کے قریب پہنچے۔

"ایاد خان کا پتا کرو وہ ابھی تک آیا کیوں نہیں۔" خانزادہ نے سنجیدگی سے ہدایت دی اور پلٹ کر اوراد کو دیکھا۔

"اگر وہ نا آیا تو آج اُسوان کے ساتھ تمہارا نکاح کیا جائے گا۔ جرگہ میں کیا جواب دینا ہے وہ میں دیکھ لوں گا۔" خانزادہ سنجیدگی سے بولتے وہاں سے اندر چلے گئے۔ ادب خان گھر سے باہر جا چکے تھے۔

اوراد لب بھینچے اپنی جگہ کھڑا رہ گیا تھا۔ قسمت کیا چکر چلنے والی تھی کوئی نہیں جانتا تھا۔

اسوان حویلی سے یہاں ایاد خان سے نکاح کرنے آئی تھی مگر ایاد خان کہیں نہیں تھا۔

اوراد جوان دونوں کو بدنامی سے بچانا چاہ رہا تھا خود پھنس گیا تھا۔ وہ تو اچھا کر رہا تھا پھر اس کے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا تھا؟؟؟

اندر خانزادہ مردوں کے ساتھ سنجیدہ سے بیٹھے تھے، ہاشم خان پر اس وقت انہیں اتنا غصہ تھا کہ اگر ابھی جا سکتے تو ابھی جا کر ہاشم خان کا قتل کر ڈالتے۔۔

کچھ ایسا ہی خیال اوراد کا ایاد خان کے بارے میں تھا۔

ooooooo

ایاد خان کال کر کے اورادپر کھل کر غصہ ہونے کے بعد اپنے کمرے میں کتنی ہی دیر ٹہلتا رہا تھا۔ موبائل ایک طرف پٹخ کر رکھا اور اوندھے منہ بیڈ پر گرتا سو گیا۔ دماغ میں کلبلاتے مناظر نیند آنے پر سیاہی میں ڈوب گئے۔

صبح آنکھ میسج بپ پر کھلی تھی، لگ رہا تھا کوئی لگاتار میسج کر رہا ہے، اس نے میسج دیکھے بنا اٹھ کر شاور لیا اور جلتے دماغ کو قابو کر کے باہر نکل آیا۔

زور زور سے گنگناتے ہوئے بال برش کرتا وہ اپنے دماغ کو اوراد کی ہدایت سے ہٹانے کی کوشش کر رہا تھا۔

موبائل کی چنگھاڑتی آواز پر پلٹ کر دور سے ہی سکرین پر جھانک کر نمبر چیک کیا اور چونک گیا۔

"السلام و علیکم بڑی مامی۔۔ کیسی ہیں آپ۔۔" وہ کال اٹینڈ کر کے موبائل کان سے لگا کر تمیز سے بولا۔

"وعلیکم السلام۔۔ میں تو ٹھیک ہوں، سوچا تم سے پوچھوں تم کیسے ہو۔۔آج کل کہاں مصروف رہتے ہو۔"

اپنی بڑی ممانی کے مخصوص جتاتے لہجے پر وہ ٹھٹک گیا۔ایسا اس کی مامی تب کرتی تھیں جب کچھ سنسنی خیز بات ہوتی تھی۔

"میں تو۔۔ بس یونی اور شوروم۔۔ کیوں سب خیریت ہے؟" اس نے سرسری لہجے میں بتاتے ہوئے سوال کیا۔

"ہاں خیر ہی ہے۔ میری حرا سے شادی کرنے سے انکار کرتے ہوئے تو تم نے بہت بڑی بڑی باتیں کی تھیں کہ مجھے فیشن ایبل اور ماڈرن لڑکیاں نہیں پسند۔۔

خود تم یونی ورسٹی میں کسی بے پردہ لڑکی کے ساتھ موج مستی کر رہے ہو۔ یہ بھی خوب انصاف ہے۔"

اپنی مامی کے الفاظ پر اس کا دماغ بھک سے اڑا۔

"یہ کیا کہہ رہی ہیں مامی۔۔آپ کو غلط فہمی ہوئی ہو گی۔" وہ بوکھلا کر بولتا وضاحت دے رہا تھا۔

"تم نے ساری غلط فہمیاں دور کر دیں۔ لڑکی سامنے نہیں ہے مگر تم تو بالکل سامنے ہی ہو۔ مجھے ابھی حرا نے تمہاری تصاویر دیکھائی، بول رہی تھی ماما دیکھیں ایاد کو اب عیاشی کر رہا ہے میرے وقت میں اسے لڑکی بے پردہ پسند نہیں تھی۔" بڑی مامی تیکھے لہجے میں بولتی چلی گئیں۔ایاد نے سر پکڑ لیا۔

"پتا نہیں آپ کی پاگل بیٹی نے کیا دیکھ لیا۔ ایسا ویسا کچھ ہوتا تو میں آرام سے نا بیٹھا ہوتا۔" اپنے ماموں کی اس پہلی بیوی سے اسے شدید الجھن تھی۔

"تم چاہے آرام سے بیٹھو یا بے آرامی سے۔۔ میں تمہیں پھر سے بتا رہی ہوں، تمہارا اور حرا کا بچپن سے ہم نے رشتہ کر دیا تھا۔ تم نے ہم سے جھوٹ بول کر جان چھڑوائی کہ تمہارا باپ تمہارا رشتہ کر چکا ہے۔

اگر تمہارا رشتہ ہو چکا ہوتا تو تم آج ایسی حرکتیں نا کر رہے ہوتے۔ یا ہمیں اپنی منگیتر سے ملواؤ یا حرا سے شادی کرو۔۔ کم سے کم مرے ہوئے نانا نانی کی بات کی لاج ہی رکھ لو۔ خاندانی مرد ایسے کام نہیں کرتے۔"

بڑی مامی کو موقع مل چکا تھا اس پر بولنے کا۔ وہ زچ ہو گیا۔

"جی میں ضرور ملوادوں گا اپنی منگیتر سے۔۔ ان تصاویر کا مجھ سے کوئی لینا دینا نہیں، میرے باپ نے واقعی میرا رشتہ کر دیا ہے۔ خیر میں اب یونی جانے کی تیاری کرتا ہوں، پھر ملتا ہوں آپ سے جلدی۔ اللہ حافظ۔" وہ ناگواری سے بولتا کال کاٹ گیا۔ مگر کال کٹتے ہی اس کے تاثرات بدلے۔ پریشانی سے موبائل میں کانٹیکٹ لسٹ چھاننے لگا۔

اوراد نے اسے یقین دلایا تھا کہ وہ تصاویر ہر جگہ سے ہٹا دے گا۔ وہ اسے کال کرتا کرتا رک گیا۔

لیکن اوراد نکاح سے پہلے ایسا کبھی نہیں کرے گا اور سوال کرنے پر اس کی پہلی بات یہی ہو گی اسوان سے نکاح کرو۔۔ ایاد نے اپنے بال نوچے۔

اگر تصاویر ہر طرف پھیل گئی تھیں مطلب، اس کے سٹاف والے، جاننے والے اور پورا خاندان اس سے سوال کرنے والا تھا۔

اس نے میسجز چیک کیے تو میثم کے میسجز تھے۔

اس نے میسج اوپن کیے۔ میثم نے اس کی تصاویر بھیج کر بتایا ہوا تھا کہ سوشل میڈیا پر آ چکی ہیں۔ کوئی انتظام کر لے۔۔ وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

گھڑی پر وقت دیکھا تو سوا نو بج رہے تھے۔ اس نے یونی کال ملائی اور اپنے نا آنے کی اطلاع دے کر بد دلی سے تیاری کرنے لگا۔ اوراد کے میسج آئے ہوئے تھے اس نے سب میسجز نظر انداز کر دیئے۔

ڈارک براؤن کاٹن کا کرتا شلوار پہن کر خود پر پرفیوم سپرے کیا اور گاڑی کی چابی اٹھا کر باہر نکلا۔

گھر کے گیٹ پر ہی اسے ادب خان مل گئے تھے وہ انہیں دیکھ کر بے ساختہ رک گیا۔

"تمہیں خانزادہ صاحب بلا رہے ہیں۔" انہوں نے سنجیدگی سے اسے کہا تو وہ لب بھینچ گیا۔

"جی جانتا ہوں۔ آپ کسی کے کہنے پر ہی آ سکتے ہیں ورنہ آپ کو اپنا بیٹا بھلا کہاں یاد ہو گا۔" وہ سنجیدگی سے بولتا اپنی گاڑی کی جانب بڑھا۔

"کیا بیٹے کو باپ یاد ہے؟ تمہیں اپنے ماں باپ سے نفرت ہے تو ہم کیسے تم پر سوار ہوں۔" ادب خان افسوس سے بول رہے تھے۔ گاڑی کا دروازہ کھولتا ایاد خان ان کے جملوں پر اپنی جگہ جم گیا۔

"میں نے ناراضگی ظاہر کی تھی، غصہ تھا میں۔ نفرت کا جذبہ میرے اندر کبھی کہیں نہیں تھا۔

آپ نے پہلے اپنے بیٹے کو اٹھا کر اپنے ساس سسر کی تنہائی دور کرنے کے لیے ان کے حوالے کر دیا اور پھر بیٹے کی ناراضگی کو نفرت مان کر اس سے الگ ہو گئے۔ بہت خوب۔۔ میرا الگ رہنے کا جو پچھتاوا تھا آج آپ کی بات نے دور کر دیا ہے۔" ایاد سنجیدگی سے باپ کو دیکھتے ہوئے بولا اور گاڑی میں بیٹھ گیا۔

ادب خان اپنی جگہ افسردہ سے کھڑے رہ گئے، وہ زن سے گاڑی بھگاتا چلا گیا اور وہ جو سوچ کر آئے تھے اسے سمجھائیں گے، اسے روک کر التجا بھی نہیں کر پائے کہ اوراد کا فیصلہ ٹھیک ہے۔ وہ مان جائے۔

oooooooooooooooo

وہ سر جھکائے وہیں کا وہیں کھڑا تھا۔ ہونٹ ایسے سفید پڑ رہے تھے جیسے کچھ ہو گیا ہو۔

اس نے پہلی بار خاندان کے وقار کے لیے کوئی فیصلہ کیا تھا مگر وہ ناکام ہوا تھا، خانزادہ اس پر غصہ ہوئے تھے، ایاد خان نے اسے انکار کر دیا تھا۔ وہ شرمندہ بھی ہو رہا تھا مگر اس سے کہیں زیادہ اسے زلت محسوس ہو رہی تھی۔

اوراد کیا ہوا تمہیں؟" کیف اور ریاض باہر نکلے تو اوراد کو دیکھ کر بری طرح ٹھٹک گئے۔

"اوراد۔۔" ریاض تڑپ کر اس کے پاس پہنچا تو وہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"کیا ہوا؟ کیا بات ہے، ایاد خان ابھی تک کیوں نہیں آیا۔" کیف نے اس کے پاس آتے ہوئے سوال کیا۔

اسی وقت پیچھے گیٹ پر گاڑی آ کر رکی۔ ان تینوں نے پلٹ کر دیکھا تو ایاد خان اپنی گاڑی سے نکل رہا تھا۔

"سوری فار لیٹ۔۔ دراصل میں۔۔" وہ معذرت کرتا ان کے پاس آیا تو اوراد کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔۔

"کوئی بات نہیں، آ جاؤ سب ویٹ کر رہے ہیں۔" ریاض نے نرمی سے مسکرا کر کہا، اوراد بغیر کچھ بولے اندر جا کر بیٹھ چکا تھا۔

وہ تینوں بھی باتیں کرتے اندر پہنچے، ادب خان بھی پیچھے سے پہنچ گئے تھے۔ خان عیسٰی جائزہ لیتی نظروں سے ایاد خان کو دیکھ رہے تھے۔

کاٹن کے کرتا شلوار میں اس کا دراز قد نمایاں ہو رہا تھا، شفاف رنگت پر بادامی آنکھیں اور پر کشش نقوش متاثر کن تھے۔ مؤدب سا سب سے ملتا وہ خانزادہ کے پاس ایک طرف بیٹھ گیا تھا۔ عیسٰی مطمئن ہو گئے، اس کی شخصیت اور کردار میں کوئی کمی نہیں تھی۔ اوراد کا فیصلہ انہیں اب اچھا لگ رہا تھا۔

نکاح کے دوران اوراد ایک سائیڈ پر خاموشی سے بیٹھا رہا تھا۔ نکاح ہو گیا تو ایاد سب سے مل کر اوراد کی طرف مڑا تاکہ اسے تصاویر ڈیلیٹ کروانے کا کہہ سکے مگر اوراد خانزادہ وہاں سے جا چکا تھا۔

"اوراد کہاں گیا؟" خان آزر نے اس کی تلاش میں نظر دوڑائی۔ خانزادہ جانتے تھے وہ ان کی بات سے ہرٹ ہوا تھا۔ وہ اسے کچھ دیر پہلے نکل کر جاتا دیکھ چکے تھے۔ گہرا سانس بھر کر رہ گئے۔

اپنے اس بیٹے کو نہ وہ کبھی سمجھ پاتے تھے نا اسے خوش کر پاتے تھے الٹا ہر بار کچھ ایسا ہوتا تھا کہ اسے دکھی کر دیتے تھے۔ وہ اوراد کے لیے اداس ہوئے۔

"نکاح کی رسم ہو چکی ہے مگر اب باقاعدہ رشتہ لانا اور پورے رسم و رواج کے ساتھ شادی کرنا ادب خان۔"

خانزادہ نے ایاد کے سامنے ادب خان سے کہا تاکہ اب اپنی شادی کے لیے ایاد خان اپنے ماں باپ سے سب اختلافات بھلا دے۔ ایاد خاموش رہا تھا۔

"ہماری بیٹی کو رخصت کروا کر اپنے والدین کے گھر لے جانا ایاد خان کیونکہ ہماری روایت یہی ہے۔۔ پھر بعد میں چاہے جہاں رہو تمہاری مرضی ہو گی۔" خانزادہ نے ایاد کو بھی سمجھایا۔ وہ ضبط سے سر ہلانے لگا۔

"میں اسوان کو ابھی اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔" ایاد خان نے یکدم مطالبہ کیا تو سب حیران رہ گئے۔

"ابھی صرف نکاح ہوا ہے، رخصتی نہیں کہ تم لے جاؤ۔۔" خان عیلی نے ماتھے پر بل ڈال کر جواب دیا۔

"تو رخصت کر دیں، شادی سے پہلے حویلی پہنچا دوں گا۔" وہ سنجیدگی اور ضدی پن سے بول رہا تھا۔

"یہ کیسی ضد ہے ایاد۔۔ ایسے کیسے رخصت کر دیں، کوئی طریقہ ہوتا ہے۔" ادب خان نے سب سے شرمندہ ہو کر دبے دبے الفاظ میں اسے ٹوکا۔

"نکاح ہو چکا ہے، وہ بیوی ہے میری۔ اور کیا طریقہ چاہیئے؟ مجھے اپنے خاندان سے ملوانا ہے سب مجھ پر اتنا بول رہے ہیں، کریکٹر لیس کہہ رہے ہیں مجھے۔۔

اپنی بیوی کو لے جا کر ملواؤں گا تاکہ وہ لوگ میری زات کو لے کر خود ساختہ فیصلے نا کریں۔" ایاد سنجیدہ ہو چکا تھا۔ تیزی سے بولتا چلا گیا۔

عیشی سر پکڑ بیٹھے۔اسوان نکاح کا سن کر ہی گم صم ہو چکی تھی ایسے میں رخصتی کا کہا جاتا تو گھبراہٹ سے بے ہوش ہی ہو جاتی۔

"ٹھیک ہے کوئی بات نہیں۔۔لے جاؤ وہ تمہاری بیوی ہے۔شادی سے پہلے حویلی میں پہنچا دینا تاکہ سب لوگوں کے سامنے باقاعدہ رخصت کیا جائے۔" خان آزر نے بات کو سمیٹنے کے لیے اس کا مطالبہ مان لیا۔

"یہ کیا طریقہ ہے۔شادی کے بعد سب سے ملوالے گا ناں؟" موشی بھی ناگواری سے بول رہے تھے۔ خانزادہ خاموش نظروں سے ایاد خان کو دیکھ رہے تھے جبکہ ادب خان شرمندگی سے سرخ ہو رہے تھے۔

"ضد مت کرو سب۔۔اگر وہ بضد ہے تو اس کی بیوی ہے وہ لے جا سکتا ہے۔" خان آزر نے موقع کی مناسبت سے ان سب کو سمجھایا۔ابھی ابھی نکاح ہوا تھا، وہ نہیں چاہتے تھے ایاد خان کا سب سے دل برا ہو۔

ایاد خان اپنی جگہ جما ہوا تھا، وہ اسوان کو لیے بنا نہیں جانے والا تھا۔ہاں کچھ بڑی ممانی سے ملوانے کا خیال بھی تھا اور کچھ اس زبردستی کے نکاح کی ضد بھی تھی۔

"اورادیہاں ہوتا تو میں دیکھتا، کیسے تم یہ ضد کرتے تھے۔" ریاض نے اسے مصنوعی گھوری سے نوازتے ہوئے اس کے قریب ہو کر آہستگی سے کہا۔

"خوش قسمتی سے وہ یہاں نہیں ہے، اور کسی سے مجھے مسئلہ نہیں ہے۔ اب ایسے گھوریں نہیں مجھے، اپنی بیوی کو لے جا رہا ہوں۔" ایاد نے اطمینان سے جواب دیا جیسے کسی کی پرواہ ہی نہ ہو۔

"میں شرمندہ ہو خانزادہ صاحب۔۔ یہ شہر میں رہا ہے تو روایات کی سمجھ بوجھ نہیں ہے، میں سمجھا دوں گا آپ لوگ پریشان نہیں ہوں۔" ادب خان نے شرمندگی سے خانزادہ اور عیسٰی سے معذرت کی۔

"کوئی بات نہیں۔ عیسٰی جا کر اسوان کو بھیجو اور سمجھا دینا گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔" خانزادہ بھی موقع کی نزاکت سمجھ رہے تھے، انہیں تو اب یہ بات بھی پتا تھی کہ ایاد خان نے اسوان کی عزت بچانے کے لیے اس سے نکاح کیا ہے ایسے میں بحث کر کے وہ اسے بددل نہیں کرنا چاہتے تھے۔ خان عیسٰی خاموشی سے سر ہلا کر چلے گئے۔

"ایاد خان بس چند دن کے لیے لے جاؤ، پھر حویلی میں پہنچا دینا جلدی۔۔" خانزادہ نے اسے ہدایت دی تو وہ فرمانبرداری سے سر ہلا گیا۔ نظر گھما کر دور اوراد کے کمرے کی جانب دیکھا اور گہرا سانس بھرا۔

وہ اپنے مطلب کے لیے نکاح کرنے آیا تھا اور یہ بات یقیناً اوراد خانزادہ بھی جان چکا تھا تبھی وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔ ایاد اس سے کی جانے والی بحث اور بدلحاظی پر پچھتانے لگا۔

oooooooooo

اُسوان اپنے نکاح کے بعد ساکن سی بیٹھی تھی۔ پریسہ اسے سینے سے لگائے پیار کر رہی تھیں اور اس کا دل چاہ رہا تھا چیخ چیخ کر روئے۔ وہ دماغی طور پر اب بھی اس نکاح اور اس بندھن کے لیے تیار نہیں تھی۔

ایاد خان کے بارے میں اس نے ایسا کبھی نہیں سوچا تھا اور اس سے رشتہ جُڑ جانے کے بعد بھی وہ اس کے بارے میں سوچنے سے قاصر تھی۔

"ایاد بہت اچھا لڑکا ہے۔ میں بھی اس سے ملی ہوں، اسوان کی طبیعت خراب ہوئی تو اسے فوراً ہاسپٹل پہنچایا اور ہمارے پہنچنے تک وہیں کمرے کے باہر موجود رہا۔ زمہ دار اور سلجھا ہوا ہے۔

ریما آپی تو ویسے بھی ہم سے رشتہ جوڑنا چاہتی تھیں، مجھے یقین ہے وہ اُسوان کی بہت قدر کریں گی۔" پُروا اطمینان سے بولتی پریسہ کو بتا رہی تھیں۔

"ہاں ریما سے تو میں بھی ملی ہوئی ہوں۔ لڑکا بھی اچھا لگ رہا ہے۔ اُسوان پریشان کیوں ہے؟ کیا لڑکا پسند نہیں ہے؟ پُروا اس سے مرضی نہیں پوچھی تھی؟"

پریسہ نے اسوان کی خاموشی محسوس کر کے سوال کیا تو پُروا بے چارگی سے اسے دیکھنے لگیں۔

وہ اوراد کے کہنے پر نکاح کے لیے مان گئی تھی مگر اس کے بعد سے بالکل ہی چپ تھی۔

"اُسوان۔۔" خان عیسٰی کمرے میں داخل ہوئے تو وہ ان کی پکار پر سر اٹھا کر انہیں دیکھنے لگی۔

"تم اپنے کوئی ایک دو ڈریس لائی ہو ساتھ تو رکھ لو۔۔ تمہیں ابھی ایاد کے ساتھ جانا ہو گا۔" خان عیسٰی سنجیدگی سے بولے تو پُروا بوکھلا گئیں۔

"کیا مطلب۔۔ صرف نکاح تھا ناں تو اس کے ساتھ کیوں جائے گی۔" وہ گھبرا کر سوال کر رہی تھیں جبکہ اسوان تو بالکل ہی گم صم سی ہو گئی تھی۔

"پُروا ابھی بحث مت کرو۔ وہ صرف اپنے خاندان سے ملوانا چاہتا ہے۔ وہ واپس لے آئے گا، ہم عزت سے شادی کریں گے۔ اُسوان پریشان مت ہونا، کوئی مسئلہ ہے تو بتاؤ مجھے۔۔" خان عیسٰی اس کے پاس بیٹھ کر اسے خود سے لگاتے ہوئے پوچھ رہے تھے۔ وہ بری طرح کپکپا رہی تھی۔ اس کا دماغ مفلوج ہو رہا تھا۔

وہ کیا چاہتی تھی؟ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

"اُسوان۔" عیسٰی نے پکارا تو وہ سر ہلا گئی۔

"میرے پاس کوئی ڈریسز نہیں ہیں اس وقت۔" وہ مدھم لہجے میں بولی۔ زندگی بالکل ہی بدلتی جا رہی تھی، اُسوان کو لگا وہ بھی بدل رہی ہے ہر دوسرے لمحے اندر سے کوئی اور بنتی جا رہی ہے۔۔

"میرے پاس ہیں ناں۔۔ جو تم نے مجھ سے منگوائے تھے وہ لے جاؤ۔۔" پریسہ خیال آنے پر اٹھیں اور اپنا سامان کھول کر اسوان کے لیے لائے ڈریس نکالنے لگیں مگر وہ سکرٹس اور جینز شرٹس تھیں۔

"رہنے دیں اپیا۔ جو لے جا رہا ہے وہ لے دے گا ڈریس بھی۔۔" پُروا خفگی سے بولتی ناراض نظروں سے خان عیسٰی کو دیکھنے لگیں۔

عیسٰی خاموشی سے اُسوان کا ہاتھ تھام کر اپنے ساتھ باہر لے گئے۔ وہ سر ڈالے ان کے ساتھ چل رہی تھی۔

سفید پیروں تک کلیوں والی فراک پر میرون کامدار ڈوپٹہ اوڑھے وہ بالکل سادہ سی لگ رہی تھی۔ کندھوں پر مٹیالا رنگ کی چادر پھیلائی ہوئی تھی۔

ایاد خان اسے آتا دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"ایاد۔۔ابھی اس کی طبیعت بھی نہیں ٹھیک اور اس اچانک نکاح اور حادثہ سے گھبرائی ہوئی بھی ہے۔ اس کا خیال رکھنا اور جلدی واپس لے آنا پلیز۔" انہیں روانہ کرتے ہوئے خان عیسٰی نے اس سے درخواست کی۔

"میں سب سے ملوا کر واپس لے آؤں گا۔" ایاد نے نرمی سے اطمینان دلایا مگر خان حویلی کے ایک ایک مرد نے اس سے مل کر جب یہی ہدایت دوہرائی تو وہ چکرا گیا۔ایسا لگا جیسے کسی امتحان گاہ میں موجود ہے۔

گاڑی گھر سے نکالتے ہی اس نے سکھ کا سانس لیا۔

انہیں بھیج کر باقی سب نے ہلکا پھلکا لنچ کیا اور حویلی جانے کے لیے تیار ہو گئے۔

"اوراد کو کال کرو کب واپس آئے گا۔ حویلی نہیں چلنا کیا؟" خان یاور نے رباض سے کہا تو وہ اسے کال ملا گیا۔

"اوراد ہم واپس جا رہے تھے، تم نے کھانا بھی نہیں کھایا، کہاں ہو؟ چلنا نہیں ہے کیا۔" رباض نے اسے کال کر کے ایک طرف ہوتے ہوئے سوال کیا۔

"میں آفس میں ہوں، شادی تک پہنچ جاؤں گا۔آپ لوگ چلے جائیں۔" وہ خود پر پھر سے خول چڑھا چکا تھا۔سادہ سرسری سے لہجے میں جواب دیتا خود کو مصروف ظاہر کرنے لگا۔

"اورادتم ٹھیک ہو ناں؟ تم ٹھیک نہیں لگ رہے تھے آج آفس نا جاتے۔" ریاض نے فکر مندی سے سوال کیا۔

"مجھے کچھ نہیں ہوا۔ میٹنگ تھی آنا پڑا۔ فکر نہیں کریں۔ او۔ کے اللہ حافظ" وہ سادگی سے بولتا بات ختم کر کے کال کاٹ گیا۔

ریاض موبائل ہاتھ میں لیے کھڑا رہ گیا۔

وہ جب بھی کہتا تھا میں ٹھیک ہوں، وہ تب ٹھیک کیوں نہیں لگتا تھا؟؟ ریاض بے چینی سے لب کاٹنے لگا۔

"اورادسے رابطہ ہوا؟" خانزادہ کے سوال پر وہ چونکا۔

"جی بزی ہے وہ، بعد میں آئے گا۔" ریاض کے جواب پر وہ نفی میں سر ہلا گئے۔

"بزی نہیں ہے، ناراض ہے۔ میں چاہتا ہوں وہ بالکل نارمل ہو جائے۔ وہ حساس ہے، اسے لگتا ہے اس کے ساتھ کوئی نہیں۔ کاش کوئی ایسی لڑکی ملے جو اسے اس احساس سے نکال کر نارمل کر دے۔" خانزادہ آہستگی سے بولتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔

اور ریاض ان کی بات پر سوچ میں گم ہو گیا۔ کیا حمالہ وہ لڑکی نہیں ہو سکتی تھی؟؟؟

ریاض کو جانے کیوں لگا جیسے اورادنے حمالہ کا نام خوامخواہ نہیں لیا تھا۔ شاید وہ واقعی ضد نہیں کچھ اور احساس تھا۔ اس نے پوچھا ہی نہیں اورادسے۔۔

وہ سوچ سوچ کر آدھا ہو رہا تھا.

وہاں اپنے آفس میں فارغ بیٹھا اوراد کسی فائل کو خالی خالی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

(حمالہ کا رشتہ پہلے ہی پلوشے نے مانگ لیا تھا۔۔

حمالہ تمہارے لیے راضی نہیں ہو رہی، ضد مت کرو۔۔

حمالہ پلوشے کی لائی چیزوں سے بہت خوش ہو رہی تھی۔۔

حمالہ تو اپنی شادی کے لیے کچھ زیادہ پر جوش ہے۔

حمالہ سے کہو مایوں بیٹھے، ڈھولکی میں بڑھ بڑھ کر حصہ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔)

حویلی میں وقتاً فوقتاً بولے جانے والے جملوں میں حمالہ کے زکر نے اوراد کو جیسے کسی سیاہ تاریک کوٹھڑی میں بند کر دیا تھا۔

وہ حمالہ کو دیکھ نہیں رہا تھا مگر وہ پھر بھی اس کے ارد گرد ہر جگہ موجود تھی۔ وہ خوش تھی اور یہ بات اوراد کو دکھی کر رہی تھی۔ خانزادہ اس کے لیے خوش تھے۔ حویلی والے بھی مطمئن تھے تو اوراد کا کیا۔۔۔ اس نے کہا وہ ٹھیک ہے تو سب نے مان لیا وہ ٹھیک ہے؟؟

خود سے خود سوال کرتے، الجھتے اوراد کی آنکھوں میں سرخی پھیل رہی تھی۔ اس نے موبائل اٹھا کر سائبر کرائم میں اچھے عہدے پر موجود ایک دوست کو کال ملائی اور ماتھے پر بکھرتے بال سیٹ کرنے لگا۔

"ہاں وعلیکم السلام۔۔ یار وہ ایک مسئلہ ہو گیا تھا۔

میرے فیملی میمبر کی کچھ غلط تصاویر سوشل میڈیا پر ڈال دی گئی ہیں۔ وہ ہٹوانی ہیں۔

نہیں نہیں ایسی ویسی نہیں ہیں کہ کوئی سیو کرتا۔۔

ہاں بس نارمل سی ہیں لیکن ہمارے لیے بدنامی کا باعث ہیں۔ ہاں بالکل مزید کوئی مسئلہ نہیں۔۔

چلو ٹھیک ہے میں باقی ڈیٹیل بھیجتا ہوں۔"

وہ سنجیدگی سے بات کرتا سر ہلاتا جا رہا تھا۔ پھر کال کاٹ کر دوست کو ساری ڈیٹیل اور تصاویر بھیجیں۔

موبائل ٹیبل پر رکھا اور اپنے لیے کافی کا کپ منگوالیا۔ صبح سے خالی پیٹ وہ بس کافی پیتا جا رہا تھا اور دماغ سوچ سوچ کر پھٹنے والا ہو رہا تھا۔

°°°°°°°°°۔

اس نے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے ایک سرسری نظر اسوان پر ڈالی تو ٹھٹک گیا۔ وہ بالکل سفید پڑ رہی تھی۔

"کیا تم ٹھیک ہو؟" اس کے اچانک سوال پر اُسوان کو جھٹکا سا لگا۔ گھبرا کر اثبات میں سر ہلا گئی۔

"عیسٰی انکل بتا رہے تھے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ اگر زیادہ مسئلہ ہے تو ہم ڈاکٹر کے پاس بھی جا سکتے ہیں۔" وہ عام سے لہجے میں بولا۔

یوں جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو جیسے یہ رشتہ عام حالات میں بنا ہو اور وہ دونوں ایک دوسرے کو اچھے سے جانتے ہوں۔ اُسوان مزید کنارے سے جا لگی۔

" میں ٹھیک ہوں۔" وہ آہستگی سے بولی۔ایاد سر ہلا کر گاڑی کی رفتار بڑھا گیا۔

اپنے گھر پہنچ کر گیراج میں گاڑی روکی اور بنا کچھ کہے اندر بڑھ گیا۔اُسوان اس کی حرکت پر خفت زدہ ہو گئی۔کہاں وہ راستے میں اس کی طبیعت کو لے کر فکر ظاہر کر رہا تھا اور کہاں اب گھر کے اندر تک نہیں لے گیا تھا۔

وہ موبائل پر اپنی بڑی مامی کا نمبر ملا کر موبائل کان سے لگاتا کچن میں داخل ہو گیا تھا۔

"السلام علیکم ہاں جی مامی دراصل صبح کچھ جلدی میں تھا میں۔۔یونی جانا تھا،پہلا لیکچر میرا ہوتا ہے۔ آپ کی بات ہی ٹھیک سے نہیں سنی میں نے۔"

وہ صفائی سے جھوٹ بولتا نہایت خوش اخلاقی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔اس کی بڑی مامی آگے سے صبح والا باتیں دوہرانے میں مصروف ہو چکی تھیں۔

کسی خیال کے تحت ایاد نے کچن سے باہر جھانکا تو اسوان اندر نہیں آئی تھی۔وہ فریج سے نکالا سامان شیلف پر رکھتا باہر نکلا۔

"ارے نہیں مامی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔آپ کو تو پتا ہے آج کل کی نسل کا۔۔یونی میں کچھ فریشرز نے میرے ساتھ پرینک کیا اور خان حویلی کا زکر ایسے کر دیا کیونکہ سب جانتے ہیں میری منکوحہ کا تعلق خان حویلی سے ہے۔" وہ جھوٹی کہانیاں گھڑتا دروازہ کھول کر اُسوان کی طرف بڑھا اور بنا کچھ کہے اس کی کلائی تھام کر اندر بڑھ گیا۔

اُسوان اس کی حرکت پر دھک سے رہ گئی، گڑبڑا کر اس سے اپنا بازو چھڑواتی اس سے دور ہوئی۔

"تمہارا نکاح کب ہوا؟ اب تم ہمیں بہلانے کے لیے نیا قصہ شروع کر رہے ہو۔ میری حرا میں کمی کیا ہے جو تم اتنے ڈرامے کر رہے ہو۔" بڑی مانی بھڑک اٹھی تھیں۔

"مامی خدا کو مانیں میں کیوں جھوٹ بولوں گا۔ حرا کا تو ذکر ہی نہیں ہے۔ بتایا تو تھا بابا نے رشتہ کر دیا ہے، کچھ وقت پہلے نکاح بھی کر دیا تھا اب مجھے یہ خیال نہیں آیا کہ سب ڈیٹیل دیتا آپ کو۔۔"

وہ مزے سے جھوٹ پر جھوٹ بولتا اسوان کو ایک طرف بیٹھنے کا اشارہ دے کر پھر سے کچن میں جا چکا تھا۔

"کون ہے تمہاری منکوحہ؟ کب ہوا نکاح؟" اپنی بڑی مامی کے تیکھے بے یقین لہجے پر وہ سکون سے سر ہلا گیا۔ جانتا تھا وہ یقین نہیں کریں گی۔

"ایسا کریں آپ آج شام کی چائے میرے ساتھ پینے آ جائیں۔ کچھ گپ شپ بھی ہو جائے گی، اپنی منکوحہ سے بھی ملوا دوں گا۔" وہ اعتماد سے انہیں دعوت دینے لگا، اس بار وہ کچھ ڈھیلی پڑ گئی تھیں۔

"ضرور آؤں گی میں بھی تو ملوں اس گوہر نایاب سے۔" وہ طنزیہ لہجے میں بول کر کال کاٹ گئیں۔

ایاد موبائل ایک طرف رکھتا قیمے کا پیکٹ کھولنے لگا۔

کڑاہی میں تیزی سے مصالحہ تیار کر کے قیمہ ڈالا۔

فریزر سے بازاری کچی روٹی کا پیکٹ نکالا اور چار روٹیاں نکال کر توا گرم کرنے چولہے پر رکھ دیا۔

پھر موبائل اٹھا کر اپنے کزن میثم کو وائس میسج کیا۔

"سنو آج شام تم سب میرے پاس چکر لگا لو۔ یقیناً چھوٹی مامی کو میرا رشتہ ہونے کی اطلاع بھی مل گئی ہو گی اور لڑکی دیکھنے کا تجسّس بھی ستا رہا ہو گا۔" اس نے انہیں بھی دعوت دے ڈالی۔

قیمہ بھونتے ہوئے میثم کا جوابی میسج سننے لگا۔

"بیٹا تجسّس تو پورے خاندان کو کھائے جا رہا ہے، چھڑا چھانٹ لڑکا جائداد سمیت ہاتھ سے جا رہا ہے۔ ایسا داماد کیسے ملے گا جس کی خود بھی اپنے گھر والوں سے نہ بنتی ہو مگر یہ سوچو وہ غائبانہ منگیتر کہاں سے برآمد کرو گے۔" میثم کے جواب پر وہ ہنس پڑا۔

"یار سوری تمہیں اپنے نکاح میں بلانا بھول گیا تھا۔ اچھا چلو کوئی بات نہیں آج آ کر اپنی بھابھی سے مل لو تم بھی۔۔" اس نے شریر لہجے میں کہا اور قیمے کے نیچے آنچ ہلکی کرتے ہوئے گرم توے پر روٹیاں گرم کر کے پکانے لگا۔

میثم میسج پر میسج کرتا اس دھوکے پر اسے لعن طعن کر رہا تھا۔ وہ اسے نظر انداز کیے تیزی سے سلاد تیر کرنے لگا۔ وہاں تو سب کو کھانے سے منع کر کے جلدی نکل آیا تھا مگر اب بھوک پاگل کر رہی تھی۔

باہر اُسوان ایک آرام دہ صوفہ پر بیٹھی اطراف کا جائزہ لینے لگی، گھر چھوٹا مگر بہت صاف اور پیارا تھا۔ فرنیچر مہنگا تھا اور کانچ کے ڈیکوریشن پیس ہر جگہ موجود تھے۔

اس کا دماغ اتنا خالی ہو رہا تھا کہ اس وقت ایاد خان کے ساتھ اکیلے اس گھر میں آنے کے بعد بھی اس کے اندر کسی جذبے نے سر نہیں اٹھایا تھا۔

ناپریشانی، نا جھجک نا شرم نا غصہ۔۔ وہ بالکل خالی دل اور خالی دماغ لیے وہاں بیٹھی تھی۔

کچھ دیر بعد ایاد کچن سے نکلا تو ہاتھ میں کھانے کا ٹرے تھا۔اس کے سامنے پڑی ٹیبل پر ٹرے رکھا اور اپنے لیے ایک چیئر اٹھا کر وہیں رکھ دی۔اُسوان منہ کھولے اسے دیکھ رہی تھی۔

"مجھے ایسے مت گھُورو۔ میں نے نہیں کہا تھا سب سے کہ ہمارا نکاح کریں اور اگر کر ہی دیا ہے تو ٹھیک ہے اب احتجاج کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

کھانا کھاؤ اور پھر چاہو تو آرام کر لینا میں تمہیں روم دکھا دوں گا۔شام کو میرے ماموں اور ان کی فیملیز آئیں گی تمہیں ملنے اگر تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہوئی تو سب سے مل کر واپس کمرے میں چلی جانا۔"

وہ گلاس میں پانی ڈالتا اطمینان سے بولا اور پانی پینے لگا۔اُسوان سر ڈال کر بیٹھی اس کے الفاظ پر غور کرتی رہی۔

"کھانا کھاؤ۔۔ پھر شام کے وقت بھوک لگی ہوئی ہو گی تو سب کے سامنے کھایا نہیں جائے گا۔ پلیز اب یوں میرے ساتھ احتجاج یا بھوک ہڑتال والا کام نہیں کرنا۔ جیسے تمہارے لیے یہ نکاح اچانک تھا ویسے میرے لیے بھی تھا۔ میں تم پر اپنا غصہ نہیں نکالوں گا تم مجھے تنگ نہیں کرو۔۔" وہ سنجیدگی سے بولا تو اُسوان نے خشک پڑتے لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے پانی کو دیکھا۔

ایاد نے پانی کی بوتل اور گلاس اس کے سامنے رکھا اور خود کھانا کھانے لگا۔

اسوان بھی پانی پیتی کھانے کو دیکھنے لگی۔ صبح ٹینشن سے کچھ نہیں کھایا گیا تھا اور اب آنے سے پہلے ایاد نے کھانے نہیں دیا تھا، اسے جلدی تھی۔

اسے بھی بھوک محسوس ہو رہی تھی، اس لیے پانی پیتے ہی اس نے جھجک کر ہاتھ بڑھایا تو وہ مسکراہٹ چھپاتا پلیٹ اس کے قریب کر گیا۔

oooooooooooooo

حویلی میں شادی قریب آنے پر رونق مزید بڑھ چکی تھی۔ کمزور سی حمینہ زرد روایتی لباس میں نہایت پرکشش لگ رہی تھی۔ اب اس کی صحت میں کافی حد تک فرق آ چکا تھا۔ ہڈیوں کا ڈھانچہ بنے ہاتھ اور چہرہ اب قدرے بھر آئے تھے۔ رنگت کا زرد پن بھی کم ہو گیا تھا۔

اب رات کا آدھا حصہ تو اس کی بیٹی کو گل جان سنبھال لیتی تھیں۔ صبح کے وقت بھی وہ نماز قرآن کے بعد جاگی رہتی تھیں تو بچی کو سنبھال لیتی تھیں۔ حمینہ تب تک نیند پوری کر لیتی تھی۔ گل جان کے تجربہ کار حصار میں اس کی بیٹی بھی اب ٹھیک رہنے لگی تھی۔

اس وقت بھی گل جان چمچ کے ساتھ بچی کو سیریلیک کھلا رہی تھیں، حمینہ یک ٹک انہیں دیکھتی رہی۔ اسے گل جان کو دیکھ کر اپنی ماں کا خیال آ رہا تھا، گل جان اس کا بچہ سنبھال سکتی تھیں تو اس کی ماں بھی تو سنبھال سکتی تھی۔ وہ لوگ ایک انجان بچی کے اخراجات اٹھا رہے تھے تو اس کے بھائی کیوں نہیں۔ اداسی سے اس کی آنکھیں نم ہوئیں۔

"مورے۔۔" حمینہ نے مدھم آواز میں انہیں پکارا۔سب کی دیکھا دیکھی وہ بھی انہیں مورے کہتی تھی۔

"جی بچے؟؟" گل جان نے نرمی سے جواب دیا۔

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا میری شادی نا کی جائے بس میں آپ کے پاس رہوں۔" وہ روہانسی ہو کر بولی تو گل جان سر پکڑ بیٹھیں۔جب سے اس کی شادی ابراہیم سے طے ہوئی تھی وہ ایسے ہی بچنے کی کوششیں کر رہی تھی، جانے کیا خوف تھا اسے۔۔۔

"تم میرے پاس تب ہی رہ سکتی ہو جب ابراہیم کی دلہن بنو گی۔کیا ابراہیم برا لگتا ہے؟" گل جان نے مسکرا کر محبت سے اسے سمجھایا۔ان کے سوال پر وہ نفی میں سر ہلاتی آنکھیں بھر

لائی۔

"وہ اچھے ہیں مگر مجھے ڈر لگتا ہے۔اپنے ماضی سے اور خود سے۔۔میں باعزت لڑکی نہیں ہوں۔وہ مجھ سے شادی کر کے پچھتائیں گے۔جب وہ خوش نہیں رہیں گے تو طلاق دے دیں گے اور پھر آپ سب سے میرا کوئی تعلق نہیں رہے گا۔

میں اب بغیر رشتہ کے رہتی رہی ہوں مگر تب رشتہ بن کر جب ٹوٹے گا میں یہاں نہیں رہ سکوں گی۔" بولتے بولتے اس کی آواز بھرا گئی تھی۔گل جان حیرت سے اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

اسے جانے کیا کیا وہم ستا رہے تھے اور وہ اسے سمجھا سمجھا کر اب تھک چکی تھیں، وہ سمجھ رہی تھیں خوف اس کم سن لڑکی کے اندر پنجے گاڑھ چکا تھا۔

وہ توہمات میں گھری تھی، پرانے رشتے اس سے چھوٹ گئے تھے اور نئے بنانے سے وہ گھبرا رہی تھی۔

"حمینہ تمہارے وہم اور خوف اب ابراہیم ہی دور کر سکتا ہے، مجھ بوڑھی جان میں اب تمہیں سمجھانے کی مزید ہمت نہیں رہی۔" گل جان بے چارگی سے بولیں تو وہ ہاتھوں میں

اپنا چہرہ چھپاتی رونے لگی۔

"مجھے ڈر لگتا ہے مورے۔۔ میں اس وہم میں گرفتار ہو گئی ہوں کہ میں پاک نہیں رہی۔۔ میں جانتی ہوں ڈاکٹر ابراہیم مجھے سہارا دینا چاہتے ہیں مگر۔۔

وہ مجھ سے بے زار ہو جائیں گے، بڑی بیگم مجھے کبھی نہیں اپنائیں گی۔ مجھے بتائیں میں کیا کروں کہ مجھے سکون ملے اور میرا دل ہر خوف سے آزاد ہو جائے۔"

وہ بے بسی سے روتے ہوئے گل جان سے پوچھ رہی تھی۔

"حمینہ سب وقت پر چھوڑ دو۔ تم ہی تو کہتی ہو زندگی میں جتنا برا ہونا تھا ہو چکا تو اب یہی سوچ لیا کرو کہ اگر تم وہ حادثات سہہ سکتی ہو تو سب سہہ جاؤ گی۔ آنے والا وقت کیسا ہے یہ اللہ جانتا ہے۔

ابھی جو وقت ہے اسے جیو اور پر سکون رہو۔۔"

گل جان اسے سینے سے لگا کر اس کا سر سہلاتے ہوئے اسے سمجھا رہی تھیں۔ وہ بچوں کی طرح روتی جا رہی تھی، گل جان اس کے خاموش ہونے کا انتظار کرنے لگیں کیونکہ وہ اب جان گئی تھیں حمینہ اگر دو دن خاموشی سے گزار بھی لے تو تیسرے دن ضرور کسی نا کسی بات پر دل

کھول کر روتی تھی۔

اب جبکہ اس کی شادی کی جا رہی تھی، وہ بھائیوں کو یاد کر رہی تھی، اسے ماں یاد آ رہی تھی۔

oooooooooooo

علیہا اور حمالہ سر جوڑے اپنے اپنے برائیڈل ڈریس دیکھ رہی تھیں۔

"تمہارا یہ ریسیپشن والا ڈریس زیادہ پیارا ہے۔ مجھے پیچ کلر ویسے بھی پسند ہے اوپر سے اس میکسی کا ڈیزائن بہت اچھا ہے۔" حمالہ چمکتی آنکھوں سے علیہا کا ڈریس دیکھ رہی تھی۔ علیہا نے ایک نظر قریب پڑا حمالہ کا ولیمے کا ڈریس دیکھا، وہ روایتی اور عام سا لباس تھا۔

پلوشے نے ساری تیاری ہی ایسے کی تھی، جلد بازی میں اور شاید کچھ زیادہ ہی جلدی میں کی گئی تیاری تھی۔ حمالہ نے اپنا سامان ایک بار سرسری سا دیکھا تھا اور دوبارہ ادھر نظر ہی نہیں ڈالی تھی۔

"یہ ساری شاپنگ آنی اور کیف نے کی ہے، تمہیں اگر داور چاچو ایسے ڈریسز لے بھی دیں تو فائدہ نہیں کیونکہ پلوشے پھپھو کی حویلی میں لڑکیاں ایسے ہی روایتی لباس پہنتی ہیں۔

میں اپنا یہ ڈریس بہت آرام سے تمہیں دے دیتی اور اپنے لیے اور منگوا لیتی اگر تم میری بھابھی بن رہی ہوتیں۔۔ اب بھول جاؤ اور بس دیکھتی رہو دور دور سے۔۔" علیہا نے جتا کر کہتے ہوئے اپنا ڈریس پیچھے کر لیا۔ حمالہ کا چہرہ خفت سے سرخ ہوا۔

"تم یہ بات مجھے کئی ہزار مرتبہ دوہرا چکی ہو۔ مجھے نہیں چاہیئے تم سے یہ ڈریس۔۔ میں ویسے ہی تعریف کر رہی تھی، تم بہت بری ہو علیہا۔۔" حمالہ اس سے لڑتی روپڑی۔ علیہا اپنے الفاظ پر شرمندہ ہوئی۔

"سوری حمالہ۔۔ میرا وہ مطلب نہیں تھا۔ سچ کہوں تو میں واقعی تمہارے انکار سے بہت ہرٹ ہوئی ہوں۔

میں یہاں سے چلی جاؤں گی تو پھر پتا نہیں ہم کب مل سکیں مگر تم یہاں ہوتیں تو ویڈیو کالز اور کال وغیرہ پر تمہاری اطلاع ملتی رہتی۔۔" علیہا اس کے گرد بازو پھیلا کر بولتی اس کے کندھے پر اداسی سے ٹھوڑی ٹکا گئی۔ حمالہ چہرہ چھپائے اب بھی رونے میں مصروف تھی، اس کی معذرت پر اسے دور کرنے لگی۔

"مجھ سے بات مت کرو، تم صرف اپنا سوچ رہی ہو، تمہیں لگتا ہے میں یہاں سے جانے پر بہت خوش ہوں ناں۔۔" حمالہ ہونٹ لٹکائے خفگی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ علیہا اسے دیکھنے لگی۔

"تو پھر تم نے یہ ضد کیوں کی؟ حاذق لالا کو عرصہ ہوا ہم نے دیکھا تک نہیں۔ پلوشے پھوپھو کی حویلی میں سب عجیب ہیں، بیک ورڈ سے اور اتنا گھٹا گھٹا سا ماحول۔۔" علیہا فکرمندی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"علیہا وہاں مجھے کوئی نانو سے ملنے سے نہیں روکے گا۔ میں وہاں سے سب کو مل سکوں گی، تم سب سے بھی اور خٹک حویلی والوں سے۔۔

مجھے سمجھنے کی کوشش کرو، اگر تم سے تمہارے رشتے چھین لیے جائیں تو کیا تم خوش رہو گی؟"

حمالہ اداسی سے سوال کرنے لگی، علیہا کو اس کی کم عقلی پر دکھ ہوا۔ وہ صرف سب سے کبھی کبھی ملنے کی خاطر ایک ایسے خاندان میں جا رہی تھی جہاں اس پر مسلسل تنقید اور طنز کیے جانے والے تھے مگر اسے پرواہ ہی نہیں تھی۔

"مرحا آنٹی بھی تمہاری شادی سے خوش نہیں ہیں، ان کی پلوشے پھوپھو سے کبھی نہیں بنی نا ہی ان کا کبھی وہاں جانا ہوا ہے۔ تم پاگل ہو مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا اس لیے سمجھانے کا فائدہ نہیں۔۔" علیہا افسردگی سے سر ہلا رہی تھی۔ حمالہ کو مزید رونا آیا۔

اس کا فیصلہ اس کی نظر میں ٹھیک تھا مگر سب کہہ رہے تھے غلط ہے تو غلط ہی ہو گا۔۔

رونا تو یہ تھا کہ اب اس غلط فیصلہ کو درست بھی نہیں کر سکتی تھی اور اس سے بڑا رونا یہ تھا کہ اگر کسی طرح ٹھیک کرنے کی کوشش کر بھی لیتی تو اس کے پاس پھر سے وہی اور ادکا ہی آپشن بچتا جو اسے منظور ہی نہیں تھا۔

"سنو میرا بارات کے دن کے لیے یہی ڈریس ٹھیک ہے ناں؟" ایقان اسی وقت کمرے میں داخل ہوتی انہیں اپنا سوٹ دکھانے لگی۔ علیہا اس کی طرف متوجہ ہوئی جبکہ حمالہ درد کرتا سر لیے وہیں بستر پر گر گئی۔ سب کے ہی ڈریسز اچھے تھے اور اسے اپنا ایک بھی ڈریس پسند نہیں آیا تھا۔

"واؤ یہ بہت پیارا ہے، یہ پُروا آنی نے گفٹ کیا تھا ناں تمہاری شادی پر؟؟ ویسے ایقان تم ریاض لالا سے کہو تمہیں شاپنگ کروائیں ناں۔۔" علیہا اس کا ڈریس دیکھتے ہوئے بولی۔ کیرولین بلیو کامدار انارکلی فراک بہت پیارا اور نفیس کام والا تھا۔

"نہیں مجھے شاپنگ کی ضرورت نہیں ہے، میرے پاس بہت ڈریس ہیں۔ چلو میں یہی ہینگ کر دیتی ہوں۔ اس کے ساتھ میچنگ سینڈل اور جیولری نکالنی پڑے گی۔"

ایقان بولتے ہوئے وہاں سے جا چکی تھی۔ علیہا نے گہرا سانس بھر کر حمالہ کو دیکھا تو وہ اس کے کپڑوں پر ڈھیر ہوئی پڑی تھی۔

"حمالہ سونے سے پہلے اپنے نیچے سے چیزیں ہٹا دیا کرو۔ نمونی کہیں کی۔۔" علیہا نے اسے گھسیٹ کر بیڈ کی خالی جگہ پر کیا کام کے بھرے کپڑے وہاں سے ہٹانے لگی۔ حمالہ نیند میں جا چکی تھی۔

oooooooooooo

ایقان اپنے کمرے میں آ کر اپنا ڈریس بیڈ پر رکھتی نئے سینڈلز چیک کرنے لگی۔ اس کے پاس ڈریس سے ملتے سیم سینڈلز نہیں تھے۔ وہ پریشان ہوئی۔

ریاض شہر سے پہنچا تو کمرے میں آتا اپنا موبائل اور گاڑی کی چابی ٹیبل پر رکھ کر بیڈ پر بیٹھا۔ نظر گھما کر دیکھا تو بیڈ پر ایقان کا ڈریس پڑا ہوا تھا، اس نے ڈریسنگ روم میں جھانکا۔ وہاں ایقان وارڈروب میں جھکی سینڈلز نکال نکال کر دیکھ رہی تھی۔

کچھ دیر بعد وہاں سے نکلی تو اس کے ہاتھ میں وائٹ اور بلیک سینڈل تھے، ڈریس کے پاس لا کر رکھتی وہ ریاض کو دیکھ کر چونکی پھر نظر انداز کر گئی۔ وہ اس کے انداز پر مسکرانے لگا۔

"یہ سینڈل میچ نہیں کر رہے۔ کل شاپنگ کرنے چلیں گے او۔ کے؟" ریاض نے اسے منانے کی غرض سے کہا ہے۔

"نہیں وائٹ سینڈلز ٹھیک ہیں۔" وہ سنجیدگی سے بولتی سامان سمیٹ کر ڈریسنگ روم میں چلی گئی۔

ر باض نے گہرا سانس بھرا۔ ایقان تو ایک بار ناراض ہونے کے بعد اب ہاتھ ہی نہیں آ رہی تھی۔

"مجھے بھی اپنے کچھ ڈریسز لینے ہیں۔ میری مدد کر دینا، کل چلیں گے ٹھیک ہے؟" اس کے باہر آتے ہی وہ پھر سے بولتا اس کا ہاتھ نرمی سے تھام گیا۔

"مجھے مردانہ لباس کی سمجھ نہیں ہے اور کل خانی مورے کے ساتھ مجھے ان کی بہن کے ہاں جانا ہے۔" وہ اپنا ہاتھ چھڑوا کر معذرت کرتی وہاں سے جانے لگی۔

"ایقان۔۔" ر باض نے سنجیدگی سے پکارا۔ وہ رک کر اسے دیکھنے لگی۔

"بیٹھو یہاں۔۔ آخر اس بات کی ناراضگی کب تک چلے گی؟ نا بات کر رہی ہو نا ساتھ بیٹھ رہی ہو۔" ر باض نے اسے سنجیدگی سے کہتے ہوئے پکڑ کر اپنے پاس بٹھایا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے، میں بس مصروف ہوں۔" وہ رخ پھیرتی مدھم لہجے میں بولی۔ اس کے انداز سے صاف محسوس ہو رہا تھا وہ ر باض کو اوائڈ کر رہی تھی۔

"کیوں کیا مصروفیت ہے؟ حویلی کی صفائی تم سے کروائی جا رہی ہے کیا؟" ر باض نے ابرو چڑھا کر سوال کیا۔ ایقان کا دل بھر آیا۔

"آپ جانتے ہیں میں کیوں ایسے ہو رہی ہوں۔ آپ کو جب غصہ آئے آپ سب میں مجھے شرمندہ کروا دیں اور پھر معافی مانگ کر سب ٹھیک کرنا چاہیں تو سوری ایسا نہیں ہو سکتا۔۔ شادی سے فارغ ہوتے ہی سب مجھے لیکچر دیں گے اور مجھے ہر ایک کو وضاحت دینی پڑے گی۔

میں جانتی ہوں اب سب یہی سوچ رہے ہوں گے کہ پہلی شادی میں بھی میں نے ہی غلطیاں کی ہوں گی اس لیے مار کھائی اور زلیل ہوئی۔ سب کہیں گے میں ہی غلط تھی اور میں اس ظلم کی حق دار تھی۔"

ایقان ہاتھوں میں چہرہ چھپائے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ ریاض حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

"ایقان پاگل لڑکی میں صبح صبح شہر جانے سے پہلے ہی وہاں سب کو کلئیر کر چکا ہوں سب اور مہد کے بھی کان کھینچے ہیں۔ اس لیے کسی نے تمہیں کچھ نہیں کہا۔" وہ اس کی بے وقوفانہ سوچ پر متاسف ہوا۔

ایقان اس کی بات پر سر اٹھائے اسے دیکھنے لگی۔

ریاض بے ساختہ اسے سینے سے لگاتا نرمی سے اس کی بھیگی آنکھیں صاف کرنے لگا۔

"ہر بات پر اپنا ماضی مت گھسیٹ لایا کرو ایقان۔۔

اگر تم غلطی کرو تب بھی اس جانوروں والے سلوک کی حقدار نہیں ہو پھر کیوں سب کہیں گے کہ تم غلط تھی۔" ریاض اسے خود سے لگائے نرمی سے سمجھانے لگا۔ وہ اس کے کندھے میں چہرہ چھپاتی سسکنے لگی۔

"تم محبت کے قابل ہو، نرمی کے قابل ہو۔ چلو اب رونا بند کرو، ماضی گزر چکا ہے تم اب میری بیوی ہو اور میری بیوی مجھے بہت پیاری ہے۔" ریاض نے اس کا سر تھپک کر محبت سے کہا اور اس کے سر پر لب رکھے۔

ایقان اس محبت اور نرمی پر اپنی آنکھیں رگڑنے لگی۔

"میں صبح سے سب کو اوائڈ کر رہی ہوں، مجھے ڈر تھا سب ڈانٹیں گے۔" وہ سسکتے ہوئے بولی۔

"تم تو پاگل ہو۔ اوور تھِنکنگ چھوڑ دو ورنہ ہمیشہ ہر بات پر پریشان رہو گی۔ کل میں غلط تھا تم نہیں۔۔ اگر کوئی کچھ کہہ رہا تھا تو حقیقت بتا دینی تھی بات ختم ہو جاتی۔ چھپانے کی ضرورت کیا تھی۔"

ریاض کو لگا وہ سمجھا سمجھا کر تھک جائے گا مگر ایقان سدھرنے والی نہیں تھی۔

وہ اسے اپنے حصار میں چھپائے اس کے بال سنوارتا رہا اور سمجھاتا رہا۔ وہ نہیں جانتا تھا ایقان اپنی پہلی شادی سے پہلے کیسی تھی۔ مگر وہ اب ایقان کو ایک بااعتماد لڑکی بنانا چاہتا تھا۔

oooooooooooo

اور اد آفس سے نکل کر کسی ہوٹل میں پہنچا جہاں آج اس نے کچھ پرانے دوستوں سے ملنے کا خوامخواہ پروگرام بنا لیا تھا اور یہ ملاقات صرف حویلی جانے سے بچنے کا بہانہ تھی۔ شادی کے دن سر پر آ گئے تھے اور وہ سب کی کالز کا ایک ہی جواب دیتا رہا کہ بزی ہوں، ابھی نہیں آ سکتا۔۔۔

ہوٹل پہنچ کر مطلوبہ ٹیبل پر پہنچتا وہ مسکرا کر سب سے ملنے لگا۔

"تمہاری کال سن کر تو میں شاکڈ ہی ہو گیا تھا، تمہیں کیسے خیال آ گیا ہم بچاروں کا۔ تم نے تو یونی سے فری ہوتے ہی ایسے منہ موڑا جیسے ظالم سسرال سے بہو نکل کر چھپ جاتی ہے۔" ایک دوست حاشر نے ہنستے ہوئے تبصرہ کیا تو وہ مسکرا کر سر ہلانے لگا۔

"مجھے لگتا ہے شادی کرنے والے ہو، اسی لیے سب کو بلایا۔۔" دوسرے دوست عثمان کی بات پر اس کی مسکراہٹ سمٹی، یکدم اس کا موڈ آف ہوا۔

"بس ملنا چاہتا تھا۔ بزی لائف سے تھک گیا ہوں اس لیے چاہتا ہوں کبھی کبھی فرینڈز کے ساتھ باتیں کروں۔"

وہ سنجیدگی سے بولتا مینیو کارڈ چیک کرنے لگا۔

"یار اچھا کیا، ہم تو ملتے رہتے ہیں تم ہمیشہ سے کم گو تھے، اس لیے ہم نے بھی تنگ نہیں کیا کبھی۔۔" جازب نامی دوست نے اس کا کندھا تھپکا۔ دوستوں کی بات پر وہ گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔

شاید وہ زندگی کو زندگی کی طرح کبھی جیا ہی نہیں تھا۔ گھر والوں سے دور رہا تھا، دوستوں کی باتیں اسے پریشان کرتی تھیں اور کزن، بھائیوں کی باتوں سے وہ احساس کمتری میں مبتلا ہوتا تھا۔

وہ صرف ایاد خان کا دوست بنا تھا مگر۔۔ وہ شاید حساس ہو رہا تھا۔ اسے سب کی سب باتیں چُبھتی تھیں۔ اسے انکار اب اندھیروں میں گھسیٹ لیتے تھے۔

"یار ایک تم بھی پٹھان ہو اور ایک وہ بھی پٹھان بیٹھے ہیں۔" حاشر کی بات پر اورا دا اپنے خیال سے چونکا، حاشر دور کسی ٹیبل پر دیکھ رہا تھا۔

"میری جاب ایسی ہے کہ مجھے ہر ممنوع جگہ بھی جانا پڑتا ہے، کلب، کوٹھے اور ریڈ لائٹ ایریاز۔۔" حاشر بولا۔ وہ خفیہ ایجنسی میں تھا۔

"اور یقین کرو میں نے ان دونوں کو تقریباً ہر ایسی جگہ دیکھا ہے۔ عورتیں، شراب اور رقص کے دلدادہ ہیں دونوں۔۔" حاشر تاسف سے بول رہا تھا۔ اوراد نے بے ساختہ گردن موڑ کر حاشر کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا اور ماحد خان کو دیکھ کر اس کے ماتھے پر بل پڑے۔ وہ پلٹنے لگا جب ماحد خان کے سامنے بیٹھے لڑکے نے عین اسی لمحے پیچھے مڑ کر ویٹر کو اشارہ کیا تھا اور اسے دیکھ کر اوراد ٹھٹک گیا تھا۔

"حاذق خان۔۔" اوراد کے لبوں سے سرگوشی کی صورت نام نکلا تھا۔ وہ حیرت سے گنگ رہ گیا۔

oooooooooo

وہ ایاد خان کے بتائے کمرے میں خاموشی سے بستر پر پڑی تھی، تھکن اور طبیعت خرابی کے باوجود اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔ یہ نکاح اور رخصتی اس کے لیے کوئی خوشگوار واقعہ ہرگز نہیں تھے۔

بس ایک اطمینان تھا کہ ایاد خان نے اسے اس رشتہ پر کچھ کہا نہیں تھا، وہ نارمل تھا تو اُسوان بھی ہلکی پھلکی ہو گئی تھی۔ اس وقت بھی وہ ایاد کے اس کمرے میں پڑی تھی مگر بے چین سی تھی۔

کسی اجنبی کے کمرے میں سونا اس کے لیے بالکل پہلا تجربہ تھا، بے شک وہ اجنبی اس کا منکوح بن چکا تھا مگر اس سے اس کا کوئی دوستانہ تعلق بھی نہیں رہا تھا۔

پُروا نے اسے کال کر کے بات کی اور بار بار سوال کیا کہ وہ ٹھیک ہے یا نہیں، شاید وہ لوگ اس کی طبیعت کو لے کر فکر مند ہو رہے تھے یا پھر وہ لوگ ایاد خان کی طرف سے کچھ پریشان تھے۔

وہ محفوظ تھی اور ایاد نے اتنے سے وقت میں بھی اس کی بھوک پیاس اور آرام کا خیال رکھا تھا، اس نے ایمانداری سے یہ بات گھر والوں کو بھی بتا دی اور وہ مطمئن ہو گئے۔

اب جب اسے یہاں پڑے ہوئے تین چار گھنٹے گزر چکے تھے تو آرام دہ بستر اور پر سکون ماحول میں اسے نیند آنے لگی تھی مگر وہ پھر بھی جمائیاں لیتی زبردستی آنکھیں کھولے پڑی تھی یوں جیسے سو گئی تو کچھ غلط ہو جائے گا۔ آنکھیں جھپکتے جھپکتے وہ نا چاہتے ہوئے بھی نیند میں چلی گئی مگر اسے سوئے ابھی بمشکل پانچ منٹ گزرے ہوں گے کہ ایاد نے دروازے پر دستک دی تو وہ گڑبڑا کر جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔

"مس اُسوان چند گھنٹے آرام کرنے کا کہا تھا، تم نے تو کمرے میں جا کر دن کو رات ہی مان لیا۔ جاگ جاؤ میڈم، میرے مہمان پہنچنے والے ہیں، باقی نیند رات کو پوری کر لینا۔" وہ دروازے پر دستک دیتا جتا کر بول رہا تھا۔ اُسوان خفت زدہ سی اٹھ کر دروازہ کھول گئی۔ ایاد نے ابرو

چڑھا کر اسے دیکھا۔ سوئی سوئی سی صورت اور آنکھوں میں سرخ ڈورے تیر رہے تھے۔

"اپنے چہرے کے زاویئے زرا درست کر لینا ورنہ ایسا لگ رہا ہے جیسے کسی نے پوری رات جگایا ہو۔" ایاد خان کی لاپروائی سے بولی جانے والی بات پر اُسوان کا چہرہ خفت سے سرخ ہو گیا۔

وہ تیزی سے پلٹ کر باتھ روم میں بند ہو گئی، ایاد سر جھٹکتا اپنے کمرے میں پہنچا، شیشے میں خود کو دیکھتا بال برش کر کے مطمئن ہوا۔ کپڑے بدلنے کا ارادہ ترک کر کے پرفیوم سپرے کیا اور موبائل چیک کرنے لگا۔

موبائل دیکھتے ہوئے وہ ٹھٹک گیا، ان کی تصاویر ہر جگہ سے ہٹ چکی تھیں، اس نے تیزی سے چیک کیا۔

"آہ تھینک گاڈ۔۔" اس نے سکون بھرا سانس لیا، اوراد کے نمبر پر میسج لکھ کر بھیجا۔

"تھینکس فار ہیلپ۔۔ اپنے رُوڈ بی ہیو کے لیے معافی مانگتا ہوں، سوری میں بہت اپ سیٹ تھا۔" اس نے میسج بھیج کر کچھ دیر جواب کا انتظار کیا مگر اس کا میسج دیکھا ہی نہیں گیا۔

باہر سے آتی آوازوں پر وہ موبائل جیب میں رکھ کر کمرے سے نکلا۔ اس کے ماموں اپنی دونوں بیویوں اور بچوں سمیت پہنچے ہوئے تھے۔ وہ سب سے مل کر وہیں لاؤنج میں بیٹھ گیا۔

"تمہاری منکوحہ نہیں آئی کیا؟" اس کی کزن حرا نے طنزیہ لہجے میں ہنستے ہوئے سوال کیا۔

ایاد کو وہاں اکیلا پا کر سب کو یہی لگا کہ شاید۔۔ اس نے سب سے صرف مذاق کیا تھا یا پھر اس کی منکوحہ نے آنے سے انکار کر دیا تھا۔

"وہ روم میں ہے، میں بلا کر لاتا ہوں۔ میثم تب تک پلیز اگر تم کچن سے ریفریشمنٹ کا سامان لے آؤ۔۔" ایاد نے کھڑے ہوتے ہوئے میثم کو ہدایت دی تو وہ سر ہلا گیا۔

"میں ہیلپ کروا دیتی ہوں۔" میثم کی چھوٹی بہن جیا بھی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

ایاد کمرے میں پہنچا تو اُسوان دھلے ہوئے شفاف چہرے کے ساتھ سر ڈالے بیڈ پر بیٹھی تھی۔

"اگر کوئی مسئلہ نا ہو تو باہر آ جاؤ۔۔" ایاد کی بات پر وہ چونک کر اسے دیکھتی کھڑی ہو گئی۔

"تمہاری شکل کو کیا ہوا؟ کیا تمہیں ابھی بھی سونا ہے؟ یا اللہ۔۔۔ سب سے مل لینا تو پھر روم میں ہی آ جانا۔" وہ سنجیدگی سے بولا تو اُسوان کمرے کے دروازے پر رک گئی۔

"اگر آپ کو مجھ سے اتنی پرابلم ہے تو لائے کیوں ہیں، کب سے طنز کیے جا رہے ہیں۔ میں نے آپ کے ساتھ زبردستی نہیں کی تھی جو یوں سنا رہے ہیں۔" اُسوان غصے سے بول رہی تھی۔ ایاد نے حیرت سے اسے دیکھا۔ وہ آنکھیں بھر لائی تھی۔ ایاد کو اپنے جملوں پر ندامت

محسوس ہوئی۔

وہ ابھی تک اسی خیال میں تھا جب وہ ٹیچر کے طور پر اُسوان کو ایسے طنزیہ جملے بولتا تھا اور وہ ناک بھوں چڑھاتی تھی مگر اب ایسا نہیں تھا۔ ان کا اب نکاح ہو چکا تھا اور جیسے حالات میں ہوا تھا اس سے اُسوان کی دماغی حالت ابتر تھی۔

"سوری بٹ میں طنز نہیں کر رہا تھا، میں واقعی سمجھتا ہوں تم تھکی ہوئی ہو اور مینٹلی ڈسٹرب بھی ہو، اس لیے میں چاہ رہا تھا تم زیادہ دیر ان سے نا ملو۔۔" وہ وضاحت دیتا نرمی سے بولا تو وہ آنکھیں رگڑتی ناک چڑھا کر اسے گھورنے لگی۔

"آپ جھوٹ بول رہے ہیں کیونکہ جھوٹ بولنا تو آپ کی ویسے بھی عادت ہے۔" اسوان کے جملے پر ایاد کو حیرت کا دوسرا جھٹکا لگا تھا۔

وہ پریشانی اور خراب طبیعت کے ساتھ بھی اس سے مقابلہ کر رہی تھی۔ اسے ماننا پڑا وہ اوراد کی کزن ہی ہے۔ سامنے اُسوان اپنی آنکھیں رگڑ کر صاف کرتی اپنے گال تھپک کر قدم بڑھا رہی تھی۔

ایاد مسکرا کر نفی میں سر ہلاتا اس کے ساتھ چل پڑا۔

اُسوان سب سے مل کر ایک طرف بیٹھ گئی، میرون ڈوپٹے کے ہالے میں اس کا شفاف گلابی پڑتا چہرہ چمک رہا تھا۔ وہ سب کی سوچ سے زیادہ خوبصورت تھی۔ میثم اسے پہچان نہیں پایا تھا۔

باتوں باتوں میں ایاد کی بڑی ممانی جان بوجھ کر یونی والا قصہ چھیڑ بیٹھی تھیں۔

"تمہیں کچھ خبر ہے یہ یونی میں کیا کھیل مذاق کرتا پھرتا ہے۔ اتنے لوگوں نے وہ سب دیکھا ہے۔" ان کی بات پر اُسوان گڑبڑا گئی۔ اس سے پہلے کہ وہ گھبرا کر کچھ بولتی اس کے پاس بیٹھے ایاد نے اس کا ہاتھ ہولے سے دبا کر خاموش رہنے کا اشارہ دیا۔

"افکورس اسے سب پتا ہے، آپ نے دیکھ لیا تو ظاہر ہے اس نے بھی دیکھا تھا۔ اُسوان سمجھدار لڑکی ہے اس لیے اس نے بات کو سمجھا۔۔" ایاد نے مسکرا کر کہا۔ اُسوان اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے نکالتی رخ موڑ کر بیٹھ چکی تھی۔ باقی کا سارا وقت وہ نیند سے بھری آنکھیں لیے چپ بیٹھی رہی تھی اور اس کے حصے کے جواب بھی ایاد خان کو ہی دینا پڑے جس کی وجہ سے وہ اچھا خاصہ زچ ہو گیا تھا۔

oooooooooo

ہاشم خان نے ان کی امید کے عین مطابق خانزادہ کو ٹھیک دیکھتے ہی جرگہ بلوا لیا تھا۔

علاقے کے سب بڑے جرگہ میں موجود تھے جب ہاشم خان نے ادب خان کے ساتھ چل کر آتے خانزادہ کو دیکھ کر طنزیہ مسکراہٹ اچھالی۔

"سنا ہے خان حویلی میں روایات کی بڑی پاسداری کی جاتی ہے۔ بیٹیوں کو بیٹوں کے برابر حقوق حاصل ہیں مگر سردار صاحب یہاں تھوڑی غلطی کر دی ہے آپ نے کیونکہ لگتا ہے آپ کے خاندان کی بیٹیاں لڑکوں سے بھی دو ہاتھ آگے نکل رہی ہیں۔" ہاشم خان کی طنزیہ گفتگو اور غیر اخلاقی جملوں پر خانزادہ کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔ ادب خان بھی خانزادہ کی سخت ہدایت کی وجہ سے ضبط کیے کھڑے رہے تھے۔

ہاشم خان نے وہ چند تصاویر اور ویڈیو علاقے کے سرپنچ کے حوالے کی تاکہ وہ بھی سب دیکھ سکیں اور پھر جرگہ میں ان کے علاوہ کون تھا جس نے وہ ویڈیو نہیں دیکھی تھی۔ خانزادہ لب بھینچے بیٹھے رہے۔ یعقوب خٹک نے اس ویڈیو پر تمسخر سے سر جھٹکا۔

"شاید سردار صاحب کو اب سرداری سے رخصت چاہئیے کیونکہ ان کے خاندان کی بیٹیاں اگر تعلیمی اداروں میں یہی سب کرتی رہیں تو ان کے پورے خاندان کو دربدر کیا جائے گا۔"

یعقوب خٹک نے بھی وہاں اپنی زلت کا بدلہ اتارا تھا۔

"اب فیصلہ تو سردار صاحب خود کریں گے کہ لڑکی کو کاری کیا جائے یا علاقہ بدر کیا جائے۔

اور نہایت معذرت کے ساتھ اس سب کے بعد خان حویلی والے اس قابل نہیں سمجھے جانے چاہئیں کہ ان کو سرداری سونپی جائے۔" ہاشم خان نے وہاں بیٹھے سب لوگوں میں اپنا فیصلہ مشورہ کے طور پر پیش کیا۔ سب تاسف سے سر ہلاتے تبصرے کر رہے تھے۔

"سردار خانزادہ اس معاملے میں کچھ بولنا چاہو گے ؟" ایک سرپنچ نے سنجیدگی سے خانزادہ کو دیکھا۔

"ضرور بولوں گا۔ ابھی تو دیکھ رہا تھا کہ کس کس کو ہمارے خاندان کی سرداری سے تکلیف ہے۔ یعقوب خٹک نے کس بات کی بھڑاس نکالی ہے میں خوب سمجھ رہا ہوں مگر ہاشم خان کا فیصلہ میں بعد میں کروں گا۔۔

میری بیٹی کی طبیعت اس روز یونی ورسٹی میں خراب ہو گئی تھی اور اسے جو لڑکا سنبھال رہا ہے وہ اس کا شوہر اور ادب خان کا بیٹا ایاد خان ہے۔۔

نا وہ ایسا کوئی غیر اخلاقی کام کر رہے ہیں کہ ہمیں جواب دہ ہونا پڑے نا ہی یونی ورسٹیوں میں ایسے کاموں کے لیے اڈے بنے ہوئے ہیں۔" خانزادہ نے اطمینان سے بولتے ہوئے ہاشم خان کا دماغ بھک سے اڑایا جبکہ یعقوب خٹک کا چہرہ توہین سے سرخ ہوا۔

"سردار خانزادہ نے۔۔۔ صرف بات کو۔۔ دبانے کے لیے جھوٹ۔۔" ہاشم خان اس انکشاف پر بوکھلا گیا تھا۔

"جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہے، میں سرپنچوں کو نکاح نامہ دکھانے کو تیار ہوں اگر یہ مجھ سے مانگیں۔" خانزادہ نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"بالکل نہیں سردار صاحب۔۔ ہم لوگوں کے لہجے سے پہچان لیتے ہیں کون سچا ہے کون جھوٹا۔۔

پھر آپ کے خاندان کی عزت و شرافت کا کون گواہ نہیں ہے۔" ایک سرپنچ نے نرمی و عزت سے جواب دیا۔

"مگر میرے خاندان کی نیک نامی کو ڈبونے کی کوشش کی گئی، ہاشم خان نے ان کی تصاویر اور ویڈیو کیوں بنوائی اس کا سوال جرگے میں سب کے درمیاں کیا جائے اور سزا بھی تجویز کی

جائے۔

اس زلیل حرکت کی وجہ تو یقیناً مجھے یہاں زلیل کروا کر سرداری سے ہٹانے کی ہو گی مگر تم نے ثبوت دیا ہے کہ تمہارا خاندان کتنی نیچ سوچ رکھتا ہے۔"

خانزادہ غصے سے سرد لہجے میں بولتے چلے گئے۔ ہاشم خان زلت سے زمین میں گڑھ گیا۔

جرگہ خانزادہ کے لیے بلایا تھا مگر زلالت خود اٹھا رہا تھا، اس کا بنا بنایا پلان اسی پر کیسے پلٹ گیا وہ وقت پر حیران تھا۔

وہ جانتا تھا خانزادہ کی بیٹی کی طبیعت خراب نہیں ہوئی تھی بلکہ وہ نشے میں تھی مگر یہ بات ثابت کرنے بیٹھتا تو اپنی چال کھل جاتی۔

اسے اندازہ نہیں تھا خان حویلی کی لڑکی کو جو بچانے آیا تھا وہ ادب خان کا بیٹا اور اس کا اپنا شوہر تھا ورنہ وہ کبھی ان تصاویر کا استعمال نا کرتا۔

"ہاشم خان اس حرکت پر تمہیں ایک سال تک علاقے سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ اس کے بعد کوئی شکایت ملی تو تمہیں تمہارے خاندان سمیت علاقہ بدر کیا جائے گا۔۔" سرپنچ صاحب نے ہاشم خان کا فیصلہ کیا۔ وہ سرخ چہرہ لیے طیش سے بھرا بیٹھا تھا۔

"اور یعقوب خٹک اپنی عمر اور رتبہ کا خیال کرو ورنہ آئندہ میرے خاندان کی بیٹیوں کے لیے ایسے گھٹیا الفاظ استعمال کیے تو خدا کی قسم زبان کھینچ لوں گا۔ مجھے تمہاری غیرت پر حیرت ہے کہ میری حویلی میں تمہاری بہن اور بیٹی بھی موجود ہے اس کے باوجود تم میری عورتوں پر بولے ہو۔۔" خانزادہ نے یعقوب خٹک کو ترش لہجے میں جتایا۔ یعقوب خٹک یکدم سب کے درمیان چور سا بن گیا تھا۔

اس جرگہ میں موجود مردوں میں اسی علاقے کا ایک جوان لڑکا موبائل سیدھا رکھے خاموشی سے کھڑا تھا اور اس کے موبائل پر چلتی ویڈیو کال پر اوراد خانزادہ نے شعلہ بار آنکھوں سے جرگہ کی پوری تفصیل دیکھی تھی۔

پھر وہ لڑکا فیصلے ہونے پر نامحسوس انداز سے کال کاٹتا جرگہ کے رش سے باہر نکل آیا اور دور نکلتے ہوئے موبائل پر آتی اوراد خانزادہ کی کال اٹینڈ کی۔

"جی خان صاحب میرے لیے کوئی اور حکم۔۔" اس نے ادب بھرے لہجے میں سوال کیا۔

"ہاشم خان کے بندوں تک پہنچو اور پتا کرو اس کا یقین جیت کر اس کا وفادار بننے کی کیا شرط ہے اور یہ کام تین دن میں کر لینا اسلم خان۔۔" اوراد نے سنجیدہ لہجے میں اسے حکم دیا۔

" بالکل ہو جائے گا خان صاحب۔۔" اسلم خان نے نہایت اعتماد کے ساتھ اسے یقین دلایا تھا۔

" کر لو تو مجھے خبر دینا۔۔" اوراد نے مختصر سا جملہ بول کر کال کاٹ دی۔ اسلم خان نے پلٹ کر جرگے سے جاتے لوگوں کو دیکھا اور ایک طرف قدم بڑھا دیئے۔

وہ اس علاقے کا پھرتیلا اور نہایت چالاک لڑکا تھا۔کچھ سال پہلے اس کی ماں کے علاج کے لیے اوراد کی طرف سے خاموشی سے دی گئی ایک بڑی رقم کے بعد سے اس کی وفاداری اوراد خانزادہ سے مرتے دم تک قائم ہو چکی تھی اور یہ بالکل پہلا موقع تھا جب اوراد خانزادہ اس سے کام لے رہا تھا۔

وہ اپنی جان پر کھیل کر بھی اوراد کا اعتماد جیت لینا چاہتا تھا تاکہ ہمیشہ کے لیے اوراد کا خاص اور وفادار ملازم بن جائے مگر یہ فیصلہ وقت کے ساتھ ہونے والا تھا کہ وہ واقعی وفادار تھا یا دشمن۔۔۔

oooooooooo

ریاض اپنے ساتھ ایقان کو لیے مال میں گھوم رہا تھا۔وہ آنکھیں پھاڑے شیشے کی دکانوں سے نظر آتے چمکے دمکتے سامان اور ماڈرن ازم کے نام پر مردانہ طرز کے جینز شرٹ جیسے لباس پہن کر گھومتی لڑکیوں کو دیکھ رہی تھی۔

"تمہاری شاپنگ کے لیے ہمیں اوپر والے فلور پر جانا ہو گا۔یہاں آؤ۔۔" ریاض نے کہتے ہوئے اس کی کلائی تھام کر ایک جانب قدم بڑھائے۔ایقان سر ہلاتی اس کے ساتھ چل رہی تھی مگر نظریں اطراف پر ہی جمی تھیں۔

یہاں وہاں دیکھتے ہوئے سیڑھی پر قدم رکھا تو اسے جھٹکا لگا،اس سے پہلے کہ وہ لڑکھڑا کر گرتی ریاض نے اس کی کمر کے گرد بازو پھیلا کر اسے خود سے لگایا۔

"یہ۔۔یہاں سے گر جاؤں گی میں۔۔" خود بخود بجلی سے اوپر کی جانب جاتی سیڑھی پر کھڑی ایقان کی ٹانگیں لرزنے لگیں۔اس کی حالت پر ریاض کے لیے ہنسی دبانا مشکل ہو گیا۔

"پاگل لڑکی میں ہوں ناں تمہارے ساتھ۔۔ گرنے نہیں دوں گا۔ ہم پہنچنے والے ہیں آرام سے قدم فرش پر رکھ دینا۔ ایزی رہو دیکھو سب تمہیں دیکھ رہے ہیں۔۔" اس کے کان کے پاس جھک کر رباض نے آہستگی سے سمجھایا۔ وہ نفی میں سر ہلاتی روہانسی ہو گئی۔

اوپر والے فلور پر پہنچ کر رباض نے اسے تیزی سے فرش کی طرف کھینچ کر اتارا تھا ورنہ وہ اترنے کا سوچ کر ہی گھبرا چکی تھی۔

"آپ مجھے یہاں لائے ہی کیوں، میں ان سیڑھیوں پر نہیں چڑھ سکتی، میں سب کے درمیان گر جاتی تو؟؟؟"

وہ اترتے ہی راستے سے ہٹ کر ایک طرف ہوتی دبی دبی آواز میں اس سے لڑنے لگی۔

"مجھے نہیں پتا تھا ایم سوری۔۔ مجھے پہلے بتانا تھا ناں۔۔" رباض نے معذرت کرتے ہوئے نامحسوس انداز سے اسے سہارا دے کر سنبھالا تھا۔

"خان صاحب مجھ سے اب چلا نہیں جا رہا۔ مجھے لگ رہا ہے یہ فرش بھی حرکت کر رہا ہے۔" ایقان اس کے کان کے پاس ہو کر سرگوشی کرتی روہانسے لہجے میں بولی۔ رباض کاجی چاہا زور زور سے قہقہے لگائے۔

وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا ایقان اتنی سادہ لڑکی ہو گی۔ وہ چہرہ دوسری جانب موڑ کر نچلا لب دانتوں تلے دبائے ہنسی روک رہا تھا۔

"خان صاحب۔۔" وہ اپنا وزن اسی پر ڈالے اس کے سہارے چلتی اسے پھر سے پکارنے لگی۔

"ایقان بس تم مجھے دیکھو، مجھے بتاؤ کہ تمہیں کیسے ڈریسز چاہئیں بلکہ ایسا کرتے ہیں وہ سامنے ہی شاپ ہے۔ وہاں سے تم اپنی پسند کے فینسی ڈریس دیکھ لو۔۔" رباض اسے اپنے قریب کرتا نرمی سے بولا اور سامنے موجود فینسی ڈریس کی شاپ پر اسے لے گیا۔

وہ کپڑوں کو دیکھتی سب بھول گئی، چمکتی آنکھوں سے ڈریسز دیکھنے لگی۔ رباض آہستگی سے ہنستا اسے ہی دیکھتا جا رہا تھا۔

ایقان کے خوف کی وجہ سے اسے ساری شاپنگ اسی فلور سے کرنی پڑی۔ اس کے ڈریس کی میچنگ جیولری اور سینڈلز کے علاوہ اپنے اور اس کے پرفیومز تک لے لیے۔ ایقان نے تھک کر اس سے واپس چلنے کی منت کی مگر واپسی کے لیے اسی جگہ پہنچنے پر ایقان گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی۔

"میں نیچے کیسے جاؤں گی اب۔۔" وہ بس رونے ہی والی تھی۔ رباض نے اس کا ہاتھ تھاما اور قدم بڑھا کر دوسری جانب موجود گلاس لفٹ میں داخل ہوا۔ ایقان نے سکون بھرا سانس لیا۔ نیچے پہنچ کر باہر نکلتے ہوئے وہ سب بھول گئی مگر رباض اب بھی اس کی حالت پر ہنس رہا تھا۔

باہر ابھی دن ڈھلنے کے آثار واضح ہوئے تھے، ایقان باہر سے کھانے پینے کی شوقین نہیں تھی اس لیے وہ گاڑی میں بیٹھتے ہی حویلی کی طرف روانہ ہو گئے۔

"شام تک آرام سے پہنچ جائیں گے ہم۔ تم ریسٹ کرنا چاہتی ہو تو کر لو ایقان۔۔" رباض نے روڈ پر آتے ہی ایقان کا سر سہلاتے ہوئے نرمی سے کہا۔ وہ سر ہلاتی سیٹ کی بیک سے پشت ٹکا گئی۔

رباض نے خالی روڈ آنے پر گاڑی کی رفتار بڑھا دی۔

oooooooooooo

اوراد سب کے بار بار کہنے کے باوجود مہندی سے ایک روز پہلے ہی حویلی میں پہنچا تھا۔ ہال میں کھڑی گل جان سے ملا اور سیدھا اپنے کمرے میں پہنچ کر فریش ہوا۔ بال برش کرتے ہوئے پلٹ کر دیکھا تو الہام کمرے کے دروازے پر کھڑا تھا۔

وہ یقیناً اسی کا منتظر تھا کیونکہ وہ اس سے اپنی شاپنگ کا پہلے ہی بول چکا تھا۔ اس کی شاپنگ پہلے بھی اوراد ہی کرتا تھا لہٰذا پسند ناپسند کا مسئلہ نہیں تھا۔

"اپنا سامان یہان سے لے لو الہام اور علیہا کے سامان کو مت چھیڑنا اسے میں خود دے دوں گا۔" اسے ہدایت دے کر وہ کمرے سے نکل گیا۔ پریہان سے ملنے ان کے روم میں پہنچا تو وہاں خانزادہ بھی موجود تھے۔

"السلام و علیکم۔۔" اس نے نارمل انداز میں دونوں کو سلام کیا اور ایک طرف بیٹھ گیا۔

"اوراد میں بس تمہیں ہی کال کرنے والی تھی۔ بیٹا فیملی ایونٹ میں انسان ہیلپ ہی کروا دیتا ہے۔ سب انتظامات ابراہیم اور ریاض نے کیے، الہام تو ویسے بھی فارغ ہے۔ علیہا بھی ناراض ہے تم سے کہ تم اس کو وقت نہیں دے رہے۔" پریہان اس کے پاس بیٹھ کر اسے سمجھانے لگیں۔ وہ سر جھکا گیا۔

"جی بس تھوڑا بزی ہو گیا تھا۔ اب آ گیا ہوں تو جو کچھ رہ گیا ہے سنبھال لوں گا۔" وہ معذرت خواہ لہجے میں بول رہا تھا۔ پریہان نے سر ہلایا۔

"کوئی بات نہیں کام بھی ضروری تھا۔ کیا تم نے اپنی تیاری کر لی ہے؟" خانزادہ کے سوال پر وہ سر ہلا گیا۔

"جی بس آج ہی۔۔آپ کی طبیعت اب ٹھیک ہے؟" وہ جرگہ کا سوچ کر انہیں بغور دیکھنے لگا۔۔

اسے ڈر تھا وہ جرگہ میں ہوئی باتوں سے پریشان ہو کر اپنی طبیعت خراب نا کر بیٹھیں۔

"اب ٹھیک ہوں۔" خانزادہ اس کی فکر پر مسکرائے۔

"میں خانی مورے سے مل کر علیہا کے پاس جاتا ہوں۔آپ ریسٹ کریں۔" وہ اتنی سی بات کے بعد اٹھ کھڑا ہوا۔ان دونوں نے اثبات میں سر ہلا کر اسے اجازت دی۔

وہ ان کے کمرے سے نکل کر گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔

"اوراد خوش نہیں لگ رہا تھا حدیر۔۔" پریہان اس کے جاتے ہی افسردہ سی ہو گئیں۔وہ خاموش رہے۔

وہاں وہ خانی بیگم سے ملا تو وہ جو کتنے دن سے سب سے منہ موڑے کمرے میں بند تھیں اسے سینے سے لگائے ہنسنے مسکرانے لگیں۔

"تم ٹھیک نہیں ہو لیکن تم کچھ بتاؤ گے بھی نہیں۔۔

خیر اس بار میں تمہیں احواد دکھاؤں گی اور میری خاطر اسے ایک نظر دیکھ لینا کیا خبر پسند آ جائے۔۔

میں بس تمہاری خوشی دیکھنا چاہتی ہوں اوراد۔۔"

خانی بیگم کے جملوں پر وہ انہیں دیکھنے لگا۔ جس اداسی کو وہ اپنے اندر گاڑھ چکا تھا وہ اسے بھی پہچان گئی تھیں۔۔؟؟؟ وہ حیران تھا۔

"مورے کیا آپ کو پتا ہے کبھی کبھی مجھے لگتا ہے مجھے صرف آپ سمجھتی ہیں اور کوئی نہیں۔" وہ بے ساختہ ان کے ہاتھ تھامتا سر جھکا گیا۔

پہچانا تو پریہان نے بھی تھا مگر فرق یہ تھا کہ وہ ایسی باتیں کہہ نہیں پاتی تھیں، انہیں ڈر لگتا تھا اور ادہاں نا کہہ دے اور خانی بیگم جو سوچتی تھیں بول دیتی تھیں۔

"میں نے تمہیں پالا ہے، تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں۔" وہ تفاخر سے بولیں تو وہ یکدم مسکرایا۔

"مگر آپ آج نہیں پہچان پائیں۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔" وہ اپنی کیفیت سے مکرتا انہیں غلط ثابت کرنے پر تُلا تھا۔ خانی بیگم اسے شرم دلانے لگیں۔ وہ مسکرا کر سر جھٹکتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں آپ سے بعد میں تفصیلی بات کرتا ہوں۔ ابھی میری گڑیا مجھ سے ناراض ہے، اسے منا آؤں۔" وہ علیہا کی بات کرتا اٹھ کھڑا ہوا۔ خانی بیگم یک ٹک اسے دیکھنے لگیں۔

کریم کلر کے کُرتا شلوار میں اس کا دراز قد و جیہہ سراپا بہت پرکشش لگ رہا تھا۔ سنجیدہ چہرے پر سجی نیلگوں مائل آنکھیں اس کی اداسی صاف واضح کر رہی تھیں مگر وہ مان نہیں رہا تھا۔

وہ ان کے کمرے سے نکلا تو رک کر موبائل پر ریسیو ہوا میسج اوپن کرنے لگا۔۔

"تم نے جو ڈیٹا مانگا تھا وہ سارا بھیج دیا۔" اس کے دوست حاشر کا میسج تھا اور ساتھ چند تصاویر۔۔۔۔

"تھینکس۔۔یہی بہت ہیں۔" اس نے جوابی میسج بھیجااور فضا میں پر سکون گہرا سانس بھر کر حویلی میں پھیلی رونق اور کھلکھلاہٹوں سے نظریں چراتا علیہا کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

oooooooooo

اسوان آئی تو علیہااور حمالہ اشتیاق سے بھری پہلی فرصت میں اس کے پاس پہنچ گئیں۔

"تمہارا نکاح ادب انکل کے بیٹے سے کیوں ہوا۔اور ادلالا نے تو سر ایاد سے رشتہ طے کیا تھا ناں؟؟" علیہا نے اس سے سوال کیا۔اسوان نے دونوں کو دیکھا۔وہ متجسس اور سوالیہ

نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"تم بس انتظار کرو تم دیکھنا میں گلالئی کا کیا حشر کرتی ہوں۔سر ایاد خان اس کے لالا ہیں اور اس گھنی نے ہمیں یہ بات کبھی بتائی ہی نہیں۔

بلکہ ہمارے درمیان بیٹھ کر ان کی برائیاں سنتی رہی۔" اُسوان کی بات پر ان دونوں کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔وہ منہ کھولے ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔

"یااللہ اور ہم کتنا بولتی رہیں سر کے بارے میں۔۔اور سب سے زیادہ تو تم بولتی تھیں اُسوان۔۔" علیہا بری طرح گھبرا گئی تھی تاسف سے اسوان کو دیکھا،یوں جیسے اس کی قسمت پر افسوس کر رہی ہو۔

"مطلب وہ اس لیے سر ایاد کی سائیڈ لیتی تھی۔کتنی چالاک ہے گلالئی۔۔" حمالہ حیران ہو رہی تھی۔

"قسم سے میں گلالئی کو چھوڑوں گی نہیں۔۔ مجھے تو خود بھی وہاں اپنے نکاح پر پتا چلا جب سسر کی جگہ ادب انکل اندر آئے۔۔

اور دیکھنا یہ ایک ایک بات بتائے گی اپنے لالا کو۔۔۔ اگر اس نے ایسا کیا تو میں منہ توڑ دوں گی اس کا۔"

اُسوان دانت کچکچا کر بول رہی تھی۔ سوچ سوچ کر اس کا دماغ بلبلا رہا تھا۔

سسرال میں گلالئی جیسی دوست موجود ہو تو ایسے ہی خوف ستاتا ہے کیونکہ وہ چاروں ہمیشہ ساتھ رہی تھیں اور ایک دوسرے کی ایک ایک حرکت اور ہر راز سے باخبر تھیں۔

اور صرف گلالئی ہی نہیں بلکہ وہ سب موقع پڑنے پر ایسے ہی ایک دوسرے کی ہر بات کھول کر رکھ دیتی تھیں۔ اُسوان کو یقین تھا گلالئی بھی ایسا کرے گی۔

ریما ملنے آئیں تو وہ گلالئی کی کلاس لینے کا سوچ کر باہر نکلی مگر وہ آئی نہیں تھی۔

"گلالئی بہت خوش ہے اپنی ہی دوست بھابھی بن گئی ہے۔ میں آج آ رہی تھی سوچا اُسوان سے ملوں اور اس کی چوائس کلر وغیرہ پوچھ لوں شادی کی شاپنگ تمہاری پسند سے ہی کرنا چاہتی ہوں۔

میں نے تو گلالئی سے بھی کہا کہ ساتھ چلو کہتی ہے نہیں مہندی پر ہی ملوں گی۔" ریما ہنس ہنس کر بتا رہی تھی۔ اُسوان چہرے پر مسکراہٹ سجا گئی مگر دل میں اسے کچا چبانے کا سوچ

رہی تھی۔

وہ اس کی پسند پوچھ کر دو دن بعد ہی سارا سامان دے گئی تھیں، گلالئی اس بار بھی نہیں آئی تھی۔اُسوان شادی کے بعد حساب برابر کرنے کا سوچ کر خاموش ہو گئی۔

مہندی کا دن آ پہنچا تو ایقان نے خود حمینہ کو تیار کیا اور اس کے بعد ان کے پاس بھی گئی۔ وہ پرجوش تھی بس نہیں چل رہا تھا ان سب کو پھولوں سے سجا دے۔ مگر خانی بیگم نے مہندی کے روز دلہنوں کو میک اپ وغیرہ کرنے سے سختی سے منع کر دیا۔

مرحا اپنی مہندی کا سوٹ پہن کر ناک چڑھا گئی۔ زرد پیلے رنگ کا کلیوں والا فراک اس کی کھلتی شفاف رنگت پر بہت جچ رہا تھا مگر ڈیزائن قدرے پرانا تھا۔

اس نے پلٹ کر بیڈ پر پڑا لیمن کلر کا سٹائلش ڈریس دیکھا، ایسے ڈریس اُسوان، علیہا اور حمینہ کے بھی تھے اور حمالہ کی پسند دیکھ کر خان داور نے اسے بھی منگوا دیا تھا مگر اسے اجازت نہیں ملی تھی وہ پہننے کی۔۔

مہندی کا فنگشن ہونے والا تھا۔ وہ پھولوں کا زیور ہاتھ میں لیے دوسرے ڈریس کو دیکھ رہی تھی۔

"حمالہ ابھی تک تیار نہیں ہوئی؟" ایقان نے اس کے کمرے میں جھانکا تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"ہاں بس ہونے لگی ہوں۔" وہ سر ہلاتی فیصلہ کن انداز میں دوسرا ڈریس اٹھا کر ڈریسنگ روم میں بند ہو گئی۔

پلوشے کا دیا ڈریس چینج کر کے اپنی پسند کا لباس پہن کر وہ کمرے سے باہر نکلی تاکہ مرحا سے بات کرے کہ وہ یہی پہنے گی۔ سامنے سے آتی خانی بیگم اسے دیکھ کر ٹھٹک گئیں۔

"ادھر آؤ زرا۔۔ یہ کون سا لباس پہن رکھا ہے؟ پلوشے کا دیا سوٹ کہاں گیا؟" خانی بیگم نے سرد غصیلے لہجے میں اسے پکار کر سوال کیا تو وہ گڑبڑا گئی۔

"مورے۔۔ وہ ڈریس تو۔۔" حمالہ گھبرا کر وضاحت دینے کی کوشش کرنے لگی۔ خانی بیگم کی سرد نظروں سے اس کا دل بند ہونے لگا تھا۔

"جاؤ اور وہی لباس پہن کر آؤ۔۔ عین رسم کے موقع پر تماشہ ضرور کھڑا کرنا ہے تم نے؟ حرکتیں تو تمہاری ویسے ہمیشہ سے الٹی تھیں مگر بہتر ہو گا اب سنجیدہ ہو جاؤ ورنہ سسرال میں یہ سب کوئی برداشت نہیں کرے گا۔" خانی بیگم نے اسے جھاڑ کر رکھ دیا تھا۔ وہ شرمندگی سے سر جھکا گئی۔ سب ملازمین کے درمیان اس عزت افزائی پر آنکھیں بھر آئی تھیں۔ زلت سے سرخ پڑتی سسکی دبا گئی۔

"اب کھڑی کیوں ہو، جاؤ اور لباس بدلو۔۔" خانی بیگم کے دھاڑنے پر وہ اچھل کر رہ گئی۔ پلٹ کر اپنے کمرے کی جانب بھاگ گئی۔ آنکھوں سے آنسو رواں ہو چکے تھے۔

"شکر ہے ان سے جان چھوٹ جائے گی۔ ہر وقت ڈانٹتی ہیں۔ ان سے میرا وجود برداشت نہیں ہوتا اور سب چاہتے تھے ہمیشہ کے لیے یہیں رہوں۔" وہ روتے ہوئے بڑبڑا رہی تھی۔ دوبارہ سے کپڑے بدلے اور ناپسندیدہ لباس پہن کر پہلی بار پھولوں کے زیور بھی بنا دیکھے دور پھینک دیئے۔ اس کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا تھا۔ گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹ کر چہرہ چھپائے پھوٹ پھوٹ کر روتی چلی گئی۔

وہاں خانی بیگم نے مرحا کو اپنے کمرے میں بلوا لیا۔

"جس خاندان میں تمہاری بیٹی جا رہی ہے وہاں اس کے رہن سہن سے لے کر بولنے تک پر اعتراض ہو گا کیونکہ سچ بات یہ ہے تم دونوں نے اکلوتی بیٹی کو لاڈ پیار میں کسی قابل نہیں چھوڑا۔

اسے نہیں پتا کب کیا بولنا ہے، کیا کرنا ہے۔آج مہندی کے روز وہ اپنا شگن کا جوڑا چھوڑ کر باپ کا دلایا سوٹ پہن کر کھڑی ہو گئی۔ میں نا دیکھتی تو سب کے درمیان تماشہ ہو جاتا آج۔۔" وہ غصے سے سرخ چہرہ لیے بولتی جا رہی تھیں۔ مرحا پریشان سی سر پکڑ کر رہ گئیں۔ صوفے پر بیٹھے اورادنے موبائل سے نظر اٹھا کر انہیں دیکھا تھا۔

"جی میں اسے سمجھاؤں گی۔" وہ شرمندگی سے بولیں تو خانی بیگم سر جھٹک گئیں۔

"ابھی تو میں نے کپڑے بدلنے کا کہہ دیا ہے مگر آئندہ کے لیے سمجھا ضرور دینا۔اب جاؤ تیاری کرو۔۔" خانی بیگم نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے انہیں بھیج دیا۔

"جب آپ اسے پہلے ہی ڈریس چینج کرنے کا کہہ چکی تھیں تو میرے سامنے انہیں بلا کر شرمندہ کرنے کی کیا ضرورت تھی مورے۔" اورادنے مرحا کے جاتے ہی خفگی سے خانی بیگم کو دیکھا۔

"اس کے فائدے کے لیے کہا ہے۔اس دو فٹ کی لڑکی کے نخرے آسمان پر ہیں مگر طریقہ سلیقہ بالکل نہیں۔ماں باپ کو شرمندہ کروائے گی اور ہماری حویلی کا بھی نام خراب کرے گی۔" خانی بیگم تنفر سے حمالہ کے خلاف بول رہی تھیں۔ وہ انہیں پہلے بھی پسند نہیں تھی اور اب تو مزید زہر لگنے لگی تھی۔

"جو بھی ہو۔۔آئندہ آپ بڑوں کو بلا کر ہم چھوٹوں کے سامنے مت ڈانٹیے گا۔یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔ایسا نا ہو ان کے ساتھ ساتھ ہمیں بھی آپ کو اوائڈ کرنا پڑے۔" وہ سنجیدگی سے بولتا موبائل پر آتی کال اٹینڈ کر کے کمرے سے نکل گیا۔

"ایک تو اس لڑکے کا دماغ کب گھوم جائے پتا نہیں چلتا۔" خانی بیگم بڑبڑا کر رہ گئیں مگر اب احتیاط کرنا ان کے لیے ضروری ہو گیا تھا۔

oooooooooooo

ایقان تیاری کر کے شیشے میں اپنا عکس دیکھتی مایوس ہو گئی۔رباض کف لنکس بند کرتا ڈریسنگ ٹیبل سے پرفیوم اٹھا رہا تھا۔

""خان صاحب سب نے ہی لیمن، وائٹ یا یلو کلر کی ڈریسنگ کی ہے اور ایک میں ہوں جس نے نیلا سوٹ پہنا ہوا ہے وہ بھی آپ کی ضد کی وجہ سے۔۔" ایقان نے بے چینی سے اپنا عکس دیکھ کر کہا۔ رباض نے گہری نظروں سے اس کا جائزہ لیا۔

"پیاری لگ رہی ہو پاگل۔۔مجھے یہ رنگ پسند ہے اور تم پر تو اور بھی زیادہ اچھا لگ رہا ہے۔" وہ مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا۔اس کی سفید رنگت پر گہرا نیلا رنگ بہت جچ رہا تھا۔بالوں کے ہالے میں اس کی معصوم صورت پر ناراضگی کے تاثرات رباض کو ہنسنے پر مجبور کر گئے۔

"تمہارا یہ رنگ روپ میرے لیے ہے تو میری مرضی چلنی چاہیئے ناں؟ ویسے یونیک لگو گی تم۔۔ ڈفرنٹ کلر کو سب نوٹس کریں گے۔" وہ اسے بہلا رہا تھا۔

ایقان اس کی بات پر توجہ سے خود کو دیکھنے لگی۔

"سب ہنسیں گے تو نہیں ناں؟" وہ یقین دہانی چاہ رہی تھی۔ ریاض نے نفی میں سر ہلا کر نرمی سے اس کے رخسار سہلائے۔

"تعریف کریں گے، لکھوالو۔۔" وہ یقین دلا رہا تھا۔ ایقان جھینپ کر سر ہلا گئی۔ وہ اس کا سر تھپتھپا کر ہینڈ واچ پہنتا کمرے سے نکل گیا۔ ایقان بھی بھاری بڑا ڈوپٹہ خود پر سلیقے سے اوڑھتی ایک آخری نظر خود پر ڈال کر باہر نکل گئی۔

مہندی پر پورا خاندان سٹیج پر بیٹھی مہندی کی دلہنوں کو دیکھ رہا تھا جو شفاف سادہ چہرہ لیے ایک سے بڑھ کر ایک لگ رہی تھیں مگر ان میں واحد علیہا تھی جس کے لبوں پر شرمیلی سی

مسکراہٹ ٹھہری تھی۔

اُسوان تو گلالئی کو گھور رہی تھی جو قہقہے لگاتی اسے دور دور سے دیکھ رہی تھی مگر قریب جانے کی جرات نہیں کی تھی۔ حمالہ سر جھکائے جانے کن سوچوں میں گم تھی۔ سوگوار چہرے پر بہت زیادہ رونے کی وجہ سے گلابی پن اور سوزش نمایاں تھی جبکہ حمینہ اڑے ہوئے حواس کے ساتھ کچھ دیر بیٹھی تھی اور پھر اٹھ کر چلی گئی تھی۔

لوگوں کی نظریں اور حیرت اسے گھبراہٹ میں مبتلا کر رہی تھیں اس پر یہ پریشانی کہ اس کی بیٹی کی طبیعت پھر سے خراب ہو چکی تھی۔

پریہان اپنے ساتھ ایقان کو لیے سب سے مل رہی تھیں، خانی بیگم نے انہیں بلا کر خصوصی طور پر اپنی بہن کی نواسی احواد سے ملوایا۔

نازک چہرے پر نرمی بھرے نقوش کے ساتھ قدرے سنجیدہ سے تاثرات لیے احواد، پریہان سے مل کر ایک طرف بیٹھ گئی۔ خانی بیگم پرجوش سی اپنی بہن کو احواد کے رشتے کے لیے اطمینان رکھنے کا بار بار کہہ رہی تھیں۔ ایقان نے خانی بیگم کی باتوں پر بے ساختہ احواد کو دیکھا تو وہ رخ پھیرے غیر مرئی نقطے پر نظر جمائے بیٹھی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو صاف چمک رہے تھے۔

ایقان کو اس کے لیے دل سے افسوس ہوا، اسے کیسا لگ رہا ہو گا جب اس کی نانی شادی کے نام پر اس سے جان چھڑوانے کی کوششوں میں تھی اور خانی بیگم اس کے سامنے ہی اس کا رشتہ ہو جانے کا اطمینان دلا رہی تھیں۔ ایقان کو سمجھ آ رہی تھی کہ اسے اپنا آپ کتنا بوجھ زدہ اور بے کار لگ رہا ہو گا۔

باقی تمام وقت ایقان نے اس سے بات کر کے اسے نارمل کرنے کی کوشش کی تھی مگر وہ صرف مسکرا کر اسے سنتی رہی تھی، وہ بولی کچھ نہیں۔۔

وہاں مردان خانے میں مردوں سے الگ بیٹھے لڑکے آپس میں چھیڑ چھاڑ کرنے میں مگن تھے۔ رشتے دار کزن بھی وہیں جمع تھے۔

"ابراہیم لالا شادی کے کتنے دن بعد ہاسپٹل واپس جانے کا ارادہ ہے؟" الہام کی زبان میں کھجلی ہوئی۔

"ظاہر ہے نیکسٹ ڈے واپس چلا جاؤں گا۔ کچھ سرجریز کی ڈیٹ دے چکا ہوں۔" ابراہیم بے نیازی سے بول رہا تھا۔ ریاض نے تاسف سے نفی میں سر ہلایا۔

"شرم کرو اگلے روز چلے جانا ہے تو شادی ہی کیوں کر رہے ہو۔ بس ہاسپٹل میں رہو۔۔" ریاض نے اسے شرم دلائی۔ وہ مجبوری پر ایک لمبی پر اثر تقریر کرنے لگا۔

اوراد مہمان مردوں کو ملتا انتظامات سنبھال رہا تھا۔ موبائل پر آتی ایاد خان کی کال اٹینڈ کر کے کان سے لگایا۔

"اوراد کہاں گم ہو، میں میسج کرتا رہا، کالز بھی کیں۔ ناراض ہو کیا؟؟" ایاد شرمندہ سے لہجے میں بول رہا تھا۔ اوراد بے تاثر چہرے کے ساتھ سن رہا تھا۔

"نو اٹس او۔ کے۔۔ پکچرز کے لیے تھینکس کہنے کی ضرورت نہیں، اُسوان میری بہن ہے. یہ میں نے اس کے لیے کیا ہے۔" وہ مصروف سے لہجے میں بولتا ملازمین کو نئے آنے والے مہمانوں کے لیے چائے لانے کا کہنے لگا۔

"پھر بھی تمہارا احسان ہے مجھ پر اینڈ ایم سوری میرا اپنا فائدہ تھا پھر بھی تمہاری بات نہیں مانی حالانکہ۔۔" ایاد معذرت کر رہا تھا۔ اوراد کو اس کی معذرت اور شرمندگی اچھی نہیں لگ رہی تھی۔

اوپر سے اپنے موبائل پر اسلم خان کی بار بار آتی کال پر اس نے گہرا سانس بھرا۔

"ایاد خان اٹس۔ او کے۔۔ میرا رائٹ نہیں تھا تمہارے لیے فیصلہ کرتا۔۔ آئی واز رونگ، سو اٹس فائن۔۔ ابھی کال رکھتا ہوں بزی ہوں۔" اوراد نے اس کی بات کاٹ کر اسے معذرت کرنے سے روکا اور معذرت کر کے کال کاٹ دی۔

"ہاں بولو اسلم خان۔" اپنے بندے کی کال اٹھا کر وہ سنجیدگی سے بولا۔

"خان صاحب میں نے ہاشم خان کے ملازمین تک رسائی حاصل کر لی ہے۔ ہاشم خان کی کمزوری جان کر جلد آپ کو اطلاع دوں گا۔۔" اسلم خان کی بات پر وہ چونک گیا۔ اسے اسلم خان کی اس پھرتی پر حیرت محسوس ہوئی تھی۔

"مجھے بعد میں کال کرنا۔ تفصیل کے بغیر بار بار کالز مت کرو اسلم خان۔" اورادنے ماتھے پر بل ڈال کر کہا اور کال کاٹ دی۔ اس کا دماغ اسلم خان پر الجھ رہا تھا۔ کیا وہ ٹھیک بندہ تھا۔ وہ اتنے جلدی ہاشم خان تک کیسے پہنچ گیا۔؟؟ اورادکو کچھ عجیب لگ رہا تھا۔

خان آذر کی پکار پر وہ خیال سے جاگتا ان کی طرف بڑھ گیا۔

oooooooooooo

ابراہیم گل جان کے بلاوے پر زنان خانے پہنچا تو ملازمہ کے بتانے پر گل جان کے کمرے میں پہنچا۔

"آپ نے بلایا مورے گل؟" وہ کمرے میں داخل ہوتا چونک گیا۔ سامنے حمینہ مہندی کے لباس میں بیٹھی رو رہی تھی۔

"ہاں ابراہیم دیکھو تو بچی کو بہت تیز بخار ہے۔ میں نے بہت کوشش کی خود دوا کروں مگر بخار بڑھ گیا ہے۔"

گل جان پریشانی سے بول رہی تھیں۔ ابراہیم نے آگے بڑھ کر بچی کو ان سے لے لیا۔

"مورے گل یہ بس ویک ہے بہت اور اس کا ہارٹ پرابلم ہے اس لیے بیمار ہو جاتی ہے۔" وہ ان کو بتاتا حمینہ کی جانب مڑا۔

"کتنی مرتبہ سمجھا چکا ہوں اس کو زیادہ رلانا نہیں، اس کے لیے نقصان دہ ہے۔" ابراہیم نے آہستگی سے بولتے ہوئے حمینہ کو اپنی ہدایت یاد دلائی۔

وہ بے بس سی سر پکڑے روتی جا رہی تھی۔

"بیٹا وہ بھی کیا کرے، بچی کے لیے پوری رات جاگتی رہی پھر آج مہندی کے لیے جانا بھی ضروری تھا، اپنی دادی کو تو جانتے ہو۔۔ان کے ارمان پورے نہیں ہو رہے۔

بچاری تھوڑی سی دیر کے لیے گئی اور فوراً واپس بھی آ گئی پھر بھی گڑیا نے رو رو کر برا حال کر لیا۔ میں بھی مہمانوں سے مل رہی تھی ملازمہ نے جانے کیسے سنبھالا۔۔" گل جان نے تاسف سے اسے تفصیل بتائی۔

"اچھا گھبرائیں نہیں۔۔ میں اسے ہاسپٹل لے جاتا ہوں، آپ حمینہ کو سنبھالیں مجھے تو یہ بھی بیمار لگ رہی ہے۔" ابراہیم نے حمینہ کو دیکھ کر فکرمندی سے کہا۔ وہ رو رو کر ہی بے حال ہو رہی تھی۔ رتجگے سے سرخ ہوتی آنکھیں اور سفید پڑتی رنگت سے وہ برسوں کی بیمار لگ رہی تھی۔

"ہاں ٹھیک ہے۔" گل جان نے سر ہلا دیا۔

"میں بھی ساتھ۔۔" حمینہ نقاہت بھری آواز میں بولی تو گل جان نے نفی میں سر ہلایا۔

"تم ابھی حویلی سے نہیں نکل سکتی، کل تمہاری شادی ہے اور اپنی حالت تو دیکھو۔۔" گل جان اسے سمجھانے لگیں جبکہ ابراہیم وہاں سے نکل کر چلا گیا۔

ہاسپٹل پہنچا تو ڈاکٹر نے بچی کا تفصیلی معائنہ کیا۔

ابراہیم بچی کی حالت دیکھ کر افسردہ ہو گیا۔

"خان صاحب۔۔ برا نہیں مانیے گا مگر یہ بچی۔۔ زیادہ وقت زندہ نہیں رہ پائے گی۔" ڈاکٹر نے ہچکچا کر ابراہیم کو بتایا جو پہلے ہی سمجھ چکا تھا۔

"ہاں جانتا ہوں مگر۔۔ میں اس کی ماں سے یہ بات نہیں کہہ سکتا۔" ابراہیم نے شکستگی سے کہا تو ڈاکٹر افسوس سے بچی کو دیکھنے لگا۔

پیدائش سے ہی لاغر اور کمزور سی بچی دل کے مرض میں مبتلا تھی۔ نا اس کی پیدائش ایک نارمل ماں سے ہوئی تھی نا پیدائش کے بعد اسے اچھا ماحول مل سکا تھا۔ وہ بیمار رہ رہ کر مزید موت کے قریب جا چکی تھی اور یہ بات آج اسے دیکھ کر ہی ابراہیم جان گیا تھا۔ وہ نیند میں جا چکی بچی کو دیکھتا جا رہا تھا۔

"میں تو تمہیں اپنا نام بھی دینے کو تیار تھا مگر شاید تمہارا بندوبست اللہ نے جنت میں کر لیا ہے۔" ابراہیم جھک کر اس کے نرم رخسار کو چھوتے ہوئے مدھم سے لہجے میں بولا اور نم آنکھوں سے اس کا ماتھا چوم لیا۔ کچھ رشتے خون کے نہیں احساس کے ہوتے ہیں۔

بچہ کوئی بھی جائز یا ناجائز نہیں ہوتا۔ اپنا مقام بچے خود طے نہیں کرتے نا ہی وہ اپنے والدین کے کسی عمل میں حصہ دار ہوتے ہیں۔

وہ دنیا میں جب آتے ہیں تو پاک روح ہوتے ہیں مگر دنیا والے انہیں اپنے معیار کے ترازو میں تول کر خود سے طے کر لیتے ہیں کون برتر ہو سکتا ہے کون نہیں۔۔

وہ ننھی جان بھی کسی اپنے کو قبول نہیں تھی۔

ہاں وہ خوش نصیب تھی اس کی کم عمر ماں نے اپنوں کے بدلے رویوں اور دھتکار کے باوجود اسے اپنایا تھا۔اس کا خیال رکھا اور پاس رہی مگر وہ اسے صحت نہیں دے سکتی تھی۔۔

وہ اسے زندگی نہیں دے سکتی تھی۔

ابراہیم کو دکھ تھا وہ اس بچی کے لیے کچھ نہیں کر سکا حالانکہ وہ اس کا باپ بننے کو تیار تھا۔۔

oooooooooo

مہندی کا اختتام خوشگوار ماحول میں ہوا تھا۔اگلے روز بارات کے لیے تینوں گھرانوں کو ایک ہی وقت دیا گیا تھا۔

اُسوان اس رات سوتے ہوئے اس اچانک جڑ جانے والے رشتے کو لے کر پہلی بار کافی حد تک مطمئن تھی۔ایاد خان کے لیے رشتہ ضرورت تھا اور کچھ ایسا ہی خیال اسوان کا بھی تھا۔۔ محبت ان میں فی الحال ناپید تھی اور سسرال میں کوئی ایسا جھنجھٹ نہیں تھا جسے سوچ کر اسوان کی نیندیں اڑ تیں۔۔

علیہا سونے سے پہلے کیف کو ایک لمبا فرمائشی پروگرام سنا کر ہی سوئی تھی اور اسے یقین تھا اس کی کہی ایک ایک بات ہمیشہ کی طرح کیف پوری کرے گا وہ اس کی کوئی فرمائش یا بات ایسے جانے ہی نہیں دیتا تھا۔

حمالہ کو تھکن میں صرف ایک چیز چاہیئے تھی، پرسکون نیند اور وہ کپڑے بدل کر سو چکی تھی۔

اس کے دماغ میں مستقبل کو لے کر کوئی سوچ، کوئی ڈر یا خوشی نہیں تھی۔ وہ ابھی موجودہ وقت کو ہی جی رہی تھی۔ اس کی نظر میں خانی بیگم جیسی کرخت دادی کی بجائے پلوشے جیسی محبت کرنے والی پھوپھو کے ساتھ رہنا نہایت آسان تھا ہاں اس سب میں وہ پلوشے کی ہمیشہ ماتھے پر بل ڈال کر رکھنے والی بزرگ ساس کو بھلا چکی تھی کیونکہ وہ رشتہ ہونے کے بعد سے اب تک خان حویلی میں نہیں آئی تھیں۔

حمینہ پوری رات اپنی بیٹی کو گود میں لیے بیٹھی رہی تھی کیونکہ وہ نیچے سلانے پر رونے لگتی تھی۔ گل جان نے اس سے بچی کو لینا چاہا مگر وہ اب اس کے رونے پر کچھ زیادہ ہی سہم رہی تھی۔

اپنی تھکن اور موقع کا احساس کیے بنا وہ اپنی شادی، ابراہیم یا حویلی والوں سے بالکل بے نیاز صرف اپنی بیٹی کا سوچ رہی تھی۔ وہ منتظر تھی کہ کس روز اس کی بیٹی بالکل ٹھیک ہو جائے گی، صحت مند ہو جائے گی۔ اسے اب یقین ہو رہا تھا کہ خان ابراہیم اس کی بیٹی کا اچھا علاج کروا سکتا ہے۔ اپنی بیٹی کی مختصر زندگی سے بے خبر وہ اس کا مستقبل سوچے جا رہی تھی۔

جبکہ اپنے کمرے میں ایقان پرجوش سی ریاض کو اپنے لیے بولے گئے سب کے تعریفی جملے اور ستائشی نظریں بتا رہی تھی۔ ریاض دسویں مرتبہ وہی سب سنتا بے چارگی سے آنکھیں رگڑ رہا تھا جو نیند سے بند ہو رہی تھیں۔

"اور وہ جو بڑی پھپھو کی دیورانی ہیں وہ کہہ رہی تھیں خان حویلی کی لڑکیاں تو بہت پیاری ہیں مجھے اندازہ ہوتا تو کسی ایک کا پہلے ہی رشتہ مانگ لیتی۔"

ایقان نے اسے بتاتے ہوئے گردن اکڑائی۔ ریاض نے اسے پکڑ کر اپنے پاس لیٹا لیا۔ وہ پھر

سے بولنے لگی تو اس کے لبوں پر ہاتھ رکھتا اسے چپ کروا گیا۔

"وہ ان کنواری لڑکیوں کی بات کر رہی تھیں، تم میرڈ ہو اور اب چپ کر کے سو جاؤ مجھے خوف ہے کہ تمہیں نظر لگ گئی ہے کسی کی، کب سے بولے جا رہی ہو۔۔" ریاض کی بات پر وہ خفت سے لب کاٹتی کروٹ بدل کر سو گئی۔ وہ جانتا تھا اب وہ خاموشی سے سو جائے گی۔ ہاتھ بڑھا کر اسے اپنے قریب کیا اور اس کے گرد بازو پھیلا لیے۔ اسے خود میں سمیٹتا مسکراتے ہوئے سکون سے سو گیا۔

oooooooooooooooooo

اگلی صبح حویلی میں رونق اور چہل پہل لے آئی تھی۔ کچن میں سب مہمانوں کے لیے کھانوں کی خوشبو پوری حویلی میں پھیلی ہوئی تھی۔ ملازمین تیزی سے ہاتھ چلاتے سب کا کھانا برابر کر رہے تھے۔

مرد اپنا ناشتہ کر کے مردان خانے میں پہنچنے کے منتظر تھے، پریہان اور مرحا بیوٹیشن کو کال کر کے وقت کی یاد دہانی کروا رہی تھی۔ دوپہر کے قریب لڑکیاں جمائیاں لیتی بے زار سی اٹھ کر باہر آئی تھیں۔ پُروا ان کے لیے خود کھانا تیار کروا رہی تھیں۔

گل جان نے وقت سے حمینہ کو ناشتہ کروایا اور اس سے بچی کو لے کر تھوڑی دیر آرام کرنے کا کہا۔ ایقان کسی سمجھدار لڑکی کی طرح خانی بیگم کے ساتھ شادی میں سسرالیوں کو دیئے جانے والے تحائف کو ترتیب دے رہی تھی۔

وہ تینوں کھانا کھا کر باتوں میں مشغول ہوئیں تو یہ بھی بھلا گئیں کہ آج ان کی شادی کا دن ہے۔ بیوٹیشن پہنچی تو مرحا کی ہدایت کے مطابق اس کے ساتھ تین چار اور لڑکیاں بھی تھیں۔

"اٹھو لڑکیو۔۔ جا کر تیاری کرو یا ایسے ہی سر جھاڑ منہ پہاڑ رخصت ہونا ہے۔۔" خانی بیگم کی تیز آواز پر وہ تینوں پھرتی سے اٹھیں اور ایک کمرہ کی جانب بھاگ گئیں۔ان کی لاپروائی پر خانی بیگم نے تاسف سے سر ہلایا۔

وہاں اپنے پورشن میں ثنا بیگم صبح سے ابراہیم پر غصہ ہو رہی تھیں۔رات کو ان کی ملازمہ نے ابراہیم کو حمینہ کی بیٹی کو لے کر حویلی آتے دیکھ لیا تھا۔

"بچی کی طبیعت خراب تھی کیا رہنے دیتا یو نہی؟آپ کو اعتراض کس بات پر ہے آخر۔۔وہ حمینہ کی بیٹی ہے اور حمینہ سے میں شادی کر رہا ہوں تو مطلب میری بھی بیٹی ہوئی ناں۔۔یار

بابا سمجھائیں ان کو۔۔

کیوں ہر بات عدالت سج جاتی ہے یہاں۔۔" ابراہیم بری طرح زچ ہو رہا تھا۔خان موسٰی سے مدد مانگی۔

"مجھے اعتراض اس بات پر ہے کہ تم پہلے ہی تھکے ہوئے آئے تھے اوپر سے اس میسنی نے آتے ہی تمہیں ہاسپٹلز میں بھگانا شروع کر دیا۔۔کچھ نہیں ہے اس کی بیٹی کو بالکل ٹھیک ہیں وہ ماں بیٹی۔۔

کیا تم اس لیے شادی کر رہے ہو تاکہ ایسے آدھی راتوں کو تھکن کی پرواہ کیے بغیر بھاگتے پھرو؟؟"

ثنا بیگم بھڑک اٹھی تھیں،رات مہندی پر ان کا پورا خاندان ان کی ملازمہ کو ابراہیم کی دلہن کے طور پر دیکھ کر اچھا خاصہ سناجتا کر گیا تھا۔

اس بات کا غصہ انہیں کہیں تو نکالنا تھا، بہترین شکار حمینہ ہو سکتی تھی مگر وہ دوسرے پورشن میں تھی اور ابراہیم اپنی اس حرکت کی وجہ سے نظر میں آ چکا تھا۔

"مورے اسے تیاری کرنے دیں۔ کیوں خوامخواہ غصہ کر رہی ہیں۔" موسٰی نے بات ختم کرنا چاہی۔

ثنا بیگم ناراضگی سے اٹھ کر وہاں سے چلی گئیں۔ ابراہیم نے لاپروائی سے سر جھٹک دیا۔ وہ حمینہ کی زمہ داری دل سے نبھانا چاہتا تھا اور اس بارے میں وہ ٹھان چکا تھا کسی کی نہیں سنے گا۔

خان موسٰی ماں کے پیچھے جا کر انہیں منا رہے تھے تاکہ وہ شادی کے وقت منہ بنا کر نا گھومتی رہیں۔

خان ابراہیم زرشے سے اپنی شیروانی لے کر اپنے کمرے میں جا چکا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس کا تعلق اب اور کسی سے نہیں رہا تھا۔

oooooooooo

علیہا میرون رنگ کا لہنگا پہنے تیار ہو چکی تھی۔ اسوان کا لہنگا گولڈن کلر کا تھا۔ نفاست سے کیے میک اپ، نفیس جیولری اور مہنگے بھاری لہنگوں میں وہ دونوں اپنی دراز قد کے ساتھ بے حد حسین لگ رہی تھیں۔ حمینہ بھی کام سے بھرے چاکلیٹی رنگ کے لہنگے میں تھکن زدہ سی کھڑی تھی۔ اس کے چہرے پر بیوٹیشن نے بھی ایسا میک اپ کیا تھا کہ اس کی کم سنی اور معصومیت میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

حمالہ روایتی سرخ نہایت بھاری لباس میں کندھے گرائے بیٹھی تھی۔ میک اپ کی تہہ نے بھی اس کی شفاف دمکتی رنگت پر اثر نہیں ڈالا تھا، نازک سے نقوش ہلکی سی نوک پلک سنوارنے پر مزید پرکشش لگ رہے تھے۔ مگر چہرے پر پھیلی گھبراہٹ نمایاں ہو رہی تھی۔

"مجھے لگتا ہے میرے کندھے گر جائیں گے۔ اتنا بھاری اور موٹے کام والا ڈریس اور جیولری آج کل کون پہنتا ہے۔ میں رخصت ہونے سے پہلے شہید ہو جاؤں گی۔

پلوشے پھوپھو کو یہ سب بنواتے ہوئے میری نازک جسامت کا خیال کیوں نہیں آیا۔" حمالہ رونے والی ہو رہی تھی۔ علیہا اور اسوان اسے دیکھ دیکھ کر ہنس رہی تھیں۔ ان کو حمالہ آج کوئی سجی ہوئی پلاسٹک کی گڑیا لگ رہی تھی جسے کسی بچے نے شوق شوق میں پورے کا پورا زیورات اور بھاری لباس سے بھر دیا ہو۔۔۔۔

"اپنی شہادت کی فکر بعد میں کرنا پہلے یہ دیکھو کہ کتنی کارٹون ٹائپ لگ رہی ہو ان کپڑوں میں۔۔

یار سیریئسلی کن لوگوں میں جا پھنسی ہو تم۔۔ تمہاری پکچرز کتنی فنی ہوں گی۔" اُسوان کی بات پر حمالہ گھبرا کر شیشے کے سامنے پہنچی اور گھوم گھوم کر اپنا جائزہ لینے لگی پھر اسی شیشے میں سے باقی تینوں کے لہنگے دیکھے اور منہ اتار لیا۔ اپنا آپ آج بھی اسے نمونہ ہی لگ رہا تھا۔

باہر مہمان آنا شروع ہو چکے تھے، اندر حمالہ کا بس نہیں چل رہا تھا سب اتار کر ایک طرف رکھے اور سکون کی سانس لے۔ بھاری جھمکوں سے اس کے کانوں کی لو سرخ ہو رہی تھی۔ وہ نڈھال سی ایک طرف نیم دراز پڑی ہوئی تھی۔

فنکشن کا وقت ہوا تو پلوشے بارات کے ساتھ خان حویلی پہنچتے ہی سیدھی خانی بیگم کے کمرے میں پہنچیں۔۔ ملازمہ کے زریعے اوراد کو بھی بلوا لیا۔

"کل اوراد نے مجھے خاص پیغام دیا تھا کہ پھوپھو مہندی کے بعد رکنا، ضروری بات کرنی ہے مگر میں افراتفری میں بھول گئی۔

رات مجھے سوتے ہوئے یاد آئی اوراد کی بات، صبح کوشش کر کے بھی نہیں آ پائی۔اس لیے سوچا اب جاتے جاتے پوچھوں گی کہ کیا بات ہے۔" پلوشے بول رہی تھیں۔ تیار ہو کر اپنے بازو میں خاندانی بھاری کنگن چڑھاتی خانی بیگم ان کی بات پر ٹھٹک گئیں۔

"بات تو میں کر لوں گا مگر آپ نے بہت لیٹ کر دیا ہے۔اب وہ بات آپ کے لیے پریشانی کی وجہ بنے گی۔"

کمرے میں داخل ہوتے اوراد نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیوں کیا مطلب؟ سب خیر تو ہے ناں؟؟" پلوشے گھبرا گئیں۔اوراد سکون سے بیڈ پر بیٹھا تو خانی بیگم بھی متجسس سی اٹھ کر اس کے قریب آ بیٹھیں۔

"سب خیر ہی تو نہیں ہے۔آپ یہ تصاویر دیکھ کر خود جان لیں۔" اوراد سنجیدہ سا موبائل پر ہاتھ چلا کر بولا اور حاذق خان کی کوٹھوں میں رقاصاؤں اور بازاری عورتوں کے ساتھ لی گئی تصاویر نکالتے ہوئے ان کے سامنے کر دیں۔

پلوشے وہ تصاویر دیکھ کر صدمے میں گھر گئیں، خانی بیگم نے موبائل پکڑا تو حاذق کو دیکھ کر ان کی آنکھیں ابل آئیں۔اوراد اطمینان سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

"یہ تربیت ہے تمہاری؟ کیا وہاں سب مرد گھر میں ماؤں بہنوں کو سات پردوں میں رکھتے ہیں اور خود بازاری عورتوں کے ساتھ وقت گزارتے ہیں؟ یا پھر یہ کارنامہ صرف ہمارے نواسے نے سرانجام دیا؟ کیا تمہیں نہیں پتا تھا۔" خانی بیگم نے ترش لہجے میں سوال کیا۔ پلوشے گھبرا کر انہیں دیکھنے لگیں۔

"خدا کی قسم میں نہیں جانتی تھی مورے۔۔ اوراد پلیز تم کسی کو مت بتانا، تم نے بہت اچھا کیا جو مجھے اکیلے میں بتا دیا۔ میں حاذق کے کان کھینچوں گی۔" وہ خانی بیگم کو یقین دلاتی یکدم اوراد کی طرف مڑیں۔

"تو حمالہ کا کیا؟؟" اوراد نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"حاذق اس کے تمام حقوق پورے کرے گا، میں زمہ داری لیتی ہوں۔ میں حمالہ کے ساتھ کوئی ناانصافی نہیں ہونے دوں گی۔" وہ یقین دلا رہی تھیں۔

"صرف یہی؟؟ وہ حویلی میں بند پڑی رہے اور تمہارا بیٹا کوٹھوں کی خاک چھانتا پھرے؟ تمہیں اندازہ بھی ہے خانزادہ یا خان داور کو پتا چلا تو کیا غضب ہو گا۔" خانی بیگم غصے سے بول رہی تھیں۔

"مورے میں نہیں جانتی تھی۔" پلوشے رونے لگیں۔

"آئی نو آپ نہیں جانتی تھیں، اس لیے پہلے آپ کو بتایا ہے مگر میں یہ بات باقی سب سے بھی نہیں چھپا سکتا۔ مجھے بابا کو یہ سب ضرور بتانا پڑے گا تو پلیز آپ باہر جا کر معذرت کریں، اپنے بیٹے اور عزت دار

سسرالیوں کو لے کر یہاں سے چلی جائیں۔" اوراد نے سنجیدگی سے کہا۔ خانی بیگم اور پلوشے چونک گئیں۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو بارات لوٹ جائے گی تو حمالہ کیا بیٹھی رہے؟ پھر لوگوں کو کیا جواب دیں گے۔" خانی بیگم نے حیرت سے اوراد کو دیکھا۔

"حمالہ سے میں شادی کروں گا۔" اس نے نہایت سکون سے ان کے سر پر دھماکہ کیا۔ خانی بیگم کے حواس کو جھٹکا لگا جبکہ پلوشے پیچھے صوفے پر ڈھے سی گئیں۔

"پاگل ہو گئے ہو۔۔ بالکل نہیں اوراد۔۔ میں اس بدلحاظ لڑکی سے تمہاری شادی کبھی نہیں ہونے دوں گی۔"

خانی بیگم نے تڑپ کر فوری انکار کیا۔

"خانزادہ لالا کو یہ سب پتا چلا تو ساری زندگی مجھ سے بات نہیں کریں گے۔ میں کیا منہ دکھاؤں گی سب کو، حاذق نے زلیل کروا دیا مجھے۔" پلوشے پریشانی سے سر پکڑے روتی جا رہی تھیں۔

"مورے اب حمالہ کی شادی حاذق خان سے نہیں ہو سکتی۔ اس سب کے بعد تو بالکل نہیں ہونے دوں گا میں یہ شادی۔۔ حمالہ صرف میری دلہن بنے گی۔"

اوراد نے اپنی بات پر زور دیا۔ خانی بیگم اس کی ضد پر سر پیٹ کر رہ گئیں۔ باہر مہمان جمع ہو چکے تھے اور وہ کمرے میں ضد کیے بیٹھا تھا۔

"میں اب کیا کروں مورے۔ کیسے سب کو بتاؤں گی۔ اوراد پلیز مجھے مشکل میں نہیں ڈالو۔۔" پلوشے روتے ہوئے اوراد سے درخواست کرنے لگیں۔

"ٹھیک ہے پھر فی الحال باہر جا کر میں حمالہ سے شادی کرنے کا بول دیتا ہوں۔آپ کو یہاں کسی کو وضاحت نہیں دینی پڑے گی، اپنے گھر والوں کو گھر جا کر سب بتا دینا آپ۔۔" اوراد نے اطمینان سے مشورہ دیا۔ پلوشے اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

"تمہیں لگتا ہے تم باہر جا کر کہو گے حمالہ سے شادی کرنی ہے تو سب مان جائیں گے؟" خانی بیگم نے آبرو چڑھا کر اسے دیکھا۔اس کی ضد سے ان کا سر درد کرنے لگا تھا۔ حمالہ کو اوراد کی دلہن کے طور پر وہ سوچ بھی نہیں پا رہی تھیں۔

"جی ہاں میں جا کر کہوں گا اور آپ میرا ساتھ دیں گی۔ مورے میں مزید کوئی بات نہیں سننا چاہتا، آپ آج میری شادی حمالہ سے کروائیں گی یا پھر میں اس شادی کے بعد ہمیشہ کے لیے شہر چلا جاؤں گا۔"

وہ بلیک میلنگ پر اتر آیا۔ چہرے پر بالکل سپاٹ تاثرات تھے یعنی اب کچھ سمجھنے سننے سے عاری ہو چکا تھا۔ پلوشے اب خاموش بیٹھی تھیں۔

"اچھا بھلا اس کے سر سے حمالہ کا بھوت اترا تھا، تمہارے بیٹے کی وجہ سے سب خراب ہو گیا۔

عزت سے نکل جاؤ گی سب کے ساتھ مگر قسم کھالو گھر جا کر حاذق کا منہ توڑ دینا جس نے تمہیں آج یہ دن دکھایا۔" خانی بیگم نے ترش لہجے میں پلوشے بیگم کو سنائیں۔ وہ سر جھکائے بیٹھی رہیں۔

اوراد بے نیاز سا کمرے سے نکل گیا، خانی بیگم کو بھی اس کے پیچھے جانا پڑا۔ پلوشے افسردہ سی باہر نکلیں۔ آج دلہن لینے آئی تھیں اور خالی ہاتھ جانا پڑ رہا تھا۔ بس اتنا تھا کہ اوراد کی مہربانی سے وہ بھائیوں کو سب کے درمیان وضاحت دیئے بغیر عزت سے لوٹ کر جانے والی تھیں۔

oooooooooooooo

اوراد کی بات پر مردوں میں سناٹا سا چھا گیا تھا۔ حاذق خان اور اس کے باپ چچا بھڑک اٹھے تھے۔

"یہ کیا حرکت ہے سردار صاحب۔۔آپ کا بیٹا آج سب کے درمیان ہماری بہو سے شادی کرنے کا کہہ رہا ہے، کیا یہی اخلاقیات سکھائی جاتی ہیں خان حویلی میں لڑکوں کو۔؟؟" حاذق خان کا باپ پتھریلے لہجے میں بول رہا تھا۔ خانزادہ نے ایک نظر ان پر ڈالی جو صرف بہنوئی نہیں بلکہ ان کے کزن بھی تھے مگر آج بات کرتے ہوئے ان کے لہجے میں کوئی لحاظ مروت نا تھی۔

"آپ کی بہو نہیں ہماری حویلی کی لڑکی ہے۔اس کا نکاح نہیں ہوا کہ آپ بہو بول رہے ہیں۔

اور آپ کی حویلی میں بیٹوں کو جو تربیت دی جاتی ہے اس کو بھی میں ملاحظہ کر چکا ہوں۔" اوراد خانزادہ نے اطمینان سے جواب دیتے ہوئے ایک جتاتی نظر حاذق خان پر ڈالی جو پورے کروفر سے دلہا بن کر پہنچا ہوا تھا۔

"ماموں یہ زیادتی ہے، اوراد سے کہیں تماشہ بند کرے۔ بہت مذاق ہو گیا۔" حاذق خان غصے سے بول رہا تھا۔

"اوراد ہم بعد میں بات کریں گے۔ ابھی نکاح کا وقت ہو رہا ہے۔ سب لوگ دیکھ رہے ہیں۔" خانزادہ نے دبے دبے لہجے میں اوراد کو سمجھانے کی کوشش کی۔

"سوری مگر حمالہ کا آج حاذق خان سے نکاح ہو گیا تو پھر بات کرنے کو کچھ نہیں بچے گا۔" اوراد نے بے تاثر لہجے میں کہا۔ سب کے سمجھانے یا روکنے پر بھی وہ جم کر اپنی جگہ کھڑا رہا تھا۔

حاذق خان نے کچھ بولنا چاہا مگر عین اسی لمحے اس کے موبائل پر کوئی میسج ریسیو ہوا۔ اس نے رک کر میسج دیکھے تو اسی کی تصاویر تھیں۔ اس نے بوکھلا کر یہاں وہاں دیکھا تو اس کا باپ بھی پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنے موبائل کی سکرین دیکھ رہا تھا۔

حاذق کے پسینے چھوٹ گئے، اس نے اوراد کی طرف نظر کی تو وہ جتاتی سرد نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"میں معذرت خواہ ہوں۔۔ اوراد تم۔۔" خانزادہ نے سب سے معذرت کرتے ہوئے اوراد سے کچھ کہنا چاہا جب الہام ان کے پاس پہنچا۔

"بابا جان آپ کو خانی مورے بلا رہی ہیں۔ انہوں نے زنان خانے میں ہنگامہ کھڑا کیا ہوا ہے، شادی نہیں ہونے دے رہیں۔" الہام کی بوکھلائی ہوئی بات پر خانزادہ تیزی سے اس جانب بڑھ گئے۔

"مورے یہ سب کیا چل رہا ہے۔ آپ دونوں دادی پوتے کو سکون نہیں ہے کیا؟" خانزادہ ناراض ہو رہے تھے۔

"تم بس حمالہ کا اوراد کے ساتھ نکاح کرو۔ حاذق میرا بھی نواسا ہے مگر وہ اس قابل نہیں کہ اسے حویلی کی بیٹی دی جائے۔" خانی بیگم کی بات پر ان کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"مورے یہ بات آپ کو اور آپ کے اس لاڈلے کو آج اور اسی وقت پتا چلی ہے کیا؟ پلوشے کا سوچیں کیا جواب دے گی سب کو۔" خانزادہ زچ ہو گئے۔

"تم اس کو چھوڑو، وہ سب جانتی ہے۔ تم فیصلہ کرو ورنہ آج نقصان اٹھاؤ گے۔ کبھی ماں کی بات مان بھی لیا کرو۔ اوراد بھی تمہارا ہی بیٹا ہے، اس کی ضد پوری نا کی تو ہنگامہ کھڑا کر دے گا، باقی تین نکاح بھی رہ جائیں گے۔۔" خانی بیگم سنجیدہ لہجے میں بولتی چلی گئیں۔ خانزادہ کو اوراد پر غصہ آنے لگا۔

مگر جب مردان خانے میں پہنچے تو حیرت کا شدید جھٹکا لگا، حاذق خان اور اس کے باپ چچا خاموش کھڑے تھے، ان کے آتے ہی اٹھ کر جانے کی تیاری کرنے لگے۔ اتنی خاموشی اور سکون سے؟؟؟؟

خانزادہ کا دماغ الجھ رہا تھا، اوراد کا اطمینان بتا رہا تھا کھڑے کھڑے کوئی گل کھلا چکا ہے۔

مہمان اب آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے تھے، خان داور اور خان آزر نے انہیں اوراد کی بات مان لینے کا مشورہ دیا تاکہ معاملہ جلد سمیٹا جائے۔

"نکاح شروع کریں مولوی صاحب۔۔ آؤ اوراد پہلے تمہارا ہی نکاح ہو گا۔" خانزادہ نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے اسے گھورا۔ وہ انہیں نظر انداز کیے سیدھا جا کر مولوی صاحب کے پاس بیٹھ گیا تھا۔

oooooooooo

دلہن بنی حمالہ پلوشے اور ان کی حویلی کی عورتوں کے چلے جانے کا سن کر صدمے میں آ گئی۔

باقی لڑکیاں بھی حیران پریشان سی بیٹھی تھیں، معاملہ کوئی جانتا نہیں تھا۔ وہ لوگ شادی کیے بغیر کیوں گئے تھے؟ وہ ساکت سی بیٹھی رہ گئی۔

کمرے میں مرحا اور پریہان کے علاوہ حویلی کی باقی عورتیں بھی داخل ہوئیں تو حمالہ نے ان سب کو دیکھ کر آنکھیں میچ لیں۔ وہ نہیں سننا چاہتی تھی کہ اسے کس خامی یا کمی پر دھتکار دیا گیا ہے۔

"حمالہ تمہارا ابھی اوراد کے ساتھ نکاح کیا جا رہا ہے تو بیٹا پلیز انکار مت کرنا باہر سب لوگ موجود ہیں۔"

مرحا نے اسے اطلاع دی تو حمالہ کو جھٹکا لگا۔

"اب انکار کوئی سنے گا بھی نہیں۔۔ میں یہی بتانے آئی تھی، انکار کر کے صرف اپنا تماشہ بنواؤ گی اور اگر آج شادی نا ہوئی تو سب کو تمہاری بارات کا لوٹ جانا یاد رہے گا چاہے تمہارا قصور ہے یا نہیں۔" خانی بیگم کمرے میں داخل ہوتے ہوئے سنجیدگی سے بولیں۔ لہجہ پہلی بار قدرے نرم رکھا تھا تاکہ وہ بات سمجھ سکے۔

حمالہ سر جھکا گئی۔ اس کا دماغ ماؤف ہو چکا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کیا اچھا ہے کیا برا۔۔ اس کی بارات کیوں لوٹی؟ اس کا نکاح اوراد سے کیوں ہو رہا تھا۔؟ وہ ان سوالات کو سوچ سوچ کر ہی ادھ موئی ہو گئی۔ اس کے سر جھکاتے ہی سب نے سکون کا سانس بھرا۔ اس نکاح پر اور کسی کو اعتراض نہیں تھا۔

اس روز حویلی میں صبح کے وقت کسی کو اندازہ ہی نہیں تھا سکون سے سب کے درمیان گھومتے اوراد خانزادہ کے دل میں کیا چل رہا ہے۔ شام ڈھلی تو نکاح خواں کے پاس حاذق خان کی جگہ وہ خود موجود تھا۔ حمالہ کے انکار کی وجہ وہ جانتا تھا اور اس وجہ سے یا حمالہ کی ضد سے اسے فرق نہیں پڑا تھا۔

سب کے نکاح ہوئے تو علیہا اور اُسوان دعاؤں کے سائے میں اپنے اپنے سسرال رخصت ہو کر چلی گئیں، حمینہ دوسرے پورشن میں اور حمالہ اوراد کے کمرے میں پہنچ کر پتھر کا مجسمہ بن چکی تھی۔

oooooooooooooo

رات کے وقت اوراد زنان خانے میں آیا تو خانی بیگم مصنوعی خفگی سے دیکھتی رخ موڑ کر اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ان کی بہن کی نواسی احواد ایک بار پھر رہ گئی تھی۔ باقی سب خوش تھے۔

"یہاں آؤ اوراد۔۔ مجھے بات کرنی ہے۔اپنے اس تماشے اور ضد کی زرا مجھے بھی وضاحت دو۔۔" خانزادہ کی پکار پر اپنے کمرے کی طرف جاتا اوراد رک گیا۔

پلٹ کر باپ کو دیکھا تو وہ صوفے پر بیٹھے غصیلے تاثرات کے ساتھ اسے دیکھ رہے تھے۔وہ گہرا سانس بھر کر ان کے سامنے جا کر بیٹھ گیا۔

"نا تماشہ تھا نا ضد۔۔ میں پہلے کہہ چکا تھا حمالہ سے شادی کرنی ہے، شاید آپ لوگوں کو بات سمجھ نہیں آئی تھی۔ میں نے آج اپنا کہا پورا کیا اور بس۔۔

فکر نہیں کریں، آپ کی بہن یا ان کا سسرال آپ کو کوئی گلہ نہیں دے گا۔" اوراد دور پڑے شوپیس کو دیکھتا سنجیدہ سا بول رہا تھا۔

"وہی تو جاننا چاہتا ہوں کہ کیوں وہ چپ کر کے چلے گئے؟ ایسا کیا ہوا ہے؟" خانزادہ الجھے ہوئے تھے۔

"حدیر نکاح ہو چکا ہے تو اتنے سوالات کیوں کر رہے ہیں۔ جانے دیں۔" پریہان ناراض ہونے لگیں۔

"میرے پاس کیوں، کیا کا کوئی جواب نہیں۔ حمالہ مجھے پسند ہے، مجھے بس اس سے شادی کرنی تھی، میں نے کر لی۔" اور اد سر جھکا کر بول رہا تھا۔ وہ ابھی بھی سب کے درمیان حاذق خان کے بارے میں کچھ نہیں بولنا چاہتا تھا۔

"تم نے ضد کی اور مورے نے تمہاری بات مان لی۔۔ مگر یوں زبردستی رشتے نہیں جوڑے جاتے، مجھ سے بات تو کر لیتے۔" خانزادہ حدیر سنجیدہ لہجے میں بولے تو وہ لب بھینچے بیٹھا رہا۔

"محبت میں زبردستی نفرت پیدا کرتی ہے بیٹا۔۔" وہ کچھ پریشان سے لہجے میں سمجھا رہے تھے۔

"یہ زبردستی نہیں میری محبت ہے۔۔ وہ ناسمجھ ہے، میرے پاس رہے گی تو سمجھ جائے گی۔۔" وہ سنجیدگی سے بولتا وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔

کمرے میں پہنچا تو سامنے قالین پر اس کی سینڈلز، ڈوپٹہ اور جیولری بکھری پڑی تھیں۔ اس نے چیزوں سے پاؤں بچا کر قدم آگے بڑھائے تو وہ بیڈ کے قریب قالین پر گھٹنے سینے کے پاس سمیٹ کر ان کے گرد بازو پھیلائے سر جھکا کر بے آواز رو رہی تھی۔

وہ چلتا ہوا اس کے پاس رکا اور ایک گھٹنا نیچے ٹیک کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"پلیز مجھے ہاتھ مت لگائیے گا۔۔" اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کے آنسو صاف کرنے چاہے جب وہ خود میں مزید سمٹتی آنکھیں میچ کر بولی۔ اس کا ہاتھ فضا میں ہی رک گیا۔

"اگر تم رونا بند کر دو تو۔۔ ٹھیک ہے۔۔" وہ آہستگی سے بولتا شرط رکھ رہا تھا۔ اس کا رونا اور بکھرا الجھا سا حلیہ اسے تکلیف میں مبتلا کر رہا تھا۔

وہ اس کی شرط پر بے دردی سے اپنے آنسو صاف کرنے لگی مگر آنکھیں خشک ہونے کو تیار نہیں تھیں۔ اس کے ملائم گلابی رخساروں پر بھیگا پن مسلسل پھیلا ہوا تھا۔ وہ اسے دیکھتا چلا گیا۔

معصوم آنکھوں میں ٹھہرا بھیگا پن اور بالوں کے بکھرے الجھے جُوڑے سے نکلتی کچھ آوارہ لٹیں اس کے حسین شفاف چہرے کے گرد بکھری ہوئی تھیں۔

وہ خاموشی سے پلٹ کر اس کی بکھری ہوئی چیزی سمیٹنے لگا۔ اس کی سسکیاں توجہ کھینچ رہی تھیں۔

"تمہیں اندازہ نہیں ہے تم اس وقت مجھے کتنا بے بس کر رہی ہو۔۔ تمہاری بکھری ہوئی حالت مجھے تکلیف دے رہی ہے۔۔ میں تمہیں سینے سے لگا کر تمہارے آنسو صاف کرنا چاہتا ہوں۔۔ تم پر حق جتانا چاہتا ہوں۔۔" وہ رک کر اسے دیکھتا دھیرے سے بول رہا تھا۔

"تمہیں چینج کر لینا چاہیئے، اب رونے کا کوئی فائدہ نہیں۔۔ جو ہونا تھا ہو گیا اب تم کچھ بدل نہیں سکتیں۔" اطمینان سے بولتے ہوئے اسے سمجھا رہا تھا۔ وہ تھم سی گئی۔ بھیگی آنکھوں سے اسے تکنے لگی۔

"یہی تمہاری زندگی ہے۔۔ میں اتنا برا بھی نہیں ہوں کہ میری زندگی میں شامل ہو کر تم یوں ماتم کرو۔۔" اس کے قریب بیٹھتے ہوئے وہ ہاتھ بڑھا کر اس کے بال سمیٹتا جھک کر اس کے گلابی بھیگے رخسار پر لب رکھ گیا۔ وہ اس کے لمس پر ساکت سی ہو گئی۔

"تم سراپا محبت ہو۔۔ میرا عشق ہو۔۔ دور کیسے جانے دیتا۔۔" اس کے کان کے پاس سرگوشی کرتا اسے کپکپانے پر مجبور کر گیا۔

"مجھے آپ سے نفرت ہے۔۔آپ خود پرست انسان ہیں،آپ کو کسی کی پرواہ نہیں کوئی کیا چاہتا ہے۔۔ آپ کے ساتھ رہ کر ساری زندگی ماتم ہی کروں گی۔۔" وہ مٹھیاں بھینچتی سسک کر بول رہی تھی۔

"ابھی جو چاہو کرو مگر زیادہ دن اس کی اجازت نہیں دوں گا۔۔" وہ ملائمت سے اس کے

رخساروں کا بھیگا پن صاف کرتے ہوئے دھمکا رہا تھا، پھر یکدم اٹھا اور کمرے سے نکل کر چلا گیا۔رک جاتا تو خود پر کنٹرول کھو دیتا۔ پیچھے وہ گھٹنوں پر سر رکھتی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

oooooooooooo

ابراہیم کے کمرے میں حمینہ بے چین سی بیٹھی تھی۔پُر تعیش کمرہ اس وقت کسی بھی سجاوٹ سے پاک تھا۔ حمینہ کا دماغ اس وقت ان چیزوں سے پرے اپنی بیٹی پر ٹکا ہوا تھا۔کمرے سے باہر اپنی بیٹی کی آواز سنی تو وہ پھرتی سے بیڈ سے اتر کر باہر نکلی۔

گل جان بیگم اس کی بیٹی کو لیے ثنا بیگم سے کوئی بات کر رہی تھیں، حمینہ کو کمرے سے نکلتا دیکھ کر ثنا بیگم کے ماتھے پر ان گنت بل پڑ گئے تھے۔

"گل جان آپ تو موقع کی نزاکت کو سمجھیں، کل مہندی پر بھی رات دیر تک ابراہیم ہاسپٹل میں رہا اور اب آپ پھر سے حمینہ کے پاس بچی کو لے آئیں۔

ان باتوں سے ابراہیم کا دل برا بھی ہو سکتا ہے۔یہ بچی اس کی زمہ داری نہیں ہے۔" ثنا بیگم حمینہ کو دیکھتی ترش لہجے میں بول رہی تھیں۔

"جی سمجھتی ہوں بس بچی کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو میں نے سوچا حمینہ خود سلا دے پھر میں لے جاؤں گی۔" گل جان نے تحمل سے جواب دیا۔ حمینہ بے چین سی اپنی بیٹی کو دیکھ رہی تھی۔

"گل جان بات کو سمجھیں، چند دن آپ اس بچی کو اپنے پاس رکھیں، ابراہیم آنے ہی والا ہو گا۔" ثنا بیگم کا لہجہ بتا رہا تھا وہ اس معاملہ میں رعایت برتنے کو تیار نہیں ہیں، گل جان سر ہلا گئیں۔

حمینہ کو آنکھ کے اشارے سے صبر کی تلقین کرتے ہوئے وہ بچی کو سنبھال کر وہاں سے لے گئیں۔ وہ سمجھدار تھیں اندازہ تھا پہلے روز ضد کی تو حمینہ ان سب کے دل میں کبھی جگہ نہیں بنا پائے گی۔

"تم رکو زرا یہاں۔۔" گل جان کے جاتے ہی ثنا بیگم نے حمینہ کو روک کر گھورا۔ حمینہ گھبرائی ہوئی سی انہیں دیکھنے لگی۔

"ابراہیم آئے تو اس کے کان بھرنے کی ضروت نہیں، خود سمجھا دینا کہ بچی سو گئی ہے اس لیے گل جان کے پاس ہے۔ یاد رکھنا عورت کو مرد کے دل تک رسائی حاصل کرنے میں کتنا ہی وقت لگ جائے مگر مرد کے دل سے اترنے میں بس ایک لمحہ لگتا ہے۔

تمہیں یہاں صرف ابراہیم کی خاطر قبول کیا گیا ہے ورنہ تم اس حویلی کی بہو بننے کے قابل نہیں ہو۔" ثنا بیگم کے الفاظ تیزاب جیسے تھے۔ روح کو زخمی کر دینے والے۔۔ ایسے زخم جن کے بھر جانے کے بعد بھی نشانات باقی رہ جائیں۔ حمینہ سر جھکائے رہی۔

اس نے ابراہیم یا اس حویلی والوں سے محبت کی توقع نہیں کی تھی مگر پھر بھی اسے دکھ ہوا تھا۔

"جاؤاب اپنے کمرے میں۔۔" ثنا بیگم کے حکم پر وہ پلٹ کر کمرے میں چلی گئی۔آنکھیں بھیگتی چلی گئی تھیں۔

وہ اس وقت عمر کے جس حصہ میں تھی، اس میں لڑکیاں نئے نئے خواب دیکھنا شروع کرتی ہیں، چاہے جانے کی چاہ رکھتی ہیں، کسی خوش شکل شہزادے کی محبت کی طلب رکھتی ہیں۔اپنا آپ انہیں کسی حسین نازک شہزادی سے کم نہیں لگتا مگر۔۔

حمینہ اس وقت سے گزر چکی تھی۔۔

اس کے خواب شروع ہونے سے پہلے نوچ لیے گئے تھے۔

اس کے اندر زندگی کو موت میں بدل دیا گیا تھا۔ناب وہ خواب دیکھتی تھی نا چاہے جانے کی چاہ رکھتی تھی۔اسے زلت سے نوازا جا رہا تھا۔

وہ دلہن بنی ہوئی تھی مگر اس کے احساسات برف کی تہہ میں جم چکے تھے۔

ابراہیم رات گئے جب زنان خانے میں پہنچا تو ثنا بیگم اس کی منتظر بیٹھی ہوئی تھیں، وہ گہرا سانس بھر کر ان کے پاس رک گیا۔

"ناراض ہیں کیا ابھی تک؟" اس نے آہستگی سے پوچھا۔

"نہیں ہونا چاہئیے؟ بات ملازمہ کی بھی نہیں۔۔اس کی عمر دیکھی ہے تم نے ابراہیم؟آج جس جس نے تمہاری دلہن دیکھی حیران رہ گئے، کم سے کم اپنی عمر کی لڑکی ہی پسند کر لیتے۔۔

تمہاری دلہن، لڑکی نہیں بچی ہے، جو آج منہ اٹھائے ایک ایک کو ہونقوں کی طرح دیکھ رہی تھی۔ مجھے حیرت ہے وہ بچی کی ماں کیسے بن گئی۔ اسے آخر اتنی جلدی کیسے بیاہ دیا گیا۔" ثنا بیگم بے زار سے لہجے میں بولیں تو ابراہیم کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"میں اس سے شادی کر کے مطمئن ہوں مورے۔ پلیز اب بحث نہیں کریں اس بات پر۔۔" ابراہیم نے سنجیدگی سے کہا تو ثنا بیگم لب بھینچ گئیں۔

"ٹھیک ہے ابھی نیا نیا عشق کا بخار چڑھا ہوا ہے جب اسے ساتھ لے کر لوگوں میں نکلو گے اور تمسخر بھرے جملے سنو گے تو تب تمہیں احساس ہو گا کیا کر بیٹھے ہو" ثنا بیگم نے اسے احساس دلانا چاہا۔

وہ سر جھٹک کر کمرے میں چلا گیا۔ وہ انہیں بتا نہیں سکتا تھا کہ اس نے شادی صرف حمینہ کو حویلی میں باعزت مقام دلانے اور پناہ دینے کے لیے کی تھی۔۔

عشق محبت جیسا کچھ نہیں تھا، بس ہمدردی تھی۔۔

وہ کمرے میں داخل ہوا تو وہ گہرے رنگ کے دلہنوں والے لباس میں بیڈ کے ایک کنارے پر گٹھڑی بنی پڑی تھی۔ ابراہیم نے متاسف بھری نگاہ اس پر ڈالی اور چینج کرنے چلا گیا۔

حمینہ ساکت سی پڑی تھی، دماغ بیٹی پر اٹکا ہوا تھا۔ وہ اس کے پاس جانا چاہتی تھی۔ اسے سلانا چاہتی تھی۔ شاید وہ رو رہی ہو۔ یا پھر سو نا پا رہی ہو۔

اگر گل جان کو نیند آ گئی اور وہ جاگتی رہ گئی تو؟؟

اس کا دماغ سوچ سوچ کر رک رہا تھا اور دل رک رک کر چل رہا تھا۔ اگر اب زندگی ایسی ہی ہونے والی تھی تو شادی نہایت غلط فیصلہ تھا۔

ابراہیم کپڑے بدل کر آیا تو اسے ویسے ہی کنارے پر سمٹا دیکھ کر بیڈ کے دوسری جانب بیٹھ گیا۔

"حمینہ۔۔؟" اس نے آہستگی سے پکارا تو وہ کسی چابی والی گڑیا کی طرح اٹھ کر بیٹھتی اسے دیکھنے لگی۔

میک اپ اور بھاری لباس کے باوجود وہ کوئی معصوم سی بچی لگ رہی تھی حالانکہ اس کی قد کاٹھ اچھی تھی مگر چہرے کی نزاکت اور نقوش میں کم سنی کا واضح رنگ ابراہیم کو واقعی عجیب سی کیفیت میں دھکیل گیا۔ کیا حمینہ سے شادی کا فیصلہ غلط تھا؟

وہ پریشان ہوا۔ وہ ایک میچور لڑکا تھا اور کوئی کم عمر جوان نہیں تھا۔ شاید واقعی وہ حمینہ کے ساتھ نا جچے۔۔ اسے حمینہ کے لیے شرمندگی ہونے لگی۔

"بیٹی کہاں ہے تمہاری؟" ابراہیم نے اپنی سوچوں کو پرے دھکیل کر اس سے سوال کیا تو لہجے میں نرمی تھی، اپنائیت تھی مگر ساتھ شرمندگی بھی۔۔

"سو گئی ہے۔۔ مورے گل کے پاس۔۔" اس نے رٹا رٹایا جملہ بول دیا۔ لہجہ بالکل بے تاثر سا تھا۔ ابراہیم کو اس کے لہجے کا خالی پن اور سرد تاثرات عجیب لگے۔

"اچھی بات ہے۔ مورے گل اچھے سے سنبھال سکتی ہیں۔ تم بھی چینج کر کے سو جاؤ، رات بہت ہو گئی ہے۔" وہ سادگی سے بولا اور اپنی جگہ پر لیٹ گیا۔

وہ اسے دیکھتی رہ گئی۔ ہاں وہ سو سکتا ہے۔

اس کی زمہ داری پوری ہو گئی مگر حمینہ کیسے سو جائے جسے یہ بھی اندازہ نہیں تھا اس کی بیٹی واقعی سوئی بھی تھی یا نہیں۔۔

کیا خبر وہ رو رہی ہو، اس کی طبیعت خراب ہو گئی ہو۔۔ وہ کیسے سو جائے جب تک بیٹی کی طرف سے اطمینان نا ملے۔۔ وہ بھرائی آنکھوں سے ابراہیم کو دیکھنے لگی۔ حلق میں آنسوؤں کا گولہ سا پھنس رہا تھا۔ وہ اسے بتانا چاہتی تھی مگر بتا نہیں پائی۔ اسے ثنا بیگم کا خوف تھا۔

ابراہیم سچائی سے ناواقف تھا تبھی اس کی کیفیت سے بھی انجان سویا رہا۔ حمینہ اٹھ کر لباس بدلتی ڈریسنگ روم میں ہی زمین پر بیٹھ کر سسکنے لگی۔

اس کے ساتھ اب تک جو کچھ بھی ہوتا آیا تھا اس کی مرضی اور خوشی شامل نہیں رہی تھی۔

وہ زندگی سے بے زار ہو گئی۔ اسے یقین ہو گیا ابراہیم بھی اس کا اپنا نہیں بن سکتا تھا۔۔

oooooooooo

خان رباض اپنے کمرے میں سر پکڑے بیٹھا تھا۔ آج نکاح کے وقت اورادنے جو تماشہ کیا تھا وہ سب کی ہی سمجھ سے باہر تھا۔ ایقان چینج کر کے باہر آئی تو اسے یوں بیٹھا دیکھ کر فکر مند ہو گئی۔

"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟" ایقان نے اس سے پوچھا تو وہ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگا۔

"ہاں ٹھیک ہوں، بس اوراد نے آج جو حرکت کی اس کا اثر پلوشے پھوپھو پر کیا پڑے گا۔ کیا وہ جاتے ہوئے ٹھیک تھیں؟؟" ریاض نے فکر مندی سے سوال کیا۔

"نہیں ٹھیک تو نہیں تھیں، روئی روئی سی لگ رہی تھیں۔ مجھے لگتا ہے خانی مورے نے پہلے ہی کہہ دیا تھا اس لیے یہ بات ہونے سے پہلے ہی وہ اپ سیٹ اور اداس سی تھیں۔" ایقان نے سوچتے ہوئے بتایا۔ ریاض کو افسوس ہونے لگا۔ اپنے بھائی کی ضد پر اسے آج سہی معنوں میں سب کے درمیان شرمندگی ہوئی تھی۔

سچ سے ابھی کوئی واقف نہیں تھا اور جب تک کوئی حقیقت نہیں جان لیتا ایسے ہی اوراد کو غلط سمجھا جانے والا تھا۔

"اوراد لالا کی بات پہلے ہی مان لینی چاہیئے تھی، حمالہ ضد نا کرتی تو آج یہ دن نا دیکھنا پڑتا۔"

ایقان نے دھیمے لہجے میں اپنا خیال ظاہر کیا۔

"حمالہ نے جب ضد کی تھی، اس وقت بولتا ناں۔۔ یہ کیا تماشہ تھا شادی کے روز سب کے درمیان جم کر کھڑا ہو گیا۔ ان سب کو خالی ہاتھ جاتے ہوئے کتنی شرمندگی ہوئی ہو گی۔ اس پر ڈھٹائی یہ کہ شرمندہ بھی نہیں ہوا بالکل۔۔ بہت پاگل ہے اوراد۔۔" ریاض کو اس پر غصہ آ رہا تھا۔ ایقان خاموش رہی۔

"آپ کے لیے چائے بنا لاؤں۔۔" ایقان نے اس کا غصہ کم کرنا چاہا۔ ریاض جتنی دیر سوچتا رہتا ایسے ہی غصہ ہوتا رہتا۔ اور وہ خود بھی اس وقت اتنی تھک گئی تھی کہ چائے پی کر سونا چاہتی تھی۔

"نہیں ایقان۔۔ رہنے دو تم بھی تھکی ہوئی ہو، ریسٹ کرو۔۔" رباض نے اس کے ہاتھ نرمی سے تھام کر اسے اپنے پاس بٹھا دیا۔

"کوئی بات نہیں اگر آپ کو چاہیئے تو میں ویسے بھی۔۔" ایقان نے بولنا چاہا جب رباض نے گھور کر دیکھا۔ ایقان کی بولتی اس کی گھوری پر بند ہو گئی۔

"ایقان میں پہلے ہی غصے میں ہوں، تم کبھی مجھ سے سن لو گی۔۔ کتنی مرتبہ کہوں گا خود پر جبر نہیں کیا کرو۔۔ تھکی ہوئی ہو تو بیٹھ جاؤ۔۔

اتنی فرماں بردار بیوی بننے کی ضرورت نہیں ہے، پتا نہیں کیسی عجیب مخلوق ہو یار۔۔ بس ہر وقت سر جھکا کر جی حضوری کرنے کے چکر میں رہتی ہو۔"

رباض بولنا شروع ہوا تو بولتا ہی چلا گیا۔ سارا غصہ ایقان پر اتار کر چینج کرنے چلا گیا۔

ایقان حیرت سے منہ کھولے بیٹھی تھی۔ کیا وہ غصہ کر کے گیا تھا؟ مگر کس بات پر؟؟ وہ کچھ سمجھ نہیں پائی تھی۔ اٹھ کر کمرے سے نکلتی اپنے لیے چائے بنانے چلی گئی۔ رباض چینج کر کے آیا تو کمرہ خالی پا کر ایقان کی تلاش میں باہر نکلا۔۔

"یہاں کیا کر رہی ہو؟" کچن میں اسے دیکھ کر وہ حیرت سے بولا۔ ایقان چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"چائے بنا رہی ہوں۔ اپنے لیے بنانا چاہتی تھی۔" ایقان نے وضاحت دی تو وہ وہیں چیئر پر بیٹھ گیا۔

"پہلے بتانا تھا ناں پاگل۔۔ پھر میرے لیے بھی بنا لو ایک کپ۔۔" وہ سر ہلا کر فرمائش کرنے لگا۔

"میرے لیے بھی چائے بنادے کوئی۔" الہام اسی وقت کچن میں آکر بولا اور ایک چئیر گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

ایقان چائے کا سامان بڑھانے لگی۔

"تمہارا منہ کیوں سُوجا ہوا ہے۔۔؟" ریاض نے اسے بغور دیکھتے ہوئے ابرو چڑھا کر سوال کیا۔

"رہنے دیں جب کسی کو پرواہ نہیں ہے تو پوچھتے کیوں ہیں۔آپ سب کی شادیاں ہو گئیں ناں؟ میرا کیا ہے بس مجھے ڈاکٹر بنا کر ہاسپٹل میں شفٹ کر دینا۔

انفیکٹ میں سوچ چکا ہوں، میں باہر سے واپس نہیں آؤں گا۔" الہام تو پھٹ پڑا تھا۔ریاض اور ایقان حیرت سے اسے دیکھنے لگے۔

"یار کیا ہو گیا ہے۔پہلے بڑے نے ڈرامہ کیا اب تمہیں دورہ لگ گیا۔ نشہ وشہ کرنے لگے ہو کیا دونوں۔۔" ریاض کا دماغ گھوم رہا تھا۔ماتھے پر بل ڈال کر اسے گھورا۔

"میں نے کوئی ڈرامہ نہیں کیا۔ میں بس منگنی کرنا چاہتا ہوں۔" الہام نے اپنی خواہش ظاہر کر ہی دی۔

"ایک بھی لفظ اور مت بولنا ورنہ جوتے لگاؤں گا۔۔

ہماری عمر دیکھو کب شادی کی۔ تمہیں ابھی سے منگنی کرنی ہے۔تم دونوں نے تو قسم کھائی ہے سر درد کرنے کی۔۔

کس سے منگنی کرنی ہے تمہیں؟ خاندان میں تو اب کوئی نہیں ہے۔ باہر دیکھ چکے ہو کیا۔۔

شرم کر لو الہام، پڑھنے بھیجا ہے تمہیں اور تم۔۔"

ریاض کے غصے سے بولنے پر الہام کا منہ کھلا رہ گیا۔

"یہ آپ میں آج اورادلالا کی روح کیوں گھس آئی ہے۔ایک بات کی ہے آپ نے سو سنا دیں۔۔ توبہ کریں، شادی کیا ہوئی آپ لوگ تو سب آسمان پر ہی پہنچ گئے۔"

الہام بدلحاظی سے بولتا جا رہا تھا۔ایقان ان بھائیوں کو بحث کرتا دیکھ کر پریشان ہو گئی۔

"بکواس بند کرو۔۔" ریاض نے اسے غصے سے ٹوکا۔

"مجھے چائے ہی نہیں پینی۔۔ جا رہا ہوں میں کیونکہ یہاں بیٹھا رہا تو بکواس کرتا رہوں گا۔" الہام جتا کر بولتا اٹھ کھڑا ہوا۔ایقان بوکھلا گئی۔

"الہام چائے بن گئی ہے۔۔" ایقان نے اسے روکا۔

"رہنے دیں، یہ اپنے خان جی کو پلائیں جو اورادلالا کا غصہ مجھ پر اتار رہے ہیں۔" الہام نے ریاض کو سنایا۔

"بیٹھو اب۔۔زبان کے آگے پہیے فٹ ہیں تمہارے۔" ریاض نے دانت پیس کر اسے بیٹھنے کا کہا۔

"نہیں بیٹھوں گا۔ نا چائے چاہئیے مجھے اب۔۔" وہ لڑکیوں کی طرح نخرہ کرتا وہاں سے نکل گیا۔

"الہام۔۔" ریاض نے اسے پکارا مگر اسے موقع چاہئیے تھا۔ بات چھیڑی اور لڑ کر چلا گیا۔ریاض سر پکڑ بیٹھا۔

"آپ نے چائے نہیں پینے دی اسے۔۔" ایقان اداس ہوئی۔

"ڈرامہ ہے وہ پورا۔۔ صبح دیکھنا ٹھیک ہو گا۔۔

اسے چائے چاہیئے ہی نہیں تھی، وہ میرا دماغ کھانے آیا تھا بس۔۔" ریاض اپنے بھائی کو خوب سمجھتا تھا۔

ایقان خاموش ہو گئی۔

oooooooooooo

اُسوان کو گھر کے چھوٹے سے صحن میں بٹھا کر ریما نے نثار ہوتی نظروں سے دیکھا۔ گلالئی دبے پاؤں اس کے سامنے آئی تو اسوان دلہنا پہ بھلائے اسے گھورنے لگی۔

"آؤ ایاد۔۔ بیٹھو یہاں۔۔" ریما کی پکار پر اسوان نے گڑبڑا کر نظر جھکائی۔ ایاد سنجیدہ سا اسوان کے عین سامنے آ کر ایک طرف پڑی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"گلالئی بابا کہاں ہیں تمہارے؟" ریما نے گلالئی سے سوال کیا۔ اسوان نے چور نظروں سے ایاد کو دیکھا۔ وہ موبائل پر مصروف تھا۔ وہ مطمئن ہو گئی۔

"بابا کہہ رہے تھے دیر سے آئیں گے۔ اُسوان تمہیں پانی لا دوں؟؟" گلالئی نے ماں کو جواب دیتے ہی اسوان کو چھیڑا۔ وہ دانت پیستی نفی میں سر ہلا گئی۔

"پانی نہیں دودھ لادو۔۔ بلکہ بھوک لگی ہے تو بتاؤ میں کھانا لادیتی ہوں، ایزی ہو کر بیٹھ جاؤ۔۔" ریما اس کے پاس بیٹھتے ہوئے محبت سے پوچھ رہی تھیں۔

"نہیں دودھ نہیں پیوں گی میں۔۔ ہاں اگر۔۔ کھانا ہو تو۔۔" اُسوان جھجک کر بول رہی تھی۔ایاد نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔زرق برق لباس میں نفاست سے میک اپ کیے اس وقت صحن میں پھیلی چاند کی روشنی میں اس کا چہرہ دمک رہا تھا۔اس کے نازک چہرے کی ملاحت ایاد خان کو متوجہ کر رہی تھی۔

"میں ابھی لاتی ہوں میری جان۔۔ کھانا تو بنا رکھا ہے میں نے، مجھے آئیڈیا تھا کہ تم نے سہی سے کھانا نہیں کھایا ہو گا۔" ریما پیار سے بولیں اور اٹھ کر کچن میں چلی گئیں۔گلالئی گردن اکڑا کر اس کے ساتھ آ کر بیٹھ گئی۔اسوان نے رخ پھیر لیا۔

"لالا آپ تو یونی میں بہت مشہور ہیں۔۔ کچھ سٹوڈنٹس تو باقاعدہ بیٹھ کر آپ کی برائیاں کرتی ہیں۔" گلالئی نے چمکتی آنکھوں سے ایاد کو دیکھتے ہوئے بتایا۔وہ موبائل ایک جانب رکھ کر متوجہ ہوا۔

اُسوان کے ہاتھ پیر پھولنے لگے۔ہاتھ چھپا کر گلالئی کا ہاتھ دباتی التجائیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

ایاد اس کی حرکتیں دیکھتا سر نفی میں ہلا گیا۔

"اور میری برائیاں کرنے والی سٹوڈنٹ یقیناً تمہاری ڈیئر فرینڈ ہو گی۔" ایاد نے ابرو اچکا کر کہا تو گلالئی قہقہ لگا کر ہنس پڑی۔اُسوان کا چہرہ سرخ ہوا۔

"نہیں اُسوان تو آپ کی بہت تعریف کرتی تھی۔ یہ تو ہمیشہ سے فین ہے آپ کی۔ برائی کرنے والی تو اور لڑکیاں تھیں۔۔" وہ اُسوان کو مزید پھنسانے کے چکر میں تھی۔ اُسوان کا سر چکرانے لگا۔ وہ مٹھیاں بھینچے بمشکل ضبط کر رہی تھی۔

"یہ لو کھانا آ گیا۔۔" اس سے پہلے کہ گلالئی یا ایاد مزید کچھ بولتے ریما کھانا لے کر آ گئیں۔

"ایاد، گل تم دونوں نے بھی آنا ہے تو آ جاؤ۔۔ مجھے تو خود بھی بھوک لگ گئی ہے۔" ریما نے اُسوان کو کمپنی دینے کے خیال سے کہا۔ گلالئی نے جلدی سے چارپائیوں کے درمیان ٹیبل رکھ دی۔ ریما نے وہاں کھانا رکھا۔

اُسوان اپنا بھاری لباس سنبھالتی اٹھنے لگی۔

"کہاں جا رہی ہو؟" ریما نے اسے روک کر سوال کیا۔

"ہاتھ دھونے۔۔ تھے۔" اُسوان اٹک کر بولی۔

"رکو بس۔۔ بیٹھو یہاں۔۔ جاؤ گلالئی پانی لا کر اس کے ہاتھ دھلاؤ۔۔ اتنا بھاری لباس ہے، پہلے ہی تنگ ہو رہی ہے بچاری۔ بار بار اٹھے گی تو گر جائے گی۔" ریما نے گلالئی کو بھیجا تو اسوان جھینپ کر واپس بیٹھ گئی۔ اتنی عزت اور محبت پر اس کا دل پوری شدت سے دھڑک اٹھا تھا۔ گلالئی نے پانی لا کر وہیں صحن میں اس کے ہاتھ دھلائے۔

ایاد بھی ہاتھ دھو کر وہیں آ بیٹھا تھا۔ ریما اور گلالئ بھی بیٹھ گئیں۔ صحن میں ٹھنڈی ہلکی سی ہوا چل رہی تھی، صحن میں لگے گلابوں کی خوشبو چاروں اطراف میں پھیلی ہوئی تھی۔ چاند کی تیز روشنی میں ماحول بہت پر اثر سا لگ رہا تھا۔

اسوان نے چاولوں کا چمچ منہ میں ڈالا تو آنکھیں پھیل گئیں، ہلکا پھلکا سا کم مصالحہ والا دیسی مرغی کا پلاؤ بنا ہوا تھا جو بہت زائقہ دار تھا۔ ساتھ سلاد اور رائتہ۔۔ اُسوان ارد گرد کا ہوش بھلائے کھاتی جا رہی تھی۔ ریما چن چن کر لیگ پیس اس کے آگے رکھ رہی تھیں اور ایاد اسے دیکھ کر شاکڈ ہو رہا تھا، اس جیسی نازک سی لڑکی نے ایک بھی لیگ پیس نہیں چھوڑا تھا۔ وہ مسکرا کر سر جھٹک گیا۔

کھانے کے دوران وہ بہن بھائی آپس میں باتیں کرتے رہے، اسوان نے پہلی بار دیکھا تھا

گلالئ کی اپنے بھائی سے بہت بنتی تھی۔ وہ ماں سے کم مگر گلالئ سے دل کھول کر بات کر رہا تھا۔

کھانے کے بعد گلالئ نے سب کے لیے کشمیری چائے بنائی، اُسوان کو لگا وہ کسی ہوٹل میں آئی ہے۔ اس گھر میں اسے سسرال کے عام روایتی ماحول کے بجائے گھر جیسا ماحول اور اپنائیت مل رہی تھی۔

وہ رات کو دیر تک ریما اور گلالئ سے باتیں کرتی رہی جبکہ ایاد انہیں باتیں کرتا چھوڑ کر اپنے کمرے میں سونے جا چکا تھا۔ اُسوان کو اس کی کوئی خبر نہیں تھی اور ریما کو اسے ٹوک کر کمرے میں بھیجنا اچھا نہیں لگا تھا۔ ان کی محفل ادب خان کے آنے پر ہی برخاست ہوئی تھی۔

oooooooooooo

وہ مردان خانے میں اکیلا سر جھکائے بیٹھا تھا۔ حمالہ کا رونا اسے عجیب سے احساس میں مبتلا کر گیا تھا۔

کیا میں نے غلط کیا؟ وہ اسی سوچ پر اٹک گیا۔

مگر وہ غلط نہیں تھا۔اس نے حمالہ کو حاذق جیسے عیاش انسان سے بچایا تھا۔۔ہاں وہ محبت کرتا تھا مگر اس نے حمالہ کی ضد پر خاموشی اختیار کر لی تھی۔

وہ حاذق خان کی اصلیت کے بعد نظرانداز نہیں کر پایا تھا مگر حمالہ سچائی سے بھی تو ناواقف تھی۔

وہ حمالہ کو یہ سب نہیں بتانا چاہتا تھا۔وہ نہیں چاہتا تھا ایسی باتیں بتا کر اس پر یہ تاثر ڈالے کہ اس نے شادی کر کے کوئی احسان کیا ہے۔

رات گہری ہوئی تو ہر طرف خاموشی ہو جانے پر وہ اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔سب کی ناراضگی اور لعن طعن سے اس کا سر اب درد کر رہا تھا۔کمرے میں ویسے ہی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

وہ آگے بڑھا تو نیلگوں روشنی میں حمالہ کا معصوم حسن سامنے تھا۔وہ خود کو زیور اور بندھے ہوئے بالوں سے آزاد کروا کر وہیں بیڈ کے پاس سر ایک جانب ڈھلکائے بیٹھے بیٹھے سو رہی تھی۔

اوراد اس کے پاس بیٹھ کر اسے دیکھنے لگا۔چہرے پر مٹا مٹا سا میک اور آنسوؤں کے نشانات تھے۔پلکیں اب بھی بھیگی ہوئی تھیں،یوں جیسے روتے روتے ابھی سوئی ہو۔

اوراد نے جھک کر احتیاط سے اسے اٹھایا اور بستر پر سلا دیا۔اس نے ہاتھ بڑھا کر انگوٹھے سے اس کی پلکوں کی نمی کو صاف کیا تو وہ کسمسا کر کروٹ بدلتی سکون سے پھیل کر سو گئی۔

وہ سکون کا سانس بھرتا اٹھ کر چینج کرنے چلا گیا۔ ایزی سی ڈریسنگ کر کے باہر آیا اور سائیڈ ٹیبل پر پڑے جگ سے پانی کا گلاس بھر کر دراز میں سے فسٹ ایڈ باکس تلاش کرنے لگا۔ کھٹ پٹ کی آواز پر حمالہ کسمسائی تو وہ رک کر اسے دیکھنے لگا۔

آہستگی سے سر درد کی ٹیبلٹ اٹھائی اور پانی کے ساتھ ٹیبلٹ لے کر دور صوفے پر جا بیٹھا۔

رات کے کسی پہر پیاس سے حمالہ کی آنکھ کھلی تو آنکھیں کھول کر چھت کو دیکھنے لگی۔ دماغ جب اس انجان ماحول سے واقف ہوا تو جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔

اس بھاری لباس کی وجہ سے تنگ ہوتی وہ بیڈ سے اتری اور پیروں میں چھن چھن کرتی پائل کھینچ کر اتاری۔ پھر اپنا سامان کھول کر کپڑے کنگھالنے لگی۔

ان آوازوں پر اوراد جو کچھ ہی دیر پہلے سویا تھا، جاگ کر گردن سہلاتا اسے دیکھنے لگا۔

گھونگھریالے بال پشت پر پھیلائے وہ سوٹ کیس پر جھکی ہوئی تھی پھر سادہ کپڑے اٹھا کر اندھے پن سے آگے بڑھی اور اپنے ہی کپڑوں سے الجھ کر منہ کے بل جا گری اور زور سے چیخی۔

اوراد گھبرا کر اٹھتا اس کے پاس پہنچا۔ وہ زمین پر ڈیرہ جمائے رونے میں مصروف ہو چکی تھی۔

"حمالہ۔۔ زیادہ چوٹ تو نہیں آئی؟" اس نے جھک کر استفسار کرتے ہوئے اسے پکڑ کر اٹھایا۔

"آپ کی وجہ سے ہوا ہے یہ۔۔" وہ اس کے سہارے اوپر اٹھتی روتے ہوئے بولی تھی۔

"ہاں کیوں نہیں، میں نے پیر آگے اٹکا کر گرایا ہو گا۔" وہ جھک کر اس کے کپڑے اٹھاتا سنجیدگی سے بولا۔

حمالہ نے اس طنز پر ناک چڑھا کر اسے دیکھا۔ اوراد کپڑے بیڈ پر پھینکتا اس کے گرد بازو پھیلا کر اسے بیڈ تک لایا۔ وہ اسے خود سے دور کرتی رخ موڑ کر اپنے کپڑے اٹھانے لگی۔۔

"مجھے چینج کرنا ہے۔" وہ اپنی بھیگی آنکھیں رگڑ کر بولتی اٹھنے لگی۔ اوراد نے اسے پکڑ کر بٹھا دیا۔

"میں باہر جا رہا ہوں، یہیں چینج کر لو۔۔" وہ اسے روک کر نرمی سے بولا اور پلٹ کر کمرے سے نکل گیا۔

حمالہ چینج کر کے کچھ دیر تک دروازے کو تکتی رہی۔ اس کی موجودگی میں اسی کے بستر پر وہ نہیں سونا چاہتی تھی مگر انتظار کرتے کرتے ہی سو گئی۔

اوراد کمرے میں واپس نہیں آیا تھا۔ مردان خانے میں ہی سو گیا تھا۔ اسے فرق نہیں پڑتا تھا صبح جاگ کر سب اس کے بارے میں کیا سوچتے کیونکہ وہ جانتا تھا اسے پہلے ہی اچھا نہیں سمجھا جا رہا تھا۔

oooooooooooooo

اپنے کمرے میں بیٹھی علیہا نے کیف کا موبائل چارجنگ پر لگا دیکھا تو اپنی ساری تیاری اور دلہنا پہ ایک طرف رکھے، موقع محل دیکھے بغیر پھُرتی سے موبائل اٹھایا اور لاک کھولنے لگی۔ پاسورڈ کیف اسے پہلے ہی بتا چکا تھا کہ اس کی برتھ ڈیٹ کیف نے موبائل پاسورڈ پر لگائی ہے تاکہ اسے یاد رہے۔

موبائل ان لاک کر کے وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر مزے سے پورا موبائل چھاننے لگی۔ نا بھاری لباس سے الجھن ہو رہی تھی نا بھاری زیور سے کوئی تنگی تھی۔

ایسے مزے سے بیٹھی تھی جیسے کوئی عام دن ہو۔ کیف کے موبائل کی گیلری کا ہر فولڈر اور ہر فولڈر کی ہر ایک تصاویر دیکھتی وہ منہ بسور رہی تھی۔

کیف کی کچھ فوٹوز گروپ میں تھیں جن میں انگریز لڑکیاں بھی اس کے ساتھ کھڑی تھیں۔ وہ فوراً گال لاگ میں پہنچی پھر میسجز اور پھر واٹس ایپ کھول لیا۔ اس کی پھُرتی کی کوئی حد نہیں تھی۔ یعنی اسے کیف کے آنے سے پہلے پہلے اس کی ہر چوری پکڑنی تھی۔

کیف کمرے میں آیا تو اسے اپنے موبائل میں لگا دیکھ کر گہرا سانس بھرا اور اس کے پاس جا بیٹھا۔

"یہ چوری ہوتی ہے علیہا۔۔ میں نے اس لیے تمہیں نہیں بتایا تھا پاسورڈ۔۔ تم تو آتے ہی جاسوسی کرنے لگ گئی ہو۔" کیف نے ہولے سے اس کا سر تھپک کر کہا تو وہ موبائل کی سکرین اس کے سامنے لہراتی اسے گھورنے لگی۔

"یہ لڑکیاں کون ہیں؟" وہ اس کی بات ان سنی کیے سوال کر رہی تھی۔ کیف مسکرا کر اسے دیکھنے لگا۔

"جاب کے سلسلے میں میٹنگز ہوتی ہیں تو وہاں ڈنر پر پکچرز بنا لیتے ہیں۔ آفیشل پکچرز ہیں کچھ پرسنل نہیں۔۔ چلو اب موبائل مجھے دے دو شاباش۔۔" کیف نے وضاحت دیتے ہوئے نرمی سے اپنا موبائل اس سے مانگا۔ وہ نفی میں سر ہلاتی موبائل پیچھے کر گئی۔

"تو یہ ضروری تو نہیں کہ لڑکیوں کے ساتھ پکچرز بنائی جائیں۔ عورت کا پردہ بھی ہوتا ہے اور مرد کا بھی۔۔ یہ نہیں کہ صرف عورت پردہ کرتی پھرے اور مرد نامحرم عورتوں کے ساتھ خوامخواہ گھلتا ملتا رہے۔ میٹنگ کے بعد پکچر کی کیا ضرورت ہے۔۔" وہ ماتھے پر بل ڈال کر اسے سمجھا رہی تھی۔ کیف کو اس کے اس بزرگوں جیسے انداز پر ہنسی آنے لگی۔

سر ہلاتے ہوئے یکدم ہاتھ بڑھا کر اس سے موبائل لیا اور اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

"ٹھیک ہے، آئندہ احتیاط کروں گا۔ اب زرا مسکرا دو۔"

وہ مسکراتے ہوئے اس کا گال سہلا کر بول رہا تھا۔

"اور جو میسجز۔۔" علیہا کی بات ابھی رہتی تھی۔ کیف نے اس کی بے نیازی پر آہ بھری۔

" ٹھیک کہا جاتا ہے، لڑکی کو شادی سے پہلے فری نہیں کرنا چاہیئے ورنہ یہی انجام ہوتا ہے۔۔ کوئی شرم، جھجک والا سین ہی نہیں ہے۔ چالاکو ماسی کو تفتیش کی پڑی ہے۔۔۔" کیف تاسف سے بول رہا تھا۔ علیہا خود کو ملنے والے لقب پر آنکھیں پوری سے زیادہ پھیلائے اسے دیکھتی اس پر بلی کی طرح جھپٹی تو وہ ہنس کر اس کی کلائیاں تھامتا اسے قابو کر گیا۔

"جنگلی بلی تھوڑا خیال ہی کر لو۔۔ شادی ہوئی ہے آج ہماری۔۔ مجھ سے شرما ہی لو تھوڑا۔" اسے اپنے حصار میں قید کرتا وہ ہنسی دبا کر بول رہا تھا۔

"مجھے کوئی شرم ورم نہیں آنی آپ سے۔۔ پچھلے دس سال سے بات کرتے ہیں ہم۔۔" علیہا اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھے سادگی سے بول رہی تھی۔ کیف نے دلچسپی سے اس کا سجا سنورا روپ دیکھا۔

"تب کی بات الگ تھی۔ تب میں تمہارا فرینڈ بن کر بات کرتا رہا ہوں۔" کیف نے اس کے جھمکے کو چھیڑتے ہوئے کہا اور اس کے گرد بازو پھیلایا۔

"تو اب کیا الگ ہو گیا؟" علیہا نے ابرو چڑھائے۔

"اب میں ہز بینڈ ہوں تمہارا، بہت بڑا فرق ہے۔" کیف نے مسکراہٹ دبا کر کہا۔ علیہا چونک کر اسے دیکھتی اس سے الگ ہونے کی کوشش کرنے لگی۔

"ہاں جی ٹھیک ہے، سمجھ گئی۔ اب زرا مجھے آرام سے بیٹھنے دیں۔ میں نے ابھی کچھ سوالات کرنے ہیں آپ سے۔۔" وہ اسے حصار ختم کرنے کا بول رہی تھی۔ آواز کی لرزش پر کیف نے گہری نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ نظریں چرا رہی تھی۔ وہ دل سے مسکرایا۔

"سوالات پھر کبھی۔۔ ابھی فرار کا کوئی راستہ نہیں ہے۔" وہ اسے سینے میں بھینچتا جتا کر بولا اور جھک کر اس کے ماتھے پر لب رکھ گیا۔ سٹپٹا کر اسے دیکھتی علیہا کی ساری تیزی اور لاپروائی بھاپ بن کر اڑ گئی۔

oooooooooo

رات گئے ادب خان کے آنے پر محفل برخاست ہوئی تو اُسوان کمرے میں داخل ہوتی دبے پاؤں آگے بڑھی۔ اپنا بھاری لباس بدل کر وہ واپس آئی تو کمرے کے عین وسط میں ہی رک گئی۔

کمرے میں ایک بیڈ کے علاوہ چند کرسیاں اور ایک میز رکھی تھی اور اس ایک بیڈ پر مزے سے پھیل کر ایاد خان سویا ہوا تھا۔ وہ پریشان ہو گئی۔

اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ کر فرش کی طرف نظر کی مگر کوئی قالین نہیں پڑا تھا کہ نیچے سو جاتی۔

تھک کر وہ بیڈ کے پاس پہنچی اور ایاد کو جگانے لگی۔

"ایاد سر۔۔ میں نے کہاں سونا ہے؟" وہ اسے نیند سے جگا کر پریشانی سے پوچھ رہی تھی۔

ایاد پہلے تو غائب دماغی سے آنکھیں جھپک کر اسے نا سمجھی سے دیکھنے لگا۔ پھر سمجھ آنے پر جلدی سے ایک سائیڈ پر ہو گیا۔

"یہاں سو جاؤ۔۔" وہ نیند سے بھاری ہوتی آواز میں بولا تو اُسوان جھجک کر اسی کنارے پر لیٹ گئی۔

ایاد اپنے بازو میں چہرہ چھپائے پھر سے سو چکا تھا۔

اسوان سمٹ کر ایک طرف لیٹ کر پھر جانے کتنی دیر سونے کی کوشش کرتی رہی مگر عین سر پر موجود کھڑکی سے آتی سرد ہوا سے اس کا سر برف ہونے لگا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ یہ گھر پہاڑ کی چوٹی پر تھا اور رات سرد ہو رہی تھی کافی۔۔

"ایاد سر۔۔ سر سنیں تو۔۔" اس نے پھر سے ایاد کو جگایا۔ وہ زچ ہو کر جاگتا پلٹ کر اسے دیکھنے لگا۔

"مجھے کوئی چادر چاہیئے پلیز۔۔ میں نہیں سو پا رہی چادر کے بغیر۔۔" اُسوان نے بے چاری صورت بنا کر کہا۔

ایاد کا سر گھوم گیا۔ آنکھیں بند کر کے گہرا سانس بھرا اور پھر اپنے سر پر سوار اُسوان کو دیکھا۔

"تمہیں اب سارے مسائل یاد آئے ہیں؟ پہلے تم آدھی رات تک بیٹھ کر باتیں کرتی رہی ہو اور اب میری نیند ضائع کر رہی ہو۔ جن کے ساتھ محفل جمائی ہوئی تھی انہی سے کہنا تھا ناں تمہیں چادر بھی دیتے۔۔"

وہ نیند سے جگائے جانے پر چڑچڑا ہو کر بول رہا تھا۔ اُسوان خاموشی سے اسے دیکھنے لگی پھر سر جھکا کر اپنی جگہ سمٹ کر سو گئی۔

اس کی آنکھیں بھر آئی تھیں، رخصت ہو کر لڑکی کا دوسرے گھر جانا آسان بھی نہیں ہوتا۔ اسے شدت سے محسوس ہوا، وہ اپنے گھر ہوتی تو اس وقت اپنی ضرورت پوری کر چکی ہوتی۔

ایاد نیند میں تھا پھر سے سو چکا تھا۔ وہ بھی ٹھنڈ برداشت کرتی سونے کی کوشش کرنے لگی۔

رات کا دوسرا پہر تھا۔ ہوا مزید سرد تر ہوتی جا رہی تھی۔ بے چین سی یہاں وہاں ہوتی وہ نیند میں تو چلی گئی مگر جسم ٹھنڈا پڑتا جا رہا تھا۔

وہ نیند میں ہی سکڑتی جا رہی تھی، ایاد کے پہلو میں سمٹ کر سوئی تو وہ نازک وجود کا احساس پا کر جاگا اور گردن گھما کر اسے دیکھنے لگا۔ ہاتھ بڑھا کر آہستگی سے اس کا رخسار چھوا تو سرد پن محسوس کر کے اسے اندازہ ہوا کہ اس ٹھنڈی پر سکون ہوا میں اسوان کو سردی لگ رہی ہے۔ اس نے نفی میں سر ہلایا۔ انوکھی لڑکی ملی تھی اسے۔۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بیڈ پر کوئی چادر موجود نا تھی، اس نے اٹھ کر لائٹ جلائی اور الماری سے موٹی چادر نکالی۔ واپس بیڈ پر پہنچا اور چادر اس پر پھیلا کر ڈالی۔ رک کر اس کا چہرہ دیکھتا بے اختیار سا ہاتھ بڑھا کر نرمی سے اس کے رخسار سہلانے لگا۔

اس کے لمس کی نرمی محسوس کر کے ایاد کو انوکھا سا احساس ہوا تھا۔ اُسوان موٹی چادر میں سمٹ کر یکدم پُر سکون ہو چکی تھی۔ وہ مسکرا کر اسے دیکھنے لگا اور دیکھتے دیکھتے ہی سو گیا۔

صبح اس کی آنکھ کھلی تو اسے پھر سے اپنے پہلو میں دیکھ کر چونک گیا۔ وہ سر تا پیر چادر میں چھپی اس کے بالکل قریب سوئی ہوئی تھی۔ ایاد نے سر اٹھا کر اس کے دوسری جانب دیکھا تو وہ پورا بیڈ چھوڑ کر اس کے پاس سو رہی تھی۔

وہ کہنی کے بل اٹھ کر اس کے سر سے چادر ہٹا گیا۔ اُسوان اس اچانک حملہ پر ہڑبڑا کر جاگتی نیم وا آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"میڈم۔۔ باقی بیڈ محلے والوں کے لیے خالی چھوڑا ہے کیا؟؟ مجھے کنارے سے لگا کر خود بھی یہیں پہنچی ہوئی ہو۔۔ یعنی ابھی نا جاگتا تو میری اگلی منزل فرش ہوتا۔۔" ایاد نے ابرو چڑھا کر جتایا تو اُسوان نظر گھماتی ارد گرد دیکھنے لگی۔ اپنی پوزیشن کا احساس ہوا تو جھٹکے سے دور ہوئی اور شرمندگی سے چہرہ چادر میں چھپا لیا۔ ایاد اس کی حرکت پر نفی میں سر ہلاتا بیڈ سے اترا۔

اُسوان چادر آنکھوں سے تھوڑی ہٹا کر چھپ چھپ کر اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ سائیڈ ٹیبل پر جھک کر اپنا موبائل چارجنگ پر لگا رہا تھا۔ گردن گھما کر اسے دیکھا تو وہ پکڑے جانے پر گڑبڑا کر چادر سر تک لے گئی۔

"شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے، نیند میں انسان کو کچھ پتا نہیں چلتا تو بھول جاؤ اس بات کو۔۔" وہ اس کے پاس رک کر سادگی سے بولا اور پلٹ کر واش روم میں چلا گیا۔۔

اسوان اپنی شرمندگی کے ایسے واضح اظہار پر مزید شرمندہ ہو گئی تھی۔ جلدی سے بیڈ سے اتری اور اپنے کمرے سے نکل کر گلالئی کے کمرے میں جا پہنچی۔

بعد کا بعد میں دیکھا جاتا مگر فی الحال وہ ایاد خان کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

اپنے کپڑے نکالتی گلالئی اس کا سرخ چہرہ دیکھ کر پہلے تو حیران ہوئی پھر یکدم اس کی آنکھیں چمکیں اور وہ معنی خیزی سے ہنکارہ بھر کر اسوان کو دیکھتی گنگنانے میں مصروف ہو گئی۔

"ریما آنٹی ہمیشہ کہتی تھیں میری بیٹی میں کوئی شرم لحاظ نہیں۔ آج ثبوت ملاحظہ کر لیا میں نے۔۔" اُسوان نے اس کے یوں چھیڑنے پر اسے شرمندہ کرنے کے لیے کہا تو وہ ڈھٹائی سے کندھے اچکا گئی۔

"اور جب جب وہ ایسا بولتی تھیں میں ان سے یہی کہتی تھی اسوان مجھ سے دو ہاتھ آگے ہے۔ ان کی قسمت دیکھو بے شرم بیٹی تھی اور مہا بے شرم بہو مل گئی۔" گلالئی نے موقع پر چوکا مارا تھا۔

"رات جو بکواس تم نے کی وہ مجھے یاد ہے۔ اب اگر مزید ایسی ویسی کوئی بات ہوئی تو یاد رکھنا

میں اب تمہاری بڑی بھابھی بن چکی ہوں۔ایسے بدلے لوں گی کہ یاد رکھو گی۔" اُسوان نے اسے دھمکایا۔۔

گلالئی بنا اثر لیے ترچھی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"جاؤ بی بی۔۔پتا نہیں لڑکیوں کو شادی کے بعد کیوں لگتا ہے ان کے علاوہ باقی سب کنواری رہیں گی۔" گلالئی نے ناک پر سے مکھی اڑا کر بے نیازی سے کہا۔

"میری شادی ہو جانے دو، پھر مقابلہ کریں گے۔" گلالئی نے آنکھ مار کر کہا اور کمرے سے نکل گئی۔ پیچھے اُسوان کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا تھا۔

oooooooooooo

صبح سویرے جاگ کر ابراہیم نے کروٹ بدل کر دیکھا تو حمینہ اسی کنارے سمٹی ہوئی سی سو رہی تھی۔وہ اٹھ کر اپنے کپڑے اٹھاتا واش روم میں بند ہو گیا۔

نہا دھو کر وہ مردان خانے میں چلا گیا، اس کو جاگا ہوا پا کر ثنا بیگم نے فوراً ملازمہ کو بھیج کر حمینہ کو بھی باہر بلوایا۔

ملازمہ کے جگانے پر حمینہ اٹھ کر تیزی سے اپنا لباس بدل کر باہر نکلی، پہلی فکر اسے اپنی بیٹی کی ہوئی تھی۔ باہر سب خانزادہ کے پورشن میں مل کر ناشتہ کر رہے تھے۔وہ بھی جھجک کر ایک طرف بیٹھ گئی۔ ناشتہ بھی جیسے تیسے تھوڑا بہت کر لیا۔پھر متلاشی نظریں ارد گرد گھماتی گل جان کو تلاش کرنے لگی۔

وہاں گل جان اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ بچی ماں کے لیے مسلسل رو رہی تھی اور گل جان اب اسے مزید بہلانے سے قاصر سر پکڑے بیٹھی تھیں۔

ابراہیم مردان خانے سے آیا تو حمینہ کے قریب جا کر بیٹھ گیا، خاندان کے لوگ ابھی موجود تھے۔ وہ جانتا تھا سب کی نظریں ان پر ہی ہیں اور وہ یہی دکھانا چاہتا تھا کہ وہ اپنی شادی سے مطمئن ہے۔ اپنے رشتے اور تعلق کی کوئی کمی یا خامی دوسروں پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اوراد کو رف حلیہ اور سوئی جاگی کیفیت میں مردان خانے سے آتا دیکھ کر خانی بیگم ٹھٹک گئیں۔

"تم مردان خانے سے کیوں آ رہے ہو۔" خانی بیگم نے حیرت سے سوال کیا۔ سب متوجہ ہوئے تھے۔

"کیونکہ میں وہیں سویا تھا۔" وہ اطمینان سے بولا۔

"یہ کیا حرکت ہے اوراد۔۔ تم چاہتے کیا ہو۔۔" خانزادہ نے دبے دبے لہجے میں کہتے ہوئے ضبط سے اسے دیکھا تھا۔ سب لوگوں کے درمیان وہ چل کر مردان خانے سے آیا تھا اور سب کے درمیان بول دیا وہ وہیں سویا تھا۔

باپ کے سوال پر اوراد نے ایک نظر انہیں دیکھا۔

"سوری میں وہاں ضروری کالز کے لیے گیا تو وہیں نیند آ گئی۔" اوراد نے سنجیدگی سے جھوٹ بولا اور اسی سنجیدگی سے معذرت بھی کر ڈالی۔

"اٹس او۔ کے اب جا کر فریش ہو جاؤ، حمالہ کو بھی بلا لاؤ، ناشتہ کر لو۔" پریہان نے جلدی سے بولتے ہوئے بات سنبھالی۔ وہ سر ہلا کر آگے بڑھ گیا جبکہ خانی بیگم کے ماتھے پر بل پڑ چکے تھے۔

"اگر یہ تمہاری بیٹی کا کارنامہ ہوا تو میں اس کی تربیت دوبارہ سے کرنے میں جھجک محسوس نہیں کروں گی۔" خانی بیگم نے قریب بیٹھی مرحا کو سنجیدگی سے جتا کر کہا تو وہ پریشان ہوئیں۔ انہیں بھی حمالہ پر ہی شک ہو رہا تھا۔ وہ نکاح کے بعد روتی رہی تھی اور اس کا جملہ بھی انہیں یاد تھا۔

"میں آپ کے داماد کو ایسا سبق دوں گی مجھ سے شادی کرنے پر پچھتائیں گے۔" حمالہ کی دھمکی انہیں صرف نام کی دھمکی لگی تھی مگر اب لگ رہا تھا کہ شاید وہ واقعی اوراد کا جینا حرام کر دے گی۔

خان داور کو چائے کا کپ پکڑا کر وہ سب سے نظر بچا کر وہاں سے ہٹ گئیں۔

گل جان بیگم کمرے سے نکل کر باہر آئیں اور روتی ہوئی بچی لا کر حمینہ کو پکڑائی۔ وہ تڑپ کر بیٹی کو سینے سے لگائے خود بھی آنکھیں بھر لائی تھی۔

ابراہیم نے اس کی حالت دیکھی تو متاسف ہو گیا۔

"مورے گل آپ بے شک اچھا سنبھال لیتی ہیں مگر یوں زمہ داری نہیں لیں۔ اس عمر میں آپ بچے نہیں سنبھال سکتیں۔ حمینہ اپنی بیٹی کو اپنے پاس رکھے گی اور خود سنبھالے گی۔" ابراہیم نے نرمی سے کہا۔

کچھ اندازہ اسے ہو چکا تھا تبھی اس نے سب کے درمیان یہ بات کہہ کر حمینہ کو اپنی بچی خود سنبھالنے کی گویا اجازت دی تھی۔

بیٹی ماں کا لمس پا کر خاموش ہو چکی تھی مگر ماں بیٹی کو سینے سے لگائے جزباتی ہو رہی تھی۔ ابراہیم آنے والے وقت کا سوچ کر پریشان ہو رہا تھا۔

حمینہ کا بیٹی سے لگاؤ اسے گھبراہٹ میں مبتلا کر رہا تھا۔ اس بیٹی کی جدائی کا غم حمینہ کیسے سہے گی؟؟ وہ تفصیلی چیک اپ اور بہترین علاج کروانے کا اب سنجیدگی سے سوچنے لگا تھا۔

اور اس کے پہلو میں بیٹھی حمینہ اپنی بیٹی میں گم ہو چکی تھی۔ وہ جان ہی نہیں پایا کہ۔۔ سوچوں میں گم منصوبے بناتے ہوئے وہ۔۔۔ یک ٹک حمینہ کو دیکھ رہا تھا اور یہ بات۔۔ ثنا بیگم کو زہر لگ رہی تھی۔

oooooooooooooo

اور اد کمرے میں پہنچا تو حمالہ ابھی تک خواب خرگوش کے مزے لے رہی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔

رات اس کا رونا دھونا ایسے تھا جیسے وہ زندگی کا ایک بڑا حصہ رو دھو کر گزارنے والی ہے مگر

اب چہرے پر ایسا سکون کہ جیسے کبھی کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔۔

وہ قدم بڑھاتا اس کی طرف بڑھا اور بیڈ کے قریب نیچے بیٹھ کر اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔

وہ رات کو کمرے میں طوفان کھڑا کر کے اسے کمرہ بدر کر چکی تھی، اب سکون میں تھی۔ وہ سمجھ گیا اس کی زندگی کیسے گزرنے والی ہے۔

اس کے سکون کے لیے اسے ہر بار خاموشی سے ایک طرف ہو جانا پڑے گا۔ مگر نہیں۔۔ اور اد بھی ہر بار اسے اتنا فری ہینڈ نہیں دینے والا تھا۔

"چند دن ہیں میری جان۔۔ سکون سے گزار لو۔۔" اس نے مدھم لہجے میں کہتے ہوئے نرمی سے اس کا سر سہلایا اور اٹھ کر اپنے کپڑے اٹھاتا شاور لینے چلا گیا۔

اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی تو حمالہ نیند سے جاگی۔ انگڑائی لے کر اٹھتی آنکھیں رگڑنے لگی۔

اٹھ کر دروازہ کھولا تو دروازے پر مرحا کھڑی تھیں۔

"ابھی اٹھی ہو؟؟ اوراد کہاں ہے؟" مرحا نے آہستگی سے پوچھا مبادا اوراد وہیں موجود نا ہو۔۔

"وہ تو۔۔ پتہ نہیں۔۔" حمالہ نے پلٹ کر کمرے میں نظر دوڑائی اور بے خبری سے کہا۔ مرحا نے ضبط سے اسے دیکھا اور اس کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئیں۔

"رات اوراد مردان خانے میں کیوں سویا تھا حمالہ؟؟"

مرحا نے اندر آتے ہی سنجیدگی سے سوال کیا تو اپنے بال سمیٹتی حمالہ چونک گئی۔

"مجھے کیا پتہ۔۔ میں تو سو گئی تھی ناں۔" وہ نفی میں سر ہلا کر معصومیت سے بولی۔

"حمالہ خبردار کوئی ڈرامہ کیا تو۔۔ سچ سچ بتاؤ رات کیا تماشہ کیا۔ میں نے سمجھایا تھا ناں ایسا ویسا کچھ مت کرنا، شادی کے بعد ایسے ڈرامے کرو گی تو کبھی عزت نہیں پاؤ گی۔ باہر خانی مورے شدید غصہ میں ہیں، اور ادان کو کتنا پیارا ہے تم بھی جانتی ہو۔"

مرحا تپے تپے لہجے میں بول رہی تھیں۔

حمالہ کا شادی کے بعد بھی یہ سب کرنا اب ان کا دماغ گھما رہا تھا جبکہ حمالہ نے اس بار واقعی کچھ نہیں کیا تھا۔ وہ ان کی بات پر منہ بسورنے لگی۔

"مجھے خانی مورے کا ڈراوا نہیں دیں، ان کو ویسے بھی مجھ پر غصہ آتا رہتا ہے۔" حمالہ کی لاپروائی پر مرحا کا غصہ ساتویں آسمان پر پہنچنے لگا۔

"بکواس بند کرو۔۔ میری ڈھیل کا نتیجہ ہے کہ آج تمہیں احساس نہیں ہو رہا تم اپنا نقصان کر رہی ہو۔ لڑکی کی شادی ہوتی ہے تو اسے سسرال والوں کا دل جیتنا پڑتا ہے، جھکنا پڑتا ہے، کبھی کبھی مشکل وقت بھی دیکھنا پڑتا ہے۔ سب کے دل میں جگہ بنانے کے لیے خود کو بدلنا پڑتا ہے۔

تم خوش نصیب ہو تمہیں ایسا کچھ نہیں کرنا پڑے گا۔ پر یہان اور حدیر لالا دونوں تمہیں بیٹی سمجھتے ہیں۔۔ تمہیں صرف خانی مورے کے دل میں جگہ بنانی ہے تاکہ کوئی تنگی نا ہو۔۔ تمہیں صرف اتنا کرنا ہے کہ اوراد کو تنگ نا کرو اور تم کچھ سمجھ ہی نہیں رہیں۔۔" مرحا غصے سے بول رہی تھیں۔

حمالہ ان کے غصہ پر سہم گئی۔ زندگی میں پہلی بار اسے یوں ڈانٹا جا رہا تھا۔ اب جب اسے ہر طرف سے غصہ مل رہا تھا، ناپسندیدہ فیصلے ہو رہے تھے۔ اس اسے پہلی بار سختی سے ڈانٹا گیا یعنی اس کے دل میں یہ احساس جگایا گیا کہ وہ واقعی اس شادی کے بعد پھنس چکی ہے۔ یہ غلط ہوا تھا۔۔

حمالہ سہمی ہوئی سی کھڑی تھی۔

"میں نے۔۔ کچھ نہیں کیا۔" حمالہ گہرے گہرے سانس بھرتی آنسو حلق سے اتار کر بولی تھی۔

"اورادمردان خانے میں کیوں گیا تھا رات؟ کیا تم نے کہا تھا۔" مرحا نے لہجہ نرم کر کے سوال کیا۔

"میں۔۔ نہیں جانتی۔۔" حمالہ سسکیاں دباتی رو پڑی۔

اورادشاور لے کر نکلا تو مرحا کو اپنے کمرے میں دیکھ کر رک گیا۔ مرحا اسے دیکھ کر جلدی سے سنبھلیں اور چہرے کے سخت تاثرات نرمی میں بدلے۔

"سب ٹھیک ہے؟" اورادنے حمالہ کو روتا دیکھ کر سوال کیا۔ مرحا سر ہلا گئیں۔

"اورادبیٹا حمالہ ناسمجھ ہے پتا نہیں کیا کہہ دیا کہ تم رات کو اپنے کمرے میں ہی نہیں سو پائے۔" مرحا معذرت خواہ لہجے میں بول رہی تھیں۔ وہ چاہتی تھیں اورادباہر خانی بیگم کے سامنے حمالہ کو بچالے۔

"میں خود گیا تھا۔ کیا آپ کو لگتا ہے یہ مجھے کمرے سے نکلنے کا کہے گی تو میں بات مان جاؤں گا۔۔؟؟"

وہ ابرو چڑھا کر حیرت سے سوال کر رہا تھا۔ مرحا گڑبڑا گئیں۔

"ایزی آنٹی۔۔ یہاں کوئی مووی نہیں چل رہی، میں اپنی مرضی کا مالک ہوں تو پلیز آپ خانی مورے کی باتوں پر دھیان نہیں دیں۔۔" اورادا طمینان سے بول رہا تھا۔

مرحا نے بے ساختہ حمالہ کو دیکھا، وہ اب بھی سسکیاں دبائے رونے میں مصروف تھی۔ مرحا نے اسے چپ کروانے کے لیے سینے سے لگانا چاہا تو وہ پیچھے ہوتی ناراض بھیگی نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔

اورادا اب بال برش کرتا اپنا موبائل چیک کر رہا تھا۔

"دونوں ناشتے کے لیے آ جاؤ سب انتظار کر رہے ہیں۔" مرحا نرمی سے بولیں اور کمرے سے نکل کر چلی گئیں۔

حمالہ منہ چھپائے رونے لگی۔ اورادنے پلٹ کر اسے دیکھا تو قدم بڑھا کر اس کے پاس پہنچا۔

"کیا آنٹی نے تمہیں کچھ کہا حمالہ؟" اس نے نرمی سے سوال کیا۔ حمالہ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔

"مجھے آج پہلی بار ڈانٹا انہوں نے۔۔ غصے سے بات کی، سب کو لگتا ہے میں غلط ہوں۔ خانی مورے بھی مجھے ڈانٹیں گی۔ آپ یہی چاہتے ہیں ناں؟" وہ روتے ہوئے بول رہی تھی۔ اورادنے تاسف سے اسے دیکھا۔

"اب کوئی نہیں ڈانٹے گا، تم غلط نہیں ہو۔ رونا بند کرو۔" اورادنے اس کے بکھرے بال سمیٹے۔ حمالہ اس کا ہاتھ جھٹکتی واش روم میں بند ہو گئی۔

اورادپر سوچ نظروں سے بند دروازے کو دیکھ رہا تھا۔

اس نے جان لیا حویلی میں رہ کر وہ کبھی حمالہ کے دل میں جگہ نہیں بنا پائے گا۔ وہ خود مردان خانے میں گیا تھا مگر الزام حمالہ پر لگ گیا۔ ایسے میں وہ ڈانٹ کھا کر نفرت ہی کرے گی۔

اور وہ محبت کی چاہ لیے خالی ہاتھ کھڑا تھا۔

موبائل پر آتی کال پر وہ خیال سے جاگا۔

"ہاں بولو اسلم خان۔۔ کیا خبر ہے۔؟" اس نے سنجیدگی سے سوال کیا تھا۔

"خان صاحب آپ نے جیسے کہا تھا میں نے ویسے ہی کیا، ہاشم خان کے قریب ہونے کا طریقہ ڈھونڈ لیا ہے۔"

اسلم خان جوش و خروش سے بول رہا تھا۔

"ہاشم خان تک کیسے پہنچے ہو اسلم خان؟؟" اوراد نے سنجیدگی سے سوال کیا اور پرفیوم اٹھا کر خود پر سپرے کرنے لگا۔

"خان صاحب میرے بہنوئی کا گہرا دوست ہاشم خان کے مردان خانے میں ملازم ہے۔ بہت پرانے وقت سے وہ وہاں ہے اور پچھلے ہی دنوں ہاشم خان کی ایک بیٹھک میں اس نے سنا تھا کہ۔۔۔" اسلم خان تفصیل بتا رہا تھا۔

اوراد نے اس کی تفصیل پر بے زاری سے سر جھٹکا۔

"ہاشم خان کے قریب ہونے کا کیا طریقہ ہے؟" اوراد نے ٹوک کر اس سے ضروری سوال کیا۔

"خان صاحب وہ۔۔۔ دراصل ہاشم خان کو وہ بندے چاہئیں جو سردار خانزادہ صاحب کا نقصان کریں۔۔ شدید نقصان کریں۔۔" اسلم خان جھجک کر بتا رہا تھا۔

"مثلاً کیسا نقصان؟" اوراد نے سپاٹ لہجے میں سوال کیا۔ ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔

"گستاخی معاف خان صاحب۔۔ مطلب اسے آپ کے خاندان کے کسی فرد کی موت چاہئیے۔" اسلم خان کے الفاظ پر اوراد کو ہاشم خان کی ہمت پر غصہ آیا۔

"ٹھیک ہے۔ تم یہی کرو گے۔ خانزادہ سردار کا شدید نقصان۔۔ اس کے خاندان کے ایک فرد کی موت۔۔

اسلم خان کیا تمہیں اصلحہ چلانا آتا ہے؟" اوراد کے سنجیدہ جملوں پر جہاں اسلم خان ٹھٹکا وہیں واش روم سے نکلتی حمالہ کی روح فنا ہو گئی تھی۔

وہ خوف زدہ نظروں سے اوراد کو دیکھتی چلی گئی۔

oooooooooo

"ٹھیک ہے۔ تم یہی کرو گے۔ خانزادہ سردار کا شدید نقصان۔۔ اس کے خاندان کے ایک فرد کی موت۔۔

اسلم خان کیا تمہیں اصلحہ چلانا آتا ہے؟" یہ جملے سن کر اسلم خان کو زور دار جھٹکا لگا تھا۔

"ک۔۔ کیا مطلب خان صاحب۔۔ کس کی۔۔ موت۔۔" اسلم خان کے لیے بولنا مشکل ہو گیا تھا۔

"میں نے جو سوال کیا ہے، وہ جواب دو۔۔ کیا تمہارے پاس اصلحہ ہے؟" اوراد نے بے زار سے لہجے میں اپنا سوال دوہراتے ہوئے گردن موڑی تو واش روم کے دروازے پر کھڑی حمالہ پر نظر پڑی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"جی خان صاحب اصلحہ ہے اور چلانا بھی آتا ہے۔" اسلم نے فخر سے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے، میں تم سے بعد میں بات کرتا ہوں۔" اورادنے سنجیدگی سے کہااور اٹھ کر حمالہ کے پاس پہنچا۔

"ناشتہ کرنے چلیں؟ باہر سب ویٹ کر رہے ہوں گے۔" اورادنے موبائل اپنی جیب میں رکھتے ہوئے اس سے کہا۔ وہ بوکھلا کر دو قدم پیچھے ہوئی۔

"میں چینج۔۔کرنا چاہتی ہوں۔" حمالہ نے گھبرا کر جواب دیا۔اوراد کے الفاظ پر اس کا دل کانپ رہا تھا۔ وہ کسے مارنے کی بات کر رہا تھا؟ حمالہ کا دماغ اس کے جملوں پر اٹک چکا تھا۔

"اٹس او۔کے میں ویٹ کر لیتا ہوں۔" وہ سر ہلا کر دوبارہ صوفے پر جا کر بیٹھااور موبائل پر

میسج ٹائپ کرنے لگا۔ پھر یکدم حمالہ کے تاثرات یاد آنے پر چونکااور سر گھما کر حمالہ کو بغور دیکھا۔ وہ گھبرائی ہوئی سی اپنا ڈریس نکال رہی تھی۔

اس کے خوف پر اورادرخ پھیر کر مسکرایا مگر اس کی غلط فہمی دور نہیں کی تھی۔شاید کچھ وقت کے لیے اچھا ہی تھا کہ وہ اس سے ڈر کر چپ رہے اور اس سے کسی بات پر بحث نا کرے۔

وہ تیار ہوئی تو اوراد گہری نظروں سے اس کا جائزہ لیتا اس کا ہاتھ تھام کر کمرے سے نکلا۔ حمالہ اپنا ہاتھ چھڑوانا چاہتی تھی مگر اس کی گرفت مضبوط تھی۔

ناشتے کی ٹیبل پر سب موجود تھے مگر کسی نے کوئی بات نہیں کی تھی، حمالہ سے بھی کوئی سوال نہیں ہوا تھا۔ خانی بیگم اوراد کو دیکھ کر خاموش رہیں۔

وہ اطمینان سے چائے پی رہا تھا۔ بظاہر پُر سکون تھا مگر سب جانتے تھے کوئی بات کی تو ابھی لحاظ مروت ایک طرف رکھ کر جواب دے گا۔

"الہام ہم آج شام ہی شہر کے لیے نکلیں گے۔ تم تیاری کر لینا۔۔" اورادنے سامنے بیٹھے الہام کو دیکھ کر کہا۔

حمالہ بالکل چپ چاپ اس کے پہلو میں بیٹھی پوری پلیٹ پر جھکی ہوئی تھی۔

"ظاہر ہے، علیہا کے ریسیپشن کے لیے جانا ہے۔" الہام سکون سے بول رہا تھا۔ اورادنے ابرو چڑھا کر دیکھا۔

"جی ہاں اور اس کے بعد ہماری واپسی نہیں ہو گی۔" اورادنے اپنی بات پر زور دیا تو الہام کا منہ اتر گیا۔

"اور تم بھی۔۔" اورادنے اچانک اپنے ساتھ بیٹھی حمالہ کو مخاطب کیا۔ وہ منہ کھولے اسے دیکھنے لگی۔

"اسے لے جا کر کیا کرو گے؟ دن سارا تم بزی رہو گے۔ یہ اکیلی گھر میں کیا کرے گی۔" خانی بیگم نے بے ساختہ اس کی بات کو ٹوک کر کہا۔

"اور یہ یہاں رہ کر کیا کرے گی؟" اورادنے سنجیدگی سے سوال کیا۔ باقی سب اپنا اپنا ناشتہ کرنے میں مصروف تھے یوں جیسے وہاں کوئی بات ہی نا ہو رہی ہو۔۔ خانی بیگم اور اورادکی بحث میں ویسے بھی کوئی نہیں بولتا تھا۔ حمالہ کا حلق خشک ہو رہا تھا۔

اسے اورادکے ساتھ جانا بھی مشکل لگ رہا تھا اور خانی بیگم کے پاس رہنا بھی مشکل ترین تھا۔

"کم سے کم تمیز سیکھ جائے گی۔ حویلی میں کنواری لڑکیوں کو ان کی مرضی کی زندگی دی گئی ہے لیکن شادی شدہ لڑکی کے اٹھنے بیٹھنے کا ایک طریقہ ہوتا ہے۔ وہ سب سکھاؤں گی، اسے چھوڑ جاؤ یہاں۔۔"

خانی بیگم نے سرد نظروں سے حمالہ کو گھور کر کہا۔ وہ پھیکی پڑ گئی، ایسا لگ رہا تھا جیسے اسے کسی امتحان گاہ میں بٹھا دیا گیا ہے جہاں اسے مسلسل آزمایا جانے والا تھا اور غلطی کی گنجائش بھی نا تھی۔ اورادنے گردن موڑ کر حمالہ کا اترا ہوا منہ دیکھا۔

"رہنے دیں، جو سیکھنا تھا سیکھ چکی ہے۔ طور طریقہ میرے پاس رہ کر سیکھ جائے گی۔ میں پہلے بتا چکا ہوں آپ کو، میں جہاں رہوں گا وہیں میری بیوی رہے گی۔" اورادنے چائے کا کپ ٹیبل پر رکھ کر دو ٹوک لہجے میں کہا اور اٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔

"کل شادی ہوئی ہے اس کی اور آج یہ اپنے فیصلے خود لینے لگ گیا ہے۔" خانی بیگم نے ماتھے پر بل ڈال کر خانزادہ کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"پہلی بار ٹھیک فیصلہ لیا ہے اس نے۔۔ مورے جب آپ کو حمالہ کے طور طریقے ہی نہیں پسند تو اچھا ہے یہ آپ کے سامنے ہی نا ہو۔" خانزادہ نے مسکرا کر حمالہ کو دیکھتے ہوئے

اطمینان سے کہا تو خانی بیگم پہلو بدل کر رہ گئیں۔

اور حمالہ پریشان سی بیٹھی تھی، اسے فی الحال کوئی اندازہ نہیں تھا کیا ٹھیک ہو رہا ہے کیا غلط۔۔۔

وہ وقت کے سمندر میں بہتی جا رہی تھی، لہریں جہاں لے چلیں، اس کی مرضی کہیں پیچھے رہ گئی تھی۔

oooooooooooo

اُسوان فریش سی باہر صحن میں پہنچی تو سب ناشتہ پر اس کا انتظار کر رہے تھے۔ادب خان کی موجودگی پر اس نے جھجک کر سلام کیا تو وہ مسکرا کر سر ہلا گئے۔ایاد خان ایک چئیر پر بے نیازی سے بیٹھا موبائل پر مصروف تھا۔

"آؤ بیٹا۔۔ ہم تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے۔ تمہاری ماں نے کال کی تھی صبح صبح۔۔پر یہان وغیرہ ناشتہ لے کر آ رہی تھیں، میں نے صاف منع کر دیا۔

میں نے کہا ہماری پرائیویسی ڈسٹرب نہیں کرو۔" ریما اسے اپنے پاس بٹھاتے ہوئے بولیں تو وہ مسکرا دی۔

"بچی ملنا چاہتی ہو گی ماں سے۔۔اس سے تو پوچھ لیتیں۔۔" ادب خان نے انہیں اُسوان کا خیال دلایا۔

"لیں آج دن کے وقت حویلی میں ولیمہ ہے، وہاں جائے گی تو مل لے گی۔ پھر رات کو وہاں علیہا کا ولیمہ ہے، کل صبح اس کا اپنا ہو گا۔۔ ملتی ہی رہے گی۔

ویسے بھی میں نے کہا ہمارے بیٹے سے ہم ہی برداشت نہیں ہوتے ایسا نا ہو ان کو بھی کہے کیوں آئے ہیں۔"

ریما نے سکون سے بولتے ہوئے آخر میں ایاد کو سنوایا۔

"ہاں جی آپ کو بھی میری موجودگی میں گھر بدر ہونا پڑتا ہو گا۔" ایاد نے موبائل رکھ کر انہیں جتایا۔

"ہو ہی نا جائیں گھر بدر۔۔ ہاں یہ دوسروں کو گھر کے دروازے تک پہنچا دیتی ہیں۔ آپ کو بھی کیا غلط فہمی ہونے لگتی ہے۔" گلالئی نے بھی حصہ ڈالا۔۔ ریما نے اپنی لمبی زبان والی بیٹی کو گھورا۔

اُسوان ہونق سی تینوں کو دیکھ رہی تھی، ریما کی ہمیشہ سے یہی عادت تھی تاک کر نشانہ لگاتی تھیں۔ پھر بچے بھی دونوں ان پر ہی چلے گئے تھے۔ طنز کے بغیر ان کی بات مکمل ہوتی ہی نہیں تھی۔

ادب خاموشی سے ناشتہ کر رہے تھے۔ اُسوان ان ماں بچوں کی نوک جھونک سے محظوظ ہو رہی تھی۔

"اسے رات گئے اپنے پاس بٹھا کر باتیں کرتی رہیں، اس کے لیے کوئی چادر وغیرہ بھی رکھ دینی تھی۔ آدھی رات کو ٹھنڈ لگ گئی تھی محترمہ کو۔۔" ایاد سے اُسوان کی کھی کھی برداشت نہیں ہوئی یکدم اُس کی طرف مڑا۔ وہ گڑبڑا کر اسے دیکھنے لگی۔

"تمہیں ٹھنڈ لگی رات کو؟" ریما حیرت سے اسے دیکھنے لگیں۔ وہ ایسے شرمندہ ہوئی جیسے غلطی کر بیٹھی ہو۔

"تو ہم نے الماری میں رکھی تھیں چادریں۔۔ آپ اٹھا دیتے۔ وہ تو کل رخصت ہو کر آئی ہے آپ بھی مہمان تھے کیا۔" گلالئی نے منہ بنا کر بھائی کو دیکھا۔

"ہاں یہ بھی تو دو دن پہلے ہی رخصت ہو کر آیا تھا۔" ریما نے پھر سے اسی کو نشانہ بنایا۔ ایاد نے لب بھینچ لیے۔ اُسوان کا جی چاہا زور زور سے ہنسے۔

"میں نے چادر اٹھا دی تھی، آپ کو موقع چاہئیے بس مجھ پر طنز کرنے کا۔۔" ایاد نے خفگی سے کہا۔

"خاموشی سے ناشتہ کر لیں آپ سب۔۔" ادب خان نے ان تینوں کو گھور کر چپ کروایا۔

اُسوان ہنسی روکنے کے چکر میں سرخ پڑ رہی تھی۔

ناشتے سے فارغ ہو کر وہ کمرے میں پہنچی تو وہ اسی کے انتظار میں بیٹھا تھا۔

"بیٹھو مجھے بات کرنی ہے۔" ایاد کے سنجیدہ جملے پر اُسوان اپنے لیے ڈریس نکالنے کا ارادہ ترک کر کے اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

"میں کل ولیمہ کے بعد واپس شہر جاؤں گا۔ یونی سے چھٹیاں بھی ایمرجنسی میں لی تھیں بس اتنی ہی ملیں۔ تم یہیں رہو گی یا ساتھ جانا ہے؟؟" ایاد نے اس سے سوال کیا تو وہ ہاتھ آپس میں رگڑنے لگی۔

"مجھے بھی یونی جوائن کرنی ہے پھر سے۔۔" وہ ہچکچا کر اپنی پریشانی بتا رہی تھی۔

"تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ تم میرے ساتھ جا سکتی ہو۔ تمہاری پڑھائی کے دوران یہاں آنے کا کوئی نہیں کہے گا، پڑھائی کے بعد تمہاری مرضی ہو گی، تم چاہے جہاں بھی رہو۔۔" ایاد نے اس کی مشکل آسان کی اور پھر سے موبائل کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اسے اپنی جگہ جما دیکھ کر ایاد نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ وہ سر جھکائے کچھ پریشان سی بیٹھی تھی۔

"اب کیا پریشانی ہے؟" ایاد نے بے ساختہ سوال کیا۔ وہ اپنے کام سے کام نہیں رکھ پا رہا تھا۔ وہ چاہ کر بھی ہر بار اسے اس کے حال پر نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

"سر وہاں یونی میں۔۔اگر ان لڑکوں نے دوبارہ مجھے۔۔۔" اُسوان گھبرا کر اس سے پوچھ رہی تھی جب ایاد نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔

"اب ایسا کچھ نہیں ہو گا، میں بھی وہیں ہوتا ہوں۔ کوئی تنگ کرے تو مجھے بتانا۔۔" ایاد نے اسے اطمینان دلایا۔اُسوان بے ساختہ اسے دیکھنے لگی۔

"اب ایسے گھورنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جاؤ اپنا کام کرو اب۔۔" اس کے یوں دیکھنے پر ایاد نے نظریں چرا کر اسے بھیجا اور خود کو مصروف ظاہر کرنے لگا۔

اُسوان مسکرا کر اٹھی اور حویلی جانے کے لیے ریما کا دیا براؤن اور سکن کلر کا ڈریس اٹھانے لگی۔

ایاد کوئی کال آنے پر کمرے سے نکل چکا تھا، اُسوان نے سکون کا سانس بھرا۔جب ایاد سے رشتہ نہیں جڑا تھا تو وہ صرف ایک سخت مزاج اور کچھ سڑیل سا انسان لگتا تھا مگر وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ایاد خان سے رشتہ جڑنے پر وہ یوں اسے آسانیاں دیتا جائے گا۔

اسے حیرت تھی اچانک کیے جانے والے فیصلوں میں کوئی اتنا مطمئن اور پُر سکون کیسے ہو سکتا ہے؟؟

وہ واقعی محافظ تھا۔ وہ ثابت کر رہا تھا مرد محافظ ہی ہوتے ہیں۔اپنی عورتوں کو ہر مشکل سے بچانے والے۔۔اس کی یہی خاصیت اوراد خانزادہ کے علم میں تھی۔

یعنی ثابت ہوا اوراد خانزادہ کے فیصلے بھی خانزادہ حدیر کی طرح بہترین ثابت ہو سکتے تھے۔۔

سب کو ہی آہستہ آہستہ اندازہ ہونے لگا تھا کہ خانزادہ نے اپنی جگہ اور سرداری اوراد کو ہی دینے کا فیصلہ کیوں کیا تھا۔ وہ اس قابل تھا۔۔۔۔

oooooooooo

حمینہ اپنی بیٹی کو لیے کمرے میں بند تھی، بیوٹیشن حمالہ کو تیار کر رہی تھی، زرشے اسے بلانے دو تین مرتبہ کمرے میں آئیں مگر وہ جیسے کان بند کر چکی تھی۔ ہل کر ہی نہیں دے رہی تھی۔

ثنا بیگم ملازمین کو بھگائے اپنی تیاریوں میں مصروف تھیں، اس لیے توجہ نہیں دی۔ زرشے حمینہ کے رویئے پر پریشان ہونے لگیں۔ گل جان کے پاس جا کر ان سے حمینہ کو سمجھانے کا کہا۔

"ایسا کیوں کر رہی ہے وہ؟ ایسی نافرمان ہے تو نہیں، اس کی بیٹی ٹھیک ہے۔۔" گل جان حیران ہونے لگیں۔ بیڈ سے اٹھیں تو ایقان ان کے پاس پہنچ گئیں۔ دونوں ماں بیٹی نے چونک کر اسے دیکھا۔

"مورے میری طبیعت۔۔ عجیب سی ہو رہی ہے۔ چکر آ رہے ہیں۔۔" ایقان لرزش زدہ آواز میں بولتی ان کے پاس گر سی گئی۔

"یا اللہ خیر۔۔ کیوں کیا ہو گیا۔ صبح ناشتہ کیا تھا کیا؟" زرشے نے گھبرا کر اسے دیکھا۔ گل جان اسے ٹھیک سے اپنے پاس سلانے لگیں۔

"جی ہاں، ناشتہ کیا تھا۔" وہ بالکل فق پڑ رہی تھی۔

"بی پی لو ہو رہا ہے کیا؟ جاؤ زرشے اس کے لیے کچھ جوس وغیرہ لے آؤ، سارا دن مشین کی طرح بھاگتی ہے۔" گل جان پریشان ہو گئی تھیں۔ زرشے بیگم حمینہ کو بھلائے باہر نکلیں اور سیدھی اپنے پورشن میں پہنچ گئیں۔ ایقان کے لیے جوس بناتے ہوئے ان کی نظر مردان خانے سے آتے ابراہیم پر پڑی۔

"ابراہیم بات سنو بیٹا۔۔" زرشے کی آواز پر وہ قدم کچن کی طرف بڑھاتا ان کے پاس پہنچا۔

"بیٹا حمینہ سے کہو بیوٹیشن اس کا انتظار کر رہی ہے، علیہا کے کمرے میں اسے بھیجو، حمالہ بھی وہیں ہے۔" زرشے نے حمینہ کی ضد چھپا کر اسے ہدایت دی۔

"او۔ کے میں کہہ دیتا ہوں۔" وہ سر ہلا کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ حمینہ اپنی بیٹی کو لیے سکون سے بیٹھی تھی۔ ابراہیم اس کے پاس رکا۔

"کیا تم نے تیار نہیں ہونا حمینہ؟ کچھ ہی دیر تک مہمان آ جائیں گے۔" وہ نرمی سے بول رہا تھا۔

"نہیں ہونا تیار مجھے۔۔ میری بیٹی کی طبیعت خراب ہے۔" وہ سپاٹ لہجے میں بول رہی تھی۔ ابراہیم اس کے انداز پر ٹھٹکا۔

"آج تمہارا ولیمہ ہے حمینہ۔۔ سب پوچھیں گے تمہارا تو کیا جواب دیں گے؟" ابراہیم نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ وہ نظر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔

"تو اس کا کیا کروں؟ یہ رات بھر طبیعت خراب کے ساتھ روتی رہی ہے اور میں یہاں سکون سے سو رہی تھی۔ کیا یہی چاہتے ہیں آپ؟

میں ایک بچی کی ماں ہوں، جب یہ بات آپ سب سے برداشت ہی نہیں تو شادی کیوں کی مجھ سے۔۔ آپ کی حویلی کی رسومات اور فنکشن میں میری بیٹی کی حالت خراب ہو گئی ہے۔" حمینہ بولتے بولتے رو پڑی۔ ابراہیم لب بھینچے اسے دیکھ رہا تھا۔ نظر اس کی گود میں سوئی بچی پر پڑی تو وہ سمٹی ہوئی سی ماں کے پہلو میں چہرہ چھپا کر سو رہی تھی۔

"اگر تم چاہو تو میں اسے سنبھال سکتا ہوں۔ تم جا کر تیار ہو جاؤ۔۔ کچھ دیر باہر لوگوں میں بیٹھ جانا پھر میں بات کر لوں گا سب سے، کوئی تمہیں نہیں چھیڑے گا۔۔ تم اپنے کمرے میں آ جانا۔۔" ابراہیم اس کے پاس بیٹھ کر نرمی سے بولتا اس کا سر سہلانے لگا۔

حمینہ بھرائی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر بچوں جیسی معصومیت اور بے چارگی تھی۔

"میں جانتی ہوں، آپ اسے چھوڑ کر باہر چلے جائیں گے۔ یہ اکیلی پڑی روتی رہے گی۔ یہ آپ کی زمہ داری نہیں ہے، یہ میری زمہ داری ہے پلیز مجھ پر ترس کھائیں۔ میں نے اس لیے شادی کا فیصلہ نہیں لیا تھا۔ میں یہ سب نہیں کر سکتی۔۔" وہ سسکیاں بھرتی اسے دیکھ کر بول رہی تھی۔ ابراہیم اس کے الفاظ پر شاکڈ رہ گیا۔ وہ نارمل نہیں تھی۔ اس کے لہجے میں خوف تھا۔ بے چینی تھی۔ کیا اسے کچھ کہا گیا تھا؟؟

وہ پریشان ہو گیا۔ وہ سب اچھا کرنا چاہتا تھا مگر یہاں تو سب مزید سے مزید خراب ہوتا جا رہا تھا۔

"ایسا نہیں ہے حمینہ۔۔ تم دونوں میری زمہ داری ہو۔۔ اگر رات کو اس کی طبیعت خراب تھی تو بتانا تھا ناں، اپنے پاس سلا لینا تھا میں نے منع تو نہیں کیا تھا۔

مگر پریشان مت ہو جب تک تم تیار ہو کر نہیں آؤ گی میں اسے سنبھالوں گا۔۔اگر مجھے جانا پڑا تب بھی اسے گل جان کے حوالے کر کے ہی جاؤں گا۔" ابراہیم نے بے ساختہ اس کے گرد بازو پھیلا کر نرمی سے اس کا سر تھپکا تو وہ ضبط سے آنکھیں میچتی آنسو اپنے اندر اتار گئی۔اسے ابر سہیم کی بات سے فرق نہیں پڑا تھا، اسے بس اتنا پتا تھا وہ اب مزید ضد کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔

"جاؤ تیار ہو جاؤ۔۔" ابراہیم نے کہتے ہوئے بچی پر رکھا اس کا ہاتھ تھام کر پیچھے ہٹایا اور اس ننھی سی بچی کو اٹھا کر سینے سے لگا گیا۔وہ کسمسا کر پھر سے اس کے سینے پر سر رکھ گئی۔

حمینہ نے ایک نظر بیٹی کو سکون سے سوتا دیکھا۔اسے حیرت ہوتی تھی اپنی بیٹی پر جو ہر بار ابراہیم کے اٹھانے پر بہت سکون سے اس کے پاس چلی جاتی تھی۔کیا وہ اسے واقعی باپ مان چکی تھی؟؟ وہ سر جھٹکتی خاموشی سے اٹھ کر اپنا سامان اٹھانے لگی۔ابراہیم خاموشی سے اسے دیکھتا جا رہا تھا۔اس کی اداسی اور آنسوؤں پر وہ بے چین ہو جاتا تھا اور اسے ابھی بھی لگتا تھا اس نے یہ شادی صرف انہیں سہارا دینے کے لیے کی ہے۔۔؟؟ وہ غلط تھا۔

oooooooooooo

باہر حویلی میں افراتفری کا ماحول تھا۔مہمانوں کا ڈھیر اور سٹیج نما اونچی جگہ پر رکھے نہایت بڑے تخت پر بیٹھی حمینہ اور حمالہ آج ہلکے پھلکے میک اپ میں بہت معصوم اور پیاری لگ رہی تھیں۔ان کی نزاکت و حسین صورت سب کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی مگر وہ دونوں ہی چپ چپ سی تھیں۔

اُسوان، علیہا اور گلالئی وہیں قریب رکھے صوفوں پر بیٹھی ہنسی مذاق کر رہی تھیں۔

"یہ ان دونوں کو کون سا سانپ سونگھ گیا ہے، یہ تو شادی کے اگلے ہی روز گم صم روحیں بن گئی ہیں۔"

گلالئی حیرت سے حمینہ اور حمالہ کو دیکھ رہی تھی۔

"حمینہ کو تو ہم نے جب سے دیکھا ہے ایسی ہی ہے، نا ہنستی ہے نا بولتی ہے اور حمالہ یقیناً ابھی تک لالا سے شادی ہونے کے صدمہ میں ہے۔" علیہا نے گہری سانس بھر کر کہا۔ اسوان تاسف سے سر ہلانے لگی۔

"دونوں ہی ٹھیک ہو جائیں گی، ایقان کہاں ہے؟" اسوان نے نظر اِدھر اُدھر دوڑاتے ہوئے ایقان کو ڈھونڈا۔

"مورے گل بتا رہی تھیں اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ تھکن ہو گئی ہے شاید۔۔" علیہا نے اسے بتایا۔

"ایقان نے شادی کے ان تمام دنوں میں خانی مورے کے ساتھ سب سنبھالا ہے۔ مجھے پہلے ہی لگ رہا تھا اس بندی نے کسی دن گر جانا ہے۔" اسوان نے منہ بنا کر کہا۔

"یار سچ کہوں تو تمہاری حویلی جتنی بڑی ہے اتنی زیادہ زمہ داریاں ہیں۔ یہاں کا ہر ایونٹ بہت بڑے پیمانے پر ہوتا ہے۔ سب سے بڑھ کر تم لوگوں کے زیور اور کپڑے ایسے بھاری اور مہنگے ہوتے ہیں کہ دیکھ کر ہی مجھے کچھ ہونے لگتا ہے۔ توبہ۔۔" گلالئی کانوں کو ہاتھ لگاتی باقاعدہ توبہ کرنے لگی۔

"ہم دونوں کو مسئلہ تو نہیں تھا مگر اس ماحول سے نکل چکیں ہم تو۔۔ حمالہ کو ہی مسئلہ تھا اور وہی پھنس گئی ہے۔ خانی مورے تو یہی حال کرتی ہیں جو ایقان کا ہو رہا ہے۔" اسوان کندھے اچکا کر بولی۔

"انہوں نے خود بھی ایسی زندگی گزاری ہے، ماما بتاتی ہیں کہ وہ آغا جان کی ہر زمہ داری میں ان کے ساتھ ہوتی تھیں، تمام مسائل اور حویلی کی زمہ داریاں صرف ان کے سر تھیں اور وہ ہمیں ویسا بنانا چاہتی ہیں۔" علیہا نے ان کی شخصیت پر تبصرہ کیا۔

"شکر اللہ نے مجھے ایسا کوئی سسرال نہیں دیا۔" گلالئ شکر ادا کرتی ان دونوں کو تپا گئی۔

تخت پر بیٹھی حمینہ ابراہیم کی ہدایت پر ملازمہ کے ساتھ سٹیج سے اتر کر وہاں سے جا رہی تھی۔ حمالہ بے چارگی سے اپنی اکڑتی ہوئی کمر پیچھے رکھے گاؤ تکیے سے ٹکا گئی۔ دماغ سنسنا رہا تھا۔

حویلی کے اندرونی جانب بڑھتی حمینہ کو دیکھ کر اسے شدت سے خواہش ہوئی کہ کاش وہ بھی حمینہ کی طرح اٹھ کر وہاں سے جا سکتی مگر وہ ابھی ہل بھی نہیں سکتی تھی۔ خانی بیگم وقتاً فوقتاً آنے والی عورتوں کو اپنے لاڈلے پوتے کی بیوی سے ملوا رہی تھی اور ساتھ ساتھ حمالہ کو یہ بھی کہہ رہی تھیں کہ آگے جا کر ان سب لوگوں سے اسے تعلقات اچھے کرنا ہوں گے۔ وہ سردار کی بیوی بنے گی تو اسے ہی علاقے کی عورتوں کو سنبھالنا ہو گا۔

حمالہ۔۔ جو خود کو نہیں سنبھال سکتی تھی۔۔ علاقے کی خواتین اور ان کے مسائل سلجھانے کا سوچ کر ہی بے دم ہونے لگی تھی۔

oooooooooo

ر باض فارغ ہو کر زنان خانے میں پہنچا تو ان کا پورشن بالکل ہی خالی پڑا تھا۔ سب حویلی والے حویلی کے وسیع و عریض لان میں موجود تھے۔ ولیمہ جاری تھا۔

وہ گل جان کے کمرے میں پہنچا تو ایقان آنکھیں موندے وہیں پڑی تھی، اس کا چہرہ اور جسم پسینے سے شرابور ہو رہا تھا۔

ر باض نے اس کے پاس بیٹھ کر فکر مندی سے اسے دیکھا اور ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے کی نمی صاف کی۔ اس کے لمس پر ایقان نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

"کیا ہو گیا ہے ایقان؟ طبیعت خراب تھی تو مجھے کیوں نہیں بتایا؟" ر باض اس پر جھکا فکر بھرے لہجے میں بول رہا تھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"میں اب ٹھیک ہوں بس۔۔ کچن میں گئی تو اچانک گھبراہٹ ہونے لگی۔" وہ مدھم سے لہجے میں بول رہی تھی۔ ر باض اٹھ کھڑا ہوا۔

"آؤ ہاسپٹل لے چلتا ہوں۔ چیک اپ کروا لیتے ہیں۔" اس نے ہاتھ ایقان کی طرف بڑھاتے ہوئے نرمی سے کہا۔

"آج نہیں۔۔ بعد میں چلیں گے۔ میں اب ٹھیک ہوں۔" وہ نفی میں سر ہلاتی اٹھنے لگی۔

"او۔ کے مگر طبیعت خراب ہو تو ضرور بتانا۔ کہاں جا رہی ہو؟؟" وہ اسے سہارا دے کر کھڑا کرتے ہوئے بولا۔

"اپنے روم میں جانا چاہتی ہوں۔" وہ سر جھکائے جوتوں میں پیر پھنساتے ہوئے بولی۔

"میں لے جاتا ہوں، تم نے کچھ کھایا پیا بھی ہے یا ایسے ہی پڑی ہو صبح سے؟؟" وہ اس کے گرد بازو پھیلاتا اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے بولا۔

"جوس پیا ہے دو بار اور وہی کافی ہو گیا ہے۔ کھانے کا سب کہہ چکے ہیں مگر مجھ سے کچھ کھایا نہیں جا رہا۔" وہ قدم بڑھاتی بے چارگی سے بول رہی تھی۔

"تم تو پاگل ہو۔۔" وہ جیسے اطلاع دے رہا تھا۔ ایقان منہ بسورنے لگی۔ اسے اپنے کمرے میں لا کر بٹھایا اور پیچھے ہو کر اسے دیکھنے لگا۔

"میں کچھ کھانے کو لاتا ہوں اور آئی تھنک الہام یا ابراہیم میں سے کوئی سامنے ہوا تو ان کو بھی لے آتا ہوں۔۔ جب تک تمہارا چیک اپ نہیں ہوتا مجھے سکون نہیں ملے گا۔" ریاض پر سوچ لہجے میں بولا اور ایقان کی سنے بنا کمرے سے نکل گیا۔

کچھ ہی دیر میں وہ الہام کے ساتھ لوٹا تھا۔ ہاتھ میں کھانے کی ٹرے بھی تھی۔ ایقان اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"میں کھانا کھا رہا تھا جب آپ کے خان صاحب مجھے پکڑ کر اٹھا لائے اور آپ کے لیے کیسے کھانا بھر بھر کر لے آئے ہیں۔ بہت ناانصاف ہو گئے ہیں یہاں تو سب۔۔"

الہام اس کے سامنے بیٹھتے ہی شروع ہو چکا تھا۔ ایقان مسکرا کر اسے دیکھنے لگی، ریاض نے پلٹ کر اسے گھورا۔

"میرے بھائی تمہارا پیٹ تو کنواں ہے اس نے کبھی نہیں بھرنا۔۔اور اد نے دو مرتبہ تمہارا یہ کنواں بھرنے کی کوشش کی ہے اب وہ تھک چکا تھا اسی لیے اٹھالایا ہوں تمہیں۔۔" رباض نے اسے جتا کر کہا تو وہ سر جھٹکتا ان سنی کر گیا۔

"اپ بتائیں کیا ہوا آپ کو۔۔اپنی پوری کنڈیشن بتائیں۔" الہام نے ایقان کی نبض چیک کرتے ہوئے اس سے سوال کیا۔وہ آہستگی سے بولتی اسے سب بتانے لگی۔

"دو تین روز سے ہو رہا ہے، کام کرتے ہوئے اچانک سے دل گھبرانے لگتا ہے، ایسے ہی چکر آتے ہیں اور عجیب سی کیفیت ہوتی ہے۔" ایقان کی بات پر رباض نے خفگی سے اسے دیکھا۔دو تین روز سے اس کی یہ حالت تھی اور اس نے ظاہر ہی نہیں کیا تھا۔اس کے پاس بیٹھ کر وہ ناراضگی میں ہی پلیٹ میں کھانا نکالنے لگا۔

"اٹس اوکے یہ ویکنیس ہے۔آپ اہنی ہیلتھ پر فوکس کریں اور ڈائٹ اچھی کریں۔اینڈ افکورس زرا خود پر برڈن بھی کم ڈالیں۔" الہام نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"لالا ملٹی وٹامن لادیں ان کو اور جوسز وغیرہ ہر وقت پیا کریں آپ۔۔" الہام نے ان دونوں کو ایک ساتھ ہدایت دی اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"بیٹھو۔۔اپنا کنواں بھرنا ہے تو ہمیں جوائن کر لو۔۔" رباض نے اسے آفر دی تو وہ ناک چڑھا گیا۔

"شکریہ۔۔کاش آپ میں اور اد لالا جیسا ظرف ہوتا مگر نہیں ہے۔آپ نے کھلا کر ساتھ ساتھ جتانا بھی ہے۔

اس لیے میں جارہا ہوں۔" وہ جتا کر بولا۔

"اگر میں نے جتایا ہوتا تو آج تم ایسے میرے آگے زبان نہیں چلا رہے ہوتے۔۔ تم ناں الہام بالکل عورت ہو پوری۔۔" ریاض دانت کچکچا کر بول رہا تھا۔ ایقان پھر سے سر پکڑ چکی تھی۔ ہمیشہ فیملی کے بڑے بیٹے کی چھوٹے چھوٹے بیٹے سے بہت بنتی ہے مگر یہاں الٹا حساب تھا۔ یہاں انہی دو میں بالکل نہیں بنتی تھی۔

جب ساتھ بیٹھتے تھے لڑتے طنز کرتے رہ جاتے تھے۔

اب بھی الہام اچھا خاصہ بول کر وہاں سے واک آؤٹ کر گیا تھا اور ریاض سر جھٹک ایقان کو کھانا کھلانے لگا۔

"کیا آپ کو الہام کی باتیں بری نہیں لگتیں۔؟" ایقان نے جھجک کر اس سے سوال کیا تو وہ چونکا۔

"بالکل نہیں۔۔ وہ تو پاگل ہے۔" اس کے جواب پر ایقان نے آہ بھری۔۔ اور ریاض کے لیے تو سب ہی پاگل تھے۔

oooooooooooo

حمینہ ملازمہ کے ساتھ اپنے کمرے میں پہنچی تو گل جان بیگم اس کی بیٹی کو سنبھالے بیٹھی ہوئی تھیں۔

"سوری مورے گل۔۔ میری وجہ سے آپ یہاں کمرے میں بیٹھی ہیں۔" وہ ان سے اپنی بیٹی کو لے کر شرمندگی سے معذرت کرتی ایک طرف بیٹھ گئی۔ بچی اس کے لباس پر ہوئے بھاری کام اور زیورات سے تنگ ہوتی بے چینی سے کسمسانے لگی تھی۔

"کوئی بات نہیں بیٹا۔۔ تم ہماری حویلی کا فرد ہو یوں تکلف مت برتا کرو۔" گل جان نے اسے نرمی سے ٹوکا اور بیڈ سے اترنے لگیں۔

"اب کوئی مسئلہ تو نہیں ہے ناں؟ کھانا کھایا یا نہیں؟" گل جان نے اس سے سوال کیا۔اس نے کھانا نہیں کھایا تھا مگر وہ سر اثبات میں ہلاتی ان کو مطمئن کر گئی۔

گل جان بیگم مطمئن ہو کر وہاں سے چلی گئیں۔

حمینہ ان کے جاتے ہی اپنی بیٹی کو احتیاط سے بستر پر سلاتی اٹھ کر خود کو زیورات اور کام سے بھرے لباس سے آزاد کروانے لگی۔ ہلکا سادہ لباس پہن کر وہ بستر پر تھکن زدہ سی گر گئی۔

آج شادی کا اختتام ہوا تھا یعنی آج۔۔۔ لوگوں کے سامنے خود کو سجا کر پیش کرنے والے اس ڈرامہ سے جان چھوٹ گئی تھی۔اس نے سکھ کا گہرا سانس بھرا اور اپنی بیٹی کو سینے میں بھینچ کر آنکھیں موند گئی۔

ابراہیم اپنے ہاسپٹل سے آئی کسی کال کو سن کر شہر روانگی کا سوچ کر اپنے کمرے میں آیا تو وہ دونوں ماں بیٹی نہایت سکون سے سونے میں مصروف تھیں۔وہ انہیں دیکھتا بے ساختہ مسکرا دیا۔

حمینہ کے پاس جا کر بیٹھا اور جھک کر اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ وہ جس سکون سے سو رہی تھی ابراہیم کو بھی سکون سا محسوس ہوا تھا۔ وہ ہاتھ بڑھا کر احتیاط سے اس کے بالوں میں لگی جُوڑے والی پنیں نکالنے لگا تاکہ وہ سر یہاں وہاں کرتے ہوئے تنگ نا ہو۔۔

ابھی اس نے دو پن نکالی تھیں کہ تیسری میں حمینہ کے بال پھنس گئے، وہ سسکاری بھرتی وہ نیند سے جاگ گئی۔

"سوری۔۔ میں کافی کیئر فُل تھا پھر بھی۔۔" ابراہیم نے گڑبڑا کر وضاحت دی تو وہ آنکھیں جھپکتی نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔

"اچھا ہوا تم جاگ گئیں، میں بتانا چاہتا تھا کہ میں کچھ دیر تک واپس چلا جاؤں گا۔ کچھ سرجریز کرنا ضروری ہیں۔ میں فری ہو کر واپس آؤں گا پھر چھوٹی گڑیا کو پراپر ٹریٹمنٹ کروانے کے لیے لے جاؤں گا۔۔"

وہ آہستگی سے بولتا اس کے پھنسے ہوئے بالوں کو پن سے نکال رہا تھا۔ حمینہ نے نظر اوپر کر کے اس کے بازو دیکھے، وہ ایسے مگن تھا جیسے یہ کام ضروری ہو۔

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ۔۔ اسی بار لے جائیں، اس کو اب بخار بہت رہنے لگا ہے۔" وہ نیند سے بھری مدھم آواز میں بول رہی تھی۔ ابراہیم نے بے ساختہ اس کا چہرہ دیکھا۔ وہ پریشان سی اسے دیکھ رہی تھی۔

"نہیں۔۔ اس بار بہت زیادہ بزی ہوں، اگر لے بھی گیا تو فائدہ نہیں کیونکہ میں بالکل وقت نہیں دے پاؤں گا۔"

NOVEL IN URDU

ابراہیم نے اس کے بالوں سے پن آزاد کر کے ایک طرف رکھتے ہوئے سنجیدگی سے بتایا۔

حمینہ مایوسی سے اپنی بیٹی کو دیکھنے لگی۔۔

"بس دو تین دن کی بات ہے۔ اس کو سیرپ دیتی رہنا تاکہ بخار نا ہو۔۔" وہ اس کی مایوسی پر نرمی سے بولا تو وہ سر ہلاتی کروٹ بدل کر اپنی بیٹی سے لپٹ کر پھر سے سو گئی۔ ابراہیم اس کی حرکت پر بے اختیار ہنس پڑا۔ سب کو لگتا تھا وہ دیکھنے میں بچی ہے ابراہیم دیکھ رہا تھا وہ حرکتیں بھی بچوں جیسی ہی کرتی تھی۔

وہ اس کے بالوں سے باقی پنوں کو نکال کر ایک طرف رکھتا نرمی سے اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔

شاید وہ حمینہ کے لیے واقعی اپنے دل میں بہت زیادہ ہمدردی اور نرمی محسوس کرتا تھا مگر یہ بھی سچ تھا کہ ایسی نرمی یا ہمدردی اسے پہلے کسی اور کے لیے کبھی محسوس نہیں ہوئی تھی۔

اس کے تیار ہو کر جانے تک حمینہ گہری نیند سو چکی تھی۔ وہ جھک کر اس بچی کو نرمی سے پیار کرتا ایک نظر حمینہ پر ڈال کر وہاں سے نکل گیا۔ باہر ثنا بیگم اپنے مہمانوں میں گھری ہوئی تھیں۔ وہ چاہ کر بھی انہیں حمینہ کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکا۔

ہاں مگر جاتے ہوئے اپنے باپ سے ضرور کہا تھا۔

" پلیز ثنا مورے سے کہیے گا میری بیوی کو اس کے کمرے میں سکون سے رہنے دیں گی۔ اس کی مرضی وہ باہر نکلے یا نہیں، اسے کوئی تنگ نا کرے۔۔" ابراہیم کی درخواست پر خان موسٰی نے اسے اطمینان دلایا تھا۔ دوسرے الفاظ میں اس کی بیوی کی زمہ داری لی تھی۔ وہ سر ہلا کر گاڑی میں بیٹھتا حویلی سے نکل گیا۔

اندر کمرے میں حمینہ اب بھی مزے سے سو رہی تھی۔ اس کو ابراہیم سے ایسا کوئی دلی لگاؤ نہیں تھا کہ اس کے جانے پر یا جانے کی بات پر اداس ہوتی۔۔

oooooooooooo

دن کے تین بجے جا کر حمالہ کی مہمانوں سے جان چھوٹی تھی، وہ اپنے کمرے میں پہنچی تو سر چکرا رہا تھا۔ ایک ایک عورت سے ملنا اور مسلسل مسکرانا۔۔اس کے جبڑوں میں اب درد سا ہونے لگا تھا۔

بیڈ پر گر کر وہ لمبی تان کر سونے کا ابھی سوچ ہی رہی تھی کہ اوراد کمرے میں آتا اس کے سر پر پہنچا۔

"کیا تم نے اپنی پیکنگ کی؟" اس نے سنجیدگی سے سوال کیا۔ حمالہ منہ چھپائے ان سنی کر کے پڑی رہی۔

"ہم کچھ دیر تک نکلیں گے، پھر مت کہنا کہ تمہارا سامان رہ گیا ہے۔" وہ اس کے پاس بیٹھ کر بولا۔ حمالہ اس کی آواز پر مٹھیاں بھینچتی ضبط کر رہی تھی۔

"سیدھی ہو کر بیٹھو حمالہ۔۔میں تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔" اوراد کی فرمائش پر حمالہ تھم سی گئی۔ ڈوپٹہ کھسکا کر منہ پر ڈالتی مزید خود کو چھپا گئی۔

اوراد نے اس کے بازو پکڑ کر یکدم اسے کھینچتے ہوئے اپنے سامنے بٹھا دیا۔ وہ زیورات میں لدی دلہن بنی پریشان سی اس کے سامنے بیٹھی تھی۔

وہ یک ٹک اسے دیکھتا ہاتھ بڑھا کر نرمی سے اس کے رخسار پر رکھ گیا تھا۔ حمالہ کرنٹ کھا کر پیچھے ہوئی۔ اوراد نے ابرو چڑھا کر اسے دیکھا۔

"میں آپ کے ساتھ شہر نہیں جا رہی۔ میں یہیں رہوں گی۔۔ حویلی میں۔۔" اس نے یہ فیصلہ ابھی ابھی کیا تھا۔ ابھی جب اوراد کی گہری نظریں اس پر جمی اسے گھبراہٹ میں مبتلا کر گئی تھیں اور اس کا لمس جان لیوا محسوس ہو رہا تھا۔

اسے یکدم احساس ہوا کہ اوراد خانزادہ کی نظروں کے سامنے رہنے سے بہتر تھا وہ خانی بیگم کی کرخت مزاجی کے ساتھ وقت گزار لیتی۔ اوراد اسے دیکھتا رہا۔

"ہم چھ بجے نکلیں گے۔" اس نے ہینڈ واچ پر وقت دیکھتے ہوئے اسے وقت کا احساس دلایا۔

"میں نہیں جا رہی۔" حمالہ روہانسی ہو گئی۔

"کیا تمہیں یونی کانٹینیو نہیں کرنی؟" اوراد نے سوال کرتے ہوئے اس کے معصوم سے نقوش کو دیکھا۔

وہ توجہ کھینچ رہی تھی مگر وہ خود پر ضبط کر گیا۔

"میں یہیں سے جا سکتی ہوں، جیسے پہلے جاتی تھی۔" حمالہ کی بات پر وہ اس کے ہاتھ تھام کر اسے اپنے قریب تر کر گیا۔ وہ سٹپٹا گئی۔

"اب کچھ پہلے جیسا نہیں ہے۔ تمہاری شادی ہو چکی ہے۔ تم میری بیوی ہو مسز حمالہ اوراد۔۔" اوراد نے اپنے آخری الفاظ پر زور دے کر اسے اس کا مقام جتایا تھا۔

حمالہ اپنے ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کرنے لگی۔

"میں تمہیں پڑھنے دے رہا ہوں، تمہارے لیے اتنا کافی ہونا چاہئیے حمالہ۔۔مزید بحث مت کرنا ورنہ تمہیں اسی حال میں لے جانے سے مجھے کوئی نہیں روک سکے گا۔" وہ سنجیدگی سے بولتا اس کے ہاتھوں پر لگی مہندی کو توجہ سے دیکھنے لگا پھر یکدم جھک کر اس کی ہتھیلیوں پر لب رکھ گیا۔

"ٹھیک ہے۔۔ ٹھیک ہے۔۔" حمالہ اپنے ہاتھ کھینچ کر پیچھے کرتی حواس باختہ سی بولی اور بیڈ سے نیچے اترنے لگی۔اور ادپُر سکون ہو کر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا گیا۔وہ اپنے زیور اتارتی چینج کرنے چلی گئی۔

چینج کر کے منہ بگاڑتی اپنا سامان بیگ میں رکھنے لگی۔اس کی بڑبڑاہٹیں عروج پر تھیں مگر آواز اتنی مدھم تھی کہ الفاظ سمجھ نہیں آ رہے تھے۔

اور ادنرم نظروں سے اسے دیکھتا جا رہا تھا۔وہ پورا سامان رکھ کر جب فارغ ہوئی تو چار بج رہے تھے۔وہ تھکن سے بے حال رونے والی ہو گئی۔

"حمالہ۔۔" اسے مسلسل دیکھتے اور اد نے نرمی سے پکارا تو اس کا پارہ یکدم ہائی ہونے لگا۔وہ دانت کچکچاتی پلٹ کر اسے گھورنے لگی۔وہ ہاتھ سامنے کر گیا۔ہتھیلی پر حمالہ کا بریسلٹ تھا۔اس نے چونک کر اپنی کلائی دیکھی جو خالی تھی۔آگے بڑھ کر اس سے بریسلٹ لینے لگی جب وہ

بولا۔

"تم ایسا کرو۔۔" ابھی وہ اتنا بولا تھا کہ وہ بریسلٹ جھپٹ کر چیختے ہوئے اس کی بات کاٹ گئی۔

" میں تھکی ہوئی ہوں۔ میں اور کچھ نہیں کرنے والی اب۔۔" اس کی چیختی آواز پر اورادنے ماتھے پر بل ڈال کر اسے دیکھا۔ ہاتھ بڑھا کر اس کی کلائی تھامی اور اسے اپنی جانب کھینچ لیا۔ وہ لڑکھڑا کر اس پر جا گری۔

"آرام کرو۔۔" وہ اس کے گرد بازو پھیلا کر اسے سینے سے لگاتا سکون سے بولا۔ حمالہ اس کے کندھوں پر ہاتھ مارتی خود کو اس سے الگ کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

"تمہیں آرام کرنا ہے یا نہیں؟" وہ اس کے ہاتھ قابو کر کے اس کی آنکھوں میں دیکھتا وارن کر رہا تھا۔ حمالہ آنکھیں میچ کر چہرہ چھپا گئی۔ وہ اس کے ہاتھ چھوڑ کر اسے خود میں سمیٹتا اس کے بالوں میں نرمی سے انگلیاں چلانے لگا۔

حمالہ کی آنکھیں اس کی حرکت پر نیند سے بھاری ہونے لگیں۔ اگلے چند لمحوں میں وہ اس کے سینے میں چہرہ چھپائے سکون سے سو رہی تھی۔ اورادا اس کے گھونگریالے بالوں کی نرمی اپنی انگلیوں پر محسوس کرتا سکون محسوس کر رہا تھا۔

مگر وہ ساتھ ساتھ وقت دیکھنا نہیں بھولا تھا۔ جونہی گھڑی کی سوئی چھ پر پہنچی اس نے فوراً حمالہ کا سر تھپک کر اسے جگایا۔

"ہمیں نکلنا ہے شہر کے لیے۔۔ بس ہو گیا تمہارا آرام۔۔ اب اٹھ جاؤ۔۔" وہ اس کے آنکھ کھولنے پر سنجیدگی سے بولتا اس کا گال تھپتھپا گیا۔ وہ جھٹکے سے اٹھتی اس سے الگ ہوئی۔ چہرہ خفت سے سرخ ہوا۔

وہ اس کے پاس سو ہی کیسے گئی؟ اس کی مرضی پر اس کے پاس سوئی کیوں؟ اپنا منہ دھونے کے لیے واش روم جانے، منہ دھونے اور پھر منہ دھو کر نکلنے تک وہ اسی بات پر خود کو کوستی رہی تھی۔

اورادا طمینان سے تیاری کر رہا تھا اور حمالہ کا بس نہیں چل رہا تھا کسی جگہ خود کو چھپا دے اور کبھی اورادیا خانی بیگم کو نا ملے۔۔

"ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پر دم نکلے۔۔۔"

وہ ٹھنڈی آہ بھر کر بڑبڑائی تو اس بار اس کی آواز اتنی اونچی ضرور تھی کہ اورادسن کر ٹھٹکا۔

حیرت سے گردن موڑ کر حمالہ کو دیکھنے لگا جو اپنی آواز اونچی ہو جانے پر زبان دانتوں تلے دبا کر اپنا سر پیٹ رہی تھی۔

"کسی دن بیٹھ کر تمہاری خواہشات ضرور سننا چاہوں گا۔" وہ پلٹ کر دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"اس دن یقیناً میرے پاس وقت نہیں ہو گا۔" وہ منہ بنا کر بولتی سر جھٹک گئی۔ اورادمدھم سا مسکرادیا۔

oooooooooo

علیہا کے ولیمہ سے فارغ ہو کر اُسوان کو ایاد خان اپنے ساتھ اپنے گھر لے گیا تھا جبکہ حمالہ اور الہام اورادکے ساتھ روانہ ہوئے تھے۔

"کل سے میری سٹڈی سٹارٹ ہو جائے گی، اف یار۔۔ میں نے تو انجوائے ہی نہیں کیا ٹھیک سے۔۔"

الہام گاڑی میں بیٹھا جمائیاں لے رہا تھا۔ رات گہری ہو رہی تھی۔۔

علیہا کا ولیمہ رات کا تھا اور اب گھر کی طرف روانہ ہوتے ہوتے بھی اچھی خاصی رات ہو رہی تھی۔

"تمہیں کیسی انجوائے منٹ چاہیئے۔۔" اورادنے گاڑی چلاتے ہوئے آہستگی سے سوال کیا۔

اس کے لہجے میں تھکن نمایاں تھی۔

"میں۔۔ایک سیکریٹ بتاتا ہوں آپ کو۔۔" الہام اس کے سوال پر سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے رازداری سے بولا اور پلٹ کر ایک نظر پیچھے بیٹھی حمالہ کو دیکھا جو شیشے پر سر ٹکائے گہری نیند سو رہی تھی۔

"لالا مجھے ادب انکل کی بیٹی اچھی لگتی ہے۔ میں بس چاہتا ہوں ماما ایٹ لیسٹ ریما آنٹی سے رشتے کی بات کر لیں۔۔۔ مگر پوری شادی میں ریاض لالا یا ماما نے میری بات ہی نہیں سنی۔۔" الہام اسے اپنا راز سناتا آخر میں اداسی سے بولا۔ اورادچونک گیا تھا۔

"میں بات کروں گا، تم ایزی رہو۔ تمہیں نیکسٹ ائیر فارن جانا ہے تب تمہاری انگیجمنٹ کر کے بھیجیں گے۔"

اورادنے اسے اطمینان دلاتے ہوئے کہا۔ وہ سب حاضر کر دینے والے بھائیوں میں سے تھا۔ الہام کی خواہش پوری کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا تھا وہ۔۔

"تھینکس لالا۔۔ میں آپ کو بہت پہلے بتا دینا چاہتا تھا مگر آپ کچھ بزی تھے اور اپ سیٹ بھی۔۔" الہام ہلکا پھلکا ہو کر بولا۔ اسے اب اپنے لیے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

اورادا پنوں کے لیے 'میں سب سنبھال لوں گا' کی زندہ مثال تھا۔

الہام اپنی عادت کے مطابق ہیڈ فون لگا کر سیٹ سے پشت ٹیک گیا تھا۔فرنٹ مرر سے اوراد نے حمالہ کو دیکھا تو وہ نیند میں پوری طرح ڈوبی ہوئی تھی۔ گردن اتنی جھکا رکھی تھی جیسے ابھی توڑ ڈالے گی۔ وہ اسے دیکھ کر ہی بے چین ہونے لگا۔

"حمالہ ٹھیک سے بیٹھو، گردن درد کرے گی تمہاری۔" اوراد نے بے ساختہ اسے پکار کر احساس دلایا۔

"وہ اب نہیں جاگنے والی۔۔اس کی نیند سفر میں تو کبھی نہیں ٹوٹتی۔۔" الہام نے اسے سکون سے جواب دیا۔اوراد نے اسے گھور کر دیکھا۔

"تم نے ہیڈ فونز صرف دکھانے کے لیے لگائے ہیں کیا؟" اوراد کے سوال پر الہام نے مسکراہٹ دبائی۔

"جی ہاں تاکہ ڈائلاگز سن سکوں۔" وہ شرارت سے بول رہا تھا۔اوراد نے نفی میں سر ہلا کر پھر سے حمالہ کو دیکھا۔ وہ اسی پوزیشن میں نیند کر رہی تھی۔

اس نے گاڑی کی رفتار بڑھا دی، گھر پہنچے تو الہام گاڑی کا ڈور کھول کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔اوراد نے پچھلا دروازہ کھول کر حمالہ کو جگایا۔

"ہم گھر پہنچ چکے ہیں، کمرے میں جانا پسند کرو گی یا یہیں سونا ہے؟" اوراد کے پکارنے پر وہ جاگ کر یہاں وہاں دیکھتی گاڑی سے اتر کر اندر کی طرف بڑھ گئی۔

اوراد نے حیرت سے اسے جاتا دیکھا اور پھر گاڑی کی سیٹ پر پڑے اس کے پاؤچ اور موبائل کو دیکھا۔ اس نے جھک کر وہ سامان اٹھایا اور اندر بڑھ گیا۔

جب تک وہ کمرے میں پہنچا، حمالہ چیزیں اتار کر لاپرواہی سے چھینکتی چینج کرنے جا چکی تھی۔ اس پھیلاوے پر اوراد کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ وہ وہیں رک کر حمالہ کا انتظار کرنے لگا وہ چند منٹ بعد ہی نکل آئی تھی۔

"یہ سب سامان سمیٹو پھر سونا۔۔" اوراد کی بات پر وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی، پھر اپنے پھیلائے زیور، سینڈل اور کام سے بھرا ڈوپٹہ دیکھا۔ اوراد نے اس کا پاؤچ بھی وہیں ٹیبل پر رکھ دیا تھا۔

"صبح کر لوں گی۔" وہ سب دیکھ کر نظریں چراتی بیڈ پر پہنچی۔ اوراد کی نفاست پسند طبیعت کو یہ سب شدید ناگوار گزر رہا تھا۔

"ابھی سمیٹو۔۔ میں جانتا ہوں ایسی کوئی صبح نہیں آنے والی جب تم خود اپنا پھیلاوا سمیٹو گی، میں پہلے دن سے یہی سوچ کر سب سمیٹ رہا ہوں کہ شاید تم تھکی ہوئی ہو مگر تم یہ جان بوجھ کر کرتی ہو۔۔

ابھی یہ سب سمیٹ کر رکھو اور پھر سونا۔۔" اوراد نے شاید پہلی بار اس سے تفصیلی بات کی تھی۔

حمالہ پہلو بدل کر رہ گئی، اوراد کو لگ رہا تھا وہ تھکن کی وجہ سے کرتی ہے یا پھر جان بوجھ کر۔۔ کیونکہ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کسی انسان کی ایسی عادت ہو سکتی مگر سچ یہی تھا۔۔

حمالہ یہ سب کرنے کی عادی تھی، اس کے کمرے کا پھیلاوا ملازمہ سمیٹتی تھی، اس نے کبھی کمرہ صاف رکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ آج اوراد کے حکم پر پھیلاوا سمیٹنے کا سوچ کر ہی اس کی طبیعت خراب ہونے لگی۔

"حمالہ۔۔سب سمیٹو۔۔ابھی۔۔" وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر سخت لہجے میں بولا تو حمالہ کو آگے بڑھنا پڑا۔

وہ لب بھینچے جیسے تیسے سب اٹھا کر ڈریسنگ روم میں پھینک آئی۔ہاتھ جھاڑ کر بیڈ پر لیٹے اوراد کے سر پر پہنچی۔

"مجھے الگ کمرہ چاہئیے۔" اس کی سنجیدہ فرمائش پر اوراد نے ابرو چڑھا کر اسے دیکھا۔

"ایسا نہیں ہو گا۔۔آؤ سو جاؤ۔۔" وہ نرمی سے بولا۔

"نہیں۔۔میں آپ کے ساتھ روم شئیر نہیں کر سکتی، مجھے الگ روم چاہئیے یا پھر مجھے حویلی بھیج دیں۔" وہ اپنی جگہ جم کر کھڑی رہی تھی۔

"وجہ؟" اوراد نے یک لفظی سوال کیا۔اسے ہر بات کی وجہ چاہئیے تھی، حمالہ نے رخ پھیر لیا۔

"میں یہ سب نہیں کر سکتی، مجھ سے نیند میں آپ نے کمرے کی صفائی کروائی ہے جس سے میری نیند اڑ چکی ہے۔۔" وہ آواز میں درد بھرے اپنا غم سنا رہی تھی۔اوراد اسے دیکھ کر رہ گیا۔

صرف اپنی پھیلائی چیزیں سمیٹنے پر اسے اتنا غم لگ رہا تھا، اسے اب سمجھ آ رہی تھی کہ نا وہ تھکی ہوئی تھی نا جان بوجھ کر کرتی تھی۔اس کی عادت تھی۔

"تم سب سیکھ جاؤ گی، آئندہ اپنا سامان ایسے مت پھیلانا اور بس۔۔اتنی سی بات ہے۔آؤ اب

سو جاؤ۔" وہ نرمی سے بولتے ہوئے اس کی طرف ہاتھ بڑھا گیا۔ حمالہ اسے گھورنے لگی، وہ اسے اپنی مرضی سے چلانا چاہ رہا تھا؟ وہ زچ ہونے لگی۔

"میری نیند ختم ہو چکی ہے۔۔ اگر آپ کو یہی تربیت کرنی تھی تو خانی مورے کے حوالے کر دیتے۔" وہ شاید اپنی شادی کا غصہ آج اتار رہی تھی۔ رات کے وقت بحث کرتی اوراد کو تنگ کرنا چاہ رہی تھی۔

"نہیں، فکر مت کرو تمہیں طریقہ سلیقہ میں خود سکھالوں گا، نیند نہیں آئی تو آؤ باتیں کرتے ہیں۔" اوراد اس کے معاملے میں بہت تحمل کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ یا وہ ضبط کر رہا تھا یا اسے غصہ آ ہی نہیں رہا تھا۔ حمالہ کو فرق سمجھ نہیں آیا تھا۔

وہ پلٹ کر کمرے سے نکل گئی، اوراد نے گہرا سانس بھر کر اپنا موبائل ایک طرف رکھا اور اٹھ کر اس کے پیچھے گیا۔ وہ ارد گرد کمروں میں جھانک رہا تھا، ایک کمرہ چھوڑ کر وہ رباض کے کمرے میں اپنی جگہ بنا رہی تھی۔ اوراد نے دروازے پر رک کر اسے دیکھا۔

"یہ رباض لالا کا روم ہے۔" اس نے اطلاع دی۔ حمالہ چونک کر اسے دیکھنے لگی، پھر ہڑبڑا کر چادر چھینکتی دروازے تک پہنچی۔

اوراد دروازے پر ہی اس کا راستہ روکے کھڑا ہوا تھا۔

"ساتھ والا روم ابراہیم لالا کا ہے، سامنے والے میں الہام رہتا ہے۔ کیا تمہیں سٹور روم دکھا دوں؟؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھتے ہوئے ابرو چڑھائے۔

"کیا آپ پلیز مجھے ایک ایکسٹرا روم دکھا سکتے ہیں، میں آپ کے ساتھ نہیں رہ سکتی، آپ صفائی پسند ہیں۔ میں ایسی نہیں ہوں۔" حمالہ نے بے چارگی سے اسے دیکھا۔ اور اداسے باہر نکال کر دروازہ بند کر گیا۔

"مجھ سے فرار کی کوششیں بند کر دو حمالہ۔۔ اس گھر میں تین کمرے ایکسٹرا ہیں مگر تمہارے لیے ایک بھی نہیں۔۔" وہ سنجیدگی سے بولا اور اس کی کلائی تھام کر کھینچتا ہوا اپنے کمرے میں لے گیا۔

"میں آپ کے ساتھ کمفرٹیبل نہیں ہوں، آپ کو مجھے ٹائم دینا چاہئیے۔" حمالہ دبی دبی آواز میں چیخی۔ سارا صدمہ وہی تھا، نیند میں کمرے کا پھیلاوا سمیٹا تھا اور اس کے بعد ہی اڑ گئی تھی۔

"کچھ دن ویٹ کرو پھر تمہیں مجھ سے بہت ٹائم اور سپیس ملے گا۔" وہ سنجیدگی سے بولتا اسے بیڈ پر بیٹھا چکا تھا۔ حمالہ ناسمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔

وہ لائٹس آف کرتا اپنی جگہ پر لیٹ گیا۔ وہ اندھیرے میں آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہی تھی۔

"آپ کی بات کا کیا مطلب ہے؟" حمالہ نے گھبرا کر سوال کیا۔ اور اداس کی گھبراہٹ پر اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے پاس لیٹا گیا۔

"کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ تم میرے لیے پریشان ہو۔" وہ نرمی سے اس کا ہاتھ اپنے سینے پر رکھتا سوال کر رہا تھا۔ حمالہ اپنا ہاتھ کھینچتی کروٹ بدل گئی۔

"مجھے یقین ہے تمہارا کوئی نقصان نہیں ہو گا۔" وہ مدھم لہجے میں بولتا آنکھیں موند گیا۔

oooooooooooo

وہ اُسوان کے ساتھ گھر پہنچا اور اپنی عادت کے عین مطابق گاڑی سے نکل کر اندر بڑھ گیا۔ اُسوان گاڑی سے نکل کر بڑبڑاتے ہوئے اس کے پیچھے گئی۔

کمرے میں پہنچ کر چینج کیا اور جھجک کر ایاد کو دیکھنے لگی جو سکون سے اپنی جگہ پر لیٹ چکا تھا۔

"سر کیا میں چائے بنا سکتی ہوں؟" اسوان نے بیڈ کے قریب رک کر سوال کیا۔

"ہاں۔۔ فریج میں دودھ کا پیک پڑا ہو گا۔" وہ آنکھوں پر بازو رکھ کر آہستگی سے بول رہا تھا۔

"سر آپ کے لیے بھی چائے بنالوں؟" اس نے ایاد کی تھکن کا خیال کرتے ہوئے مدھم لہجے میں سوال کیا۔

"تم پلیز ایک تو یہ گھر میں مجھے سر سر بلانا بند کرو۔۔ گھر کو بھی یونی بنا رکھا ہے۔" ایاد آنکھوں سے بازو ہٹا کر چڑچڑے لہجے میں بولا۔ اُسوان بوکھلا کر اسے دیکھنے لگی۔

"پھر۔۔ آپ کو۔۔ کیا کہوں۔۔" وہ گھبرا کر پوچھنے لگی۔

"کیوں میرا نام چینی زبان میں ہے جو نہیں بلا سکتیں؟ اور نہیں لینا نام تو مت لو مگر سر مت کہو۔۔

کچھ بھی مت کہو، کچھ کہنا ضروری بھی نہیں ہے۔۔" وہ چڑے ہوئے لہجے میں بول رہا تھا۔

"چائے؟؟" اُسوان نے ہچکچا کر سوال دوہرایا۔

"بنالاؤ۔۔" ایاد نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ وہ سر ہلا کر چلی گئی۔ وہ اپنے بال سمیٹ کر بیڈ

کراؤن سے ٹیک لگا گیا۔اسے چائے کی طلب نہیں تھی مگر اسے یہی لگا کہ شاید اُسوان اکیلی چائے نہیں پینا چاہتی۔

وہ اسے کمپنی دینے کے خیال سے اٹھ بیٹھا تھا اور کچن میں کھڑی اُسوان منہ کھولے دودھ کا پیک دیکھ رہی تھی۔

دودھ بمشکل آدھا کپ تھا۔اس نے کیتلی میں دودھ ڈال کر آدھا کپ پانی ڈالا اور ایک کپ چائے بناتی پریشان ہونے لگی۔اسے زراسا بھی اندازہ ہوتا کہ دودھ کم ہو گا تو وہ ایاد کو سونے دیتی۔۔

اسے اٹھا کر اب چائے نا دینے کا سوچ کر ہی وہ شرمندہ ہو رہی تھی۔چائے بنا کر اس نے دو گھونٹ چائے پی اور دوسرے کپ میں ایاد کے لیے چائے ڈال لی۔کمرے میں پہنچی تو ایاد سیدھا ہوا۔

"تمہاری چائے کہاں ہے؟" وہ ایک کپ دیکھ کر حیرت سے سوال کرنے لگا۔

"میں گرم چائے پیتی ہوں،اس لیے پی کر آئی ہوں۔" وہ اطمینان سے جھوٹ بولتی کپ اسے پکڑا کر اپنی جگہ پر سو گئی۔ایاد نے گہرا سانس بھر کر جیسے تیسے چائے پی اور کپ سائڈ

ٹیبل پر رکھ کر لیٹ گیا۔

ان کا رشتہ انوکھا تھا،وہ ایک دوسرے کی پرواہ میں جھوٹ بولتے دوسرے کو خوش کرنے میں مصروف تھے۔ان کی محبت ان کے دلوں میں آباد ہو رہی تھی مگر وہ اسے مروت کا نام دیئے مطمئن تھے۔۔

اُسوان چائے کی طلب دبا کر سو چکی تھی اور ایاد جو رات کو چائے پیتا ہی نہیں تھا، اسوان کی بنائی چائے پی کر لیٹ چکا تھا مگر اب اسی چائے کی وجہ سے سو نہیں پا رہا تھا۔۔

اگلی صبح اُسوان بنا کہے فریش ہو کر کچن میں جا پہنچی تھی۔ وہ اتنی ماہر تو نہیں تھی مگر عیسٰی کے بقول وہ پُروا سے اچھا کھانا بنا لیتی تھی۔

"یہاں کیا کر رہی ہو؟" ایاد باہر سے ناشتہ لینے جا رہا تھا، اسے کچن میں دیکھ کر رک گیا۔

"ناشتہ بنا رہی ہوں۔" اُسوان نے انڈہ پھینٹتے ہوئے گڑبڑا کر رخ پھیرتے ہوئے کہا۔ اس کا ڈوپٹہ سامنے سٹینڈ پر رکھا ہوا تھا اور ہاتھ مصروف تھے۔

"تمہیں کوکنگ آتی ہے؟" ایاد حیران ہوا تھا۔

"جی ہاں۔۔ تھوڑی بہت۔۔ ناشتہ تو بنا ہی سکتی ہوں۔" وہ اس کی حیرت پر جھینپ کر بولی۔

"گڈ گریٹ۔۔ اتنا انف ہے۔" ایاد واقعی خوش ہوا تھا۔ گاڑی کی چابی باہر ٹیبل پر رکھ کر اس کے پاس کچن میں آ گیا۔ اُسوان اسے اپنے قریب دیکھ کر گڑبڑا گئی۔

وہ ایپرن سیٹ کرتی شرمندہ ہونے لگی۔

"لاؤ میں ہیلپ کروا دیتا ہوں۔" ایاد نے کہتے ہوئے فریج سے دودھ نکالا تو پیک خالی دیکھ کر چونک گیا۔

"دودھ نہیں ہے، مجھے لانا پڑے گا۔" وہ معذرت کرتا کچن سے نکل گیا۔ اسوان نے سکون کا سانس بھرا تھا۔

وہ جب تک اومیلیٹ بنا کر فارغ ہوئی، ایاد دودھ لے آیا تھا۔

"میں کر لوں گی، پلیز آپ جائیں۔" اُسوان آٹے سے بھرے ہاتھ لیے خفت سے بولی۔ ایاد چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ بغیر ڈوپٹہ کے ایپرن باندھے رخ پھیرے کھڑی تھی۔ سلکی بالوں کا ڈھیلا جوڑا باندھا ہوا تھا۔

کچھ لٹیں چہرے پر بھی بکھری ہوئی تھیں۔

"میرے یہاں رکنے پر کیا پابندی ہے؟" وہ دلچسپی سے اسے دیکھنے لگا۔ وہ اس رف بکھرے حلیہ میں اسے متوجہ کر رہی تھی۔

"ن۔۔ نہیں میں۔۔ کر لوں گی۔" وہ ہکلا کر بولتی ہاتھ میں اٹھایا پیڑہ واپس آٹے پر رکھتی بازو سے اپنے بال چہرے سے ہٹانے کی کوشش کرنے لگی۔

"میں چائے بنا لیتا ہوں۔ ڈونٹ وری۔۔" ایاد نے یکدم آگے بڑھ کر اسے کندھوں سے تھام کر اس کا رخ اپنی طرف کیا اور اس کے بال کانوں کے پیچھے اڑسے۔

اُسوان سٹپٹا کر نظر جھکا گئی، چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا تھا۔ ایاد مسکرا کر پیچھے ہوا اور کیتلی دھو کر چولہے پر رکھ گیا۔

اُسوان شرم سے سر جھکائے جیسے تیسے پراٹھے بنانے کی کوشش کر رہی تھی۔ ایاد موبائل پر ضروری میسجز دیکھتا چائے بنانے میں مصروف تھا۔ ان کے درمیان بغیر جانے بھی بہت اچھی انڈر سٹینڈنگ تھی۔

oooooooooooo

وہ اپنی بیٹی کو سنبھال رہی تھی جب ایک ملازمہ ثنا بیگم کا بلاوا لے کر پہنچی۔ حمینہ بری طرح ڈر گئی۔

ابراہیم جا چکا تھا، شادی کی رونق ختم ہوئی تھی اسے یہی گمان گزرا کہ اب اسے زلیل کیا جائے گا۔

وہ گھبرا کر اپنی بیٹی کو لیے کمرے سے باہر نکلی اور ثنا بیگم کے پاس جا پہنچی۔ وہ چائے پیتی ملازماؤں کو کچھ ہدایات دے رہی تھیں۔

"آپ نے بلایا تھا۔" حمینہ نے مدھم سے لہجے میں ان کو مخاطب کیا تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگیں۔

"ہاں بلایا ہے، سوچا شکل ہی دیکھ لوں گی۔ تم نے تو شادی کے بعد خود کو کمرے میں بند کر لیا ہے۔

اور یہ تمہاری بیٹی کا کیا مسئلہ ہے، سارا دن یہ روتی رہتی ہے، تم کمرے میں آخر کرتی کیا ہو جب اسے ہی چپ نہیں کروا سکتیں۔۔" وہ ماتھے پر بل ڈال کر بولتیں اپنے کپڑے ملازمہ کو پکڑانے لگیں۔ حمینہ خاموش رہی۔ وہ بار بار نہیں بتا سکتی تھی کہ اس کی بیٹی کا مسئلہ ہے اور وہ اب نیچے بستر پر سلائے جانے پر بھی روتی تھی۔

"بیٹھو یہاں اور مجھے بتاؤ کہ تمہارا باپ کون تھا، کیا کرتا تھا۔ گھر میں کون کون تھا اور ماں کب مری۔۔"

ثنا بیگم کے سوالات پر حمینہ کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑ گیا۔ وہ زندہ ماں کو مرا ہوا کیسے کہہ دے۔

اس کے بھائی بھی تھے وہ کیسے کہتی وہ اکلوتی ہے۔

"میرے بابا۔۔۔ پروفیسر تھے۔۔۔ ان کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔"

حمینہ اٹک اٹک کر باپ کا بتانے لگی اور وہ بس یہی سچ بتا سکتی تھی۔ باقی سچ وہ بتانے سے قاصر تھی۔

"اوہ۔۔اور ماں؟ کیا وہ بھی تب ساتھ تھی؟" ثنا بیگم نے سوال کیا۔ وہ صرف اس کے خاندان کے بارے میں جاننا چاہتی تھیں۔ وہ حمینہ کی سچائی سے ناواقف تھیں اور انہیں یہی بات پریشان کرنے لگی تھی۔

"نہیں۔۔۔ بالکل نہیں۔۔" حمینہ جلدی سے بولی۔ اس کا دل لرز اٹھا تھا۔ وہ بری طرح پھنس گئی تھی۔ ابھی وہ مزید کچھ بولتی کہ اس کی بیٹی منہ پھاڑ کر رونے لگی۔ ثنا بیگم بے زار

ہوئیں۔

"چپ کرواؤ اسے۔۔اور میری ایک نصیحت پلو سے باندھ لو۔۔ابراہیم لاکھ اچھا سہی مگر وہ شور شرابا بالکل برداشت نہیں کرتا، وہ آئے تو براہِ مہربانی اپنی بیٹی کو یا رونے مت دینا یا دوسرے کمرے میں سلانا۔۔

میں تمہاری آسانی کے لیے ابراہیم کے ساتھ والا کمرہ سیٹ کروادوں گی۔" ثنا بیگم نے ابراہیم کی خاطر اسے قبول کرنے کی کوشش کی اور ابراہیم کی خاطر اسے سمجھانے لگیں۔

حمینہ سر ہلا گئی، سوالات سے جان چھوٹنے پر شکر مناتی وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں پہنچ گئی۔

ابراہیم کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے اس نے پہلے اسے اٹھا کر چلتے ہوئے اسے بہلایا، خاموش کروایا اور پھر بخار کا سیرپ اسے پلایا۔ وہ برے برے منہ بناتی ماں کو دیکھنے لگی۔ حمینہ نے فیڈر اٹھا کر اس کے منہ میں دیا اور خالی خالی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"تمہیں دنیا میں آنے کا بہت شوق تھا، تم میری ماں کی کوششیں بھی ناکام کر کے دنیا میں آئی ہو۔۔

کیا ملا تمہیں؟ کیا چاہیئے تھا؟ کاش تم پیدا نا ہوتیں، نا تمہیں سکون کی نیند میسر ہے نا دن کا

چین۔۔

تم نے بس دنیا میں آ کر رونا سیکھا ہے اور مجھے رلانا سیکھا ہے۔ تم خود بھی تنگ ہو مجھے بھی تنگ کر رکھا ہے۔" حمینہ اپنی بیٹی کو دیکھتی افسردگی سے بڑبڑاتی جا رہی تھی۔ وہ ماں کی باتوں سے انجان آنکھیں بند کیے دودھ پیتی نیند میں جا رہی تھی۔

حمینہ نے آہ بھری، وہ ابھی تک نا اسے سنبھال پا رہی تھی نا خود کو سنبھال پا رہی تھی اور جس نے سنبھالنے کا دعویٰ کیا تھا وہ شہر میں بیٹھا ہوا تھا۔

oooooooooooooo

اورا د صبح کے وقت آفس کے لیے تیار ہو رہا تھا۔ چہرے پر سنجیدگی تھی۔ نیلگوں آنکھیں سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ کف لنکس بند کر کے اس نے موبائل پر آیا میسج دیکھا اور کال ملائی۔

"اسلم خان کیا تم تیار ہو؟؟ ہاں میں گھر سے نکلنے ہی والا ہوں۔۔" وہ مدھم سے لہجے میں بول رہا تھا۔ ایک محتاط نظر شیشے سے نظر آتے حمالہ کے عکس پر ڈالی جو پوری طرح سے نیند میں گم تھی۔

"جی خان صاحب۔۔ تیار ہوں۔" اسلم خان کے حلق سے پھنسی پھنسی سی آواز نکلی تھی۔۔

"ٹھیک ہے، نشانہ ٹھیک رکھنا، کھیلنے نہیں بیٹھ جانا۔۔ میں لمبا بیڈ ریسٹ افورڈ نہیں کرتا۔۔" وہ خود کو ہی زخمی کروانے کی بات اتنے سکون سے بول رہا تھا کہ ایک پل کے لیے اسلم خان کو اس پر پتھر کا گمان ہوا تھا۔۔

"ج۔۔ جی خان صاحب۔۔ ایسا ہی ہو گا۔" اسلم خان نے یقین دلایا تھا مگر وہ سچ بول رہا تھا یا نہیں، یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔

اوراد اپنا موبائل اٹھا کر پلٹا اور ایک نظر حمالہ کے الجھے بکھرے حلیہ کو دیکھ کر کمرے سے نکل گیا۔

باہر الہام ناشتہ کر کے جا چکا تھا، ابراہیم تو ویسے بھی صبح صبح نکل جاتا تھا، اس کی ہدایت پر مالی اپنی بیٹی کو کام کے لیے لے آیا تھا۔

"حمالہ اندر سو رہی ہے، جب اٹھے تو پوچھ کر ناشتہ دے دینا اور یہیں رہنا۔۔" اوراد نے چائے کا کپ پیا اور اس لڑکی کو ہدایات دے کر وہاں سے نکل گیا۔

گاڑی میں بیٹھ کر ایک نظر گھڑی پر وقت دیکھا اور گاڑی آگے بڑھا دی۔ گھڑی کی ٹک ٹک

جیسے اسے وقت کا احساس دلا رہی تھی یا شاید۔۔۔ اس کا دماغ بھٹکاتی یہ احساس دلا رہی تھی کہ اس کا یہ فیصلہ ہر گز ٹھیک نہیں تھا۔

وہ آفس کے راستے پر گاڑی بڑھا رہا تھا جب مطلوبہ جگہ آنے سے بھی پہلے اس کی گاڑی پر فائرنگ ہوئی تو وہ گھڑی پر وقت دیکھتا چونک گیا۔ یہ حملہ وقت سے پہلے اور مخصوص جگہ سے ہٹ کر ہوا تھا۔

اس کا ڈرائیور اور گارڈز چوکنا ہو گئے تھے، بلٹ پروف گاڑی کے شیشیوں سے وقفے وقفے سے کوئی گولی آ کر ٹکراتی تھی۔ اورادنے ایک گہرا سانس بھرا اور گاڑی کا شیشہ یکدم نیچے کر دیا۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتا، دو گولیاں ایک ساتھ اس کی طرف آئی تھیں، ایک اس کے کندھے کو چھو کر گزر گئی مگر دوسری گولی اس کے سینے پر جا لگی تھی۔ اس کے جسم کو جھٹکا سا لگا تھا۔ اس کے گارڈز چیخ کر اس کی طرف بڑھے تھے۔

دور اپنی مخصوص جگہ پر بیٹھے اسلم خان نے اپنی بندوق سے نکلتے دھوئیں کو اطمینان سے پھونک ماری اور اٹھ کر چلا گیا۔ وہاں اورادخانزادہ خون سے لت پت سیٹ پر لڑھک گیا

تھا۔۔

ہاں وہ بہترین چالباز تھا مگر۔۔۔ وہ اپنے گرد رہنے والوں کی اصلیت پہچاننے میں ناکام رہا تھا۔

oooooooooo

خان ابراہیم اسی وقت کسی کی سرجری کر کے فارغ ہوا تھا۔ خون سے بھرے دستانے اتار کر ڈسٹ بن میں پھینکتے ہوئے وہ آپریشن تھیٹر سے باہر نکلا۔

سامنے نہایت ایمرجنسی میں کسی زخمی کو لایا جا رہا تھا۔ ابراہیم نے تاسف سے سٹریچر پر پڑے خون خون ہوتے وجود کو دیکھا مگر نظر چہرے پر پڑی تو اس کی روح فنا ہو گئی۔

"اورادـــ اورادـــ" وہ بے ساختہ چیخ اٹھا تھا۔ ہسپتال کا سٹاف ڈاکٹر ابراہیم کی حالت دیکھ کر حیران ہوا تھا۔ وہ پاگلوں کی طرح سٹریچر کے قریب پہنچا تھا۔

"کیا ہوا اسے۔۔ یہ کیا ہو گیا ہے۔۔" ابراہیم حواس باختہ سا چیخ رہا تھا۔اوراد کے گارڈز ساتھ تھے۔وہ اس سوال پر شرمندگی سے سر جھکا گئے۔

ابراہیم نے اسی وقت اوراد کو آپریشن تھیٹر میں پہنچایا، وہ کبھی ایک کے فوراً بعد دوسری سرجری نہیں کرتا تھا مگر وہ آج ایسا کرنے والا تھا۔

اس کا سارا عملہ اس کی مچائی افراتفری کی وجہ سے بوکھلا کر رہ گیا تھا۔آپریشن تھیٹر بند کر دیا گیا تھا۔

باہر کھڑے گارڈز نے حویلی کے مردان خانے میں کال کر کے اوراد کی حالت بتا دی اور جانے کیسے وہ خبر زنان خانے تک جا پہنچی تھی، اس کے بعد تو حویلی میں کہرام مچ گیا تھا۔سب مرد پریشان تھے اور حیرت کی بات تو یہ تھی کہ اوراد خانزادہ کا ڈرائیور اس وقت وہاں موجود نہیں تھا۔

وہ بھی زخمی ہوا تھا، گولی اسے چھو کر گزری تھی مگر وہ بچ گیا تھا لیکن بچ کر وہ کہاں گیا تھا کوئی نہیں جانتا تھا۔

وہاں ضروری میٹنگ میں بیٹھے خان ریاض نے کال سنی تو وہ میٹنگ کے دوران ہی اٹھ کر بھاگا تھا۔ ہسپتال میں جب ایک کے بعد دوسری گاڑی پہنچی اور ہر گاڑی سے نکلتے اونچے لمبے مرد ولڑکے دیکھ کر ہسپتال میں بھگدڑ سی مچی تو لوگوں کو اندازہ ہوا کہ کوئی گہرا نقصان ہوا ہے اور نقصان بھی کسی عزیز ترین انسان کا۔۔۔

پچھلے دو گھنٹوں سے آپریشن تھیٹر بند تھا، خانزادہ حدیر نے ادب خان سے پہلی فرصت میں

حملہ آور تلاش کرنے کا کہا۔۔ یہ کس نے کیا تھا؟؟

کیوں کیا تھا؟؟ شک ہر ایک پر کیا جا رہا تھا۔

مگر دشمنیاں ہزار سہی، لیے دیئے رہنے والا اور اد خانزادہ قتل ہو نا تو کبھی ڈیزرو نہیں کرتا تھا۔ ہاسپٹل کے سناٹے میں گھرے کاریڈور کے ایک بنچ پر بیٹھے خانزادہ حدیر کی آنکھوں میں ازیت سے پانی بھر آیا تھا۔ وہ سر جھکائے شدت سے رو پڑے تھے۔

خان رباض ان کی بگڑتی حالت پر انہیں سنبھال کر زبردستی ابراہیم کے آفس میں لے گیا، پیچھے چار گھنٹوں کے صبر آزما وقت کے بعد ابراہیم آپریشن تھیٹر سے سر جھکائے نکلا تو اس کی آنکھیں سرخی میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

"کیا ہوا ابراہیم؟؟ اور اد کیسا ہے؟؟ اور اد ٹھیک ہے ناں؟؟ اس کے نکلتے ہی سب کے لبوں پر کچھ ملتا جلتا ایک ہی سوال تھا۔ وہ تھکن زدہ سا بنچ پر بیٹھا۔

"ابھی اسے ہوش نہیں آیا۔۔ پلیز دعا کریں اسے ہوش آ جائے ورنہ نقصان ہو جائے گا۔۔" ابراہیم کی آواز جیسے کس وزن تلے دب رہی تھی۔ سب ساکت رہ گئے۔

حویلی سے آتی عورتوں کی کالز پر جھوٹ بول دیا گیا کہ خان اور اد زندہ ہے، ٹھیک ہے اور اب

صرف دواؤں کے زیر اثر آرام کر رہا ہے۔

مگر وہ ٹھیک نہیں تھا، رات ڈھل جانے تک اسے ہوش نہیں آیا تھا اور رات دیر تک وہ سب باری باری۔۔۔ بار بار۔۔۔ آپریشن تھیٹر کے دروازے سے پار نظر آتے بستر پر لیٹے اور اد کو دیکھ دیکھ کر تھک رہے تھے اور تھک تھک کر دیکھ رہے تھے۔

خان آزر سے لے کر الہام تک وہ سب مرد وہیں کھڑے تھے اور کھڑے ہی تھے، ان میں سے ایک بھی اپنی جگہ چھوڑنے کو تیار نہیں تھا، یہاں تک کہ ایاد خان بھی ایک طرف دیوار کے ساتھ سر جھکائے کھڑا تھا۔

مگر اوراد خانزادہ کو۔۔۔ ہوش نہیں آیا تھا۔۔۔

oooooooooooo

حمالہ کو حویلی پہنچا دیا گیا تھا۔ علیہا بھی آ چکی تھی۔ پریہان اور خانی بیگم کی حالت صدمے سے بہت خراب ہو رہی تھی۔ خانی بیگم نے حمالہ کو دیکھا تو غصے سے پاگل ہو گئیں۔

"یہ لڑکی مجھے کبھی اوراد کے لیے بہتر نہیں لگی تھی اور دیکھو میری چھٹی حس ٹھیک تھی۔ اس کی منحوسیت اسے کس حال میں پہنچا گئی۔۔

دفع ہو جاؤ میرے سامنے سے۔۔ جب تک اوراد ٹھیک ہو کر نہیں آتا تم میرے سامنے مت آنا۔۔" خانی بیگم غصے سے چیخ رہی تھیں۔ زرشے نے انہیں سنبھال کر پانی دیا۔ حمالہ پتھرائی ہوئی سی کھڑی تھی۔ مرحا اسے اپنے ساتھ کمرے میں لے گئیں۔

"میں آرام کرنا چاہتی ہوں۔" حمالہ نے وہیں دروازے پر رک کر ان سے کہا تو وہ چونک کر اسے دیکھتی اثبات میں سر ہلا گئیں۔

"ٹھیک ہے تم آرام کرو میری جان۔۔ میں پریہان کو جا کر دیکھتی ہوں۔ تم پریشان مت ہونا۔۔" مرحا نے نرمی سے سمجھایا تو وہ سر ہلا کر پلٹ گئی۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر دروازہ بند کرتی وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپائے بری طرح رو پڑی تھی۔

اس کا قصور نہیں تھا مگر پھر بھی وہ گھبرائی ہوئی سی بیٹھی تھی۔ یوں جیسے ابھی کوئی آ کر اس سے سوال کرے گا، اس سے پوچھا جائے گا۔ خانی بیگم کی باتیں اسے خوف زدہ کر رہی تھیں۔ اوراد کو کچھ ہو گیا تو؟؟؟ اسے منحوس سمجھا جائے گا اور پھر۔۔؟؟؟

اس پر بھی زندگی تنگ کر دی جائے گی؟ اسے الزام دیا جائے گا؟؟ وہ کتنی دیر ہچکیوں سے روتی رہی۔

جب تھکی تو سسکیاں بھرتی خود چپ ہو گئی۔۔

شام ڈھلی تو زمین سے اٹھتی وہ کراہ سی گئی تھی، ایک ہی جگہ پر ایک ہی حالت میں بیٹھے رہنے سے جسم اکڑ گیا تھا جیسے۔۔ اس نے کمرے سے باہر جھانکا تو حویلی کے صرف ملازمین نظر آ رہے تھے وہ بھی گھبرائے ہوئے سے۔۔ اسے دیکھ کر ایک ملازمہ بھاگتی ہوئی اس کے پاس پہنچی۔

"آپ کو کچھ چاہیئے بی بی جی۔۔ آپ نے صبح سے کچھ کھایا بھی نہیں۔۔۔" ملازمہ کے سوال پر وہ افسردگی سے نفی میں سر ہلا گئی۔

"کیا خانی مورے اور پریہان آنی ٹھیک ہیں؟" اس نے مدھم سی آواز میں ان کا پوچھا۔ لہجے میں فکر تھی۔ بہت زیادہ رونے کی وجہ آواز بھاری ہو رہی تھی۔

"نہیں بی بی جی جب تک ہسپتال سے چھوٹے خان صاحب کی خبر نہیں آ جاتی انہوں نے ٹھیک نہیں ہو نا جی۔۔" ملازمہ نے اداسی سے جواب دیا۔

حمالہ سر ہلا کر پھر سے کمرے میں بند ہو گئی۔ باتھ روم میں جا کر وضو کرتی باہر نکلی اور جائے نماز بچھا کر نفل حاجت کی نیت باندھنے لگی۔

اسے اوراد سے شادی پر اعتراض تھا، اسے وہ ناپسند بھی تھا مگر ایسا بھی نہیں تھا کہ وہ اس کو نقصان پہنچنے پر بھی نارمل رہتی، اسے گھبراہٹ ہو رہی تھی۔

وہ اس کے لیے نفل پڑھ رہی تھی، رو رہی تھی۔۔

جس کے ساتھ زندگی گزارنے کے تصور سے بھی وہ تنگ ہوتی تھی، الجھن کھاتی تھی۔ اس کی زندگی کی دعا مانگتی وہ سسک رہی تھی۔

ٹھیک کہا جاتا ہے۔ وقت جب بدلتا ہے تو کبھی کبھی پوری طرح سے پلٹ جاتا ہے۔ اوراد سے لڑنے والی حمالہ آج اس کے لیے رو رہی تھی۔

رات ڈھلتی جا رہی تھی اور وہ سجدے پر سجدہ کرتی بس اوراد کی زندگی مانگ رہی تھی۔

گہری رات پر مرحانے اس کی فکر میں اس کے کمرے میں جھانکا تو وہ جائے نماز پر سکڑی سمٹی سی سو رہی تھی۔ مرحانے اس کے پاس آ کر محبت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ رخساروں پر محسوس ہوتی نمی پر وہ متاسف سی اس کے رخسار سہلانے لگیں۔ وہ گرم ہو رہی تھی، مرحا پریشان ہوئیں جبکہ حمالہ ان کے لمس پر جھٹکے سے اٹھی۔

"ماما۔۔۔ کیا وہ ٹھیک ہو گئے؟" حمالہ کے مدھم پریشان سوال پر مرحا نے اسے سینے سے لگا لیا۔

"تم نے دعا کی ہے ناں؟ تم اللہ سے دعا کرنا حمالہ، اپنے رویئے کی اور ناشکری کی معافی مانگنا اللہ سے۔۔۔

اللہ اوراد کو ٹھیک کر دے گا۔۔" مرحا نے نرمی سے اسے سمجھایا۔ حمالہ سر اٹھا کر انہیں دیکھنے لگی۔

"ماما کیا یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے؟ ٹرسٹ می میں نے کبھی انہیں بد دعا نہیں دی تھی، میں سچ کہہ رہی ہوں۔۔ کیا میں منحوس ہوں؟؟" وہ ان سے سوال کرتی گھبرائی ہوئی سی رو رہی تھی۔

گھونگھریالے بال اس کے من موہنے چہرے کے گرد بکھرے ہوئے تھے اور آنکھیں سرخ اور سوج رہی تھیں۔ مرحا کو اس کی حالت پریشان کر گئی۔

"حمالہ ایسا کچھ نہیں ہے، خانی مورے کی بات کو محسوس مت کرو۔۔ وہ پریشان ہیں، اس لیے ایسا بول گئیں۔" مرحا اسے نرمی سے سمجھانے لگیں۔ وہ ان کی گود میں سجدے کی صورت جھکتی رو رہی تھی۔

مرحا اس کے لیے فکر مند ہونے لگیں، وہ حساس تھی سب کو بد تمیز لگتی تھی مگر ان کی نظر میں وہ بس نادان تھی۔ اوراد کی سختی پر اس کے خلاف ہو گئی تھی مگر وہ ماں باپ کی اچھی بیٹی تھی جو ان کے کہنے پر نکاح کے لیے سر جھکا گئی تھی۔

بچپن سے ہی خانی بیگم کی سختی پر وہ باقی سب کی نسبت لاپروائی سے سر نہیں جھٹک سکتی تھی۔

وہ ان کے غصے پر ڈر جاتی تھی اور بچپن سے جوان ہونے تک وہ ان سے ڈرتی ہی رہی تھی۔۔

اسے کوئی نہیں سمجھ سکا تھا مگر مرحا کو یقین تھا اور ادحمالہ کو سمجھتا ہے۔ وہ غلط تھیں۔

اور اداس کا خوف نہیں سمجھتا تھا ہاں مگر وہ اپنی محبت میں حمالہ کا ہر روپ قبول کر چکا تھا۔

oooooooooooooo

اپنی حویلی کے مردان خانے میں بیٹھ کر مزے سے سگار پیتے ہاشم خان کی خوشی کا آج کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ اس کی حویلی میں جشن کا سماں تھا۔ اس کی ملک بدر اولاد اتنے عرصہ بعد لوٹ رہی تھی۔

وہ گھڑی کی سوئیوں پر نظر جمائے بیٹھا تھا، یوں جیسے ایک ایک سیکنڈ کو گن رہا ہو۔۔ اس کا بندہ بھاگا بھاگا اس کے پاس پہنچا تو وہ چونک کر سیدھا ہوا۔

"ہاں سناؤ۔۔ خان حویلی والوں تک خبر تو پہنچ گئی ہو گی، سردار خانزادہ کا حال سناؤ۔۔ رونگٹے تو کھڑے ہو گئے ہوں گے اپنے بیٹے کو زخمی دیکھ کر۔۔"

ہاشم خان تمسخر سے بولتا قہقہے لگا رہا تھا۔ اس کے بندے نے پریشانی سے ارد گرد کھڑے ملازموں کو دیکھا تو ہاشم خان نے سر کے اشارے سے سب کو وہاں سے بھیج دیا۔

کمرہ خالی ہوتے ہی اس کا بندہ اس کے قریب جا کر اس کے کان کے قریب جھکا۔

"خان صاحب معاملہ گڑبڑ ہو گیا ہے، خان حویلی میں صرف اطلاع نہیں پہنچی کہرام مچ گیا ہے۔ اس لڑکے کو زخمی ہونا چاہیئے تھا مگر جانے کیسے گولی اس کے سینے میں لگ گئی۔ کل سے بے ہوش وہ لڑکا آج صبح صبح کوما میں جا چکا ہے۔"

ہاشم خان کے بندے نے رازداری سے اسے بتایا تو وہ جھٹکے سے سیدھا ہوا اور اپنے بندے کو گھورنے لگا۔

"تم ابھی اپنے بندوں کو بھیجو اور ثبوت مٹاؤ۔۔ لڑکا مر جائے اس کی فکر نہیں ہے، لیکن ہمارے کروائے حملے کا کوئی ثبوت نہیں رہنا چاہیئے۔۔" ہاشم خان چیخ اٹھا تھا۔ وہ بندہ پلٹا پھر رکا اور رک کر متذبذب سا پہلو بدلنے لگا۔ ہاشم خان اسے دیکھتا ٹھٹک گیا۔

"اور کیا خبر ہے؟" ہاشم خان کا سوال اس بار پریشانی سے بھر گیا تھا۔ معاملہ ہاتھ سے جاتا تو اس بار شاید۔۔ سردار خانزادہ واقعی اسے ہمیشہ کے لیے علاقہ بدر کر دیتا۔۔ اس نے خان حویلی والوں کو جھٹکا پہنچانے کی ایک چھوٹی سی چال چلی تھی جو اس پر الٹ گئی۔

"خان صاحب مجھے لگتا ہے حملہ دو جگہ سے ہوا ہے۔

ہمارے حملے کے ساتھ کسی اور نے بھی حملہ کیا ہے، جوابی فائر کرتے ہوئے باڈی گارڈز کا رخ دو اطراف میں تھا۔۔" ہاشم خان اس بات پر ٹھٹک گیا تھا۔

"پتا کرواؤ دوسرا حملہ کس نے کیا۔۔" ہاشم خان گھبرا گیا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا برسوں پہلے ان کی ہی چلائی چالیں آج ان پر لوٹائی جا رہی تھیں۔ ان کے حملے کے دوران کسی اور نے بھی حملہ کر کے نقصان بڑھا دیا تھا اور نام یقیناً ہاشم خان پر آنے والا تھا۔

تیسری پارٹی کون تھی جس نے ہاشم خان کو پھنسانے کی کوشش کی تھی۔۔ اس وقت اس کا مسئلہ صرف یہی تھا، اور اد خانزادہ کی موت اس کا سر درد نہیں تھی۔

"میں پتا کرتا ہوں خان صاحب مگر یہ جو کوئی بھی ہے اگر سامنے نا آیا تو اس قتل کا جرگہ ہمارے نام بیٹھے گا کیونکہ علاقے میں ہمارے خلاف پہلے سے ہی افواہ پھیل چکی ہے کہ یہ حملہ

ہم نے کروایا ہے۔"

ہاشم خان کا بندہ پریشانی سے بولا۔

"بکواس بند کرو۔۔ جاؤ ثبوت مٹاؤ، ہم نے کوئی حملہ نہیں کروایا۔۔ خبردار یہ بات کہیں نکلی تو میں تمہارے پورے گھر کو آگ لگا دوں گا۔۔

بلکہ ایسا کرو کہ۔۔۔ حملہ آور کو قتل کروا دو، کوئی ثبوت نا رہے ہمارے خلاف۔۔ وہ ہمارے لیے خطرہ ہے۔۔"

ہاشم خان بوکھلا رہا تھا۔ پاگل ہو رہا تھا۔ پورے بیس سال بعد اس کے بیٹے اور بیٹی واپس آ رہے تھے اور اب یہ سب ہو گیا تھا۔ ہاں کام اس کا بھی تھا مگر اس نے قتل کرنے کی سازش ہرگز نہیں کی تھی۔

وہاں اپنے گھر کے چھوٹے سے صحن میں بیٹھا اسلم خان اب بھی کسی خبر کا منتظر تھا۔ حملہ اس نے کیا تھا اور سینے پر گولی مارنے والا بھی وہی تھا اور وہ جانتا تھا اس پر کبھی کسی کا شک نہیں جائے گا۔۔

oooooooooooooo

اُسوان پریشان سی اکیلے گھر میں بیٹھی تھی۔ رات ہو چکی تھی اور ایاد کا کچھ پتا نہیں تھا۔ اس نے شام کے وقت ٹائم پاس کرنے کے لیے پُروا کو کال کی تو وہ بھی کچھ مصروف سی اور کچھ پریشان سی لگی تھیں۔ اُسوان کو گڑبڑ کا احساس ہوا تھا۔

"آپ پریشان کیوں ہیں؟ گھر میں سب ٹھیک ہے ناں؟ حویلی میں سب ٹھیک ہیں ناں؟" اس نے گھبرا کر سوال کیا تھا۔ اب جب سب سے دور تھی تو زیادہ ہی پریشانی محسوس ہونے لگی تھی۔

"ہاں ہاں سب ٹھیک ہیں، بس یہ فہد مہد نے بہت شور مچایا ہوا تھا تو سر میں درد ہو گیا۔" پُروا نے بہانہ بنا کر بات ٹال دی تھی۔ اُسوان کو چپ ہونا پڑا کیونکہ اپنے بھائیوں کا اسے بھی اندازہ تھا سر میں درد کر دیتے تھے۔

NOVEL IN URDU

کچھ دیر ان سے بات کر کے اس نے کال کاٹ دی تھی اور اب رات ہو گئی تھی، اکیلی بیٹھی ہوئی تھی۔

ایاد خان کی روٹین وہ نہیں جانتی تھی اس لیے اس کا نمبر ہونے کے باوجود وہ اسے کال یا میسج نہیں کر پا رہی تھی۔

رات کا کھانا بھی اس نے خود بنا لیا تھا، مزید انتظار کرتی رہی اور اب بھوک لگ رہی تھی مگر اکیلے کھانا کھا لینا بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

اسے اب نیند آنے لگی تھی جب ایاد خان گھر پہنچا تھا، تھکن زدہ چہرہ اور تاثرات بہت سنجیدہ سے تھے۔ باہر صوفے پر نیند سے جھولتی اُسوان کو دیکھ کر وہ ٹھٹکا۔

"اُسوان۔۔" اس نے آہستگی سے پکارا تو وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔آنکھوں میں نیند کی سرخی تھی۔

"تم سوئی نہیں ہو ابھی تک؟؟" اس نے حیرت سے سوال کیا۔اسوان اپنے بال سمیٹتی سیدھی ہو بیٹھی۔

"نہیں میں اکیلی ان کمفرٹیبل تھی۔کیا آپ کی ڈیلی روٹین یہی ہے؟؟" اسوان پریشان سی اس سے سوال کر رہی تھی۔۔ایاد گہرا سانس بھر کر وہیں بیٹھ گیا۔

"سوری میں بس آج ہی۔۔۔ دراصل مجھے تمہارا خیال نہیں آیا تھا،ابھی کچھ دیر پہلے ہی۔۔۔" کچھ دیر پہلے خان موسٰی نے فکرمندی سے اسے بھیجا تھا کہ اسوان اکیلی پریشان ہو رہی تھی، مگر وہ اسوان کو یہ بات نہیں بتا پایا تھا کیونکہ خانزادہ نے اسوان کو کچھ بھی بتانے سے منع کر دیا تھا۔وہ تو علیہا کو بھی بتانے سے روک رہے تھے مگر کیف پریشانی میں چھپا نہیں پایا تھا۔

"کیا آپ کھانا کھائیں گے؟" اسوان نے اٹھ کر اس سے سوال کیا۔ایاد چونک گیا۔

"کیا تم نے کھانا کھایا ہے؟" ایاد نے بے ساختہ سوال کیا۔

اسوان نے ہچکچا کر نفی میں سر ہلایا۔

"یار تم۔۔۔ پاگل ہو کیا۔" ایاد سر پکڑ کر رہ گیا۔۔اُسوان کو اس کی بات سے شرمندگی محسوس ہوئی۔

کیا وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ اسوان اس کے بغیر کھانا نہیں کھا سکتی تھی؟ یا وہ یہ جتانا چاہ رہا تھا کہ وہ ایسا سب کر کے پاگل لگ رہی تھی؟؟

وہ اچانک سنجیدہ سی ہو گئی۔ اپنی کم عقلی پر اب خفت محسوس ہو رہی تھی۔ وہ جھٹکے سے پلٹ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ کھانا بھی نہیں کھایا، اب کھایا ہی نہیں جانا تھا۔

"اسوان۔۔" ایاد نے اسے پکارا مگر وہ ان سنا کر گئی۔

وہ گہرا سانس بھر کر اٹھا اور کچن میں چلا گیا۔۔ سارے دن کی تھکن اور پریشانی نے اس کا حال خراب کر دیا تھا۔ بھوک تو اب بھی مری ہوئی تھی مگر سر میں درد کی وجہ سے وہ چائے بنانے لگا۔

ڈھکے ہوئے برتن دیکھ کر وہ ٹھٹکا، چیک کیا تو تازہ کھانا پڑا ہوا تھا۔ وہ لب بھینچ گیا۔ اُسوان نے کھانا نہیں کھایا تھا۔

وہ اکیلی کبھی نہیں رہی تھی، شاید وہ اکیلے کبھی کھانا بھی نا کھاتی ہو۔۔ ایاد کو شرمندگی ہوئی۔

وہ چائے بناتے ہوئے کھانا اوون میں گرم کرنے لگا۔ دو کپ چائے بنائی اور ٹرے میں کھانا اور چائے رکھ کر کمرے میں پہنچا۔ اسوان نیم اندھیرا کیے پڑی تھی۔

ایاد نے ٹرے ایک طرف رکھی اور لائٹس آن کیں۔ وہ آنکھوں پر بازو رکھ گئی۔

"اسوان کھانا کھالو۔۔" ایاد نے نرمی سے اسے پکارا۔

"میں کھا چکی ہوں۔" وہ جھوٹ بولنے لگی۔

"تو یہ کس کا حصہ رکھا؟ کیا میرا؟" ایاد نے مدھم سا مسکراتے ہوئے سوال کیا۔ وہ آنکھوں سے بازو ہٹائے چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"جی آپ کے لیے رکھا تھا۔" کھانے پر نظر پڑی تو دوسری بار جھوٹ بول کر پھر سے سو گئی۔

"اٹھ جاؤ اسوان۔۔" ایاد نے اسے پھر سے پکارا مگر وہ ان سنی کیے پڑی رہی۔ ایاد ٹرے اٹھا کر بیڈ پر رکھتا اس کے پاس بیٹھا اور اس کی کلائیاں تھام کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے بٹھا گیا۔ اسوان اس کی حرکت پر سٹپٹا کر پیچھے ہوتی ڈوپٹہ سیٹ کرنے لگی۔

"چلو کھانا کھاؤ۔۔ پھر چائے بھی پی لینا۔۔ آئی تھنک تم ڈیلی رات کو پیتی ہو۔۔" ایاد نے ٹرے اس کے سامنے رکھا اور دوستانہ لہجے میں بولا۔ وہ ایک نظر اسے دیکھ کر سیدھی ہو بیٹھی۔

"کھانا کھالو پلیز۔۔" ایاد نے بے چارگی سے کہا۔ اوراد کی فکر اسے پاگل کر رہی تھی۔ اسوان کو وہ فی الحال منانے یا معذرت کرنے والا کام نہیں کر سکتا۔

بھوک تو اسے بھی لگ رہی تھی۔ ایاد کی ضد پر وہ خاموشی سے کھانا کھانے بیٹھ گئی۔ وہ چائے پیتے ہوئے اسے دیکھتا جا رہا تھا۔ وہ بے ساختہ ہاتھ بڑھا کر خاموشی اور فرماں برداری سے کھانا کھاتی اسوان کا سر سہلانے لگا۔ وہ ہونق سی سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔

"میں نے کبھی نہیں سوچا تھا تم بظاہر سٹون جیسی نظر آنے والی لڑکی دراصل اتنی سویٹ ہو۔۔" وہ نرمی اور بے ساختگی سے بولتا اس کا رخسار تھپتھپا گیا۔

اسوان کا چہرہ اس تعریف پر سرخ ہو گیا، وہ سمٹ سی گئی تھی۔ ایادا پنے احساسات بیان کرنے میں کافی ایمان دار ثابت ہوا تھا۔

oooooooooooo

حمینہ اپنی بیٹی کو سلا کر فارغ بیٹھی تھی، درود شریف کا ورد کرتی وہ بھی حویلی کے اس بیٹے کے لیے دعا گو تھی جس سے اس کا زیادہ سامنا نہیں ہوا تھا۔ بس ایک دو بار اسی کے گھر ملی تھی۔۔

وہ سنجیدہ تھا، سرد مزاج سا۔۔ مگر برا نہیں تھا۔

اس نے حمینہ کو اپنے گھر میں نہیں رہنے دیا تھا مگر اس نے جو وجہ دی تھی وہ حمینہ کو پہلی بار احساس دلا گئی تھی کہ مرد بھی عورت کی عزت کے معاملے میں حساس ہو سکتا ہے۔ وہ حمینہ کی سچائی جانتا تھا اس کے باوجود اس نے حمینہ کو صرف لڑکوں کے درمیان نہیں رہنے دیا کیونکہ وہ اپنے گھر کی لڑکیوں کو بھی بغیر محرم رشتے کے لڑکوں کے ساتھ نا رہنے دیتا۔ وہ جو تھی، جیسی بھی تھی۔

اور اد خانزادہ نے اسے وہی عزت دی جو اپنی لڑکیوں کو دیتا تھا۔ حمینہ کو وہ قابل عزت لگا تھا۔

وہ اس کی زندگی کے لیے دل سے دعا گو ہوئی تھی۔

سائیڈ ٹیبل پر پڑے موبائل پر اچانک کال آنے لگی، رنگ ٹون پر اس نے چونک کر موبائل دیکھا۔ یہ موبائل ابراہیم جاتے ہوئے اس کے لیے چھوڑ گیا تھا اور آج پہلی بار کال کر رہا تھا۔

اس نے موبائل اٹھا کر کال اٹینڈ کی اور نہایت خاموشی سے موبائل کان سے لگایا۔

"حمینہ؟؟" ابراہیم کی مدھم نرم پکار پر وہ چونکی۔

"جی؟" اس نے آہستگی سے سوال کیا۔

"کیسی ہو؟گڑیا ٹھیک ہے؟" اس کے پوچھنے پر حمینہ کو حیرت سی ہوئی تھی۔وہ اچانک کال کر کے اچانک حال لے رہا تھا۔حیرت تو بنتی تھی۔۔

"جی ہم دونوں ٹھیک ہیں۔۔" وہ آہستگی سے بولی۔

"تھوری دیر مجھ سے بات کرو۔۔میں بہت اپ سیٹ ہوں اس وقت۔۔" وہ اپ سیٹ تھا اور اس سے بات کر کے پر سکون ہونا چاہتا تھا۔وہ یہ بات نہیں کر پایا اور حمینہ اس کی بات سمجھ نہیں پائی تھی، حیرت سے اس کے الفاظ سنتی سوچ میں گم ہوئی۔

وہ کیا بات کرے؟اس کے پاس کیا باتیں تھیں بھلا۔۔؟

"آپ کے کزن۔۔کیا وہ ٹھیک ہیں؟آپ اپ سیٹ کیوں ہیں؟کیا ان کا مسئلہ زیادہ بڑا ہے؟" حمینہ نے مدھم سے لہجے میں ایک ساتھ کئی سوال کیے۔وہ ابھی یہی بات کر سکتی تھی۔

"ہاں وہ ٹھیک ہے۔۔" وہ مختصر بولا تھا۔

"امید ہے سب اچھا ہو گا۔آپ۔۔پریشان نہیں ہوں۔۔" حمینہ نے اپنے مخصوص لہجے میں اسے تسلی دی۔ابراہیم کو لگا جیسے جلتے جسم پر کسی نے ٹھنڈے پانی کی پھوار سی پھینکی ہو۔۔وہ آنکھیں موندتا سیٹ سے پشت ٹیک گیا۔

"حمینہ۔۔ تمہارے ان الفاظ نے مجھے اتنا سکون دیا ہے کہ میں بتا نہیں سکتا۔۔ شکریہ پیاری لڑکی۔" وہ نرمی سے مسکرا کر بولا تو حمینہ حیران ہوئی۔

"جی۔۔؟" اس کے سوال پر ابراہیم نے گہرا سانس بھرا۔

وہ پاس ہوتی تو سب بھلا دیتا، اسے سینے سے لگا لیتا۔

ایسا کیوں محسوس کر رہا تھا؟؟ وہ خود بھی نہیں جان پا رہا تھا۔ وہ ابھی مزید بات کرنا چاہتا تھا مگر اس نے بات مختصر کر کے کال کاٹ دی۔

حمینہ نا سمجھی سے کندھے اچکاتی موبائل واپس رکھ چکی تھی۔۔

oooooooooo

خان رباض صبح سویرے حویلی پہنچا تھا۔ حویلی میں بالکل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔۔

"رباض۔۔" ابھی وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا کہ خانی بیگم کی پکار نے اس کے قدم جکڑ لیے۔

"شاباش نکل جاؤ خاموشی سے۔۔ ویسے بھی سارے مسائل تم مردوں نے ہی تو سلجھانے ہیں، ہم عورتوں کا کیا ہے روپیٹ کر چپ کر جائیں گی۔۔

تم حویلی کے مردوں نے نیا رواج نکال لیا ہے، کچھ ہو جائے خود سارے پہنچ جاتے ہو اور یہاں کی کسی کو پرواہ ہی نہیں ہوتی۔۔

پچھلے دو دن سے اپنے اوراد کو دیکھنے کے لیے ترس رہی ہوں، کسی کو ترس نہیں آ رہا اور وہ تمہاری ماں۔۔

پاگلوں کی طرح رو رہی ہے، بار بار بے ہوش ہو جاتی ہے۔۔اس کا سوچا کسی نے۔۔" خانی بیگم غصے سے بولتی چلی جا رہی تھیں۔ رباض نے گہرا سانس بھرا۔

اسے پورا یقین تھا اس کا سامنا خانی بیگم سے ہوا تو ان کا غصہ جھیلنا ضروری ہو گا۔

"مورے میں اسی لیے آیا ہوں، کچھ دیر ٹھہر کر لے جاؤں گا۔" رباض نے نرمی سے وضاحت دی۔

"ہاں لے جاؤ رباض۔۔ میرا دم گھٹ رہا ہے، پتا نہیں میرا بچہ کس حال میں ہو گا۔ میں اسے ملے بغیر مرنا نہیں چاہتی۔۔" خانی بیگم ہاتھوں پر سر گرائے بے بسی سے رو پڑی تھیں۔ رباض ان کی بات پر گھبرا گیا۔

"مورے صبر کریں، وہ ٹھیک ہے بالکل۔۔" اس نے انہیں تسلی دینے کی کوشش کی۔

"تم جاؤ اب آرام کرو۔۔ ہمیں لے کر بھی تو جانا ہے۔"

وہ بے تابی سے اسے بھیج رہی تھیں۔ بس نہیں چل رہا تھا اسے ابھی لے جانے کا کہہ دیں مگر اس کی تھکن کا خیال کر گئیں۔ اس کا الجھا ہوا سا حلیہ بتا رہا تھا دو دن سے ایک ہی حالت میں کھڑا ہے۔

ر باض ان کی ہدایت پر سر ہلا کر آ گے بڑھا، پر یہان کے کمرے میں جھانکا تو وہ نیم دراز افسر دہ سی پڑی تھیں، آنکھیں سر خی مائل ہو رہی تھیں۔ ان کے پہلو میں علیہا سو رہی تھی۔ ایقان نے اسے پہلے ہی کال پر بتا دیا تھا کہ پر یہان بالکل سو نہیں رہی تھیں اور خانی بیگم تو بیٹھی ہی وہیں باہر تھیں۔

"ماما۔۔" ر باض نے پر یہان کے پاس پہنچ کر آ ہستگی سے پکارا تو وہ تڑپ کر سیدھی ہو ئیں۔

"ر باض؟؟ اورادآ گیا ہے کیا؟ اگر وہ ٹھیک ہے تو ابھی تک آ یا کیوں نہیں۔۔" پر یہان سوال کر رہی تھیں۔

"وہ ٹھیک ہے مگر ابھی ہاسپٹل سے گھر نہیں آ سکتا۔ آپ تھوڑی دیر آ رام کریں پھر میں لے جاؤں گا۔" اس نے ماں کے ہاتھ تھام کر تسلی بخش لہجے میں کہا۔

"سچ کہہ رہے ہو؟ لے جاؤ گے ناں؟" وہ بے قراری سے پوچھ رہی تھیں۔ ر باض نے انہیں سینے سے لگا لیا۔

"پر امس لے جاؤں گا بٹ پہلے آپ کو تھوڑی دیر سونا ہو گا۔" اس نے انہیں زبر دستی سلایا تا کہ وہ آ رام کر سکیں۔ علیہا کے سر پر ہاتھ پھیر تا وہ اپنے کمرے میں پہنچا تو ایقان نوافل

پڑھ رہی تھی۔

وہ بیڈ پر بیٹھتا ایقان کو دیکھنے لگا۔ وہ سلام پھیر کر جلدی سے اس کے پاس پہنچی۔

"اورادلالا ٹھیک ہیں کیا؟؟" اس کے سوال پر وہ سر ہلاتا اس کے ہاتھ تھام کر اپنے پاس بٹھا گیا۔

"وہ بالکل ٹھیک ہے۔پریشان مت ہو۔۔" اس کو بٹھاتے ہی رباض اس کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔

ایقان اس کی حرکت پر نروس سی اسے دیکھنے لگی۔

"تم اپنا خیال رکھ رہی ہو ناں؟ تمہاری طبیعت دوبارہ خراب تو نہیں ہوئی؟" وہ اس کے ہاتھ نرمی سے تھام کر پوچھ رہا تھا۔اس پریشانی میں بھی اس کے لیے فکر مند تھا۔اس کے سوالات پر ایقان یک ٹک اسے دیکھنے لگی۔

ایک ہی وقت میں۔۔ہر ایک اپنے کو۔۔توجہ دینا اور پرواہ کرنا۔۔کیسے کر لیتا تھا وہ یہ سب۔۔؟؟ایقان اس سے متاثر ہو رہی تھی۔ہر وقت ہی متاثر رہتی تھی۔

اسے پہلے بدترین مرد ملا تھا۔اس نے صبر کیا۔۔چپ رہی۔۔شاید اللہ کو اس کا صبر ہی پسند آیا تھا کہ اسے دوسری بار بہترین مرد سے نواز دیا تھا۔

"کیا ہوا؟ نہیں رکھ رہی ہو اپنا خیال؟" اس کی خاموشی سے رباض نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھتے ہوئے سوال کیا تو وہ گڑبڑا کر سر ہلا گئی۔

"رکھ رہی ہوں، میں بالکل ٹھیک ہوں۔" وہ جلدی سے بولی تو رباض نے سر ہلا دیا۔اس کی خاموشی محسوس کر کے ایقان کو اس کی فکر ہوئی۔

"خان صاحب۔۔سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔" ایقان نرمی سے بولی تو رباض بے ساختہ اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔وہ ہچکچا کر اپنا ہاتھ رباض کے ماتھے پر رکھتی اس کا سر دبانے لگی۔وہ خاموشی سے آنکھیں بند کر گیا۔اسے روکا نہیں۔۔اس بار تو بالکل نہیں۔۔۔

وہ آہستگی سے سر دباتی رہی اور ریاض اس کا نرم سا لمس اپنی پیشانی پر محسوس کرتا نیند میں جانے لگا۔

محبت بھی کبھی مرض ہوتی ہے؟ یہ تو شفا ہے۔۔ یہ تو سکون ہے اور روح کی پاکیزگی ہے۔۔

ہاں اگر محبت اپنے محرم سے ہو تو۔۔ یہی اصل محبت ہے اور ایسی محبت صرف خوشی کا دوسرا نام ہے۔۔

ایقان کو بھی اپنے محرم سے محبت ہو گئی تھی۔۔ اس کا قریب آنا اسے پہلے ڈرایا کرتا تھا اب تحفظ کا احساس ہوتا تھا۔۔ اس کا دیکھنا ہر بار محبت لگتا تھا۔ اسے بار بار۔۔ پہلی بار محبت ہو جانے جیسا محسوس ہو رہا تھا۔

نیند میں جاتے ریاض کو ابراہیم کی بات یاد آنے لگی۔۔

"میں نہیں جانتا تھا زندگی میں کوئی انسان میرے لیے مرہم جیسا ہو سکتا ہے۔ میں نے شدید ڈپریشن اور تھکن میں حمینہ کو کال کی اور اس کی آواز نے۔۔ اس کے رسمی الفاظ نے۔۔ مجھے اینٹی ڈپریشن جیسا محسوس کروایا ہے۔ میں حیران ہوں، خوش بھی۔۔"

ریاض اس کی بات پر تب نفی میں سر ہلا گیا تھا۔

اسے ابراہیم جیسے سمجھدار اور قابل ڈاکٹر کے منہ سے ایسے الفاظ سن کر حیرت ہوئی تھی مگر اب وہ اس کی بات سمجھ رہا تھا۔

وہ دونوں ایک جیسے تھے، زمہ دار اور میچور۔۔۔ نرم مزاج اور سنجیدہ سے اور یہاں معاملہ محبت کا تھا۔۔

وہ یہاں بھی ایک جیسا ہی محسوس کر رہے تھے۔ابراہیم کو یقین تھا رباض ایک دن اس کی بات سمجھ جائے گا اور رباض کو اگلے ہی دن ابراہیم کی بات سمجھ آ گئی تھی۔

وہ یکدم نیند سے بھری آنکھیں کھول کر سر اٹھاتا خود کو تکتی ایقان کی پیشانی پر لب رکھتے ہوئے اسے سینے سے لگا گیا۔اس کی تھکن زائل ہو گئی۔

oooooooooooo

"آپ لوگ پلیز تھوڑی دیر گھر جا کر آرام کر لیں، اوراد ٹھیک ہے۔ یہاں میں رکا ہوا ہوں ناں۔۔" ابراہیم نے ان سب کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ خانزادہ سنجیدہ سے اوراد کا چہرہ دیکھ رہے تھے۔

"ہم اسے حویلی نہیں لے جا سکتے کیا؟" خان آزر بے چینی سے پہلو بدلتے سوال کر رہے تھے۔

"بالکل نہیں۔۔ابھی تو بالکل نہیں۔۔۔کچھ دن صبر کریں۔" ابراہیم نے نفی میں سر ہلا کر انہیں جواب دیا۔

"لالا چلیں گھر، آپ کی حالت مجھے گھبراہٹ میں مبتلا کر رہی ہے۔" خان موسیٰ نے خانزادہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فکر مندی سے کہا۔

"ہاں جی پلیز۔۔ جائیں کچھ دیر آرام کریں اور پھر باری باری آیئے گا۔۔سب کا یہاں رکنا ٹھیک نہیں ہے۔" ابراہیم ہزارویں مرتبہ وہی بات دوہراتا تھک رہا تھا۔۔

"ٹھیک ہے۔" خان موسٰی نے اس کی پریشانی پر سر ہلا کر خان آزر کو سہارا دیتے ہوئے کھڑا کیا۔ الہام اپنی جگہ جم کر کھڑا تھا۔ ابراہیم نے اسے دیکھا۔

"الہام تم بھی گھر جا کر آرام کرو پھر واپس آ جانا۔۔" ابراہیم نے نرمی سے اسے کہا تو وہ نفی میں سر ہلا گیا۔ وہ گھبرا گیا تھا۔ بالکل چپ چپ سا ہو گیا تھا۔

"بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کہا ناں جاؤ۔۔"

ابر ہیم کو یکدم غصہ آ گیا۔ وہ اس کے لیے فکر مند ہو رہا تھا۔ اس کے ڈانٹنے پر اوراد نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا تھا۔

"آپ یہ بات آرام سے بھی کر سکتے ہیں۔" وہ آہستگی سے بولتا ابراہیم کو ٹوک رہا تھا۔ ابراہیم نے گھور کر اسے دیکھا۔

"تم ٹھیک ہو جاؤ۔۔ تم سے ضروری سوال کرنے ہیں۔" خانزادہ نے سنجیدگی سے اوراد کو دیکھا اور اٹھ کر چلے گئے۔ وہ ان کا غصہ پہچان رہا تھا۔

الہام بھی ابراہیم کا غصہ محسوس کر کے ان سب کے ساتھ چلا گیا۔ اوراد دروازے کی سمت دیکھ رہا تھا۔

"اب تم بھی اپنا ڈرامہ جاری رکھو۔۔" ابراہیم اسے دیکھتا تپ کر بولا۔ اوراد نے ابرو چڑھائے۔

"آپ نے انگارے کیوں چبائے ہوئے ہیں۔" اوراد نے سکون بھرے لہجے میں سوال کیا۔

"تم نے میرے پروفیشن کو مذاق سمجھا ہے اوراد؟؟ تم جانتے بھی ہو تمہارے ہوش میں نا آنے پر سب کا کیا حال تھا اور تم نے ہوش میں آتے ہی کوما کا جھوٹ بلوایا۔۔ میرا کیا امیج بنے گا سارے سٹاف پر۔۔"

ابراہیم شدید غصے میں بول رہا تھا۔

اوراد نے آنکھیں بند کر کے ان سنا کر دیا۔ ابراہیم دانت کچکچاتا کمرے سے نکل گیا۔ اس کے جانے پر اوراد موبائل پر کال ملا گیا۔

"میرے کمرے میں آؤ اسلم خان۔" ایک جملے میں ہدایت دیتا وہ کال کاٹ گیا اور اگلے ہی لمحے اسلم خان حاضر تھا۔

"تم سے پہلے کہا تھا کھیلنا مت۔۔ تمہیں سینے پر فائر کرنے کا کہا تھا، دل پر فائر کرنے کا نہیں کہا تھا۔ تمہاری بلٹ میرے دل کے قریب سے گزری ہے۔" اسلم خان کے سامنے آتے ہی وہ اسے گھور کر بولا یعنی اپنی ساری حالت ابراہیم سے جان چکا تھا۔

"خان صاحب مجھے آپ کا پلان بالکل اچھا نہیں لگا تھا، آپ پر فائر کرنے کا سوچ کر ہی میرے ہاتھ کانپ گئے تھے۔۔ اپنی جان پر اتنا بڑا خطرہ کون مول لیتا ہے؟ آپ کی حرکت نے تو ہاشم خان کے بھی رنگ اڑا دیئے ہیں۔" اسلم خان سر جھکائے پریشانی سے بول رہا تھا۔ اس کی پریشان نظریں اوراد کے سینے پر بندھی پٹی پر جمی ہوئی تھیں۔

"یہی تو میں چاہتا ہوں۔۔" اوراد سنجیدہ ہو گیا۔

"یہی تو چاہتا ہوں کہ ہاشم خان بوکھلا جائے اور بوکھلا کر غلطیاں کرے۔۔ اتنی غلطیاں کرے

کہ زلیل ہو جائے۔۔" اوراد کے لہجے میں سرد پن محسوس کر کے اسلم خان نے جھرجھری لی تھی۔

وہ بظاہر ٹھہرے پانی جیسا انسان در حقیقت بپھرے طوفان جیسا خطرناک تھا۔ وہ جیسا بھی تھا، اسلم خان اس کا وفادار تھا اور اس کے ساتھ تھا۔

اسلم خان کی جاسوسی پر ہی انہیں خبر ملی تھی کہ ہاشم خان نے خانزادہ کا شدید نقصان کرنے کا سوچا ہے۔ وہ یہ سن کر بری طرح بھڑک اٹھا تھا۔ اسے موقع مل گیا تھا دشمنی نبھانے کا۔۔

مگر عین وقت پر ہاشم خان کو جرگہ کی طرف سے بیس سال بعد اپنی اولاد کو علاقہ میں بلانے کی اجازت مل گئی اور اس نے مزید رسک نا لینے کا سوچ کر اپنا ارادہ بدل دیا۔

وہ حملہ کروانا چاہتا تھا مگر بس اتنا کہ خان حویلی والے چونک جائیں، گھبرا جائیں۔۔ یعنی حملہ بھی کیا بس ایک شیطانی سازش تھی۔۔

اس نے ارادہ بدل دیا مگر اوراد خانزادہ اپنی چال پر قائم رہا تھا۔ اس نے ہاشم خان کے حملے کے دوران خود پر خود حملہ کروا کر اس کے رونگٹے کھڑے کر دیئے تھے۔ اس نے رسک لیا تھا مگر ہاشم خان کو پھنسانے کے لیے وہ یہ بھی کر گزرا تھا۔

"ہاشم خان اپنی چالوں سے باز نہیں آ رہا تھا۔ وہ میرے بابا کا نقصان کرنے کے چکر میں حویلی کے کسی دوسرے فرد کو نقصان پہنچا دیتا تو اصل خطرہ وہ ہوتا۔ مجھے ابھی اس کے جرگہ میں بولے جانے والے الفاظ بھی یاد ہیں۔۔

تم نہیں جانتے میرے اندر آگ لگی ہوئی ہے، میں ہاشم کو پورے علاقے میں زلیل کروا کر ماروں گا۔۔"

اورادسرد سپاٹ سے لہجے میں بول رہا تھا۔

"پھر بھی خان صاحب۔۔ وہ دشمنی کرے گا تو کیا آپ خود کو ہی نقصان پہنچائیں گے۔" اسلم خان کو اس الٹے دماغ والے انسان کی کوئی بات سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ کا دل چاہا اپنا سر دیوار پر دے مارے۔

"ہاں۔۔ میں سر پھرا ہوں مگر اب مزید کوئی نقصان نہیں ہو گا۔۔

یہ تو صرف ہاشم کو زلیل کرنے کے لیے پہلا قدم اٹھایا ہے۔ وہ اب جرگہ میں وضاحتیں دے گا اور کوئی اس کا یقین نہیں کرے گا۔۔

سردار خانزادہ بیٹے پر کیے اس شدید حملہ کی سخت سزا دلوائے گا۔ سوچو اس کی کیا حالت ہو گی

جب اس کی ایک چھوٹی سی چال کی اتنی بڑی سزا ملے گی۔۔" اورادپر سکون لہجے میں بول رہا تھا۔ اسلم خان کو اس پر حیرت ہوئی تھی۔ اسے یقین ہونے لگا کہ واقعی اورادخانزادہ سر پھرا ہی ہے۔

اس نے اپنی جان خطرے میں ڈال دی تھی اور اس کا کھیل بے فائدہ نہیں تھا۔ اس خبر کے بعد ہاشم خان کے خلاف پورا علاقہ ہو گیا تھا۔ ہاشم خان پاگلوں کی طرح اپنے حملہ کے ثبوت مٹانے اور حملہ آور کو ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کا کھیل اسی پر الٹا تھا۔ اورادنے آنکھ کھولتے ہی ابراہیم سے درخواست کی تھی کہ وہ باہر جا کر کہہ دے وہ کوما میں جا چکا ہے۔ وہ جانتا تھا ہاشم خان کے بندے اس کی خبر لینے آئے ہوئے ہوں گے، وہ ٹھیک تھا۔

اس کی کوما میں جانے کی خبر نے ہاشم خان کے ہاتھ پیر پھُلا دیئے تھے۔ اور سب جانتے تھے جرگہ میں قتل کے بعد خانزادہ کا فیصلہ ہمیشہ کیا ہوتا تھا۔

جان کے بدلے جان یا جان کے بدلے پیسہ۔۔

ہاشم خان نے اتنے عرصے بعد لوٹ کر آنے والی اپنی اولادوں کو اسی خوف سے روک دیا کہ کہیں جان کے بدلے جان میں اس کے بیٹوں کی جان نا لے لی جائے۔۔ وہ بوکھلا گیا تھا، وہ

الٹے سیدھے فیصلے لیتا خود کو اکیلا کرتا جا رہا تھا، اورادیہی تو چاہتا تھا۔

اس بار ہاشم خان کے سامنے خانزادہ حدیر نہیں تھا جو غصے سے دھاڑ کر بولتی بند کروا دیتا تھا۔

اس بار اورادخانزادہ تھا جو خاموش رہ کر اندر ہی اندر کام کرنے میں ماہر تھا۔

oooooooooooo

وہ ابھی گھر آیا تھا، آج پھر شام ہو گئی تھی۔ ہاسپٹل اورادسے ملنے گیا تھا اور اس کا ڈرامہ سن کر اسے بھی تپ چڑھا تھا۔ فریش ہو کر وہ ابھی موبائل چیک کرنے کا سوچ رہا تھا کہ اُسوان اس کے سر پر پہنچتی تیکھی نظروں سے اسے گھور رہی تھی۔

اس نے آج ایاد سے دیر کرنے کی وجہ نہیں پوچھی کیونکہ آج وہ وجہ جان چکی تھی۔

"کیا ہوا؟ اب پھر کیوں آنکھیں دکھا رہی ہو؟ سوری بس کسی دوست کے پاس چلا گیا تو لیٹ ہو گیا۔۔

ویسے تمہاری جرات کو سلام ہے دو دن نہیں ہوئے ہماری شادی کو اور تم نے بیویوں والے تیور دکھانے شروع کر دیئے ہیں۔" ایاد نے اسے دیکھتے ہوئے وضاحت دی پھر ابرو چڑھا کر داد دی۔

"آپ نے بھی تو باتیں چھپانا شروع کر دیں۔ اور اد لالا پر اٹیک ہوا وہ دو دن سے ہاسپٹلائز ہیں اور آپ نے مجھے بتایا تک نہیں۔۔" وہ ناراضگی سے بولی، آواز بھرا گئی تھی۔ ایاد نے گہرا سانس بھرا۔

"ہاں مگر وہ اب کافی بہتر ہے اس لیے میں نے سوچا تمہیں بتانے کا فائدہ نہیں، تم پریشان ہوتیں۔" ایاد نے اسے وضاحت دی جو اسے مزید رلا گئی۔

"پھر بھی۔۔ پھر بھی بتاتے تو سہی۔۔ وہ میرے لالا ہیں، کیا شادی کے بعد گھر والوں سے رشتہ بھی نہیں رہتا۔۔" وہ اس سے لڑتے ہوئے رونے لگی۔

ایاد بے ساختہ اسے اپنے قریب کرتا سینے سے لگا گیا۔

"ایسی بات نہیں ہے اُسوان۔۔ میں واقعی تمہیں پریشانی سے بچانا چاہ رہا تھا۔ وہ ٹھیک ہے، کچھ دن تک اسے حویلی واپس لے جائیں گے، چاہو تو جا کر مل لینا۔" وہ نرمی سے کہتا اس کا سر سہلا رہا تھا۔

"آپ بتا دیتے، اپنوں کے لیے پریشان ہونا کچھ غلط تو نہیں ہے۔ آج حمالہ سے بات ہوئی تو وہ اور اد لالا کے لیے بہت پریشان اور ڈری ہوئی تھی۔ اس نے بتایا دو دن سے حویلی میں سب

دعائیں کر رہے ہیں اور تب میں یہاں سکون سے بیٹھی تھی۔۔

مجھے کسی نے نہیں بتایا، آپ نے بھی نہیں۔۔" وہ اس کے سینے سے لگی رو رہی تھی۔ اسے واقعی دکھ ہوا تھا۔ اسے محسوس ہی نہیں ہوا وہ ایاد کے سینے سے لگی اسی کے کندھے پر سر رکھ کر شکوہ کر رہی تھی۔

اس کے نازک وجود کو سینے سے لگائے ایاد خان نے اس کا چہرہ اپنے سامنے کرتے ہوئے اسے دیکھا۔

"پریشان مت ہو اُسوان۔۔ عیسٰی انکل بھی نہیں چاہتے تھے تمہیں بتایا جائے، تم ان سب سے الگ نہیں ہو بس تمہاری فکر میں ایسا کیا ہے۔ رونا بند کرو پلیز۔۔"

وہ نرمی سے اس کے آنسو صاف کر رہا تھا۔ اُسوان نے خفگی سے اسے دیکھا۔ وہ اس کی بھیگی شفاف آنکھوں میں دیکھتا بے ساختگی میں اس کے چہرے پر جھکا تو اُسوان سٹپٹا کر پیچھے ہوئی۔

اس کا دل پوری شدت سے دھڑکا اور دھڑکن بے ترتیب ہونے لگی۔ ایاد اس کے سحر سے نکلتا خفت زدہ سا اس سے الگ ہو گیا۔ ان کے درمیان یکدم معنی خیز خاموشی چھا گئی تھی۔ وہ اٹھ کر جانے لگی مگر ایاد اس کا ہاتھ تھام کر روک گیا۔ وہ شاید کوئی بات کرنا چاہتا تھا مگر اب

اسے بس دیکھتا جا رہا تھا۔

"میں یونی۔۔ کب سے جا سکتی ہوں۔۔؟" اُسوان نے اس کی گہری نظروں سے گھبرا کر سوال کیا۔

"جب چاہو۔۔" وہ سرسری لہجے میں بولا۔

"کیا تم مجھ سے گھبرا رہی ہو؟؟" ایاد کے اچانک سوال پر اس نے گڑبڑا کر اسے دیکھا۔ اس کے لبوں پر شریر سی مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔

"میں کیوں گھبراؤں گی؟" وہ اپنی گھبراہٹ پر قابو پا گئی۔ ایاد اسے دیکھ رہا تھا۔ سمجھ بھی رہا تھا۔

"اس کیوں کا جواب تو تم جانتی ہو گی۔۔" وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔ اسوان خفت سے سرخ ہوئی۔

"میری دونوں مما نیاں ہماری دعوت کرنا چاہتی ہیں۔ میں نے انہیں اس ویک اینڈ آنے کا کہہ دیا ہے۔ تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں؟" ایاد نے بات بدل کر اس سے سوال کیا تو وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

"جیسے آپ کو ٹھیک لگے۔" وہ آہستگی سے بولی۔

"اتنی فرماں برداری۔۔؟؟ مطلب جو مجھے ٹھیک لگے میں کر سکتا ہوں؟؟" وہ اس کے ہاتھ کو جھٹکا دے کر اپنے قریب کرتا معنی خیزی سے بولا تو اُسوان اس کے یوں بار بار پینترا بدلنے پر نروس ہونے لگی۔

"کیا میں آپ کے لیے۔۔" اس نے بہانہ بنا کر کھسکنا چاہا جب وہ اس کے ہاتھ پر گرفت مضبوط کرتا اسے ٹوک گیا۔

"کیا تم میرے لیے خاموش رہ سکتی ہو۔۔" وہ گھمبیر لہجے میں بولا۔ اُسوان اس کے بھاری لہجے اور قربت پر سمٹ سی گئی تھی۔ اس کے رخساروں پر بکھرا گلال ایاد کو اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔

وہ اسے کھینچ کر سینے سے لگاتا اس کے رخساروں کو نرمی سے چھُو گیا تھا۔ محبت ان کے گرد خوشبو کی طرح پھیلتی بکھرتی جا رہی تھی۔

oooooooooooo

گاڑی رکنے پر حمالہ نے نظر اٹھا کر ہاسپٹل کی بلڈنگ دیکھی۔ خانی بیگم اور پریہان گاڑی سے اتر رہی تھیں۔

ریاض نے گاڑی کا شیشہ انگلی سے بجا کر حمالہ کو متوجہ کیا۔ وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"حمالہ۔۔آ جاؤ۔۔" ریاض نے نرمی سے کہا تو وہ غائب دماغ سی گاڑی سے اتر آئی۔۔پریہان نے شہر آتے ہوئے اچانک ہی حمالہ کو ساتھ چلنے کا کہہ دیا تھا۔

وہ حجاب کیے ہاسپٹل جا کر اوراد سے ملنے کا سوچ کر گھبرا رہی تھی اور خانی بیگم اس کے ساتھ جانے کا سن کر ہی ہنگامہ کھڑا کر چکی تھیں۔

"اسے لے جانے سے پہلے پوچھ لو اسے جانا بھی ہے یا نہیں۔۔اسے پرواہ تک نہیں ہوئی کہ شوہر کس حال میں پڑا ہے، جس دن سے آئی ہے مزے سے کمرے میں پڑی ہے۔میں نے اپنی زندگی میں ایسی لاپرواہ اور بے حس بیوی نہیں دیکھی، پتا نہیں میرے اوراد کو کیا سوجھی تھی زندگی برباد کرنے کی۔۔

آج اس کی جگہ احواد ہوتی تو شوہر کے سلامت لوٹ آنے تک سجدے سے سر نا اٹھاتی۔۔"

خانی بیگم نے اسے دیکھتے ہی حویلی میں شور مچا دیا تھا۔ان کے جتاتے جملے حمالہ کو ساکت کر گئے تھے۔ پریہان خوامخواہ شرمندہ ہو گئیں۔

"نہیں حمالہ نے بھی دعائیں کی ہیں، اس کو کل سے بخار ہے اس سے سر نہیں اٹھایا جا رہا تھا

اس لیے باہر نہیں آئی۔" مرحاجو بے بسی سے بیٹی کا فق پڑتا چہرہ دیکھ رہی تھیں بے ساختہ بول پڑیں۔

"حمالہ تم ریسٹ کرو بیٹا، سوری مجھے نہیں پتا تھا تمہاری طبیعت خراب ہے۔" پریہان نے نرمی سے کہا۔

"کیوں ریسٹ کرے؟ چلو ہمارے ساتھ۔۔" خانی بیگم نے پینترا بدل لیا۔انہیں حمالہ ناپسند تھی مگر آج کل تو کچھ زیادہ بری لگ رہی تھی۔

ان کی ملازمہ نے ان کے ہر بار پوچھنے یہی کہا کہ بی بی جی تو مزے سے سو رہی ہیں۔ انہیں غصہ آیا تھا۔ اور اداس سے شادی کے لیے پاگل ہو رہا تھا اور آج جب وہ مرتے مرتے بچا تھا، وہ سو رہی تھی؟؟؟

خانی بیگم کیا کوئی بھی سنتا تو ایسے ہی نفرت کرتا، ملازماؤں کے جھوٹے سچے بے نیاز جواب کبھی کبھی گھر والوں کے لیے ایسے ہی مصیبت کا باعث بنتے ہیں جیسے اب حمالہ بلاوجہ باتیں سن رہی تھی۔۔

رباض نے آکر خانی بیگم کو چپ کروایا اور باقی سب موقع کی مناسبت دیکھ کر خاموش رہے

تھے مگر حمالہ پورے راستے گیلے گہرے سانس بھرتی رہی تھی۔

ہاسپٹل کی بلڈنگ میں داخل ہو کر اس کمرے کے سامنے پہنچنے تک، وہ سر جھکائے غائب دماغ سی چلتی رہی تھی۔ وہ مزید شرمندگی نہیں جھیلنا چاہتی تھی۔ وہ خانی بیگم سے دور چلے جانا چاہتی تھی۔۔ مگر اسے یہاں انہی کے ساتھ آنا پڑا تھا۔

رباض انہیں دروازے پر چھوڑ کر ابراہیم کے پاس چلا گیا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہوئے خانی بیگم نے ترچھی نظروں سے اسے دیکھا تو وہ بے ساختہ رک گئی۔

"م۔۔ میں بعد میں مل لوں گی۔" وہ باہر رک گئی تھی۔ پر یہاں اندر جا چکی تھیں، خانی بیگم بھی اندر چلی گئیں۔ دروازہ بند ہو گیا۔

دروازہ بند ہو گیا۔

اور حمالہ۔۔۔ وہیں باہر کھڑی رہ گئی تھی۔

اندر پریہان کی پکار پر اوراد نے آنکھیں کھول کر انہیں دیکھا۔ اس کے دونوں اطراف میں خانی بیگم اور پریہان تھیں۔ اسے حمالہ کے آنے کی امید بھی نہیں تھی، اس نے انتظار بھی نہیں کیا تھا۔

"شکر ہے تم ٹھیک ہو۔۔ "پریہان اس پر جھکتی رو پڑیں۔ وہ نرمی سے ان کا سر سہلانے لگا۔

"جان نکال دی تھی تم نے۔۔ کون تھے وہ لوگ؟ کس نے حملہ کیا تم پر۔؟؟ "خانی بیگم غصے سے بولتی اسے بار بار دیوانہ وار چھُو رہی تھیں۔

"میں ٹھیک ہوں مورے۔۔ فکر نہیں کریں ماما۔۔ "وہ دونوں کو تسلی دینے لگا مگر وہ دونوں خوب رونے کے بعد ہی چپ ہوئی تھیں۔

"حمالہ کہاں گئی؟ "حواس جگہ پر آنے کے بعد پریہان کو حمالہ کی غیر موجودگی محسوس ہوئی تو ٹھٹک گئیں۔ اوراد حمالہ کا نام سن کر چونکا۔

"باہر رک گئی ہے ..اس کا موڈ ہی نہیں تھا، اسے کب فکر تھی اوراد کی۔۔ سارا دن مزے سے کھاتی پیتی نیندیں کرتی رہی ہے۔ اسے باہر ہی رہنے دو۔۔ "خانی بیگم سرد لہجے میں بولیں۔ پریہان بے چین ہوئیں۔

"موڈ نہیں تھا تو یہاں تک لانا نہیں تھا، اب باہر اکیلی کیسے بیٹھے گی۔۔؟ "اوراد نے ماتھے پر بل ڈال کر خانی بیگم سے کہا۔ پریہان ان کے رویئے سے مایوس ہو رہی

تھیں۔ وہ حمالہ کو کمرے میں لانا چاہتی تھیں مگر وہ خانی بیگم کی موجودگی میں اسے لا کر پھر سے اسے شرمندہ ہوتا نہیں دیکھ سکتی تھیں نا وہ ایسے موقع پر خانی بیگم سے بحث کرنا چاہتی تھیں۔

"یہ اسے خود سوچنا چاہئیے۔ مجھے تمہاری حالت سے زیادہ صدمہ یہ ہے کہ تمہاری بیوی کو تمہاری پرواہ نہیں۔۔ شادی عمر بھر کا رشتہ ہوتا ہے، عمر کے ایک حصہ میں میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے واحد دکھ سکھ کے ساتھی ہوتے ہیں، تم ایسے ساتھی کے ساتھ گزارہ کیسے کرو گے جسے تمہارے درد کی پرواہ ہی نہیں۔۔ "خانی بیگم غصے سے بولتی جا رہی تھیں۔

"کیا آپ کو یقین ہے وہ لاپرواہ تھی؟ اسے میرے زخمی ہونے سے فرق نہیں پڑا؟ " اوراد نے ابرو چڑھا کر سوالیہ نظروں سے خانی بیگم کو دیکھا۔

"مورے ایسی بات نہیں ہے، اسے تو خود بھی کل سے بخار ہے۔ ہمیں کیا خبر وہ کمرے میں کیا کرتی رہی۔ "پریہان نے بےساختہ حمالہ کی طرف داری کی۔

"ہاں میں جانتی ہوں، ملازماؤں نے دیکھا ہے اور شرمندگی کی بات ہے یہ میرے لیے۔۔ اوراد تم نے غلط لڑکی کو بیوی بنایا ہے۔ "خانی بیگم کا غم نہیں جا رہا تھا۔ اوراد کا اب دماغ گھومنے لگا تھا۔

"مورے ملازماؤں کی عادت تو آپ جانتی ہیں، غلط بیانی سے کام لیتی ہیں۔ "پریہان وضاحت دے کر تھک گئیں۔ خانی بیگم کا حمالہ یا پریہان سے زیادہ یقین اپنی ملازمہ پر تھا۔

"ملازمین جو دیکھتے ہیں وہی بولتے ہیں، تمہیں روکا تھا مگر تمہیں ضد تھی اسے ساتھ لانے کی۔۔ "خانی بیگم کا متنفر لہجہ حمالہ کے لیے ہرگز نرم نہیں ہونے والا تھا۔ پریہان کا سر درد کرنے لگا۔

رباض کمرے میں آیا تو اوراد ضبط سے درمیان میں پڑا تھا اور وہ دونوں بحث کر رہی تھیں۔

"حمالہ باہر کیوں بیٹھی ہے؟ " رباض نے حیرت سے سوال کیا۔ اوراد لب بھینچ گیا۔

"اسے اندر آنا ہی نہیں تھا۔ اسے تم دونوں ماں بیٹا زبردستی لے آئے ہو۔ "خانی بیگم کی وہی رٹ تھی۔

"ان کو پلیز لے جا کر جوس پلائیں۔ حمالہ کو اندر نہیں آنا تو کوئی بات نہیں، اسے بھی لے جائیں۔۔

میں آرام کرنا چاہتا ہوں پلیز۔۔ "اوراد نے سپاٹ لہجے میں کہا تو وہ تینوں ایک پل کے لیے خاموش ہوئے۔

"ٹھیک ہے تم ریسٹ کرو، مورے اور ماما آپ دونوں چلیں میرے ساتھ ویسے بھی چیک اپ کروانا ہے آپ دونوں کا۔۔ ویسے تو آنا نہیں تھا آپ لوگوں نے میں نے سوچا اوراد کے بہانے لا کر ہی روٹین چیک اپ کروا لوں۔ "رباض نے اسے تاکید کی اور ان دونوں سے کہا۔

"مورے کو لے جاؤ میں ٹھیک ہوں۔ "پریہان آہستگی سے بولیں تو رباض نے نفی میں سر ہلایا۔

"ٹھیک ہو تو ہر وقت بلڈ پریشر ہائی کیوں رہنے لگا ہے۔ "خانی بیگم نے تیکھے لہجے میں کہا۔ ان کے الفاظ میں فکر تھی۔ دیر سے سہی مگر پریہان کو انہوں نے جب

قبول کیا تھا، دل سے کیا تھا۔

رباض ان دونوں کو وہاں سے لے گیا، اوراد آنکھیں بند کر کے گہرے سانس بھرنے لگا۔ حمالہ کا یہاں تک آ کر کمرے میں نا آنا اسے برا نہیں لگا تھا۔ وہ جانتا تھا حمالہ کو اس کی پرواہ نہیں۔ اس نے ایسی امید ہی نہیں رکھی تھی جس کے ٹوٹنے پر افسوس ہوتا۔۔

پریہان کمرے سے نکلیں تو سامنے سر جھکا کر بیٹھی حمالہ کے پاس گئیں اور نرمی سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"بیٹا اوراد کو دیکھنا چاہتی ہو؟؟ ہم چیک اپ کے لیے جا رہے ہیں تم چاہو تو اسی کے پاس رک جاؤ۔۔ "پریہان نے آہستگی سے کہتے ہوئے اسے خانی بیگم کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ وہ جانتی تھیں حمالہ خانی بیگم کے ساتھ نہیں جانا چاہے گی۔

"میں یہیں۔۔ رک جاتی ہوں۔ "وہ اٹک کر بولی۔

"اندر کمرے میں جا کر بیٹھو۔ "پریہان نے نرمی سے کہا اور پلٹ کر رباض کے پاس چلی گئیں۔

حمالہ ان کو جاتا دیکھ کر اٹھی اور کمرے کے دروازے پر پہنچی۔ وہ اکیلی باہر بیٹھ کر پریشان ہو رہی تھی۔

وہ کمرے میں جانے سے بھی جھجک رہی تھی۔

مگر ہمت کر کے اس نے کمرے میں قدم رکھا تو اوراد آنکھیں بند کیے لیٹا ہوا تھا۔ اسے بس اتنی خبر تھی کہ اسے ہوش نہیں آیا تھا، اس کے بعد؟؟؟

اس نے کسی سے پوچھا نہیں تو کسی نے بتایا بھی نہیں۔۔ وہ اوراد کے قریب جا کر رکی، کیا وہ ابھی تک بےہوش تھا؟ تو کیا وہ سنبھلا نہیں تھا؟؟

وہ اس کے قریب پڑی چئیر پر آہستگی سے بیٹھتی اداس ہونے لگی۔ اس کے لیے بہت دعائیں مانگ چکی تھی، خانی بیگم کی ناراضگی جھیل کر اب تھک رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔

"ٹھیک ہو جائیں پلیز۔۔۔ میں منحوس ثابت نہیں ہونا چاہتی۔۔ "وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپائے سسک کر بولی تو اس کی آہٹ پر جاگ کر کب سے اسے محسوس کرتے اوراد نے حیرت سے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

"پلیز جاگ جائیں۔۔ ٹھیک ہو جائیں۔۔ "وہ گھٹی گھٹی آواز میں روتی جا رہی تھی۔ اوراد نے ہاتھ بڑھا کر نرمی سے اس کی کلائی تھام کر اس کے چہرے سے ہاتھ ہٹایا۔ حمالہ اس کے لمس پر پتھرا گئی۔

جھٹکے سے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا، وہ اس کا ہاتھ تھامے نرم نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ حمالہ اپنی پوزیشن کا خیال کرتے ہی شرمندہ ہو گئی۔

"کس نے منحوس کہا ہے تمہیں؟؟ "وہ سوال کر رہا تھا۔

"ک۔۔کسی نے نہیں۔۔ "حمالہ اس کے سنجیدہ سوال پر گھبرا کر بولتی اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے نکالنے لگی۔

"تمہیں منحوس کس نے کہا حمالہ۔۔ "وہ اس کا ہاتھ تھام کر سنجیدگی سے سوال دوہرا رہا تھا۔

"کسی نے نہیں۔۔ میرا ہاتھ چھوڑیں پلیز۔۔ "وہ نفی میں سر ہلاتی رونے والی ہو گئی۔ وہ نا ہاتھ چھوڑ رہا تھا نا سوال کرنا چھوڑ رہا تھا۔ حمالہ پھنس گئی۔

اسے خوف تھا خانی بیگم آ جائیں گی اور اسے یقین تھا وہ یہ بات جان کر حمالہ سے

مزید نفرت کریں گی۔

اوراد نے سنجیدگی سے اس کا احتجاج دیکھا۔

"قریب آؤ۔۔ "وہ یکدم فرمائش کرتا اسے ساکت کر گیا۔

"جی؟ "وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"میرے۔۔قریب آؤ۔۔۔حمالہ۔۔ "وہ اپنے الفاظ پر زور دے رہا تھا۔ حمالہ جھجک کر چہرہ اس کے قریب لائی تو وہ اس کے ایک گال پر ہاتھ رکھتا نرمی سے اس کے دوسرے گال پر لب رکھ گیا۔ حمالہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔ گھبرا کر پیچھے ہوئی۔

"تم منحوس نہیں ہو، تم میرا سکون ہو۔۔ "وہ اس کا ہاتھ نرمی سے سہلاتے ہوئے بول رہا تھا۔ حمالہ سرخ چہرہ لیے نروس سی یہاں وہاں دیکھنے لگی۔

"حمالہ۔۔ "اس نے مسکراہٹ دبا کر نرمی سے پکارا۔

"میں ابھی آپ کے ساتھ کی گئی میری زبردستی شادی بھولی نہیں ہوں۔۔ "وہ اسے خاموش کروانے کے لیے جتا کر بولتی چئیر گھسیٹ کر پیچھے ہوئی۔ آواز میں لرزش نمایاں تھی۔ اوراد اس کی گھبراہٹ محسوس کرتا اسے دیکھتا جا رہا تھا۔

"پھر تو اس زبردستی شادی میں بھی میرے لیے رونے کا شکریہ۔۔ "وہ اس کی نم شفاف آنکھیں دیکھتے ہوئے بولا۔ خود سے دور بیٹھی حمالہ کو وہ حسرت سے دیکھ رہا تھا، اس وقت اسے حمالہ کو سینے سے لگانے کی شدت سے خواہش ہو رہی تھی۔

مگر وہ جانتا تھا وہ خود سے اس کے قریب کبھی آئے گی نہیں اور وہ اس وقت حرکت کر نہیں پا رہا تھا۔

"میں۔۔ نہیں روئی بالکل۔۔ "وہ نظریں چراتی مکر گئی۔

"ابھی میرے سامنے۔۔ کیا تم روئی نہیں ہو؟ "وہ مسکرا رہا تھا۔ ہاں اسے لگا تھا اوراد بےہوشی میں ہے، وہ تب اسے دیکھ کر رو پڑی تھی، اب پچھتا رہی تھی۔ حمالہ اپنی بےخبری پر خود کو کوسنے لگی۔

"میں اپنے لیے رو رہی تھی۔ آپ سے شادی کے بعد مجھے کوئی سکون سے نہیں رہنے دیتا۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور آپ کے لیے مجھے یہاں آنا پڑا۔۔ "

وہ منہ بنائے بول رہی تھی۔ جھوٹ بول رہی تھی۔ وہ اسے اپنے بارے میں خوش فہم نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"کیا تمہاری طبیعت ابھی ٹھیک نہیں ہوئی؟ "اوراد نے فکرمندی سے پوچھتے ہوئے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"نہیں۔۔ میں ٹھیک نہیں ہوں اور مجھے اپنی فکر ہے۔ "وہ اس کا بڑھا ہوا ہاتھ نظرانداز کیے بول رہی تھی۔

"تمہیں فکر ہونی بھی چاہئیے۔۔ تمہیں اپنا خیال رکھنا چاہئیے۔۔ "وہ محبت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"مجھے اپنا ہاتھ دو حمالہ۔ "اسے اپنا ہاتھ نظرانداز کرتا دیکھ کر اسے خود کہنا پڑا۔

"میں آپ کو ہاتھ نہیں دینا چاہتی۔ "وہ پیچھے ہونے لگی۔ گھبرانے لگی۔ نظر دروازے پر اٹھی۔ سب کہاں چلے گئے تھے۔ وہ ٹھیک تھا تو پھر وہ یہاں کیوں تھی۔

"مجھے ٹمپریچر چیک کرنے دو۔ "وہ فکرمندی سے بولا۔

"آپ کر چکے ہیں۔ "وہ جتا کر بولی۔ اوراد کی مسکراتی نیلگوں آنکھوں پر اسے اپنے جملے کا احساس ہوا۔ وہ خفت سے چہرہ چھپاتی رخ موڑ گئی۔

"تمہیں اس حالت میں میرے لیے یہاں لایا گیا، مجھے اب برا لگ رہا ہے۔ میں لالا سے کہتا ہوں تمہارا چیک اپ کروا لیں۔۔ تم گھر جا کر آرام کرنا۔۔ کمرے سے مت نکلنا۔ کوئی کچھ کہے تو مجھے بتانا۔ "وہ نرمی سے تاکید کرنے لگا۔ ہاتھ تھک گیا تھا تبھی پیچھے کر گیا۔

موبائل اٹھا کر ریاض کو کال ملانے لگا۔

"مجھے چیک اپ نہیں کروانا۔ میں ٹھیک ہوں، لالا کو کال مت کریں وہ انجکشن لگوا دیں گے۔۔ میں ٹھیک ہوں پلیز۔۔ "حمالہ بےساختہ اسے روکتی منتیں کرنے لگی۔ ہاتھ بڑھا کر اس کا موبائل پکڑ گئی۔ اوراد حیرت سے رک کر اسے دیکھنے لگا۔

"تمہیں انجکشن سے ڈر لگتا ہے؟ "وہ کال کاٹ کر حیران ہوا۔ حمالہ رک کر اسے دیکھتی اپنے جملے دماغ میں دوہرانے لگی۔ کیا وہ انجکشن کی بات کر گئی ہے؟

"نہیں۔۔ ایسا نہیں ہے۔۔ میں بچی نہیں ہوں۔۔ "وہ پیچھے ہوتی ہکلا کر وضاحت دینے لگی۔ اوراد یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنی ایک بات کی لمبی بےوجہ وضاحت دے رہی تھی۔ وہ بول رہی تھی مسلسل۔۔۔

اوراد اس کے ایک ایک نقش کو دیکھتا جا رہا تھا۔۔ زخم، درد، ازیت۔۔ سب ختم ہو رہا تھا۔۔

دشمن، دوست، اپنے۔۔ سب پس منظر ہو گیا تھا۔۔

بس وہ تھا اور اس کے سامنے اس کی محبت تھی۔۔۔ اس کا جنون تھا۔۔۔ اس کا سکون تھا۔۔۔ وہ خوش تھا۔۔۔

oooooooooooo

خانی بیگم لوگوں کو واپس حویلی لانے کے لیے رباض واپس آنے لگا تو ابراہیم نے اسے روکا اور خود حویلی چلا آیا تھا۔ ثنا بیگم اسے دیکھ کر خوشی سے نہال ہو گئیں۔

"ابراہیم اب اوراد کیسا ہے؟ "زرشے بیگم نے فکرمندی سے سوال کیا۔ وہ سب اس کے لیے فکرمند تھے۔

"ہاں جی اب بہتر ہے۔ فکر نا کریں۔ "ابراہیم نے انہیں تسلی دی۔ حویلی میں بھی ملازمین کے سامنے اس نے اوراد کی حالت واضح بیان نہیں کی تھی۔

کمرے میں گیا تو حمینہ معمول کے مطابق اپنی بیٹی کو سلا رہی تھی۔ اسے دیکھ کر چونکی اور جھجک کر سلام کیا تو وہ سر ہلا کر اس کے پاس جا بیٹھا۔

"سب ٹھیک ہے؟ "ابراہیم نے نرمی سے سوال کیا۔

"جی ہاں۔۔ کیا وہ۔۔ بڑے خان صاحب ٹھیک ہیں؟ "حمینہ نے جھجک کر اوراد کے بارے میں پوچھا۔

"وہ بالکل ٹھیک ہے، وہ تمہیں بڑا کیوں لگتا ہے؟ وہ مجھ سے بھی چھوٹا ہے۔ "ابراہیم نے ہنس کر حیرت سے سوال کیا۔ وہ کندھے اچکا گئی۔

"مجھے وہ۔۔۔ ایسے ہی لگتے ہیں۔ "حمینہ نے مدھم سے لہجے میں جواب دیا۔ ابراہیم نے جھک کر اس کی بیٹی کو دیکھا۔ وہ فیڈر منہ سے لگائے نیند کر رہی تھی۔

"تم دونوں تیار رہنا، آج شام اس کا چیک اپ کروانے چلیں گے۔ میں ابھی لے جاتا مگر بہت تھکا ہوا ہوں۔"

ابراہیم نے وہیں بستر پر نیم دراز ہوتے ہوئے کہا۔

"جی ٹھیک ہے۔ "حمینہ نے فرماں برداری سے کہا اور اپنی بیٹی کو اٹھائے بیڈ سے اترنے لگی۔

"کہاں جا رہی ہو۔۔؟ "وہ اس کے اٹھنے پر چونک گیا۔

"دوسرے کمرے میں۔۔ آپ آرام کریں۔ "وہ جھک کر بچی کا سامان اٹھاتے ہوئے بولی۔

"اٹس او۔کے میں آرام کر لوں گا۔ تمہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ "وہ بےساختہ اسے روکنے لگا۔ حمینہ نے ایک نظر اسے دیکھا۔ اس کی ہمدردی اور نرمی پر اسے کوئی شک نہیں تھا مگر اسے ثنا بیگم کی ہدایت اچھے سے یاد تھی تبھی نفی میں سر ہلا گئی۔

"نہیں۔۔ آپ آرام کریں۔ "اس نے مدھم لہجے میں کہا اور مزید اس کی سنے بنا وہاں سے چلی گئی۔

ابراہیم کو اس کی احتیاط پر حیرت ہوئی مگر وہ اس وقت تھکن کی وجہ سے اس کے پیچھے نہیں جا سکا۔ اپنے بستر پر سکون سے دراز ہوتا آنکھیں بند کر گیا۔

ثنا بیگم نے حمینہ کو دوسرے کمرے میں جاتے دیکھا تو سکون سے سر ہلا گئیں۔

"تمہیں اسی طرح ابراہیم سے دور رکھوں گی اور دیکھنا جلد وہ تمہارے اسی رویہ کی وجہ سے تمہیں چھوڑ دے گا۔۔ "وہ زیرِ لب بڑبڑاتی سکون سے مسکرائیں۔ ان کے ارادوں سے بےخبر حمینہ دوسرے کمرے میں بیٹی کو سلا رہی تھی۔

دن ڈھلنے تک وہ اپنی بیٹی کو اسی کمرے میں سلائے رہی اور خود جانے کتنی بار ابراہیم کے کمرے میں جھانک کر آئی تھی۔ وہ جب سے سویا تھا اٹھ نہیں رہا تھا اور اسے جگانے کی حمینہ میں نا ہمت تھی نا اجازت تھی۔۔

"وہ اوراد کے لیے نا جانے کتنی راتوں سے جاگ رہا ہے اور اب تم بار بار کمرے میں جا کر یقیناً اسے نیند سے جگا دو گی۔ "ثنا بیگم نے اس کو بار بار جاتے دیکھ کر اونچی آواز میں کہا تو شرمندہ ہو گئی۔

"جی دراصل۔۔ ایم سوری۔ "حمینہ انہیں وضاحت میں ہسپتال جانے کا بتاتے بتاتے رک گئی۔ ثنا بیگم نے سر ہلا دیا۔ وہ مایوسی سے پلٹ گئی۔

ابراہیم جب جاگا تو رات ہو رہی تھی۔ وہ موبائل پر وقت دیکھ کر سر پکڑ بیٹھا۔

وہ واقعی اوراد کے لیے ہاسپٹل میں ایکٹو رہا تھا، سو بھی نہیں پایا تھا۔ وہ اٹھ کر شاور لینے چلا گیا۔ فریش ہو کر کمرے سے نکلا تو حمینہ ثنا بیگم کی ہدایت پر کھانا لگوا رہی تھی۔

"حمینہ میں نے تم سے کہا تھا ہاسپٹل جانا ہے، تم نے جگایا ہی نہیں مجھے۔۔ "وہ اس کے قریب جا کر بولا۔

"جی آپ تھکے ہوئے تھے تو مجھے جگانا اچھا نہیں لگا۔ "وہ مدھم سے لہجے میں بولی۔ ابراہیم کو خاموش ہونا پڑا۔

"کھانے کے بعد چلیں گے۔ "وہ کھانے کے لیے بیٹھتے ہوئے بولا تو ثنا بیگم چونک گئیں۔

"رات کے وقت کہاں جاؤ گے؟ رہنے دو، اتنی جلدبازی کی ضرورت نہیں ہے، بچی ٹھیک ہے۔ "ثنا بیگم نے ماتھے پر بل ڈال کر کہا۔ حمینہ خاموش رہی۔

"نہیں دور تو نہیں جانا۔۔ یہی علاقے کے ہاسپٹل میں ایک فارن ڈاکٹر ہے، چائلڈ سپیشلسٹ ہے۔ تھوڑی دیر لگے گی اور چیک اپ ہو جائے گا۔ "ابراہیم سکون سے بولا، حمینہ تشکر بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"تم نے خوامخواہ کی زمہ داری سر پر لے لی ہے، وہاں ہاسپٹل میں دن رات لگے رہتے ہو اور یہاں دو دن آرام کے لیے آتے ہو تو یہاں الگ ڈیوٹی۔۔ "ثنا بیگم غصے سے بڑبڑاتی جا رہی تھیں۔ ابراہیم ان سنی کر گیا۔

"چھوڑیں مورے۔۔ ظاہر ہے وہ بچی اب ابراہیم کی ہی زمہ داری ہے۔ "خان موسٰی انہیں سمجھانے لگے۔ ثنا بیگم کا دل حمینہ کی طرف سے خراب ہونے لگا۔

ابراہیم کھانا کھاتے ہی حمینہ کے سر پر پہنچا، وہ بیٹی کو تیار کر رہی تھی۔

"تم تیار نہیں ہوئیں؟ "ابراہیم نے اس کا جائزہ لیا۔

"میں۔۔ ٹھیک ہوں۔ "وہ سر جھکا کر بولی۔

"نہیں۔۔ میں اسے سنبھالتا ہوں تم جا کر چینج کرو اور حلیہ بہتر کرو۔۔ خود کو دیکھو کس حال میں کھڑی ہو۔۔ یہاں ملازمائیں بھی تم سے بہتر حالت میں رہتی ہیں، یہ اچھی بات نہیں ہے۔ کیا تمہارے پاس کسی چیز کی کمی ہے؟ "ابراہیم سنجیدگی سے بولتا چلا گیا۔

اسے حمینہ کا حلیہ مسلسل تنگ کر رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا وہ بن سنور کر رہے، حویلی کی باقی لڑکیوں عورتوں کی طرح بہترین لباس پہنے مگر وہ اپنے ازلی انداز میں سیاہ چادر اوڑھے رکھتی تھی۔ زرشے بیگم اور گل جان اسے سمجھا سمجھا کر اب تھک چکی تھیں۔ وہ اس کی ہدایت پر سر ہلا کر چلی گئی، واپس لوٹی تو ویسے ہی سیاہ چادر اوڑھ رکھی تھی۔

"حمینہ تم نے چینج کیا بھی ہے یا نہیں؟؟ مجھے دیکھنے دو۔۔ کون سا رنگ پہنا ہے، کیسی لگ رہی ہو۔۔"

وہ اسے سیاہ چادر میں قید دیکھ کر تنگ ہوا۔

"میں نے اچھا لباس پہنا ہے مگر۔۔ میں چادر نہیں اتار سکتی۔ مجھے گھبراہٹ ہوتی ہے۔ ایسا لگتا ہے سب مجھے دیکھیں گے، سب کو پتا چل جائے گا کہ میرا وجود داغدار ہے۔ میں چادر نہیں اتار سکتی۔۔ "

حمینہ گھبرائے ہوئے لہجے میں بولتی چادر میں مزید سمٹتی جا رہی تھی۔ ابراہیم کو جھٹکا لگا تھا۔

"خود کو دوبارہ داغدار مت کہنا۔ تم میرے نکاح میں ہو، باعزت مقام ہے تمہارا۔۔ اپنی جگہ پہچانو۔۔۔

باہر بےشک پردہ میں جاؤ مگر یہاں تو صرف ہم ہیں۔۔ میرے سامنے چادر اتارنے میں کیا مشکل ہے۔۔؟"

ابراہیم اچانک سنجیدہ ہو گیا تھا۔ اس کا لہجہ سخت ہو گیا تھا۔ حمینہ اس کے انداز پر ڈر گئی۔

"مجھے ڈر لگتا ہے۔۔ "وہ اٹک اٹک کر بول رہی تھی۔

ابراہیم نے ضبط سے گہرا سانس بھرا۔ حمینہ کو توجہ کی ضرورت تھی، اسے اس کا مقام ایسے نہیں پتا چلنے والا تھا۔ ابراہیم کو اندازہ ہوا وہ اب بھی لوگوں سے ڈرتی ہے۔ وہ چھپ کر رہتی ہے۔

"ٹھیک ہے آؤ۔۔ "وہ چپ چاپ بچی کو اٹھائے آگے بڑھ گیا۔ حمینہ کو اپنے درمیان تعلق کا احساس دلانے کے لیے وقت درکار تھا۔ وہ سوچ چکا تھا اس کی

جھجک خود کے لیے ختم کرے گا مگر زرا طریقے سے۔۔۔

oooooooooooooo

ایقان نے رات کو فری ہو کر کمرے میں جاتے ہی رباض کو میسج بھیجا۔۔

"کیا آپ آج رات وہیں رکیں گے؟ "اس کے سوالیہ میسج پر ڈاکٹر سے اوراد کے زخم کا معائنہ کرواتے رباض نے چونک کر سکرین کو دیکھا پھر مسکرا کر کال ملائی۔

"آج رکنا پڑے گا۔۔ مجھے یاد کر رہی ہو؟؟ "اس نے شوخی سے سوال کیا تو ایقان گڑبڑا گئی۔

"جی۔۔نہیں۔۔ بس پوچھ رہی تھی۔۔ "وہ مدھم سے لہجے میں بولی۔ رباض کو اس کا کال کر کے پوچھنا بہت اچھا لگ رہا تھا۔

"تمہیں بتا نہیں سکتا تمہاری کال مجھے کیا احساس دلا رہی ہو۔۔ یعنی تمہیں میرے بغیر نیند نہیں آ رہی؟"

وہ سکون سے دور صوفے پر بیٹھتا مسکرا کر بات کرنے لگا۔ ایقان شرمائی ہوئی سی وضاحت دے رہی تھی۔

اپنے زخم کی پٹی بدلواتے اوراد نے ترچھی نظر بھائی پر ڈالی اور اس کی شوخیوں پر مسکراہٹ دبا گیا۔

ایاد نے کمرے کے دروازے پر دستک دی تو اوراد نے اسے دیکھا۔ رباض نے ہاتھ کے اشارے سے اسے اندر آنے کا کہا تھا۔ وہ اندر آیا تو ایک خوش شکل سا لڑکا بھی اس کے ساتھ تھا۔

"کیسے ہو۔۔ "ایاد نے اس کے قریب آ کر سوال کیا اور فروٹ جوس کے شاپرز ایک طرف رکھے۔

"کیسا لگ رہا ہوں؟ "اوراد نے ابرو چڑھا کر کہا۔

"امید ہے آپ کافی بہتر ہوں گے اوراد خانزادہ۔۔ "

ایاد کے ساتھ آیا لڑکا نرم مسکراہٹ لبوں پر سجا کر بول رہا تھا۔ اوراد نے سر ہلا کر شکریہ کہا۔

"یہ میثم ہے میرا ماموں زاد۔۔ اس نے تمہارا سنا تو چلا آیا حالانکہ ضرورت نہیں تھی۔۔ "ایاد نے ایک چئیر پر بیٹھتے ہوئے سرسری سے لہجے میں کہا۔

"بہت اچھا کیا۔۔ کیسے ہو میثم۔۔ "رباض فارغ ہو کر آتے ہی بولا اور نرم مسکراہٹ کے ساتھ میثم سے ملا۔

"میں اب کافی بہتر ہوں۔ آنے کا بہت شکریہ۔۔ "اوراد نے ناک چڑھا کر ایاد خان کو سنوایا تو وہ ابرو چڑھا گیا۔

"فارمیلٹی نبھانے کا شکریہ۔۔ حالانکہ تمہارا لہجہ بتا رہا ہے تمہیں میرا آنا اچھا نہیں لگا مگر میری مجبوری ہے کہ تمہاری بہن مجھے گھر ٹکنے نہیں دے رہی تھی، اسے لگتا ہے تم جب تک یہاں ہو مجھے حال لیتے رہنا چاہئیے۔ "ایاد نے بھی اسے جتا کر کہا۔

"شکر ہے وہ کچھ تو سکھا رہی ہے۔ "اوراد نے رخ موڑ کر بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ ایاد نے اسے گھورا۔

دو دن پہلے ایاد نے یہاں سے جاتے ہوئے کہہ دیا تھا کہ یہ ٹھیک ہے بس ڈرامہ کر رہا ہے۔ اوراد نے بخوبی سنا بھی تھا اور آج اسی بات پر وہ ماتھے پر بل ڈالے پڑا تھا۔ میثم نے بات کی تو وہ پوری توجہ اسی کی جانب کرتا خوش دلی سے جواب دینے لگا۔

ooooo/oooo

سردار خانزادہ نے اوراد کے سنبھلتے ہی علاقے میں پہنچ کر ہاشم خان کے خلاف جرگہ بٹھا لیا تھا۔ ہاشم خان ابھی تک تیسرے فرد تک نہیں پہنچ پایا تھا کیونکہ ایک رام سے گھرانے کا سادہ سا لڑکا بن کر رہنے والے اسلم خان تک کسی کا دماغ جا ہی نہیں سکتا تھا۔ جبکہ ادب خان اس دوران ہاشم خان کا خاص حملہ آور ڈھونڈ چکا تھا۔

"ہاشم خان یہاں میرے صبر کی حد ختم ہوئی ہے۔ سب جانتے ہیں میں دشمنیاں نہیں پالتا، آج تک میرے خاندان میں کسی نے قتل نہیں کیا اور تم خوش نصیب ہو کہ میں ونی لینا بھی پسند نہیں کرتا کیونکہ میں نامرد نہیں ہوں جو اپنے بدلوں میں عورتوں کو گھسیٹے لیکن اگر مجھے خون کے بدلے خون کرنا پڑا تو میں یہ ضرور کروں گا۔۔ "خانزادہ کی سرد آواز جرگہ میں گونج رہی تھی۔ ہاشم خان نے پہلو بدلا۔

"مجھے تمہارے بیٹے کی حالت کا افسوس ہوا ہے مگر یہ سراسر الزام ہے کہ اس کی حالت کا زمہ دار میں ہوں۔ "ہاشم خان نے اعتماد سے جھوٹ بولنے کی کوشش کی جو کہ درحقیقت کافی حد تک سچ تھا۔۔

"اگر میں نے آج یہ جرم ثابت کر دیا تو تمہاری سزا ہے کہ تمہاری آدھی زمین ضبط کر لی جائے گی۔ "

سردار خانزادہ کو اس کے انکار پر غصہ آ رہا تھا۔

ہاشم خان اس کی بات پر گھبرا گیا۔ ادب خان نے اس کے مزید بولنے سے پہلے اس کا حملہ آور پیش کر دیا۔

علاقے کے سب معزز لوگ وہاں جمع تھے۔ حملہ آور سر جھکائے کھڑا تھا۔ سامنے ہاشم خان تھا جو اپنے خلاف گواہی دینے پر اس کا سر تن سے جدا کر دیتا اور پیچھے۔۔۔ اس

حملہ آور نے سر ترچھا کر کے مجمع میں موجود اسلم خان کو دیکھا تو اس کے چہرے پر جتاتی مسکراہٹ نے اس کے اندر تک خوف بھر دیا تھا۔

"سردار صاحب میں نے ہاشم خان کے کہنے پر حملہ کیا تھا، م۔۔ میرا مقصد جان لینا نہیں تھا مگر ناجانے کیسے گولی۔۔۔ خان صاحب کے دل میں۔۔۔ لگ گئی۔۔ "

وہ بندہ ڈرا ہوا سا گواہی دے رہا تھا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو تم۔۔ "ہاشم خان غصے سے چیخ اٹھا۔ ایک بزرگ سرپنچ نے ہاشم خان کو گھور کر خاموش کروایا۔ وہ بندہ روتے ہوئے معافی مانگ رہا تھا۔

"سردار خانزادہ کے مطالبہ کے مطابق اب تمہاری آدھی زمین غریبوں کو دی جائے گی اور تمہاری دوبارہ ایسے مارنے کی کوشش پر باقاعدہ قصاص لیا جائے گا۔"

سرپنچ نے خانزادہ کے الفاظ دوہرائے۔ ہاشم خان کا چہرہ ضبط سے سرخ ہو رہا تھا۔

"اور اس گواہی دینے والے بندے کا کوئی جانی نقصان ہاشم خان کی طرف سے ہوا تو میں اس کے خاندان کے لیے ونی کی رسم کو ترجیح دوں گا، یقیناً ہاشم خان اپنی بیٹیوں کے لیے ایسا کچھ نہیں سوچنا چاہے گا۔ "خانزادہ نے جرگہ ختم ہونے سے پہلے ہاشم خان کو سنایا تو وہ اس کی بات پر ساکت رہ گیا۔

دشمنی تب مزہ دیتی ہے جب سامنے والا کبھی جیتتا ہے تو کبھی ہار بھی جاتا ہے۔۔ جب دشمن کبھی کچھ چھینے اور کبھی کچھ گنوا کر گھٹنے بھی ٹیک دے مگر یہاں دشمنی میں مسلسل مات اسی کے حصہ میں آ رہی تھی۔

جرگہ کا اختتام ہوا تو ہاشم خان اپنے بال نوچنے لگا۔ خانزادہ نے جانے سے پہلے وارن کرتے انداز میں اس حملہ آور کا کندھا تھپتھپایا تو وہ خوف سے سر جھکا گیا۔ ان کے جاتے ہی اس نے نظر دور جاتے اسلم خان پر ٹکا دی۔

اس کی گواہی کی اصل وجہ اسلم خان تھا۔ اسلم خان تیز طرار بندہ تھا مگر وہ بہت ٹیڑھی کھیر تھا، وہ کبھی کبھی اپنا کام نکالنے کے لیے غلط کام بھی بہت سکون سے کر لیتا تھا۔

اس نے حملہ آور کی جوان بیٹی اغوا کر کے اسے دھمکی دی کہ اگر وہ جرگہ میں سب سچ بتا دے تو اس کی بیٹی زندہ سلامت عزت سے گھر پہنچا دی جائے گی ورنہ بھول جائے۔ ہاشم خان کے بندے کو ہاشم خان سے دو ہاتھ آگے دشمن ملا تو وہ بوکھلا کر رہ گیا تھا۔

اس نے جان لیا کہ اس بار سردار، سردار خانزادہ حدیر جیسا نرم مزاج نہیں تھا اور اس کا بندہ بھی ادب خان جیسا باعزت فیصلے لینے والا تھا۔ اس بار سردار اور اس کا بندہ دونوں ہی الٹ دماغ کے لوگ تھے۔۔۔

oooooooooooooo

اوراد کے زخم کچھ بہتری کی طرف مائل ہوئے تو ابراہیم کی مہربانی سے اسے ہاسپٹل سے فارغ کر دیا گیا تھا۔ وہ حویلی پہنچا تو خانی بیگم نے ایک ساتھ تین بکروں کا صدقہ دیا اور غریبوں میں خیرات بانٹی۔

حمالہ خانی بیگم کے اشارے پر اوراد کے بیڈ پر بیٹھتے ہی نہایت فرمانبرداری سے اس کے پیچھے تکیے اور کشن سیٹ کر کے اسے بیٹھنے میں مدد کرنے لگی مگر اس کا چہرہ صاف بتا رہا تھا وہ کس ضبط سے یہ کام کر رہی ہے۔

"حمالہ جا کر اوراد کے لیے فروٹ کاٹ کر لاؤ اور تازہ جوس بھی بنوا لینا۔۔ ایسی چیزوں کی اشد ضرورت ہے اسے۔۔ "خانی بیگم نے اسے حکم دیا تو اس نے اوراد کی جانب دیکھا۔ علیہا کو ساتھ لگائے وہ تسلی دے رہا تھا۔ گل جان، پریہان، پروا، زرشے۔۔

سب وہاں موجود تھے، سب سے باتیں کرتے ہوئے اس کی نظر حمالہ سے ملی تو وہ اسی کو گھور رہی تھی۔ اس کے دیکھنے پر جھٹکے سے پلٹ کر کمرے سے نکل گئی۔ وہ اس کی خفگی سمجھ نہیں پایا۔

مرحا پہلے سے کچن میں کھانا تیار کروا رہی تھیں، وہ ان کے پاس پہنچ کر جلے دل سے بولنے لگی۔

"ہوا کیا ہے ان کو؟ بس گولی لگی اور ٹھیک ہو گئے۔۔ خانی مورے کو بس میں نظر آتی ہوں، سب باتیں کریں اور میں خدمتیں کروں۔۔ کیوں بھئی؟ "اس کے ناک چڑھا کر بولنے پر مرحا نے اسے گھورا۔

"اور جب اسے گولی لگی تھی تب کیوں نوافل پڑھ پڑھ کر رو رہی تھیں؟؟ حمالہ کیوں ایسے بول کر اپنا کیا کرایا ضائع کرتی ہو۔۔ خانی مورے نے اگر کچھ کام کہا ہے تو کر دو وہ فکر میں ہی کہہ رہی ہیں ناں۔۔"

مرحا نے اسے سمجھاتے ہوئے چپ رہنے کی تاکید کی۔

"خانی مورے کو اتنی پرواہ ہے تو خود کاٹتیں ناں فروٹ۔۔۔ مجھے کیوں بھگا رہی ہیں صبح سے۔۔ میری کمر میں درد ہو رہا ہے۔ میری پرواہ کسی کو نہیں ہے۔

آج انہوں نے سب ملازماؤں والے کام یہ کہہ کر مجھ سے کروائے ہیں کہ یہ بیوی کا فرض ہوتا ہے۔۔

حمالہ بیڈ شیٹ بدلو۔۔ حمالہ اوراد کے کپڑے نکال کر رکھو۔۔ حمالہ اوراد کی پسند کا کھانا تیار کروا دو۔۔

حمالہ یہ کرو۔۔ حمالہ وہ کرو۔۔

اسی پر بس نہیں ہوئی تو اب مجھے فروٹ کاٹنے کے لیے بھیج دیا، ان کا بس نہیں چل رہا مجھ سے پوری حویلی کے سارے کام کرواتیں اور کہتیں ان کے اوراد کی بیوی کا یہی

فرض بنتا ہے۔۔ مجھے بتائیں میرا نکاح ہوا تھا یا مجھے ملازمہ بنانے کا کانٹریکٹ سائن کروایا تھا۔۔ "وہ پٹر پٹر بولتی جا رہی تھی۔ مرحا اس کی تیزگام کی طرح چلتی زبان پر پریشان ہو گئیں۔ جلدی سے فروٹ نکال کر خود کاٹنے لگیں اور اسے ایک طرف بٹھایا۔

"بیٹا یہ سب کام جو انہوں نے تم سے کروائے ہیں یہ واقعی بیوی کا فرض ہوتا ہے اور صرف فرض ہی نہیں میں سمجھ رہی ہوں وہ چاہتی ہوں گی اوراد کو یہ سب پتا چلے تو اس کے دل میں تمہاری جگہ مزید گہری ہو جائے۔ "مرحا نے نرمی سے اسے سمجھایا۔

"ایسا کریں ان کے دل میں ایک پلاٹ ہی خرید دیں مجھے۔۔ کھل کر رہوں وہاں تاکہ سب کو خوشی ہو۔۔

مجھے نہیں چاہئیے ان کے دل میں جگہ بھئی۔۔ یہ کیسی جگہ ہے جہاں کام کرنے پڑتے ہیں۔۔

اور مجھے یہ بتائیں کیا انہوں نے کبھی میری خدمت کی؟ یہ بھی اچھا اصول ہے وہ خدمت نا کریں وہ دل میں جگہ نا بنائیں مگر میں پھر بھی ان کی خدمت کروں ان کے دل میں جگہ بناتی پھروں ہونہہ۔۔۔"

وہ ہاتھ نچا نچا کر عورتوں کی طرح بول رہی تھی۔ ملازمہ کے آنے پر مرحا دانت کچکچا کر رہ گئیں۔

"جوس بناؤ اٹھ کر اور لے جاؤ یہ سب۔۔ "مرحا نے اسے مزید بولنے سے روکنے کے لیے کام پر لگایا۔

وہ دھپ دھپ کرتی اندھا دھند جوس بناتی گلاس میں ڈالنے لگی پھر ٹرے اٹھا کر کمرے میں لے گئی۔ وہاں سب جا چکے تھے مگر خانی بیگم اب بھی اوراد کے سرہانے بیٹھی تھیں۔ انہیں دیکھ کر حمالہ نے منہ کے زاویئے درست کر لیے۔

"ان کے لیے فروٹ اور جوس لے آئی ہوں۔ "اس نے خانی بیگم کو دیکھتے ہوئے ڈیوٹی نبھانے جیسے لہجے میں کہا تو وہ اس انداز پر ضبط کر گئیں۔

"مجھے نہیں اپنے شوہر کو دو۔۔ اور یہ اُن اِن والے ڈرامے کرنے کی ضرورت نہیں ہے، خان صاحب کہا کرو۔ "خانی بیگم نے اسے ڈپٹ کر سمجھایا۔

اوراد گہری نظروں سے حمالہ کو دیکھ رہا تھا۔

"تم کچن میں کیوں گئیں؟ کیا تمہاری اب طبیعت ٹھیک ہے؟ "اس نے سوال کیے تو خانی بیگم چونکیں۔

"یہ کچن میں کیوں نا جائے؟ اس کی طبیعت کو کیا ہوا ہے۔۔ "خانی بیگم نے ماتھے پر بل ڈال کر حمالہ کو دیکھا تو وہ سر جھکا گئی۔ یعنی ایک اور لیکچر اس کے شیدول میں شامل۔۔۔ ہاہ ہائے۔۔ بد نصیب حمالہ۔۔

"اسے بخار تھا اور کچن میں کیوں جائے؟ ملازمائیں کیوں رکھی ہیں یہاں؟ "اوراد نے سنجیدگی سے کہا۔

اس کی بحث پر حمالہ کے ہاتھ پیر پھولنے لگے، اس کی بحث اور ضد کا مطلب بعد میں حمالہ کی کلاس لگنے والی تھی۔

وہ جتنا زیادہ بولے گا لیکچر اتنا لمبا ہو گا۔۔ اور اسے کون سمجھائے، حمالہ معصوم پر ترس نا کھائے، اسے اس کے حال پر چھوڑ دے، اسے جینے دے۔۔ وہ دل ہی دل میں دکھی ترین ہوتی جا رہی تھی۔

"میری جان بخار۔۔ تھا، اب نہیں ہے اور کچھ کام ملازماؤں کے کرنے کے نہیں ہوتے، وہ بیوی ہے تمہاری اس لیے تمہاری خدمت کرنا اس کا فرض ہے۔ "

خانی بیگم نے اوراد کو نرمی سے سمجھایا۔

"مورے ایٹ لیسٹ یہ کام ملازمائیں کر سکتی ہیں۔ وہ میری بیوی ہے اور اس کا کیا فرض ہے وہ میں اسے سمجھا دوں گا۔ مجھے کوئی خدمت گزاری نہیں چاہئیے پلیز۔۔ "وہ ان کی باتوں سے زچ ہو کر بولا۔

"ٹھیک ہے جیسے تمہیں اچھا لگے، غصہ مت کرو تمہارے لیے اچھا نہیں ہے۔ "خانی بیگم نے ہار مانتے ہوئے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئیں۔ سر جھکا کر کھڑی حمالہ کو گھور کر دیکھا۔ نہایت میسنی اور گھُنی لگتی تھی وہ انہیں۔۔ جسے بولنے کی بھی ضرورت نہیں

پڑتی تھی اور اس کا کام بن جاتا تھا۔ خانی بیگم کے لیے مزید اسے دیکھنا ہی محال ہوا تو اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"میں نماز پڑھ آؤں پھر شکرانے کے نفل بھی پڑھ لوں گی۔۔ اور تم نے شکرانے کے نفل پڑھے تھے؟؟ "خانی بیگم نے کمرے سے جاتے ہوئے کہا پھر کسی خیال کے تحت رک کر حمالہ سے سوال کیا۔

"جی۔۔ پورے چار پڑھے تھے۔ "وہ جلدی سے بولی۔ اوراد کو اس کے جملے پر ہنسی آئی جو وہ بمشکل دبا گیا۔

"ظاہر ہے میں نے جو چار کہہ دیئے تھے، تم نے وہی فرض پورا کرنا تھا۔ "خانی بیگم نے طنزیہ کہا۔

"مجھے لگا پڑھنے ہی چار ہوتے ہیں۔ "وہ منمنائی۔

"بس زبان چلتی ہے تمہاری بیوی کی اور عقل خود دیکھ لو کتنی ہے۔ اللہ ہی اسے سدھارے۔۔ "خانی بیگم نے اوراد کو دیکھ کر جتایا اور بڑبڑاتے ہوئے نکل گئیں۔

ان کے الفاظ پر حمالہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا۔

اوراد نچلا لب دانتوں تلے دبائے اسے دیکھ رہا تھا۔

"بیٹھ جاؤ کھڑی کیوں ہو۔۔ "وہ اسے کھڑا دیکھ کر نرمی سے بولا تو حمالہ کا ناک چڑھ گیا۔

"نہیں مجھے نہیں بیٹھنا۔۔ میں دراصل۔۔ کچن میں کھانا بنوا رہی تھی۔۔ "وہ جھوٹا بہانہ بنا کر کھسکنے کے چکر میں تھی جب اوراد نے سختی سے روکا۔

"جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہے، مجھے یہ جوس نہیں چاہئیے، خود پیو اور آرام سے بیٹھو یہاں۔۔"

اوراد کے لہجے میں سختی اترتی دیکھ کر وہ مجبوراً بیڈ کے ایک کنارے پر ٹک گئی۔

اوراد نے ٹرے اس کی جانب کیا تو جوس کا گلاس اٹھا کر لبوں سے لگاتی ایک ہی سانس میں آدھا گلاس خالی کر گئی پھر رکی اور زائقہ محسوس کر کے اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ گلاس ٹرے پر پٹخ کر واش روم کی طرف بھاگی۔

اوراد اس کی حرکت پر ٹھٹک گیا، گلاس اٹھا کر لبوں سے لگاتے ہوئے ہلکا سا سپ بھرا تو منہ کا زائقہ خراب ہو گیا۔ وہ چینی کی جگہ نمک ڈال لائی تھی اور نمک بھی اچھا خاصہ۔۔۔ وہ نفی میں سر ہلا گیا۔

وہ باتھ روم میں کھڑی حلق میں انگلی مار مار کر قے کر رہی تھی۔ آنکھیں پانی سے بھر آئی تھیں۔

"میرا۔۔۔بی پی۔۔۔ہائی۔۔۔ہو گا۔۔ "وہ باہر نکلی اور بےحال سی بیڈ پر ایک طرف گرتی بڑبڑانے لگی۔

"ایسا جلد بازی میں ہوا یا جان بوجھ کر کیا تھا؟؟ "

اوراد نے فورک سے کٹے ہوئے سیب کا ٹکڑا اٹھا کر اس کے لبوں سے لگاتے

ہوئے جھک کر اس سے سوال کیا۔

وہ رونی صورت بنائے اسے دیکھنے لگی۔

"ڈونٹ وری اتنے سالٹ سے بی۔پی پرابلم نہیں ہوتا، لو یہ کھا لو ٹیسٹ چینج ہو گا۔۔ ویسے تمہارا بنایا جوس کسی دشمن کو بھی نا ملے۔۔ "اس نے زبردستی سیب اس کے منہ میں ڈال کر کہا اور سیدھا ہوتے ہی رخ پھیر کر لب دباتا مسکرانے لگا۔ حمالہ سیب کھاتی اس کے جملے پر منہ بنا رہی تھی۔ پھر آنکھیں رگڑ کر بھیگا پن صاف کیا اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"آپ نے ٹھیک کہا آئندہ میں جوس آپ کو تو بالکل بنا کر نہیں دوں گی۔ "وہ اسے جتا کر بولتی ہوا جیسی تیزی سے کمرے سے نکل گئی کیونکہ اسے بی پی ہائی ہونے سے پہلے اپنا علاج کرنا تھا۔ پیچھے اوراد اس کے جملے کا مطلب سمجھ کر سر نفی میں ہلا گیا۔

یعنی اس کا واحد دشمن۔۔ اوراد خانزادہ ہی تو تھا۔

oooooooooooo

ایقان اپنے کمرے میں پریشان سی بیٹھی تھی، اس کے موبائل پر پچھلے کچھ دن سے ماحد خان کے نہایت زاتی قسم کے میسج آ رہے تھے۔ وہ رباض کو بتانا چاہتی تھی مگر ماحد خان کی بھیجی تصاویر نے اس کے کانوں سے دھوئیں نکال دیئے تھے۔

"خاموشی سے خان رباض کو طلاق کا کہہ دو، میں تمہیں پھر سے اپنانے کو تیار ہوں۔۔ دو خاندانوں کی دشمنی ختم ہو جائے گی۔۔ میں اپنی غلطی سدھارنے کو تیار ہوں ایقان۔۔ میں تمہیں کھو کر پچھتا رہا ہوں۔

خان رباض نے تمہیں مجبوراً اپنایا ہے مگر میں تم سے محبت کرنے لگا ہوں۔۔ اب پیار سے رکھوں گا۔۔"

اس کے مختلف میسجز ایقان کو ملتے رہتے تھے اور چیٹ پر ٹائمر آن ہونے کی وجہ سے اگلے روز وہ میسج خودبخود ڈیلیٹ بھی ہو جاتے تھے۔

ایقان اس کے اب تک تین نمبر بلاک کر چکی تھی۔ اپنی زاتی تصاویر پر اسے رونا آ رہا تھا۔ ماحد خان اس کی تذلیل کرنے کے بعد اس کی تصاویر بھی بناتا تھا؟ اسے اب اندازہ ہو رہا تھا۔۔ وہ زلت سے گڑھتی جا رہی تھی۔

رباض کمرے میں آیا تو وہ غائب دماغ سی موبائل کو تکتی جا رہی تھی اس کے آنے کا بھی نوٹس نہیں لیا۔

"ایقان۔۔ "اس نے نرمی سے پکارا تو وہ جھٹکے سے سیدھی ہوئی۔

"جی؟ "اس کے یوں چونک کر سوال کرنے پر ریاض کو اس کی غائب دماغی کا احساس ہوا۔

"کیا بات ہے ایقان۔۔ کوئی پریشانی ہے کیا۔۔ "اس نے ایقان کے پاس بیٹھتے ہوئے توجہ سے اسے دیکھا

"نہیں۔۔۔ نہیں۔۔ آپ نے مجھے بلایا، کیا آپ کو کچھ چاہئیے؟ "وہ گھبرا کر الٹا سیدھا بول رہی تھی۔

"ایقان۔۔؟؟ میں صرف تمہیں پکار رہا تھا۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں۔۔؟ "وہ پریشان ہونے لگا۔ وہ زور زور سے نفی میں سر ہلانے لگی۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں خان صاحب۔۔ آپ کے لیے چائے لاؤں۔۔ "اس نے ہاتھ میں دبا موبائل ایک جانب رکھتے ہوئے سوال کیا۔ انداز بتا رہا تھا لہجے کو زبردستی سادہ رکھنے کی کوشش کی گئی ہے مگر تاثرات میں حواس باختگی نمایاں تھی۔

"میں ابھی کھانے کے بعد واک کر کے آ رہا ہوں۔ اس وقت چائے پہلے کب پیتا ہوں؟ کیا ہو گیا ہے یار۔۔۔"

ریاض اس کے گرد بازو پھیلا کر نرمی سے اسے خود میں سمیٹ کر بولا تو وہ اداس سی اس کے کندھے پر سر رکھ گئی۔

"مجھ سے کچھ مت چھپاؤ ایقان۔۔ کوئی بات ہوئی ہے تو بتاؤ۔۔ "وہ محبت سے اسے سینے سے لگائے اس کے بال سنوارنے لگا۔ ایقان کا جی چاہا رو دے۔۔

اتنا روئے کہ اس کی سسکیوں سے پوری حویلی گونج اٹھے مگر وہ سب کو متوجہ ہی تو نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ جانتی تھی اسے تحفظ دیا جائے گا مگر اس کے ساتھ پہلے جو محافظ مرد جوڑا گیا تھا وہ آج اس کی عزت نیلام کرنے پر تلا ہوا تھا۔ وہ اپنا آپ سب پر عیاں کرنے سے ڈر رہی تھی۔

"ایقان کیا بات ہے۔۔ "رباض نے اس کا چہرہ دیکھنا چاہا۔ وہ سمٹ کر اس کے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔

"آپ نے ایک دن کا کہا تھا، تین دن لگا دیئے۔ "وہ نم آواز میں آہستگی سے پوچھ رہی تھی۔

"اوراد کے لیے رکنا پڑا مجھے۔۔ بابا کو واپس آنا تھا، ابراہیم وہاں اکیلا سنبھال رہا تھا اچھا نہیں لگتا۔۔ پیچھے کوئی بات ہوئی ہے کیا۔؟ "رباض نے نرمی سے اس کا سر سہلاتے ہوئے وضاحت دی اور اس کا ہاتھ تھام کر فکرمندی سے سوال کیا۔

"نہیں۔۔ میں بس۔۔ گھبرا گئی تھی۔ "اس کی آواز بھرا گئی تھی۔ رباض بےساختہ اسے خود میں بھینچ گیا۔

"آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔۔ ریلیکس ہو جاؤ ایقان۔۔"

رباض اس کے بالوں پر لب رکھے محبت سے بول رہا تھا۔ ایقان آنکھیں موند کر اس کے حصار میں سمٹی رہی۔ یہ تحفظ بھرا حصار اور یہ انسان۔۔۔

یہ محبت، توجہ اور یہ عزت۔۔ اسے پہلی بار کیوں نہیں ملے۔ اسے پہلے ہی رباض کے نام کیوں نہیں کیا گیا۔

اس کی زندگی میں ایسا مرد شامل ہی کیوں ہوا کہ اس کے ساتھ گزرے زندگی کے وہ سیاہ دن اس کے وجود کو آج سیاہی میں لپیٹتے جا رہے تھے۔

وہ مرد جو آج تک تاریک سائے کی طرح اس کے پیچھے تھا۔ ایقان کا دل اس غم سے بھرتا جا رہا تھا۔ وہ خوش رہنا چاہتی تھی مگر وہ خوش نہیں رہ پا رہی تھی۔

oooooooooooo

ابراہیم ہاسپٹل سے گھر پہنچتے ہی اپنے لیے چائے بنانے کا کہہ کر چینج کرنے چلا گیا۔ فریش ہو کر چائے پیتا اپنے دکھتے سر کو دبانے لگا۔

اس روز حمینہ کو ہاسپٹل سے لا کر وہ دو دن اس کے پاس رکنے کا سوچ چکا تھا مگر ہاسپٹل سے کال آنے پر اسے فوری شہر واپس آنا پڑا تھا۔

اس نے حمینہ کو کال ملائی، ہمیشہ کی طرح کال تب اٹینڈ ہوئی جب وہ بند کرنے لگا۔

"السلام و علیکم۔۔ "حمینہ نے اپنے مخصوص مدھم لہجے میں سلام کیا۔۔

"وعلیکم۔۔ کیسی ہو؟ چھوٹی ٹھیک ہے؟ "ابراہیم نے چائے کا کپ فارغ کر کے رکھتے ہوئے سوال کیا۔

"جی ہم دونوں ٹھیک ہیں۔۔ "حمینہ نے سکون سے سوتی اپنی بیٹی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اچھی بات ہے۔ اب خیال رکھنا بخار نہیں ہونے دینا اس کو اور رونے بھی مت دینا۔۔ اور سنو اسے لے کر بس کمرے میں بند نہیں رہا کرو، تھوڑا لان میں لے جایا کرو تازہ ہوا لگوایا کرو، بچوں کو اچھا محسوس ہوتا ہے۔ "وہ نرمی سے بولتے ہوئے ہدایات دے رہا تھا۔

حمینہ توجہ سے سنتی سر ہلانے لگی۔

"جی ٹھیک ہے۔ "اس نے فرمانبرداری سے جواب دیا۔

"کوئی مسئلہ ہو تو بتانا اور کبھی خود سے بھی کال کر لیا کرو۔۔ "اس نے آخر میں خفگی سے جتایا۔

"جی۔۔ مگر مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ "حمینہ نے ناسمجھی سے جواب دیا۔ ابراہیم آہ بھر کر رہ گیا۔

کیا ضروری تھا وہ اتنی میچور ایج میں اتنی کم عمر لڑکی سے شادی کرتا؟؟ وہ جو کم عمر بھی تھی، ناسمجھ بھی اور کچھ حالات کی ستائی ہوئی بھی۔۔۔

اور عجیب بات یہ کہ وہ اس کی توجہ چاہ رہا تھا، اسے خود پر شرمندگی ہونے لگی۔

"حمینہ۔۔ کچھ چاہئیے ہو، کچھ منگوانا ہو، کچھ اچھا لگتا ہو، کچھ برا لگے۔۔ کچھ بھی بتانا چاہو،

کال کر کے مجھ سے کہہ دیا کرو، ٹھیک ہے؟ "

ابراہیم نے نرمی سے اسے سمجھایا تو وہ سر ہلا گئی۔

"خان صاحب کیا میں اپنے لیے روایتی لباس بنوا سکتی ہوں؟ "حمینہ نے مدھم سے لہجے میں پوچھا۔

پختون روایت کے لباس پہننے کا اسے ہمیشہ سے شوق تھا۔ یہاں سب کو دیکھ کر

اسے بھی ویسا لباس پہننے کی خواہش ہوئی تھی مگر وہ اس خواہش کو دبا جاتی تھی، آج ابراہیم کے کہنے پر جھجک کر پوچھ گئی۔

"ضرور بنواؤ۔۔ میں گل جان سے کہوں گا وہ بنوا دیں گی۔ تم کلرز بتا دینا۔۔ ٹھیک ہے ناں؟ "ابراہیم اس کے پہلی بار فرمائش کرنے پر دل سے خوش ہوا تھا۔

"مجھے۔۔ بلیک چاہئیے۔ "حمینہ نے فرمائش کی۔

"صرف بلیک؟؟ میں بس خود بتا دوں گا ان کو کلرز بھی۔۔ "ابراہیم نے مسکرا کر کہا۔ وہ اتنے میں ہی خوش ہوتی کال کاٹ گئی تھی۔ ابراہیم اس کی حرکت پر بےچارگی سے سکرین کو تکنے لگا تھا۔

"تم جب مجھ سے محبت کرو گی تو کیسی لگو گی۔۔۔ "

وہ حسرت سے بڑبڑا کر گل جان کو کال ملانے لگا۔

ooooooo

ابراہیم حویلی پہنچا تو ثنا بیگم اور زرشے اسے دیکھ کر چونک گئیں۔ وہ رک کر ان سے ملنے لگا۔

"دیکھ رہی ہو زرشے۔۔ اب اس کے ہسپتال کی مصروفیات میں کمی آتی جا رہی ہے، اب اس سے تین دن بھی شہر میں رکنا مشکل ہو جاتا ہے، دیکھو کیسے بھاگا چلا آتا ہے۔ "ثنا بیگم نے اسے دیکھتے ہوئے خفگی سے سنوایا تو زرشے بے ساختہ ہنس پڑیں۔

"مجھے اپنی بہو کا شکریہ ادا کرنا چاہئیے پھر تو۔۔ "زرشے کے چھیڑنے پر وہ خفت زدہ ہو گیا۔

"شکریہ؟ دعا کرو حویلی میں ہی آنا جانا رہے، ورنہ جتنی تیزی سے ہمارا ابراہیم بدل رہا ہے، ان کے یہاں سے چلے جانے کی امید بھی کی جا سکتی ہے۔ "

ثنا بیگم کے جتانے پر ابراہیم نے ماتھے پر بل ڈال کر انہیں دیکھا۔ زرشے بےچارگی سے انہیں دیکھنے لگیں۔

"مورے آپ چاہتی کیا ہیں آخر۔۔ نہیں آتا تھا تب بھی ناراض رہتی تھیں، اب آتا ہوں تب بھی ناراض ہیں۔۔

اور میں پہلے آف لے کر آیا تھا دو دن کا، ایمرجنسی میں جانا پڑ گیا تو اب فری ہو کر آ گیا ہوں۔۔"

ابراہیم نے ناراضگی سے کہا تو ثنا بیگم بڑبڑا کر رہ گئیں۔ زرشے نے ابراہیم کو اشارے سے چپ رہنے کا کہا۔

"جاؤ چینج کرو۔۔ میں کھانا تیار کرواتی ہوں۔" زرشے نے اسے وہاں سے بھیجا تو وہ سر جھٹک کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

حمینہ کمرے میں بیٹھی اپنے کپڑے دیکھ رہی تھی، گل جان نے ابراہیم کے کہتے ہی اس کے لیے اس کے سائز کے مختلف رنگوں کے لباس تیار کروا دیئے تھے۔

وہ پرجوش چمکتی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی، ابراہیم کمرے میں داخل ہوتا اسے دیکھ کر مسکرایا۔

"کیسی ہو۔۔ "اس کے پاس جا کر نرمی سے اس کا سر تھپکتے ہوئے ابراہیم نے پوچھا تو وہ چونک گئی۔

"السلام و علیکم۔۔ "وہ آہستگی سے سلام کرتی اپنی چادر سر پر ٹھیک کرنے لگی۔ وہ جواب دیتا اس کے پاس بیٹھ کر سر ترچھا کیے اسے دیکھنے لگا۔

وہ سر جھکاتی نروس سی چادر میں سمٹنے لگی۔

"ڈریسز آ گئے؟ اچھے لگے؟ "ابراہیم نے نئے کپڑے دیکھ کر نرمی سے پوچھا۔

"جی ہاں۔۔ بہت اچھے ہیں۔ "وہ خوشی سے بھرپور لہجے میں بولی۔

"او۔کے کوئی ایک ڈریس ٹرائی کر کے دکھاؤ۔۔ "ابراہیم اچانک بولتا ڈریسز چیک کرنے لگا۔

"میں بعد میں پہن لوں گی۔ "وہ جھجک کر بولی۔

"ابھی کیوں نہیں؟ میں دیکھنا چاہتا ہو، ابھی چینج کرو جاؤ۔۔ "وہ سنجیدگی سے بولا اور ایک اورنج کلر کا فراک اٹھا کر اسے پکڑا دیا۔

وہ سفر کر کے آیا تھا، اسے فریش ہونا تھا، چینج کرنا تھا وہ سب بھول گیا۔ اس کی دلچسپی فی الحال حمینہ کے لیے بڑھ گئی تھی۔

"مگر میں ابھی یہ ڈریس نہیں پہننا چاہتی۔۔ "حمینہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔ وہ گھور کر اسے دیکھتا یکدم اسے پکڑ کر اپنے سامنے کھڑا کر گیا۔ حمینہ حواس باختہ سی اسے دیکھنے لگی۔

"جاؤ ابھی چینج کرو کیونکہ میں تمہیں اس ڈریس میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ "وہ اپنے الفاظ پر زور دے کر بولا اور سکون سے بیٹھ گیا۔

حمینہ مجبوراً واش روم میں بند ہو گئی، ابراہیم بیڈ پر سوتی اس کی بیٹی کو چیک کرنے لگا۔ اس کی نبض اور حالت کا تفصیلی چیک اپ کر کے وہ نفی میں سر ہلاتا مایوس ہو گیا۔ نرمی سے اس کا گال سہلاتا وہ حمینہ کے لیے متفکر ہوا۔

بچی کا مسئلہ سنجیدہ تھا اور آپریشن اس عمر میں کرنا ممکن نہیں تھا۔ پیدائش میں بھی کچھ مسائل ہوئے تھے جن کا بہتر ہونا بھی مشکل تھا۔

حمینہ باتھ روم سے نکلی تو وہ چونک کر سر اٹھاتا اسے دیکھنے لگا۔ وہ چینج کر کے بھی وہی سیاہ چادر اوڑھے کھڑی تھی۔ ابراہیم اٹھ کر اس کے پاس گیا۔

"اچھا ہے ڈریس۔۔ سب ٹھیک ہے۔ "وہ سر اٹھا کر اسے دیکھتی بول رہی تھی۔ ابراہیم نے ابرو چڑھائے۔

"اچھا؟ دکھاؤ کیسا لگ رہا ہے ڈریس۔۔ "وہ ہاتھ بڑھا کر اس کی چادر اتارنے لگا۔ حمینہ کی آنکھیں پھیلیں۔

"میں دکھاتی ہوں خان صاحب۔۔ چادر نہیں اتاریں۔ "

وہ بوکھلا کر بولتی اسے روکنے لگی۔ ابراہیم رک گیا۔

پیچھے ہو کر سینے پر بازو لپیٹتا اسے دیکھنے لگا۔

"تمہیں مجھ سے کوئی مسئلہ ہے؟ میرا دیکھنا برا لگتا ہے؟ "وہ سنجیدگی سے سوال کر رہا تھا۔

حمینہ پریشان سی نفی میں سر ہلانے لگی۔ وہ چادر بھی نہیں اتارنا چاہتی تھی مگر وہ ابراہیم کو بھی ناراض نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ الجھی متذبذب سی ابراہیم کو دیکھنے لگی۔

"اوکے ریلیکس رہو۔۔ "وہ نرمی سے بولتا واپس بیٹھ گیا۔ حمینہ کو لگا وہ ناراض ہو گیا ہے۔

جھجک کر اسی ڈریس کے ساتھ کا ڈوپٹہ پہنا اور چادر اتار کر ایک طرف رکھ گئی۔ موبائل پر میسج چیک کرتے ابراہیم نے اسے کھڑا دیکھ کر سر اٹھایا تو چونک گیا۔ وہ سر جھکائے کھڑی تھی۔

کھلتے اورنج رنگ کے لباس میں اس کی شفاف رنگت دمک رہی تھی۔ روایتی لباس میں اس کا نازک سا وجود چھپا ہوا تھا۔ ابراہیم اسے دیکھ کر مسکرایا۔

"تمہیں یہ رنگ اور یہ ڈریس بہت سوٹ کر رہا ہے۔ "

وہ نرمی سے بولا اور ہاتھ بڑھا کر اس کی کلائی پکڑتا اپنی طرف کھینچ گیا۔ حمینہ توازن کھو کر اس پر جا گری۔

"اور تم بھی بہت پیاری لگ رہی ہو۔۔ "اس کے گرد بازو پھیلا کر سہارا دیتا وہ پرشوق نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

حمینہ خفت سے سرخ پڑتی گھبرا کر نظر چرانے لگی۔

اس کی گھبراہٹ اور پریشانی محسوس کر کے ابراہیم اپنا حصار مزید تنگ کرتا اس کے چہرے پر جھکا۔

حمینہ اپنے رخسار پر اس کا جان لیوا لمس محسوس کرتی بوکھلائی ہوئی سی آنکھیں میچ گئی۔ اس کے ہاتھ ٹھنڈے پڑنے لگے، ابراہیم نے نرمی سے اس کے ہاتھ تھام لیے۔

"تمہیں یہاں کوئی پریشانی تو نہیں ہے ناں؟ "وہ اس کے ہاتھ تھام کر نرمی سے پوچھ رہا تھا۔

"نہیں۔۔۔ "وہ نظریں جھکائے گھٹی گھٹی آواز میں بولی۔ ابراہیم کا قریب آنا اسے بری طرح گھبراہٹ میں مبتلا کر رہا تھا۔ وہ آہستگی سے اپنا حصار ختم کرتا اسے اپنے پاس بٹھا گیا۔

"کچھ اور چاہئیے ہو تو بتانا مجھے۔۔ میں ابھی دو دن یہیں ہوں۔ "وہ نرم دوستانہ لہجے میں بولتا اسے ریلیکس کرنا چاہ رہا تھا۔ وہ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔ وہ اس کی توجہ پر حیران ہو رہی تھی۔

ابراہیم کا جی چاہا اسے اپنے قریب کر کے اس پر حق جتائے۔ اسے بتائے کہ وہ اس کے لیے کیا اہمیت رکھتی ہے۔ اسے بتائے کہ ان کے درمیان کتنا گہرا اور مضبوط تعلق ہے۔ مگر وہ ابھی۔۔۔

اس سے دوستی کرنا چاہتا تھا۔۔

اس کا اعتبار جیتنا چاہتا تھا۔ وہ نرمی سے اس کا ہاتھ تھامے اس سے باتیں کر رہا تھا۔۔ سوال کر رہا تھا۔۔ اسے توجہ دے رہا تھا، وقت دے رہا تھا۔۔

وہ اس کے سوالوں کے جواب دیتی آہستہ آہستہ فرینک ہونے لگی۔ اس کی گھبراہٹ ختم ہو گئی۔۔۔

اگلا مرحلہ۔۔ یقیناً دوستی اور عادت ہو جانے کا تھا۔۔

oooooooooo

اسوان یونی سے نکل کر سامنے کھڑی ایاد خان کی گاڑی میں بیٹھ گئی، ایاد نے گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے ایک ترچھی نظر اس پر ڈالی۔ اس کا موڈ بری طرح خراب لگ رہا تھا۔

"میں کل یونی نہیں آؤں گی۔ "اس کے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی وہ بول اٹھی تھی۔

"کیوں؟ "ایاد نے سوال کرتے ہوئے توجہ سے اسے دیکھا۔

"یونی میں سب ہماری شادی کے بارے میں جان گئے ہیں، لڑکیوں نے مجھ سے الٹے سیدھے سوالات کیے ہیں۔۔ اوپر سے علیہا اور حمالہ بھی نہیں آئیں۔ گلالئ تو صرف مزے لیتی رہتی ہے۔ میں یہ سب برداشت نہیں کر سکتی۔ "وہ رونی آواز میں بولی۔

"باقی سب آئیں یا نہیں تمہیں پڑھنا ہے تو آنا پڑے گا۔۔ جو تنگ کرتی ہیں ان لڑکیوں کو اگنور کرو۔۔ "وہ سنجیدگی سے سمجھا رہا تھا۔ اسوان نے سر جھٹکا۔ اس کی اداسی بتا رہی تھی کہ اس پر ایاد خان کی تسلی یا سمجھانے کا کوئی اثر نہیں ہوا۔

"کیا تم آئسکریم کھانا چاہتی ہو اُسوان؟؟ "ایاد نے اچانک سامنے نظر آتے آئسکریم پالر کو دیکھ کر اس سے پوچھا۔ وہ اس کا موڈ اچھا کرنا چاہتا تھا۔

"جی سر۔۔۔ "اس نے یکدم خوشی سے لبریز لہجے میں جواب دیا۔ ایاد خان اس کے سر کہنے پر بدمزہ ہوا۔۔

"ایاد۔۔۔ "اس نے بےساختہ ٹوک کر کہا۔

"جی؟ "اسوان نے ہونق زدہ چہرے سے اسے دیکھا۔

"ایاد خان نام ہے میرا۔۔ ایاد کہو مجھے۔۔ "وہ اپنے نام پر زور دے کر بولتے ہوئے اسے سمجھا رہا تھا۔

"نہیں۔۔ میں آپ کا نام نہیں لے سکتی۔۔ "وہ جھینپ کر بولی۔ وہ بتا نہیں پائی کہ اس کا نام لینے کا سوچ کر بھی اسے شرم سی گھیر لیتی تھی۔

"ٹھیک ہے تو آئسکریم کا پروگرام کینسل۔۔ "وہ سنجیدگی سے بولتا کندھے اچکا گیا۔

"سر پلیز۔۔۔ ایسا نہیں کہیں ناں۔۔ اگر کینسل کرنا تھا تو پہلے کہا کیوں۔۔ "اسوان رونی صورت بنا کر بولی۔

"تم میرا نام نہیں لے سکتیں۔۔ تمہیں تکلف سے سر بلانا ہے اور تمہیں میں آئسکریم کھلاؤں۔۔ عجیب بات نہیں۔۔؟؟؟ "ایاد ابرو چڑھائے جتاتے لہجے میں بول رہا تھا۔ اسوان آنکھیں چھوٹی کیے اسے دیکھنے لگی۔

"نہیں۔۔۔ بالکل عجیب بات نہیں ہے۔ یہ۔۔۔اچھا لفظ ہے۔۔ قابل عزت اور نہایت سویٹ سا۔۔ "وہ اسے بہلا رہی تھی۔ ایاد لب دبا کر مسکرایا۔

"اس کا مطلب مجھے بھی تمہیں مس کہنا چاہئیے۔۔

ٹھیک ہے مس چلیں آپ کو آئسکریم کھلاتا ہوں۔۔ "

وہ لہجے میں سنجیدگی بھر کر بولا تو اسوان اس کے طرز تخاطب پر بے چینی سے پہلو بدلنے لگی۔

وہ آئسکریم پالر کے پارکنگ ایریا میں گاڑی روکتا گاڑی سے اتر گیا۔ اسوان گاڑی سے اتر کر یہاں وہاں دیکھنے لگی۔

"یہاں آیئے مس۔۔ "وہ اس کے عین پیچھے سے آ کر اس کے کان کے پاس بولا تو وہ اچھل کر پلٹی۔

وہ آگے بڑھتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام گیا تھا۔ یوں انجان لوگوں کے درمیان اس کا ہاتھ تھام کر اپنے ساتھ چلانا اسوان کو نرم میٹھے سے احساس میں مبتلا کر رہا تھا۔۔ وہ اس کے ساتھ چلتی محفوظ سا محسوس کر رہی تھی۔ لبوں پر بے ساختہ مدھم مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بیٹھیے مس۔۔ "ایک ٹیبل کے پاس رک کر وہ بولا تو اُسوان اس کے انداز پر تنگ ہونے لگی۔

"کیا آپ مجھے مس کہنا چھوڑ سکتے ہیں پلیز۔۔ میں آپ کو ٹیچ نہیں کرتی۔۔ "وہ خفگی سے بولی۔

"کیا تم مجھے سر کہنا چھوڑ سکتی ہو پلیز۔۔ میں تمہارا ہزبینڈ ہوں۔ "وہ اس کے سامنے بیٹھ کر اسی کے انداز میں بولا تو اس کے الفاظ پر اسوان گڑبڑا گئی۔

"ہزبینڈ ہیں تو کیا میں آپ کو ہر وقت سب کے درمیاں ہزبینڈ ہزبینڈ کہتی رہوں؟؟ "وہ آہستگی سے بڑبڑائی۔ اس کی بڑبڑاہٹ پر ایاد نے اسے گھورا۔

"میرا نام لینے میں کیا تکلیف ہے؟ "وہ سوالیہ انداز میں ابرو چڑھا گیا۔

"ہمارے ہاں۔۔ ایسے ہزبینڈ کا نام نہیں لیتے۔۔ "وہ سمجھداری سے بولتی نہایت اچھی بیوی بن رہی تھی۔

"تمہارے ہاں اور بھی بہت کچھ کیا جاتا ہے، وہ سب یاد ہے؟؟ "وہ مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کے جتاتے جملے پر اُسوان صاف صاف ناراض ہو گئی۔

"اوکے میں آپ کو اب کچھ نہیں کہوں گی۔ "وہ سر جھکا کر آہستگی سے بولی تو انداز روٹھا ہوا تھا۔

"ہاں یہ اچھا ہے۔ "ایاد لاپروائی سے کندھے اچکا کر بولتا مینیو کارڈ پر آئسکریم کے فلیورز دیکھنے لگا۔

اسوان ناراضگی سے رخ موڑے بیٹھی رہی، ایک نظر اس پر ڈالتا ایاد اس کے نروٹھے انداز پر اپنی مسکراہٹ دبا گیا تھا۔

اس کے لیے آئسکریم لایا تو وہ اسی ناراضگی سے رخ پھیر کر کھانے لگی۔ ایاد کو اس کی چالاکی پر ہنسی آ رہی تھی۔ وہ آئسکریم بھُولے اسے دیکھتا جا رہا تھا۔

"آپ نے میرے لیے چاکلیٹ فلیور کیوں منگوایا، مجھے مینگو فلیور پسند ہے۔ "وہ اپنی آئسکریم آدھی سے زیادہ کھانے کے بعد اس کی مینگو فلیور آئسکریم کو دیکھتے ہوئے بول رہی تھی۔

"اگلی بار یاد رکھوں گا۔ "وہ بے نیازی سے بولتا اپنی آئسکریم کھانے لگا۔ اُسوان خفت سے سر جھکاتی باقی بچی آئسکریم ختم کرنے لگی۔

oooooooooooo

ایقان عصر کی نماز ادا کرنے کمرے میں آئی تو موبائل پر آتے مسلسل میسجز پر آگے بڑھی اور موبائل اٹھایا۔

"تم نے جواب نہیں دیا ایقان۔۔۔ تمہیں جلد فیصلہ لینا چاہئیے، تم نقصان اٹھاؤ گی۔ وقت ابھی تمہارے ہاتھ میں ہے، تم یہ وقت کھو دو گی۔۔ "

توقع کے مطابق ماحد خان کے میسجز تھے۔ ایقان کا سر درد سے پھٹنے والا ہو گیا تھا۔ کپکپاتے ہاتھوں سے وہ ایک ایک کر کے سب میسجز ڈیلیٹ کرنے لگی۔

"تم مجھے ایک بار معاف کر کے تو دیکھو۔۔ تمہاری زندگی بدل دوں گا، خان ریاض کی ہمدردی کے بوجھ سے آزاد ہو کر میرے پاس آ جاؤ۔۔۔

مجھ سے شادی کا فیصلہ جلد کر لینا، تم طلاق لے لو باقی میرا کام ہے، میں سب سنبھال لوں گا۔۔۔ "

وہ سارے میسج ڈیلیٹ کرتی جا رہی تھی، روتی جا رہی تھی۔ اس کے ہاتھ بری طرح کانپ رہے تھے۔

"تم کوئی چال چلو یا میں چال چل بیٹھوں گا ایقان۔۔"

وہ اس میسج پر ٹھٹک کر رکی۔ آنسو گالوں پر ٹھہر گئے، گھبرا کر اگلا میسج پڑھا۔

"تو تم جواب نہیں دو گی؟ تو مجھے چال چلنا ہو گی؟

"تمہاری حویلی کی ملازمہ کے زریعے گلے جان کی شدید بیماری کی اطلاع بھیجوں گا، تم جانتی ہو یہ سن کر حمالہ داور خان خٹک حویلی آنے کے لیے مچل اٹھے گی۔۔ اسے روکنا چاہتی ہو تو میری بات مان لو ورنہ وہ تو پاگل ہے نقصان ہی اٹھائے گی۔۔"

ایقان کی آنکھیں اس میسج پر جم سی گئی تھیں۔

ماحد خان کو کیوں لگا کہ وہ اس کی چال میں آئے گی۔ وہ یہ میسج حمالہ کو دکھانے کا سوچتی یکدم الرٹ ہوئی مگر اس سے پہلے کہ وہ سکرین شاٹ لیتی میسج ڈیلیٹ ہو گیا۔ ایقان ساکت رہ گئی۔

"تمہارا انتظار کروں گا۔ "پچھلا میسج ڈیلیٹ ہوتے ہی اسے یہ میسج ملا۔ اس کا جی چاہا اپنی جان لے لے۔

وہ اپنے بال نوچتی بے بسی سے رو پڑی۔۔

وہاں اپنے کمرے کی طرف جاتی حمالہ اپنی ماں کے کمرے کے آگے سے گزری تو سسکیوں کی آواز پر ٹھٹک کر رک گئی۔ گھبرا کر ان کے کمرے میں داخل ہوئی۔ سامنے مرحا زار و زار رو رہی تھیں۔

"مما۔۔ "حمالہ نے گھبرا کر مرحا کو پکارا۔ وہ اسے دیکھتے ہی اپنے آنسو چھپانے لگیں۔

"کیا ہوا آپ کو؟؟ رو کیوں رہی ہیں؟ "وہ بری طرح گھبرا گئی تھی۔ روہانسی ہو کر ماں کے پاس بیٹھی۔

"کچھ نہیں ہوا۔ میرا سر درد کر رہا ہے۔ "مرحا جھوٹ بولنے لگیں، وہ جانتی تھیں حمالہ بات پکڑ لے گی۔

اور یہ بھی جانتی تھیں حمالہ کو خٹک حویلی نہیں جانے دیا جائے گا۔۔

"میں سر دبا دوں؟ کب سے ہوا درد۔۔ مجھے بتانا تھا ناں۔۔ بابا جان کہاں ہیں، ان کو اب آپ کا خیال بھی نہیں رہا۔ "حمالہ گھبرائی ہوئی سی بولتی جا رہی تھی۔

مرحا کا دل دکھ سے بھر رہا تھا، اپنی ماں کے بستر مرگ پر ہونے کا سن کر ان

کے لیے صبر کرنا مشکل ہونے لگا۔ حمالہ ان کے رونے پر خود بھی رونے لگی، اس کی گھبراہٹ حد سے سوا تھی۔

مرحا کا صبر اور ضبط وہ خوب جانتی تھی، وہ اپنی ماں کو دیکھنے بنا رہ بھی نہیں سکتی تھی اور اس کی ماں کتنے مہینوں سے اپنی ماں سے ملے بنا رہ رہی تھی۔ یہ ظلم ہی تو تھا، کوئی سمجھتا یا نہیں حمالہ کو ماں کے درد کا احساس تھا۔۔

حمالہ کو سب حویلی والے ظالم لگنے لگے۔ مرحا کے سونے پر وہ ان کے کمرے سے نکلی تو باہر ملازمہ دودھ لیے کھڑی تھی۔

"کیا تم جانتی ہو ماما کیوں اپ سیٹ ہیں؟ "اس نے رک کر ملازمہ سے سوال کیا۔

"جی۔۔ ان کی مورے کی حالت بہت خراب ہے، وہ بیمار ہیں اور آپ دونوں سے ملنا چاہتی ہیں۔۔ "ملازمہ کی بات پر حمالہ اپنی جگہ جم سی گئی تھی۔ گھبرا کر واپس کمرے میں گئی مگر مرحا سوتی بن گئیں۔۔

وہ بے چین سی اپنے کمرے میں پہنچی۔ اوراد کال پر کسی سے بات کر رہا تھا۔ وہ اس کے سر پر پہنچی۔

"کیا بات ہے؟ "اوراد کال کاٹ کر اسے دیکھنے لگا۔

"مجھے خٹک حویلی جانے کی اجازت چاہئیے۔ "

حمالہ کی بات پر اوراد یکدم سنجیدہ ہوا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا تم جانتی ہو حمالہ۔۔ "اس نے لہجے میں نرمی بھر کر اسے جواب دیا۔

"بس ایک بار جانا چاہتی ہوں، ماما کو لے کر جانا چاہتی ہوں۔ میری نانو بیمار ہیں اگر وہ مر گئیں تو۔۔؟"

حمالہ اس سے التجا کرتی سسک پڑی۔

اوراد بےساختہ سیدھا ہو کر اسے دیکھنے لگا۔ آج بھی حمالہ کے آنسو اس کے دل پر اثر کرتے تھے۔

"میں پتا کرتا ہوں حمالہ۔۔ اگر ایسا ہے تو۔۔۔"

اوراد نے نرمی سے بولتے ہوئے اسے تھام کر اپنے پاس بٹھایا۔ وہ ماحد خان کی

طرف سے خبردار تھا۔

اسے یقین تھا حمالہ خٹک حویلی پہنچی تو ماحد خان ایک سائیڈ پر آرام سے نہیں بیٹھے گا۔

"پتا کریں گے؟ مطلب آپ کو لگتا ہے میں جھوٹ بول رہی ہوں۔۔۔ کیا میں نہیں مل سکتی؟ وہ میری نانو ہیں۔ میری ماما کا کیا قصور ہے آخر۔ "وہ غصے سے لڑتی دبا دبا چلانے لگی۔ اوراد نے گہرا سانس بھرا۔

"ان کا کوئی قصور نہیں مگر تمہیں میں ایسے نہیں جانے دے سکتا۔۔ "وہ اس کا چہرہ تھام کر اپنائیت بھرے لہجے میں اسے سمجھانے لگا۔

"کیوں نہیں۔۔؟ آپ سب ظالم ہیں۔۔ آپ کو دشمنیاں پیاری ہیں، میری ماما کو ان کی مورے سے الگ کر دیا ہے۔ وہ رو رہی ہیں۔ آپ سب برے ہیں۔ "وہ اس کے سینے پر ہاتھ مارتی اسے دور دھکیلنے لگی۔

اس کی آواز بھیگ چکی تھی، شفاف گرے آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔ اوراد اپنے زخم پر پڑتے اس کے ہاتھ تھام کر اسے سینے سے لگا گیا۔

"کل تمہاری ماما کو بھیج دوں گا۔ کیا اتنا کافی ہے؟"

وہ اس کی پشت سہلاتا نرمی سے سوال کر رہا تھا۔

"میں۔۔۔کیوں نہیں۔۔۔ میں بھی ملنا چاہتی ہوں،۔۔ صرف ایک بار۔۔ "وہ اس کے سینے پر سر رکھے سسکتے ہوئے بول رہی تھی۔ اوراد نے بےبسی سے لب بھینچے۔

"ابھی نہیں حمالہ۔۔ پلیز ضد مت کرنا۔۔ ہاں اگر۔۔

مرحا آنی نے آ کر کہہ دیا کہ تمہاری نانو بہت بیمار ہیں تو میں خود تمہیں خٹک لے جاؤں گا۔ "وہ اس کے روتے لرزتے وجود کو خود میں سمیٹے اسے یقین دلانے لگا۔

حمالہ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔ بھیگی شفاف آنکھوں میں بے یقینی رقم تھی۔

"پرامس؟؟ "وہ ہونٹ لٹکائے روتی آواز میں بولی۔

"آئی پرامس میری جان۔۔ ٹرسٹ می۔۔ "وہ محبت سے اس کے آنسو صاف کرنے لگا۔

"مجھے جان مت کہیں۔۔ میں زبردستی والی شادی بھولی نہیں ہوں۔ "وہ سسکیاں بھرتی اسے دھمکا رہی تھی۔ اوراد نے نرمی سے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"میں بھی نہیں بھولا۔۔ تمہارے آنسو، تمہارا سسکنا اور تمہارا مجھ سے نفرت کا اظہار۔۔ سب یاد ہے۔ "مدھم لہجے میں بولتا وہ اس کے گھونگھریالے بال سنوارنے لگا۔ وہ آنکھیں رگڑتی سر ہلانے لگا۔

یعنی ہاں۔۔ اسے بھی سب یاد تھا۔۔ وہ ہر جرم مان رہی تھی۔۔ ہار مان رہی تھی۔۔ وہ مان رہی تھی کہ اوراد کے بغیر کچھ نہیں کر سکتی۔۔ ہر بار۔۔۔ ہر قدم

پر اسے اوراد خانزادہ کی ضرورت پڑتی تھی۔۔

"اور مجھے تم سے محبت ہے۔ "اوراد اس کے انداز پر اس کے بالوں میں انگلیاں پھنساتا جھک کر نرمی سے اس کے نم رخسار پر لب رکھ گیا۔

اور مان رہا تھا وہ چاہے جتنی نفرت کرے، جتنا لڑے۔

وہ اس سے محبت کرنا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ وہ اس سے دور بھی نہیں رہ سکتا تھا۔

اگلی صبح وعدے کے مطابق اس نے مرحا کو خٹک حویلی بھیج دیا تھا مگر۔۔ حمالہ کو بھیجنے کا وقت آنے سے پہلے ہی خانی بیگم کی بہن اچانک طبعی موت مر گئیں۔ غم سے نڈھال خانی بیگم کے ساتھ حمالہ کو بھی وہیں جانا پڑا تھا۔۔

ماحد خان اپنی حویلی میں منتظر رہ گیا مگر نا حمالہ حویلی آئی نا ایقان نے کوئی فیصلہ لیا تھا۔ وہ جل کر راکھ ہو رہا تھا۔ وہ خان رباض سے انتقام لینے کی حسرت میں پاگل ہوتا جا رہا تھا۔۔۔

oooooooooooo

حمالہ خانی بیگم کے ساتھ بیٹھی اونگھ رہی تھی، خانی بیگم کے ساتھ ان کی بہن کی موت پر آئے آج دوسرا دن تھا۔ جنازہ اٹھ چکا تھا، قُل بھی آج ہو رہے تھے اب نا جانے خانی بیگم کی واپسی کب ہونا تھی۔

"ٹھیک سے بیٹھو۔۔ یہ کیا سستی پھیلا رکھی ہے۔" خانی بیگم نے اپنی مرحومہ بہن زیتون بیگم کی نند سے باتیں کرتے ہوئے اسے دیکھا تو بے ساختہ ٹوک گئیں۔ حمالہ کمر سیدھی کر کے پھر سے مجسمہ بن کر بیٹھ گئی۔

"یہ تمہارے اوراد کی دلہن ہے ناں؟اچھا کیا حویلی کی ہی لڑکی لے لی ورنہ زیتون بھابھی نے سب سے کہہ رکھا تھا احواد خانی کی حویلی میں جائے گی۔۔"

وہ عورت ہمدرد لہجے میں بولی تو خانی بیگم چونک گئیں۔

"کیا مطلب ہے تمہارا۔۔احواد میں کیا برائی ہے؟" خانی بیگم نے ماتھے پر بل ڈال کر سوال کیا۔

" برائی تو کوئی نہیں مگر ظرف بھی تو اتنا ہو،لڑکی اس حویلی کے مردوں کے ہاتھوں کھلونا بنی رہی ہے، زیتوں بھابھی ہر وقت اسے چھپائے پھرتی تھیں،اسی لیے اتنی خوبصورت چاند جیسی لڑکی ہے مگر اس حویلی کے ایک لڑکے نے بھی قبول نہیں کیا۔۔"

وہ عورت رازداری سے بولتی خانی بیگم کا خون کھولا گئی تھی۔حمالہ نے بےاختیار دور قالین پر بیٹھ کر قرآن پڑھتی احواد کو دیکھا۔

وہ صرف خوب صورت نہیں تھی،وہ بے حد حسین تھی،نرم و نازک سے نقوش اور کومل سی لڑکی۔۔۔ مگر قسمت کیسی تھی۔سیاہ اور خاردار سی۔۔۔

حمالہ اداسی سے اسے دیکھنے لگی۔

"اپنی زبان کو لگادے کر بیٹھو یہاں، معصوم لڑکی پر تہمت مت لگاؤ۔۔وہ پاک ہے، میری بہن کوئی اتنی پاگل نہیں تھی کہ اپنی زمہ داری نا نبھا پاتی۔۔

مجھے سب خبر ہے، اس حویلی کے مرد ہی عیاش ہیں مگر اس کی عزت کی حفاظت کے لیے میری بہن دن رات چوکنا رہی ہے۔" خانی بیگم ترش لہجے میں بولتی چلی جا رہی تھیں۔

"کون جانے حفاظت ہوئی یا پیش ہوتی رہی۔۔ اتنی عمر بڑھ گئی اس کی مگر شادی نہیں ہوئی۔۔ چلو مان لیا بھابھی بیگم نے حفاظت کی اور اب۔۔۔

اب کون کرے گا حفاظت ہونہہ۔۔۔"

وہ عورت ناک بھوں چڑھا کر بولتی وہاں سے چلی گئی، خانی بیگم اور حمالہ شاکڈ سی بیٹھی رہ گئیں۔

"اب۔۔ کون کرے۔۔۔ گا حفاظت۔۔ اس کی۔۔۔"

خانی بیگم کے لب پھڑ پھڑا کر رہ گئے پتھرائی ہوئی آنکھیں احواد کے نم اداس چہرے پر ٹک گئیں۔

وہ لاوارث تھی، دھکے کھائے، تہمتیں جھیلیں اور اب بے سہارا بھی ہو گئی تھی۔۔ انہیں اب شدت سے احساس ہو رہا تھا کہ ان کی بہن کا جنازہ اٹھنے پر احواد چیخ چیخ کر کیوں روئی تھی، وہ اپنے آنے والے وقت سے سہم گئی تھی۔

وہ اکیلے ہو جانے کے خوف میں مبتلا تھی۔

"مورے کیا ہم ان کو ساتھ نہیں لے جا سکتے۔۔" حمالہ اداسی سے بولی تو خانی بیگم ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگیں پھر سر نفی میں ہلایا۔

"تمہیں نہیں پتا اس پتھر کی حویلی کے مکین بھی پتھر دل ہیں، بغیر کسی رشتہ کے ہمیں نہیں

لے جانے دیں گے اور بغیر رشتہ کے اسے نوچنے کو ضرور تیار ہوں گے۔۔" خانی بیگم متنفر نظروں سے سب کو دیکھ رہی تھیں۔ حمالہ پریشان ہو گئی۔

"آپ سب سے کہہ دیں کہ۔۔ان کا رشتہ آپ نے اوراد خانزادہ سے کر دیا تھا، ایمرجنسی میں مجھ سے ان کی شادی کی گئی تھی مگر احواد آپی سے منگنی اب بھی برقرار ہے۔ یوں ہم ان کو ساتھ لے جائیں گے۔"

حمالہ ہمدردلہجے میں سرگوشی کرتی ان کو مشورہ دے رہی تھی اور خانی بیگم سکتہ زدہ سی اسے دیکھ رہی تھیں جو اپنے ہی شوہر کو پیش کر رہی تھی۔

کیا واقعی اس کے دل میں اوراد کی کوئی جگہ نہیں تھی۔۔؟؟ کیا وہ ابھی تک اس رشتے کی اہمیت سے ناواقف ہے۔۔؟؟ یا واقعی اسے اوراد سے نفرت ہے؟؟

خانی بیگم کا دماغ سوالات سے بھر گیا تھا۔

جبکہ حمالہ سامنے بیٹھی احواد کی ہمدردی میں بولتی اندازہ ہی نہیں کر پائی کہ وہ کیا بول گئی ہے۔

اسے لگا ایسا کہہ دینا آسان ہے، اسے یہ نہیں پتا تھا کہ کہہ دینے کا مطلب یہاں زبان دینا ہوتا ہے۔۔

وہاں خان حویلی میں اوراد اپنے کمرے میں بیٹھا متفکر سا حمالہ کو ہی سوچ رہا تھا۔

"آپ کی مورے ٹھیک ہیں؟" مرحا کے خٹک حویلی سے لوٹ کر آنے پر اوراد نے پہلا سوال یہی کیا تھا۔

"وہ کچھ بیمار ہیں مگر ایسی سنجیدہ حالت نہیں جیسی بتائی گئی تھی، تمہارا شکریہ اورداد تم نے میری زمہ داری اٹھائی مجھے مورے سے ملوایا۔۔۔

مورے حمالہ سے ملنا چاہتی ہیں مگر میں یہ بات صرف تمہیں بتا رہی ہوں تاکہ تم فیصلہ کرو اسے ملوانا چاہتے ہو یا نہیں۔۔ حمالہ جذباتی ہے اس کی باتوں پر دھیان نہیں دینا۔۔" مرحا نرمی سے بولی تھیں۔

"ہاں وہ ایموشنل ہو جاتی ہے بٹ آئم سوری میں اسے خٹک حویلی نہیں بھیجوں گا۔۔

میں نے پتا کروایا ہے آپ کی مورے ٹھیک ہیں ان کو بس ایک بار علاقے کے ہاسپٹل لے جایا گیا اور وہ بھی روٹین چیک اپ کے لیے۔۔آپ نے بھی تصدیق کر دی۔۔

میں نہیں چاہتا ماحد خان یا کسی بھی ایسے مرد کی اس پر نظر پڑے۔۔" اورداد سنجیدگی سے بول رہا تھا۔
مرحا متذبذب سی پہلو بدل گئیں۔

"ٹھیک سوچا ہے مگر۔۔۔ حمالہ بتا رہی تھی تم نے اس سے وعدہ کیا ہے خٹک حویلی لے جاؤ گے؟"
مرحا، حمالہ کی خوشی یاد کرتی پریشانی سے سوال کر رہی تھیں۔

"جی ہاں میں نے وعدہ کیا کہ اگر اس کی نانو بہت زیادہ بیمار ہیں تو لے جاؤں گا اور میں جانتا ہوں وہ میرا باقی جملہ یاد نہیں رکھے گی اسے صرف لے جانے کا وعدہ یاد رہے گا، اس لیے فی الحال خانی مورے کے ساتھ بھیجا ہے اسے۔۔

آئی ہوپ وہ واپس آئے گی تو خٹک حویلی جانے کا بھوت اس کے سر سے اتر چکا ہو گا۔" اوراد کی بات پر مرحا حیرت سے اسے دیکھنے لگیں۔

وہ جو ضدی پن سے فیصلے صادر کرتا تھا اب بے بس سا بیٹھا تھا۔ وہ چاہتا تو سختی سے اپنا فیصلہ سنا سکتا تھا مگر وہ حمالہ پر مزید سختی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ اس کی فکر میں ہلکان ہو رہا تھا۔۔۔

اور وہاں حمالہ احواد کی فکر میں بنا سوچے سمجھے اس کا رشتہ طے کروا رہی تھی۔۔۔۔

oooooooooooooo

"حدیر آپ پریشان لگ رہے ہیں۔" پریہان نے خانزادہ کو سوچ میں گم دیکھا تو نرمی سے سوال کیا۔

"پریشان تو نہیں ہوں بس اوراد کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ مجھے اس کی شخصیت بہت الجھا رہی ہے۔ وہ مجھے ہمیشہ بے ضرر لگتا تھا مگر اب شک ہونے لگا ہے جیسے اس کے اندر ایک نہایت مشکل اور خطرناک انسان چھپا ہے۔" خانزادہ الجھے ہوئے سے بول رہے تھے۔

"کیا مطلب؟ ایسا کیوں لگا آپ کو۔۔" پریہان ان کے خیالات جان کر حیران ہونے لگیں۔

"پریہان کیا تم جانتی ہو ہاشم خان نے جو حملہ کروایا وہ بلٹ اوراد کے بازو میں لگی تھی۔ اس کے دل کے قریب سے جو بلٹ گزری وہ اٹیک کسی اور نے کیا تھا۔" خانزادہ نے سنجیدگی سے بتایا۔

ادب خان نے پولیس کے ساتھ مل کر انویسٹی گیشن کروالی تھی اور یہ بات ان دونوں کو حیران کر گئی تھی۔ پریہان بھی یہ سن کر حیران ہو گئیں۔

"آپ کا مطلب۔۔۔ کوئی اور دشمن۔۔۔" پریہان پریشانی سے بولتی اس لفظ پر اٹک سی گئی تھیں۔

"نہیں۔۔ وہ حملہ کس نے کیا، ہم نہیں جان پائے۔۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ اوراد کی گاڑی بلٹ پروف ہے مگر اس کے گارڈز نے بتایا اس پر جب اٹیک ہوا تو اس نے خود شیشہ نیچے کر دیا۔

ہاشم خان نے اس کے ڈرائیور کو بلیک میل کر کے اپنے ساتھ ملایا ہوا تھا اور یہ بات اوراد کو اس اٹیک سے تین دن پہلے پتا چل چکی تھی مگر اس نے ڈرائیور نہیں بدلا۔۔

ایسی بہت سی باتیں مجھے اس شک میں ڈال رہی ہیں کہ وہ خطرناک حملہ اوراد نے خود پر خود کروایا اور میں اسی بات پر یقین نہیں کرنا چاہتا۔

وہ اتنا خطرناک کام کیسے کر سکتا ہے، اس کی جان بھی جا سکتی تھی۔ وہ اتنا پرسکون کیسے ہے۔۔"

خانزادہ کا پریشانی سے برا حال تھا۔ پریہان بھی یہ سب سن کر ساکت رہ گئی تھیں۔ اوراد سب سے اپنا آپ چھپا سکتا تھا مگر باپ سے نہیں۔۔۔ خانزادہ حدیر اب اسے پہچاننے لگے تھے۔

"آج رات کے کھانے کے لیے کیا بنواؤں، خانی مورے واپس آ رہی ہیں اور حمالہ نے بتایا کہ احواد بھی ان کے ساتھ آئیں گی۔" ایقان نے آ کر آہستگی سے سوال کیا تو پریہان چونک

گئیں۔

"ایقان تم کیوں کچن میں لگی رہتی ہو۔بیٹھ جاؤ میں مینیو بتادوں گی۔تم بہت مصروف رہنے لگی ہو۔"

پریہان اسے دیکھ کر ناراض ہونے لگیں۔ایقان کا بکھرا الجھا سا حلیہ اور پریشان صورت خانزادہ کو بھی متوجہ کر گئی تھی۔

"ایسا کیوں ہے ایقان؟ کوئی پریشانی ہے کیا؟؟"

خانزادہ فکر مندی سے اس کا جائزہ لینے لگے۔

"نہیں ایسا کچھ نہیں ہے۔۔میں ٹھیک ہوں۔" ایقان گھبرا کر انہیں وضاحت دینے لگی۔

" جا کر فریش ہو جاؤ۔۔شام کے وقت خانی مورے آ رہی ہیں، تمہارا حلیہ اچھا ہونا چاہئیے۔۔"

پریہان نے اسے نرمی سے ہدایت دی تو وہ سر ہلا کر وہاں سے چلی گئی۔

"مجھے کیوں لگ رہا ہے جیسے ایقان گھبرائی ہوئی ہے؟ کیا حویلی میں کچھ چل رہا ہے؟" خانزادہ تفکر سے ایقان کو وہاں سے جاتا دیکھ رہے تھے۔

"حویلی میں تو کچھ نہیں ہوا۔۔رباض سے پوچھیے گا۔" پریہان نے پر سوچ لہجے میں کہا۔شام کو رباض آیا تو خانزادہ نے اس سے بھی یہی سوال کیا۔

"میں بھی نہیں جانتا، ایقان پریشان لگتی ہے مگر کچھ بتاتی نہیں ہے۔" رباض پریشانی سے بول رہا تھا۔

"شاید اس کی طبیعت ٹھیک نا ہو۔۔ تم اسے اپنے ساتھ شہر لے جاؤ، اس کا چیک اپ کرواؤ۔۔ اسے گھماؤ پھراؤ۔۔ ٹھیک ہو جائے گی۔" خانزادہ نے اسے سمجھایا۔

ریاض سر ہلاتا ایقان کو دیکھنے لگا۔

ایقان گم صم سی ایک طرف بیٹھی تھی، ماحد خان حمالہ کے خٹک حویلی نا پہنچنے پر بھڑک اٹھا تھا۔

اس کے بلیک میل کرنے والے میسجز اور ایقان کی زات پر نہایت زاتی تبصرے ایقان کو اندر سے ساکن کر رہے تھے۔ اسے اپنا حال سیاہ ہوتا نظر آ رہا تھا۔۔

اس کا مستقبل تباہ ہو رہا تھا اور وہ کچھ بھی کرنے سے قاصر تھی۔۔۔ ریاض نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما تو وہ چونک گئی۔

"ایقان کیا ہو گیا ہے۔۔ کوئی پریشانی ہے تو مجھے کیوں نہیں بتاتی ہو؟ کیا تم میرے ساتھ شہر جانا چاہو گی؟

ہم ساتھ وقت گزاریں گے، ان الجھنوں سے نکل جاؤ گی۔" ریاض اس سے سوال کر رہا تھا۔

اس کی نرم نگاہوں میں محبت تھی، ایقان کا دل بھر آیا۔ وہ بے ساختہ اثبات میں سر ہلا گئی۔

"پھر کل چلیں گے، ٹھیک ہے؟" ریاض نے جھک کر اس کی آنکھوں میں جھانکا تھا۔

"جی ٹھیک ہے۔" وہ سر جھکا کر بولی۔ شاید یہی بہتر تھا کچھ وقت کے لیے ان سب چیزوں سے فرار۔۔۔

حویلی سے دور۔۔ اپنے ماضی سے اور ہر خوف سے دور۔۔۔ وہ ماحد خان نامی عذاب سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتی تھی۔

"آؤ باہر واک کرنے چلیں۔" ریاض اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ حویلی کے سامنے والے حصہ میں موجود لان کی نرم گھاس پر چلتے ہوئے وہ اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"ایقان تم جانتی ہو جب بابا نے مجھے تمہارے ساتھ شادی کرنے کا کہا تو میں نے انکار کر دیا تھا۔"

ریاض سر جھکا کر آہستگی سے بول رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں موجود ایقان کا ہاتھ کپکپایا تھا۔ اس نے بے ساختہ سر اٹھا کر ایقان کو دیکھا، وہ ریاض کو ہی دیکھ رہی تھی۔ اداسی سے۔۔ چپ چپ سی۔۔

"جانتی ہو کیوں انکار کیا تھا؟؟" ریاض نے اس کا ہاتھ نرمی سے دبا کر پوچھا۔

وہ جانتی تھی، وہ ریاض کے قابل نہیں ہے، محبت کے قابل نہیں ہے، مگر وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

"کیونکہ میں جانتا تھا تم حساس اور چھوٹے دل کی مالک ہو۔۔ تم موم کی گڑیا ہو جسے چھونے سے، سنبھالنے سے میں ڈر رہا تھا۔۔ مجھے ڈر تھا میں تمہارا دل توڑ دوں گا، تمہارا خیال نہیں رکھ پاؤں گا۔ تمہیں خوش نہیں رکھ پاؤں گا۔۔"

وہ اس کے ہاتھ پر اپنا دوسرا ہاتھ رکھ کر اپنائیت سے بول رہا تھا۔ ایقان شاکڈ سی اسے دیکھنے لگی۔

"ایقان۔۔ پلیز میرا خوف سچ مت کرنا۔۔ میں تمہارا خیال رکھ سکتا ہوں، مجھ سے اپنی پریشانی کبھی مت چھپانا۔۔" رباض کی نرم التجا پر ایقان کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

"خان صاحب۔۔ میں سب بتانا۔۔ چاہتی ہوں۔۔ مگر میری زبان۔۔ ساتھ چھوڑ دیتی ہے، میری ہمت۔۔ ختم ہے۔"

ایقان اس کے ہاتھ پکڑ کر رو پڑی۔ اس کا وجود بری طرح لرز رہا تھا۔ رباض نے بے ساختہ اسے تھام کر لان میں پڑی چیئر پر بٹھا دیا۔

"ریلیکس رہو۔۔ جب تمہیں لگے تم بتا سکتی ہو، بتا دینا۔۔ ڈرو مت۔۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔۔" وہ گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھا یقین دلا رہا تھا۔

اس کے دونوں ہاتھ تھامے اپنے ساتھ کا احساس دلا رہا تھا۔ ایقان سر جھکائے روتی جا رہی تھی۔

وہ ابھی بتانا چاہتی تھی، وہ دیر نہیں کرنا چاہتی تھی مگر یہ سب آسان نہیں تھا۔۔

یہ سچ اپنے منہ سے بتانا واقعی آسان نہیں تھا۔

oooooooooooooo

حمینہ پریشان سی اپنی بیٹی کو سنبھال رہی تھی، وہ آج پھر سے روتی چلی جا رہی تھی۔ اس کے مسلسل رونے پر حمینہ کا وجود اب تھکن کا شکار ہو رہا تھا۔

ابراہیم مردان خانے میں تھا، ثنا بیگم مسلسل اس بچی کے رونے پر تنگ ہو رہی تھیں۔

"مسئلہ کیا ہے اس بچی کا۔۔ ہر وقت روتی رہتی ہے، پتا نہیں کیا سوچ کر ماں باپ نے اس کی شادی کی، لڑکی کی عمر دیکھو اور اس کی حالت دیکھو۔۔ ہر وقت بچی روتی رہتی ہے اور وہ اسے لیے جھولتی رہتی ہے۔

اسے بچہ سنبھالنا نہیں آتا کجا کہ بیمار بچہ سنبھالے اور ایک یہ ہمارا ابراہیم ہے، اسی لڑکی سے شادی کر لی۔۔" ثنا بیگم کی اکتاہٹ عروج پر تھی۔

"ابراہیم کی خوشی کے لیے ہمیں اس لڑکی کو قبول کر لینا چاہیئے مورے۔۔۔ مجھے تو خود اس معصوم پر ترس آتا ہے، اس کی حالت دیکھیں۔۔" زرشے افسوس سے حمینہ کو دیکھ رہی تھیں۔

"میں تمہیں یہی سمجھانا چاہتی ہوں۔ ابراہیم بد دل ہو جائے گا۔ یہ بچی ہر وقت روتی ہے، اب رات کو وہ آرام کرنے آئے گا تو یہ سونے نہیں دے گی۔"

ثنا بیگم بے زار لہجے میں بول رہی تھیں۔ زرشے انہیں نرمی سے سمجھانے کی کوشش کرنے لگیں۔

ثنا بیگم کا دل حمینہ کے لیے بالکل نہیں مان رہا تھا۔

"ادھر آؤ۔۔ کیا مسئلہ ہے تمہاری بیٹی کا، کیوں صبح سے رو رہی ہے۔" زرشے کے جاتے ہی ثنا بیگم نے اسے بلا کر سوال کیا۔ حمینہ بے بسی سے بیٹی کو دیکھنے لگی۔

"میں نہیں جانتی۔۔ شاید اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" حمینہ خود بھی رونے والی ہو گئی تھی۔

"اسے دوسرے کمرے میں سلانا۔۔ اگر ابراہیم تم سے تنگ ہوا تو میں مزید تمہیں اس حویلی میں نہیں ٹکنے دوں گی۔ عجیب نحوست پھیلائی ہوئی ہے۔

ہم نے بھی بچے پالے ہیں مگر یہ بچی تو سارا دن گلا پھاڑ کر روتی رہتی ہے۔علاج بھی ہو رہا ہے، توجہ بھی دے رہی ہو۔۔اور کیا چاہیئے آخر۔۔" ثنا بیگم کا لہجہ تنفر سے بھرا تھا۔ حمینہ سر جھکائے کمرے میں چلی گئی۔ بیٹی کو بیڈ پر سلا کر اس کا سامان سمیٹنے لگی۔ وہ روتی رہی اور حمینہ پتھر بنی اس کا سارا سامان اٹھا کر دوسرے کمرے میں شفٹ کرنے لگی۔

"میں تو خود بھی نہیں جانتی تم کیا چاہتی ہو۔۔ تم اتنا کیوں روتی ہو، کیا تمہیں کوئی تکلیف ہے؟ مجھے کیسے پتا چلے گا کہ تمہیں تکلیف ہے۔۔۔

مجھ پر ترس کھاؤ میں تمہیں نہیں سنبھال پا رہی۔۔"

حمینہ اسے دوسرے کمرے میں لے جا کر بولتی رونے لگی۔ اسے اٹھا کر کمرے میں چلتی رہی۔۔

اس کا سر اب چکرانے لگا تھا، اس کی ٹانگیں جواب دینے لگیں۔ اپنی بیٹی کا مسلسل رونا سن کر وہ اسے بیڈ پر لیٹا کر سر پکڑ بیٹھی۔ رات کے وقت ملازمہ کمرے میں پہنچی۔

"بڑی بیگم نے آپ کو کھانے پر بلایا ہے۔ میں آپ کی بیٹی کو سنبھالوں گی فکر نہیں کریں۔" ملازمہ کے کہنے پر وہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

ملازمہ نے آگے بڑھ کر اس کی بیٹی کو اٹھا لیا اور دودھ کا فیڈر اس کے منہ سے لگاتی بہلانے لگی۔ اپنی بیٹی کے خاموش ہو جانے پر وہ اٹھ کر تھکن زدہ سی کمرے سے باہر نکل گئی۔

"حمینہ تم ٹھیک ہو؟" ابراہیم نے کھانا کھاتے ہوئے اس کی غائب دماغی محسوس کی تو پوچھ لیا۔

"جی ٹھیک ہوں۔" وہ مدھم لہجے میں بولی۔

کھانے کے بعد وہ بیٹی کے بغیر کمرے میں گئی تو ابراہیم چونک گیا۔

"گڑیا کہاں ہے؟" وہ اس کی بیٹی کے لیے پریشان ہوا۔

"وہ سو گئی ہے، ہلکی سی آہٹ پر اس کی نیند خراب ہو جاتی ہے اس لیے دوسرے کمرے میں سلا دیا۔"

وہ سر جھکا کر آہستگی سے بول رہی تھی۔

"وہ اکیلی پریشان نہیں ہو گی۔" ابراہیم نے حیرت سے اسے دیکھا۔ وہ دن کے وقت بھی خود سے بیٹی کو دور نہیں کرتی تھی، آج رات کے لیے چھوڑ آئی۔؟

ابراہیم کو حیرت کے ساتھ پریشانی بھی ہوئی تھی۔

"ملازمہ اس کے ساتھ ہے، وہ اکیلی نہیں ہے۔" حمینہ تھکن زدہ سی بول رہی تھی۔ ابراہیم اس کے لہجے کا دھیما پن محسوس کرتا اسے اپنے قریب کر گیا۔

"تھک گئی ہو؟" ابراہیم نے نرمی سے اس کے بال سنوارے۔ حمینہ اپنی بیٹی کو سوچتی غائب دماغی سے سر ہلا گئی۔ ثنا بیگم کا خوف نا ہوتا تو وہ اس وقت اپنی بیٹی کے پاس ہوتی۔

وہ اسے اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتی تھی، اسے ابراہیم نہیں چاہیئے تھا مگر ابراہیم نے نرمی سے اسے سینے سے لگایا تو وہ اس کے کندھے پر سر رکھے کب سے دکھتی آنکھیں بند کر گئی۔

"سو جاؤ۔۔آرام کرو گی تو ٹھیک ہو جاؤ گی۔اگر ملازمہ اسے سنبھال رہی ہے تو اچھا ہے تمہیں بھی ریسٹ مل جائے گا۔۔" وہ اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتا آہستگی سے بولا۔

حمینہ خاموش رہی، وہ ابراہیم کے سونے کا انتظار کر رہی تھی تاکہ دوسرے کمرے میں جا سکے مگر اس کے کندھے پر سر رکھے وہ خود نیند میں جانے لگی۔

ابراہیم کے اپنائیت بھرے حصار میں اس کے تھکن زدہ اعصاب ڈھیلے پڑنے لگے تھے۔اگلے کچھ لمحات میں وہ ہر چیز سے بے خبر ابراہیم کے سینے پر سر رکھے سکون سے نیند کر رہی تھی۔

رات گہری ہوتی چلی گئی۔ابراہیم اسے آرام سے تکیے پر سلاتا خود بھی سکون سے سو گیا۔رات کے دوسرے پہر حمینہ کی آنکھ کھلی تو وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔

گھڑی پر رات کا ایک بج رہا تھا۔وہ حواس باختہ سی آنکھیں رگڑتی اٹھ کر کمرے سے نکلی۔

دوسرے کمرے میں گئی تو اس کی بیٹی اکیلی بستر پر پڑی تھی۔حمینہ تڑپ کر اس کے پاس پہنچی۔ وہ رو رو کر ہلکان ہو چکی تھی۔حمینہ اسے اٹھا کر سینے سے لگاتی اپنی نااہلی پر افسردہ ہوئی۔

"سوری مجھے نیند آ گئی تھی۔۔ملازمہ کب تمہیں چھوڑ کر گئی؟ میں کیسے سو گئی لاپروائی سے۔۔"

حمینہ اسے سینے سے لگائے بڑبڑا رہی تھی۔اس کے سینے میں چھپی اس لاغر سی بچی کی سسکیاں مدھم پڑ رہی تھیں۔

حمینہ نے اسے اپنے سامنے کر کے دیکھا، وہ حرکت نہیں کر رہی تھی،اس کی آنکھیں ماں پر ٹکی تھیں۔۔

"تم۔۔۔ ٹھیک ہو؟" حمینہ ہراساں نظروں سے دیکھتی اسے چیک کرنے لگی، اس کے ہاتھ۔۔ پیر۔۔ اس کا چہرہ۔۔

سب سرد ہو رہا تھا۔ وہ بے جان ہو رہی تھی۔

"نہیں۔۔۔ تمہیں کچھ نہیں ہو سکتا۔" وہ اسے سینے سے لگائے پاگلوں کی طرح بھاگ کر

اپنے کمرے میں پہنچی۔

ابراہیم نیند کر رہا تھا، وہ اسے جھنجھوڑ کر جگا گئی۔

"اس کو دیکھیے یہ اٹھ کیوں نہیں رہی۔۔ پلیز اس کو دیکھیں اسے کیا ہوا۔۔" حمینہ کے بے قرار جملوں پر وہ ٹھٹک گیا۔ جلدی سے اٹھ کر بچی کو چیک کرنے لگا مگر اس کا دل۔۔۔ رک چکا تھا۔

ایک مشکل بھرا لمبا وقت۔۔ ازیت جھیل جھیل کر۔۔۔

بالآخر وہ بیمار بچی۔۔۔ مر چکی تھی۔۔۔۔

ابراہیم کے مایوسی سے سر جھکانے پر حمینہ کی پتھرائی ہوئی آنکھیں اپنی بیٹی پر جم گئی تھیں۔

oooooooooooooo

حمالہ حویلی پہنچی تو اورا دشہر جانے کے لیے تیاری باندھے بیٹھا تھا۔ وہ کمرے میں پھیلا سامان دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

"حمالہ ہمیں شہر کے لیے نکلنا ہے، تم تیاری کر لو۔۔"

وہ اس کے کچھ بولنے یا سوال کرنے سے پہلے بول پڑا۔

"آپ جائیں، میں بالکل نہیں جاؤں گی۔" وہ نفی میں سر ہلا کر بولی۔ اورادنے گہرا سانس بھرا۔

"تم۔ جانتی ہو میں تمہارے بغیر نہیں جاؤں گا حمالہ۔۔" اس نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر اسے سمجھایا۔

"آپ نے وعدہ کیا تھا نانو سے ملوانے لے جائیں گے، اس کا کیا؟؟ اب آپ کو شہر جانا ہے اور پھر وہاں سے واپس آپ آنے نہیں دیتے۔۔" حمالہ کے جملوں پر وہ سنجیدہ ہوا۔ وہ اسی وجہ سے حمالہ کو شہر لے جا رہا تھا۔ اسے حمالہ کی ضد کا اندازہ تھا۔

وہ خٹک حویلی جانا چاہے گی جو ممکن نہیں تھا۔

"تمہاری نانو ٹھیک ہیں، مرحا آنی نے بتایا تو ہو گا۔۔ فی الحال میرا ضروری کام ہے، میرا شہر جانا ضروری ہے اور تم ہر صورت میرے ساتھ جا رہی ہو۔۔"

وہ سنجیدگی سے بول کر ہینڈ کیری میں اپنا سامان رکھنے لگا۔ اس معاملہ میں وہ نرمی برتنے کو تیار نہیں تھا۔

"تو چلے جائیں اکیلے۔۔ جب خانی مورے مجھے اپنے ساتھ لے جا رہی تھیں اور جب انہوں نے خوامخواہ مجھے تین دن وہاں اپنے ساتھ رکھا تب آپ کو میرا خیال کیوں نہیں آیا؟؟

میں نہیں جاؤں گی اب شہر۔۔آپ اور خانی مورے مجھے صرف کھلونا سمجھتے ہیں۔ مورے نے تین روز مجھے خوامخواہ وہاں اپنے ساتھ رکھا، دن رات گردن اکڑا کر بٹھائے رکھا، کسی شوپیس کی طرح مجھے اپنے خاندان کے سامنے پیش کیا۔۔

اور اب میں واپس آئی ہوں تو آپ مجھے شہر لے جانا چاہتے ہیں۔آپ دونوں نے مجھے مشین سمجھا ہے کیا۔"

حمالہ غصے سے مٹھیاں بھینچے لڑنے لگی۔

oooooooooooo

حمالہ غصے سے مٹھیاں بھینچے لڑنے لگی۔

اورادا اپنا موبائل رکھ کر اس کے پاس آیا اور جھک کر نرمی سے اس کے مٹھی کی صورت بھنچے ہاتھ تھام لیے۔

"آئی نو تم وہاں انجان لوگوں کے درمیان رہ کر تنگ آ گئی ہو، تھک گئی ہو گی۔۔آئم سوری ایسا آخری بار ہوا ہے، آئندہ تمہیں کہیں نہیں جانے دوں گا۔

گھر واپس چلتے ہیں پھر تم ریسٹ کرنا، وہاں کوئی تمہیں تنگ نہیں کرے گا۔" وہ اسے ریلیکس کرتا یقین دلانے لگا۔اس کے نرم لہجے پر حمالہ نے ابرو چڑھائے۔

"کیوں آپ وہاں نہیں رہیں گے کیا؟ سب سے زیادہ تو آپ تنگ کرتے ہیں۔ اور میں یہاں بالکل تنگ نہیں ہونے والی، میں واقعی تھک گئی ہوں اور یہ دیکھیں۔۔"

وہ اپنے ہاتھ چھڑوا کر ناک چڑھائے بول رہی تھی پھر اس کا ہاتھ تھام کر اپنی نبض پر رکھا۔

"دیکھیں مجھے بخار ہو رہا ہے۔ ہے ناں؟؟ اب کیسے سفر کروں گی، طبیعت بگڑ گئی تو۔۔" وہ لہجے میں کمزوری بھر لائی۔ اپنا سر دباتی بستر پر بیٹھ گئی۔

اچانک ہی وہ نا ہونے والا بخار اسے نقاہت میں مبتلا کر رہا تھا۔ اور اداس کا ڈرامہ دیکھ رہا تھا۔

"تم بالکل ٹھیک ہو میری جان۔۔ اس لیے اپنے اس زبردستی کے بخار سے کہو ہمارے ساتھ ہمارے گھر چلے پھر میں تمہاری خدمت کرنے کو تیار ہوں۔۔"

اور اداس پر جھک کر بولتا مسکراتے ہوئے اس کا رخسار تھپتھپا گیا۔ حمالہ کا منہ اتر گیا۔

"مجھے آپ کی خدمت نہیں چاہیئے اور آپ مجھے زبردستی نہیں لے جا سکتے۔" وہ گردن اکڑا کر بولی اور بستر پر دراز ہوتی چادر منہ تک تان کر سو گئی۔

وہ غلط تھی، اور اد خانزادہ اسے زبردستی لے جا سکتا تھا۔ اور وہ یہی کرنے والا تھا تبھی سکون سے اس کا سامان بھی بیگ میں ڈالنے لگا۔

وہ حمالہ کو زبردستی جگا کر اس پر چادر ڈالتا کمرے سے نکلا۔ وہ ہاتھ چھڑواتی رونے والی ہو گئی۔

"چاچو ان سے کہیں مجھے ان کے ساتھ شہر نہیں جانا۔۔" حمالہ نے خانزادہ کو دیکھ کر رونی آواز میں کہا۔ خانی بیگم ٹھٹک گئی تھیں۔

"اوراد تمہیں ابھی واپس نہیں جانا چاہیئے، تم خود ابھی ٹھیک نہیں ہوئے اور تم حمالہ کو ساتھ لے جا رہے ہو۔" خانزادہ نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"اسی لیے لے جا رہا ہوں کیونکہ میں ابھی ٹھیک نہیں ہوا۔۔اور میرا جانا بہت ضروری ہے۔" وہ سنجیدہ اور اٹل لہجے میں بول رہا تھا۔ یعنی اب کسی کی نہیں سننے والا تھا۔

"جانے سے پہلے تمہیں کچھ بتانا چاہتی ہوں اوراد۔۔"

خانی بیگم نے ایک نظر حمالہ کو دیکھ کر اسے مخاطب کیا تو وہ رک کر انہیں دیکھنے لگا۔

"میں اپنے ساتھ احواد کو بھی لائی ہوں اور وہ تمہارے نام پر یہاں لائی گئی ہے۔اپنے شیڈول میں سے فری ٹائم بتانا ہم سادگی سے نکاح کر دیں گے تم دونوں کا۔" خانی بیگم کے سکون سے کہے الفاظ نے سب کے سروں پر دھماکہ کیا تھا۔ حمالہ کو جھٹکا لگا۔

اوراد کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"یہ کیا بات کر رہی ہیں مورے۔۔" خانزادہ نے خفگی سے ماں کو دیکھا۔ مرحا اور خان داور شاکڈ ہو چکے تھے۔

"سادہ سی بات ہے۔ تم جانتے ہو میں احواد کو ایسے نہیں لا سکتی تھی۔ یہ حمالہ کا مشورہ تھا اور یہ رشتہ طے کرنے کی خواہش بھی حمالہ کی ہی تھی۔۔

ہاں میں نے اس سے اتفاق کیا کیونکہ میں خود بھی احواد کو اس حویلی کی بہو بنانا چاہتی ہوں۔۔"

خانی بیگم کی بات پر مرحاسر پکڑ بیٹھیں۔ اوراد نے بے یقینی سے حمالہ کو دیکھا جو بوکھلائی ہوئی سی ایک ایک کو دیکھ رہی تھی۔

"حمالہ ناسمجھ ہے۔ اس نے بہت غلط حرکت کی ہے مگر آپ تو ایسا نا کرتیں، ہم کچھ سوچ لیتے۔"

خانزادہ نے خفگی سے حمالہ کو دیکھا۔

"اس نے جو بھی کہا یا کیا ہے میں اس سے سوال کر لوں گا۔۔ لیکن آپ مجھ سے پوچھے بنا میرا رشتہ کیسے طے کر سکتی ہیں؟ ایسا نہیں ہو گا کبھی۔۔"

اوراد سرد لہجے میں بول رہا تھا۔ اس نے اپنی گرفت حمالہ کے ہاتھ پر اتنی ہلکی کر دی کہ حمالہ کا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔

"اوراد اسے یہاں لانا ضروری تھا، اس کے لیے میں کچھ اور سوچ لیتی مگر تمہاری بیوی نے ہی تمہیں میرے سامنے پیش کیا اور اب میں زبان دے چکی ہوں۔"

خانی بیگم نے سنجیدگی سے بولتے ہوئے ایک جتاتی نظر ہونق بنی حمالہ پر ڈالی۔

"سوری میں آپ کی زبان کا پاس نہیں رکھ سکتا۔"

وہ سپاٹ لہجے میں بول کر قدم باہر کی جانب بڑھا گیا۔ حمالہ ساکت سی کھڑی تھی۔

"اوراد کے ساتھ جاؤ حمالہ۔۔ اور اس سے معافی مانگ لینا کیونکہ تم نے بہت غلط حرکت کی ہے۔"

خان داور نے اسے ناراض نظروں سے دیکھتے ہوئے وہاں سے جانے کا کہا۔ وہ افسردگی سے سر جھکا کر حویلی سے نکلی اور گاڑی کے پاس پہنچی۔ اوراد سامان رکھوا رہا تھا۔

گارڈز گاڑیوں پر بیٹھ رہے تھے، وہ خاموشی سے گاڑی میں بیٹھ گئی۔ اوراد کی سنجیدگی اسے خوفزدہ کر رہی تھی۔

"تمہیں کس نے حق دیا کسی دوسری لڑکی کے ساتھ مجھے انگیج کرنے کا؟؟" راستے میں اوراد نے یکدم سرد بھاری آواز میں سوال کیا۔ اس کے اجنبی سے لہجے پر حمالہ گھبرا گئی۔

"م۔۔ میں نے نہیں۔۔ میں نہیں جانتی تھی کہ۔۔" وہ ہکلا کر بول رہی تھی جب خان اوراد نے زور سے سٹیرنگ پر ہاتھ مارتے ہوئے اسے سختی سے گھورا۔

"تم نے میرا نام کسی دوسری لڑکی سے جوڑنے کا سوچا بھی کیسے۔۔" وہ غصے سے دھاڑا۔

"کس سے پوچھ کر کہا وہ سب؟" اوراد کا پارہ ہائی ہو رہا تھا۔ اس کے لیے ضبط کرنا مشکل ہو رہا تھا۔

"ایم سوری میں نہیں جانتی تھی کہ میری بات کا یہ مطلب ہو گا۔۔" حمالہ کی آنکھیں بھر

آئیں۔اس کا دل خوف سے کپکپا رہا تھا۔

وہ واقعی نہیں جانتی تھی اس کی ہمدردی میں بولی گئی ایک چھوٹی سی بات کا خانی بیگم یہ مطلب لیں گی نا اسے یہ خبر تھی کہ وہ بات کرنے کا مطلب زبان دے دینا ہو گا۔

مگر اورادا بھی کچھ بھی سمجھنے سے قاصر تھا۔اس نے حمالہ کی وضاحت پر لب بھینچ کر گاڑی کی رفتار اتنی بڑھادی کہ حمالہ کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔

oooooooooooo

رات کے دوسرے پہر اچانک اس کمرے میں گونجنے والی چیخوں نے سب کو خوف میں مبتلا کر دیا تھا۔ خان موسٰی اور زرشے کے علاوہ ثنا بیگم بھی ہڑبڑا کر جاگی تھیں۔

وہ سب باہر آئے تو اس کمرے سے حمینہ کی دردناک چیخیں آ رہی تھیں، وہاں پہنچے تو دھک سے رہ گئے۔ ابراہیم سر پکڑے بیٹھا تھا اور حمینہ اپنی بیٹی کو سینے میں بھینچے چیختی جا رہی تھی۔

"ک۔۔۔کیا ہوا۔۔۔ابراہیم۔۔بچی ٹھیک تو ہے ناں؟؟" زرشے نے گھبراتے ہوئے آگے بڑھ کر سوال کیا۔

ان کے سوال پر ابراہیم نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا اور پھر لب بھینچ کر نفی میں سر ہلا دیا۔

زرشے کے ساتھ ساتھ ثنا بیگم بھی سکتہ زدہ رہ گئی تھیں۔

وہ رو رہی تھی۔۔ وہ چھوٹی لڑکی۔۔ ہمیشہ خاموش اور سر جھکا کر رہنے والی۔۔ جس روز سے آئی تھی اداس ہی رہتی تھی۔۔۔ اس کا مشغلہ صرف بیٹی کو اٹھائے رکھنا تھا۔

وہ تھکتی تھی۔۔۔ روتی تھی مگر بیٹی کو سنبھالے رہی تھی۔۔۔ وہ کون تھی، اس کی شخصیت کیا تھی۔۔۔ کوئی نہیں جان پایا تھا۔ بس سب کو حویلی میں ایک سیاہ چادر اوڑھے۔۔۔ کمزور سی لڑکی ہی نظر آتی تھی۔۔

پہلے ہر وقت کام کرتی ہوئی۔۔۔ اور پھر ہر وقت بچی کو اٹھا کر چلتی ہوئی۔۔۔

وہ کم بولتی تھی اور ہنستی تو بالکل نہیں تھی۔۔

مگر آج رو رہی تھی چیخ چیخ کر۔۔۔ ابراہیم اتنا اپ سیٹ تھا کہ اسے دلاسہ یا تسلی بھی نہیں دے پایا۔۔

اب سب بیکار تھا۔۔ اب کوئی فائدہ نہیں تھا۔۔۔

سب وہاں خاموش طبع حمینہ کی چیخوں پر جمع ہو گئے تھے۔ خانزادہ کے پورشن سے بھی سب آ چکے تھے، بچی سے کوئی رشتہ نہیں تھا مگر اس کی موت کا دکھ سب کو ہوا تھا۔ گل جان نے حمینہ کو سنبھالنے کی کوشش کی، وہ بری طرح تڑپ رہی تھی۔

"اگر بچی کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو مجھے بلا لینا تھا۔ میں بھی دن کے وقت چکر نہیں لگا پائی۔۔

احواد آ گئی تھی، کچھ حویلی میں حمالہ کی بے وقوفی کی وجہ سے سب پریشان تھے ورنہ میں بچی کے لیے چکر ہی لگا لیتی۔۔" گل جان افسوس سے بول رہی تھیں۔ ثنا بیگم نے چور نظروں سے حمینہ کو دیکھا۔ جو

پہلی بار چادر یا ڈوپٹے کا ہوش بھلائے روتی جا رہی تھی۔اس کے بال پشت پر پھیلے ہوئے تھے، نازک سا وجود بری طرح لرز رہا تھا۔

"بیٹا صبر کرو۔۔وہ معصوم بیمار بھی تو بہت تھی، شاید وہ آگے زندگی میں تکلیف ہی جھیلتی رہتی، شاید یہی اللہ کی مصلحت تھی کہ اسے سکون دے دیا۔" پریہان نے نرمی سے حمینہ کو سمجھایا۔

"ہاں وہ مر گئی۔۔وہ بھی خوش اور ہم سب بھی خوش۔۔۔وہ بہت روتی تھی، تنگ کرنے لگی تھی۔

اس لیے اسے اکیلا کر دیا تھا، اکیلے میں رو رو کر مر گئی، ہمیں تنگ نہیں کیا۔۔

اب کوئی تنگ نہیں ہو گا۔وہ اضافی وجود مر گیا۔۔"

حمینہ پاگلوں کی طرح بڑبڑا رہی تھی۔اس کے الفاظ پر ثنا بیگم کا دل شرمندگی سے رکنے والا ہو گیا۔

"ایسا بالکل نہیں ہے حمینہ۔۔اسے اضافی وجود مت کہو اور اس کے رونے سے ہم تنگ نہیں ہوتے تھے ہمیں خود بھی فکر تھی کہ وہ بیمار ہے۔" زرشے نے نرمی سے اس کی غلط فہمی دور کرنا چاہی تھی۔

"نہیں۔۔وہ بیمار نہیں تھی۔بس وہ غیر ضروری تھی، یہ دنیا اس کے لیے نہیں تھی، اسے پیدا نہیں ہونا چاہئیے تھا۔۔

وہ غلط جگہ آئی تھی اس لیے پریشان تھی۔اسے یہاں نہیں ہونا چاہئیے تھا، مجھے بھی یہاں نہیں ہونا چاہئیے تھا۔۔وہ بیمار نہیں تھی اصل مسئلہ میں ہوں۔۔

کاش میں مر جاتی، میں ہی تب مر جاتی جب مجھے مرنا چاہیئے تھا۔ میں اتنی زلیل ہو کر بھی زندہ رہی۔۔

میں ہی مر جاتی۔۔ کاش میں ہی مر جاؤں۔۔"

حمینہ بری طرح چیخنے لگی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا وہ پاگل ہو گئی ہے۔ وہ پاگل ہی ہو چکی تھی۔

اسے لگتا تھا اب اس کا کوئی نہیں رہا۔ اسے مشکل حالات میں گھر والوں نے چھوڑ دیا تھا اور ان کے بعد اس نے اپنی بیٹی کے علاوہ کبھی کسی کو اپنا سمجھا ہی نہیں تھا۔

وہ ابراہیم کی توجہ، محبت اور دلچسپی سے بھی لاپرواہ رہی تھی۔ اب شاید۔۔۔

وہ دنیا کو دیکھنے والی تھی۔ شاید اب وہ ہوش میں آنے والی تھی۔۔ وہ دنیا سے دور ہو گئی تھی مگر اب نیند سے جاگنے والی تھی۔

وہاں ابراہیم مردان خانے میں سر جھکائے بیٹھا تھا۔

"ابراہیم پریشان مت ہو۔ تم نے خود بتایا وہ بیبی بیمار تھی، وہ جی لیتی تب بھی تکلیف میں رہتی، اس کا بچنا مشکل تھا تو اللہ نے بہتر کیا کہ اسے ان تکلیفوں سے نجات دے دی۔" ریاض نے نرمی سے ابراہیم کا کندھا تھپتھپا کر اسے تسلی دی۔

"مسئلہ وہ نہیں ہے، وہ واقعی بیمار تھی اور میں جانتا تھا اس کا بچنا ممکن نہیں ہے مگر مجھے لگتا ہے میں نے جو زمہ داری اٹھائی تھی وہ پوری نہیں کر پایا۔۔

وہ کبھی اپنی بیٹی سے الگ نہیں ہوئی مگر رات وہ اسے اکیلا چھوڑ آئی تھی، مجھے لگتا ہے کوئی بات ہوئی ہو گی کہ اسے ایسا کرنا پڑا۔۔

میں ڈرتا ہوں وہ اس سب کا الزام مجھے دے گی، شاید وہ مجھ سے شادی کرنے پر پچھتائے اور شاید اب میرے ساتھ نا رہنا چاہے۔۔" ابراہیم سر پکڑے پریشان سا بول رہا تھا۔ رباض نے گہرا سانس بھرا۔

"یہ سب زندگی کے ساتھ چلتا ہے ابراہیم۔۔ اگر وہ ایسا سمجھے گی تو برداشت کر لینا۔۔ وہ چھوٹی ہے، اس نے جانے کیا حالات دیکھے ہوں گے۔۔

اس کا خیال رکھنا وہ دور جانا چاہے تب بھی مت جانے دینا۔۔ تم محبت کرتے ہو تو اس کا رویہ مت دیکھو، بس محبت دیتے رہنا۔۔ وہ ٹھیک ہو جائے گی۔"

رباض نے نرمی سے اسے سمجھایا۔ وہ سر ہلانے لگا۔

حمینہ ٹھیک ہو جائے گی وہ جانتا تھا، یہ بھی کہ وہ اسے خود سے دور نہیں جانے دے گا اور یہ بھی کہ وہ اسے بہت محبت دے گا مگر یہ بھی سچ تھا کہ۔۔

ابراہیم کو اس معصوم بچی کی موت کا دل سے افسوس ہو رہا تھا۔ وہ اس کی پیدائش سے اب تک کے ہر ہر لمحے اور ہر پل کا گواہ تھا۔

وہ اسے دل سے بیٹی کے طور پر قبول کر چکا تھا۔

oooooooooooo

اُسوان ان کے شہر پہنچنے کا سن کر ہی حمالہ سے ملنے کے لیے مچل اٹھی تھی۔ایاد اسے لے کر وہاں پہنچا تو گھر میں عجیب سا ماحول تھا۔

الہام اپنے کمرے میں پڑھ رہا تھا۔اور اد لان میں بیٹھا لیپ ٹاپ پر کوئی کام کر رہا تھا اور جب سے آیا تھا وہیں بیٹھا تھا حالانکہ اسے اتنی دیر بیٹھنے سے منع کیا گیا تھا۔اس کے چہرے پر خطرناک حد تک سنجیدگی تھی۔

جبکہ حمالہ اپنے کمرے میں مجرموں کی طرح چپ چاپ بیٹھی تھی کیونکہ اسے یہاں لانے کے بعد سے اب تک اورادنے دوبارہ کوئی بات نہیں کی تھی۔۔

"میں تمہیں ملنے آئی ہوں اور تم ایسے منہ بنائے بیٹھی ہو۔۔" اسوان اس کی رونی صورت دیکھ کر خفگی سے بولی تو وہ اسے سب تفصیل سے بتانے لگی۔

"میں صرف احواد آپی کی ہیلپ کرنا چاہتی تھی، میں نے بس ایک مشورہ دیا اور خانی مورے نے مجھے تب بالکل نہیں بتایا کہ اس کا کیا مطلب ہے۔

وہ مان گئیں اور حویلی میں آکر کہہ دیا کہ میں نے رشتہ کیا ہے۔"۔حمالہ سسکتے ہوئے بول رہی تھی۔

اسوان نے سر پکڑ لیا۔

"کیا؟تم پاگل ہو حمالہ؟؟تم نے ایسا سوچا بھی کیسے؟؟اورادلالا کو غصہ تو آنا ہی تھا ناں۔۔

دیکھو مسئلہ یہ نہیں کہ تم نے وہ بات جان بوجھ کر کی یا بے خبری میں۔۔اصل بات تو یہ ہے کہ تم نے اپنے ہزبینڈ کو کسی دوسری لڑکی کے لیے سجیسٹ کیا۔۔

سوچو اس بات نے انہیں کتنا ہرٹ کیا ہو گا، وہ تمہاری اتنی کیئر کرتے ہیں۔ تمہیں کسی پریشئیس کی طرح اپنے پاس رکھتے ہیں اور تم۔۔

افف۔۔تم پاگل ہو، کوئی لڑکی ایسا سوچ بھی نہیں سکتی جو تم خود کروا بیٹھی ہو۔۔

خیر پریشان مت ہو ان کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔" اُسوان ماتھا پیٹتی بول رہی تھی، حمالہ کے اداس ہونے پر بات بدل کر اسے اطمینان دلانے لگی۔

"غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا؟؟ بالکل نہیں۔۔۔

وہ مجھے یہاں یہی غصہ دکھانے ہی تو لائے ہیں، تم دیکھنا اب ہر وقت ڈانٹیں گے، یہ ان کا بہت پرانا مشغلہ ہے۔" حمالہ نے بھیگی آنکھیں رگڑتے ہوئے کہا۔

"تمہیں اپنی غلطی کا احساس بھی ہے؟؟" اُسوان نے اسے گھور کر احساس دلایا تھا۔ وہ سر ہلا گئی۔

"مجھے احساس ہے۔ میں شرمندہ ہوں کیونکہ میں واقعی نہیں جانتی تھی۔ میں نے معافی بھی مانگی مگر وہ بات نہیں کر رہے۔۔" حمالہ نے ہونٹ لٹکا کر بتایا۔

"تمہیں ان کے بات نا کرنے سے فرق پڑتا ہے؟"

اُسوان نے شرارت سے اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔۔ مجھے فرق نہیں پڑتا مگر یوں گھوریں بھی تو نہیں ناں وہ مجھے۔۔" حمالہ نے نفی میں سر ہلا کر کہا۔

"مطلب تم چاہتی ہو پیار سے دیکھیں۔۔ حالانکہ ان کی نیچر یہی ہے غصہ کرنا، روڈ اور کولڈ سے ہیں۔" اُسوان کو اس کی گھبراہٹ مزہ دے رہی تھی۔

"ہاں وہ ایسے ہی ہیں اور یقین کرو اب تو بہت زیادہ آنکھیں دکھا رہے ہیں۔ میرا کیا قصور ہے۔۔ خانی مورے نے میرے ساتھ چال چلی ہے وہ بہت۔۔۔"

حمالہ دانت کچکچائے بول رہی تھی جب اسوان نے اسے آنکھیں دکھا کر چپ کروایا۔

"شرم کرو حمالہ۔۔ تمہاری یہی باتیں خانی مورے کو نہیں پسند۔۔" اسوان نے اسے احساس دلانا چاہا۔

"انہیں تو تم بھی نہیں پسند۔۔ بلکہ انہیں پوری حویلی میں صرف اپنے نک چڑھے نواب ہی پسند ہیں۔۔" حمالہ منہ بنا کر بولتی جا رہی تھی۔ اسوان نے بوکھلا کر دروازے کی سمت دیکھا۔

اگر اورادآ جاتا تو۔۔؟؟ وہ ڈر رہی تھی مگر حمالہ اب نہیں ڈرتی تھی بلکہ وہ کبھی ڈری ہی نہیں تھی۔ اُسوان کو آج محسوس ہوا تھا کہ ہر وقت ڈرنے والی حمالہ اب بہت بااعتماد ہو چکی تھی۔

"حمالہ اب تم اورادلالا کو بالکل تنگ نہیں کرنا۔۔ تمہاری غلطی بہت بڑی ہے، اورادلالا نا جانے کیسے اس مصیبت سے نکلیں گے۔" اُسوان نے نرمی سے اسے سمجھایا تو وہ مایوسی سے سر جھٹک گئی۔

"میں ویسے بھی تنگ نہیں کرتی۔۔" اس نے رخ پھیر کر آنکھوں کی نمی چھپائی۔پریشانی اس کے سر پر بھی سوار تھی مگر یہ سب ایسا ہو جائے گا وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

باہر ایاد ایک عرصے بعد پہلے کی طرح اوراد خانزادہ کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔وہ خاموش سا سر ہلا کر اسے سن رہا تھا جب الہام کا خیال آیا۔

"سنو ایاد خان۔۔۔میں چاہتا ہوں ہماری رشتہ داری مزید بڑھ جائے۔ویسے ادب انکل ہماری فیملی ہی ہیں،اب تم بھی شامل ہو گئے ہو۔۔

تمہاری چھوٹی بہن۔۔۔میں چاہتا ہوں کہ الہام اور اس کا۔۔۔" اوراد کی بات پر ایاد چونک گیا۔

"میری چھوٹی بہن منگنی شدہ ہے۔تم میثم سے مل چکے ہو،وہ اس کا منگیتر ہے۔" ایاد نے اس کی بات پوری ہونے سے پہلے اسے اطلاع دی۔

اوراد ٹھٹک گیا اور ان دونوں کی طرف آتے الہام کے قدم اس بات پر اپنی جگہ جم سے گئے تھے۔

"ان کا رشتہ بچپن میں ہی طے کر دیا گیا تھا۔تم تو جانتے ہو ماموں نے ہمارا شروع سے کتنا خیال رکھا۔۔

ان کا اکلوتا بیٹا ہے میثم اور گلالئی کے پیدا ہونے پر ہی وہ کہہ چکے تھے کہ وہ ان کی بہو بنے گی۔

ویسے جوان ہونے پر باقاعدہ رسم بھی ہو چکی ہے۔"

ایاد اسے بتا رہا تھا۔اوراد پریشانی سے اسے دیکھنے لگا۔الہام خاموشی سے پلٹ کر چلا گیا تھا۔

oooooooooo

پچھلے دو دن سے اب ماحد خان کے میسجز بالکل سین نہیں ہو رہے تھے۔ وہ کالز پر کالز کر رہا تھا مگر اس بار جیسے ایقان گونگی بہری ہو چکی تھی، وہ غصے سے پاگل ہونے لگا۔

"تم پاگل ہو چکے ہو یار۔۔ بھول جاؤ سب۔۔"

حاذق خان نے اس کا پاگل پن دیکھ کر سر نفی میں ہلایا اور ڈرنک کرنے لگا۔

"کیسے بھول جاؤں۔۔ اس خان رباض کی وجہ سے میں پوری حویلی کے سامنے زلیل ہوا تھا۔ میری بیوی چھینی اس نے۔۔ جو ملازمین میرے آنے پر تھر تھر کانپتے تھے اب وہ میرے پیچھے باتیں کرتے ہیں۔۔

میں خان رباض کی زندگی میں زہر گھول کر اسے بتاؤں گا ضرورت سے زیادہ بہادری دکھانے کا کیا نقصان ہوتا ہے۔" ماحد خان تنفر سے بول رہا تھا۔ حاذق خان نے لاپروائی سے سر جھٹکا۔

"میرے ماموں کے بیٹوں میں اکڑ بہت ہے، ابھی تم اورادخانزادہ کو نہیں جانتے۔۔۔ اس نے میری شادی کے روز سب کے درمیان میری ہونے والی بیوی سے شادی کی ضد کی تھی اور ساتھ میری زندگی میں بھی آگ لگا دی۔ کتنے روز میرے ماں باپ نے طنز کر کر کے میری زندگی اجیرن کیے رکھی تھی۔۔"

حاذق خان حرام مشروب کے گھونٹ میں جیسے نفرت کا زائقہ گھول کر پیتا جا رہا تھا۔

"تم بزدل ہو مگر میں نہیں ہوں۔ میں آسانی سے ان لوگوں کو خوش نہیں رہنے دوں گا۔ میں نے بہت چانس دے دیا اب میں وہ کروں گا جو مجھے ٹھیک لگے گا۔۔

اور تم چاہو تو تمہارا بدلہ بھی پورا ہو گا، میں جو چال چلنے والا ہوں اس میں ان دونوں بھائیوں کی طلاق ہونے والی ہے۔" ماحد خان مکاری سے مسکرایا۔

اس کے لہجے میں کچھ ایسا تھا جس پر حاذق بے ساختہ چونک گیا تھا۔

"چھوڑو ماحد خان۔۔ میرے ماموں کے سامنے میری عزت رہ گئی ہے میرے لیے اتنا کافی ہے۔

میں کم سے کم اپنے ماموں کے ہاتھوں زلیل نہیں ہونا چاہتا، میری ماں ساری زندگی میرا منہ نہیں دیکھیں گی۔ ویسے بھی مجھے کبھی حمالہ داور میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔۔" حاذق خان نے بے زار سے لہجے میں جواب دیا۔

"تم بزدل ہو۔۔ ڈرپوک ہو گئے ہو۔۔" ماحد خان اسے شرم دلانے لگا۔ وہ لاپروائی سے حرام مشروب پینے لگا۔

ماحد خان اپنی منصوبہ بندی اس کے گوش گزار کرنے لگا جس پر حاذق خان بھی پرجوش ہو گیا تھا۔

"میں تمہارے ساتھ تو نہیں ہوں مگر میں اتنا جانتا ہوں کہ تمہاری چال سے واقعی خان حویلی کے دونوں لڑکوں کی صرف طلاق نہیں ہو گی بلکہ ان طلاقوں کی وجہ سے ان کے والدین میں بھی پہلے جیسا تعلق نہیں رہے گا۔۔ ویل ڈن ماحد خان۔۔"

حاذق خان چمکتی آنکھوں سے ماحد خان کو دیکھ رہا تھا۔ ماحد خان نے گردن اکڑا کر قہقہہ لگایا۔

"بس کچھ دن انتظار کرو۔۔ اب تمہیں جو میسج کروں گا اس کے بعد تم طلاق مانگے بغیر نہیں رہ سکو گی۔۔"

ماحد خان گلاس میں حرام مشروب بھرتا بڑبڑاتے ہوئے تصور میں ایقان سے بات کر رہا تھا۔

oooooooooo

الہام اپنے کمرے میں کھڑکی کے پاس رکھے دیوان پر بیٹھا تھا۔ خاموش نظریں دور آسمان پر چمکتے چاند پر ٹکی ہوئی تھیں۔

"بس اچھی لگی تھیں تم۔۔اب ایسا بھی نہیں کہ محبت ہے یا پھر تمہارے بغیر اب گزارا نہیں ہو گا۔۔

ہاں مگر جو اچھا لگے اسے پانے کی خواہش تو ہوتی ہے اور خواہش نا ملے تو۔۔۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے آخری جملے پر اٹک گیا۔ اپنے دل کو ٹٹولا۔۔

کوئی جذبہ۔۔ کوئی احساس۔۔ کوئی غم یا اداسی۔۔ کچھ محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

"سب اچھا ہے یا پھر شاید۔۔ کچھ اچھا نہیں۔۔"

وہ سرد آہ بھر کر رہ گیا۔ محبت کیسی ہوتی ہے؟

کیا یہی ہوتی ہے، جو دل کو بھائے وہ نا ملے تو دل ساکن ہو جائے؟ یا پھر یہ محبت تھی ہی نہیں۔۔

"تم یقیناً صرف میری پسند ہو گی۔ اور کچھ نہیں۔۔۔"

وہ الجھ رہا تھا، خود کو دلاسہ دے رہا تھا۔

"ایسا نا ہو تمہیں کبھی بھول ہی نا پاؤں۔۔ اگر میں زندگی میں کبھی آگے ہی نا بڑھ پایا تو۔۔؟؟

اگر مجھے کبھی کوئی اور چہرہ اچھا نا لگا تو۔۔۔؟؟"

وہ پریشانی سے پہلو بدلتا خود سے خود زچ ہو گیا۔

دروازے پر دستک ہوئی تو وہ چونک کر سیدھا ہوا۔

"آ جائیں۔" اسے لگا اور اد ہو گا۔ کمرے میں حمالہ داخل ہوئی تھی۔ اسے دیکھ کر وہ نرمی سے مسکرایا۔

"تمہارا میرے روم میں آنا مجھے کبھی برا نہیں لگا اور آج تو بہت زیادہ اچھا لگا۔۔" وہ مدھم سے لہجے میں بولا۔ سوچوں سے پیچھا چھڑوانے کے لیے حمالہ سے اچھا کوئی ساتھی نہیں ہو سکتا تھا۔

"الہام میں کل سے یونی جانا چاہتی ہوں، اپنے لالا سے کہو مجھے اجازت دیں کیونکہ اب یہ گھر اور حویلی تو بالکل پر سکون جگہ نہیں رہے میرے لیے۔۔"

وہ رونی صورت بنا کر بول رہی تھی۔ الہام ٹھٹکا۔

"کیا ہوا حمالہ؟ ایسا کیوں کہہ رہی ہو، کیوں پر سکون جگہ نہیں ہے؟" الہام نے پریشانی سے سوال کیا۔

وہ اس کے سامنے بیڈ پر بیٹھتی آنکھوں میں آنسو بھر لائی۔ چہرے پر جتنی ہو سکی مظلومیت سجالی۔

"الہام۔۔ میرے ساتھ یہاں ظلم ہو رہا ہے۔" وہ اسے پوری کہانی سنا کر اب سوں سوں کرتی رو رہی تھی۔

"یا اللہ مورے۔۔۔ یہ کیا ہو گیا۔۔ حمالہ تم بالکل فکر مت کرو، میں لالا سے بات کرتا ہوں اور سنو۔۔" الہام نے پریشان لہجے میں کہتے ہوئے اسے پکارا تو وہ بھیگی سرمئی آنکھیں اس پر ٹکا گئی۔

"اب یہ رونا بند کرو تمہارا کوئی قصور نہیں ہے۔"

الہام اسے بہلانے لگا۔ وہ معصوم صورت بنا گئی۔

"الہام بس اور کچھ مت کہنا ان سے۔۔ان سے کہو مجھے یونی جانے کی اجازت دے دیں پلیز الہام بس اتنا منالو انہیں۔۔" وہ الہام کو منانے لگی۔

"کہہ دوں گا ویسے حیرت ہے، مجھے لگا تھا آئندہ اب لالا سے کوئی بات منوانی ہو تو تم کام آؤ گی مگر یہاں تو تم خود مجھ سے کہہ رہی ہو۔۔" الہام تاسف سے سر ہلاتے ہوئے بولا تو حمالہ کا منہ اتر گیا۔

"ہاں میں کام آؤں گی ناں، اگر کوئی بات بگاڑنا چاہتے ہو تو مجھ سے کہہ دینا۔۔ پھر دیکھنا تمہارے لالا ساری زندگی وہ بات نہیں مانیں گے۔۔

اس کے علاوہ تمہاری اور میری جو کلاس ہو گی، وہ الگ۔۔" حمالہ کے خفگی سے بولے الفاظ پر

الہام کا بے ساختہ قہقہہ بلند ہوا۔

اوراد جو الہام سے بات کرنے آیا تھا، اس کو ہنستا دیکھ کر رک گیا۔ اس کے سامنے حمالہ بیٹھی منہ بسور رہی تھی۔ اوراد نے ہوا میں گہرا سانس خارج کیا۔

وہ الہام کو لان سے پلٹ کر جاتا دیکھ چکا تھا، تب ایاد گلالئی کے رشتہ ہو جانے کا بتا رہا تھا۔

اوراد کو خوف تھا الہام دکھی ہو گا، وہ اس سے بات کرنے آیا تھا مگر یہاں محفل جمی دیکھ کر مطمئن ہوا۔

"آئیں لالا۔۔ابھی آپ کا ہی زکر ہو رہا تھا۔"

الہام اسے دیکھ کر بے ساختہ کھڑا ہو گیا۔

"میں۔۔ جاتی ہوں۔۔" حمالہ اسے دیکھ کر فوراً اٹھی اور بہانہ بنا کر وہاں سے کھسک گئی۔ اورادنے اپنے ساتھ سے گزرتی حمالہ کے رخساروں پر آنسوؤں کی نمی دیکھی تو بے چین سا ہو گیا۔

"لالا میں نیکسٹ منتھ یہاں سے فری ہو جاؤں گا، کیف بھائی کہہ رہے تھے فوراً چلا جاؤں تاکہ وقت سے ہی سپیشلائزیشن کے لیے ایڈمیشن لے لوں۔"

الہام نے حمالہ کے جاتے ہی سنجیدگی سے اسے بتایا۔

"تم فری ٹائم حویلی میں نہیں گزارنا چاہتے؟"

اورادنے نرمی سے سوال کیا۔ وہ آہ بھر گیا۔

"وہی بات کرنا چاہ رہا تھا۔ میرا ایک ویک فری ہے میں سوچ رہا ہوں حویلی چلا جاؤں۔۔" الہام نے اپنا ارادہ بتاتے ہوئے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"ٹھیک سوچا ہے۔ کچھ بریک لے لو میں نیکسٹ منتھ تک تمہارے جانے کا انتظام کرتا ہوں۔"

اورادنے اس کا کندھا تھپتھپا کر نرمی سے کہا۔ وہ سمجھ گیا الہام سچائی جان گیا ہے مگر وہ بات نہیں کرنا چاہتا۔۔ اورادنے بھی وہ بات جانے دی۔

"لالا۔۔ حمالہ کو بھی اب یونی بھیجیں، اسوان جا رہی ہے، علیہا کی بھی مائیگریشن کروالی کیف بھائی نے۔۔

حمالہ رہ جائے گی۔"

الہام نے اس کا موڈ اچھا دیکھ کر حمالہ کی سفارش کی۔ اورا د نے سر جھٹکا۔

"میں نے منع بھی نہیں کیا۔۔ تم ڈرائیور کے ساتھ چلے جانا میں اب اپنے زخم کی وجہ سے بار بار حویلی نہیں جا سکتا ورنہ خود لے جاتا۔۔" اورد نے سادگی سے کہا اور پلٹ کر چلا گیا۔

الہام تیاری کرنے لگا، گلالئی دماغ سے نہیں نکلی تھی مگر وقتی طور پر اسے بھول گیا تھا۔

oooooooo

ابراہیم مردان خانے سے آیا تو ان کے پورشن میں بالکل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ زرشے تو پہلے بھی خاموش رہتی تھیں، یا زیادہ تر گل جان کے پاس بیٹھی رہتی تھیں مگر ثنا بیگم اکثر ملازمین کے سر پر شور مچائے رکھتی تھیں، آج وہ بھی خاموش تھیں۔ زرشے اسے دیکھ کر اس کے پاس آئیں۔

"ابراہیم۔۔ حمینہ نے صبح سے کچھ نہیں کھایا۔۔ میرے لیے تو بات کرنا ہی مشکل ہو گیا ہے۔" زرشے نے بے چارگی سے کہا۔ وہ لب بھینچ گیا۔

زرشے نے کھانے کی ٹرے لا کر ابراہیم کو دی اور خود پلٹ کر چلی گئیں۔ کمرے میں حمینہ اندھیرا کیے ساکت سی بیٹھی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر لائٹس آن کیں اور ٹیبل پر ٹرے

رکھی۔

"حمینہ۔۔۔" اس نے نرمی سے پکارا مگر وہ کسی پتھر کی طرح بیٹھی رہی تھی۔۔ابراہیم نے آگے بڑھ کر اس کے پاس بیٹھتے ہوئے اس کا ہاتھ تھاما۔

"حمینہ کھانا کھالو۔۔" ابراہیم کے کہنے پر وہ ہوش میں آئی۔ہاتھ جھٹک کر اس کے ہاتھ سے نکالا اور اس سے دور ہو گئی۔

"کھانا نہیں چاہیئے؟اب کچھ نہیں چاہیئے، یہ حویلی اور اس کے لوگ۔۔ میری بیٹی کھا گئے۔مجھے یہاں نہیں رہنا۔۔" وہ بھیگے لہجے میں بولی۔۔

"حمینہ مجھے اس کا افسوس ہے مگر یہی اللہ کی مرضی تھی۔۔" ابراہیم نے نرمی سے اسے سمجھایا۔

"آپ کو افسوس نہیں ہے، وہ میری بیٹی تھی اس سے کسی کا کوئی تعلق نہیں تھا۔اس کا نام تک نہیں رکھا تھا ابھی میں نے اور اسے مار دیا آپ نے۔۔"

وہ اپنے بال نوچتی پاگل ہونے لگی۔

ابراہیم اس کی حالت پر ساکت رہ گیا۔ لمبے نرم بال اس کے معصوم چہرے کے گرد بکھرے ہوئے تھے۔ ڈوپٹہ یا چادر سے لاپرواہ وہ کوئی دیوانی لگ رہی تھی۔

"مجھے یہاں نہیں رہنا، یہ جگہ منحوس ہے۔ میری بیٹی مر گئی۔ میں بھی مر جاؤں گی۔ ہم دونوں کی یہاں جگہ نہیں تھی۔۔آپ مجھے زبردستی یہاں لائے تھے۔"

وہ ابراہیم پر چیخنے لگی۔ وہ اس کے احتجاج سے واقف تھا۔ وہ جانتا تھا اسے الزام دیا جائے گا۔

"ہاں میں مجرم ہوں۔ میں معافی مانگتا ہوں۔

پہلے کچھ کھالو پھر جو سزا دو گی مجھے قبول ہے۔"

وہ نرمی سے بولتا آگے بڑھ کر اسے خود سے لگا گیا۔

"میں کیا سزا دوں گی۔ میں تو خود ناکردہ جرم کی سزا جھیل رہی ہوں۔ مجھے یہاں نہیں رہنا۔۔

کسی دن اس حویلی میں میرا دم گھٹ جائے گا۔۔"

وہ سلگتے لہجے میں بولی۔ اس کا وجود جھٹکے کھا رہا تھا۔ ابراہیم اسے خود میں سمیٹ گیا۔

حمینہ کو لگا اس کا دل بند ہو جائے گا۔ غم کی شدت سے اس کے دماغ کی رگیں پھٹنے والی ہو گئیں۔

اس کے وجود پر لگے سب زخم اور زلالت کے نشان ہرے ہونے لگے، ابراہیم کو خود سے دور دھکیلتی وہ پوری شدت سے چیخ چیخ کر رونے لگی۔

وہ اس کے گرد بازو پھیلاتا اسے خود میں چھپا گیا۔ وہ روتی رہی، ابراہیم نے رونے دیا۔

وہ جانتا تھا اس کے دل میں غبار جمع ہو گا جو ایسے روئے بغیر نہیں دھلنے والا تھا۔

"مجھے اس بچی کا بہت افسوس ہے حمینہ۔۔ میں اس کی بیماری سے پریشان تھا، اس کا نام تک نہیں رکھا۔۔

میں تمہارا غم سمجھ سکتا ہوں۔" وہ نرمی سے اس کا سر سہلاتے ہوئے بول رہا تھا۔

حمینہ چیخ چیخ کر تھکنے لگی۔ تھکن زدہ اعصاب کے ساتھ اس کے سینے پر سر رکھ گئی۔

"مجھے افسوس نہیں ہے۔ مجھے اس کے مرنے کا افسوس نہیں ہے جس کی ولدیت بے نشان تھی۔

مگر اسے یوں نہیں مرنا چاہئیے تھا، یوں اکیلے رو رو کر۔۔ ایسے تکلیف جھیل کر نہیں مرنا

چاہئیے تھا۔"

وہ سسکتے ہوئے بول رہی تھی۔ ابراہیم نے ضبط سے آنکھیں بند کر کے اس کے بالوں میں چہرہ چھپایا۔

"ایم سوری۔۔ ایم رئیلی سوری۔۔" وہ مدھم لہجے میں بولا اور اپنے افسوس کا اظہار وہ تب تک کرتا رہا جب تک حمینہ کی سسکیاں تھم نہیں گئی۔

"یہ جگہ۔۔ میری۔۔ نہیں ہے۔۔ سر۔۔ مجھے جانا۔۔ چاہئیے۔"

حمینہ ڈوبتی ہوئی آواز میں بڑبڑائی اور ہوش حواس سے بیگانہ ہوتی اس کی بانہوں میں جھول گئی۔

وہ اسے بستر پر احتیاط سے سلاتا اس کے آنسو صاف کرنے لگا۔ مومی چہرے پر سرخی اور سوزش تھی۔

"یہ جگہ تمہارے علاوہ کسی کی نہیں ہو سکتی حمینہ۔۔" ابراہیم نے اس کے ماتھے پر اپنا لمس چھوڑا اور انگوٹھوں سے اس کے رخسار سہلانے لگا۔

محبت یہ نہیں کہ بس خوشی میں خوش رہا جائے۔

محبت تو یہ ہے کہ غم ساتھ منایا جائے، عزیز از جان وجود کی تکلیف دل پر محسوس ہو اور اس کے آنسو اپنی آنکھوں میں تیرتے ہوئے محسوس ہونے لگیں۔۔

ابراہیم بھی محبت زدہ ہو رہا تھا۔

یہ احساس اسے آج سے پہلے سمجھ نہیں آتا تھا۔

اسے لگتا تھا اسے بچی سے ہمدردی اتنی ہے کہ حمینہ کو اپنا لیا ہے۔اسے لگتا تھا وہ حمینہ کو اس نو مولود بیمار بچی کی وجہ سے اپنے پاس رکھ رہا ہے۔

حمینہ کو بھی یہی لگتا تھا۔وہ دونوں غلط تھے۔

ابراہیم کو پہلے روز سے حمینہ نے متوجہ کیا تھا۔وہی اس کے فیصلوں میں رکاوٹ تھی۔وہی اس کی بے چینی کی وجہ تھی۔

ہمدردی۔۔۔ترس۔۔۔افسوس۔۔۔یہ سب کہیں نہیں تھا۔

بس محبت تھی۔۔۔خاموش محبت۔۔پاک محبت۔۔

oooooooooo

ایقان پھٹی پھٹی آنکھوں سے موبائل کی سکرین دیکھ رہی تھی۔ماحد خان پچھلے کچھ وقت سے اس کا جینا حرام کر چکا تھا مگر آج کی دھمکی الگ تھی۔

(تم نے دیر کر دی ایقان۔۔اب تم صرف طلاق لو گی اور جیسا میں کہوں گا ویسا کرو گی۔۔۔

اپنی ڈئیر کزن۔۔حمالہ کی خاطر۔۔۔)

ایقان نے یہ میسج بار بار پڑھا تھا۔اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے جلدی سے اس میسج کا سکرین شاٹ لیا۔

خان ریاض موبائل پر بات کرتا کمرے میں داخل ہوا تو وہ موبائل ایک طرف پھینک کر اس کے پاس پہنچی۔

"خان صاحب۔۔" اس نے حواس باختگی سے پکارا تو ریاض نے اپنے لبوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ دیتے ہوئے موبائل کا اشارہ دیا۔

"مسٹر شاہ میرے گھر میں کچھ ایشوز ہو گئے تھے اس لیے میٹنگ ڈیلے کرتا گیا۔ سوری فار دیٹ۔۔

نہیں نہیں میں آج ہی واپسی کرتا ہوں۔۔

پہلی میٹنگ آپ سے ہی ہو گی ان شاءاللہ۔۔"

ریاض بولتے ہوئے وارڈروب میں سے اپنا سامان نکالنے لگا۔ ایقان اس کو تیاری کرتا دیکھ کر گھبرا گئی۔

"خان صاحب میری بات سنیں۔۔" وہ ریاض کے پاس پہنچتی اس کا بازو ہلا کر بولی۔

"کیا بات ہے ایقان۔۔" ریاض نے چونک کر اسے دیکھا۔

"مجھے بات کرنی ہے آپ سے۔۔" وہ بوکھلائی ہوئی سی بول رہی تھی۔ ریاض متوجہ ہوا۔

"ایقان ریلیکس۔۔ کیا بات ہو گئی ہے؟" وہ اس کا ہاتھ تھام کر محبت سے بولا ایقان کا دل بھرا رہا تھا۔

"اے۔۔ ایسے نہیں ہو سکتی بات۔۔ مجھے آپ کا کچھ ٹائم چاہیئے۔۔ پلیز۔۔" وہ گھبرائی ہوئی تھی مگر وہ جلدی میں ادھوری بات بتا کر ریاض کو اپنے خلاف بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"ایقان اگر بات لمبی ہے تو پلیز ویٹ کرو۔۔ مجھے کل صبح صبح ایک بہت ضروری میٹنگ میں پہنچنا ہے اور اب بہت دیر ہو رہی ہے۔

میرا ابھی نکلنا بہت ضروری ہے۔ اگر بہت ضروری بات ہے تو کل میٹنگ سے فری ہو کر آ جاؤں گا۔"

ریاض نے اس کا رخسار تھپتھپا کر نرمی سے کہا اور پلٹ کر اپنے بیگ میں سامان رکھنے لگا۔

"جی۔۔ ٹھیک ہے۔ کل آ جایئے گا پلیز۔۔"

ایقان نے لب کاٹتے ہوئے بے چینی سے کہا تو وہ مصروف سا سر ہلا گیا۔ تیار ہو کر ریاض نے اپنا موبائل اور گاڑی کی چابی اٹھا کر اسے دیکھا وہ لب کاٹتی سوچ میں گم تھی۔

"ایقان۔۔ زیادہ مت سوچا کرو۔۔ سوری میرا جانا ضروری ہے ورنہ تمہیں ایسے چھوڑ کر نا جاتا بلکہ۔۔ ایسا کرو میرے ساتھ چلو۔۔ تم نے جانا تھا ناں؟"

ریاض اسے اداس دیکھ کر فکر مند ہونے لگا۔

"نہیں اب نہیں جا سکتی۔۔ آپ کل آیئے گا۔"

ایقان نے انکار کر دیا۔ اسے حویلی سے باہر جانے کا سوچ کر ہی ڈر لگ رہا تھا۔ ماحد خان کی دھمکیاں اور بلیک میلنگ نے اس کے اعصاب کو تھکن کا شکار کر دیا تھا۔

"ٹھیک ہے کل آ جاؤں گا۔ اپنا خیال رکھنا۔ میں کال کروں گا، موبائل اپنے ساتھ رکھنا۔۔" وہ تاکید کر کے وہاں سے چلا گیا۔ ایقان بیڈ پر سمٹ کر بیٹھ گئی۔

oooooooooo

"میں جارہا ہوں حویلی۔۔ تم تیاری کر لو یونی جانے کی۔۔ لالا نے اجازت دے دی ہے۔" الہام نے جانے سے پہلے حمالہ کو خوشخبری سنادی تھی۔

وہ اب کمرے میں بیٹھی اسوان سے یونی کا سارا شیڈول ڈسکس کر رہی تھی۔ اوراد کمرے میں آیا تو اسے نظر انداز کیے اپنی باتوں میں مگن رہی۔

وہ تھکن زدہ سا بیڈ پر بیٹھ گیا۔ خانی بیگم مسلسل کالز کر رہی تھیں۔ وہ ریجیکٹ کر کر کے تھک رہا تھا۔

"ٹھیک ہے پھر کل یونی میں ملتے ہیں، مجھے لیکچرز کی ویڈیوز سینڈ کر دینا۔۔ اسائمنٹ میں دو تین دن میں ریڈی کر لوں گی، ویسے بھی فارغ ہی ہوں۔"

حمالہ نے آہستگی سے کہتے ہوئے الوداعی کلمات کہہ کر کال کاٹ دی۔ اوراد نے پین کلرز کھاتے ہوئے ایک نظر اسے دیکھا۔

"کل یونی جانا چاہتی ہو؟ کس ٹائم جانا ہے، میں ڈرائیور سے کہہ دوں گا یونی سے پک اینڈ ڈراپ وقت پر کرے گا۔" اس کے بات نا کرنے پر اوراد نے خود اسے مخاطب کیا۔

"نو بجے جانا ہے، واپسی کا نہیں پتا۔" حمالہ نے ایسے جواب دیا جیسے خود سے بات کر رہی ہو۔

اوراد خاموشی سے اسے دیکھنے لگا۔ یعنی وہ غلطی کر کے اب اسی کو ناراضگی دکھا رہی تھی۔

حد ختم تھی، اوراد ابرو بھینچے اسے دیکھنے لگا۔

"حمالہ ادھر آؤ۔۔" اس نے ہار مان کر نرمی سے پکارا۔

طے ہوا وہ اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ چاہے جتنا غصہ کر لے منانا اسی کو پڑے گا۔

وہ اپنی محبت کے ہاتھوں مجبور ہو رہا تھا۔۔

وہ ان سنا کیے اپنا حجاب نکالنے لگی تاکہ صبح جلدی میں ڈھونڈنا نا پڑے۔

خانی بیگم کی پھر سے کال آ رہی تھی، اورادنے حمالہ کی لاپروائی پر لب بھینچ کر کال اٹینڈ کی۔

"اپنی مورے سے اتنے ناراض ہو کہ بات تک نہیں کر رہے؟ میری مجبوری کو کیوں نہیں سمجھ رہے اورادـ۔

میں زبان دے آئی ہوں، اسے ساتھ لائی ہوں اب کیسے کنوارہ بٹھائے رکھوں۔۔ تمہارے نام پر لا کر اب کسی بھی ایرے غیرے سے بیاہ دوں، یہ تو غلط ہے۔۔"

خانی بیگم شکستگی سے بول رہی تھیں۔ اورادنے ضبط سے آنکھیں بند کیں۔

"تو مجھے بتائیں میں کیا کروں؟ میں شادی شدہ ہوں آپ جانتی ہیں۔ ٹھیک ہے دوسری شادی گناہ نہیں مگر مجھے نہیں کرنی، اس لڑکی کو اس کا حق نا دوں، اسے اپنا نام دے کر حویلی میں چھوڑ دوں یہ ٹھیک ہے کیا؟؟" اورادسپاٹ لہجے میں بولتا جا رہا تھا۔

اس کی باتوں پر حمالہ کے کان کھڑے ہوئے۔ اس کا دل دھک دھک کرنے لگا۔ اس کی ایک بات سے مسئلہ اتنا بڑھ گیا تھا اور اگر اس مسئلہ کا انجام اورادکی شادی ہوئی تو؟؟ وہ پہلو بدلنے لگی۔

"اگر بیوی سکون نا دے تو فائدہ ایسی شادی کا۔۔اسے نا تمہاری بیماری میں پرواہ ہوئی نا تمہارا رشتہ کرتے ہوئے تمہارا خیال آیا، تم اس کی خاطر دوسری شادی تک کرنے کو تیار نہیں ہو

رہے۔کیا ہو گیا ہے تمہیں؟"

خانی بیگم کی باتوں نے اس کا دماغ گھما دیا تھا۔

"یہ بھی ٹھیک کہا آپ نے۔۔کیونکہ حمالہ کو میری پرواہ نہیں کیونکہ حمالہ نے یہ رشتہ طے کیا ہے تو مجھے شادی کر لینی چاہئیے مگر میں دو بیویاں نہیں رکھنا چاہتا۔۔۔

تو ایسا کریں کہ مجھے ٹھیک سے فیصلہ کرنے دیں، میں ان دونوں میں سے کسے اپناؤں اور کسے چھوڑ دوں۔۔" اورادغصہ ضبط کیے بولتا چلا گیا۔اس کے الفاظ پر حمالہ کی آنکھیں پوری سے زیادہ پھیلیں۔

اس نے کال کاٹ کر موبائل ٹیبل پر پٹخا تو حمالہ اچھل کر رہ گئی۔

"اس کا مطلب۔۔۔آپ احواد آپی سے شادی کر کے مجھے چھوڑیں گے؟؟" حمالہ حیرت سے پھٹتی آواز میں سوال کر رہی تھی۔تکیے پر سر رکھ کر ٹھیک سے سوتے اورادنے ابرو چڑھا کر اسے دیکھا۔

"جب تم مجھے دوسری لڑکیوں کے لیے پیش کرتی پھرو گی تو یہی حل بچے گا۔" اورادنے آنکھوں پر بازو رکھتے ہوئے خفگی سے اسے جتایا۔

حمالہ اس کی بات پر اپنی جگہ ساکت رہ گئی۔اس کے ہمدردی میں کہے جملے کی یہ سزا ملنے والی تھی؟؟

"میں نہیں جانتی تھی مورے کے خاندان کی کیا روایت ہے، نا میں یہ جانتی تھی کہ ان کو مصیبت سے بچانے کے لیے کہی جانے والی بات کا مطلب رشتہ ہو جانا ہے۔۔" وہ اس کے سر پر پہنچ کر غصے سے بولی تو اورادنے آنکھوں سے بازو ہٹا کر خاموشی سے اسے دیکھا۔ وہ غصے سے سرخ ہو رہی تھی۔

"میں آپ کو وضاحت بھی دے چکی ہوں معذرت بھی کر چکی ہوں۔۔ لیکن آپ کو دونوں قبول نہیں۔۔

کیونکہ حمالہ کو تو آپ کی پرواہ ہی نہیں تو اب پرواہ والی لانے کا دل چاہ رہا ہو گا۔۔ شوق سے لائیں۔۔

مجھے بھی آپ کی ضرورت نہیں ہے۔۔

شکر ہے میں نے اپنے دل میں آپ کو جگہ نہیں دی۔۔آپ بہت مطلبی انسان ہیں جسے صرف اپنی بات ٹھیک لگتی ہے، دل چاہا تو حمالہ سے زبردستی شادی کر لی۔

دل بھر گیا تو حمالہ بری ہو گئی، اس کو چھوڑ کر اچھی بیوی لے آئے۔۔"

وہ غصے سے بولتی اس ٹینشن میں بھی اورادکے لبوں پر مسکراہٹ پھیلا گئی تھی۔ وہ رک کر اپنی پھولی ہوئی سانس برابر کرنے لگی۔

"تم بالکل پاگل لگ رہی ہو حمالہ۔۔ کیا تم جیلس ہو رہی ہو؟؟" اس کے خاموش ہونے پر وہ بولا تو اس کا مسکراتا جملہ حمالہ کو آگ لگا گیا۔

"جیلس؟اور آپ کے لیے؟ پلیز آپ دوسری شادی کر کے میری جان چھوڑ دیں تاکہ آپ کی خوش فہمیوں کو بریک لگے۔ میں تنگ آ چکی ہوں آپ کی مورے کی ناراضگی اور ناپسندیدگی جھیل کر۔۔۔

اس بار تو حد ہو چکی ہے، مجھے میرے بابا نے حویلی سے جانے کا کہا اور حدیر چاچو نے روکا تک نہیں۔۔

مجھے پہلی بار لگا کہ مجھے حویلی سے نکالا جا رہا ہے، خانی مورے تو خوش ہو گئی ہوں گی۔۔

آپ بھی خوش ہو گئے، اب یہاں رکھ کر مجھے زلیل کرتے رہیں اور حویلی میں ایک پرواہ والی اچھی بیوی لے آئیں۔۔" حمالہ غصے سے بولتے بولتے رو پڑی۔

"حمالہ میں مذاق کر رہا ہوں میری جان، تمہیں حویلی سے کیوں نکالا جائے گا۔۔" اوراد بے ساختہ اٹھ کر اسے وضاحت دینے لگا۔ مذاق اور شرارت ہوا ہو گئی تھی۔

حمالہ اس کی سنے بنا روتے ہوئے وہاں سے جا چکی تھی۔ حمالہ الہام کے کمرے میں بند پڑی روتی رہی اور وہ دیر تک دروازہ بجا کر اسے پکارتا رہا۔

حویلی میں خانی بیگم نے سب کے درمیان اس کی نا سمجھی میں کہی بات کو جیسے پیش کیا تھا، حمالہ زلت سے گڑھ گئی تھی۔

اس کے باپ نے پہلی بار اس کی گھبراہٹ نظرانداز کر کے اسے اوراد کے ساتھ جانے کا کہا تھا۔

وہ خانزادہ کو بتا چکی تھی اسے نہیں جانا مگر انہوں نے نہیں روکا، اسے جانے دیا۔۔

اوراد اسے یہاں لا کر بھی غصے میں رہا تھا اور اس کی معافی بھی ان سنی کر گیا تھا۔۔

بہت سارے غم تھے اور ایک حساس حمالہ۔۔ وہ خانی بیگم سے بھی بد ظن ہو گئی، اس کا دل جو اوراد کے لیے نرم ہونے لگا تھا پھر سے سخت ہو گیا۔۔۔

oooooooooooo

الہام حویلی پہنچا تو خوش ہونے کی بجائے دل مزید بوجھل ہو گیا تھا۔ وہ بد دلی سے سب کو مل کر اپنے کمرے میں بند ہو گیا۔

خانی بیگم اپنے کمرے میں لیٹی ہوئی تھیں، ان کی طبیعت خراب تھی اور احواد سر جھکائے ان کی ٹانگیں دبا رہی تھی۔ وہ افسردگی سے احواد کو دیکھنے لگیں۔ وہ جانتی تھیں زیادہ عرصہ احواد کو ایسے اپنے پاس رکھنا ممکن نہیں ہو گا۔

اس کا نکاح نا ہوا تو کسی بھی دن اس کے ماموں وغیرہ اس کو لینے آ سکتے تھے۔

"مورے آپ کی طبیعت اب ٹھیک ہے؟" پر یہان کمرے میں آ کر نرمی سے ان کا حال پوچھنے لگیں۔

"پتا نہیں اب کبھی ٹھیک ہو نا نصیب ہو گا یا نہیں۔۔ اپنی مرحوم بہن کا ایک بوجھ بانٹنے کا سوچ بیٹھی تھی اور زندگی میں پہلی بار کسی زمہ داری کو اٹھانے میں ناکام رہی ہوں۔" وہ بجھے بجھے لہجے میں بولیں تو احواد کا سر مزید جھک گیا۔

یوں جیسے اس کا ہونا جرم ہو۔۔ اس کا جینا، اس کی زندگی اور وہ خود۔۔ اب اس کے لیے شرمندگی کے علاوہ کچھ نہیں تھے۔

"آپ پریشان کیوں ہوتی ہیں مورے، اللہ سب بہتر کرے گا۔" پریہان کو احواد سے شرمندگی محسوس ہوئی۔

وہ گم صم سی خاموش لڑکی جس روز سے آئی تھی سر جھکائے اپنے بارے میں ایسی باتیں سن رہی تھی۔

نا جانے وہ اپنی حویلی میں کیا کچھ سنتی رہی ہو مگر یہاں اس کا خیال رکھا جا رہا تھا اور خانی بیگم کی ایسی مایوسی والی باتوں پر احواد کا شرمندہ ہونا خان حویلی والوں کو اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

"ہاں اللہ خیر کرے۔۔ یہ بتاؤ الہام آیا ہے کیا؟ مجھے لگا کچھ دیر پہلے میرے کمرے کے دروازے پر وہ آیا تھا لیکن پھر مجھے ملے بنا لوٹ گیا۔" خانی بیگم کے پوچھنے پر احواد کو دیکھتی پریہان چونک گئیں۔

"جی آیا ہے، ملنے آیا تھا، اس نے سمجھا آپ سو رہی ہیں۔" پریہان نے سر ہلا کر جواب دیا۔

"میں جاگ گئی ہوں، اسے بھیجو میرے پاس۔۔ میرا دل بہل جائے گا اسے دیکھ کر۔۔ احواد تم اب بس کرو اور جاؤ اپنے کمرے میں۔۔" خانی بیگم اٹھ کر بیٹھ گئیں۔

احواد اسی خاموشی کے ساتھ ان کے حکم پر سر ہلا کر وہاں سے چلی گئی۔ پریہان نے ملازمہ

کے زریعے الہام کو پیغام بھیجا اور خود نماز پڑھنے چلی گئیں۔

(جیسے اورادز رچ ہو رہا ہے شاید حمالہ کے ساتھ وہ مزید نباہ نا کر سکے، احواد سے اس کا جوڑ تو اچھا ہے۔ لڑکی فرماں بردار اور سلجھی ہوئی ہے۔ عمر بھر کے لیے سکھ مل جائے گا پاگل لڑکے کو۔۔

بھلا وہ بے وقوف لڑکی کیا دے گی اسے؟ ہر وقت کا سر درد اور پریشانی۔۔ وہ اور اداس کی محبت کو سمجھتی نہیں ہے تو محبت کیا دے گی۔۔)

خانی بیگم بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے افسوس سے سوچ رہی تھیں۔ الہام چلتا ہوا ان کے پاس آیا۔

"کیسی ہیں مورے؟" وہ ان کے پاس بیٹھ کر نرمی سے بولا۔ خانی بیگم سوچوں کے گرداب سے نکل کر اسے دیکھنے لگیں پھر مسکرا کر سر ہلا دیا۔

"ٹھیک ہوں۔ تمہیں کیسے آنے دیا اورادنے؟" وہ اس کا ماتھا چوم کر سوال کر رہی تھیں۔

"اگلے ماہ فارن جا رہا ہوں، اس لیے آنے دیا تاکہ آپ سب کے ساتھ وقت گزاروں۔" الہام نے اداس سے مسکرا کر بتایا۔ خانی بیگم اس کے جانے کا سن کر بے چینی سی ہو گئیں۔

"اتنی جلدی کیوں جا رہے ہو الہام۔۔ میرا دل نہیں مان رہا، آگ لگے ایسی پڑھائی کو جو گھر سے دور کر دے۔۔ جب سے ہوش سنبھالا ہے، اس پڑھائی کے عذاب میں سب سے دور رہ رہے ہو۔" خانی بیگم اداس ہوئیں۔

"مورے بس چار سال کی بات ہے۔ واپس آ جاؤں گا پھر تو یہیں ہونا ہے میں نے۔" وہ ان کے ہاتھ تھام کر اطمینان دلانے لگا۔ خانی بیگم اسے دیکھنے لگیں۔

"میں چاہتی تھی نکاح یا منگنی کر کے جاتے۔۔ مجھے ڈر ہے کہ تم وہاں کوئی لڑکی پسند کر لو گے۔"

الہام ان کے خوف پر بے ساختہ ہنس پڑا۔

"ایسا کچھ نہیں ہو گا مورے۔۔ میں پڑھنے جا رہا ہوں، ویسے بھی مجھے لڑکیوں میں کوئی دلچسپی نہیں ہے، یہ محبت وغیرہ بالکل فضول کام ہیں۔۔"

وہ تاسف سے سر ہلا رہا تھا۔ اب جب دل ٹوٹا تھا، دنیا کا ہر جذبہ، ہر احساس، فضول لگ رہا تھا۔

"ہاں یہ سب فضول ہے مگر شادی سنت ہے اور ضروری بھی ہے۔ الہام جانے سے پہلے بتا دو اگر کوئی لڑکی پسند ہے، تمہاری منگنی کر کے بھیجوں گی تو مجھے تسلی رہے گی۔" ان کی اپنی منطق تھی۔

الہام سرد آہ بھر کر ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔ اب کیسی پسند اور کیا محبت۔۔

دل بھی کہاں لگا بیٹھا تھا جہاں امید ہی نہیں تھی۔

"میں نے کسے پسند کرنا ہے۔ کوئی نہیں ہے اس قابل۔۔

آپ کر دیں جہاں بھی کرنا چاہتی ہیں۔ منگنی کریں یا نکاح کریں، فرق نہیں پڑتا۔۔

الہام کے دل کو اب کوئی پسند نہیں آنے والی۔۔ محبت تو ہو گی نہیں تو شادی سہی۔۔"

وہ جیسے دنیا سے بھی خفا تھا، خود سے بھی روٹھ گیا تھا۔ اس کی باتوں پر خانی بیگم چونک گئیں۔

وہ اکتایا ہوا تھا۔ دنیا سے۔۔ لڑکیوں سے۔۔ محبت سے۔۔

وہ کسی کو بھی قبول کر لینے کو تیار تھا اور وہ کسی احواد کیوں نہیں۔۔ خانی بیگم کا دل زور سے دھڑکا تھا۔ اپنی زمہ داری پوری کرنے کا ایک موقع ملا تھا۔

اور ایسا سنہری موقع بار بار نہیں ملنے والا تھا۔

oooooooooooo

زرشے کے بار بار بلانے پر حمینہ کمرے سے باہر نکل کر ان سب کے درمیاں بیٹھ گئی۔ ابراہیم مردان خانے سے اندر آیا تو اسے دیکھ کر تشکر کا گہرا سانس بھرتا اس کے پاس جا بیٹھا۔

"اب تمہاری طبیعت ٹھیک ہے حمینہ؟؟" خان موسٰی نے نرمی سے سوال کیا تو وہ سر اٹھا کر خالی خالی نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔

"جی۔۔" وہ پھر سے سر جھکا گئی۔ ثنا بیگم چور نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ سب میں عجیب سی خاموشی چھا گئی تھی، باتیں یکدم ختم ہو گئیں۔

تسلی دلاسہ کام نہیں آ رہے تھے، افسوس سب کے لہجوں میں اتنا بھر گیا تھا کہ بات کرنا مشکل ہو گیا۔

"میں۔۔ بات۔۔ کرنا چاہتی تھی۔۔" اس خاموشی کو حمینہ کی مدھم آواز نے توڑا تھا۔ سب چونک گئے۔

"ہم سن رہے ہیں۔" زرشے نے نرمی سے کہا۔ ابراہیم گردن ترچھی کیے اسے دیکھتا جا رہا تھا۔

"میں واپس۔۔ جانا چاہتی ہوں۔" وہ اٹک اٹک کر بول رہی تھی۔ سب اس جملے پر ٹھٹک گئے۔

ابراہیم جھٹکے سے پورا اسی کی طرف مڑا۔

"کیا مطلب؟ کہاں واپس جانا چاہتی ہو۔" ابراہیم نے حیرت سے سوال کیا۔ انداز میں بے چینی تھی۔

"حویلی سے دور۔۔۔ شہر میں۔۔ اپنے گھر۔۔" وہ سر اٹھا کر ابراہیم کو دیکھنے لگی۔ انداز میں معصومیت اور اداسی کا گھلاملا سا رنگ تھا جو ابراہیم کو اندر تک بے قراری میں ڈبو گیا تھا۔

"کیا تمہاری فیملی ہے؟" ثنا بیگم نے بے اختیار حیرت سے سوال کیا تھا۔ انہیں وہ لاوارث لگی تھی۔

ایک کم سن لڑکی، بیمار نو مولود بچی کے ساتھ ان کی حویلی میں رہنے سے لے کر ابراہیم کی دلہن بننے تک اکیلی ہی تھی۔ سب کو ہی لاوارث لگی تھی۔

"جی ہاں۔" حمینہ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

خان موسٰی کی سوالیہ نظریں ابراہیم پر جمی تھیں۔ زرشے حیران پریشان سی حمینہ کو دیکھنے لگیں۔

"ہم بعد میں بات کریں گے حمینہ۔۔" ابراہیم نے نرمی سے کہتے ہوئے اسے خاموش رہنے کا اشارہ دیا۔

"اس کی فیملی تھی تو یہ لاوارثوں کی طرح ہماری حویلی میں کیوں رہی ابراہیم؟ اس کی شادی میں اس کے گھر والے کیوں نہیں آئے تھے؟

وہ بچی تمہاری کون تھی ابراہیم؟؟" ثنا بیگم ابراہیم سے سوالات کرنے لگیں۔ شک سے بھرا لہجہ۔۔

سوالات میں حمینہ کے ساتھ ساتھ ابراہیم کا کردار بھی مشکوک لگ رہا تھا۔ وہ ٹھٹک کر دادی کو دیکھنے لگا۔ نظر خان موسٰی اور زرشے پر گئی تو وہ بھی سوالیہ نظروں سے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

"کیا ہو گیا ہے آپ سب کو۔۔ہاں اس کی فیملی ہے بٹ کچھ ایشوز کی وجہ سے اس کے ساتھ کسی کا ملنا جلنا نہیں رہا اور وہ بچی حمینہ کی بیٹی تھی۔۔"

ابراہیم نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے فکر مندی سے حمینہ کو دیکھا۔

"میری ناجائز بیٹی۔۔" حمینہ کے الفاظ نے سب کو ساکت کر دیا تھا۔ابراہیم شاکڈ سا اسے دیکھنے لگا۔

وہ اسے اس حالت میں سوالات کی زد میں نہیں لانا چاہتا تھا مگر وہ خود اپنا آپ پیش کر رہی تھی۔

وہ ایسا کیوں کر رہی تھی؟ابراہیم گھبرا گیا۔

"میں ایک داغ دار لڑکی ہوں، جس کی عزت لوٹی گئی تھی۔ میرے گھر والوں کو یقین نہیں کہ میں تب بے قصور تھی۔ڈاکٹر ابراہیم کو۔۔شاید یقین ہے۔۔

اس لیے مجھے پناہ دے دی۔۔

میری ناجائز اولاد تھی وہ۔۔اس لیے وہ مر گئی۔۔"

حمینہ کھوئے کھوئے بول رہی تھی۔سب سکتہ زدہ سے رہ گئے۔سچ آج سامنے آیا تھا۔

ابراہیم کو اس کی دماغی حالت خراب لگ رہی تھی۔

"حمینہ۔۔" ابراہیم نے نرمی سے اسے پکار کر متوجہ کیا تو وہ بھیگی آنکھوں سے اسے تکنے لگی۔

"ابراہیم یہ سچ کہہ رہی ہے؟" خان موسٰی نے حیرت سے بیٹے کو دیکھا۔ وہ بے بس ہونے لگا۔

"میں۔۔ سچ کہہ رہی ہوں۔۔" حمینہ سسکنے لگی۔

"میں جھوٹ نہیں بول رہی۔۔ میرا کوئی قصور نہیں تھا۔" وہ روتے ہوئے ابراہیم کو دیکھنے لگی۔

"میں جانتا ہوں۔۔ ریلیکس ہو جاؤ۔۔ تمہارا کوئی قصور نہیں تھا۔" ابراہیم اسے اطمینان دلانے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ اس کی حالت پر پریشان ہو رہا تھا۔

" میں یہ بات اپنے گھر والوں کو بتانا چاہتی ہوں۔

وہ بچی مر گئی جو انہیں قبول نہیں تھی، اب میں گھر جانا چاہتی ہوں۔ مجھے یہاں ڈر لگتا ہے۔"

وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپائے خود میں سمٹتی روتی جا رہی تھی۔ زرشے جلدی سے اس کے پاس پہنچیں۔

"ابراہیم اسے کمرے میں لے جاؤ۔۔" زرشے کے کہنے پر وہ حمینہ کو سنبھال کر کھڑا کر گیا۔

"مجھے یہاں سے جانے دیں۔۔ میں اپنے گھر والوں سے ملنا چاہتی ہوں۔ میں یہاں مر جاؤں گی۔"

وہ زور زور سے رونے لگی۔ ابراہیم اسے بانہوں میں سمیٹ کر اوپر اٹھاتا کمرے میں لے گیا۔

"یہ کیا کر دیا ابراہیم نے۔۔ کیا اسے پوری دنیا میں یہی داغ دار لڑکی ملی تھی؟" ثنا بیگم شاکڈ بیٹھی تھیں۔

"مورے اب کچھ نہیں کہیے گا پلیز۔۔

وہ اسے قبول کر چکا ہے، حمینہ اس کی عزت اور ہمارے گھر کی بہو ہے۔۔آپ نے دیکھا ابراہیم کتنا گھبرا گیا ہے اس کی حالت سے۔۔۔

وہ معصوم لڑکی ہماری خود غرضی کی وجہ سے اپنی اولاد کھو چکی ہے، اب مزید کوئی مشکل نہیں آنی چاہئیے ان کی زندگی میں۔۔"

خان موسٰی سنجیدہ جتاتے لہجے میں بول رہے تھے۔

پہلی بار ثنا بیگم ان کے الفاظ پر خفت زدہ رہ گئی تھیں۔ایک نومولود بچی کے لیے جو انہوں نے بغض پالا تھا وہ انہیں اب بھی یاد تھا اور شاید سب کو ہی یاد رہے والا تھا۔

"خان صاحب بہتر نہیں کہ ابراہیم اسے کچھ وقت کے لیے شہر لے جائے۔۔وہ یہاں تنگ ہو رہی ہے۔"

زرشے پریشان سی بولیں تو خان موسٰی سر ہلا گئے۔

"کرتا ہوں ابراہیم سے بات۔۔کہہ رہا تھا کل جانا ہے۔اپنی بیوی کو بھی ساتھ لے جائے۔"

خان موسٰی فیصلہ کن لہجے میں بولے۔

وہاں کمرے میں حمینہ ابراہیم کے سینے میں چہرہ چھپائے بری طرح رو رہی تھی۔

اس کی حالت کسی سہمے ہوئے بچے کی مانند ہو رہی تھی جس کے اندر۔۔ایک سیاہی ڈیرہ ڈال لے۔۔

جو پھر روشنیوں میں بھی اسی اندھیرے میں گھرا

رہے۔۔ جسے رونے کو کندھا چاہئیے ہو۔۔

جو چھپنے کی جگہ تلاش کرے۔۔

ابراہیم اسے خود میں سمیٹے متاسف سا بیٹھا تھا۔

اور وہ اسے ہمیشہ اپنے حصار میں محفوظ رکھنے کو تیار تھا۔ وہ اسی کے ساتھ جینا چاہتا تھا۔

oooooooooooooo

حمالہ سوئی جاگی سی اسوان کے پاس بیٹھی تھی۔ رات احتجاج میں گزری تھی اور صبح صبح اوراد نے یونی کے لیے جگا دیا تھا۔ اس پر صدمہ یہ کہ وہ ناغصہ کر پائی تھی نا یونی آنے سے منع کیا۔ وہ اوراد سے ناراض تھی، وہ اس سے بات ہی نہیں کرنا چاہتی تھی اور وہ بھی اسے منا نہیں رہا تھا۔

گلالئی تیزی سے برگر ختم کرنے میں مصروف تھی۔

"علیہا جانے سے پہلے ملی ہی نہیں۔۔ نہایت بے مروت لڑکی نکلی یہ تو۔۔" گلالئی نے آخری بائٹ لیتے ہوئے تاسف سے سر ہلایا۔

"کیف بھائی کو واپس جلدی جانا تھا۔ نیکسٹ ائیر آئے گی واپس۔۔ پھر مل لینا۔" اسوان نے اسے تسلی دی۔

"تم بھی لالا کے ساتھ شہر بھاگ آئیں۔ بے مروت انسان۔۔" گلالئی نے اسے دیکھ کر ابرو چڑھائے۔

"اور یہ بھی شادی کے بعد یہاں یونی میں ہی مل رہی ہے مجھ سے۔۔ یعنی پورا خاندان ہی بے مروت ہے۔۔"

وہ حمالہ کو دیکھ کر مزید بولی تو اسوان نے اسے گھورا۔

"تمہارے لالا کو ہزار مرتبہ کہہ چکی ہوں کہ تم لوگوں سے ملنے چلیں، وہی بے مروت ہیں جو اپنے گھر جانے سے بھی اکتاتے ہیں۔

ماما پاپا سے ملنے کے لیے بھی تین دن منتیں کیں پھر وہ لے گئے، بس اور اد لالا کے گھر فوراً لے گئے تھے۔

نہایت بدزوق ہے تمہارا بھائی سچ میں۔۔"

اسوان ناک چڑھائے جتاتے لہجے میں بولتی جا رہی تھی۔ گلالئ نے اپنے موبائل پر بٹن ٹچ کیا اور کھلکھلائی۔

"میں نے ریکارڈ کر لی تمہاری بات۔۔ میں جانتی تھی تم میری بات کا جواب ضرور دو گی اور جواب میں لالا پر نا بولو یہ ہو ہی نہیں سکتا۔۔"

گلالئ کی بات پر اسوان کے ہوش اڑ گئے۔

"گلالئ تم نہایت بے ہودہ لڑکی ہو۔ ابھی ڈیلیٹ کرو۔۔" اسوان غصے سے چیخی۔ گلالئ جلدی سے اپنا موبائل لاک کر گئی۔ حمالہ بے زار سی جمائیاں لے رہی تھی۔

"دفع ہو جاؤ تم۔۔ حمالہ تم بتاؤ اور اد لالا نے دوبارہ غصہ تو نہیں کیا تھا؟؟" اسوان غصہ دباتی گلالئی کو نظرانداز کر کے حمالہ سے پوچھنے لگی۔

"اب ان کو ضرورت نہیں رہی مجھ پر غصہ کرنے کی۔۔

وہ اب اپنے لیے ایک اچھی بیوی لانے والے ہیں جو انہیں غصہ نہیں دلائے گی جو خانی مورے کو پسند ہو گی۔۔" حمالہ خفگی سے بول رہی تھی۔

"مطلب وہ دوسری شادی کر رہے ہیں؟" گلالئی کو جھٹکا لگا تھا۔ اسوان بھی ٹھٹک گئی۔

"جی ہاں۔" حمالہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اور یہاں میری پہلی شادی ہی نہیں ہوئی۔۔"

گلالئی نے آہ بھری۔ اسوان نے اسے گھورا۔

"حمالہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہو گی۔" اسوان نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

وہ سر جھٹک کر موبائل پر وقت دیکھنے لگی۔ اس کا ڈرائیور آنے والا تھا۔ وہ بیگ اٹھائے کھڑی ہو گئی۔

"میں اب جاتی ہوں۔ ڈرائیور آنے والا ہو گا۔"

حمالہ سنجیدگی سے بولتی قدم آگے بڑھا گئی۔

اسوان فکر مندی سے اسے جاتا دیکھ رہی تھی۔ گلالئ نے دور سے آتے ایاد کو ہاتھ ہلا کر متوجہ کیا۔

"سنو۔۔ لالا کو گھر آنے پر راضی کرو اس ویک۔۔"

گلالئ نے بھائی کو بلاتے ہی اسوان کو اس کے خلاف شروع کرنے کے لیے درخواست کی۔

"تمہارے لالا فی الحال صرف میرے ساتھ وقت گزارنا چاہتے ہیں اس لیے چلتی پھرتی نظر آؤ قومی کنواری۔"

اسوان اسے جتاتے ہوئے نخرے سے بول رہی تھی۔

ان کے قریب آئے ایاد نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"گلالئ بابا لینے آئیں گے یا ہمارے ساتھ جانا ہے؟"

ایاد کے اچانک سوال پر اسوان کو جھٹکا لگا۔ وہ گھبرا کر سیدھی ہوتی ایاد کو دیکھنے لگی۔

"آپ کے ساتھ جانا ہے، بڑی مامی کے ہاں جانا ہے ناں آج رات۔۔ مورے اور میں نے۔۔"

گلالئ ہنسی دبائے بھائی کو جواب دیتی کھڑی ہو گئی۔ ایاد نے سر ہلا کر اسوان کو دیکھا تو وہ نظریں چرائے یہاں وہاں دیکھنے میں مصروف تھی۔

"ٹھیک ہے آ جاؤ دونوں۔۔ میں نے آفس سے کچھ سامان اٹھانا ہے پھر چلتے ہیں۔" وہ اسوان پر مسکراتی نظر ڈال کر آگے بڑھ گیا۔

"گلالئ لعنت ہے تم پر۔۔ دشمن سے بھی بدتر دوست ہو تم۔۔" اسوان پیچھے گلالئ پر غصہ ہو رہی تھی۔

وہ لاپروائی سے ہنستی ایاد کے پیچھے بھاگ گئی۔

اسوان خفت سے پہلو بدلتی اپنا سامان اٹھانے لگی۔

اگر ایاد نے سب سن لیا ہو تو۔۔۔؟؟؟

اسوان کے دماغ میں یہ پریشانی اٹک چکی تھی۔

oooooooooo

حمالہ یونی سے نکل کر یہاں وہاں دیکھنے لگی، ڈرائیور ابھی پہنچا نہیں تھا۔اس کے بتائے وقت میں سے چند منٹ ابھی باقی تھے۔

وہ نیند سے پاگل ہو رہی تھی، بے زار سی وہیں ٹہلنے لگی۔اسے بس گھر جا کر سونے کی جلدی تھی۔یونی کے بالکل سامنے کیفے میں بیٹھے ماحد خان کی نظر اس پر پڑی تو حجاب میں بھی اسے پہچان گیا۔

جھٹکے سے اٹھ کر یونی کی طرف بھاگا۔اپنی چال چلنے کا اسے اتنی جلدی موقع مل جائے گا وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

"حمالہ داور۔۔" اس کے سامنے پہنچ کر پھولی ہوئی سانسوں میں اسے پکار کر متوجہ کر گیا۔

حمالہ اسے دیکھ کر بے زاری سے رخ موڑ گئی۔

"تمہیں بس گُلے کا بتانے آیا تھا۔بہت بیمار ہیں وہ حمالہ۔۔تم سے ملنا چاہتی ہیں ایک بار۔۔

تمہاری حویلی والے آخر میرا غصہ ان پر کیوں اتار رہے ہیں، وہ تمہیں دیکھنے کے لیے تڑپ رہی ہیں۔"

ماحد خان تیزی سے بول رہا تھا۔ حمالہ اپنی نانی کے بارے میں سن کر بے چین سی ہو گئی۔

"بتانے کا شکریہ۔۔ میں اپنے ہزبینڈ کے ساتھ ان سے ملنے آؤں گی۔" وہ اسے جتا کر بولتی رخ موڑ گئی۔

"تمہارا ہزبینڈ؟؟ وہ تمہیں کبھی خٹک حویلی نہیں لائے گا۔ تم گُلے سے کبھی نہیں ملو گی اور وہ تمہیں دیکھنے کی چاہ لیے ہی دنیا سے جائیں گی۔"

ماحد خان ضبط سے بول رہا تھا۔ حمالہ آخری جملے پر تڑپ کر سیدھی ہوئی۔

اس کے اندر ماحد کے خلاف شدید غصہ بھر گیا تھا۔

"اللہ نا کرے۔۔۔ ان کو کچھ نہیں ہو گا۔۔۔

اور میری حویلی والوں کے بارے میں آپ صرف زہر ہی اگل سکتے ہیں کیونکہ ان کے برابر غیرت مند ہونا مشکل ترین بات ہے آپ کے لیے۔۔۔

میرے راستے میں دوبارہ نہیں آیئے گا ورنہ میں حدیر چاچو کو آپ کے بارے میں بتا دوں گی پھر اپنے انجام کے لیے تیار رہیے گا۔" وہ لہجہ سخت کر کے بولتی وہاں سے پلٹی۔ ماحد خان نے ایک تیز نظر اطراف میں دوڑائی اور آگے بڑھ کر حمالہ کی کلائی جکڑ لی۔

"تم سیدھے الفاظ میں سنتی کب ہو۔۔ خان حویلی کے ہر فرد میں اکڑ بہت زیادہ ہے۔" وہ اسے کھینچ کر اپنی گاڑی تک لاتے ہوئے بولا۔

"میرا ہاتھ چھوڑیں ورنہ میں شور مچا دوں گی۔"

حمالہ اپنی کلائی چھڑوانے کی کوشش کرنے لگی۔

وہ اسے بے دردی سے گاڑی میں پٹختا ڈور لاک کر گیا۔

"یہ کیا بد تمیزی ہے۔ ڈور کھولیں، مجھے نہیں جانا۔۔"

حمالہ اس پر چیخنے لگی۔ ماحد گاڑی میں بیٹھتے ہی گاڑی سٹارٹ کر گیا۔

"تم چیختی رہو حمالہ داور خان۔۔ مجھے سکون ملے گا اور ہو سکتا ہے تم پر ترس بھی آ جائے۔۔"

ماحد خان نے سکون سے اسے جواب دیا اور گاڑی آگے بڑھا دی۔ ہاتھ بڑھا کر اس کے سر پر رکھا تو وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر ڈور سے جا لگی۔

"گھٹیا انسان حدیر چاچو چھوڑیں گے نہیں۔۔ میں اپنے بابا کو بتاؤں گی۔ مجھے ہاتھ مت لگانا۔۔"

حمالہ اسے دھمکاتی ڈر کر رونے لگی۔ وہ اپنے موبائل پر اس کی روتی آواز ریکارڈ کر کے سر ہلا گیا۔

"فکر مت کرو تمہیں اغوا نہیں کر رہا۔۔ صرف گلے سے ملوانے لے جا رہا ہوں۔ اس لیے سکون سے بیٹھ جاؤ۔۔"

اس نے تسلی دی مگر حمالہ بار بار لاکڈ ڈور کھولنے کی کوشش کیے جا رہی تھی۔

وہ جانتی تھی اسے خٹک حویلی جانا منع ہے۔ وہ وہاں اگر ماحد خان کے ساتھ پہنچی تو شاید خان حویلی والے اسے کبھی معاف نا کرتے۔

"مجھے جانے دیں میں وعدہ کرتی ہوں گلے سے ملنے ضرور آؤں گی مگر ابھی ایسے نہیں۔۔ پلیز مجھے ابھی جانے دیں ورنہ سب مجھ پر غصہ کریں گے۔"

وہ دھمکیوں کا اثر نا ہوتا دیکھ کر منتیں کرنے لگی۔

"یہی تو چاہتا ہوں سب کو غصہ آئے۔ وہ سب پاگل ہو جائیں۔ ہر وقت دوسروں کو سولی پر لٹکائے رکھتے ہیں کچھ تو وہ بھی پریشان ہوں ناں۔۔"

ماحد خان نہایت اطمینان سے بول رہا تھا۔ حمالہ روتے ہوئے پاگلوں کی طرح شیشے پر ہاتھ مارنے لگی۔

ماحد خان تیز رفتاری سے خٹک حویلی پہنچا۔ حمالہ رو رو کر نڈھال ہو چکی تھی۔ ماحد نے اس کا موبائل چھینا اور اس کا فنگر پرنٹ لگا کر ان لاک کرتا تیزی سے میسج ٹائپ کرنے لگا۔

پھر اسے زبردستی کھینچ کر اندر لے جا کر وہ گُلے جان کے حوالے کر گیا تھا۔ گلے جان حمالہ کی بکھری حالت دیکھ کر گھبرا گئیں۔

"اس کے ساتھ کیا کیا تم نے ماحد خان؟؟ کیا حرکت کی ہے اس کے ساتھ۔۔" گلے جان بھڑک اٹھی تھیں۔

حویلی میں پہلی بار یعقوب خٹک بھی ماحد خان پر چیخے تھے کیونکہ حمالہ بے شک خان حویلی کی بیٹی تھی مگر وہ ان کی بھی نواسی اور بھانجی تھی۔

اس کی حالت نے سب کو گھبراہٹ میں مبتلا کر دیا تھا۔ اس کا گھر تو وہ لوگ بھی تباہ نہیں کرنا

چاہتے تھے۔ مگر ماحد خان۔۔۔ شاید یہی چاہتا تھا۔۔

oooooooooooo

ایقان خان ریاض کا انتظار کرتی رہی اور جب وہ دو دن بعد بھی نہیں لوٹا تو مجبوراً اسے کال ملائی۔

"خان صاحب آپ نے واپس آنا تھا، آئے نہیں۔۔"

وہ پریشانی سے سوال کر رہی تھی۔ ماحد خان کی خاموشی اسے خوش کرنے کی بجائے گھبراہٹ میں مبتلا کر رہی تھی۔

"سوری۔۔ بس ایک میٹنگ کے بعد دوسری اور اس کے بعد بزنس ڈنر۔۔ اسی میں دو دن لگا دیئے۔۔ اب واپسی ہے، راستے میں ہی ہوں۔۔ کچھ کہنا تھا؟"

ریاض نے معذرت کرتے ہوئے نرمی سے سوال کیا۔

"جی آپ آ جائیں تو بات کرنی ہے۔" وہ اس کے آنے کا سن کر مطمئن ہو گئی۔

کال کاٹ کر دیکھا تو میسج آیا ہوا تھا۔ وہ چونک گئی۔ چند دن کی خاموشی ٹوٹ گئی تھی۔۔ ماحد خان نے وائس بھیجی تھی۔

ایقان نے کپکپاتی انگلی اس میسج پر رکھی۔

(گھٹیا انسان حدیر چاچو چھوڑیں گے نہیں۔۔ میں اپنے بابا کو بتاؤں گی۔ مجھے ہاتھ مت لگانا۔۔)

ایقان حمالہ کی روتی آواز پر خوف سے ساکن ہوئی۔

"حمالہ۔۔حمالہ تمہارے ساتھ کیوں ہے؟" ایقان میسج پر میسج کرتی جارہی تھی مگر جواب نہیں آیا۔

وہ حمالہ کی فکر میں پاگل ہونے لگی۔حمالہ کو کال کی مگر وہ اٹینڈ نہیں کر رہی تھی۔اس نے گھبرا کر اوراد کو کال ملائی۔۔

"السلام و علیکم۔۔" کچھ توقف کے بعد موبائل سے اوراد کی مصروف بھاری آواز گونجی تھی۔

"لالا کیا۔۔حمالہ سے بات ہو سکتی ہے؟" ایقان اپنی کپکپاتی آواز پر قابو پا کر بولی تھی۔

"میں آفس میں ہوں۔اس کے نمبر پر ٹرائی کریں۔"

اوراد اسے پہچان کر سنجیدگی سے بولا۔

"جی ٹھیک ہے۔" وہ کال کاٹ کر رونے لگی۔

ماحد خان جواب نہیں دے رہا تھا،حمالہ کا فون رنگ کرتا تھا مگر وہ کال نہیں اٹھا رہی تھی۔

"یا اللہ حمالہ ٹھیک ہو۔" وہ سسکیاں دبائے دعا کرنے لگی۔سچ جانے بنا کسی کو کچھ بتا نہیں سکتی تھی۔

آدھے گھنٹے کے بعد ماحد خان کی کال آنے لگی تھی،اس نے پہلی بار فوری کال اٹینڈ کی۔

"آج جیسے میری کال تم نے اٹھائی ہے،مجھے یقین ہو گیا ہے،حمالہ داور کو کڈنیپ کرنے کا میرا فیصلہ غلط نہیں تھا۔" ماحد خان کی ہنستی آواز پر ایقان نے خود پر ضبط کے گہرے کڑے بٹھائے تھے۔

"میں بس۔۔یہی سننا چاہتی تھی۔اب فیصلہ حدیر ماموں کریں گے۔" وہ آواز کی کپکپاہٹ پر قابو پا کر بولی تھی۔ماحد خان ہنس پڑا۔

"اور وہ مجھے ڈھونڈیں گے کہاں۔۔۔ حمالہ میرے پاس ہے اور میں کہاں ہوں کوئی نہیں جانتا۔۔

دیکھو ایقان وقت کم ہے، سچ تو یہ ہے کہ حمالہ بھی کافی خوب صورت لڑکی ہے اور میری نیت ویسے ہی خراب ہو رہی ہے مگر تمہاری خاطر اسے ہاتھ نہیں لگا رہا۔۔

اب تمہیں بس اتنا کرنا ہے کہ خان رباض سے طلاق مانگ لو۔۔ یا تم طلاق لے کر میرے پاس آؤ یا میں حمالہ داور خان کو اپنے پاس رکھ لیتا ہوں۔۔

فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے اور وقت صرف ایک گھنٹہ ہے۔۔ ایک گھنٹے کے اندر اندر خان رباض سے طلاق کا مطالبہ کرو اور ہاں اپنی طلاق مانگنے کی ریکارڈنگ بھیجنا مت بھولنا۔۔

تمہارا طلاق کا مطالبہ سنتے ہی میں حمالہ داور خان کو آزاد کر دوں گا اور اگر۔۔۔ ایک گھنٹے سے وقت اوپر گیا تو پھر بس حمالہ داور ہو گی اور میں۔۔"

ماحد خان مکروہ لہجے میں بولتا ہنس رہا تھا۔ ایقان اس کے الفاظ پر ساکت رہ گئی تھی۔

کال کٹ چکی تھی، ایقان پھر سے حمالہ کو کال کرنے لگی، ایک امید تھی کہ شاید ماحد خان جھوٹ بول رہا ہو مگر۔۔۔ کال اٹینڈ ہوئی تو آگے ماحد تھا۔

"لگتا ہے میری بات کا تمہیں یقین نہیں ہے۔ اگر تم چاہو تو حمالہ کے ساتھ اپنی تصاویر بنا کر بھیجوں کیا؟؟"

ماحد خان کے سرد لہجے پر اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سرد سی لہر دوڑ گئی تھی۔ وہ کال کاٹ گیا۔

امید ختم ہوئی۔۔ایقان جامد سی ہو گئی۔۔

گھڑی کی ٹک ٹک وقت کے گزرنے کا احساس دلا رہی تھی۔ایقان مجسمہ بنی سوچ میں گم تھی۔

وہ خود کو قربان کر دے؟؟ایک بار پھر سے۔۔۔؟؟

خان رباض کا تحفظ بھرا حصار چھوڑ کر ماحد خان کی بات مان لے؟ وہی کیوں۔۔؟؟

ہر بار وہی کیوں مشکل اٹھائے، وہی کیوں زلیل ہو۔۔

اس نے حمالہ کو کڈنیپ نہیں کروایا تھا۔۔

وہ خود غرض ہونا چاہتی تھی، وہ اس بار آنکھیں اور کان بند کر لینا چاہتی تھی۔۔ وہ رباض سے دور نہیں جانا چاہتی تھی۔وہ سسکیاں بھرتی رونے لگی۔

خان رباض پہنچا تو وہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"ایم سو سوری۔۔ میں نے کوشش کی مگر لیٹ ہو گیا۔"

رباض اسے یوں ساکت بیٹھا دیکھ کر شرمندگی سے وضاحت دینے لگا۔وہ سر مزید جھکاتی بے آواز آنسو بہانے لگی۔

"ایقان ناراض ہو؟" وہ اس کے پاس بیٹھ کر نرمی سے بولا تو ایقان بے ساختہ سسک پڑی۔رباض ٹھٹک گیا۔

"آپ کے لیے میری کسی بات کی اہمیت نہیں ہے۔۔

مجھ سے زیادہ ضروری بزنس ڈنر تھا۔ مجھے بات کرنی تھی آپ سے۔۔ بار بار کہا تھا ضروری بات ہے۔"

وہ اچانک ہذیانی سی ہو کر اس پر چیخی۔

"ایقان۔۔" ریاض حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

"آپ کی وجہ سے میں مشکل میں پڑ گئی ہوں۔"

وہ روتے ہوئے اپنا موبائل اٹھا کر آن کرنے لگی۔

"کیا مشکل ہو گئی؟ اچھا سوری، میں معافی مانگتا ہوں، بتاؤ کیا پریشانی ہے۔ میں ہوں ناں پریشان کیوں ہوتی ہو مجھے بتاؤ۔۔" وہ نرمی اور اپنائیت سے بولتا اس کے آنسو صاف کرنے لگا۔

اس کی محبت ایقان کو مشکل میں ڈال رہی تھی۔ ریکارڈنگ کے بٹن پر ہاتھ رکھتی وہ اذیت سے پاگل ہونے لگی۔ کاش وہ خود غرض ہو جائے۔

کاش وہ حمالہ کو جانے دے، اس کو نا سوچے مگر۔۔۔

"مجھے آپ سے طلاق چاہیئے۔۔" وہ اپنا جملہ ادا کرتی ضبط سے آنکھیں بند کر گئی۔

"کیا بکواس کر رہی ہو؟ میں بزی تھا اس لیے نہیں آیا۔۔ اتنا غصہ کرنے والی کیا بات ہے اس میں۔۔"

ریاض نے ماتھے پر بل ڈال کر اسے دیکھا۔ وہ بے دردی سے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے رخ موڑ گئی۔

"غصہ والی بات نہیں ہے۔ مجھے اب صرف طلاق۔۔

"بکواس بند کرو ایقان۔۔" اس کا جملہ ریاض نے نہایت درشتگی سے کاٹا تھا۔ وہ لب دباتی سسکی روک گئی۔

"آئندہ یہ لفظ اپنے منہ سے مت نکالنا۔۔ تمہارے لیے یہ رشتہ کھیل ہے، جب دل چاہا طلاق مانگ لی۔۔؟؟"

ریاض نے تپ کر سوال کیا۔ وہ بے بس ہونے لگی۔

"ہاں ایک بار کھیل بن چکی ہوں تو دوسری بار سے کیا فرق پڑتا ہے۔ آپ سے بات کرنا چاہتی تھی آپ مجھے صرف ایک گھنٹہ نہیں دے سکے۔۔

آپ وعدہ کر کے گئے تھے جلدی واپس آئیں گے مگر آپ وعدہ بھول گئے۔ اب کوئی فائدہ نہیں رہا۔"

وہ بے بسی سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے بولی۔ اسے واقعی ریاض کا دیر سے آنا رلا رہا تھا۔

وہ پہلے آتا تو شاید یہ وقت نا آتا۔۔

"کیا مصیبت آن پڑی ہے تم پر جو اتنی پاگل ہو رہی ہو۔۔" وہ بمشکل لہجے پر قابو پا کر بول رہا تھا۔ وہ سر جھکائے بیٹھی رہی۔ ریکارڈنگ اب بھی ہو رہی تھی۔

اور ایقان کا وجود بھی ساکن ہوتا جا رہا تھا۔

"ٹھیک ہے بہتر ہے تم ابھی خاموش رہو۔۔ تمہارا دماغ ٹھکانے لگے تو پھر بات کریں گے۔

مجھے یقین نہیں آ رہا تم اتنی سی بات پر منہ بنائے بیٹھی ہو۔۔ لیکن میں اب مزید بات کروں گا تو شاید کچھ کر بیٹھوں گا تمہارے ساتھ۔۔" وہ ضبط سے بولتا سر جھٹک کر اٹھتے ہوئے وہاں سے چلا گیا۔

ایقان آنسو بہاتی ریکارڈنگ ماحد خان کو بھیج گئی۔

وہ ریکارڈنگ وصول کرتا قہقہہ لگا کر ہنسا۔

"واہ ایقان۔۔ تم واقعی پاگل ہو۔۔" ماحد خان اس کی بے وقوفی پر ہنس رہا تھا۔

"اب ہو گا اصل کھیل شروع۔۔ جب یہ ریکارڈنگ تمہارے غیرت مند شوہر کو بھیج کر بتاؤں گا تم مجھ سے رابطہ میں ہو۔۔ سوچو اس کی کیا حالت ہو گی۔۔"

وہ تمسخر سے ہنستا اپنے میسجز کلئیر کر گیا۔

oooooooooo

اورادنے ایقان کی کال بند ہونے پر موبائل ایک طرف رکھا اور فائلز پر سائن کرنے لگا۔

اس کا دماغ بھٹک بھٹک کر ایقان کی کال پر جا رہا تھا وہ کبھی اورادکو کال نہیں کرتی تھی۔

اس نے حمالہ کے نمبر پر کال کرنے کے لیے موبائل اٹھایا مگر اس کے ڈرائیور کی کال آنے پر رک گیا۔

"ہاں بولو۔۔" اورادنے فائل پر نظر دوڑاتے ہوئے سوال کیا۔

"خان صاحب۔۔ یونی کے باہر کھڑا ہوں، بی بی جی نہیں نکل رہیں۔" ڈرائیور نے پریشانی سے بتایا۔

" ابھی وہیں رکو۔۔" اورادنے اسے ہدایت دے کر کال کاٹی اور حمالہ کو کال ملانے لگا۔

بیل جا رہی تھی مگر کال اٹینڈ نہیں ہوئی۔ کال کاٹ کر اس نے پھر سے ملانے کا سوچا جب حمالہ کا میسج آیا۔

"میں گُلے جان سے ملنے خٹک حویلی آئی ہوں۔ بعد میں بات کروں گی۔" وہ اس میسج پر ٹھٹک گیا۔

سختی سے لب بھینچتا اپنی جگہ سے اٹھا اور آفس سے نکل گیا۔ تیز قدم باہر کی جانب اٹھ رہے تھے۔

اپنی گاڑی کے پاس پہنچا اور ڈرائیور یا گارڈز کو سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر گاڑی زن سے بھگا لے گیا۔

اس کے چہرے کا رنگ سرخ پڑ رہا تھا۔ سٹیرنگ پر مضبوطی سے رکھے ہاتھوں کی رگیں ابھر آئی تھیں۔

اس کا رخ۔۔ خٹک حویلی کی طرف تھا۔۔

oooooooooooo

حمالہ جب سے آئی تھی ایک ہی پوزیشن میں بیٹھی تھی۔ گلے جان نے بات کرنے کی کوشش کی، جوس منگوایا مگر وہ ایسے بیٹھی تھی جیسے آدھی مر چکی ہے۔

باقی جان تو ویسے بھی واپس جانے پر نکل جانی تھی، آج پہلی بار اپنی نانی کے پاس پہنچ کر بھی وہ ان سے نہیں مل رہی تھی۔

"حمالہ میری طرف دیکھو گڑیا۔۔ میں معافی مانگتی ہوں، خان حویلی والوں سے بھی معافی مانگوں گی۔

میں سب کو بتاؤں گی ماحد خان نے یہ حرکت کی ہے، ڈرو مت حمالہ۔۔ مجھے دیکھو۔۔"

گلے جان اسے پچکارتی منا رہی تھیں۔ وہ سہمی ہوئی سی اپنے کانوں پر ہاتھ رکھتی خود میں سمٹتی گھٹنے سمیٹ کر بیٹھ گئی۔

باہر یعقوب خٹک بے چینی سے ٹہل رہے تھے

"دماغ خراب کر دیا ہے تم نے میرا۔۔۔ زبردستی لانے کی کیا ضرورت تھی۔۔ اب کیا وضاحت دوں گا خان حویلی والوں کو۔۔" وہ گھبرائے ہوئے تھے۔

"یہی کہ وہ اپنی نانی سے ملنے آئی ہے۔ کون جانتا ہے کہ میں زبردستی لایا ہوں؟ وہ بچی نہیں ہے کہ اسے کھینچ کر لایا جائے۔ وہ گلے جان سے ملنا چاہتی تھی اس لیے آ گئی مگر اب خان حویلی کے فرعون صفت مردوں سے ڈر رہی ہے۔" ماحد خان نے متنفر لہجے میں بولتے ہوئے جھوٹ کا سہارا لیا۔

"اگر ایسا ہے تو۔۔ میں بات کرتا ہوں خان داور سے۔۔" یعقوب خٹک نے خان داور کو کال ملائی۔

ماحد خان سب کو سوچوں میں الجھا کر گلے جان کے کمرے میں پہنچا تو گلے سر پکڑ کر بیٹھی تھیں۔

حمالہ ایک طرف صوفے پر گھٹنے سینے سے لگائے گھڑی بنی جامد سی بیٹھی تھی۔

"یہ لو تمہارا موبائل۔۔"

ماحد نے بے نیازی سے اس کا موبائل اسے پکڑایا۔ گلے جان سرد نظروں سے اسے گھورنے لگیں۔

"تمہارا کوئی لینا دینا نہیں تھا ویسے مگر کیا کروں تمہاری ضرورت پڑ گئی۔ اگر تمہارا گھر خراب ہوا تو مجھے معاف کر دینا۔ بس ایک چھوٹی سی شرارت کر بیٹھا ہوں۔" وہ چسکے لے کر بولتا اس میسج کا حوالہ دے رہا تھا جو وہ حمالہ کی طرف سے اوراد کو کر چکا تھا۔ حمالہ کے اندر نفرت بھر گئی۔

"یہاں سے چلے جاؤ ماحد ورنہ ساری زندگی معاف نہیں کروں گی۔ تمہاری فطرت تو ایقان کی حالت پر ہی کھل گئی تھی مگر تم مجھے یوں شرمندہ کرواؤ گے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔۔

دفع ہو جاؤ یہاں سے اور اپنی شکل مت دکھانا مجھے۔"

گلے جان کے نفرت بھرے لہجے پر وہ یکدم سیدھا ہوا اور حیرت سے انہیں دیکھنے لگا۔

"آپ کے لیے لایا ہوں اسے۔۔ ہر وقت اس کی باتیں کر کے روتی تھیں آپ۔۔ اب لایا ہوں تاکہ مل لیں۔۔"

وہ جھوٹ بولتا ان کے سامنے خود کو اچھا بنانے لگا۔ گلے جان کی آنکھیں بھر آئیں۔

"یہ نہیں کہا تھا اسے کھینچ کر لے آؤ۔۔ اس کی حالت دیکھ رہے ہو۔۔ کیسے سہمی ہوئی ہے۔

مجھے افسوس ہے تم پر اپنی محبت ضائع کی۔ تمہیں میری عزت کا بھی خیال نہیں رہا۔۔

میری حمالہ کا گھر خراب ہوا تو میں اپنا مرا ہوا منہ تمہیں نا دکھانے کی وصیت کر جاؤں گی۔"

گلے جان لرزش زدہ آواز میں بولتی اپنے دل پر ہاتھ رکھے سسکنے لگیں۔ ماحد ساکت سا انہیں دیکھنے لگا۔

اسے لگتا تھا گلے جان کو دنیا میں سب سے زیادہ وہی پیارا ہے۔۔ نہیں۔۔ انہیں حمالہ ماحد خان سے زیادہ عزیز تھی۔ وہ ایک تنفر بھری نظر حمالہ پر ڈال کر وہاں سے چلا گیا۔

اور حمالہ۔۔ وہ تو جیسے وہاں تھی ہی نہیں۔۔۔

oooooooooo

اس وقت خان حویلی میں سب بڑے بیٹھے ہوئے تھے۔

"میں چاہتی ہوں الہام اور احواد کا نکاح کر دیں۔ الہام کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ احواد کو ہم سب جانتے ہیں۔ میں تم سے التجا کرتی ہوں خانزادہ میری مرحومہ بہن کی روح کو سکون مل جائے گا۔"

خانی بیگم رنجیدگی سے بول رہی تھیں۔ خانزادہ نے محبت سے ان کے ہاتھ تھامے۔

"مورے آپ التجا کیوں کریں گی۔ ماں ہیں، حکم کریں۔۔ میں الہام سے پوچھتا ہوں وہ مطمئن ہے تو ٹھیک ہے احواد بھی ہمارے گھر کی بچی ہے۔"

خانزادہ نے انہیں مان سے کہا تو وہ تشکر سے انہیں دیکھنے لگیں۔ اسی وقت خان داور کے موبائل پر یعقوب خٹک کی کال آنے لگی۔

"یعقوب خٹک؟" انہوں نے حیرت سے نام دوہراتے ہوئے خانزادہ کو دیکھا تو وہ بھی متوجہ ہوئے۔

"السلام و علیکم۔" داور کال اٹینڈ کر کے سنجیدگی سے بولے تھے۔ سب میں خاموشی چھا گئی تھی۔

"خان داور کیسے ہو؟ میں تمہیں بتانا چاہتا تھا حمالہ ہمارے پاس ملنے کے لیے آئی ہے۔۔" یعقوب خٹک کی بات پر خان داور کو جھٹکا لگا تھا۔

"دیکھو گلے کی طبیعت خراب تھی۔اس بچی کا ہم سے بھی کوئی رشتہ ہے آخر۔۔پریشان ہوئی تو ماحد کے ساتھ چلی آئی مگر اب سہمی ہوئی ہے۔۔

تم باپ ہو اسے سمجھنے کی کوشش کرو، وہ حساس بچی ہے، کیوں دبا رہے ہو اسے۔۔"

یعقوب خٹک تیزی سے بولتے جا رہے تھے۔ایسا لگتا تھا جیسے آج اور ابھی خان داور کو منا لینا چاہتے ہیں۔

"ہمیں کیا کرنا ہے وہ ہم بہتر جانتے ہیں۔میں اسے لینے آ رہا ہوں۔اسے بولیے وہیں رکے۔" خان داور ترش لہجے میں بولتے کال کاٹ گئے۔

"کیا ہوا؟؟" گل جان نے گھبرا کر سوال کیا۔

"حمالہ خٹک حویلی گئی ہوئی ہے۔اس نے میری نرمی اور پیار کا بہت فائدہ اٹھایا ہے۔شاید مجھے اسے سمجھانے کے لیے پہلے روز سے سختی کرنی چاہیئے تھی۔" خان داور غصے سے بول رہے تھے۔

وہ ماحد خان کے ساتھ گئی تھی، یہ بات وہ سب سے چھپا گئے تھے مگر یہ بات ان کو عجیب سے خوف میں دھکیل گئی تھی۔

ماحد خان جیسا جنگلی بھلا قابل اعتبار تھا؟؟

"یہ لڑکی میرے اعصاب پر بھاری پڑ رہی ہے۔اسے اوراد کا بالکل خیال نہیں ہے۔" خانی بیگم کا ضبط جواب دینے لگا جبکہ مرحا ابھی تک بے یقین سی بیٹھی تھیں۔

oooooooooo

ابراہیم خاموشی سے ڈرائیور کر رہا تھا۔ایک نظر ساتھ والی سیٹ پر بیٹھی حمینہ کو دیکھا۔

وہ شیشے سے سر ٹکائے آنکھیں موند کر بیٹھی تھی۔آج صبح ہی وہ اسے اپنے ساتھ لانے کا سوچ چکا تھا اور کسی کو اعتراض نہیں تھا۔

ابراہیم نے ہاتھ بڑھا کر اس کا سر تھام کر سیدھا کیا۔وہ آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگی۔

"تھک گئی ہو؟" ابراہیم نے نرمی سے سوال کیا۔

"جی۔" وہ آہستگی سے بولی اور سیدھی ہو کر بیٹھی۔

"کیا میرے بھائی مجھے قبول کر لیں گے؟آپ ان کو منائیں گے ناں؟؟" وہ ابراہیم کو آس بھری نظروں سے دیکھ کر پوچھ رہی تھی۔وہ سر ہلا گیا۔

"میں مناؤں گا مگر ایسے نہیں۔۔۔ابھی ہم وہاں نہیں جائیں گے۔تم تھکی ہوئی ہو، میں چاہتا ہوں ریسٹ کرو اور فریش ہو کر اپنی ماں سے ملنے جاؤ۔۔"

ابراہیم نے اپنائیت نے اس کا سر تھپتھپایا۔

"میں جلد وہاں جانا چاہتی ہوں۔ مجھے اپنی اماں کے پاس رہنا ہے۔ وہ مجھے یاد کرتی ہوں گی، مجھے دیکھیں گی تو میرے بغیر نہیں رہ پائیں گی۔"

وہ خالی نظروں سے شیشے کے پار دوڑتے مناظر کو تکتے ہوئے بول رہی تھی۔ ابراہیم لب کاٹنے لگا۔

"کیا تم مجھے معاف کر سکتی ہو حمینہ۔۔" قدرے توقف کے بعد ابراہیم نے آہستگی سے سوال کیا تو وہ ناسمجھی سے پلٹ کر اسے دیکھنے لگی۔

"کہہ دو کہ معاف کر چکی ہو، ناراض نہیں ہو۔۔

میں ناکارہ سا ہو گیا ہوں تمہاری اداسی پر۔۔"

وہ مدھم لہجے میں بے بسی سے بول رہا تھا۔ باہر سفر کے ساتھ مناظر بدل رہے تھے۔ کاش زندگی کی مشکلات بھی ایسے کہیں پیچھے رہ جائیں۔۔ ابراہیم نے حمینہ کی خاموشی پر اسے دیکھتے ہوئے سوچا۔

"میں آپ سے کیوں ناراض ہوں گی۔" وہ بہت سوچنے کے بعد بس اتنا ہی بولی تھی۔

"پھر کس سے ناراض ہو۔۔" وہ نرمی سے پوچھنے لگا۔

"خود سے۔۔" وہ رخ موڑ گئی۔

"گہری باتیں مت کیا کرو ورنہ وقت سے پہلے بوڑھی ہو جاؤ گی۔ اپنی عمر کے حساب سے بات کرو۔" ابراہیم اسے بہلانے کے لیے ہلکے پھلکے لہجے میں بولا۔

"میرے ساتھ کچھ بھی میری عمر کے حساب سے نہیں ہوا۔" وہ تلخی بھرے لہجے میں بول رہی تھی۔

"حمینہ کبھی محبت ہوئی ہے؟" وہ بات بدل بدل کر تھک گیا تھا۔ یاسیت کے گہرے سائے اس چھوٹی لڑکی کے اندر تک پھیل چکے تھے۔

"وہ کیا ہوتی ہے۔" وہ سوال کرنے لگی۔ ابراہیم نے توجہ سے اسے دیکھا۔ وہ اسی کو دیکھ رہی تھی۔

وہ یکدم گاڑی کی سپیڈ سلو کرتا اس کی طرف جھکا۔

"وہی جو میں تم سے کرتا ہوں۔" وہ لبوں سے اس کے رخسار کو چھو کر سرگوشی میں بولا۔

حمینہ حیرت بھری نظریں اس کے چہرے پر ٹکا گئی۔ وجیہہ پرکشش چہرے پر نرم سی مسکراہٹ بکھیرے وہ اب روڈ پر نظر جما گیا تھا۔

تو کیا وہ محبت کرتا ہے؟ کیا واقعی۔۔۔ وہ الجھ گئی۔

"اس لیے۔۔ اپنے گھر والوں سے ملنے جانا مگر رہنے نہیں۔۔ تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا حمینہ۔۔ مجھے اب چھوڑ کر مت جانا۔۔" وہ نرم لہجے میں درخواست کر رہا تھا۔ حمینہ نے اس کے جملوں کو سنا اور باقی سارے راستے ان الفاظ کو ہی سوچا تھا۔۔

وہ لہجہ اور الفاظ۔۔ وہ اظہار۔۔ وہ محبت۔۔

سب کچھ پرکشش تھا۔ سحر زدہ کرنے والا تھا۔

شاید واقعی محبت اپنے اندر خاص اثر رکھتی ہے۔

oooooooooooo

اوراد خانزادہ آندھی طوفان کی طرح خٹک حویلی پہنچا تھا۔ مردان خانے میں بیٹھے خٹک حویلی کے سب مرد چونک گئے تھے۔

"تم یہاں سے چلے جاؤ میں اسے یہیں لاتا ہوں۔"

یعقوب خٹک کے بڑے بیٹے نے ماحد خان کو گھور کر کہا تو وہ ڈھٹائی سے بیٹھا نفی میں سر ہلا گیا۔

"اور میں کیوں چھپوں گا؟ میں نے کیا غلط کیا ہے۔" ماحد خان سکون سے بولا۔ وہ تو بس اپنے میسج کا ری ایکشن دیکھنا چاہتا تھا۔

"اپنی زبان کو لگام دے کر رکھنا۔" یعقوب خٹک نے اسے سختی سے ہدایت دی۔ وہ کندھے اچکا گیا۔

اوراد کو اندر آنے کا کہا مگر وہ وہیں دروازے پر رک گیا۔

"میری بیوی کہاں ہے۔ اسے بلائیں۔" اوراد نے ایک تیکھی نظر ماحد خان پر ڈال کر سرد لہجے میں کہا۔

"بیٹھو خان اوراد۔۔ ہمیں مہمان نوازی کا موقع دو۔۔

تمہاری بیوی کی طرف سے رشتہ داری ہے ہماری بھی۔۔"

ماحد خان جتاتے لہجے میں بولا۔ خٹک حویلی کے مرد اس کی ڈھٹائی پر زچ ہوئے۔

یعقوب خٹک نے زنان خانے میں پیغام بھیج دیا۔ اچھا ہی تھا کہ اوراد خانزادہ کچھ جانتا نہیں تھا اور امن سکون سے اسے لینے آ گیا تھا۔ اس سے پہلے کہ معاملہ بگڑتا یعقوب خٹک حمالہ کو اوراد کے ساتھ بھیج دینا چاہتے تھے۔

زنان خانے میں بیٹھی حمالہ کو اوراد کے آنے کی خبر ملی تو اس کا سانس خشک ہو گیا۔ جلدی سے حجاب درست کر کے اپنے بیگ کو ہاتھ مارتی کھڑی ہوئی۔

"جب سے آئی ہو روٹھی ہوئی بیٹھی رہی ہو۔ اب جاتے ہوئے نانی سے ملتی تو جاؤ حمالہ۔۔" گلے جان نے دکھ بھری نظروں سے اسے دیکھ کر کہا تو وہ ہونٹ لٹکائے سسکیاں بھرتی ان کے پاس پہنچی اور ان کے سینے سے لگ گئی۔

"مجھے نہیں آنا تھا نانو۔۔۔ مجھے سب نے منع کیا تھا اور آج پتا چل رہا ہے کیوں منع کیا تھا۔۔

میرے ساتھ زبردستی کر کے اچھا نہیں کیا، مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" وہ آنکھیں میچے بچوں کی طرح رونے لگی۔ وہ نہیں آنا چاہتی تھی، وہ یہ بات کیسے ثابت کرے گی؟؟ اسے یقین تھا اور اداس پر یقین نہیں کرے گا۔۔ اب تو بالکل نہیں۔۔

"تم کہو تو میں اس سے بات کرتی ہوں۔ میں بتاؤں گی حمالہ۔۔" گلے جان اسے محبت سے چومتے ہوئے بولیں۔

"نہیں وہ آپ سے لڑیں گے تو مجھے اچھا نہیں لگے گا۔"

حمالہ اپنی آنکھیں رگڑ کر آنسو صاف کرتی نفی میں سر ہلا گئی۔ پھر ہاتھ ہلاتی خدا حافظ بول کر ان کے کمرے سے نکل گئی۔

گلے جان بھاری دل سے اسے جاتا دیکھ رہی تھیں۔

وہ زنان خانے اور مردان خانے کے درمیانی دروازے پر پہنچی۔ سامنے مردوں میں اورادکھڑا تھا۔

اپنی تمام تر رعب دار اور سنجیدہ شخصیت کے ساتھ۔۔ سرد تاثرات لیے سب میں نمایاں سا۔۔۔

وہ حمالہ کو دیکھ کر اس کی طرف قدم بڑھا گیا۔

حمالہ نے اپنے بیگ پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے لرز کر آنکھیں میچ لی تھیں۔

وہ اس پر یقین کرے گا یا اسے غلط سمجھے گا؟؟

وہ ڈانٹے گا؟ مارے گا؟ اس کے قریب آنے تک حمالہ انہی سوچوں میں گم خوفزدہ سی کھڑی تھی۔

oooooooooooo

اس کے قریب آنے تک حمالہ انہی سوچوں میں گم خوفزدہ سی کھڑی تھی۔

"تمہیں یہاں آنے سے منع کیا تھا ناں حمالہ۔۔"

اس کے قریب پہنچ کر وہ نہایت سنجیدہ اور مدھم لہجے میں بول رہا تھا۔

"میں نہیں آنا چاہتی تھی۔" وہ سسک کر بولی۔

"تمہیں کون لایا ہے؟ کیا تم خود نہیں آئیں۔"

وہ نرمی سے سوال کرنے لگا۔ اس کے لہجے پر حمالہ نے بے اختیار سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

وہ سنجیدہ تھا مگر غصہ نہیں کر رہا تھا۔ وہ سوال کر رہا تھا تو کیا اس کے جواب پر یقین کرے گا؟؟

وہ تیزی سے نفی میں سر ہلاتی پیچھے کھڑے ماحد کو دیکھنے لگی، اوراد نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو ماحد خان کھڑا تھا۔

"مجھے وہ انسان زبردستی لایا ہے۔" حمالہ کی سسکتی آواز پر اوراد کی آنکھوں میں خون اترا تھا۔

"تم جا کر گاڑی میں بیٹھو۔۔" اس نے پلٹ کر سپاٹ لہجے میں ہدایت دی تو حمالہ قدم بہ قدم پیچھے جاتی وہاں سے نکل گئی۔

"ماحد خان تم پہلے ہی ایقان کی وجہ سے خان حویلی والوں کا صبر آزما چکے ہو مگر میں بتا دوں مجھ میں اتنا ضبط بالکل نہیں ہے۔" وہ سرد لہجے میں بولتا اپنی پاکٹ سے ریوالور نکال کر اس کی طرف بڑھا۔

"خان اوراد بچی نے گھبرا کر کہہ دیا ورنہ ماحد کو زبردستی کرنے کی کیا ضرورت ہے، تم یہ ہتھیار رکھو بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔" یعقوب خٹک سنجیدگی سے بولتے درمیان میں آئے۔

ماحد خان اب بھی گردن اکڑائے کھڑا تھا۔

"اس نے گھبرا کر کہا ہے مگر سچ کہا ہے۔ ثبوت ماحد خان پہلے ہی اس کے نمبر سے مجھے میسج کر کے دے چکا ہے۔" اوراد کے ترش لہجے پر سب چونکے۔

ماحد اس کے پر یقین لہجے پر حیران ہو گیا۔

"کیسا میسج؟" ماحد خان نے ناسمجھی کا ڈرامہ کیا۔

"وہی میسج جس میں تم نے اپنی دادی کو گلے جان کہا تھا۔ حمالہ کبھی انہیں گلے جان نہیں کہتی۔"

اوراد سرد لہجے میں بولا۔ وہ جانتا تھا حمالہ انہیں نانو کہتی ہے، وہ میسج کبھی نہیں کرتی تھی، وہ چھوٹی سی بات کے لیے بھی کال کرتی تھی۔

تبھی حمالہ کی طرف سے ملا میسج دیکھتے ہی وہ چونک گیا تھا۔

"اوراد میں بات کرتا ہوں اس سے۔۔ تم آرام سے بیٹھ کر بات تو سنو۔۔۔" یعقوب خٹک نے اوراد خانزادہ کا بازو تھاما جو وہ جھٹکے سے چھڑوا گیا تھا۔

"مجھے آرام سے بات کرنا یا سننا نہیں آتا۔۔"

وہ بے تاثر لہجے میں بولتا ماحد خان کی طرف بڑھا۔

"تمہیں ہتھیار چلانے کی اجازت نہیں ہے، تم ہماری حویلی میں کھڑے ہو خان اوراد۔۔" یعقوب خٹک کے بیٹے نے اس کے سامنے آ کر کر ختگی سے کہا۔

"اسے ہتھیار چلانا آتا کب ہے، خان حویلی کے مردوں نے آج تک کسی کو شوٹ نہیں کیا۔۔

سردار خانزادہ نے کبھی کسی انسان پر ہتھیار کا استعمال نہیں کیا۔ ان کا واحد ہتھیار جرگہ اور لفظی دھمکیاں ہیں۔" ماحد خان نے تمسخر سے کہا۔

اوراد خانزادہ کا سرخ چہرہ اسے سکون دے رہا تھا۔

اس کے جملوں پر اوراد ایک جھٹکے سے اس کے سر پر پہنچتا اس کا گریبان دبوچ گیا۔

"تم نے ٹھیک کہا خان حویلی کے مرد ہتھیار نہیں چلاتے۔۔ خانزادہ حدیر نے کبھی ہتھیار

نہیں اٹھایا۔۔

مگر تم شاید یہ نہیں جانتے میں اوراد خانزادہ ہوں، میں برے لوگوں کے لیے بہت برا ہوں اور مجھے گھٹیا لوگوں کو قتل کرنا بالکل برا نہیں لگتا۔۔"

اوراد خونخوار نظروں سے اسے گھورتا بول رہا تھا۔

"دیکھو اوراد خانزادہ۔۔" باقی سب نے اسے روکنے کی کوشش کی تو وہ ماحد خان کا گریبان پکڑے پلٹ کر ان سب پر ریوالور تان گیا۔

"ایک لفظ مزید نہیں۔۔ مجھے حیرت ہے یہاں کے مرد صرف تب مرد بنتے ہیں جب بات ان کی اپنی حویلی تک پہنچ جائے۔۔

یہ مردانگی ایقان کے وقت کہاں تھی؟"

اوراد سرد لہجے میں دھاڑا۔ ماحد خان گھبرا گیا۔

وہ آج پہلی بار ان کی حویلی میں آیا تھا اور پرانے حساب بھی کھول رہا تھا۔

"اور میرا مسئلہ یہ ہے کہ۔۔" وہ یکدم پلٹ کر ماحد خان کو بے تاثر نظروں سے دیکھنے لگا۔

"میں بہت پہلے تم سے یہ حساب لینا چاہتا تھا مگر مجھے روک دیا گیا۔۔ حالانکہ میں جانتا تھا تمہیں ڈھیل دینے کا مطلب سر پر سوار کرنا ہے۔۔"

وہ برفیلے لہجے میں بول رہا تھا۔

"کس کا حساب؟ ایقان کا؟ وہ جو آج بھی مجھ سے رابطے میں ہے۔ وہ مجھے معاف کر چکی ہے، وہ میرے ساتھ رہنا چاہتی ہے جسے تم لوگوں نے زبردستی اس خان رباض کے ساتھ۔۔" ماحد خان کے طنزیہ الفاظ اوراد کے زناٹے دار تھپڑ پر ادھورے رہ گئے تھے۔

وہ سر جھٹکتا کان کی سنسناہٹ ختم کرنے لگا۔

"ماحد خان اپنی زبان بند رکھو کیا بکواس کر رہے ہو۔"

یعقوب خٹک نے دانت پیس کر اسے گھورا تھا۔

"بکواس نہیں ہے یہ۔۔ میرے پاس ثبوت ہے۔۔" ماحد خان پوری شدت سے چیخا۔ زلت و توہین کے احساس سے اس کا چہرہ تیزی سے رنگ بدل رہا تھا۔

ایقان کی بھیجی طلاق کے مطالبے والی ریکاڈنگ وہ اوراد خانزادہ کے سامنے چلا گیا تھا۔ اوراد اپنے بھائی کی پرسنل گفتگو ان سب کے درمیان سن کر اہانت سے سرخ ہوا۔ نیلی آنکھیں آگ اگلنے لگیں۔

"میں پہلے تم سے اپنی بیوی کا حساب لینا چاہوں گا۔ تم اسے زبردستی یہاں کیوں لائے؟"

اس نے ماحد خان سے موبائل چھین کر پوری قوت سے دیوار پر دے مارا۔ موبائل ٹکڑوں میں بٹ چکا تھا۔

سب ہکا بکا سے اس جنونی انسان کو دیکھ رہے تھے۔

"کیا ثبوت ہے کہ۔۔" ماحد خان نے بولنا چاہا جب وہ اس کے کندھے پر ریوالور رکھ کر چلا گیا۔

"اوراد خانزادہ۔۔" گولی چلنے پر یعقوب خٹک چیخا۔

"میں نے پہلے کہا تھا مجھے آرام سے بات سننا نہیں آتا۔آخری بار بتا رہا ہوں میری حویلی کی عورتوں سے دور رہنا۔۔" وہ درشت لہجے میں بول کر ماحد خان کو جھٹکے سے چھوڑتا باہر کی جانب قدم بڑھا گیا۔

"تم گھٹیا انسان۔۔" ماحد خان نے پیچھے درد سے چیختے ہوئے اس پر بولنا چاہا جب وہ پلٹ کر اسے اگلا لفظ مزید بولنے کی مہلت دیئے بنا اس کی ایک ٹانگ پر فائر کر چکا تھا۔

"تیسری گولی تمہارے دل تک پہنچے گی ماحد خان۔۔

اور اگر تم لوگ اس کی موت نہیں چاہتے تو اسے سنبھال کر رکھو۔۔ میں خانزادہ حدیر کا بیٹا ضرور ہوں مگر میں ان جیسا محتاط بالکل نہیں ہوں۔

انہیں قتل حرام لگتا ہے اور مجھے تم جیسے لوگوں کا قتل جائز لگتا ہے اور ضروری بھی۔۔۔"

اوراد خانزادہ نے اسے دھمکا کر رخ پھیرتے ہوئے وہاں موجود سب مردوں کو جتایا اور وہاں سے چلا گیا۔

"یہ ہوتا کون ہے ہمیں دھمکانے والا۔۔"

خٹک حویلی کے مرد دانت پیس رہے تھے، ماحد خان کو اٹھا کر فوری ہاسپٹل لے جایا گیا۔

"وہ یہاں ہمارے سامنے ماحد پر فائر کر کے گیا ہے اور آپ نے ہمیں روک دیا، آپ کو کیا خوف ہے آخر؟

سردار خانزادہ کا اپنا بیٹا قتل کرنے کی کوشش کر کے گیا ہے، اب بھی اس سے ڈریں گے آپ۔۔"

یعقوب خٹک کے بیٹے بھڑک کے ہوئے تھے۔ انہیں اپنا آپ بزدل محسوس ہو رہا تھا۔

"مسئلہ خانزادہ حدیر نہیں ہے۔ اصل مسئلہ اورادخانزادہ ہے جو ہتھیار چلا کر بات کرتا ہے۔

اور مجھے اس بات کا الزام مت دو، ماحد خان نے ہماری عزت کم کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، اس بار بھی اورادخانزادہ کا وہ حملہ جوابی کاروائی تھا۔"

یعقوب خٹک سپاٹ لہجے میں بول رہے تھے۔

ان کا دماغ جھنجھنا رہا تھا۔ اورادجواباً حملہ کر کے گیا تھا اور حملہ ایسا کہ ماحد خان شاید معذور ہو جاتا مگر مرنے والا نہیں تھا۔

نا اسے موت آنے والی تھی نا اس کے حق کے لیے جرگہ بٹھا کر ونی یا قصاص مانگا جا سکتا تھا۔

اورادخانزادہ۔۔۔ واقعی خطرناک انسان تھا۔

oooooooooooo

اُسوان کمرے میں پہنچی تو ایاد بیڈ کراون سے ٹیک لگائے لیپ ٹاپ پر کوئی مووی دیکھ رہا تھا۔

وہ ڈریسنگ ٹیبل پر بیٹھ کر ہاتھوں پر لوشن لگانے لگی۔ گردن موڑ کر اسے دیکھا اور گلا کھنکارا۔

"اس ویک ہم گھر چلیں کیا؟؟ ریما آنٹی اور ادب انکل کے ساتھ وقت گزاریں گے۔" اُسوان نے اسے مخاطب کیا تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"نہیں۔۔" اس کے صاف انکار پر اسوان کا منہ کھل گیا۔

"مگر کیوں۔۔" وہ حیران ہوئی۔

"کیوں تم بھول گئیں میں صرف تمہارے ساتھ وقت گزارنا چاہتا ہوں؟" ایاد نے مسکراہٹ دبا کر جتایا۔

"ک۔۔ کیا مطلب۔۔" وہ گڑبڑا کر اسے دیکھنے لگی۔

"تم نے گلالئی سے غالباً کچھ ایسا ہی کہا تھا۔"

وہ ابرو چڑھا کر اسے یاد دلا رہا تھا۔

"وہ تو بس۔۔" وہ خفت سے لب کاٹنے لگی۔

"ویسے میں ابھی فری ہوں۔۔ تم چاہو تو ہم۔۔"

وہ موووی روک کر اسے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا۔

"نہیں۔۔۔ بالکل نہیں۔۔" اسوان نے جھٹ سے انکار کیا۔

"کیا نہیں؟" وہ رک کر حیرت سے پوچھنے لگا۔

"مطلب آپ جو چاہتے ہیں وہ نہیں ہو سکتا۔۔" اُسوان نے گھبرا کر نظریں چراتے ہوئے اسے جواب دیا۔

"اور میں کیا چاہتا ہوں۔" ایاد دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔اسوان نروس ہو گئی۔

"وہی جو ابھی آپ بول رہے تھے کہ ہم۔۔" وہ جھجک کر بول رہی تھی جب ایاد نے ہنس کر نفی میں سر ہلایا۔

"یہی کہ میں فری ہوں، ہم کوئی مووی دیکھ لیں۔۔

میں مووی کی بات کر رہا تھا تم کیا سمجھیں؟"

وہ ہنسی دبا کر پوچھ رہا تھا۔اسوان شرمندہ ہو گئی۔

میں بھی یہی۔۔ کہہ رہی تھی۔۔ظاہر ہے۔" وہ شرمندگی سے وضاحت دے رہی تھی۔چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔

"مجھے کیوں لگا تمہارا کوئی اور مطلب تھا۔"

ایاد کے لیے ہنسی دبانا مشکل ترین ہو گیا تھا۔

"یقین کریں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" وہ شرمندگی سے مرنے والی ہو رہی تھی۔وہ سر ہلا گیا۔

"یقین کرو میں سب سمجھ گیا ہوں۔" اس کا لہجہ صاف مذاق اڑاتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔اُسوان خفت سے رخ موڑتی لب کاٹنے لگی

"آؤ کوئی مووی دیکھتے ہیں۔" وہ نرمی سے بولا اور لیپ ٹاپ پر مووی تلاش کرنے لگا۔

وہ اٹھی اور بیڈ پر چڑھتی جھجک کر اس کے پاس بیٹھ گئی، ایاد نے گردن موڑ کر اسے دیکھا تو وہ کچھ فاصلے پر بیٹھی سر جھکائے خفت زدہ سی انگلیاں چٹخا رہی تھی۔

"تمہیں کیسی مووی پسند ہے؟ ایکشن، رومانس، ہارر۔۔"

اس کے سوال پر اسوان نے سر اٹھایا۔

"کامیڈی۔۔" اس کے جواب پر وہ مسکرایا۔

"تم تو خود بھی کامیڈی کا کریکٹر لگتی ہو۔"

ایاد آہستگی سے بڑبڑایا تو اسوان نے منہ بنا کر اسے دیکھنے لگی۔

"چلو آج رومینٹک مووی دیکھتے ہیں۔" ایاد نے اچانک اس کا ہاتھ تھام کر اسے کھینچتے ہوئے اپنے قریب کر لیا۔ اسوان بری طرح سٹپٹا گئی۔

"نہیں میں وہ نہیں دیکھتی۔۔" اس نے گھبرا کر انکار کیا۔۔ ایاد کو اس کی حالت پر ہنسی آنے لگی۔

"کیوں نہیں؟ آج دیکھتے ہیں ناں۔۔ آخر مجھے تمہارے ساتھ ایک "اچھا" وقت بھی تو گزارنا ہے۔"

وہ اس کے گرد بازو پھیلاتا اچھا لفظ پر زور دے کر مووی لگا گیا۔ اسوان اپنی بات میں خود پھنس گئی تھی۔

ہچکچا کر سکرین کی طرف دیکھنے لگی، مووی کامیڈی تھی۔اُسوان مطمئن ہوئی، مووی دیکھتے ہوئے بے ساختہ ایاد کی طرف نظر اٹھائی۔ وہ سکرین کی طرف نظر کیے ہنس رہا تھا اور اسوان لبوں پر مسکراہٹ سجائے اسے دیکھتی جا رہی تھی۔

مووی کے مناظر پس منظر میں جا چکے تھے۔۔

اس کی آنکھوں کو کوئی اور منظر بھا گیا تھا۔

ایاد خان کے دلکش چہرے پر بکھری مسکراہٹ اور اس کی بادامی آنکھوں میں نظر آتی ٹوٹے ستاروں سی چمک اور۔۔۔ایاد نے ہنستے ہوئے اسے دیکھا اور اسے یوں یک ٹک خود کو دیکھتا پا کر ٹھٹک گیا۔

وہ گڑبڑا کر سامنے دیکھنے لگی۔اس کے مسلسل دیکھنے پر گھبرا کر چہرے پر آیا نادیدہ پسینہ صاف کرنے لگی۔

"تم مجھے کھل کر دیکھ سکتی ہو۔۔ تمہارا ہی ہوں۔۔"

وہ اس کے سر سے سر ٹکرا تا شرارت سے مسکرا کر بولا۔اسوان جھینپ کر سر جھکا گئی۔

محبت ان کے گرد پنکھ پھیلائے گول گول گھومنے لگی تھی۔۔کسی چکور کی مانند۔۔جو دیوانہ وار چاند کے گرد گھومتا اور اسے تکتا رہتا ہے۔۔

ooooooooo

"الہام اور احواد۔۔یہ سوچ کس کو آئی؟الہام تین سال چھوٹا ہے احواد سے۔۔" ریاض نے ماں سے سوال کیا۔

"خانی مورے چاہتی ہیں۔ ویسے تو عمر سے فرق نہیں پڑتا، احواد نازک سی لڑکی ہے، چھوٹی ہی لگتی ہے مگر۔۔" پریہان بتاتے ہوئے گہرا سانس بھر کر رکی۔

"مگر الہام نہیں چاہتا ہو گا۔" رباض نے سوالیہ انداز میں ابرو چڑھا کر انہیں دیکھا۔

"ہاں۔۔ اس نے مورے سے خود کہا جہاں چاہیں اس کا نکاح کر دیں اب کہتا ہے میں تب پریشان تھا فلو میں کہہ گیا۔ لڑکی سے کہیں انکار کر دے۔" پریہان پریشانی سے بتا رہی تھیں۔

"یہ کیا طریقہ ہے۔ آپ بالکل نہیں کہیے گا لڑکی سے کچھ۔۔ یہاں مذاق چل رہا ہے کوئی۔۔ اگر وہ پہلے ہاں کہہ چکا ہے تو اب اسے سر جھکا دینا چاہئیے۔۔"

رباض غصے سے بولا۔ پریہان اس کے یوں اچانک غصہ کرنے پر چونک گئیں۔

"رباض تم کچھ ڈپریس لگ رہے ہو۔۔ بات بات پر غصہ اور خفگی۔۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں؟"

پریہان الہام کو بھلا کر اس کے لیے فکر مند ہوئیں۔

"مجھے کیا ہونا ہے، آپ خود دیکھیں الہام کی یہ حرکت ٹھیک بھی تو نہیں ہے۔" وہ گڑبڑا کر وضاحت دینے لگا۔ وہ ٹھیک تو واقعی نہیں تھا۔ دماغ پر ایقان کا جملہ جو چپکا ہوا تھا۔

"ہاں وہ ہے مگر تم اپ سیٹ لگ رہے ہو اور وجہ الہام بالکل نہیں ہے۔ ایقان بھی صبح سے کمرے میں بند ہے۔

تم دونوں میں کوئی لڑائی ہوئی ہے؟"

ریاض نے پریہان کی کھوجتی نظروں سے نظریں چرا کر گہرا سانس بھرا۔ ایقان کو سوچتے ہی اس کا ضبط جواب دینے لگتا تھا۔

اسی پل حویلی کے باہر اوراد کی گاڑی آ کر رکی۔ خان داور کی گاڑی بھی اس کی گاڑی کے پیچھے تھی۔

اوراد گاڑی سے نکلتے ہی تیزی سے اندر بڑھ گیا۔ حمالہ گاڑی سے نکل کر ابھی کھڑی ہوئی تھی کہ خان داور اس کے سر پر پہنچے اور اسے گھورا۔

"اندر آؤ تم سے بات کرنی ہے۔" خان داور کے سنجیدہ لہجے پر وہ گھبرا کر انہیں دیکھنے لگی۔ اندر جانے تک وہ وضاحت کے الفاظ سوچتی رہی مگر اندر تو باقی سب بھی اسی کے منتظر بیٹھے

تھے۔ وہ سہم گئی۔

الفاظ کی ساری ترتیب الٹ پلٹ گئی۔۔

"تمہیں منع کیا تھا ناں حمالہ؟ کتنی بار منع کر چکا ہوں کہ خٹک حویلی مت جانا۔ کیوں گئیں تم وہاں؟"

خان داور کا اندر جاتے ہی ضبط ٹوٹا تھا۔

"میں خود نہیں گئی تھی۔ میں خٹک حویلی نہیں جانا چاہتی تھی۔ مجھے وہ زبردستی لے گئے۔"

وہ روہانسی ہو کر وضاحت دے رہی تھی۔

"خان داور مجھے تمہاری بیٹی نے آج اور بھی زیادہ مایوس کیا ہے۔ تم سب کو لگتا تھا میں ظالم ہوں۔

مگر میں پہلے روز سے یہی بغاوت اس میں دیکھ رہی ہوں۔اوراد کو زلیل کروانے کے لیے یہ ایسی حرکتیں کرتی ہے۔" خانی بیگم پتتے لہجے میں بول رہی تھیں۔

"ایسی بات نہیں ہے، بس مورے کی طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے گھبرا گئی ہے۔"

مرحا پریشان سی اس کی طرف داری کر رہی تھیں۔

"اس کی سائیڈ مت لو مرحا۔۔ یہ بچی ہے کیا جو گھبرا کر الٹی حرکتیں کرے گی؟

ڈھٹائی کی حد ہو گئی ہے، ایک ایک فرد نے اسے سمجھایا اور یہ پھر بھی منہ اٹھا کر وہاں چلی گئی۔"

خان داور غصے سے اونچی آواز میں بول رہے تھے۔انہیں رہ رہ کر یہ بات چبھ رہی تھی کہ حمالہ ماحد خان کے ساتھ گئی تھی اور اگر وہ حویلی کی بجائے کہیں اور لے جاتا تو؟؟

حمالہ گھبرائی ہوئی سی اوراد کو تلاشنے لگی۔وہ سارے راستے خاموش اور سوچ میں گم رہا تھا۔اس نے غصہ بھی نہیں کیا تھا۔

آج سب کے درمیان ناکام ہوتی وضاحتوں کے بعد اسے اوراد خانزادہ کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی مگر وہ آتے ہی نا جانے کہاں گم ہو گیا تھا۔

اسے رونا آ رہا تھا۔۔ وہ رونا نہیں چاہتی تھی۔۔

"کیا ہو گیا ہے سب بچی کو شروع ہو گئے ہو۔۔آرام سے بھی سمجھایا جا سکتا ہے۔اس کے اپنے ہیں وہ لوگ بھی، چلی بھی گئی ہے تو ایسا جرم نہیں ہوا کہ کٹہرے میں کھڑا کر دیا جائے۔"۔

خان آزر نے حمالہ کی زرد پڑتی رنگت دیکھ کر سب کو ٹوکا۔

"اب غصہ کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے اور حمالہ بیٹا تم بھی آئندہ ایسی غلطی مت کرنا، یہ بہت غلط حرکت تھی۔" خانزادہ نے خان داور کو ریلیکس ہونے کا کہہ کر سنجیدگی سے حمالہ کو دیکھا۔

"چاچو میں نے کچھ نہیں کیا۔" حمالہ رونے والی ہو گئی۔ وہ سب کی بے یقینی سے دلبرداشتہ ہونے لگی۔

اوراد وہاں اس کو بچانے کے لیے موجود نہیں تھا تو کیا وہ بھی اس پر غصہ ہے؟؟

اس کا جی چاہا زور زور سے روئے اور سب سے ناراض ہو جائے۔ کوئی اسے سمجھ کیوں نہیں رہا۔؟؟؟

"تمہیں اب بھی لگتا ہے تم ٹھیک ہو حمالہ؟"

خان داور کا دماغ گھوم رہا تھا اب۔۔ مرحانے بے ساختہ حمالہ کو چپ رہنے کا اشارہ دیا۔

"میں کرتا ہوں اوراد سے بات۔۔ آج سے تمہارا یونی جانا بند۔۔ نا تم باہر نکلو گی نا کوئی مسئلہ ہو گا۔"

خان داور نے اٹل لہجے میں فیصلہ سنایا اور اس بار کسی نے کوئی مخالفت نہیں کی تھی۔

حمالہ گل جان بیگم کی گود میں چہرہ چھپائے پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

oooooooooooo

اوراد سیدھا خان رباض کے کمرے میں پہنچا۔ دروازے پر رک کر ہلکی سی دستک دی مگر جواب نہیں آیا۔

"ایقان سے کہو اوپن ٹیرس پر آئے میں انتظار کر رہا ہوں۔" اس نے ایک ملازمہ کو ہدایت دی اور وہاں سے چلا گیا۔ ملازمہ نے اندر جا کر ایقان کو اس کا پیغام دیا۔

وہ چہرے پر پانی کے چھینٹے مار کر ڈوپٹہ اچھے سے سر پر اوڑھتی ٹیرس پر پہنچی۔

وہ سپاٹ تاثرات لیے چیئر پر بیٹھا دور لان میں لگے پودوں کو دیکھ رہا تھا، نیلی آنکھوں میں سرخی تھی، ایقان کو اس کے بلاوے پر ہی گھبراہٹ ہو رہی تھی۔

"السلام و علیکم لالا۔۔" وہ ڈوپٹہ چادر کی طرح خود پر پھیلائے اس کے سامنے پہنچی۔

وہ سیدھا ہو کر سر کے اشارے سے جواب دے گیا۔

"بیٹھو تم سے بات کرنی ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

ایقان الجھی ہوئی سی اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

"ماحد خان سے ابھی تک کانٹیکٹ کیوں رکھا ہوا ہے؟"

اس کے سنجیدہ براہ راست سوال پر ایقان کو جھٹکا لگا۔

"م۔۔میں۔۔نے نہیں۔۔" وہ ہکلا کر بات بنانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اورداد کی نظر اب بھی اس کے چہرے کی بجائے دور پودوں پر جمی ہوئی تھی۔

"میں اس سے مل کر آ رہا ہوں۔ اس کے پاس تمہاری پرسنل ریکارڈنگ ہے۔ میں یہ بات ریاض لالا سے بھی کر سکتا تھا مگر میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں۔۔

اگر تم واقعی لالا سے طلاق لے کر ماحد خان سے شادی کرنے کا سوچ رہی ہو تو اپنے دماغ سے یہ خناس نکال دو۔۔۔ایسا کبھی نہیں ہو گا۔۔۔

اور اگر کوئی دوسری وجہ ہے تو میں سننا چاہوں گا۔۔" وہ اب بھی اسی سنجیدہ مدھم لہجے میں بات کر رہا تھا۔ایقان کی آنکھیں بھر آئیں۔

"میں ایسا نہیں چاہتی۔۔وہ مجھے بلیک میل کرتا تھا۔"

وہ اسے بتاتے ہوئے رو پڑی۔اوراد کے جبڑے تن گئے۔

"موبائل دکھاؤ اپنا۔۔" اس نے ہاتھ بڑھایا۔

"وہ میسج ڈیلیٹ کر دیتا تھا۔حمالہ۔۔اس کے پاس ہے۔

پتا نہیں وہ اسے کہاں لے گیا۔حمالہ کی خاطر۔۔۔"

وہ اسے سب بتاتی شدت سے رو پڑی۔اوراد کا جی چاہا ابھی جا کر ماحد خان کا قتل کر ڈالے۔

"حمالہ گھر آ چکی ہے۔وہ ٹھیک ہے پریشان مت ہو۔۔"

اوراد کے بتانے پر ایقان ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگی۔

"عورت جب گھر کے مردوں پر یقین نہیں کرتی ناں ایقان تب باہر کے مردوں کو گھر میں گھسنے کا موقع مل جاتا ہے۔

تم اگر رباض لالا کو بتا دیتیں تو آج وہ تمہارے بارے میں کسی سے کوئی بکواس کرنے کی جرات نا کرتا۔۔

اس سے شادی تمہاری نہیں حویلی والوں کی غلطی تھی، ہم سب کو شرمندہ ہونا چاہئیے تمہیں نہیں۔۔

تمہاری طلاق مانگنے کی ریکارڈنگ وہاں وہ سب کے درمیان چلا کر سنا رہا تھا۔

کیا تمہیں لگتا اپنے آپ کو کھلونے کی طرح پیش کر دینا ہی اس مسئلہ کا حل تھا؟؟"

اوراد نرمی سے اسے سمجھا رہا تھا، وہ آنسو بہاتی سر جھکا کر سن رہی تھی۔

"ماحد خان اب دوبارہ کبھی تمہارے سامنے نہیں آئے گا۔ رباض لالا کو سب بتا دینا، غلط فہمی کو مزید مت بڑھنے دینا۔۔ تم نے غلطی کی ہے، معافی مانگ لینا۔"

وہ بڑے بھائی کی طرح اسے سمجھا رہا تھا۔ ایقان بے ساختہ اسے دیکھنے لگی۔

"وہ غصہ ہوں گے، انہوں نے میرا یقین نا کیا تو۔۔؟"

وہ پریشان سی اس سے سوال کر رہی تھی۔

"وہ ضرور یقین کریں گے۔ اگر نا کریں تو مجھے بلا لینا میں یقین دلا دوں گا۔" وہ نرمی سے بولا اور اٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔ ایقان کو یکدم سہارا سا ملا تھا۔

وہ یک ٹک اوراد کو وہاں سے جاتا دیکھ رہی تھی۔

یہ کون سا روپ تھا اس کا؟؟ خانی بیگم اکثر کہتی تھیں اوراد بہت زمہ دار انسان ہے۔

ایقان کو آج ان کی بات پر یقین آ گیا تھا۔

وہ خان ریاض سے معافی مانگ کر اسے وضاحت دینے کو تیار تھی۔ وہ جانتی تھی وہ بہت کچھ غلط کر چکی ہے۔۔۔۔

oooooooooooo

ادب خان کو ماحد کی حالت کا پتا چلا تو وہ فوراً خانزادہ کے پاس پہنچے اور انہیں سب بتایا۔

"ماحد خان کو اوراد نے زخمی کیا؟؟" خانزادہ ادب خان کی بات پر حیران پریشان رہ گئے۔

"جی ہاں۔۔ اس کا بہت خون ضائع ہو چکا ہے مگر وہ خطرے سے باہر ہے۔۔" ادب خان نے سنجیدگی سے بتایا۔

"یہ لڑکا۔۔ میرا دماغ خراب کر رہا ہے اب۔۔"

خانزادہ دانت کچکچا کر رہ گئے تھے۔ آج تک خان حویلی کے مردوں نے ایسی حرکت نہیں کی تھی۔ ان کے الفاظ اور رعب کافی ہوا کرتا تھا۔

اوراد خانزادہ پہلا فرد تھا جو اب ہتھیار کا استعمال کر رہا تھا۔ ان کے اعصاب جھنجھنا اٹھے تھے۔

ادب خان کے جاتے ہی انہوں نے اوراد کو بلوایا۔

وہ ایقان سے بات کرنے کے بعد خانی بیگم اور پریہان کے پاس بیٹھا تھا۔ خانزادہ کے کے بلاوے پر مردان خانے میں پہنچا۔

سامنے خانزادہ اور خان داور پریشان سے بیٹھے تھے۔

"آپ نے بلایا مجھے؟" وہ ان کے سامنے بیٹھتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

"تم نے ماحد خان پر فائر کیے؟ خٹک حویلی میں جا کر؟" خانزادہ نے اسے گھور کر سوال کیا۔

"جی ہاں۔۔" وہ اعتماد سے سر ہلا گیا۔

"کیوں؟ دماغ خراب ہے تمہارا؟ اگر اس کا زیادہ نقصان ہو جاتا، وہ مر جاتا تو علاقے والوں کو کیا منہ دکھاتا میں کہ میرا اپنا بیٹا قتل کرتا پھر رہا ہے۔"

خانزادہ غصے سے بھرے ہوئے تھے۔ وہ خاموش رہا۔

"بیٹا میں شرمندہ ہوں تم سے۔۔ یقیناً حمالہ کی بے وقوفی کی وجہ سے تم نے وہ حرکت کی۔۔ میں نے ڈانٹا ہے اسے، وہ دوبارہ تمہیں تنگ نہیں کرے گی۔ خانزادہ کی بات ٹھیک ہے، تمہیں ماحد خان پر حملہ نہیں کرنا چاہیئے تھا۔۔ ایسے تو دشمنیاں بڑھ جاتی ہیں اور نسلیں اس لپیٹ میں آتی ہیں۔"

خان داور نے اسے نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی۔

"حمالہ نے کچھ نہیں کیا۔ اور وہ اب شادی شدہ لڑکی ہے، پلیز اسے آئندہ نہیں ڈانٹیے گا۔۔

ماحد خان کے ساتھ میں نے وہی کیا جو ٹھیک تھا۔"

وہ دوٹوک لہجے میں بات کر رہا تھا۔ خان داور حمالہ کی طرف داری پر توجہ سے اسے دیکھنے لگے جبکہ خانزادہ کو اس کا آخری جملہ غصہ دلا گیا تھا۔

"کیا ٹھیک ہے؟ قتل کرنا ٹھیک ہے۔بزدلوں کی طرح ہتھیار کا استعمال کرنا تمہاری نظر میں ٹھیک ہے؟"

خانزادہ دانت کچکچا کر بولتے اسے گھور رہے تھے۔

"ماحد خان جیسے لوگوں کا قتل ہونا بھی غلط نہیں ہے۔۔وہ گھٹیا انسان حمالہ کو یونی سے زبردستی خٹک حویلی لے کر گیا تھا۔

حمالہ کی طرف سے مجھے میسج کر کے ہمارے درمیان غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی۔اس چیپ حرکت کا جواب آپ کی نظر میں کیا ہونا چاہئیے تھا۔۔

جرگہ؟ یا پھر وہی۔۔بیٹھ کر بات کرنا؟؟"

وہ ضبط سے بول رہا تھا۔اس کی بات پر وہ دونوں ٹھٹک گئے۔خان داور حمالہ کے لیے فکر مند ہو گئے۔

"اس نے ایسا کیا ہے تب بھی۔۔۔سیدھا اس کی حویلی میں جا کر قتل کرنے کی کوشش کرنا۔۔

یہ ٹھیک بات نہیں ہے، میں بات کر لیتا ان لوگوں سے۔۔

اس حرکت کا سوال کرتا ضرورت پڑتی تو سزا بھی دے دیتا مگر تم نے جو کیا وہ غلط ہے۔۔"

خانزادہ نے سختی سے اس کی بات کی نفی کی۔

"کچھ چیزیں بات کرنے سے کنٹرول نہیں ہوتیں۔۔

کچھ لوگوں کا علاج یہی ہے کہ پہلے روز ان کو حد بتا دی جائے۔۔کم سے کم میرا یہی خیال ہے۔۔

آپ کا سب پر بہت رعب ہے، سب مانتے ہیں آپ کی مگر اب بھی آپ کے گرد اتنے دشمن چھپے ہیں۔

پہلے روزان کو حد جتادی ہوتی تو آج کسی کی اوقات نا ہوتی ہماری حویلی کی عورتوں کو نظر اٹھا کر دیکھتے۔۔" وہ صاف گوئی سے بولتا جا رہا تھا۔

خانزادہ نے بے چارگی سے اسے دیکھا۔ وہ خطرناک سوچوں کا مالک تھا۔ اس کی نظر میں دشمن کو پہلے وار میں ختم کر دینا تھا پھر چاہے قتل کر دیا جائے۔

وہ اپنے کیے پر شرمندہ نہیں تھا۔

خانزادہ حدیر بھی معاملات کو سمجھداری سے سلجھا لینے میں ماہر تھے اور اب اوراد خانزادہ بھی۔۔

مگر اس کا طریقہ اپنے باپ سے بالکل برعکس تھا۔

خان داور بھی فکرمندی سے اسے دیکھنے لگے۔ اس کے لہجے اور باتوں میں سرد پن اور سختی تھی۔

"اوراد جو ہوا سو ہوا۔ آئندہ تم کسی معاملہ میں دخل نہیں دو گے، میں سب خود سنبھال سکتا ہوں۔

میں نہیں چاہتا میری حویلی کے لیے کوئی جرگہ بیٹھے۔" خانزادہ نے اسے سختی سے روکتے ہوئے کہا۔

"آپ مجھے اپنی حویلی کے معاملات سے دور کر رہے ہیں تو ٹھیک ہے مگر جہاں میں انوالو ہوں گا وہاں میں اپنے طریقے سے ہی ڈیل کروں گا۔۔

فکر نہیں کریں جرگوں کی نوبت کبھی نہیں آنے دوں گا۔" وہ سنجیدگی سے انہیں یقین دلا کر اٹھا اور مزید کچھ بولے بنا وہاں سے چلا گیا۔

خانزادہ پیچھے سر پکڑ بیٹھے تھے۔ وہ اسے حویلی کے معاملات سے دور نہیں کرنا چاہتے تھے۔ وہ ہمیشہ اسے اپنی جگہ دینے کا سوچتے تھے مگر اس کا طریقہ کچھ سختی بھرا تھا اور انہیں پریشانی تھی وہ کسی مشکل کا شکار ہو جائے گا۔

وہ سب سے بات کر لیتے تھے، سب کو سمجھا لیتے تھے مگر آج تک انہیں سب سے مشکل اوراد کو اپنی بات سمجھانا لگتا تھا۔ نا وہ اس سے بات کر پاتے تھے نا وہ ان کی بات کبھی سمجھ پایا تھا۔۔

"پریشان مت ہو۔۔ ماحد خان اب اپنی حد سے بڑھ رہا تھا، شاید اسے لگام ڈالنے کا یہی بہتر طریقہ تھا۔"

خان داور نے خانزادہ کو اطمینان دلایا۔ وہ گہرا سانس بھر کر بے چارگی سے سر ہلا گئے۔

ماحد خان کی فکر کسے تھی۔۔ انہیں تو اوراد خانزادہ کے چھپے ہوئے روپ ڈرا رہے تھے۔۔

oooooooooooo

ابراہیم اور حمینہ شام تک شہر پہنچے تھے، کھانا دونوں نے باہر ہی کھا لیا۔ گھر پہنچے تو حمینہ اپنے پرانے کمرے کی طرف بڑھی۔ ابراہیم نے اسے اپنے کمرے سے آگے بڑھتا دیکھ کر چونک کر پکارا۔

"حمینہ۔۔ کہاں جا رہی ہو؟" اس نے بے ساختہ ہاتھ بڑھا کر اس کی کلائی تھامی تھی۔ وہ رک گئی۔

"کمرے میں۔۔" اس نے معصومیت سے دوسری طرف موجود کمرے کی طرف اشارہ کیا۔

"اب تمہارا روم یہ ہے۔۔ میرے پاس رہو گی تم۔۔ تمہیں کیا لگتا ہے شہر آنے کے بعد ہم اجنبی بن گئے ہیں؟"

ابراہیم نے مسکرا کر اسے اپنی طرف کھینچا اور اپنے کمرے میں لے گیا۔ وہ اس کے کمرے میں جا کر رک گئی۔ ابراہیم اپنے بستر پر نیم دراز ہوتا اسے دیکھ کر رک گیا۔ وہ حیرت سے نظریں گھما کر چاروں اطراف میں دیکھ رہی تھی۔

"کیا ہوا؟ کیا دیکھ رہی ہو۔؟" ابراہیم دلچسپی سے اس کی حرکتیں دیکھنے لگا۔

"آپ کا روم۔۔ پیارا ہے۔۔" اس کی آنکھوں میں بچوں جیسی چمک اور شوق تیر رہا تھا۔ ابراہیم ہنس پڑا۔

وہ چلتی ہوئی بیڈ کے کنارے جا کر بیٹھی اور اپنے عین سامنے لگے سٹائلش سے لارج سائز مرر میں اپنا عکس دیکھنے لگی۔

"اور میرے بارے میں کیا خیال ہے۔" ابراہیم اٹھ کر بیٹھتا اس کی طرف جھک کر سوال کر رہا تھا۔

وہ چونک کر گردن موڑے اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

وہ مسکراتی آنکھوں سے اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔

"آپ کے بارے میں۔۔ کیا؟" وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ ابراہیم آنکھیں موند کر گہرا سانس بھرتا سر ہلا کر پیچھے ہو گیا۔

"کیا سوچتی ہو میرے بارے میں۔۔ کیسا لگتا ہوں۔۔

کچھ بھی میرے بارے میں بتاؤ آخر خیالات کیا ہیں۔۔

میں جاننا چاہتا ہوں تم مجھے کبھی سوچتی بھی ہو یا نہیں۔۔" ابراہیم نے پُر شوق نظروں سے اسے دیکھا۔

"میں آپ کو کیوں سوچوں گی۔" وہ گردن موڑتی سامنے شیشے میں خود کو دیکھنے لگی۔

"پھر۔۔ کیا سوچتی ہو۔۔؟" ابراہیم نے نرمی سے سوال کیا۔

"یہی کہ۔۔ میری زندگی مجھے مسلسل تھکا رہی ہے۔

میں ابھی تک صرف اپنا آپ کھو رہی ہوں، اب ہمت نہیں بچی، مجھے موت آسان ملے گی یا وہ بھی۔۔"

وہ شیشے میں خود کو دیکھتی دلگرفتگی سے بول رہی تھی۔اس کی مرنے کی بات پر ابراہیم کا دل رک سا گیا تھا۔وہ بے ساختہ ہاتھ بڑھا کر اسے تھامتے ہوئے اپنے سینے سے لگا گیا۔

"پاگل لڑکی ایسی باتیں مت کیا کرو۔۔ترس کھاؤ مجھ پر کیوں مارنے پر تُلی ہو۔۔"

ابراہیم کے دیوانگی بھرے حصار میں حمینہ کسمسا کر رہ گئی، نظریں اٹھا کر اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

وہ ایسے کیوں ہو جاتا تھا جیسے کوئی دیوانہ ہو۔۔۔ جیسے مرتا ہوا زندگی پانے کے لیے تڑپ جائے۔۔

ابراہیم اسے خود میں بھینچے بے بسی سے اس کے نازک سے کندھے پر اپنا ماتھا ٹکا گیا۔

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا تم مجھے سوچو۔۔۔

میں گلٹی ہو رہا ہوں تم سے شادی کر کے، ایسا لگنے لگتا ہے تمہارے ساتھ غلط کر بیٹھا ہوں۔۔

شاید تمہیں مجھ سے بہتر انسان ملنا چاہیئے تھا، شاید تمہیں تمہارے برابر کا ملنا چاہیئے تھا۔۔

شاید تم مجھ سے محبت نہیں کرنا چاہتیں۔۔

میں آج کل یہی سوچتا رہتا ہوں، پاگل ہو رہا ہوں۔۔"

ابراہیم بے بسی سے بول رہا تھا۔ وہ اس کے مضبوط حصار میں ساکت سی بیٹھی تھی۔

ابراہیم کو اپنے کندھے پر نمی محسوس ہوئی تو جھٹکے سے سر اٹھا کر اس کا چہرہ دیکھا۔ وہ آنکھیں بند کیے آنسو بہا رہی تھی۔ وہ پریشان ہو گیا۔

"میری بات بری لگی ہے یا میرا قریب آنا برا لگا؟"

وہ نرمی سے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے آہستگی سے سوال کر رہا تھا۔

" شادی کرنا واقعی غلط تھا۔۔آپ اور میں برابر نہیں ہیں۔آپ بڑے گھر کے کامیاب انسان ہیں اور میں۔۔۔

ہم۔۔ساتھ۔۔۔اچھے نہیں۔۔لگتے۔۔"

وہ نظریں جھکا کر بول رہی تھی۔ ابراہیم نے اس کا سر تھپک کر اس کا چہرہ تھاما۔ وہ اسے دیکھنے لگی۔

"جو فرق تم بتا رہی ہو وہ معنی نہیں رکھتے۔۔ ہماری ایج میں فرق ہے اور بس یہی فرق ہے۔۔

خاندان؟اب تم میری بیوی ہو تو تمہارا بھی وہی حوالہ اور خاندان ہے جو میرا ہے۔۔" ابراہیم نے نرمی سے سمجھایا۔ وہ بنا کچھ بولے اسی کو دیکھتی جا رہی تھی۔ وہ یکدم جھک کر نرمی سے اس کے رخسار پر لب رکھ گیا۔ حمینہ کو کرنٹ سا لگا تھا۔

اس کے پیچھے ہونے سے پہلے ابراہیم اسے اپنے حصار میں سمیٹتا اس کے بالوں میں انگلیاں الجھا گیا۔۔

"کیا تم محبت کو سمجھتی ہو حمینہ؟

میں تم سے محبت کرتا ہوں۔۔ تم بس میری محبت کو سوچا کرو، اسے محسوس کیا کرو۔۔

مجھے سوچا کرو، خود کو میرے ساتھ سوچا کرو۔۔

باقی سب بھول جاؤ۔۔ باقی کچھ معنی نہیں رکھتا۔۔"

وہ سرگوشیوں میں اسے سمجھا رہا تھا۔ اس کے لمس میں نرمی تھی، الفاظ میں چاشنی گھلی تھی۔

انداز میں ایسی احتیاط بھری تھی، جیسے کسی قیمتی شے کو چھوا جائے۔۔ وہ اس کی انگلیوں میں انگلیاں پھنساتا اس کے ہاتھ پر لب رکھ گیا۔

حمینہ لے ساختہ سی اسے دیکھنے لگی۔ اب دماغ بیدار ہو رہا تھا۔ ہاں وہ محسوس کر سکتی تھی۔

ایک نرم گرم سا احساس۔۔ ایک اچھوتا سا، روح کو سکون بخشنے والا احساس۔۔ چاہت اور توجہ۔۔

اگر یہ محبت تھی، اگر محبت یہی تھی تو اچھی تھی۔

وہ جو بالکل خالی وجود بچ گئی تھی، اب اس محبت سے بھرنے لگی تھی۔

اس احساس میں اب زندہ ہونے لگی تھی۔

oooooooooo

وہ پچھلے دس منٹ سے خاموشی سے بیٹھا حمالہ کو دیکھ رہا تھا۔اسے پکار کر متوجہ بھی کیا مگر وہ کان بند کیے رہی۔ چادر میں منہ چھپائے وہ کب سے گٹھڑی بنی سونے کا ڈرامہ کر رہی تھی مگر اس کا ہلنا جلنا بتا رہا تھا وہ جاگی ہوئی ہے۔

"حمالہ۔۔" اوراد نے پانچویں مرتبہ اسے پکارا۔

"میں جانتا ہوں تم جاگی ہوئی ہو۔۔ سونے کی ایکٹنگ کیوں کر رہی ہو آخر؟" وہ حیرت سے سوال کر رہا تھا۔

اس کی بات پر وہ یکدم ساکت ہوئی۔

چادر منہ سے ہٹا کر اسے دیکھا تو اوراد اسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ بد دلی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔

نرم گھونگھریالے بال چہرے کے گرد بکھرے ہوئے تھے، آنکھیں سرخی اور نمی میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ چہرہ بھی نہایت سرخ ہو رہا تھا۔اوراد قدرے جھک کر گہری نظروں سے اس کا جائزہ لینے لگا۔

"میں سب کو وضاحت دے چکی ہوں، کسی نے یقین نہیں کیا۔۔ میں خود نہیں گئی تھی، میں نہیں جانا چاہتی تھی۔" وہ اداسی سے بول رہی تھی۔

"میں جانتا ہوں۔" اوراد کے جملے پر وہ چونکی۔

"میں جانتا ہوں تم نہیں جانا چاہتی تھی۔ مجھے یقین ہے تم پر۔۔ کیا تمہیں داور چاچو نے زیادہ ڈانٹا ہے؟" وہ نرمی سے سوال کرنے لگا۔ وہ آنکھوں میں آنسو بھر لائی۔ سر زور زور سے اثبات میں ہلایا۔

کھسک کر اس کے قریب آئی اور اس کے گرد بازو باندھتی اس کے سینے پر ماتھا ٹکا گئی۔ اورادا اس کی حرکت پر ساکت رہ گیا۔

"انہوں نے بہت ڈانٹا ہے۔ کہا ہے میرا گھر سے باہر نکلنا بند کر دیں گے۔ حدیر چاچو نے بھی میرا یقین نہیں کیا، ماما بھی مجھ سے ناراض ہو رہی تھیں۔۔

خانی مورے کہتی ہیں مجھ میں بغاوت ہے، اس لیے میں آپ کے قابل نہیں ہوں۔۔

سب کے سب مل کر میرے خلاف ہو گئے ہیں۔"

وہ سسکتے ہوئے اسے اپنے غم سنا رہی تھی، آج اکیلی پڑ گئی تھی تو اس کے قریب آ گئی تھی۔

اس کی آنسو بہاتی آنکھوں کا بھیگا پن وہ اپنے سینے پر محسوس کر رہا تھا۔ اورادا نے نرمی سے اس کے گرد بازو پھیلا کر اسے خود میں سمیٹ لیا۔

وہ آگ کی طرح گرم ہو رہی تھی۔ وہ محسوس کر کے اس کے رخسار پر ہاتھ رکھ کر چیک کرنے لگا۔

"فکر مت کرو اب کوئی کچھ نہیں کہے گا۔ تمہیں ٹمپریچر ہو رہا ہے؟" اورادا نے اس کے بال سمیٹ کر ایک طرف کرتے ہوئے اس کا سر سہلایا۔

"آپ نے بھی مجھے لا کر سب کے حوالے کر دیا۔۔

مجھے پتا ہے یہی سوچا ہو گا سب اچھے سے ڈانٹ لیں پھر میں اچھا بن جاؤں گا۔" وہ اس کے حصار میں چھپتی اس پر بول رہی تھی۔ اورادا اس کی بات پر بے ساختہ مسکرایا۔

"ہاں میں چاہتا تھا سب ڈانٹ لیں تو میری قدر ہو جائے تمہیں۔۔ تمہیں ٹمپریچر ہو رہا ہے حمالہ۔۔"

وہ آہستگی سے بولتا کبھی اس کا رخسار، کبھی پیشانی اور کبھی اس کی کلائی چھو کر اس کو چیک کر رہا تھا۔

"اور یہاں میری قدر آپ کی وجہ سے کم ہوئی ہے۔ پہلے میں صرف خانی مورے کو ناپسند تھی اب سب کو بری لگتی ہوں۔" وہ بھاری سانسوں میں افسردگی سے بول رہی تھی۔ اوراد نے گہرا سانس بھرا۔

"او۔کے میری غلطی ہے، میں معافی چاہتا ہوں۔۔

تم زرا یہاں لیٹو۔۔" وہ نرمی سے بولتے ہوئے اسے بیڈ پر لیٹا کر تکیے پر اس کا سر رکھ گیا۔۔

"میرا سر چکرا رہا ہے، میں نے صبح سے کچھ نہیں کھایا۔ نیند آ رہی تھی، سو بھی نہیں پائی۔۔

کسی نے مجھے پوچھا تک نہیں، کسی کو پرواہ ہی نہیں۔۔ میرا سر بھاری ہو رہا ہے، رو رہی ہوں صبح سے۔۔

سب مجھے سزا دے رہے ہیں جبکہ میں نے کچھ کیا ہی نہیں۔۔"

وہ کروٹ کے بل سوتی اپنے بازو میں چہرہ چھپا کر مسلسل بولتے ہوئے سسک رہی تھی۔ اوراد سائیڈ ٹیبل کی دراز سے تھرمامیٹر اٹھا کر اس کے پاس پہنچا۔

"تمہیں کوئی سزا نہیں دے رہا۔۔ سب کو غلط فہمی ہوئی ہے، جو میں دور کر دوں گا۔

مجھے اپنا ٹمپریچر چیک کرنے دو۔۔"

وہ نرمی سے بولتا تھرمامیٹر پانی کے گلاس میں ڈال دھونے لگا۔ پھر اس کے منہ کے پاس لے گیا۔

وہ منہ کھول کر تھرمامیٹر منہ میں ڈالتی آنکھیں بند کیے پڑی رہی، اورادنے ایک نظر اس کا سرخ چہرہ دیکھا اور اٹھ کر کمرے سے نکل گیا۔

ملازمہ کو اس کے لیے کھانے کا بول کر کمرے میں واپس آیا اور تھرمامیٹر اس کے منہ سے نکال کر چیک کرنے لگا۔اس کا ٹمپریچر ایک سو ایک پر تھا۔

وہ اس کے پاس بیٹھ کر اس کے بال سنوارنے لگا۔

"کیا میری طبیعت زیادہ خراب ہے؟" اس نے آنکھیں کھول کر اورادکو دیکھا۔ نظریں سوالیہ تھیں۔

"نہیں۔۔ابھی کچھ کھا کر میڈیسن لو گی تو ٹھیک ہو جاؤ گی۔" وہ نفی میں سر ہلا کر بولا۔

اس کی بات پر حمالہ مایوسی سے آنکھیں بند کر گئی۔

اورادا اس کا موبائل اٹھا کر چیک کرنے لگا۔اس کی توقع کے عین مطابق ماحد خان کا بھیجا میسج وہاں موجود تھا، حمالہ نے ابھی تک موبائل نہیں اٹھایا تھا۔

اس نے میسج ڈیلیٹ کر دیا۔

وہ اسے ماحد خان کی یہ حرکت بتانا نہیں چاہتا تھا۔

"کیا آپ میرا ایک کام کر سکتے ہیں؟"

اچانک آنکھیں کھول کر وہ اس سے سوال کرنے لگی۔

اورادنے چونک کر اسے دیکھا اور سر ہلایا۔

"سب سے کہیے گا کہ میں بہت زیادہ بیمار ہوں۔ پھر دیکھنا فوراً سب ٹھیک ہو جائیں گے۔"

وہ آنکھیں جھپکتی اسے دیکھ رہی تھی۔ اوراد اسے دیکھ کر رہ گیا۔ وہ سب کی توجہ حاصل کرنے کے لیے بے چین تھی۔ طبیعت خراب میں بھی اسے سب کی ناراضگی اور غصہ کی فکر ستا رہی تھی۔

"سب ویسے بھی ٹھیک ہو جائیں گے، تمہیں کسی کے لیے بیمار ہونے کی ضرورت نہیں ہے حمالہ۔۔"

اس نے اپنائیت سے اس کا ملائم رخسار سہلایا۔

دروازے پر دستک ہوئی تو حمالہ جلدی سے چادر میں منہ چھپا گئی۔ اوراد نے مسکرا کر دروازے پر موجود ملازمہ کو اندر آنے کی اجازت دی۔

حمالہ جو اپنے ماں باپ کے آنے کا سوچ رہی تھی ملازمہ کو دیکھ کر رونے والی ہو گئی۔۔

کوئی اس کے لیے آ کیوں نہیں رہا تھا؟

خان داور اگر کبھی سختی سے بات کر لیتے تو تھوڑی ہی دیر بعد منانے ضرور آتے تھے۔ مرحا بھی ہمیشہ اس کے رونے پر گھنٹوں بیٹھ کر اسے چپ کرواتی تھیں۔

آج وہ دونوں نہیں آ رہے تھے۔ وہ بھول گئی آج اس کے پاس اوراد تھا، اب اس کے مقام میں فرق تھا۔

"سنو۔۔" ملازمہ کو پلٹ کر جاتا دیکھ کر وہ جلدی سے اپنے چہرے پر سے چادر ہٹا کر اٹھی۔

"اگر میری ماما تم سے میرے بارے میں پوچھیں تو بتا دینا میری طبیعت بہت زیادہ خراب ہے۔"

وہ ملازمہ کو ہدایت دیتے ہوئے اپنی کمزور آواز میں زبردستی کی نقاہت بھر لائی تھی۔

اس کے لیے گرم سوپ کا پیالہ اٹھا کر چمچ ہلاتے اورادنے نفی میں سر ہلایا۔ملازمہ سر ہلا کر جا چکی تھی۔وہ دروازے کی سمت دیکھتی رہی۔

"سوپ پی لو، ٹھنڈا ہو جائے گا۔" اورادنے اسے پکار کر جیسے ہوش دلایا تھا۔وہ گردن موڑ کر اسے دیکھنے لگی۔

"میں یہ نہیں پیوں گی کیونکہ اس میں انڈے ہیں۔"

وہ انکار کرتے ہوئے پھر سے لیٹ گئی۔اورادنے چمچ سے انڈے چن کر نکال دیئے۔اسے اٹھا کر اپنے سہارے بٹھاتے ہوئے باؤل اس کے سامنے رکھ دیا۔

وہ بے ساختہ اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔وہ مصروف سا دراز سے اس کے لیے میڈیسن ڈھونڈ رہا تھا۔

"ویسے آپ۔۔اتنے برے بھی نہیں ہیں۔" وہ آہستگی سے بڑبڑائی تو اورادزرار کا پھر مسکرا دیا۔

"کیا واقعی؟" دراز بند کر کے پلٹتا وہ سوال کر رہا تھا۔

"کیا؟" حمالہ غائب دماغی سے اسے دیکھنے لگی۔

"وہی جو تم نے کہا۔۔میں برا نہیں ہوں تو کیا اچھا لگنے لگا ہوں تمہیں؟" وہ اس کے بکھرے بال سمیٹ کر پیچھے کرتے ہوئے دلچسپی سے سوال کر رہا تھا۔

"یا اللہ۔۔۔کیا میں یہ بات اونچی آواز میں بول گئی ہوں۔" حمالہ گھبرا کر یہاں وہاں دیکھنے لگی۔

اورادنے ہنس کر اس کے پیچھے تکیے سیٹ کیے۔

"نہیں۔۔ میں تمہارے دل کی آواز سن رہا ہوں۔" اسے ٹیک لگا کر احتیاط سے بٹھاتے ہوئے وہ مسکراتے لہجے میں بولا تھا۔

حمالہ اس سے نظریں چراتی پوری کی پوری سوپ کے پیالے پر جھک کر سوپ پینے لگی۔

وہ بیڈ کراؤن سے ایک کندھا ٹکاتا پر شوق نظروں سے اسی کو دیکھتا جا رہا تھا۔

"حمالہ تم۔۔ مجھے زندگی جیسی لگتی ہو۔۔" ہاتھ بڑھا کر اس کے بالوں کی نرمی محسوس کرتا وہ مدھم بھاری لہجے میں بولتا حمالہ کا دل دھڑکا گیا تھا۔

oooooooooooo

ایقان بے چینی سے کمرے میں ٹہلتی رباض کا انتظار کر رہی تھی۔ رات گہری ہو چکی تھی مگر وہ جیسے کمرے میں آنا ہی بھول چکا تھا۔

ایقان تھک کر بستر پر بیٹھی، وقت مزید سرکا تو وہیں نیم دراز ہو گئی۔ اسے کالز بھی کیں اور میسج کر کے بھی بلا لیا مگر وہ موبائل سائیلنٹ پر لگائے وہیں مردان خانے میں سو چکا تھا۔

فجر کی نماز کے لیے فریش ہونے وہ کمرے میں آیا تو سوتی جاگتی اس کی منتظر ایقان جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"خان صاحب۔۔" اس کی نیند سے بھری آواز پر وہ پلٹ کر سنجیدگی سے اسے دیکھنے لگا۔

"مجھے آپ سے بات کرنی ہے، میں معافی مانگنا چاہتی۔۔۔" وہ آنکھیں رگڑ کر نیند بھگاتے ہوئے بول رہی تھی، ریاض نے گھڑی پر وقت دیکھا اور اس کی بات درمیان میں کاٹ دی۔

"مجھے نماز پڑھنی ہے۔۔ قضا ہو جائے گی۔" اس کے جملے پر ایقان نے ٹھٹک کر گھڑی پر وقت دیکھا۔

فجر کی نماز کا وقت ہو رہا تھا، تو کیا وہ ساری رات کمرے میں نہیں آیا تھا؟؟ ایقان شاکڈ سی اسے دیکھنے لگی۔ جبکہ وہ واش روم میں بند ہو چکا تھا۔

ریاض کے باہر نکلنے تک وہ اپنی جگہ جمی رہی تھی۔

وہ وضو کر کے کمرے سے نکل گیا۔ ایقان بجھے بجھے دل کے ساتھ اٹھ کر وضو کرنے چلی گئی۔

ماحد خان نے ان کے درمیان ان دیکھی لکیر کھینچ دی تھی، وہ اس کی باتوں میں آ کر جو مطالبہ کر چکی تھی اس کی وضاحت دینے کے لیے بھی اب ہمت چاہیئے تھی۔۔

نماز پڑھ کر بھی وہ سر جھکائے جائے نماز پر بیٹھی رہی تھی۔ اگر ریاض اس کے کہنے پر طلاق دے دیتا تو۔۔۔؟؟ وہ جب خان ریاض کو بتانا چاہتی تھی تو وہ میسر نہیں تھا۔ اسے لگا اس کا قصور نہیں ہے۔

مگر پھر بھی وہ غلط تھی، وہ کم عقل تھی، ماحد خان کے بچھائے جال میں پھنس چکی تھی۔

وہ پاگل تھی مگر اس کے علاوہ کیا حل تھا؟؟

باہر وقت کی نیلاہٹ اب روشنی میں بدل رہی تھی۔ اور ایقان پچھتاووں میں گھری بیٹھی تھی۔۔

سورج نے سر اٹھایا تو حویلی میں ناشتے کی خوشبوئیں پھیلنے لگیں۔

ر باض کے واپس نا آنے پر تھک کر جائے نماز سے اٹھی، ٹانگیں اکڑ سی گئی تھیں، وہ جائے نماز لپیٹ کر تھکے تھکے قدموں سے دروازے تک پہنچی اور بے دھیانی میں اندر داخل ہوتے ر باض سے ٹکرا کر لڑکھڑائی۔

ر باض نے اسے سنبھال کر سہارا دیتے ہوئے کھڑا کیا۔

"ماما تمہارا پوچھ رہی ہیں جا کر ان کی بات سن لو۔۔"

وہ سنجیدگی سے بولتا سائیڈ سے نکل گیا۔

"خان صاحب میری بات سن لیں پلیز۔۔" وہ بے ساختہ اس کی بازو تھام کر اسے روک گئی۔

ر باض نے یکدم اپنا بازو چھڑوا کر اسے دیکھا تو اس کی آنکھیں اجنبی ہو رہی تھیں۔ ایقان دھک سے رہ گئی۔۔ اس کی آنکھوں میں جو اپنائیت اور نرمی ہوتی تھی۔ وہ ناپید تھی۔ وہ بدل گیا تھا۔۔

ایقان کو لگا سب ختم ہو گیا ہے۔۔ وہ خالی ہاتھ رہ گئی ہے۔۔ وہ ساکت نظریں ر باض کے چہرے پر ٹکائے کھڑی رہ گئی تھی۔۔

oooooooooooo

وہ ساکت سی کھڑی تھی، ر باض کے تاثرات میں سرد پن نمایاں ہو رہا تھا۔

"اب کیا رہ گیا ہے سننے کو؟؟ تم نے مجھے ایک جملے میں بتا دیا کہ ہمارے رشتے کی تمہاری نظر میں کیا اہمیت ہے۔۔ بس ایک کھیل۔۔ ایک تماشہ۔۔

جسے جب چاہا اختتام کی طرف لے جا کر فارغ ہو گئے۔۔۔ پلیز ایقان۔۔ اب میں تمہاری بات فی الحال نہیں سننا چاہتا۔۔ تم خاموش رہو اب۔۔"

وہ تلخی سے بول رہا تھا۔ ایقان بے چین ہونے لگی۔

"میں جانتی ہوں میری بات غلط تھی مگر۔۔۔

یقین کریں خان صاحب، میں بری طرح پھنسی ہوئی تھی تب۔۔ میں وہ بات کبھی نہیں کہنا چاہتی تھی۔۔

میری مجبوری تھی مجھے کہنا پڑا۔۔

مجھے وضاحت دینے کا ایک بار موقع تو دیں پلیز۔۔"

وہ بے بسی سے سسکتی اس کی منتیں کرنے لگی۔

"کیا تم نے مجھے موقع دیا تھا ایقان۔۔؟ میں بھی چاہتا تھا تم مجھ پر یقین کرو، اپنی پریشانی مجھے بتاؤ۔۔

میں نے تم سے پوچھا تھا تم خاموش رہیں۔۔

تم نے مجھ سے بات کرنا چاہی تو میں چلا گیا، مانتا ہوں مگر واپس بھی تو آیا تھا، تب بتا دیتیں۔۔"

وہ ضبط سے بولتا اسے ناراضگی سے دیکھ رہا تھا۔

"جی۔۔م۔۔ میری غلطی تھی۔" وہ روتے ہوئے ہار مان گئی۔

"اب اس اعتراف کا کوئی فائدہ نہیں رہا۔" ریاض نے نہایت سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"خان صاحب میں مجبور ہو گئی تھی۔ مجھے وہ سب کہنے پر مجبور کیا گیا تھا۔ میری بات سن لیں پلیز۔"

ایقان ادھوری وضاحت دیتی تھک گئی تھی۔ روتے ہوئے اسے بات سننے پر آمادہ کرنے لگی۔

"تمہیں مجبور کیا گیا تھا تو تم نے یہ بات مجھے تب کیوں نہیں بتائی، مجھ پر یقین کیا ہوتا میں تمہیں ہر مشکل سے نکال سکتا ہوں۔

تمہیں ڈر نہیں لگا کہ میں سن کر واقعی تمہیں طلاق نا دے دوں؟ تمہارے لیے واقعی میں اہم نہیں ہوں؟"

وہ مدھم افسردہ لہجے میں سوال کر رہا تھا۔ ایقان اپنی جگہ تھم سی گئی تھی۔

ہاں اسے ڈر لگا تھا اور اس نے سمجھ لیا تھا کہ زندگی ایک بار پھر اسے آزمانے پر آمادہ ہے۔ اس نے ہار مان لی تھی اور یہی بات اسے شرمندہ کر رہی تھی۔

اس نے ہار کیوں مانی؟ ریاض کے ساتھ رہنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟ کوئی اور راستہ کیوں نہیں ڈھونڈا اس نے؟

اسے شدت سے اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا۔

"خان صاحب میں۔" ایقان نے وضاحت دینا چاہی۔

"ایقان۔۔ ٹھیک ہے تمہیں مجبور کیا گیا، تو اب مجھے کیوں بتا رہی ہو؟" وہ اس کی بات درمیان میں ٹوک کر سنجیدگی سے سوال کر رہا تھا۔

"اب وہ مسئلہ۔۔ حل ہو گیا ہے۔" وہ خفت سے بولی۔

"گڈ۔۔ تم نے خود اپنا مسئلہ حل کر لیا۔۔ تمہیں میں اس قابل ہی نہیں لگا کہ تمہاری بات سمجھ سکتا۔۔ مجھے اسی قابل سمجھنے کا بہت شکریہ۔۔

اب جاؤ، ماما تمہارا ویٹ کر رہی ہوں گی۔"

وہ یک لخت لہجے میں اجنبیت کا رنگ بھر کر بولا اور اس کے سامنے سے ہٹ گیا۔ اس کا دل ٹوٹا تھا اور ایقان یہ بات اس کے لہجے میں محسوس کر چکی تھی۔ بھاری قدموں سے چلتی وہ کمرے سے نکل گئی، پیچھے رباض بیڈ پر بیٹھتا سر ہاتھوں پر گرا گیا۔

ایقان کے منہ سے طلاق کا لفظ سن کر اسے شدید دھچکا پہنچا تھا، چاہے اس نے جن حالات میں بھی وہ الفاظ کہے تھے مگر اصل بات یہ تھی کہ وہ اس سے طلاق لینے پر آمادہ ہو چکی تھی۔۔

اس نے ایقان کو ہر حال میں اپنایا تھا، توجہ دی تھی، محبت دی تھی اور وہ اب یقین کرنے لگا تھا کہ خان رباض ٹوٹے دل کو جوڑنے میں ماہر ہے مگر۔۔

ایقان کے الفاظ نے اسے یکدم زمین پر پٹخا تھا۔

وہ اب بھی اپنے مسائل خود حل کر رہی تھی، وہ اب بھی اپنی پریشانیوں میں اسے حصہ دار نہیں بناتی تھی اور یہ بات ریاض کی مردانہ انا پر گہری ضرب لگا گئی تھی۔۔

وہ یہ سب برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔ یہ طلاق کا لفظ ایقان کے منہ سے سن کر برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔

وہ جانتا تھا طلاق مانگنے کے پیچھے کوئی وجہ تھی، اسے دکھ تھا ایقان نے وہ وجہ بتانے کی بجائے طلاق کا مطالبہ کر لیا تھا۔

oooooooo

حمالہ کی سوچ کے مطابق اس کی طبیعت کا سنتے ہی سب باری باری اس کا پوچھنے آئے تھے مگر وہ انتظار کرتی کرتی سو چکی تھی۔

خان داور اسے شرمندگی سے دیکھ رہے تھے۔

"میں بات کی سچائی نہیں جانتا تھا اس لیے۔۔ مجھے حمالہ پر غصہ تھا، میں ڈر گیا کہ وہ ماحد خان کے ساتھ خود گئی ہے۔ میں نے بہت بری طرح ڈانٹ دیا اسے۔۔ بہت رلایا ہے آج میں نے۔۔ میں نہیں جانتا تھا وہ پہلے ہی ڈری ہوئی ہے، پورا دن روتی رہی ہے۔"

خان داور رنجیدگی سے حمالہ کا چہرہ دیکھ رہے تھے، کچھ فاصلے پر فلور کشن پر بیٹھ کر کتاب پڑھتے اوراد نے نظر اٹھا کر انہیں دیکھا۔ وہ بیڈ پر حمالہ کے پاس بیٹھے محبت سے اس کے بال سہلا رہے تھے۔

"مجھے بھی حیرت ہوئی تھی یہ سن کر کہ آپ نے پہلی بار اسے ڈانٹا اور وہ بھی تب جب اس کا کوئی قصور بھی نہیں تھا۔۔

جہاں ساری عمر اسے غلطیوں پر بھی نہیں ٹوکا تو پہلی بار وہ وضاحت دے رہی تھی تو سن لینا چاہئیے تھا، آپ کو لگتا ہے وہ آپ سے جھوٹ بولتی؟"

اورادنے کتاب بند کر کے قریب پڑی ٹیبل پر رکھی اور آہستگی سے بولتا حمالہ کو دیکھنے لگا۔

"بس غصہ آ گیا تھا۔ خانی مورے کی باتیں اب مجھے پریشان کرتی ہیں، وہ حمالہ کو پسند نہیں کرتیں اور میں دیکھ رہا ہوں حمالہ بھی کوشش نہیں کر رہی ان کے دل میں جگہ بنانے کی۔۔

شروع سے ہر معاملے میں حمالہ لاپرواہ رہی ہے اور یہاں بھی وہ سنجیدہ نہیں ہو رہی۔ اسے کوئی پرواہ نہیں خانی مورے یا تم کیا سوچتے ہو۔۔"

داور پریشانی سے بول رہے تھے۔ اورادنے لب بھینچ لیے۔ اٹھ کر پانی کا گلاس بھرا اور ان کو پکڑا دیا۔

"میری بیوی کو کوئی فکر پالنے کی ضرورت نہیں ہے، میں نہیں چاہتا میرے ساتھ رہنے کے لیے اسے محنت کرنا پڑے، سب کے دل میں جگہ بنانی پڑے۔۔

اور میرے لیے تو بالکل پریشان نہیں ہوں، مجھے وہ ایسے ہی پسند ہے۔"

اورادکی صاف گوئی پر خان داور خفت زدہ ہوئے۔

"اچھا میں بھی چلتا ہوں۔۔ تم بھی سو جاؤ۔۔"

وہ مزید بیٹھنے کا ارادہ ترک کرتے اٹھ کھڑے ہوئے۔۔

اورادنے سر ہلانے پر اکتفا کیا۔ خان داور کے جانے کے بعد وہ حمالہ پر جھک کر اس کا ٹمپریچر چیک کرنے لگا۔۔ وہ بہتر لگ رہی تھی، اورادسکون سے سو گیا۔

رات کے دوسرے پہر حمالہ ٹمپریچر بڑھ جانے پر بے چینی سے اٹھ بیٹھی۔

اس کا دل بری طرح متلا رہا تھا۔ وہ سینہ مسلتی بے چین سی سجدے کی حالت میں جھک گئی۔ اورادکی آنکھ کھلی تو پریشانی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

سائیڈ لیمپ آن کر کے وہ اسے دیکھتا فکر مند ہوا۔

"حمالہ۔۔ کیا بات ہے؟" اس نے نرمی سے پوچھتے ہوئے اس کے بال سمیٹے۔ وہ جھٹکے سے سیدھی ہوتی منہ پر ہاتھ رکھ گئی۔ اسے جواب دیئے بنا اندھا دھند بیڈ سے اتری اور لڑکھڑا کر کارپٹ پر گر گئی۔

"ہوا کیا ہے۔۔ کہاں جانا ہے؟" اورادہڑبڑا کر اس کے پاس پہنچا اور اسے اٹھانے کی کوشش کرنے لگا۔

"مجھے وومٹ۔۔ فیل ہو رہی ہے۔" وہ گہرے گہرے سانس بھر کر بولتی زمین پر گرتی جا رہی تھی۔ اورادنے اسے سنبھال کر خود سے لگایا۔

"واش روم۔۔۔" اس کی پشت سہلاتے اورادنے ابھی دو لفظ کہے تھے کہ وہ اسی کے بازو پر جھکتی قے کرنے لگی۔ وہ شاکڈ سا بیٹھا رہ گیا۔۔

"حما۔۔۔لہ۔۔۔" وہ فارغ ہو کر اس کے سینے سے لگی تو اورادنے صدمے سے بھری آواز میں اٹک اٹک کر اس کا نام لیا۔ حمالہ پر سکون ہو چکی تھی۔

"حد ہو گئی حمالہ۔۔ یہ کیا کر دیا تم نے افف۔۔"۔ وہ بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولتا اسے خود سے دور کر گیا۔

"مجھ سے بیٹھا نہیں جا رہا، دور نہیں کریں۔۔"

وہ آنکھیں بند کیے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ گئی۔ وہ بے چارگی سے خود کو دیکھنے لگا۔

" میرا ڈریس تم خراب کر چکی ہو۔۔ اب مجھ سے چپکنے کی ضرورت نہیں ہے ورنہ تمہارا ڈریس بھی خراب ہو جائے گا اور میں تمہارا ڈریس چینج کروانے کے موڈ میں بالکل نہیں ہوں۔۔"

وہ خفگی سے بولتا اسے پکڑ کر بستر پر لیٹا گیا۔ جلدی سے اپنی شرٹ اتار کر ایک طرف ٹوکری میں پھینکی۔ خود کو اچھے سے صاف کر کے چینج کرتا چھوٹا سا ٹاول اٹھا کر گیلا کرنے لگا۔

گیلا ٹاول لے کر حمالہ کے پاس پہنچا اور اس کا چہرہ، گردن اور ہاتھ اچھے سے صاف کرنے لگا۔ نظر اس کے چہرے پر پڑی تو رک کر اسے دیکھنے لگا۔ اس کا ناک رخسار اور ٹھوڑی بخار سے سرخ ہو رہے تھے۔

"امید ہے صبح۔۔ تمہیں اپنی یہ حرکت یاد رہے گی۔"

وہ آہستگی سے مسکرا کر بولا۔ گیلے تولیہ سے اس کا چہرہ اور ہاتھ بار بار گیلے کرتا وہ اس کا ٹمپریچر کم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

آگ کی طرح جلتی حمالہ کا ٹمپریچر قدرے کم ہوا تو اور اد اطمینان سے تولیہ ایک طرف رکھ کر اپنی جگہ لیٹا۔ وہ کھسک کر اس کے قریب ہوتی اس کے سینے پر سر رکھ گئی۔

"..em llet t'nod ,tiaw ..niaga ygnilc yhW

تم پھر سے وہی حرکت کرنے والی ہو؟ حمالہ اگر تمہیں پھر سے وومٹ فیل ہو رہی ہے تو پلیز بتا دو۔۔

"I'm not in mood to clean you mess please

وہ اس کا رخسار تھپتھپا کر اسے جگانے کی کوشش کرنے لگا۔ حمالہ سرخ آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگی، اورادنے ابرو چڑھا کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"میرا پیٹ خالی ہو چکا ہے۔ اب نو وومٹ۔۔"

وہ آنکھیں پٹپٹا کر اسے تسلی دے رہی تھی۔

اورادکی آنکھیں حیرت سے پوری کھل گئی تھیں۔ وہ اس کے بازو پر سر رکھے نیند کرنے لگی۔

"تم جاگ رہی ہو حمالہ؟" اورادنے حیرت سے اسے دیکھا۔ وہ آنکھیں رگڑنے لگی۔

"جی ہاں۔" غنودگی میں بولتی وہ سر ہلا گئی۔

"میری طرف دیکھو۔۔ کیا تم نے جان بوجھ کر میرے کپڑے خراب کیے تھے؟" اورادنے پھر سے سوال کیا۔

"میں نے خواب دیکھا کہ سب مجھے ڈانٹ رہے ہیں۔"

وہ اپنا سر دباتی رونے لگی۔ اورادکو لگا وہ ہوش میں نہیں ہے مگر کچھ دیر پہلے وہ ٹھیک لگ رہی تھی۔

وہ الجھ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر رکھتا نرمی سے اس کا سر دبانے لگا۔

"حمالہ کیا تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟" اس نے نرمی سے سوال کیا۔ وہ آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگی۔

"آپ سے شادی۔۔ میری زندگی کی سب سے بڑی۔۔"

وہ کہنا چاہتی تھی کامیابی ہے مگر اٹک اٹک کر بولتی اس سے پہلے کہ وہ جملہ پورا کرتی اوراد اس کے منہ پر ہاتھ رکھتا اسے چپ کروا گیا۔

"میں جانتا ہوں تم خوش نہیں ہو مگر میں یہ بات بار بار نہیں سننا چاہتا حمالہ۔۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔ حمالہ بھاری ہوتی آنکھیں بند کر گئی۔

اسے اوراد کے پاس ہونا اچھا لگ رہا تھا۔ بخار میں اس کے بازو پر سر رکھنا اچھا لگ رہا تھا۔

وہ اس کی فکر کر رہا تھا۔ سر دبا رہا تھا۔ اس نے گیلے تولیہ سے چہرہ اور ہاتھ صاف کیے۔۔ یہ توجہ کسے نا متوجہ کرتی۔۔ وہ تو پھر ایک لڑکی تھی۔

حمالہ کو اس کے قریب ہونا اچھا لگ رہا تھا۔

وہ بولنے دیتا تو شاید آج وہ نیم غنودگی میں یہ سب بول جاتی مگر وہ چپ کروا گیا تھا۔

حمالہ کا سرخ چہرہ اب بھی تپ رہا تھا۔ اوراد نے بے اختیار اسے سینے سے لگا لیا۔

" یقیناً تم نے مجھ سے ہوئی زبردستی شادی کا آج بدلہ لے لیا ہے۔ امید کرتا ہوں پیٹ کی طرح تمہارا دل بھی ناراضگی سے خالی ہو چکا ہو گا۔"

اس پر چادر سیٹ کر کے وہ اس کی تپتی پیشانی پر نرمی سے لب رکھ گیا۔ حمالہ سکون سے سو رہی تھی۔

اوراد کو یقین تھا حمالہ نے ہوش و حواس میں اس پر قے کرنے والی حرکت کی ہے۔ وہ غلط تھا۔

وہ بخار اور نیند میں نیم بے ہوش ہو رہی تھی۔ جاگنے کے بعد یہ بات پتا چلنے پر وہ شرمندہ ہونے والی تھی۔

oooooooooooo

ابراہیم حمینہ کو اس کے گھر والوں سے ملوانے لے آیا تھا۔ اس کے بھائی اس بار خاموشی سے انہیں اندر لے گئے تھے۔

"ہماری ماں حمینہ کے لیے بیمار ہو گئی ہے۔ اولاد جتنی بھی نافرمان ہو مائیں معاف کر دیا کرتی ہیں۔"

اس کے ایک بھائی نے خفگی سے حمینہ کو دیکھتے ہوئے ابراہیم کو بتایا۔ حمینہ ماں کی بیماری کا سن کر بے چین ہو گئی۔

وہ اب اپنے کردار کی وضاحتیں نہیں دیتی تھی۔

"وہ اپنے کمرے میں ہیں۔" اس کے بڑے بھائی نے اس کی بے چینی دیکھ کر سنجیدگی سے بتایا۔ وہ سر ہلا کر اٹھی اور بنا پیچھے دیکھے اپنی ماں کے کمرے کی طرف بھاگ گئی۔

"بیٹیاں تکلیف میں ہوں تو بھائی بے شک ان پر یقین نا کریں مگر مائیں سمجھ سکتی ہیں، وہ اس لیے بھی بیمار ہوں گی۔" ابراہیم نے حمینہ کے جاتے ہی سنجیدگی سے اس کے بھائیوں کو دیکھا۔

وہ دونوں چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

"اس نے یہ تکلیف اور یہ بدنامی خود چُنی تھی۔"

اس کا بڑا بھائی سنجیدہ لہجے میں بولا تو ابراہیم نے سر نفی میں ہلایا۔

"اس نے ٹرپ پر جانا خود چنا۔ وہاں اس کے ساتھ وہ حادثہ ہوا جو اسے موت کے قریب لے گیا۔ کیا تم کہہ رہے ہو یہ حادثہ اس نے خود چنا تھا؟

تم لوگوں نے صرف بدنامی جھیلی ہے جبکہ وہ بدنامی، تکلیف، اذیت اور موت سب کا تجربہ ایک ہی وقت میں کرتی رہی ہے، اس عمر میں جب لڑکیاں ہاتھ پر ایک ہلکی سی خراش بھی برداشت نہیں کر سکتیں۔۔

تم لوگ اس بچی کو مارنا چاہتے تھے اور وہ اس بچی کو اپنے وجود میں سانس لیتا محسوس کر چکی تھی۔ وہ ایک سانس لیتے وجود کا قتل نہیں کر سکی۔

ہاں یہ اس نے خود چنا اور اس فیصلہ کو نبھایا بھی۔۔"

ابراہیم تلخی سے بولتا جا رہا تھا۔ حمینہ کے بھائی حیرت اور بے یقینی سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"ڈاکٹر ابراہیم۔۔ یہی نام ہے ناں آپ کا۔۔؟ کیا میں جان سکتا ہوں آپ یہ سب کیسے جانتے ہیں۔۔؟"

حمینہ کا بڑا بھائی مشکوک نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ابراہیم صرف حمینہ کی خاطر ضبط کر گیا۔

"وہ مجھے سب بتا چکی ہے کیونکہ میں اس سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ وہ مجھے خبردار کرنا چاہ رہی تھی۔

اسے یقین تھا میں اس پر یقین نہیں کروں گا کیونکہ بچپن سے اسے باپ کی طرح پالنے والے بڑے بھائیوں نے اس کا یقین نہیں کیا۔۔"

ابراہیم نے جتاتے لہجے میں ان دونوں کو بتایا۔

"ایسا نہیں ہے کہ ہم نے یقین نہیں کیا۔۔ تب حالات ایسے تھے کہ۔۔" حمینہ کا چھوٹا بھائی خفت سے وضاحت دینے لگا۔ ابراہیم نے سر جھٹکا۔

"حالات ایسے تھے اس لیے کم سن بہن کو گھر سے نکال دیا۔۔ پھر چاہے معاشرہ اسے روند کر آگے بڑھ جاتا۔۔" ابراہیم نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ہم وہ بچہ نہیں چاہتے تھے۔ وہ خود ابھی چھوٹی ہے۔ اس کا ایک ناجائز بچے کے ساتھ کیا مستقبل ہوتا؟ اس نے ہماری بات نہیں مانی، ضد کی ہم سے۔۔

اسے نہیں پتا تھا اِس حال میں پہنچانے والے کون تھے مگر وہ ان کا بچہ سنبھالے رہی، پھر ہم کیا سمجھتے؟"

حمینہ کا بڑا بھائی ضبط سے آواز دبائے بول رہا تھا۔

"وہ بچی۔۔ مر چکی ہے۔۔" ابراہیم نے تاسف سے بتایا۔

"ک۔۔ کیا مطلب۔۔" حمینہ کے بھائی گھبرا گئے۔

"وہ بیمار تھی، پہلے روز سے ہی۔۔ اسے دل کا مرض تھا اور اس کی عمر اتنی نہیں تھی کہ آپریشن کیا جاتا۔۔ اسے مرنا ہی تھا لیکن اسے دنیا نے قبول نہیں کیا۔۔

مجھے آزمائشوں میں گھری حمینہ کی یہی بات اچھی لگی تھی۔اس نے اکیلے اپنی بیٹی کو قبول کیااور اسے اپنایا یعنی وہ اپنے رشتوں کے ساتھ وفادار ہے۔"

حمینہ کے زکر پر ابراہیم کے لہجے میں محبت گھل گئی تھی۔وہ حمینہ کی تعریف میں گھنٹوں بول سکتا تھا۔

وہ ایسا انسان تھا جو ایک کم گو اور کم سن لڑکی کی محبت میں گرفتار ہوا تھا۔

ایسی لڑکی جسے کبھی کوئی نہیں سمجھ پایا تھا، جسے وہ اس سے بھی زیادہ سمجھنے لگا تھا۔

حمینہ کے بھائی شاکڈ سے بیٹھے تھے۔

"خیر تم دونوں کی مرضی جو بھی کرو مگر اسے اپنی ماں سے جدا مت کرو۔۔برداشت کر لو تھوڑا۔۔

فکر مت کرنا وہ اب تمہاری زمہ داری نہیں بنے گی۔وہ میری بیوی ہے اور اس کے مسائل یا اخراجات سب میری زمہ داری ہیں۔اسے یہاں سے صرف عزت چاہیئے۔" ابراہیم نے سنجیدگی سے باور کروایا۔

وہ دونوں شرمندگی سے نظریں چراتے سر جھکا گئے۔

اندر حمینہ ماں کے سینے سے لگی رو رو کر خود پر بیتے حالات بتا رہی تھی۔

وہ ایک بار پھر سے بیٹی کی موت کا غم منا رہی تھی۔

بستر مرگ پر پڑی اس کی بوڑھی ماں نے اپنا داماد دیکھنا چاہا تو ابراہیم عزت و احترام کے ساتھ

ان سے ملا۔وہ اسے دیکھ کر یکدم مطمئن ہوئیں۔

شام ڈھلنے کو آئی تو ابراہیم نے اسے بلوایا تاکہ واپس جایا جا سکے مگر حمینہ اس کے ساتھ جانے سے انکار کر گئی۔

"ہم یہ طے کر کے آئے تھے ناں کہ شام کو واپس آ جائیں گے پھر ضد کیوں کر رہی ہو حمینہ۔۔؟"

ابراہیم نے پریشانی سے سوال کیا۔ وہ اداس ہوئی۔

"مجھے ماما کے پاس رہنا ہے۔ وہ بہت بیمار ہیں۔۔"

وہ سر جھکا کر بول رہی تھی۔ ابراہیم جانتا تھا وہ اس سے نظریں چرا رہی ہے۔ وہ اس کی نظروں میں نظر آتا اشارہ دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔

"کچھ دن اگر برا نا لگے تو حمینہ کو یہاں رہنے دیں ڈاکٹر صاحب۔۔" حمینہ کے بھائی نے جھجک کر اجازت مانگی۔ وہ اسے اب رکھنے کو تیار تھے۔

مگر ابراہیم اسے اب وہاں چھوڑنے کو تیار نہیں تھا۔

"ٹھیک ہے دو دن کے بعد لینے آ جاؤں گا۔"

ابراہیم نے اجازت دیتے ہی حمینہ کو دیکھا مگر وہ اثبات میں سر ہلانے کی بجائے منہ لٹکا گئی۔

ابراہیم نے اس حرکت پر اسے بے ساختہ گھورا تھا۔ وہ گھر والوں سے مل کر اب ابراہیم سے نظر چرا رہی تھی اور وہ خوب سمجھ رہا تھا۔

"میں تمہاری خوشی چاہتا ہوں مگر ایسی نہیں کہ خود سے دور کر دوں۔۔" وہ اس کی حرکت یاد کر کے بے ساختہ مسکرایا تھا۔

oooooooooo

حویلی میں رونق اور چہل پہل مچی ہوئی تھی۔ الہام اپنے نکاح کا سن کر کمرے میں بند ہو چکا تھا۔

دونوں بھائیوں سے بات کر چکا تھا اور ناکام رہا تھا۔

"مجھے یہ نکاح نہیں کرنا لالا۔۔ وہ بڑی ہیں مجھ سے اور میں نے انہیں دیکھا ہوا بھی نہیں۔۔"

اوراد اور رباض کو گیسٹ لسٹ تیار کرتا دیکھ کر وہ ان کے پاس پہنچ کر بے چارگی سے بولا تھا۔

"مگر میں نے سنا تم راضی ہو؟" اوراد اس کی بے چارگی دیکھ کر فکر مند ہو گیا تھا۔

"میں کیسے راضی ہو سکتا ہوں۔۔ کوئی وجہ تو ہو۔۔"

الہام سب سے یہی بات سن سن کر زچ ہو گیا تھا۔

"لیکن تم نے خانی مورے سے کہا تمہیں ان کے کسی بھی فیصلہ پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

خان رباض نے اسے گھور کر یاد دلایا۔ اوراد کے چونک کر دیکھنے پر الہام گڑبڑا گیا۔

"الہام۔۔ کیا تم نے مورے سے ایسا کہا؟"

الہام اس کے سوال پر سر پکڑ بیٹھا۔ اس نے غم میں کہہ دیا، اب یہ بات سب کو کیسے بتاتا۔

"ہاں میں نے کہا تھا مگر۔۔" وہ بے چارگی سے وضاحت دینے لگا۔اوراد نے خفگی سے سر ہلایا۔

"تم نے اگر ان سے ایسا کہا ہے تو اب اپنا کہا پورا کرو۔۔

اگر تمہیں واقعی لگتا ہے تم مرد ہو تو مرد اپنی بات سے نہیں مکرتا۔۔

کیا تمہارے پاس کوئی اور آپشن ہے؟ تم اپنی پسند سے شادی کرنا چاہتے ہو؟ کیا ایسا ممکن ہے؟؟؟"

اوراد نے ڈھکے چھپے الفاظ میں اسے بہت کچھ جتا دیا تھا، الہام لب کاٹتا سر جھکا گیا۔ رباض خاموشی سے الہام کو دیکھ رہا تھا۔

"الہام اس لڑکی کو ہم سب انکار کر چکے ہیں۔اس لیے تمہیں الزام نہیں دے سکتے مگر اس بار کچھ زیادہ ہو جائے گا۔۔

نا سمجھی میں اس کے لیے تم ہامی بھر چکے ہو، خاندان میں یہ بات پھیل چکی ہے، اس بار نکاح کی تیاری کی جا رہی ہے اگر اب بھی انکار ہوا تو۔۔۔"

رباض نے خفت سے بولتے ہوئے اس انکار کے بعد کے حالات کچھ ایسے بتائے تھے کہ الہام چپ کا چپ رہ گیا۔

وہ تب سے اب تک چپ تھا اور کمرے میں بند تھا۔

"ہاں شادی تو کرنی ہی ہے مگر۔۔" نا جانے کیوں وہ اوراد کے لیے کچھ بھی سوچنے سے قاصر تھا۔

oooooooooooo

"دیکھا تم نے؟ میرا گھرانہ کتنا اچھا ہے۔ تمہارے خاندان کے لڑکے کیسے گھٹیا ہیں اور ایک میرے بچے۔۔

الہام تم سے تین سال چھوٹا ہے اور کیسے خاموشی سے سر جھکا کر تم سے نکاح کے لیے مان گیا۔

یہ کوئی اس کے لیے آسان ہے؟ اور مجھے دیکھو سب جانے ہوئے بھی نظریں چرا رہی ہوں۔۔"

خانی بیگم تفاخر سے بول رہی تھیں۔ احواد ادب سے سر جھکا کر سنتی سوچ میں مبتلا تھی، یہ اسے اطمینان دلایا جا رہا تھا یا شرمندہ کیا جا رہا تھا۔

"احواد میں تم سے یہی وعدہ لینا چاہتی ہوں، میرے الہام سے کبھی بد تمیزی مت کرنا، اس کا خیال رکھنا اور جیسا وہ چاہے ویسا کرنا۔۔

اس نے تمہارے لیے اتنی بڑی قربانی دی ہے۔ نا تمہیں اس نے کبھی دیکھا ہے نا تمہیں جانتا ہے پھر بھی عمر بھر کے لیے تمہیں اپنانے کو تیار ہو گیا ہے۔

اس حمالہ کی طرح ناشکری مت بننا جو اراد کی پوری توجہ لے کر بھی اس کی قدر نہیں کرتی۔۔"

خانی بیگم نے ناک بھوں چڑھا کر حمالہ کی برائی کی۔

"جی میں خیال رکھوں گی۔" وہ بس اتنا ہی کہہ پائی تھی۔ وہ خانی بیگم سے نہیں کہہ پائی کہ حمالہ اور اس میں فرق ہے۔ حمالہ اپنوں کے پاس رہتی تھی۔

اس کے ماں باپ سلامت تھے، اس کے نخرے اٹھائے جا رہے ہیں تبھی وہ نخرہ کرتی ہے اور احواد لاوارث تھی جسے ہر بار ترس اور ہمدردی میں پناہ ملتی تھی۔

"اچھا یہ دیکھو تمہارے نکاح کا جوڑا ہے۔ پریہان نے منگوایا ہے شہر سے۔۔۔ میں نے تو منع کیا تھا کہ روایتی لباس ٹھیک ہے مگر وہ مطمئن نہیں ہوئی۔

الہام چھوٹا بیٹا ہے اس کا۔۔ تو کہتی ہے میرے بہت ارمان ہیں۔ ظاہر ہے شادیاں بار بار تھوڑی ہوتی ہیں۔۔"

خانی بیگم مسکراتے ہوئے بتا یا رہی تھیں۔ احواد نے سر اٹھا کر ان کے ہاتھ میں موجود باکس دیکھا۔ وہ باکس کھول کر برائڈل ڈریس نکال رہی تھیں۔

احواد اپنے لئیے اتنا بھاری اور مہنگا لباس دیکھ کر خوش ہونے کی بجائے افسردگی سے سر جھکا گئی۔

لباس تو بہت اچھا تھا اور ہم سفر کیسا تھا؟؟

کاش کوئی اس سے پوچھتا اسے یہ نکاح قبول ہے یا نہیں۔۔ وہ خود سے چھوٹے لڑکے کے ساتھ شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ سب جانتی تھی، اسے کسی کے ساتھ زبردستی باندھا جا رہا تھا۔

مگر کسی نے اس سے یہ نہیں پوچھا تھا کہ وہ اس رشتہ پر راضی ہے یا نہیں۔۔ شاید سب جانتے تھے احواد کے پاس اس نکاح کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے اور یہی آخری راستہ ہے۔۔

اسے مہنگی چیزیں خوش نہیں کر رہی تھیں کیونکہ وہ جانتی تھی اسے مجبوری میں اپنایا جا رہا تھا۔ بوجھ بننا کیسا ہوتا ہے وہ بچپن سے دیکھتی آ رہی تھی مگر اب۔۔ یہاں۔۔ شادی کر کے۔۔ ساری عمر بوجھ بالکل نہیں بننا چاہتی تھی۔

خانی بیگم اس کے لیے آئی چیزیں اور زیورات اسے دکھا رہی تھیں، اسے سمجھا رہی تھیں کہ وہ کتنی قدر پا رہی ہے، اسے کتنی اہمیت دی جا رہی ہے اور وہ خالی خالی نظروں سے سب دیکھ رہی تھی۔

اگر خوشیاں ان چیزوں میں چھپی ہوتیں تو شاید دنیا میں کوئی لڑکی اداس نا ہوتی۔۔ شاید کوئی لڑکی ان چاہی دلہن بننے پر آنسو نا بہاتی۔۔

oooooooooo

موبائل پر مصروف حمالہ کے سامنے کسی نے شاپنگ بیگز پھینکے۔ وہ چونک کر سر اٹھاتی سامنے دیکھنے لگی۔ اورادا اس کے سامنے بیٹھ رہا تھا۔

"تم اب ٹھیک ہو ناں؟" وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ حمالہ سر ہلاتی موبائل ایک طرف رکھ کر ان شاپنگ بیگز میں جھانکنے لگی۔

"مرحا آنی تمہاری طبیعت کی وجہ سے کچھ دن تمہیں اپنے پاس رکھنا چاہتی ہیں۔ تم نے منع کیوں کیا؟"

اورادا نے سنجیدگی سے سوال کیا۔ وہ شاپنگ بیگز سے سامان نکالتی بے نیازی سے کندھے اچھا گئی۔

انداز صاف "میری مرضی" جیسا تھا۔۔

"دیکھو۔۔انہوں نے تمہاری پرواہ میں تمہیں ڈانٹا تھا۔

تم اب ان کی معذرت کے باوجود یوں ناراضگی ظاہر کر کے ان کے ساتھ زیادتی کر رہی ہو۔"

اوراد نے موبائل پر نظر دوڑاتے ہوئے سرسری سے لہجے میں اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"ناراض کون ہے؟اپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔"

حمالہ نے نفی میں سر ہلا کر اس کی غلط فہمی دور کی۔اوراد گہرا سانس بھر کر موبائل ایک طرف رکھ گیا۔

"پھر مرحا آنی کو انکار کیوں کیا؟" وہ متجسّس تھا۔

وہ صبح صبح شہر کے لیے نکل گیا تھا۔واپس لوٹا تو پتا چلا کہ مرحا اور داور اسے اپنے پاس کچھ دن رکھنا چاہتے ہیں تاکہ بیماری میں اچھے سے اس کا خیال رکھ سکیں۔

اس میں کچھ حیران کن بھی نہیں تھا کیونکہ مرحا اور داور ایسے ہی حمالہ کو بیمار ہونے پر بچہ بنا لیتے تھے مگر اسے حیرت یہ جان کر ہوئی تھی کہ حمالہ نے پہلی بار ان کے پاس رہنے سے انکار کر دیا تھا۔

"تم نے ان کی بات سے انکار کیوں کیا۔بہتر تھا تم ان کے ساتھ چلی جاتیں۔" اوراد کے بار بار جانے کا کہنے پر حمالہ نے زچ ہو کر ہاتھ میں پکڑا ڈریس پٹخا۔

"آپ مجھے یہاں سے نکالنا چاہتے ہیں؟مسئلہ کیا ہے آپ کو۔۔مجھے نہیں آنا تھا تو زبردستی اس روم میں لایا گیا،اب یہاں سے نکالنے کی جلدی ہے۔"

حمالہ خفگی سے اسے گھورنے لگی۔اوراد نے مسکرا کر ہاتھ کھڑے کیے گویا ہار مان لی ہو۔

"میں تمہاری آسانی کے لیے کہہ رہا ہوں، تمہیں یہاں سے اب کوئی نہیں نکال سکتا۔ یہ تمہارا روم ہے۔"

اوراد نے نرمی سے کہتے ہوئے موبائل پر بار بار آتی کال کاٹی اور حمالہ کو دیکھنے لگا۔ جو اس سامان کو دیکھ رہی تھی جو اوراد لایا تھا۔

"ایسا کہیں ناں کہ ایک رات تیمار داری کر کے تھک گئے ہیں اس لیے اب جان چھڑوانا چاہتے ہیں۔۔"

وہ خوامخواہ بات بڑھا رہی تھی۔ سر اسر اسے اکسا رہی تھی کہ وہ بات کرے، بحث کرے مگر وہیں اس کے پاس۔۔ اس کے سامنے بیٹھا رہے۔

"ویسے ایک رات میں بھی تم نے کوئی کسر نہیں چھوڑی، سر دبانے اور ٹمپریچر کم کرنے کے لیے گیلا ٹاول رکھنے تک تو ٹھیک تھا مگر تم نے وومٹ کر کے میرا ڈریس بھی خراب کر دیا۔۔

کیا تمہیں سب بھول گیا؟ یا تم پریٹینڈ کر رہی ہو؟"

اوراد کے بولنے پر وہ سٹپٹا کر اسے دیکھنے لگی۔

"میں نے۔۔۔ آپ پر۔۔ وومٹ۔۔" ہکلا کر بولتی وہ بے یقینی سے جملہ ادھورا چھوڑ گئی تھی۔ شرمندگی سے چہرہ سرخ ہونے لگا۔ ساری بات ختم کر دی تھی اس نے۔۔

اب کیا بات کرتی؟؟ شرمندگی ہی شرمندگی تھی۔۔

اوراد نے نچلا لب دانتوں تلے دبا کر اپنی مسکراہٹ چھپائی اور سر ہلا دیا۔

نظریں چراتی حمالہ کو چھپنے کی کوئی جگہ نہیں مل رہی تھی۔اوراد اسے شرمندہ دیکھ کر بات بدل گیا۔

"آج نکاح کی شاپنگ کے لیے شہر بھیجا تھا ماما نے۔۔میں نے سوچا تمہارے لیے بھی کر لوں، تمہیں ساتھ لے جاتا لیکن تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔

کیا تمہیں یہ سب پسند آیا؟ کیونکہ مجھے تمہاری چوائس کا ابھی کوئی آئیڈیا نہیں ہے۔۔"

وہ اسے بتاتے ہوئے ایک شاپنگ بیگ سے مخملیں کیس نکالنے لگا۔حمالہ جو ترچھی نظروں سے بار بار اسے دیکھ رہی تھی، نظریں ڈریس پر جما گئی۔

"یہ بیبی پنک ڈریس میرے لیے ہے؟ مجھے یہ کلر پسند نہیں ہے۔" حمالہ نے ناپسندیدگی سے ڈریس دیکھا۔

مخملیں کیس سے رنگ نکالتا اوراد چونک گیا۔

"لڑکیوں کو موسٹلی یہ کلر بہت اچھا لگتا ہے۔تو مجھے لگا تمہیں بھی پسند ہو گا۔۔" اوراد نے تاسف سے ڈریس دیکھا اور حمالہ کا ہاتھ تھام لیا۔

"میں ان لڑکیوں میں سے نہیں ہوں جو بچوں کی طرح بیبی پنک کلر پسند کرتی ہیں۔" حمالہ نے اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ کھینچ کر اپنے اوپر چادر درست کی۔

"اگر آپ کو یاد ہو تو میں اب میرڈ لڑکی ہوں، میرے لیے کوئی لیڈیز کلر ہونا چاہئیے تھا، جیسا کہ ڈارک براؤن، میرون، ریڈ یا پھر شاکنگ پنک، نیوی بلو اور بھی بہت سے کلرز ہیں آپ کو صرف یہی ملا بیبی پنک۔۔" حمالہ نے تفصیل سے بتاتے ہوئے آخر میں ناک چڑھا کر اس ڈریس کو دیکھا تھا۔

"اٹس اوکے ابھی تین دن باقی ہیں۔ میں تمہارے لیے اور شاپنگ کر لوں گا۔ تم یہ سب

ادب انکل کی بیٹی کو دے دینا۔ وہ ان میرڈ ہے، ایم شیور اسے سب اچھا لگے گا۔" وہ نرمی سے بولتا اس کا ہاتھ تھام کر رمگ پہنانے لگا۔ گلالئی کو سب سامان دینے کا سوچ کر بے چین ہوتی حمالہ رِنگ دیکھ کر چونک گئی۔

اوراد اس کا ہاتھ دیکھ رہا تھا۔ چمکتا ہیرا اس کے ملائم نازک ہاتھ پر بہت دلکش لگ رہا تھا۔ اس نے بے ساختہ اس کا ہاتھ کھینچ کر لبوں سے لگایا۔ حمالہ کا دل زور سے دھڑکا تھا، اوراد کے ہاتھ میں اس کا ہاتھ لرز گیا تھا۔

"اگر تم چاہو تو میں تمہیں ساتھ لے جا کر شاپنگ کروا دیتا ہوں۔۔" وہ اسے کھلی آفر دے رہا تھا۔

"نہیں آپ کے ساتھ نہیں جانا۔۔ آپ تو چہرے سے نقاب ہی نہیں اتارنے دیتے۔۔" وہ منہ بسورنے لگی۔

"تو تمہیں پردہ اتارنا ہے؟ کیا اللہ کا حکم صرف اپنے علاقے میں پردہ کرنے کا ہے؟ پھر تم کہتی ہو تمہیں بچی نا سمجھا جائے۔" وہ نفی میں سر ہلا کر بولتا اس کے سرخ پڑتے رخسار کو ملائمت سے سہلانے لگا۔

حمالہ خفت سے جھینپ کر یہاں وہاں دیکھنے لگی۔

آج اس کا لمس الگ سا اثر کیوں ڈال رہا تھا؟اس کے ہاتھ لرز رہے تھے۔اوراد نے لرزش محسوس کر کے اس کا ہاتھ چھوڑا اور اپنے موبائل پر پھر سے آتی کال اٹینڈ کر کے دور صوفے پر جا بیٹھا۔

حمالہ جلدی سے چادر اوڑھ کر سوتی بن گئی، چادر سے تھوڑا سر نکالا ہوا تھا، چھپی ہوئی آنکھیں اوراد کے چہرے پر ایسے جم گئیں جیسے پسندیدہ منظر پر نظر اٹک جائے اور پلٹنے سے انکاری ہو۔۔۔

سنجیدگی اور دلکشی اس کی پرکشش شخصیت کا خاصہ تھی۔اس کی نیلی آنکھیں اتنی شفاف تھیں کہ حمالہ ان میں اپنا عکس صاف دیکھ لیتی تھی۔

اس نے نظر گھما کر اوراد کا لایا سامان دیکھا۔وہ ہمیشہ گلالئی کے ساتھ اپنی چیزیں شئیر کر لیتی تھی مگر یہ سب اوراد اس کے لیے لایا تھا، وہ کسی کو نہیں دینے والی تھی۔

وہ اوراد کے کمرے میں اسی کے پاس رہنا چاہتی تھی،

وہ پوزیسو ہو رہی تھی۔ماں باپ کے کہنے پر بھی ان کے ساتھ نہیں گئی۔اسے اوراد کا ساتھ اچھا لگ رہا تھا۔

حمالہ جان ہی نہیں پائی کہ وہ اوراد کے لیے "صرف میرا ہے" کی عملی تصویر بنتی جا رہی تھی۔۔

اس کی توجہ، اس کا ساتھ۔۔اس کی محبت اور اس کی دی ہر چیز۔۔صرف حمالہ کی ہو۔۔

وہ چادر میں منہ چھپائے اپنا ہاتھ دیکھنے لگی، وہ ڈائمنڈ رنگ نہیں بلکہ وہ لمس محسوس کر رہی تھی جو اوراد نے وارفتگی سے اسے سونپا تھا۔

اورادنے کال کاٹ کر حمالہ کو دیکھااور اسے سویا ہوا سمجھ کر اپنا کچھ ضروری سامان اٹھائے کمرے سے نکل کر لاؤنج میں پہنچا۔پر یہان، زرشے اور مرحا آپس میں باتیں کر رہی تھیں۔

"آفس میں تھوڑا مسئلہ ہو گیا ہے، میرا جانا ضروری ہے۔حمالہ کمرے سے نہیں جانا چاہتی تو پلیز اس کو دیکھتے رہیے گا آپ لوگ۔۔" اورادنے ان کو بتاتے ہوئے اپنی مجبوری ظاہر کی۔ان کے اطمینان دلانے پر وہ حویلی سے نکل گیا۔

اسے اندازہ ہی نہیں ہوا کہ حمالہ اس کے لیے کمرے میں موجود ہے۔وہ اس کے قریب رہنے کے لیے کہیں جانے کو تیار نہیں ہے، اندازہ ہو جاتا تو سارے کام چھوڑ چھاڑ کر اس کے

پاس بیٹھ جاتا۔۔

وہاں حمالہ رات گئے اورادکے آنے کا انتظار کرتی رہی، رات کا کھانا لے کر مرحا آئیں تو اسے اپنے ساتھ چلنے کا کہتے ہوئے اورادکے چلے جانے کا بتایا۔۔

"مجھے کہیں نہیں جانا۔۔ میری بلا سے وہ بالکل حویلی نا آئیں۔اور آپ مجھے لینے آ گئیں، ان سے کہنا تھا ناں کہ بیوی بیمار ہو تو گھر پر رہنا چاہئیے۔۔

خانی مورے کی ساری حق پرست باتیں اب کہاں گئیں، ساری زمہ داریاں صرف میرے لیے ہیں اور وہ مجھے یہاں بیمار چھوڑ کر چلے گئے، کسی نے کچھ نہیں کہا۔

سب کے سب برے ہیں۔حمالہ کی پرواہ نہیں کسی کو۔۔" وہ ناراضگی سے لڑتی رونے لگی۔

اوراد کا چپ چاپ چلا جانا برا لگا تھا۔ وہ بتا بھی تو سکتا تھا۔ اتنی ہی فکر تھی تو رک جاتا۔ حمالہ کے لیے اپنے کام چھوڑ دیتا۔ اس کے پاس رہتا۔۔

وہ محبت کا دعویدار تھا پھر گیا کیوں؟؟

حمالہ روتی جا رہی تھی اور مرحا حیران پریشان سی اسے دیکھ رہی تھیں۔ وہ آخر غصہ کس بات پر ہے؟

وہ محبت میں مبتلا ہو رہی تھی، وہ اوراد کی اسیر ہو رہی تھی۔ اس کی چاہ کی طلب میں پاگل ہو رہی تھی۔

وہ اس بات سے تنگ ہو رہی تھی مگر وہ یہ بات کسی کو بتا نہیں سکتی تھی۔۔

oooooooooooo

اسوان بے زار سی لیکچر لے رہی تھی، لیکچر کا اختتام ہوتے ہی بیگ اٹھا کر باہر نکلی۔ جمائی لیتے ہوئے ہینڈ واچ پر ٹائم دیکھا اور منہ اتر گیا۔ سر درد سے بھاری ہو رہا تھا اور ابھی کافی ٹائم تھا۔

"یا اللہ مجھے گھر جانا ہے۔" وہ روہانسی ہو کر یہاں وہاں دیکھنے لگی۔ سامنے ایاد خان اپنے آفس میں داخل ہو رہا تھا۔ اسوان کی آنکھیں چمکیں۔

تیزی سے قدم بڑھاتی اس کے آفس پہنچی۔ وہ لیپ ٹاپ پر جھکا کسی سے کال پر بات کر رہا تھا۔

وہ ٹیبل کے قریب جا کر رک گئی، ایاد نے اس پر نظر پڑتے ہی اپنی بات مختصر کی اور کال کاٹ کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"سر مجھے گھر جانا ہے، کیا میں جا سکتی ہوں؟"

اس نے لہجے میں مسکینیت بھر کر کہا۔

"کیوں؟ کیا وجہ ہے۔ابھی لیکچر رہتے ہیں ناں؟"

ایاد نے سوالیہ ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔

"میری طبیعت نہیں ٹھیک، مطلب مجھے تھکن ہو رہی ہے۔اصل میں رات کو دیر تک اسائنمنٹ ریڈی کرتی رہی ہوں ناں تو اب سر درد سے برا حال ہو رہا ہے۔"

وہ جھوٹ سچ ملاتی بے چارگی بھرے لہجے میں بولی۔

"مجھے جہاں تک یاد پڑتا ہے، رات کو دس بجے ہی سو چکی تھیں تم۔۔اور ایسے کیا کام کیے جو تھک گئی ہو؟ اسوان تمہارا اب پڑھائی میں دل نہیں لگ رہا۔۔

سمسٹر کا اختتام ہے اور تم اب لیزی ہو رہی ہو۔۔"

ایاد نے ماتھے پر بل ڈال کر خفگی سے اسے گھورا۔

"سر میں اپنا سارا کام کرتی ہوں، گریڈز ابھی اچھے ہیں۔آج کوئی لیکچر نہیں ہے، ابھی گھر جانا چاہتی ہوں۔اس پر بھی آپ۔۔" وہ ناراضگی سے بولتی آنکھیں بھر لائی۔ایاد کو چپ ہونا

پڑا۔

"میں ابھی بزی ہوں، کیسے جاؤ گی؟" وہ لیپ ٹاپ اس کے سامنے کر گیا۔جہاں وہ کام کر رہا تھا۔

"ٹھیک ہے۔آپ کام کر لیں۔" وہ مایوسی سے پلٹی۔

ایاد بے چینی سے اسے جاتا دیکھ رہا تھا۔

"رکو اسوان۔۔" وہ بے ساختہ اسے روک گیا۔ وہ رک کر ناراض نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"کیا بات ہے؟ طبیعت زیادہ خراب ہے؟" ایاد اٹھ کر اس کے پاس جاتا نرمی سے پوچھنے لگا۔

"سر میں درد ہے۔ آج صبح نماز کے بعد آنکھ نہیں لگی تو سر میں درد ہو گیا ہے۔" وہ بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔ ایاد نے بے ساختہ ہاتھ بڑھا کر اس کی کلائی تھامی اور نبض پر ہاتھ رکھا۔

"تمہارا بی پی لو ہو رہا ہے بہت۔۔" وہ فکر مند ہوا۔

اسوان اس کی بات پر خفگی سے رخ موڑے رہی۔

"اچھا رکو میں لے جاتا ہوں گھر۔۔" وہ اس کا چیک اپ کروانے کا سوچ کر اسے روک گیا۔

پلٹ کر لیپ ٹاپ بند کرتا بیگ میں رکھ گیا۔ اپنا سامان سمیٹ کر لا کر میں رکھا اور گاڑی کی چابی اٹھا کر اس کے پاس آیا۔

"آ جاؤ۔۔ رونا بند کرو، آرام آ جائے گا۔۔ سر درد تھا تو مجھے صبح بتانا تھا ناں۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر آفس سے نکلتا نرمی سے بولا۔ اسوان نے اپنی آنکھیں رگڑ کر نمی صاف کی اور اس کے پیچھے چلنے لگی۔

"اپنا خیال نہیں رکھتی ہو۔۔ صبح بھی ناشتہ نہیں کیا تم نے۔۔ اگر ایسا رہا تو پڑھو گی کیسے؟

بلکہ یہی حال رہا تو میں پڑھنے بھی نہیں دوں گا۔ تمہارے گھر والے کہیں گے میں نے خیال نہیں رکھا۔۔

وہ جو تمہارا بھائی ہے ناں اور اد خانزادہ۔۔ اس کو تو بہانہ چاہیئے مجھ پر طنز کر کے لڑنے کا۔۔"

وہ اسے ساتھ لیے پارکنگ ایریا کی طرف بڑھتا بول رہا تھا۔ارد گرد سٹوڈنٹس انہیں دیکھتے سرگوشیاں کر رہے تھے۔ایاد خان اپنی شخصیت کی وجہ سے کافی مشہور پروفیسر تھا۔

اس کا اب یوں سب کے درمیان اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑ کر چلنا سب کو متوجہ کر رہا تھا۔اسوان نے سب کے دیکھنے پر گھبرا کر ایاد کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نکالا۔

"کیا ہوا؟" ایاد نے اس کی حرکت پر رک کر اسے دیکھا۔

"میں آئندہ خیال رکھوں گی۔۔" وہ آہستگی سے بولتی جھجک کر گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔

ایاد سر جھٹک کر گاڑی میں بیٹھتا پارکنگ ایریا سے گاڑی نکال کر یونی سے نکلا۔

اسوان سیٹ سے سر ٹکاتی آنکھیں بند کر گئی۔

"آئندہ واقعی شکایت کا موقع نا ملے مجھے ورنہ میں بہت سختی کروں گا۔" ایاد نے اس کی حالت سے فکر مند ہوتے ہوئے اسے سختی سے ہدایت دی۔

وہ آنکھیں بند کیے سر ہلا گئی۔ایاد نے گاڑی ہاسپٹل کی طرف بڑھا دی۔اسوان کے انکار کرنے کے باوجود اسے زبردستی لے جا کر اس کا چیک اپ کروایا۔ڈاکٹر نے بھی ویکنیس بتائی تھی جس پر وہ اسے گھور کر رہ گیا تھا۔

اس کے لیے راستے سے جوس وغیرہ لے کر اسے دیتا وہ اپنا خیال رکھنے پر سارے راستے ایک لمبا لیکچر دیتا آیا تھا۔گھر پہنچنے تک جوس پیتی اسوان سر ہلا کر اسے سنتی رہی اور مسکراہٹ دباتی

رہی۔

زندگی میں کسی کے لیے اہم ہونا سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ کوئی قدر کرے اور بھرپور توجہ دے۔۔

ایاد خان اس کے لیے ایسا ہی تھا۔ لاپروائی ظاہر کرتے ہوئے بھی ایسی پرواہ کر جاتا تھا کہ اسوان کا دل دھڑک اٹھتا تھا۔ وہ محبت نہیں کرتا تھا مگر اس کی توجہ محبت سے کہیں بڑھ کر تھی۔

تو کیا وہ واقعی محبت نہیں کرتا تھا؟؟ اسوان کو لگا کہیں کوئی غلط فہمی سی ہے ان کے تعلق میں۔۔

ایسے جیسے محبت شروع سے تھی، بس تھی چھپی ہوئی اور وہ اسے پہنچاننے سے قاصر تھے۔۔۔

یا پھر تعلق بننے پر محبت قائم ہوئی تھی، بس وہ دونوں اس سے نظریں چرا رہے تھے۔

وہ اپنی مشکل میں اس کے پاس جاتی تھی اور وہ اپنے کام چھوڑ کر اس کی مدد کرتا تھا۔ اس وقت بھی اسے گھر لا کر وہ یونی واپس نہیں گیا تھا۔ اپنے بستر پر لیٹ کر سونے کے لیے آنکھیں بند کرتی اسوان نے دور صوفے پر چشمہ لگا کر موبائل پر جھکے ایاد خان کو دیکھا۔

اگر زمہ داری ایسے نبھائی جائے تو پھر محبت کی بھی خیر ہے۔۔ بس ساتھ سلامت رہے۔۔ وہ مسکراتے ہوئے سکون سے آنکھیں بند کر گئی۔ کبھی کبھی اچانک بن جانے والے تعلقات میں دل سے جوڑے رشتوں سے بھی کہیں زیادہ اطمینان اور سکون ملتا ہے۔

کیونکہ جن کا ملنا اللہ نے طے کر دیا ہو ان کو مل کر اطمینان نا ملے۔ یہ تو ممکن ہی نہیں ہے۔۔

"یعنی اب مجھے اس کے کھانے پینے کا بھی خود خیال رکھنا ہو گا؟ عجیب بچگانہ حرکت ہے بھئی۔۔

انسان میں اتنی تو عقل ہو کہ اپنا خیال ہی خود رکھ سکے۔۔" ایاد اسے دیکھتا خفگی سے بڑبڑا رہا تھا۔

خود پر خود ایسے ظاہر کرنے لگا جیسے کسی نے بہت بڑی زمہ داری ڈال دی ہو اور اسے پورا کرنا اس کی مجبوری ہو۔۔ یہ کیسے مان لیتا کہ اس کا اپنا دل یہی سب چاہتا ہے، وہ خود یہ سب کرنے کو تیار ہے۔

oooooooooooo

ابراہیم دو دن بعد ہاسپٹل سے سیدھا حمینہ کے گھر پہنچا تھا۔ وہ اس کے آنے کا سن کر اپنی ماں کے کمرے میں بند ہو گئی۔

بھائیوں نے بلایا تو ان سنا کر گئی، یعنی دو دن میں ہی نیت بدل چکی تھی۔ وہ ابراہیم سے اپنا رشتہ بھلا دینے کے چکر میں تھی اور ابراہیم کو اس سے کچھ ایسی ہی امید تھی اس لیے وہ اسے لیے بغیر اس بار بالکل نہیں جانے والا تھا۔

"ہم شرمندہ ہیں ہماری وجہ سے۔۔ اس نے جو حالات جھیلے ہیں ان پر اب وہ حساس ہو گئی ہے۔ گھر سے جانے کو تیار نہیں ہو رہی۔ کم عمر ہے رشتے کی نزاکت کو نہیں سمجھ رہی۔۔ اگر آپ کو برا نا لگے تو مزید ایک دو دن دے دیتے۔۔۔" اس کے بڑے بھائی نے جھجک کر ابراہیم سے درخواست کی تو وہ نفی میں سر ہلا گیا۔

"سوری مگر میرے چھوٹے بھائی کا نکاح ہے اور ظاہر ہے فیملی ایونٹ میں میری بیوی کی موجودگی بہت ضروری ہے۔ابھی اس کی خریداری بھی کروانی ہے پھر حویلی جانے میں بھی کافی ٹائم لگے گی۔اسے جلدی بھیج دو۔۔" وہ دوٹوک لہجے میں بول رہا تھا۔

الفاظ میں معذرت تھی مگر لہجے میں کوئی معذرت محسوس نہیں ہو رہی تھی یعنی بالکل رعایت برتنے کو تیار نہیں تھا۔

"اوہ اچھا میں بلاتا ہوں اسے۔۔" حمینہ کا بھائی سر ہلاتا وہاں سے چلا گیا۔ابراہیم باہر سے بھی ان کی بحث کی آوازیں سن رہا تھا۔حمینہ روتے ہوئے ابراہیم کے ساتھ جانے سے انکار کر رہی تھی۔

بحث کا اختتام ہونے میں کافی وقت لگا تھا اور جب حمینہ چادر اوڑھے کمرے سے باہر آئی تو اس کی ناراض نظریں بھیگی ہوئی تھیں۔ابراہیم گہرا سانس بھر کر اٹھ کھڑا ہوا۔یہاں وہ نرمی برت لیتا تو خود بے سکون ہو جاتا۔

اسے گاڑی میں بٹھا کر اس کے گھر کی گلی سے نکلنے تک وہ رک رک کر اسے دیکھتا رہا تھا۔

"کیا میرا ساتھ تمہیں اتنا برا لگتا ہے حمینہ؟تم میرے ساتھ جانے پر رو کیوں رہی ہو؟" ابراہیم نے تھک کر اس سے سوال کیا۔وہ اسے چھوڑ نہیں سکتا تھا مگر ایسا ساتھ بھی کب چاہا تھا کہ وہ روتی رہے۔

"مجھے آپ کے ساتھ نہیں رہنا۔" وہ خفگی سے اسے دیکھنے لگی۔ابراہیم نے ابرو چڑھائے۔

"کیوں نہیں رہنا؟اتنا وقت ساتھ رہ کر اور مجھ سے شادی کر کے اب تمہیں میرے ساتھ کیوں نہیں رہنا؟"

ابراہیم نے گاڑی ایک مال کے پاس روک کر نرمی سے اسے دیکھا۔ وہ رخ موڑ گئی۔

"حمینہ؟ ہماری شادی ہو چکی ہے پیاری، تمہیں میرے ساتھ ہی رہنا ہو گا ناں اب؟" ابراہیم نے نرمی سے بولتے ہوئے اس کے ہاتھ تھام کر اسے اپنی طرف موڑا۔

"یہ شادی میری مجبوری تھی۔ میرے پاس اور کوئی چوائس نہیں تھی۔ آپ برے نہیں ہیں مگر میں اپنے گھر رہنا چاہتی ہوں۔ مجھے آپ کی حویلی والوں سے ڈر لگتا ہے۔ سب سے ڈر لگتا ہے۔"

وہ سسکیاں بھرتی رونے لگی۔ ابراہیم کو اس پل وہ کسی بچے کی طرح لگی جو گرمیوں کی سخت تپتی دوپہروں میں گھر سے باہر نکلنے سے ڈرتا ہو۔۔

"ڈرتی کیوں ہو۔۔ میں تمہارے ساتھ ہوں ناں، اب کبھی کچھ نہیں ہونے دوں گا تمہیں۔۔ ہاں؟"

ابراہیم بے ساختہ ہاتھوں کے پیالے میں اس کا چہرہ تھام کر نرمی سے اپنے ساتھ کا یقین دلایا۔

وہ بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔ ابراہیم نے اس کے آنسو صاف کر کے اس کا رخسار سہلایا۔

"ٹرسٹ می ڈیئر۔۔ آؤ تمہیں شاپنگ کرواؤں۔ آج میں چاہتا ہوں تم ویسے ڈریس لو جیسے تمہیں پسند ہیں۔"

وہ گاڑی سے اتر کر اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے آگے بڑھا۔

حمینہ خاموشی سے اس کے ساتھ چل رہی تھی۔ مال میں لوگوں کے درمیان وہ ابراہیم کو دور جاتا دیکھ کر گھبرائی ہوئی سی رک گئی۔

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا میں آپ کے بھائی کے نکاح میں نا جاؤں۔۔؟" حمینہ نے ہچکچاتے لہجے میں سوال کیا۔ ابراہیم نے پلٹ کر اسے دیکھا۔

"نہیں۔۔ میرے ساتھ تمہارا ہونا ضروری ہے۔ میں تمہیں ہر ایونٹ میں اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہوں حمینہ۔۔"

اس نے دور کھڑی حمینہ کا ہاتھ تھام کر اپنی طرف کھینچا۔ وہ لڑکھڑا کر اس سے جا لگی۔

"بہانے مت بناؤ مسز حمینہ ابراہیم۔۔ تم بھی یہ بات جانتی ہو جہاں ہز بینڈ رہتا ہے وہیں وائف رہتی ہے۔

پھر یہ اپنے گھر جانے کی کوششیں کیوں کر رہی ہو؟"

ابراہیم نے اس کی چادر درست کرتے ہوئے اس کا نازک سا ہاتھ مضبوطی سے تھام کر سوال کیا۔

"مجھے شاپنگ نہیں کرنی۔" وہ سر نفی میں ہلانے لگی۔ صاف ظاہر تھا کہ اس کا مزاج خراب ہو رہا ہے۔

"اوہو۔۔ لگتا ہے تمہیں مجھ پر غصہ آ رہا ہے۔ گڈ۔۔ تم غصہ کرو اور میں شاپنگ کرتا ہوں۔۔" ابراہیم اسے چڑاتے ہوئے اپنے ساتھ کھینچتا آگے بڑھ گیا۔

حمینہ بے چارگی سے ارد گرد دیکھنے لگی۔ ابراہیم اسے ایک شاپ پر لے جا کر کپڑے دکھانے لگا۔

وہ اس کے ساتھ چلنے کی صرف فارمیلٹی نبھا رہی تھی، ابراہیم نے اس کی شاپنگ اس سے پوچھ پوچھ کر کی تھی۔ جوتوں کی شاپ پر کھڑی حمالہ کی نظریں سامنے والی شاپ کی طرف اٹھیں اور تھم گئیں۔

ہنستے ہوئے لڑکے نے گردن گھمائی تو ساکت کھڑی حمینہ کو دیکھ کر ٹھٹکا۔ وہ آنکھیں پھیلائے خوفزدہ سی اسے دیکھ رہی تھی۔ یوں جیسے کوئی موت کو دیکھ رہا ہو۔

اس لڑکے کی آنکھوں میں بھی شناسائی کا رنگ ابھرا تھا اور لبوں پر مکروہ سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"حمینہ۔۔" ابراہیم اسے پکارتے ہوئے اس کے پاس آیا تو وہ لڑکا ٹھٹک کر اپنا رخ پھیرتا چھپ گیا۔

"مجھے۔۔ گھر۔۔ جانا ہے۔۔" حمینہ کا وجود بالکل سرد پڑنے لگا۔۔ وہ کپکپاتی آواز میں بولتے ہوئے لڑکھڑا گئی۔ ابراہیم نے جلدی سے اس کے گرد بازو پھیلا کر اسے خود سے لگایا۔

"کیا بات ہے حمینہ۔۔ تم ٹھیک ہو؟" وہ پریشانی سے اسے دیکھنے لگا۔ اس کا رنگ فق پڑ چکا تھا۔

"یہاں سے چلیں۔۔ گھر چلیں۔۔" حمینہ کی آواز میں لرزش تھی۔ ابراہیم شاپنگ بیگز اٹھا کر اسے سہارا دیئے اپنے ساتھ لے جانے لگا۔

وہ لڑکا اب بھی وہیں کھڑا تھا۔ وہی لڑکا جس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس معصوم لڑکی کی زندگی تباہ کی تھی۔

حمینہ کو وہ لڑکے یاد نہیں تھے، مگر اسے دیکھ کر وہ پہچان گئی تھی۔ اپنے سیاہ ماضی کے ایک کردار کو اپنے سامنے دیکھنا کتنا اذیت ناک ہو سکتا ہے، کوئی حمینہ سے پوچھتا۔۔

ابراہیم اسے گاڑی میں بٹھا کر فکر مندی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کا چہرہ بالکل سفید پڑ رہا تھا۔ ہاتھ سرد ہو رہے تھے۔ اس کی آنکھوں میں ہراس تھا۔

اچانک ایسا کیا ہوا کہ وہ یوں مر جانے جیسی ہو گئی؟

وہ گاڑی چلاتے ہوئے بار بار حمینہ کو دیکھتا سوچ رہا تھا۔ گھر پہنچ کر وہ حمینہ کو احتیاط سے سہارا دیتا اندر لے گیا۔

"حمینہ کوئی پریشانی ہے کیا؟ کیا بات ہے؟"

ابراہیم نے نرمی سے سوال کیا تو وہ اچانک اس کے سینے سے لگتی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

ابراہیم اس کی حرکت پر ایک پل کے لیے تھم سا گیا۔

"حمینہ اپنے سارے خوف اور پریشانیاں مجھے دے دو۔۔ میں ہوں ناں تمہارے پاس۔۔"

ابراہیم نے اس کے لرزتے نازک وجود کو خود میں سمیٹتے ہوئے نرمی سے کہا۔ اس کے الفاظ مرتی ہوئی حمینہ میں زندگی بھر رہے تھے۔ اس کا نرمی سے بال سنوارنا اور آہستگی سے پشت تھپکنا یکدم حمینہ کو احساس دلا گیا جیسے وہ واقعی کسی مضبوط حصار میں ہے۔ کسی محفوظ حصار میں ہے۔۔

oooooooooo

حویلی میں صبح سے مہمانوں کی آمد شروع ہو چکی تھی۔ آج الہام اور احواد کا نکاح تھا۔ باہر سب ہنسی مذاق کرنے میں مصروف تھے اور وہ دونوں اپنے اپنے کمروں میں خاموش سے بیٹھے تھے۔

الہام سر جھٹک کر اٹھا اور بے زاری سے شاور لینے چلا گیا۔ خانی بیگم نے بیوٹیشن کو احواد کے پاس بھیج دیا تھا۔ اور ادرات دیر تک آفس کا کام نمٹاتا صبح صبح حویلی پہنچا تھا۔ تھکن اس کے اعصاب پر بری طرح سوار ہو رہی تھی۔

کمرے میں پہنچا تو حمالہ غائب تھی۔ وہ سمجھ گیا مرحا کی بات مان کر چلی گئی ہو گی۔ وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ حمالہ ایک پوری رات اس کا انتظار کرنے کے بعد ناراض ہو کر جا چکی تھی۔

وہ چینج کر کے سادہ حلیہ میں بیڈ پر لیٹتا نیند میں چلا گیا۔ تین چار گھنٹوں کی بھرپور نیند لینے کے بعد اس کی آنکھ کمرے میں ہوتی کھٹ پٹ کی آوازوں سے کھلی تھی۔

اس نے مندی مندی آنکھوں سے دیکھا تو سامنے حمالہ اپنی جیولری، میک اپ اور سینڈلز اٹھا رہی تھی۔ وہ اسے دیکھتا بے اختیار اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"کیسی ہو حمالہ۔۔" اس نے نرمی سے مسکرا کر سوال کیا۔ وہ چونک کر پلٹی اور اسے سامنے دیکھ کر اچانک شفاف ماتھے پر ان گنت بل نمودار ہوئے۔

"ٹھیک ہوں۔" وہ پتھر مار انداز میں بولتی مزید ایک بھی لفظ کہے بغیر کمرے سے نکل گئی۔ اور اد کو اس کی حرکت پر جھٹکا لگا۔

"دو دن میں اتنی بڑی تبدیلی۔۔" وہ بڑبڑا کر اٹھا اور اپنے کپڑے لے کر واش روم میں گھس گیا۔

وہاں حمالہ اپنے کمرے میں پہنچ کر رک گئی۔ پلٹ کر ایک نظر باہر دیکھا اور اد پیچھے نہیں آیا تھا۔ وہ سر جھٹک کر اپنا سامان بیڈ پر پھینکتی خود بھی وہیں گر گئی۔

"دو دن بیمار بیوی کو چھوڑ کر شہر میں مزے کرتے رہے اب آ کر اچھے بن رہے ہیں ہونہہ۔۔

اب حمالہ بھی بات نہیں کرے گی۔ بس بہت اچھا بن لیا۔ میں کیوں پرواہ کروں؟ شادی انہوں نے کی ہے تو محبت بھی ان کو ہونی چاہیئے تھی۔

میں کیوں ان سے محبت کروں۔۔"

وہ بازو میں چہرہ چھپائے خفگی سے بڑبڑاتی جا رہی تھی۔ دل بری طرح ناراض ہو رہا تھا۔

جس سے ڈر لگتا تھا وہ اچانک اچھا لگنے لگے۔ جس کے ساتھ شادی کرنا قبول نہیں تھا اب اس کے قریب رہنا چاہ رہی تھی۔ اپنی یہ تبدیلی حمالہ کو پریشان کر رہی تھی۔

"ان کو میری پرواہ نہیں تو مجھے بھی ان کی پرواہ نہیں ہونی چاہیئے۔" وہ بے چینی سے کروٹ بدلنے لگی۔

"حمالہ کیا کر رہی ہو۔۔" مرحا کمرے میں داخل ہوتی اس کے سر پر پہنچیں۔ وہ آنکھیں میچ کر سوتی بن گئی۔ وہ جانتی تھی اب وہ اوراد کے آنے کا بتا کر اسے کمرے میں جانے کا کہیں گی۔

اسے سمجھائیں گی اس کے انکار پر ڈانٹیں گی، وہ تیار تھی کہ ڈانٹ کھانے کے بعد وہ کمرے میں چلی جائے گی۔ اوراد کو ناراضگی دکھائے گی اور جتا دے گی کہ اپنی ماں کے کہنے پر آئی ہے ورنہ کبھی نا آتی۔۔

وہ اسے بالکل محسوس نہیں ہونے دے گی کہ اسے اوراد کے پاس رہنا اچھا لگتا ہے۔۔

"اٹھو حمالہ تیار ہو جاؤ۔۔ مہمان آنا شروع ہو گئے ہیں۔۔

ایقان بے چاری اکیلی خانی مورے کے ساتھ لگی ہوئی ہے، جا کر کچھ دیر تم مورے کے مہمانوں کے پاس بیٹھو تاکہ ایقان کو بھی آرام کرنے کا موقع مل سکے۔"

مرحا اس کی بکھری ہوئی چیزیں سمیٹتی اسے ہدایت دے رہی تھیں اور آج کی ہدایات میں کہیں اوراد کا زکر نہیں تھا۔

وہ منہ بنا کر اٹھی اور اپنے کپڑے اٹھانے لگی۔

"یہ ڈریس کیوں اٹھا رہی ہو، اوراد جو لایا تھا وہی پہنو، اتنا پیارا ڈریس تھا۔" مرحا نے اسے اپنے جہیز کا کوئی سوٹ اٹھاتا دیکھ کر بے ساختہ ٹوکا۔

"مجھے وہ کلر نہیں پسند۔۔" وہ فوراً انکار کر گئی۔

"حمالہ تمہیں ہر وقت وہ کلر نہیں پہنایا جا رہا، وہ لایا ہے تو یقیناً اسے پسند ہو گا۔ کبھی کبھی شوہر کی پسند سے بھی ڈھل جانا چاہیئے۔ اٹھاؤ وہی ڈریس۔۔"

مرحا نے اسے سمجھاتے ہوئے اس کے ہاتھ سے اس کا نکالا جوڑا لے لیا۔ حمالہ کا مزاج بگڑنے لگا۔

وہ مرحا کو اوراد کی لائی چیزیں دکھانے پر پچھتانے لگی۔ مجبوراً نہا دھو کر وہی گلابی رنگ کا سوٹ پہنا۔

شیشے میں اپنا عکس دیکھ کر ایک پل کے لیے وہ خود بھی حیران ہو گئی تھی۔

اس کی کھلتی شفاف رنگت پر وہ رنگ اپنا عکس چھوڑ رہا تھا۔ نازک سے نقوش میں گلابی پن نمایاں ہو رہا تھا۔ اس نے میک اپ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

ہم رنگ سینڈلز اور جیولری اور اد ڈریس کے ساتھ ہی لایا تھا۔ نفیس سی جیولری پہن کر اس نے جھک کر نازک پیروں میں سینڈلز پہنے اور نم بال کیچر میں قید کر کے سر پر ڈوپٹہ اوڑھ لیا۔

باہر نکل کر وہ خانی بیگم کے پاس پہنچی تو واقعی ایقان اچھی خاصی تھکن زدہ سی لگ رہی تھی۔

"خانی مورے کا خاندان بہت بولتا ہے۔" حمالہ اس کے پاس گئی تو وہ بے چارگی سے سرگوشی میں بولی۔

"تمہیں جانا ہے تو چلی جاؤ۔۔ میں بیٹھ جاتی ہوں کچھ دیر۔۔" حمالہ نے اسے آفر دی۔ وہ جھٹ سے اٹھتی خانی بیگم سے معذرت کر کے وہاں سے چلی گئی۔

"میرا الہام خوش نصیب ہے جسے احواد جیسی فرمانبردار اور نیک بیوی ملے گی۔۔

ایسی سلجھی ہوئی بچی ہے، دن کو جو رات کہہ دوں وہ سر جھکائے رات مان لے گی، پلٹ کر بحث نہیں کرتی۔۔

اور بھلا مرد کو کیا چاہیئے؟ سکون دینے والی بیوی اور ہر حکم پر سر جھکا دینے والی عورت۔۔

ورنہ آج کل لڑکیاں شوہروں کو ہسپتال پہنچا دیں گی مگر ان کے نخروں کو فرق نہیں پڑتا۔۔"

حمالہ کے بیٹھتے ہی خانی بیگم کی توپوں کا رخ اس کی طرف مڑ گیا۔ وہ بخوبی سمجھ رہی تھی احواد کی تعریف میں آج کل کی لڑکیوں کا لقب اسے دیا گیا ہے۔

"ویسے ماننی پڑے گی۔ خان حویلی کی بہوئیں ہیں بہت پیاری۔۔ تمہاری حمالہ اس سادگی میں بھی گڑیا جیسی لگ رہی ہے۔ کم عمر بھی ہے اور خوبصورت بھی۔۔" خانی بیگم کی ایک کزن نے مسکرا کر رشک

بھری نظروں سے حمالہ کا گلابی سفید سا چہرہ دیکھا۔اس تعریف پر حمالہ کی گرے آنکھیں چمک اٹھیں۔ خانی بیگم نے ترچھی نظر اس پر ڈالی۔

"ہاں تو ظاہر ہے۔ ہمارے لڑکے خود ماشاءاللہ اتنے پیارے ہیں پھر بیوی کو تو چاند جیسا ہونا چاہئیے تھا۔ ابراہیم کی بیوی دیکھی کیا؟ وہ ان سب سے کم عمر ہے مگر بہت سنجیدہ اور کم گو ہے۔اس کا مزاج بالکل بچگانہ نہیں ہے۔ دیکھ کر لگتا ہے شادی شدہ ہے۔"

خانی بیگم بات گھما کر پھر سے حمالہ کے خلاف لے جا چکی تھیں۔قریب بیٹھی ثنا بیگم کی گردن اکڑ گئی۔

"ہاں بھلا وہ لڑکی ملی کہاں سے؟ اتنی عمر کی لڑکیاں تو لاابالی سی ہوتی ہیں۔ وہ کیسے سمجھدار لگتی ہے۔" دوسری عورت نے بھی حمینہ کی تعریف کی۔

حمالہ گہرا سانس بھرتی خود کو سوچنے لگی۔اس کے ماں باپ ہمیشہ اسے دنیا کی سب سے بہترین لڑکی مانتے تھے۔اسے آج ان سے گلہ ہونے لگا۔

انہوں نے کبھی حمالہ کو کیوں نہیں بتایا کہ اس میں اتنی کمی اور خامیاں ہیں۔۔ کیا وہ بچگانہ ہے؟

بے حس یا لاابالی ہے؟ شاید اسی لیے اوراد کو وہ پسند نہیں ہے۔شاید اسی لیے وہ اسے بیماری میں بھی چھوڑ گیا تھا۔اس نے بھی تو حد کر دی تھی۔ بخار میں اسی پر وومٹ کر دی۔۔ وہ خفت زدہ ہونے لگی۔

"خانی بیگم یہ حمالہ بی بی کو چھوٹے خانزادہ صاحب بلا رہے ہیں۔" ملازمہ نے آ کر خانی بیگم کو اوراد کا پیغام بتایا تو انہوں نے گردن موڑ کر حمالہ کو دیکھا جو گہری سوچ میں گم تھی۔

"اس لڑکی کو بالکل پرواہ نہیں، شوہر آج تھکا ہوا گھر آیا ہے۔ کیا خبر اسے کچھ ضرورت ہو۔۔ بس خود تیار ہو کر بیٹھ گئی۔" خانی بیگم نے بڑبڑا کر سر جھٹکا۔

"حمالہ۔۔ جاؤ اوراد بلا رہا ہے۔ اور سنو اس کی تیاری کروا کر ہی آنا۔۔ سو مردوں میں بیٹھنا ہوتا ہے مرد نے۔۔ یہ عورت کا کام ہوتا ہے اس کی ہر چیز برابر کرے۔۔"

خانی بیگم نے اسے پکار کر آہستگی سے سمجھایا۔

وہ سر ہلا کر اٹھی اور کمرے میں پہنچ گئی۔

سامنے اوراد اپنے کرتے کے بٹن بند کر رہا تھا۔ نم بال پیشانی پر بکھرے کچھ وقت پہلے نہانے کا پتا دے رہے تھے۔ وہ یک ٹک اسے دیکھنے لگی۔

وہ کتنا دلکش تھا۔ شفاف رنگت اور سنہری مائل ہلکی بڑھی ہوئی سی شیو اس کے دلکش نقوش کے ساتھ بہت جچتی تھی۔ دراز قد گندمی کرتا شلوار میں نمایاں ہو رہی تھی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو وہ جلدی سے نظر گھما گئی۔

"تم نے چینج کر لیا؟ میں اور ڈریس لایا تھا۔۔"

اوراد نے حمالہ کے سامنے ٹیبل پر پڑے سامان کی طرف اشارہ کیا۔ وہ ایک نظر وہاں ڈال کر نظر ہٹا گئی۔

"مجھے نہیں چاہئیے۔۔" وہ سنجیدگی سے بول رہی تھی۔ اسے دیکھتے ہی پھر سے دل ناراض ہو رہا تھا۔ وہ گیا ہی کیوں؟ اسے بتائے بغیر۔۔۔ یوں چھوڑ کر۔۔۔

"مجھے بھی یہی لگ رہا ہے۔ تمہیں اور نہیں چاہئیے۔"

اوراد نے گہری نظروں سے اس کا جائزہ لیا۔ گلابی رنگت میں وہ کوئی اپسرا لگ رہی تھی، نازک سا وجود جیسے گلابی رنگ میں گھول کر تراشا گیا ہو۔۔

"میں اب جاؤں۔۔؟" خانی بیگم کی ہدایت کے باوجود وہ واپس جانے کو پر تولنے لگی۔ اوراد نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھاما اور اپنے قریب کر کے اسے دیکھنے لگا۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو۔۔" وہ اس کا کیچر اتارتا نم گھونگھریالے بال کھول گیا۔ حمالہ گھبرا گئی۔

"مجھے پتا ہے میں پیاری لگ رہی ہوں مگر یہ کلر بالکل اچھا نہیں ہے۔ اس کلر میں بیبی گرل جیسی وائب آنے لگتی ہیں۔۔

اور آپ کو فرصت مل گئی واپس آنے کی؟ آپ کی کون سا بیوی بیٹھی تھی شہر میں جو ایسے خاموشی سے چلے گئے تھے۔ اب میں نظر آ گئی تو جھوٹے منہ تعریفیں کر رہے ہیں ہونہہ۔۔"

وہ اوراد کے قریب ہونے پر گھبرائی ہوئی سی بولتی چلی گئی۔ اس کے نرم بالوں میں انگلیاں چلاتے اوراد نے رک کر حیرت سے اسے دیکھا پھر جیسے سمجھ آنے پر یکدم مسکرا دیا۔

"بیبی گرل کو میرے جانے پر غصہ ہے یا بنا بتائے جانے پر؟؟" وہ جھک کر سرگوشی کرتا نرمی سے اس کا گلابی رخسار تھپتھپانے لگا۔

"م۔۔مجھے۔۔۔کیوں غصہ آئے گا۔۔مجھے پرواہ نہیں آپ جب بھی جائیں۔۔اور آپ اب بھی میرے لیے نہیں آئے،آپ الہام کے نکاح کے لیے آئے ہیں۔" وہ اس کے لمس پر سمٹ کر بولتی نظریں چرانے لگی۔

"سوری مجھے ارجنٹ جانا پڑ گیا تھا۔۔جانتی ہو ناں ایکسیڈنٹ کی وجہ سے کافی لاس ہو رہا تھا ورک کا۔۔

الہام کا نکاح نا ہوتا تب بھی مجھے آنا تھا کیونکہ میری بیوی یہاں تھی اور میں اس کے بغیر زیادہ دن ٹک نہیں پا رہا تھا۔"

اس کی خفگی سمجھتے ہوئے اورا د نے اسے وضاحت دی۔وہ سر اٹھائے اسے دیکھنے لگی۔اورا د نے بے ساختہ جھک کر اس کے ملائم گلابی رخسار کو لبوں سے چھوا۔حمالہ کا دل پسلیوں میں شور کرنے لگا۔

"خانی مورے۔۔میرا ویٹ کر رہی ہیں۔۔" وہ سٹپٹا کر بولتی اس سے دور ہوئی۔اورا د نے سر ہلا کر اس کے بکھرے ہوئے بالوں کو دیکھا۔

وہ الٹے سیدھے ہاتھ مار کر بالوں کو جوڑے کی شکل باندھتی وہاں سے بھاگ گئی۔اورا د اپنے ہاتھوں کو دیکھتا مسکرا رہا تھا۔

"تمہیں حصار میں لے کر ایسا کیوں لگتا ہے جیسے خوشیوں بھری زندگی کو خود میں سمیٹ لیا ہو۔۔

تمہارا لمس اور خوشبو پھولوں کا دوسرا روپ ہیں۔"

وہ آنکھیں بند کر کے بولتا کسی سحر میں گرفتار لگ رہا تھا۔

oooooooooo

نکاح کی رسم ادا ہوتے ہی ایقان ایک سائیڈ پر تھک کر بیٹھ گئی۔ سٹیج پر بیٹھی احواد پر کسی مجسمہ کا گمان ہو رہا تھا۔ نا لبوں پر مسکراہٹ تھی نا نظریں اٹھی تھیں۔ بے حس و حرکت سی بیٹھی تھی۔

حمالہ کے رخساروں پر شرم کی سرخی پھیلی ہوئی تھی۔ اسوان ویڈیو کال پر علیہا کو سارا ایونٹ دکھا رہی تھی۔ گلالئی ہمیشہ کی طرح حویلی والوں کی شان و شوکت پر توبہ توبہ کر رہی تھی۔

حمینہ سمٹی گھبرائی ہوئی سی گل جان کے پہلو میں بیٹھی تھی، حالت ایسی جیسے موقع ملتے ہی دنیا کی نظروں سے اوجھل ہو جائے گی۔

ایقان اداس سی سر جھکائے بیٹھی تھی۔ خان ریاض نے خود کو اتنا مصروف کر لیا تھا کہ نا وہ بات سننے کے لیے رکتا تھا نا حال احوال لے رہا تھا۔

ایقان کی اب طبیعت عجیب سی ہونے لگی تھی، اس کو کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ کھانا پینا بھی جیسے ختم ہو گیا تھا۔ اسے شدت سے احساس ہوا کہ وہ کتنی بڑی غلطی کرنے والی تھی۔۔

ریاض کی توجہ کے بغیر نہیں رہ پا رہی تھی، اس کے بغیر کیسے رہ لیتی۔۔ اس سے دور ہو کر۔۔ رشتہ توڑ کر کیسے جیتی۔۔ کیا سوچ بیٹھی تھی وہ۔۔

یعنی خود اپنے ہاتھوں سے اپنی زندگی ختم کرنے والی تھی۔ پر یہان کی پکار پر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کی طرف بڑھی تو یکدم اس کا وجود جیسے اس کا ساتھ چھوڑنے لگا تھا۔ وہ رک کر لرزتے وجود کو سنبھالنے کی کوشش کرتی لڑکھڑائی اور ہوش و حواس سے بیگانہ ہوتی زمین بوس ہو گئی۔

ہنسی قہقہے اس کے گرنے پر تھم سے گئے تھے۔ زرشے اور پریہان گھبرا کر اس کی طرف بڑھی تھیں۔

اسے اچانک کیا ہوا تھا۔۔اس کا چہرہ ایسا کیوں لگ رہا تھا جیسے زندگی نچوڑ لی گئی ہو۔۔۔

oooooooooo

نکاح کے فوری بعد احواد کے ماموؤں نے اسے ساتھ لے جانے کی بات کر دی۔ وہ نکاح کے بعد کچھ دن کے لیے احواد کو اپنے پاس رکھنا چاہتے تھے۔ خانزادہ نے زنان خانے میں خانی بیگم کو پیغام بھجوا دیا۔

"پہلے قدر نہیں ہوئی اور اب اس کے نکاح کے بعد ان کو اچانک یاد آ گیا کہ کوئی بھانجی بھی ہے۔"

خانی بیگم نے تنفر سے سر جھٹکا تو ان کے ساتھ بیٹھی احواد کی خالہ ٹھٹک کر انہیں دیکھنے لگی۔

"کیا ہوا خانی خالا؟ لالا نے کچھ کہا کیا؟ "

انہوں نے تجسّس سے سوال کیا تو خانی بیگم نے سر ہلایا۔

"ہاں احواد کو ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔ پریہان سے کہتی ہوں احواد کو چینج کرنے کا کہہ دے۔"

خانی بیگم نے سنجیدگی سے بتاتے ہوئے پریہان کو پکارا۔ احواد کی خالہ نے گھبرا کر سٹیج پر بیٹھی احواد کو دیکھا۔

"نہیں احواد کو بالکل نہیں بھیجیے گا۔ مورے نے مرنے سے پہلے اپنی جائداد احواد کے نام کر دی تھی اور یہ بات پچھلے دنوں لالا وغیرہ کو پتا چلی ہے۔

یہ لوگ تب سے موقع کی تلاش کر رہے ہیں۔ اب احواد کو لے جا کر اس سے زبردستی کاغذات پر سائن کروائیں گے۔ اسے مت بھیجیں۔۔"

خانی بیگم بھانجی کی بات پر شاکڈ رہ گئیں۔

"وہ لوگ وہاں ضد لگائے بیٹھے ہیں۔ حویلی مہمانوں سے بھری پڑی ہے، ان کو تو تماشہ کرنے سے شرمندگی نہیں ہو گی مگر ہماری عزت ہے۔۔ "

خانی بیگم پریشان ہو گئیں۔ بہن کی اولادوں سے اچھی طرح واقف تھیں۔ اگر وہ لوگ جائداد کے لالچ میں آ گئے تھے تو پھر انکار کرنے پر تماشہ کھڑا کر دیتے۔۔

"آپ کوئی بہانہ کر دیں۔ کچھ کریں ورنہ احواد کے پاس جو جائداد ہے وہ بھی چھن جائے گی۔ "

احواد کی خالہ نے پریشان نظروں سے اپنی بدقسمت بھانجی کو دیکھا۔

"ٹھیک ہے پھر۔۔ میں رخصتی کروا دیتی ہوں۔ "

خانی بیگم نے یکدم فیصلہ کیا اور اٹھ کھڑی ہوئیں۔

مہمانوں میں جا کر احواد کی ابھی رخصتی کا اعلان کر دیا۔ احواد نے جھٹکے سے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"مگر مورے۔۔ الہام تو دو تین دن میں فارن جا رہا ہے۔"

پریہان نے جھجک کر انہیں بتایا تھا۔

"ہاں تو الہام کے واپس آنے پر ولیمہ کیا جائے گا۔"

وہ سکون سے بولیں۔ احواد بے چینی سے پہلو بدلنے لگی۔ وہ نکاح کر کے گھبرائی ہوئی تھی۔ وہ رخصتی بالکل نہیں چاہتی تھی مگر اس بار بھی اس سے نہیں پوچھا جا رہا تھا۔

خانی بیگم نے مردان خانے میں بھی پیغام بھیج دیا۔ احواد کی رخصتی کرنے کی وجہ سے اسے اس کے ننھیال والوں کے ساتھ بھیجنے سے منع کر دیا۔

الہام یہ سن کر بھی سرد سا بیٹھا رہا تھا۔ نکاح ہونے کے بعد بچتا ہی کیا تھا کہ وہ منع کرتا۔

رخصتی طے پائی تھی، احواد خالی خالی نظروں سے سب کو دیکھ رہی تھی۔ وسیع

کھلے لان میں بیٹھے سب مہمانوں میں ہنسی مذاق ہو رہا تھا۔

پریہان نے احواد کے لیے الہام کا کمرہ سیٹ کروانے کا سوچ کر ایقان کو آواز لگائی تاکہ وہ احواد کا کچھ ضروری سامان الہام کے کمرے میں لا سکے۔

ایقان ان کی پکار پر اٹھ کر ابھی چند قدم چلی تھی کہ دھڑام سے زمین پر جا گری۔ اس کے گرنے پر یکدم سناٹا چھا گیا تھا۔

"ایقان۔۔ ایقان۔۔ "زرشے اور پریہان گھبرا کر اس کی طرف بڑھیں۔ کچھ ہی دیر میں خوشیوں بھرا ماحول پریشانی میں ڈوب گیا۔۔

مردان خانے سے خان رباض کو بلایا گیا، وہ فوراً ایقان کو گاڑی میں ڈالتا ہسپتال روانہ ہو گیا۔

خانی بیگم نے احواد کا کمرہ سیٹ کرنے کے لیے حمالہ کو بلایا۔ وہ بد دل سی ان کے ساتھ لگی کمرہ سیٹ کر رہی تھی اور ساتھ ساتھ اپنی سستی اور الٹی سیدھی حرکتوں پر ڈانٹ بھی کھا رہی تھی۔

مہمانوں کو رخصت کر کے احواد کو کمرے میں پہنچایا تو وہ بیڈ کے ایک طرف

سمٹ کر سر جھکائے بیٹھ گئی۔ زندگی کی اس بڑی تبدیلی نے اس کا دماغ مفلوج کر دیا تھا۔ کیا ٹھیک ہے، کیا غلط۔۔

وہ نہیں سمجھ پا رہی تھی، اس لیے سب کچھ وقت پر چھوڑ دیا اور خود کو کوئی کتھ پتلی۔۔ دوسروں کے حکم کا غلام مان لیا۔

جس سے تعلق جڑا تھا وہ کیسا تھا؟ وہ کیا ردعمل دے گا؟ وہ عزت دے گا یا پھر وہ بھی نفرت کرے گا۔؟

وہ سوچتی رہی اور خان الہام کا انتظار کرتی رہی مگر رات ڈھل گئی، خان الہام کمرے میں نہیں آیا۔۔

اسے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اچھے سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کس اہمیت کی حامل ہے۔۔

اس کا وجود اتنا ارزاں ہے کہ اسے انتظار میں بٹھا کر آرام سے بھلایا جا سکتا ہے، اس کی موجودگی میں وہ کمرے میں نہیں آنا چاہ رہا تھا۔

وہ اٹھ کر اپنے کپڑے بدلتی بھاری خاندانی زیورات اتارنے لگی۔ نظر سامنے شیشے میں نظر آتے اپنے عکس پر پڑی تو بےساختہ رک گئی۔

اس کا حسن اس سولہ سنگھار میں مزید نمایاں ہو رہا تھا، شفاف دودھیا رنگت پر نازک سے نقوش اور بڑی شہد رنگ آنکھیں۔۔ شہد رنگ بال نرم اور بالکل سیدھے پشت پر پھیلے تھے۔

اس کی سب نے تعریف کی تھی، سب نے اس پر رشک کیا تھا۔ وہ خان حویلی کے قابل تھی اور خان حویلی والے اس کے قابل تھے۔

مگر ایسے حسن کا کیا فائدہ جسے سراہنے والا اسے دیکھنے کا بھی روادار نا ہو۔۔

وہ نظر جھکا گئی، اپنی قابل رحم حالت پر رونا آ رہا تھا۔ وہ ہر بار رد کیوں کر دی جاتی ہے؟؟

اس میں کیا کمی تھی؟ بےداغ حسن تھا اور نقوش میں کشش۔۔ وہ سراپا نزاکت اور حُسن تھی۔۔

مگر کم سنی سے لے کر اب تک اسے اپنی حویلی کے ہر عمر کے، ہر لڑکے نے ٹھکرایا تھا۔ اسے شادی کے قابل نہیں سمجھا تھا وجہ صرف اس کا خالی ہاتھ ہونا تھا۔ وہ لاوارث تھی۔ باپ کی طرف سے حصہ میں آنے والی جائداد دودھیال کھا گیا تھا۔ اپنی حویلی کے ہر مرد سے رد ہوئی تو اس حویلی کے لڑکوں نے بھی باری باری اس کو لینے سے خاموش انکار کر کے اپنی پسند کی لڑکیوں سے شادیاں کر لیں۔۔

وہ نہیں جانتی تھی یہاں والے لڑکے لالچی تھے یا پھر کوئی اور وجہ تھی۔ مگر اس بار اس کا محرم شاید لالچی ہی تھا جس نے اس کو نانی کی طرف سے ملنے والی جائداد کے لیے چپ چاپ اس سے نکاح کیا تھا۔

اسے یہی لگ رہا تھا۔ محبت کہیں نہیں تھی بس اسے مجبوری میں اپنایا گیا اور ایک مضبوط مرد کی بھلا کیا مجبوری ہو سکتی تھی؟؟

ایسے حالات میں جب مشہور تھا کہ خان حویلی کے سب لڑکوں نے پسند اور مرضی سے شادی کی تھی تو سب سے چھوٹے لڑکے پر کون جبر کر سکتا تھا؟

وجہ یہی تھی کہ اسے احواد کی جائداد سے غرض تھی؟ ہاں یہی بات سچ جیسی لگ رہی تھی اور ایک لالچی مرد کے نکاح میں آنے پر احواد کا دل خون کے آنسو رو

رہا تھا۔

دوسری طرف الہام مہمانوں کے جاتے ہی ڈرائیور کے ساتھ شہر کے لیے روانہ ہو چکا تھا۔

"الہام کہاں چلے گئے ہو؟ ڈرائیور اور گاڑی سمیت غائب ہو۔۔ "اوراد نے اسے کال کر کے پوچھا۔

"شہر جا رہا ہوں۔ فارن جانے کے لیے کچھ سفر کی تیاری بھی کرنی ہے اور کچھ میری ڈگری کا کام رہتا ہے۔ سب کام کر کے واپس آؤں گا۔۔"

وہ سنجیدگی سے جواب دے رہا تھا۔

ابھی اس میں اتنا لحاظ باقی تھا کہ اس نے منہ پھاڑ کر حویلی والوں پر آتے غصہ کا اظہار نہیں کیا بلکہ بہانہ گھڑ لیا۔

"کیا تم جانتے ہو تمہاری دلہن کو رخصت کروا کر تمہارے کمرے میں پہنچایا گیا ہے؟ "

اوراد نے آہستگی سے اسے بتایا۔۔ وہ احساس دلانا چاہتا تھا مگر وہ بھی جانتا تھا الہام کے ساتھ یہاں زیادتی ہوئی تھی۔

"میری خاموشی اور اتنی مروت کافی ہے کہ میں نے اسے بدلحاظی سے اپنے کمرے سے نہیں نکالا۔۔

باقی فیصلہ اگر حویلی والوں نے خود لیا ہے تو نبھائیں گے بھی خود۔۔ میں اپنے کام نہیں روک سکتا۔۔"

الہام سپاٹ لہجے میں بول رہا تھا۔ اوراد نے گہرا سانس بھر کر اسے خیریت سے پہنچ کر میسج بھیجنے کرنے کی ہدایت دی اور کال کاٹ کر خانی بیگم کو دیکھا۔

"آپ کے فیصلے کے پیچھے اگر واقعی احواد کی بھلائی تھی تو پھر وہ محفوظ ہے اور اتنا بہت ہے۔۔

اب آپ مزید الہام پر کوئی جبر نہیں کیجیے گا مورے۔"

اوراد نے سنجیدگی سے انہیں سمجھایا۔

"نہیں کروں گی مگر احواد کا کیا بنے گا اوراد؟ "

خانی بیگم نے پریشانی سے سوال کیا۔ اوراد نے ابرو چڑھا کر انہیں خفگی سے دیکھا۔

"میرے خیال میں آپ احواد کو بھی تھوڑا وقت دیں۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ لوگوں نے فیصلے لیتے ہوئے اس لڑکی سے ایک بار بھی اس کی مرضی نہیں پوچھی۔۔ اگر وہ فرمانبردار ہے تو یہ اس کی فرمانبرداری کا بہت بڑا امتحان تھا۔"۔ اوراد نے انہیں جتاتے ہوئے کہا اور ان کے کمرے سے نکل گیا۔

خانی بیگم نے تھک کر تکیے پر سر رکھ دیا۔ ایک زمہ داری جس کا وعدہ لیا تھا وہ پوری کرنے میں وہ اب تک بہت غلطیاں کر رہی تھیں اور انہیں اس بات کا احساس بھی تھا۔

وہ جانتی تھیں احواد سے پوچھا جاتا تو وہ انکار کر دیتی اور اگر وہ انکار کرتی تو ساری عمر حویلی میں کیسے بیٹھی رہتی؟ کبھی کبھی مصلحتاً جبر کرنا چاہئیے اور خانی بیگم کا یہی ماننا تھا۔

انہیں یقین تھا الہام کے لیے عمر بھر کی ساتھی احواد سے بہترین کوئی نہیں بن سکتی تھی اور یہ بات اپنی زندگی کے کسی حصے میں وہ ضرور مانے گا۔۔

پھر چاہے تب خانی بیگم زندہ ہوں یا نہیں۔۔

oooooooooooo

خان رباض پریشان سا بیٹھا تھا۔ لیڈی ڈاکٹر ایقان کا چیک اپ کر رہی تھی۔ وہ انگلیوں سے پیشانی رگڑتا اپنی مصروفیات کو کوسنے لگا۔

آج ہاسپٹل لاتے ہوئے ایقان کا چہرہ دیکھا تو شرمندہ ہو گیا، وہ بالکل زرد اور کمزور ہو رہی تھی۔ وہ اپنی لاپروائی پر خود پریشان تھا۔

جب ایقان کو معاف کرنے کا سوچتا، اس کے الفاظ سماعتوں میں گونجنے لگتے تھے، وہ طلاق کیسے مانگ گئی۔ رباض کو بہت بےقدری محسوس ہوئی تھی۔

جانے وہ کیسی لڑکیاں ہوتی ہیں جو شوہروں سے دوری کا سوچ کر ہی مرنے لگتی ہیں جبکہ ایقان نے نہایت سکون سے طلاق مانگ لی تھی۔

لیکن سب غصہ اور ناراضگی ایک طرف۔۔ وہ اسے بیمار نہیں دیکھ سکتا تھا اس کو کچھ ہو جاتا تو رباض کو لگا اس کی بھی سانسیں بند ہو جائیں گی۔

"خان صاحب۔۔ "ڈاکٹر کی پکار پر وہ سوچوں کے گرداب سے نکلتا چونک گیا۔

"میری بیوی ٹھیک ہے؟ "رباض نے بےچینی سے سوال کیا۔ ڈاکٹر نے سر ہلا کر مسکراتے ہوئے ایقان کو دیکھا۔

"آپ کی وائف کو صرف ویکنیس ہو رہی ہے۔

مبارک ہو آپ دونوں کو اللہ اولاد کی نعمت سے نوازنے والا ہے، اس لیے ان کا زیادہ سوچنا اور پریشان ہونا ان کی صحت اور بچے پر اثرانداز ہو سکتا ہے۔"

ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے ان دونوں کو مبارک دی۔ رباض نے جھٹکے سے ایقان کو دیکھا جو نقاہت زدہ چہرہ لیے ان الفاظ پر سرخ ہو گئی تھی۔ رباض کے دیکھنے پر مزید سمٹ سی گئی۔

"بہت بہت شکریہ ڈاکٹر۔۔ آئی ول میک شیور کہ اب یہ زیادہ پریشان نا ہو۔۔ میں اسے گھر لے جا سکتا ہوں ناں؟ "رباض نے خوشی سے لرزتے لہجے میں سوال کیا۔

"جی خان صاحب لے جایئے۔ پریشانی کی بات نہیں ہے، اس کنڈیشن میں ویکنیس ہو جاتی ہے۔"

ڈاکٹر نے شگفتگی سے بولتے ہوئے اسے تسلی دے کر جانے کی اجازت دے ڈالی۔

وہ آگے بڑھ کر احتیاط سے ایقان کو سہارا دیتا وہاں سے نکلا۔

"میں چل سکتی ہوں۔۔ "ایقان نے جھجک کر کہتے ہوئے اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کی کوشش کی تو وہ اس کے گرد بازو لپیٹے اسے خود سے لگا گیا۔

"میں جانتا ہوں تم چل سکتی ہو۔۔ مگر تم بہت تھکی ہوئی لگ رہی ہو اس لیے بہتر ہے میرے سہارے چلو۔۔ "

رباض نے نرمی سے کہتے ہوئے مسکرا کر اس کا چہرہ دیکھا۔ وہ شرما کر سر جھکا گئی۔

گاڑی میں بٹھا کر حویلی جاتے ہوئے رباض قدرے سنجیدہ ہوا اور سامنے دیکھتا سوچ میں ڈوبا۔

"آپ نے مجھے معاف کر دیا ناں؟ "ایقان نے اس کا سنجیدہ چہرہ دیکھ کر پریشانی سے سوال کیا۔

"ہمم۔۔۔ ایقان یہاں میری ناراضگی یا غصے کی بات نہیں ہے۔ مجھے تمہارے مطالبہ نے پریشان کیا تھا۔۔

میں جتانا تو نہیں چاہتا مگر اب تم ہی دیکھو، اللہ ہمیں صاحب اولاد کرنے والا ہے۔ ہماری فیملی مکمل ہو جائے گی مگر تم صرف ایک پریشانی کے باعث مجھ سے علیٰحدگی کا مطالبہ کر بیٹھی تھیں اور اگر میں نے بابا سے عمر بھر تمہارا ساتھ نبھانے کا وعدہ نا لیا ہوتا۔۔۔ اگر میرے دل میں تمہاری محبت پیدا نا ہوئی ہوتی تو سوچو کیا ہوتا؟؟

میں تمہاری بات پر ہامی بھر بیٹھتا اور آج ہم مشکل کا شکار ہوتے۔۔"

وہ سنجیدگی سے اسے سمجھا رہا تھا، ایقان خفت سے نظریں جھکا گئی۔ یہ وہ باتیں تھیں جو ان تمام دنوں میں ایقان نے راتوں کو سوچتے سوچتے صبح کی تھی اور دن بھر سوچ سوچ کر رات کی تھی۔۔

یہ وہ غلطی تھی جس کا احساس اسے پہلے روز سے تھا اور وہ اس احساس میں بے حال ہوتی جا رہی تھی۔

"میں جانتی ہوں۔۔ میں غلط تھی۔ "

وہ بھیگی آواز میں بولتی شرمندہ لگ رہی تھی۔

"اتنا گھبراؤ مت ایقان۔۔ میں بس چاہتا ہوں تم اس غلطی کو پہچانو۔۔ میری حالت کا تو تمہیں اندازہ نہیں ہے اپنی حالت ہی دیکھ لو۔۔۔

آئندہ ایسی غلطی مت دوہرانا۔۔ مجھے آزما چکی ہو ناں؟ میں تمہیں کسی صورت اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔ "

رباض نے محبت سے بولتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام کر لبوں سے لگایا۔ ایقان جھلملاتی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"اور یہ کیا حالت بنا رکھی ہے اپنی؟ مجھے اب تم پر نظر رکھنی پڑے گی۔ "اس نے بولتے ہوئے اسے مصنوعی گھوری سے نوازا تو وہ مسکرا کر سکون سے اس کے کندھے پر ماتھا ٹکا گئی۔

رباض نے اس کا سر تھپتھپا کر گاڑی حویلی کی جانب جانے والے روڈ کی طرف موڑ دی۔

oooooooooooooo

حمالہ خانی بیگم سے جان چھڑوا کر کمرے میں پہنچی اور سیدھی شیشے کے سامنے بیٹھ کر اپنی جیولری اتارنے لگی۔ پیر ہائی ہیل میں اب درد کرنے لگے تھے۔ ہیلز اتار کر پیر دبانے لگی۔

تھکن سے جھومتی چینج کرنے گئی اور واپس آ کر بیڈ پر گرنے کے انداز سے لیٹی۔ نظر اوراد پر پڑی تو ٹھٹک گئی۔ لائٹس آن تھیں اور وہ سکون سے سو رہا تھا۔

"مجھے اپنی مورے کے پاس قید کر کے خود مزے سے نیندیں کر رہے ہیں ہونہہ۔۔۔ مردوں کے بھی مزے ہیں، نا کوئی زمہ داری نا کوئی کام اور ہم عورتیں۔۔

ہاہ ہائے۔۔ حویلی معاملات۔۔ لوگوں سے ملنا جلنا۔۔ سو کام اور ایک میری ننھی سی جان۔۔"

وہ ٹھنڈی آہیں بھر کر بڑبڑاتی ایسے ظاہر کر رہی تھی جیسے حویلی کے سب معاملات اس نے نمٹائے ہوں۔۔

وہ اوراد کو رک کر دیکھتی متاثر ہونے لگی۔

اسے قریب سے دیکھنا بہت انوکھا سا تجربہ تھا۔ حمالہ نے انگلی بڑھا کر اس کی مغرور کھڑی ناک پر آہستگی سے ٹکائی اور جھینپ کر مسکرا دی۔

اس کا چہرہ بہت پرکشش تھا، اس نے ہمیشہ خانی بیگم کے منہ سے اس کی تعریف سنی تھی، اسے لگتا تھا ہر ماں کو بچہ پیارا لگتا ہے مگر وہ پیارا ہی تھا۔۔

"ویسے میں نے کوئی شہزادہ مانگا تو نہیں تھا مگر بن مانگے مجھے شہزادہ ہی مل گیا۔۔ واہ۔۔ "

وہ خوشی سے بڑبڑاتی اس کے چہرے پر جھک کر غور سے اس کا ایک ایک نقش دیکھنے لگی۔ شوق میں ملائم نرم ہاتھوں کی پوروں سے اس کی ہلکی بڑھی ہوئی شیو کو چھوا۔

پھر خیال آنے پر جلدی سے موبائل اٹھایا اور کیمرہ نکال کر اس کے چہرے پر فوکس کیا۔ ہاتھ بڑھا کر اس کے ماتھے پر بکھرے سنہری مائل نرم بالوں کو چھوا اور پکچر بنا لی۔

پکچر بننے کی اچانک آواز اور فلیش لائٹ اوراد کے چہرے پر پڑی تو وہ نیند سے جاگ گیا جبکہ حمالہ اپنی کم عقلی پر ہڑبڑا کر جلدی سے اس کی طرف پشت کر کے سو گئی۔

آنکھیں کھول کر غائب دماغی سے حمالہ کو سوتا دیکھتے اوراد نے پل بھر میں ساری بات سمجھی تھی۔

اس کی طرف کروٹ بدل کر اپنے ہاتھ پر سر ٹکاتا وہ اس پر جھک کر حمالہ کے ہاتھ سے موبائل لے چکا تھا۔

وہ گھبرا کر سیدھی ہوئی تو عین خود پر جھکے اوراد کو دیکھ کر اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"چھپ کر پکچر بنا رہی ہو تو ایٹ لیسٹ آواز میوٹ کر دینی تھی۔ نیند سے جگانے کا یہ کیسا طریقہ ہے۔۔ "

وہ نچلا لب دانتوں تلے دبا کر مسکرایا۔

"پکچر کون۔۔ کب؟ میں کیوں بناؤں گی۔ "وہ صاف مکر گئی۔ ہاتھ بڑھا کر اپنا موبائل لینا چاہا۔

"دیکھ لیتے ہیں۔ "اوراد نے اس کا ہاتھ تھام کر فنگر پرنٹ کی مدد سے موبائل ان لاک کیا۔

حمالہ کا دل اپنی چوری پر شور کرنے لگا۔ پکڑے جانے کی فکر میں وہ اس پر جھپٹی۔

"کیا ہوا حمالہ؟ "وہ بازو لمبا کرتا موبائل دور کر گیا۔

وہ اس کے سینے پر ہاتھ رکھتی روہانسی ہو گئی۔

"میرے موبائل میں میرا پرسنل ڈیٹا ہے، اس لیے واپس کریں۔ "وہ انگلی اٹھا کر وارن کر رہی تھی۔

"کیسا پرسنل ڈیٹا؟ کیا تم میری پکچرز پہلے بھی بناتی رہی ہو؟ "وہ مسکرا کر یکدم اس کے گرد بازو لپیٹ کر اسے سینے سے لگا گیا۔

"آپ کی۔۔ کیوں؟ میں نے آج بھی اپنی سیلفی لی ہے۔ اب مجھے میرا موبائل واپس دیں۔۔ "

وہ اس کے حصار میں مچلتی خفگی سے بولی۔ آج نزدیکیوں کا احساس بھی نہیں ہو رہا تھا۔ آج چوری پکڑے جانے کا خوف جو سوار تھا۔

"اور اگر میری پکچر تمہارے موبائل سے ملی تو۔۔۔؟"

وہ موبائل دور رکھتا اس کی دونوں کلائیاں تھام چکا تھا۔ حمالہ بےبس سی اپنے موبائل کو دیکھنے لگی۔

"نہیں ہے آپ کی پکچر۔۔ اور ویسے بھی میں صرف اپنی پسند کا سامان رکھتی ہوں موبائل میں۔۔ "

وہ منہ بسور کر بولتی اس سے دور ہونے کی کوشش کرنے لگی۔ اوراد جانتا تھا وہ اس کی تصویر بنا چکی ہے مگر وہ مانے گی نہیں۔۔ وہ مزید تنگ کرنے کا ارادہ ترک کرتا نرمی سے اسے آزاد کر گیا۔

حمالہ نے جلدی سے اپنا موبائل اٹھایا اور اپنی پشت کے پیچھے چھپا کر اوراد کو گھورا۔

وہ آنکھیں مسل کر سائیڈ ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھا کر چیک کرنے لگا۔ حمالہ نے چھپ کر موبائل آن کیا اور اس کی تصویر دیکھ کر مسکراہٹ دبائی۔

وہ موبائل چیک کرنے میں مصروف تھا، حمالہ اپنی جگہ سکون سے لیٹی اور اسے دیکھنے لگی۔

"کل ہماری واپسی ہے۔ صبح اپنی تیاری کر لینا حمالہ۔"

وہ موبائل رکھ کر سیدھا ہوا تو حمالہ نظروں کا زاویہ بدلتی انجان بن گئی۔

"ٹھیک ہے۔ "اس کے ساتھ جانے کا سن کر اس بار حمالہ نے انکار کیا نا احتجاج کیا۔۔

اوراد نے ٹھٹک کر اس کی تبدیلی دیکھی۔

"تمہاری تبدیلی بتاتی ہے کہ تمہیں میرا ساتھ اچھا لگنے لگا ہے۔ "اس کے قریب لیٹ کر وہ دلچسپی سے اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ حمالہ کا چہرہ سرخ ہوا۔

"میں تو۔۔ حویلی کے سب لوگ مجھے سمجھا سمجھا کر تنگ کرنے لگتے ہیں۔۔ اس لیے میں مان گئی۔

مگر اب میں نہیں جاؤں گی آپ کے ساتھ۔۔ آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔ آپ کو لگتا ہے بہت دیوانی ہوں میں آپ کی۔۔ "وہ غصے سے لڑنے لگی۔

ایسا لگا جیسے اس کے دل کا چور اوراد نے پکڑ لیا ہو۔ بھڑک ہی تو اٹھی تھی۔ اپنی محبت سے خود نالاں تھی پھر اس پر کیسے ظاہر کر دیتی۔۔

"میں مذاق کر رہا ہوں حمالہ۔۔ اس میں کیا بڑی بات ہے۔ "وہ فوراً سنجیدہ ہوا۔ حمالہ منہ چھپائے رو رہی تھی، اوراد وجہ نہیں سمجھ پایا۔

"کیا کوئی پریشانی ہے حمالہ؟ میری طرف دیکھو۔۔"

اوراد اس کا رخ اپنی جانب کرتا بغور اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ وہ پریشان لگ رہی تھی۔

"کیا ہوا میری جان۔۔ کیا کسی نے کچھ کہا تمہیں؟"

اوراد پریشانی سے سوال کرتا اس کے آنسو صاف کرنے لگا۔ وہ آنکھیں میچے روتی جا رہی تھی۔

محبت کے حادثے سے گھبرا گئی تھی۔ محبت ہونے سے ڈر رہی تھی۔ اس کے آگے ہار ماننے سے تنگ ہو رہی تھی۔ اس کے بہت مسائل تھے۔ وہ اسے کیا بتاتی۔۔

کہ اس کے ساتھ جانا چاہتی ہے اور اس پر یہ بات ظاہر بھی نہیں کرنا چاہتی۔۔ وہ ایک نہایت آسان جذبے کو اتنا مشکل کر گئی تھی کہ خود بھی سہم کر رہ گئی۔

انائیں جن کے وجود میں زندہ ہوں وہ لوگ جھک جانے سے ایسے ہی گھبراتے ہیں۔۔ یہی حال ہوتا ہے۔۔

اوراد خاموشی سے اسے سینے سے لگا کر تھپکتا رہا اور حمالہ خوامخواہ روتی سسکتی کچھ دیر تک سو گئی۔

وہ سمجھ نہیں پایا وہ رونے کیوں لگتی ہے؟

کیا اس کے لیے اب بھی اوراد کا ساتھ ایک بوجھ تھا؟

محبت محرم رشتوں میں ہو تو اظہار کر دینا چاہئیے۔۔

اوراد بھی اس کی محبت نہیں سمجھ پایا اور اسے اپنا آپ حمالہ کے لیے بوجھ لگ رہا تھا۔

وہ اداس ہو رہا تھا۔۔ اظہار مل جاتا تو جی اٹھتا۔۔

oooooooooo

ابراہیم حویلی سے واپس شہر پہنچا تو اس بار حمینہ کو اپنے ساتھ رکھا تھا۔ وہ شہر پہنچے تو ابھی دن باقی تھا۔ ابراہیم پہنچتے ہی تھکن زدہ سا بستر پر گر گیا۔ ہسپتال سے حمینہ کو لیا اور اسے لے کر شاپنگ کروائی وہاں سے حویلی اور حویلی کے انتظامات اور بھاگ دوڑ اور اب اگلے ہی روز صبح صبح واپسی۔۔

وہ بری طرح تھکن محسوس کر رہا تھا۔

حمینہ اس کو تھکا ہوا محسوس کر کے خاموشی سے ایک طرف بیٹھ گئی۔ اسے واپس گھر جانا تھا۔ وہ بے چین سی پہلو بدل رہی تھی۔ جب تک وہ سویا رہا وہ بے چین سی اس کے جاگنے کا انتظار کرتی رہی۔

شام تک ابراہیم سکون سے سویا رہا اور جب کروٹ بدلتے ہوئے اس کی آنکھ کھلی تو سامنے سنگل صوفہ پر سر جھکا کر بیٹھی حمینہ نظر آئی۔

وہ ٹھٹک کر سیدھا ہوا اور آنکھیں رگڑ کر اسے دیکھا۔

"حمینہ۔۔" اس نے حیرت سے پکارا تو وہ چونک کر سر اٹھاتی اسے دیکھنے لگی۔

"ایسے کیوں بیٹھی ہو پیاری؟ تھک جاؤ گی۔ کیا بات ہے بور ہو رہی ہو؟ مجھے جگا دینا تھا ناں۔۔"

وہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے نرمی سے بولا۔

"آپ کا ویٹ کر رہی ہوں۔ آپ مجھے گھر کب لے جائیں گے؟" وہ مدھم لہجے میں سوال کر رہی تھی۔

"کون سا گھر؟" ابراہیم حیران ہوا۔

"میرا۔۔ گھر۔۔ میری ماما کے پاس۔۔" وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولی تھی۔ ابراہیم نے گہرا سانس بھرا۔

"حمینہ میں کچھ دن پہلے تمہیں ملوانے لے گیا تھا۔۔

دو دن رہ بھی لیا اب کیوں جانا ہے؟"

وہ بیڈ سے اتر کر اس کی طرف بڑھا۔ اس کی بات پر حمینہ کا چہرہ اتر گیا۔

"مگر جانا تو ہے ناں۔۔" وہ پریشانی سے بول رہی تھی۔

"اور یہ تم سے کس نے کہہ دیا؟" وہ ایک گھٹنا زمین پر ٹیکتا اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"بڑے بھیا نے کہا تھا کہ آپ اپنے بھائی کے نکاح کے لیے لے جا رہے ہیں پھر واپس پہنچا دیں گے۔

آپ نے ایسا ہی پرامس کیا تھا ناں ان سے؟"

وہ الجھی ہوئی سی اسے دیکھتی بتا رہی تھی۔ ابراہیم نے نرمی سے اس کے ہاتھ تھام لیے۔

"یار ایم سوری مگر یا تو تمہارے یہ بڑے بھیا بہت بیوقوف ہیں یا پھر انہوں نے تمہیں بہلایا ہے۔۔

کیونکہ میں نے ایسا بالکل نہیں کہا تھا نا ہی میرا ایسا کوئی ارادہ ہے۔ ہاں میں کبھی کبھی ملوانے کے لیے لے جا سکتا ہوں وہ بھی اب، اس وقت نہیں۔۔"

ابراہیم نے بتاتے ہوئے انگلی اٹھا کر وارن کیا۔ حمینہ منہ کھولے اسے دیکھنے لگی۔

"ویسے تمہیں اب میرے ساتھ ہی رہنا ہے۔ ہمیشہ۔۔ ہر پل۔۔ ساری عمر۔۔ اب مجھ سے الگ ہونے کا سوچنا بھی مت۔۔" وہ اس کی ناک دبا کر نرمی سے بولا۔

"مگر میرا گھر۔۔" حمینہ نے کچھ بولنا چاہا۔

"تمہارا گھر اب وہی ہے جہاں میں رہتا ہوں۔۔ حویلی۔۔ یہ گھر اور ہاں اگر تمہیں سب سے الگ رہنا ہے تو ہم اپنا ایک چھوٹا سا۔۔ پیارا سا گھر بنا لیں گے۔۔"

ابراہیم نے اس کا گال تھپتھپا کر اسے باور کروادیا کہ اب مزید وہ اس کی نہیں سننے والا۔۔

حمینہ اپنے بھائی کے اس دھوکہ پر صدمے میں گھری بیٹھی تھی۔ تو کیا ایک بار پھر اسے گھر سے نکالا گیا تھا؟؟ قریب تھا وہ رو دیتی مگر ابراہیم نے پکار کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

"چائے پینا چاہو گی؟ میں فریش ہو کر آتا ہوں پھر چائے بناؤں گا۔ میرے ہاتھ کی چائے پیو گی تو سب بھول جاؤ گی۔۔" وہ اپنے لیے سادہ لباس نکالتے ہوئے مسکرا کر بول رہا تھا۔ حمینہ ابھی صدمے میں ہی تھی، خاموشی سے سر ہلا گئی۔

وہ فریش ہو کر آیا تو حمینہ اسی پوزیشن میں بیٹھی تھی۔ ابراہیم کو اس کے لیے بہت برا محسوس ہوا۔

ایک چھوٹی لڑکی سے محبت بھی کر بیٹھا تھا، شادی بھی کر بیٹھا تھا۔

مگر اب طریقہ نہیں آ رہا تھا اسے خوش کیسے کرے۔۔

اپنے قریب کیسے کرے، ایسا کیا کرے کہ وہ اس کی عادی ہو جائے۔ اس کے ساتھ رہے، مسکراتی رہے۔۔

"آؤ۔۔ چائے بنانے چلیں۔" وہ بال برش کر کے یکدم آگے بڑھا اور اس کا ہاتھ تھام کر اسے کھڑا کر گیا۔

"مجھے چائے بنانی آتی ہے۔" اس کے ساتھ کمرے سے نکلتی حمینہ نے ہچکچا کر آہستگی سے بتایا۔

"واؤ۔۔ کیا واقعی؟" ابراہیم ایسے حیران ہوا جیسے بہت انوکھی بات ہو۔ وہ اس کی حیرت پر فخر سے سر ہلانے لگی۔

"پھر آج تم چائے بناؤ گی اور میں ٹیسٹ کروں گا۔"

ابراہیم نے کچن میں پہنچ کر اسے چولہے کے پاس کھڑا کیا اور خود پیچھے چیئر پر بیٹھ گیا۔

وہ متذبذب سی ارد گرد دیکھنے لگی۔

"سامان کہاں ہے؟" وہ پلٹ کر ابراہیم کو دیکھنے لگی۔

"مطلب سب برابر کر کے دوں اور تم چائے بناؤ گی؟"

ابراہیم نے کھڑے ہوتے ہوئے سوال کیا۔ وہ زور و شور سے اثبات میں سر ہلا گئی۔

"یا اللہ کیسی نکمّی بیوی دے دی مجھے۔۔

جو نا بڑی ہو رہی ہے نا سمجھدار ہو رہی ہے۔۔

اب خوش ہو جاؤ ابراہیم۔۔ تم بوڑھے ہو جاؤ گے تب مسز ابراہیم کو عقل آئے گی۔"

وہ اونچی آواز میں بڑبڑاتا جان بوجھ کر اسے سنا رہا تھا۔ حمینہ اس کی باتیں سنتی ہونقوں کی طرح اسے دیکھنے لگی۔ وہ کیا بول رہا تھا؟

ایک برتن اور صرف اس میں چینی، پتی اور دودھ ڈال کر صرف چولہے پر رکھنے سے کون ایسے باتیں سناتا ہے؟ وہ خفگی سے اسے دیکھنے لگی۔

ابراہیم سب کر کے پلٹا تو وہ اسے گھور رہی تھی۔

"آگ جلانا چاہو گی یا وہ بھی میں کروں؟"

ابراہیم نے مسکراہٹ دبا کر اس سے سوال کیا۔

"مجھے آگ جلانے سے ڈر لگتا ہے۔" وہ بے چارگی سے بولی۔ ابراہیم کا دل چاہا اپنی قسمت پر زور زور سے ہنسے۔۔ مطلب وہ اس سب کے بعد ابلتی چائے کو دیکھے گی اور کہہ دے گی چائے

بنائی ہے؟ واہ۔۔

"میں یہ ظلم تم پر ہونے بھی نہیں دوں گا۔ میں بھی چاہتا ہوں تم چائے کو بنتا ہوا دیکھو اور پھر محبت سے کہو کہ یہ چائے تم نے میرے لیے بنائی ہے۔۔"

ابراہیم اس کے پاس جھک کر اس کا سر تھپک کر بولا۔

حمینہ اس کی بات سمجھے بنا سر ہلا گئی۔

"کپ دھو دو گی؟" ابراہیم نے آگ جلاتے ہوئے سوال کیا۔ لبوں کے کناروں پر مسکراہٹ مچل رہی تھی۔

"جی میں یہ سب خود کروں گی۔" وہ سمجھداری سے بولتے ہوئے ابراہیم کے ہی نکال کر رکھے کپوں کو اٹھا کر دھونے لگی۔ وہ ہنسی دبانے کے چکر میں سرخ ہوا جا رہا تھا۔ ایسی معصومیت۔۔ اتنی فرمانبرداری۔۔

تو وہ ایسے کام کرتی ہے؟؟ اللہ اللہ

حمینہ نہایت توجہ سے کپ دھو رہی تھی، ابراہیم شیلف سے ٹیک لگائے اسے دیکھتا جا رہا تھا۔

چائے بنی تو ڈالنے کا مسئلہ ہوا۔ حمینہ کو گرم کیتلی اٹھانا نہیں آتی تھی۔ وہ کپوں میں چائے ڈالتے ہوئے شیلف پر گرا دیتی تھی۔ اسے چائے چھاننے کا طریقہ بھی نہیں آتا تھا۔

ابراہیم سب خود کرتا رہا اور مسکراتا رہا۔

باہر جا کر صوفوں پر بیٹھے اور ٹرے سے اپنا اپنا کپ اٹھا کر دونوں نے سپ بھرا۔

"تم بہت اچھی چائے بناتی ہو حمینہ۔۔۔" ابراہیم نے شرارت سے اس کی تعریف کی تو وہ جھینپ گئی۔

"مجھے۔۔ ماما نے سکھائی تھی۔"

وہ شرما کر بول رہی تھی اور ابراہیم کو لگا اب ہنسی روکی تو شاید پاگل ہو جائے گا۔ اسے لگا اس کے جبڑے دکھ جائیں گے۔۔

"یا اللہ رحم۔۔" وہ ہنسی دبانے میں اب ناکام ہو رہا تھا۔

محبت جان لیوا نہیں ہوتی۔۔ محبت تو دلچسپ ہوتی ہے اگر اس انسان سے ہو جائے جو محبت کے قابل ہو۔۔

اگر اس سے ہو جائے جو محرم ہو۔۔ اپنا ہو۔۔

اور اگر محبت کو محبت سے جیا جائے تو بہت آسان ہوتی ہے۔ اسے جھیلنے پر آئیں تو اس سے بڑی مشکل کوئی نہیں۔۔

oooooooooooo

پُرواادر عیسٰی اپنے دونوں بیٹوں سمیت اسوان سے ملنے آئے ہوئے تھے۔ عیسٰی کے جڑواں بیٹوں نے آتے ہی ہر طرف اودھم مچا کر رکھ دیا تھا۔ اسوان ان کو ٹوک ٹوک کر بری طرح تھک گئی تھی۔

"ماما ان کو روکیے۔۔ یہ کیا طریقہ ہے، مہد نے سر کی ساری بکس کھول کر پھیلا دی ہیں اور فہد ان کا لیپ ٹاپ آن کیے ہر فولڈر میں گھس رہا ہے۔۔

یہ کیا میس ّ ہے یار، یہ انسان ہیں یا جن۔۔"

اسوان لال بھبھوکا چہرہ لیے ماں کے سر پر پہنچی۔ ایاد کچھ فاصلے پر عیسٰی کے ساتھ سیاست پر ایک لمبی بحث چھیڑے بیٹھا تھا۔

"جب روکنے ٹوکنے کی عمر تھی تو تم باپ بیٹی مجھے ڈانٹنے سے منع کرتے رہے اور اب تم سے برداشت نہیں ہو رہا۔۔ وہ دونوں اب ہمارے بس میں نہیں ہیں۔"

پُروا نے بے نیازی سے بولتے ہوئے کندھے اچکائے۔ اسوان زچ ہو گئی۔

"مجھے کیا پتا تھا وہ تھوڑا سا ئز بڑھنے پر یہ سب کریں گے۔ پلیز تھوڑا بلا کر سمجھائیں تو سہی ناں۔۔"

اسوان نے روہانسی آواز میں ان سے منت کی اور اس سے پہلے کہ پُروا ان دونوں کو آواز دیتیں۔

سامنے وہ دونوں کمرے سے نکلتے نظر آئے۔ ایک نے ایاد کا لیپ ٹاپ اٹھایا ہوا تھا اور دوسرا اس کی ہڈی پہنے بالکل چھپا ہوا تھا۔

"مہد۔۔ فہد۔۔" اسوان انہیں دیکھ کر صدمے سے چیخی۔ایاد نے چونک کر اسے، پھر اس کے بھائیوں کو دیکھا۔

ان چھوٹے سائز کے جنوں کو دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"منع کریں ناں۔۔ اگر لیپ ٹاپ گرا دیا تو۔۔ہڈی خراب کر رہے ہیں۔۔ یا اللہ۔۔" اسوان کا سانس اکھڑنے لگا۔

"مہد، فہد ادھر آؤ۔۔ یہ کیا طریقہ ہے۔ کیا تم دونوں نے ان چیزوں کو اٹھانے سے پہلے پرمیشن لی تھی اپنے لالا سے؟" پُرواسخت نظروں سے دونوں کو گھور کر بولیں۔ تو وہ رک کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

"افکورس مام۔۔۔ لالا نے کہا اپنا ہی گھر سمجھو۔۔"

فہد نے سمجھداری سے ماں کو اطلاع دی۔ایاد بے ساختہ مسکرا دیا۔ عیلی ایسے بیٹھے تھے، جیسے ان دونوں کو جانتے ہی نا ہوں۔

"شٹ اپ۔۔ فہد ہڈی اتارو اور مہد لیپ ٹاپ دو ادھر۔۔ اس میں ڈیٹا ہے اور اگر تم نے کچھ ڈیلیٹ کر دیا تو۔۔"

اسوان نے دانت پیس کر دونوں بھائیوں کو دیکھا۔

"تو میں ریکور کر دوں گا۔۔ مجھے وہ کرنا آتا ہے۔۔

پاپا نے سکھایا تھا۔" مہد نے سکون سے اس کی بات کاٹی اور قدم بڑھاتا جا کر صوفے پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔

اسوان کا ضبط سے سر درد کرنے لگا تھا۔

"پاپا۔۔ کیا آپ پلیز ان کو روک سکتے ہیں، ان سے کہیں ان چیزوں کو مت چھیڑیں۔"

اسوان نے دبی دبی آواز میں باپ کو مدد کے لیے پکارا حالانکہ وہ جانتی تھی ان دو کے لیے اس کے ماں باپ کچھ زیادہ ہی نرم مزاج تھے۔

"اٹس اوکے اسوان۔۔ وہ بس بچے ہیں۔ انہیں انجوائے کرنے دو۔۔" ایاد نے اس کی پریشانی سمجھ کر اسے ریلیکس کیا اور سامنے دیکھا۔ اس کی ہڈی میں چھپا فہد عین اس کے پاس جا کر رک گیا۔

"آئی لائک یور ہڈی لالا۔۔ اس میں کوئی مجھے نہیں پہچان پائے گا۔" فہد تھوڑی سی آنکھیں نکال کر اس سے بولا تو ایاد ہنس پڑا۔

"مگر میں تمہیں پہچان چکا ہوں۔ چلو یہ اتار کر رکھ دو، تمہاری سٹائلش سی ڈریسنگ نظر نہیں آ رہی، اتنی تیاری کا فائدہ نہیں رہے گا۔"

عیسٰی نے اس کے پاس جھک کر رازداری سے سمجھایا۔ تو وہ جلدی سے ہڈی اتارنے کی کوشش کرنے لگا۔

ایاد نے حیرت سے خان عیسٰی کو دیکھا جو مسکرا کر اس کی ہڈی اتار رہے تھے۔ کتنے طریقے سے انہوں نے بیٹے کو ہڈی اتارنے پر آمادہ کیا تھا۔

"تم یہ رکھ سکتے ہو ننھے خرگوش۔۔"

فہد نے اسے ہڈی دی تو ایاد نے مسکرا کر اس کا گول مٹول سا ہاتھ تھام لیا۔ فہد کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"لالا یار۔۔آپ کے لیپ ٹاپ میں سب آفس ڈیٹا ہے۔ کیا آپ کو فائٹنگ موویز نہیں پسند؟ یا پھر اینیمے؟"

مہد اس کے لیپ ٹاپ کا ہر فولڈر اور ہر ویڈیو چھان کر اب تھک چکا تھا۔ ننھی سی ناک چڑھا کر بولا۔

"ان کے پاس نہیں ہیں، ان فیکٹ آئی تھنک تمہارے لالا کو موویز اور اینیمے کا آئڈیا بھی نہیں ہے۔ مہد ایسا کرو تم اپنی کلیکشن اپنے لالا سے شئیر کرو۔"

عیسٰی نے نرمی سے کہتے ہوئے اس سے لیپ ٹاپ لے لیا۔ وہ جلدی سے بھاگ کر پروا کے پاس پہنچا اور ان کے بیگ سے اپنا آئی پیڈ نکال لیا۔

"لالا میں آپ کو بتاؤں گا کہ فری ٹائم میں کیا دیکھنا چاہئیے۔ کچھ ایسا جسے آپ انجوائے کریں مگر ساتھ نالج بھی بڑھے۔۔ سو آپ دیکھیں یہ اینیمے ڈاکٹر سٹون۔۔ فُل آف سائنس۔۔"

مہد پرجوش سا بتا رہا تھا۔ ایاد نے مسکرا کر اس کا ذہین چہرہ دیکھا۔ پھر سر ہلا دیا۔

باقی کا تمام وقت وہ دونوں ایاد کے ساتھ لگے رہے اور اس کی چیزوں کو الٹ پلٹ کر کے اسوان کا بی پی ہائی کرتے رہے۔۔

ان کے جانے کے بعد ایاد باہر سے سب برتن سمیٹ کر کچن میں رکھتا جب کمرے میں پہنچا تو اسوان کمرہ سمیٹ کر تھکن زدہ سی بیڈ پر پڑی تھی۔

"کیا بات ہے اسوان تھک گئی ہو؟"

ایاد نے اس کے پاس بیٹھ کر بغور اس کا جائزہ لیا۔

"میرے بھائی پوری مصیبت ہیں۔ جہاں جاتے ہیں اودھم مچا دیتے ہیں۔" وہ رونی صورت بنا کر بولی۔

"تمہاری عادت نہیں ہوئی؟ اگر ہمارے ایسے ٹوئنز ہوئے تو۔۔۔" ایاد نے دلچسپی سے بولتے ہوئے اسے دیکھا تو اسوان تڑپ کر اٹھ بیٹھی۔

"نہیں۔۔ جڑواں نہیں۔۔ مہد فہد جیسے جڑواں تو بالکل نہیں۔۔ میرا دماغ خالی کر دیں گے اور میں۔۔۔"

وہ حواس باختگی سے بولتی یکدم رکی۔ اپنے الفاظ کا احساس ہوا تو خفت سے سرخ پڑتی لب دانتوں تلے دبا گئی۔ ایاد قہقہہ لگا کر ہنسا۔

"اٹس گڈ۔۔ میں عیسیٰ انکل کی طرح ان کو ڈیل کرنا سیکھ لوں گا اور تم پروا آنی کی طرح اگنور کرنا سیکھ لینا۔۔"

وہ شوخی سے بولتا پر شوق نظروں سے اسوان کا سرخ چہرہ دیکھ رہا تھا۔

"لگتا ہے دماغ تو آپ کا گھوم گیا ہے۔ الٹی سیدھی باتیں کر رہے ہیں۔" اسوان شرم سے نظریں چراتی وہاں سے جانے لگی جب ایاد نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنی طرف کھینچا اور اس کے

گرد اپنی بانہوں کا حصار قائم کر لیا۔

"الٹا تو کچھ نہیں، سب سیدھا ہے۔ فیوچر پلان کر رہا ہوں۔ گھبرا کیوں رہی ہو۔" وہ شوخی سے بولتا اس کے رخسار سے اپنا رخسار ٹچ کر گیا۔

اسوان کا چہرہ اس کے لمس پر شرم سے تپ اٹھا۔

"آپ۔۔آپ۔۔" اسوان نے ہکلا کر بولنے کی کوشش کی۔

"میں کچن سمیٹ لوں گا۔ تم ریسٹ کرو اور ہمارے فیوچر کے بارے میں سوچو۔۔ مجھے مہد فہد بہت اچھے لگے۔ رونق سے بھرے، گول مٹول سے خرگوش۔۔"

وہ اس کے بال سنوارتے ہوئے شرارت سے بولا اور اس سے الگ ہو کر مسکراتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

اسوان دل پر ہاتھ رکھے حیرت سے پیچھے بیٹھی رہ گئی۔ یہ ایاد خان کو کیا ہوا تھا؟ اچانک۔۔

ایسی شوخی اور ایسی باتیں۔۔ وہ تو شرم سے مر جانے والی ہو گئی۔ ہاتھوں میں چہرہ چھپائے بیڈ پر دوہری ہوتی چلی گئی۔ فیوچر کی بات۔۔۔

دماغ میں اٹک گئی تھی۔ دل میں دھڑک اٹھی تھی۔

oooooooooooooo

الہام اپنی روانگی سے ایک روز پہلے حویلی پہنچا تھا۔ خانی بیگم نے سنا تو خوشی سے نہال ہو گئیں۔ فوراً احواد کو بلوایا جو آج کل حویلی کے پچھلے باغ میں ہی پائی جاتی تھی۔

"جی چھوٹی نانی آپ نے مجھے بلایا۔؟"

احواد نے کمرے میں آ کر ان سے سوال کیا تو خانی بیگم اس دیکھ کر ٹھٹک گئیں۔

اجاڑ حلیہ، ویران زرد سا چہرہ۔۔اس کا حسن ماند پڑ رہا تھا۔آنکھیں بے رنگ سی ہو رہی تھیں۔

"یہ۔۔یہ تم نے کیا حالت بنا رکھی ہے اپنی۔۔"

خانی بیگم صدمے سے بولیں۔ پچھلے کچھ دن سے پریہان مسلسل انہیں احساس دلا رہی تھیں کہ احواد بالکل گم صم ہو گئی ہے۔ کھانا پینا کم کر دیا ہے۔

پچھلے باغ میں اکیلی بیٹھی نظر آتی ہے۔

کبھی کبھی اس کی سسکیاں سنائی دیتی ہیں۔

انہوں نے کان نہیں دھرے تھے، آج اسے دیکھ کر پریشانی ہونے لگی۔

"لڑکی یہ تم۔۔اس حال میں الہام کے سامنے جاؤ گی تو وہ کیا سوچے گا۔۔اسے لگے گا میں نے بیمار لڑکی دے دی اسے۔۔کیا پوری زندگی جنگل میں رہ کر گزاری ہے تم نے؟؟

جاؤ اور الہام کا سامنا ہونے سے پہلے نہا دھو کر اچھا سا لباس پہنو اور اس بے رنگ چہرے پر زرا میک اپ وغیرہ کر لینا۔۔جاؤ ابھی۔۔"

خانی بیگم نے غصے سے اسے گھورتے ہوئے کہا تو احواد نے سر جھکا لیا۔ اسے آج بھی ہدایت دی گئی تھی۔ تنقید ہوئی تھی مگر یہ سوال نہیں ہوا کہ اس کی حالت کی وجہ کیا ہے۔

وہ اتنی بے حال کیوں ہو رہی ہے آخر۔۔

وہ سر جھکا کر ان کے کمرے سے نکل گئی، ہونٹ بالکل سفید پڑ رہے تھے۔ الہام لاؤنج میں سب کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ احواد نے کمرے میں پہنچ کر ایک کھلتے رنگ کا جوڑا اٹھایا اور نہانے چلی گئی۔

شاید کہ لباس کا اثر اس کے مردہ چہرے پر بھی ہو جائے، وہ اس آس میں جو کہا گیا، کرتی گئی۔۔

الہام کمرے میں داخل ہوا تو وہ نم بال لیے اسی وقت واش روم سے نکلی تھی۔ الہام کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"کافی خوش لگ رہی ہیں آپ تو۔۔۔

خود سے چھوٹی عمر کے لڑکے سے نکاح کر کے بہت اچھا لگ رہا ہو گا ناں؟ کس قسم کی انسان ہیں آپ۔۔"

الہام پتے ہوئے لہجے میں بولتا اس پر چیخ اٹھا۔

احواد کا دل بری طرح تھر تھرانے لگا۔

"میں ایسا۔۔ نہیں۔۔ چاہتی تھی۔۔" اس نے خشک سفید لبوں کو حرکت دیتے ہوئے اٹک کر جواب دیا۔

"اوہ سیر ئیسلی۔۔؟؟ تو انکار کیوں نہیں کیا؟

مورے سے کہا کیوں نہیں کہ آپ کو نکاح نہیں کرنا۔"

وہ کھولتے لہجے میں پوچھ رہا تھا۔ غصہ اس کے دماغ میں ابلتا اس کی سوچوں کو جلا رہا تھا۔

"مجھ سے کسی نے پوچھا ہی نہیں۔۔"

احواد کپکپاتے مدھم لہجے میں بولی تو الفاظ میں بے بسی نمایاں تھی مگر الہام یہ سب محسوس کرنے سے قاصر تھا۔ وہ اس زبردستی جوڑے گئے رشتے پر پاگل ہو رہا تھا۔

"اوہ پلیز۔۔ یوں کہیں کہ موقع سے فائدہ اٹھایا ہے۔

آپ سے پوچھا جاتا تب بھی انکار نہیں کرنا تھا اور پھر اب تو موقع مل رہا تھا۔

مگر میں کسی بھی دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتا، میں نے یہ نکاح اس لیے کیا کیونکہ سب ایسا چاہتے تھے۔

میں اپنی سپیشلائزیشن کے لیے فارن جا رہا ہوں،

اس وقت سے جتنا فائدہ اٹھانا ہے اٹھا لیں مگر آج کے بعد مجھے کبھی نظر مت آنا۔۔"

الہام نے بے مروت لہجے میں بولتے ہوئے سرد نظر اس پر ڈالی اور کمرے سے نکل گیا۔

وہ اپنی فرسٹریشن، اپنا غصہ اور ساری پریشانی اس نازک سی لڑکی پر اتار کر جا چکا تھا۔۔

احواد کے لیے اپنی جگہ سے حرکت کرنا مشکل ہو گیا۔

توزلالت ایسی ہوتی ہے؟کسی کی نفرت سہنا۔۔

کسی سے زلیل ہونا۔۔ ناپسندیدہ ہونا۔۔رد کیا جانا۔۔

احواد نے یہ سب اتنی بار جھیل لیا کہ اب اس کا اندر پوری طرح بھر چکا تھا۔اس کے اندر بس یہی جذبات باقی رہ گئے تھے۔۔

اس کی زرد رنگت میں پیلاہٹ بڑھتی چلی گئی۔اس کے بے رنگ لبوں پر قفل پڑ گئے۔

الہام رات بھر کمرے میں نہیں آیا تھااور احواد پوری رات بیڈ کے قریب نیچے زمین پر بیٹھی رہی۔

صبح کے قریب سرخ سوجتی آنکھوں کو مسل کر ایک نوٹ پیڈ اٹھائے کچھ الفاظ گھسیٹنے لگی۔۔

تشکر کے کلمات۔۔اپنی بے بسی۔۔ تھوڑی سی عنایت کی درخواست اور یقین دہانی۔۔اس نے اس کاغذ پر اپنی حال سے لے کر مستقبل تک کی زندگی طے کر ڈالی۔

الہام کا سفری بیگ تیار پڑا تھا۔اس نے وہ کاغذ اس کے سامان میں اندر کہیں چھپا دیا۔۔

اگلے روز صبح صبح وہ سفر پر روانہ ہونے لگا تو احواد اس کے اسی ایک جملہ کی لاج رکھے ایک طرف چھپ گئی مگر اس کے سامنے نہیں آئی۔۔

اسے الہام کا وہ ایک جملہ یاد رہ گیا تھا۔

"آج کے بعد مجھے کبھی نظر مت آنا۔۔۔۔۔

اس کا بس چلتا تو زندہ زمین میں دفن ہو جاتی، کسی ایسی جگہ چلی جاتی جہاں انسان نا بستے ہوں۔

جہاں خاموشی اور فضائیں اس کو قبول کر لیں۔۔

"تو یہ تھی وہ زندگی۔۔ جس کا خواب نانی جان دیکھا کرتی تھیں۔ تو ایسے ہوتے ہیں سکھ کے پل؟

اچھے لوگ اور مہربان مسکراہٹیں۔۔ وہ سب کہاں ہے؟

وہ سب اگر میرا ہے تو مجھے ملا کیوں نہیں۔۔"

رات گئے احواد خالی کمرے میں بڑبڑاتی اپنی نانی سے بات کر رہی تھی۔ جسم میں درد کی

شدت بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ درجو پچھلے کچھ دنوں سے اس کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھا۔۔

وہ درد جسے وہ سب سے چھپا چھپا کر تھک رہی تھی۔

oooooooooooooooo

حمالہ لان میں لگے پودوں کا معائنہ کرتی چلتے ہوئے سوئمنگ پول تک پہنچ گئی۔ جھک کر شفاف پانی میں اپنا عکس دیکھتی وہ اپنے گھونگھریالے بالوں کو چہرے سے پیچھے ہٹانے لگی۔ پھر سر اٹھا کر اطراف میں نظر ڈالی۔۔

خوبصورت وسیع لان جس کا فرش نرم سبز گھاس سے بھرا تھا اور اطراف میں سفید پتھر سے راستے بنے تھے۔۔ ہر رنگ اور ہر نسل کے پھول اور رنگوں سے بھرے گلابوں کا ڈھیر۔۔

سوئمنگ پول میں شفاف پانی جو کبھی آسمان جیسا نیلا لگتا تو کبھی گھاس جیسا سبز سا۔۔ اور لان میں لکڑی سے بنے سٹائلش سے بنچز۔۔ جگہ جگہ روشنیوں کا انتظام اور چھپّر نما جگہ میں سٹنگ ایریا۔۔

"مجھے لگتا تھا سب سے اچھی میری حویلی ہے مگر۔۔ یہ گھر بھی اچھا ہے۔۔" حمالہ ستائشی نظروں سے ہر جگہ کا جائزہ لے رہی تھی۔

"اس گھر کا مالک بھی اچھا ہے۔" وہ بڑبڑائی۔

پھر جھک کر پانی میں اپنا عکس دیکھتی مسکرانے لگی۔ نرم لمبے بال صبح کے وقت نہانے کے بعد جو کھلے چھوڑے تھے تو اب تک رہنے دیئے۔

پانی کو دیکھتے دیکھتے اس میں اترنے کے لیے دل مچل اٹھا۔ ایک نظر اِدھر اُدھر دیکھا کوئی سامنے نہیں تھا۔ ابراہیم ہاسپٹل جا چکا تھا، اور اد آفس۔۔۔

اور حمینہ سے اس نے بات کرنے کی کوشش کی تو وہ اتنی خاموش رہی کہ حمالہ کو اپنا آپ عجیب لگنے لگا۔

اب لان میں آ کر اسے اچھا محسوس ہو رہا تھا مگر دل میں اکیلے پن کی ایک چبھن سی تھی۔

وہ سوئمنگ پول میں جھانکتی رہی، قدم آگے بڑھاتی رہی۔۔ اس پانی میں جا کر کیسا لگے گا؟

ٹھنڈک کا احساس یا پھر ڈوبنے کا بھاری پن۔۔؟

اور اد اسی وقت کوئی نہایت ضروری فائل لینے کے لیے گھر آیا تھا۔ دور پول کے پاس کھڑی گھونگھریالے بالوں والی چینی گڑیا کو دیکھ کر مسکرایا اور قدم اس کی جانب بڑھا دیئے۔

"سوئمنگ کرنا چاہتی ہو کیا۔۔" اورادنے اس کے پیچھے پہنچ کر اچانک سوال کیا تو گھبرا کر پلٹتی حمالہ کا پیر پھسل گیا۔ وہ لڑکھڑائی، اورادنے اسے تھامنے کے لیے ہاتھ بڑھایا مگر۔۔

اگلے لمحے حمالہ چھپاک کی آواز کے ساتھ پانی میں تھی۔ اس کے لبوں سے ایسے چیخ برآمد ہوئی گویا پانی میں نہیں آگ میں جا گری ہو۔۔

اورادنے جھک کر اس کی فضا میں لہراتی کلائیاں تھام کر نرمی سے اپنی طرف کھینچ لیا۔

"کیا ہو گیا ہے حمالہ۔۔ اتنا کیوں ڈر جاتی ہو۔۔"

اورادا سے باہر نکال کر سینے سے لگاتا اس کے چہرے پر آئے نم بال ہٹانے لگا۔ اس کے دل کی شور کرتی دھڑکنوں کو وہ اچھے سے محسوس کر رہا تھا۔

"ابھی۔۔ میں ڈوب۔۔ جاتی۔۔" وہ کپکپاتے لہجے میں بولی۔ جس پانی میں جانے کا دل کر رہا تھا اس پانی میں پہنچ کر آنکھیں ایسے میچ لی تھیں کہ ابھی تک کھولنے کو تیار نہیں ہو رہی تھی۔

"ریلیکس مائی لائف۔۔ میں تمہیں ڈوبنے نہیں دیتا۔۔"

وہ نرمی سے اس کی پشت تھپکتے ہوئے بول رہا تھا۔

"آپ آئے کب؟" اس کے سینے سے ماتھا ٹکا کر گہرے گہرے سانس بھرتی وہ سوال کر رہی تھی۔

"بس ابھی۔۔ اپنی فائل بھول گیا تھا۔۔ وہ لینے آیا ہوں۔"

اوراد اس کے بال سمیٹ کر پانی نچوڑتے ہوئے بتا رہا تھا۔ فائل کا سن کر حمالہ کی آنکھیں پٹ سے کھلیں اور دل کی شور کرتی دھڑکنیں ضرورت سے زیادہ سست ہونے لگیں۔

آنکھوں کے سامنے صبح کا منظر لہرانے لگا تھا۔ جب اوراد کو آفس جانے کے لیے تیار ہوتا دیکھ کر حمالہ کو بے چینی سی ستانے لگی تھی۔

"آج نہیں جائیں آفس۔۔" وہ یکدم فرمائش کر گئی تھی۔ اوراد نے ٹھٹک کر اسے دیکھا تھا۔

"مگر۔۔ میرا جانا ضروری ہے، کچھ ضروری میٹنگز۔۔"

اپنی بات پر وہ خود رک کر گہری سانس فضا میں چھوڑتا حمالہ کے پاس آیا تھا۔

"میں جانتا ہوں تم یہاں آ کر بور ہو رہی ہو۔۔ بس دو دن بزی ہوں، پھر تمہیں فل ٹائم دوں گا ان فیکٹ میں بھی تمہارے ساتھ وقت گزارنا چاہتا ہوں۔۔"

اس نے حمالہ کا رخسار تھپک کر یقین دلایا اور پلٹ کر کوٹ اٹھاتا وہاں سے نکل گیا۔

حمالہ غصے سے وہیں بیٹھی رہی تھی۔

وہ نہیں سمجھ پائی تھی کہ کیوں۔۔ بس اسے اوراد کی توجہ اور وقت چاہیئے تھا۔ وہ جب سے آیا تھا ڈیلی آفس جا رہا تھا اور حمالہ کو لگنے لگا تھا یہ شادی بس ایک ضد تھی یا شاید ضرورت۔۔

ایک ٹیگ کہ اب وہ کسی کا ہو چکا ہے یا پھر یہ ٹیگ حمالہ پر لگانا چاہتا تھا کہ وہ اوراد کی ہے۔۔

اس نے ناشتہ نہیں کیا، حمینہ سے بات کرنے کی کوشش میں ناکام ہوئی تو دھپ دھپ کرتی اپنے کمرے میں پہنچ گئی۔

اورادسامنے ہوتا تو اس سے لڑتی مگر سامنے اس کی کوئی فائل پڑی تھی۔ حمالہ نے وہ فائل کھولی اور اپنا نیل پینٹ اٹھا کر اس پر الٹ دیا۔۔ کاغذات رنگ سے بھرتے چلے گئے۔ وہ سر جھٹک کر فائل بند کرتی کمرے سے نکل آئی۔۔

گھر کا ہر کونہ دیکھا، ہر جگہ پر غور و فکر کیا اور پھر لان میں جا پہنچی۔ گھر کے ملازمین اورادکی موجودگی میں ہی کام نمٹاتے اور اپنے کوارٹرز میں چلے جاتے تھے۔ باقی وقت گھر خالی۔۔

خالی گھر کسے چاہیئے تھا؟ حمالہ کو تو بالکل نہیں مگر جو آج وہ غصے میں حرکت کر چکی تھی یقیناً

اس خالی گھر میں بہت شور گونجنے والا تھا۔

"اندر چل کر چینج کر لو۔۔" اورادنے اس کا سر تھپک کر اس کے بھیگے لباس کی طرف دھیان دلایا۔

"اوہ ہاں۔۔" وہ گڑبڑا کر بولی اور اس سے الگ ہو کر اندر کی طرف بھاگی۔ اوردانے جھک کر خود پر نظر ڈالی۔ حمالہ کی وجہ سے وہ بھی بھیگ چکا تھا۔

وہ سر نفی میں ہلاتا اندر کی جانب بڑھ گیا۔

وہ کمرے میں پہنچتے ہی اپنا ڈریس لے کر واش روم میں بند ہو گئی۔ اور ایسی بند ہوئی کہ نکلنے کا نام نہیں لیا۔ اورادنے تھک کر وہیں کمرے میں ہی اپنا کوٹ اتار کر دوسری استری شدہ شرٹ اٹھا کر پہنی۔

"حمالہ باہر آؤ۔۔اور کتنی دیر لگاؤ گی؟"

وہ دروازہ ناک کر کے بولا اور سامنے ٹیبل پر پڑی فائل اٹھا گیا۔واپس جانے کی جلدی تھی۔

میٹنگ طے تھی،ایک پروجیکٹ کی ڈیل ہونا تھی۔۔

حساب کتاب کے ہندسے وہ بہت محنت سے اس فائل میں ٹھیک کر کے۔۔ترتیب دے کر۔۔لکھ چکا تھا۔

فائل اٹھا کر کھولی تو آنکھیں پھٹنے والی ہو گئیں۔

"حمالہ۔۔" اس نے فائل بند کر کے زور سے پکارا۔

باتھ روم سے نکلتی حمالہ پھر سے اندر گھس کر دروازہ بند کر گئی۔اب وہ تب تک نہیں نکلنے والی تھی جب تک اورادوہاں موجود تھا اور وہ اب۔۔۔

کہیں جانے کے قابل ہی کہاں رہا تھا۔۔

oooooooooooo

ریاض نے دودھ کا گلاس ایقان کو پکڑایا اور خود سیب کاٹنے لگا۔ایقان چھوٹے چھوٹے گھونٹ بھرتی ریاض کو دیکھنے لگی۔

"خان صاحب مورے اور بابا چاہتے ہیں کہ میں کچھ دن ان کے پاس جا کر رہوں۔۔" ایقان نے آہستگی سے اسے زرشے اور خان موسٰی کی خواہش بتائی۔

"مگر میں ابھی نہیں جا رہا۔" ریاض نے چھلکا اتار کر سیب کی ایک قاش ایقان کے منہ میں دے دی۔

وہ خاموشی سے سیب کھاتی سر ہلانے لگی۔

"نہیں جب آپ جائیں گے تب چلی جاؤں گی ان کے پاس۔۔ بس حویلی کے دوسرے حصہ میں ہی تو جانا ہے۔" ایقان نے نرمی سے جواب دیتے ہوئے دودھ کا آخری بڑا گھونٹ بھرا اور گلاس ایک طرف رکھ دیا۔

ریاض نے کچھ بولنے کے لیے سر اٹھایا تو ایقان کے لبوں کے پاس لگے دودھ کو دیکھ کر اس کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"اچھا ٹھیک ہے رکو زرا۔۔" وہ ہنستے ہوئے بولا اور موبائل کے لیے یہاں وہاں نظر دوڑائی۔

ایقان حیرت اور نا سمجھی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

وہ قریب پڑا ایقان کا موبائل اٹھا چکا تھا، جلدی سے کیمرہ آن کر کے ایقان کی تصویر بنائی اور سکرین اس کے سامنے کر کے ہنسنے لگا۔

"دیکھو کتنی فنی لگ رہی ہو۔۔ کیا تمہیں دودھ پینا نہیں آیا آج تک۔۔" وہ ہنستا جا رہا تھا۔

ایقان نے ٹشو اٹھا کر اپنا منہ صاف کیا اور خفگی سے ریاض کو دیکھا جو اس کا مذاق اڑا رہا تھا۔

"سب ایسے ہی پیتے ہیں۔آپ کو میرا مذاق اڑانا تھا بس۔۔" وہ خفگی جتا رہی تھی مگر اثر کسے تھا۔۔

ریاض لب دبا کر مسکراتا اس کا موبائل ان لاک کر کے پکچر اپنے پاس بھیجنے لگا۔ ایقان اس کے سامنے سے پلیٹ اٹھا کر سیب کھانے لگی۔

آج اتنے دن بعد وہ ریاض کو پہلے جیسا ہنستا مسکراتا دیکھ رہی تھی اور دل میں گہرا سکون اتر گیا تھا۔ مشکل گھڑی جتنی بھی مشکل سے گزرے مگر گزر ہی جاتی ہے اور آسانی آتے دیر تھوڑی لگتی ہے۔

وہ مدھم سا مسکرائی۔ ریاض نے گیلری کھولی۔

گیلری میں ایقان کی تصویر کے ساتھ پڑے سکرین شاٹ پر نظر پڑی تو اس نے اس پر ٹچ کیا۔

سامنے کسی نمبر سے آئے میسج کا سکرین شاٹ تھا۔

(تم نے دیر کر دی ایقان۔۔ اب تم صرف طلاق لو گی اور جیسا میں کہوں گا ویسا کرو گی۔۔۔

اپنی ڈئیر کزن۔۔ حمالہ کی خاطر۔۔۔)

ریاض وہ میسج پڑھ کر ساکت رہ گیا تھا۔ نظر اٹھا کر ایقان کو دیکھا تو وہ اس کی سرخ ہوتی آنکھیں اور خطرناک حد تک سنجیدہ چہرہ دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

"یہ نمبر کس کا ہے؟ کون تمہیں بلیک میل کر رہا ہے؟"

ریاض کے سنجیدہ سوال پر ایقان ٹھٹکی۔ نظر گھما کر سکرین کی جانب دیکھا اور ماحد خان کے میسج کا سکرین شاٹ دیکھ کر اس کے ہاتھ لرز اٹھے۔

وہ غلط تھی کہ مشکل جلدی گزر جاتی ہے۔۔

کبھی کبھی ہماری غلطیاں بہت دور تک ہمارا پیچھا کرتی ہیں اور احساس دلاتی رہتی ہیں کہ ہم غلط تھے اور وہ غلطی کرنا ہمارا سنگین جرم تھا۔۔

اسے لگا ریاض کی ہنسی کو اسی کی نظر لگ گئی ہے کیونکہ اب جو نام وہ لینے والی تھی ریاض وہ کبھی برداشت نہیں کرنے والا تھا۔۔

"ایقان کچھ پوچھ رہا ہوں۔۔ کس کا نمبر ہے یہ۔۔"

ریاض نے غصے سے دوبارہ سوال کیا تو وہ گھبرا گئی۔

"ما۔۔ حد خان۔۔" ایقان نے ہکلا کر وہ نام لیا اور آنکھیں میچ لیں۔ وہ جانتی تھی اس نے غلط کیا۔۔

وہ جانتی تھی بہت کچھ غلط ہو چکا ہے مگر۔۔

"واٹ؟ تم نے ماحد خان سے رابطہ کیا ہی کیوں؟"

اور ریاض اس کی توقع کے عین مطابق بھڑک اٹھا تھا۔

"میں نے رابطہ نہیں کیا۔۔ وہ مجھے میسج۔۔"

ایقان نے وضاحت دینے کی کوشش کی۔

"شٹ اپ ایقان۔۔ اس نے میسج کیا اور تم نے جواب دے دیا۔۔ تم ایسا کیسے کر سکتی ہو؟

کیا تمہیں رشتوں میں امانت داری کا سلیقہ نہیں آتا؟

کیا مجھے کسی سے بات کرتے دیکھا ہے کبھی؟؟"

وہ غصہ ضبط کرنے کے چکر میں سرخ ہو رہا تھا۔

ایقان نے سر جھکا دیا، شاید وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔

رشتے نبھانے کا بھی ایک ڈھنگ ہوتا ہے۔

ایک طریقہ ہوتا ہے۔ ہمیں لگتا ہے رشتوں میں صرف اعتماد اور اعتبار کی ضرورت ہے مگر ضروری ترین چیز امانت داری ہے۔

ماحد خان نے میسج کیا اور ایقان نے پڑھ کر جواب دے دیا۔ وہ دھمکا رہا تھا ایقان ڈر کر جواب دیتی رہی۔۔ ڈرنا تو ایک طرف۔۔ وہ ایک فطری عمل تھا۔۔

مگر ڈر کے مارے جواب دینا یعنی گفتگو تو ہوئی تھی پھر چاہے اس گفتگو کا جیسا بھی رنگ رہا ہو۔۔

وہ خیانت کرتی رہی؟؟ اسے آج احساس ہو رہا تھا۔

"وہ ڈرا رہا تھا، بلیک میل کر رہا تھا وہ اس کی خصلت تھی مگر تم نے جواب ہی کیوں دیا ایقان۔۔

تم نے بڑھاوا کیوں دیا اسے۔۔؟؟

مجھے کیوں نہیں بتایا؟ چلو نہیں بتانا تھا مجھے مگر ماحد خان کو جواب کیوں دیئے۔۔"

خان ریاض کا بس نہیں چل رہا تھا ایقان کو اس کی حرکت پر دو تھپڑ لگا دے۔ وہ ضبط کر رہا تھا مگر مشکل میں پڑ گیا تھا۔ اس کا دماغ پھٹنے والا ہو گیا۔

"خان صاحب اس نے بات ایسی کی کہ۔۔"

ایقان بولتے بولتے رک گئی۔۔ رباض نے سرد نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ایقان کو اس کا میسج یاد آیا۔۔

وہ ضروری بات کا بول رہا تھا اور ایقان نے جواباً ریپلائی دیا کہ اسے کوئی دلچسپی نہیں۔۔

اسے اپنی غلطی یاد آ گئی، اسے یہ بات کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ یقیناً وہ پہلا میسج کر کے نمبر کنفرم کرنا چاہ رہا تھا اور ایقان نے اس کی مشکل آسان کر کے اسے راستہ دکھایا تھا۔

"وہ چاہے تمہیں مار دینے کی دھمکی دے دیتا۔۔ وہ چاہے جیسے بھی بلیک میل کر رہا تھا۔ نمبر بلاک کر دیتیں اور اگر یہ بھی اثر نا کرتا تو مجھے بتا دیتیں۔۔

ایک نامحرم سے بلیک میل ہونے سے اچھا ہے محرم سے ڈانٹ کھالو، اس کی ناراضگی جھیل لو۔۔

ایسا کیا تھا ایقان جو تم مجھے نہیں بتا سکیں۔۔

میں تمہاری غلطی معاف کر چکا تھا مگر مجھے اندازہ تک نہیں ہوا تم ماحد خان کے ساتھ۔۔"

رباض نے آخری جملہ ادھورا چھوڑ کر ضبط سے لب بھینچ لیے۔اس کی کنپٹی سلگ اٹھی۔

"میں کیسے بتاتی۔۔اس کے پاس۔۔ میری پکچرز۔۔"

ایقان نے سسکتے ہوئے مدھم لہجے میں اسے بتایا تو رباض کا دماغ ماحد خان کی رذیل حرکت پر کھول اٹھا۔

"کیا تم پاگل ہو ایقان؟ ہم سب جانتے ہیں وہ گھٹیا انسان تمہارا شوہر رہا ہے۔اس کے پاس تمہاری پکچرز ہونا تمہارا جرم نہیں ہے۔

تم مجھے بتا دیتیں میں اس کا سر توڑ دیتا۔۔

خدارا خود پر اور مجھ پر ترس کھاؤ، کیوں الٹی حرکتیں کر کے میرا سکون برباد کر رہی ہو۔۔

آخر میرا کیا قصور ہے ایقان؟ تمہیں عزت سے اپنایا۔

ماضی کا طعنہ نہیں دیا۔ محبت دی، مان دیا۔۔

اس سب کا کچھ تو صلہ دے دیتیں، ایک اعتبار ہی کر لیتیں مجھ پر۔۔" رباض نے ایک افسوس سے بھری نظر اس پر ڈالی اور اٹھ کر کمرے سے چلا گیا۔

اور جب ایک پرانی غلطی گناہ کی طرح سامنے آئے تو کیسا لگتا ہے؟ انسان جس غلطی پر نادم ہو رہا ہو اسے گناہ جان کر کہیں کا نہیں رہتا۔۔

اب معافی، تلافی، شرمندگی۔۔ سب بے معنی تھا۔

اصل بات اعتبار کی تھی جو اسے رباض پر نہیں تھا ہاں مگر ماحد خان پر تھا جس نے دھمکی دی تو ایقان مان گئی کہ ہاں وہ ایسا کر سکتا ہے۔

یہ کیا کر بیٹھی وہ؟ بے تاب سی اپنا سینہ مسلنے لگی۔

ماحد خان کے جنگلی پن کے بعد بھی وہ اس کی نفرت کے اثر میں رہی اور خان رباض؟

اس کی اتنی نرمی اور اپنائیت کے بعد بھی ایقان اس کی محبت کو کیوں نہیں سمجھ پائی؟

وہ منہ پر ہاتھ رکھتی گھٹی گھٹی آواز میں روتی چلی گئی۔ مشکل بہت مشکل سے گزرتی ہے اور کبھی کبھی گزرنے میں بہت وقت لے لیتی ہے۔

آسانیاں انسان کے اپنے ہاتھ ہیں اور اگر وہ خود اپنی آسانی کو رد کر بیٹھے؟ اپنی مشکل کو خود دعوت دے دی جائے تو اس پریشانی کا کوئی حل نہیں۔۔

خان رباض غصے سے چلتا مردان خانے میں پہنچا۔ اپنے بال جکڑتا وہ غصے پر قابو پانے لگا۔

پھر اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتا وہ موبائل پر کسی کو کال ملا گیا۔ ماحد خان کے بارے میں ساری معلومات لیں۔ وہ اس بار ماحد خان کا سامنا کر کے اس کا منہ توڑ دینے کا سوچ چکا تھا۔

یہ معاملہ اب نمٹا لینا چاہتا تھا مگر۔۔

اسے جو خبر ملی وہ اسے حیران کر گئی تھی۔

ماحد خان کو شدید زخمی کیا گیا تھا۔ وہ کچھ دن پہلے ہی ہاسپٹل سے ڈسچارج ہو کر خٹک حویلی پہنچا تھا۔

اس کی ایک ٹانگ ضائع ہو چکی تھی۔ اس کے کندھے کا زخم گہرا ترین تھا۔۔ اور یہ حالت کرنے والا۔۔۔

کوئی اور نہیں بلکہ اوراد خانزادہ تھا۔ رباض سر پکڑ بیٹھا۔ جو معاملہ وہ نمٹانے کا اب سوچ رہا تھا وہ معاملہ اوراد ختم کر چکا تھا۔ کیونکہ ایقان نے اسے بتانے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔

اس کا دل بری طرح اوب گیا۔ اوراد کی فکر ہونے لگی۔

ماحد خان یہی ڈیزرو کرتا تھا مگر۔۔۔

ناجانے اوراد کس کس کا یہ حال کرتا رہتا تھا۔۔

oooooooooooo

احواد آج پھر سے درد جھیلتی حویلی کے پچھلے باغ میں بیٹھی تھی۔ درد پورے جسم میں پھیلتا اس کو بے حال کر رہا تھا۔

وہ اپنے گرد بازو لپیٹے سجدے کی صورت بیٹھی تھی۔ بند آنکھوں سے مسلسل گرم پانی بہہ رہا تھا۔ لب خشک لکڑی جیسے ہو رہے تھے۔

"موت۔۔ نعمت ہے۔۔ درد سے۔۔ نجات ہے۔۔

ان لوگوں کے لیے۔۔ جو میرے وجود سے۔۔ تنگ ہیں،

موت آسانی ہو گی۔۔ میرے لیے بھی۔۔"

اس کے لب بے آواز پھڑ پھڑا رہے تھے۔ اسے اپنی کم عمری کا وہ وقت یاد آنے لگا جب۔۔

اس کا تابناک حسن ابھی نوخیزی کے گلابی رنگ میں ڈھلا تھا۔ اس کے لبوں پر ہر بار۔۔ ہر ایک سے ملنے والی تعریف پر۔۔ شرمیلی سی مسکان پھیلی رہتی تھی۔

"بس بھابھی کہہ دیا احواد تو صرف میرے حاشر کی دلہن بنے گی۔۔" اس کی پھپھو جان لٹاتی نظروں سے اس کا گلاب چہرہ دیکھتے ہوئے بولتی تھیں۔

ارے کیوں حویلی سے باہر کیوں جائے گی احواد۔۔

اسے ہم پہلے ہی وجدان کی دلہن بنانے کا سوچ چکے۔"

اس کی چاچی ہر بار فوری جواب دیتی تھیں۔

اس پر تب باپ کا سایہ سلامت تھا۔ دولت جائداد کی اکلوتی وارث تھی، اپنی حویلی کی حسین ترین لڑکی تھی۔ رشتہ لینے والے بہت تھے۔

خاندان میں ہی جو بات کرتا، خاندان کا ہی کوئی فرد اسے انکار کر کے اپنی خواہش ظاہر کر دیتا تھا۔

اسے ہر پھپھو، چاچی نے اپنے بیٹوں کے لیے چن لیا تھا۔ یہ وہ دور تھا جب اس کے والدین اس پریشانی میں مبتلا رہتے تھے کہ آخر احواد کا رشتہ کسے دیں اور کسے انکار کریں۔۔

وہ تتلی کی طرح اڑتی پھرتی تھی۔ چہچہاتی تھی۔

اس کی آواز اچھی تھی، وہ باغ میں جا کر گنگناتی تھی تو پرندے ساکت سے اسے سنتے تھے۔

اسے دادی ہر وقت کہتی تھی، یوں نا گیت گایا کرو۔۔

ایسے مسکراتی پھرتی ہو، چہرے پر یہ جو گلابی سا رنگ ہے۔۔ یہ جو بات کرتے ہوئے پانی جیسی شفاف جلد پر ڈمپل پڑتے ہیں۔۔ نظر لگ جائے گی۔۔

تو وہی نظر لگ گئی تھی اسے۔۔

دادی بھی مر گئی، پھر باپ بھی مر گیا۔۔

اس کی ماں نے جائداد کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے کے لیے سسرال والوں کے سر پر تماشہ کھڑا کر دیا۔ وہ سب جو آگے پیچھے گھومتے تھے، پیچھے ہوتے چلے گئے۔۔

احواد کی ساری جائداد بہانے سے کھینچ لی گئی، پھوپھیاں ان دنوں حویلی ہی نہیں آتی تھیں کہ کہیں کنگلی ہو چکی احواد کا رشتہ نا دے دیا جائے۔۔

اس کی ماں حویلی والوں پر چیخ چیخ کر پاگل ہونے لگی لیکن حویلی نہیں چھوڑی مگر پھر یہ ہوا کہ حویلی بھی چھوڑنا پڑ گئی۔

احواد کا تایا اس کی ماں سے نکاح کرنے کو تیار ہو گیا۔اس کی صرف بیٹیاں تھیں، اسے بیٹا چاہیئے تھا اور اس خواہش کے لیے اسے اپنی بیوہ بھابھی نظر آ رہی تھی جو جوان تھی، خوب صورت تھی۔۔

اس کی ماں جٹھانی کی نفرت اور جیٹھ کے نکاح کے لیے دیئے دباؤ پر مجبوراً جائداد کو چھوڑ چھاڑ کر بیٹی لیے ماں کے در پر آ بیٹھی تھی۔

یہاں احواد ماموؤں کے بیٹوں کی نظروں میں آ گئی۔اتنی خوبصورت۔۔ملائم شفاف جلد والی۔۔گڑیا جیسی نازک سی احواد۔۔وہ شادی کی چاہ رکھنے لگے۔

ماؤں نے بیٹوں کو بچانے کے لیے احواد پر الزام دھر دیئے۔اس کے باپ کی حویلی میں کی گئی شوخیوں اور شرارتوں کو اس کی عیاش فطرت اور لڑکے پھانسنے کی کوشش کا نام دے دیا گیا۔

کزن اس سے دور ہونے لگے، اب کسی کو "ایسی" لڑکی سے شادی نہیں کرنا تھی مگر ایسی لڑکی میسر تھی اور میسر چیز سے فائدہ اٹھانا انسان کی فطرت ہے۔

وہ بھی بہانوں سے اس کے گرد چکراتے الٹی سیدھی حرکات کرنے لگے۔ احواد کی شوخیاں

اور مسکراہٹیں خوف و ہراس میں بدلنے لگیں۔

اس کی ماں جائداد کے لیے ہی آنسو بہاتی، روتی تڑپتی مر گئی۔ جائداد کا غم تھا اور بیٹی کس حال میں تھی وہ بھلا گئی۔ نانی نے احواد کو اپنی آغوش میں لے لیا۔

اس کی عمر بڑھ گئی اور بڑھی بھی کتنی۔۔

بس پچیس سال کی ہوئی تھی وہ اب۔۔ مگر حویلیوں میں سترہ اٹھارہ سال کی لڑکیاں بیاہ دینے کے رواج کی وجہ سے اس عمر میں پہنچی احواد کو بڑی عمر کا طعنہ ملنے لگا اور پھر زندگی نے اسے۔۔

ہر طرح سے زلیل کیا، ہر زلت اٹھائی۔۔ ہر ایک نے اسے ٹھکرایا اور پھر بدنصیبی نے تب مہر لگا دی جب نکاح میں لینے والے لڑکے نے بھی نفرت جتا دی۔۔

"مجھے گیت بھول گئے ہیں دادی۔۔ میں نے ہنسنا چھوڑ دیا۔۔ میری مسکراہٹ مرجھا گئی۔۔

میں اب بات کرتی ہوں تو لفظ حلق میں پھنس جاتے ہیں، ڈمپل اب کبھی بنا ہی نہیں مگر وہ جو نظر لگی تھی ناں۔۔ وہ نظر کھا گئی مجھے۔۔

احواد کے حسن پر سیاہ سائے پھیل گئے دادی۔۔"

وہ سسکیاں بھرتی زمین پر جھکتی چلی گئی۔ لفظ ٹوٹ کر لبوں سے ادا ہوئے اور خاموشی کے سینے میں دفن ہوتے چلے گئے۔۔

خوشیاں کہاں گئیں۔۔اس کا اچھا وقت کہاں چھپ گیا۔۔ وہ کسی پاگل، لاوارث، جوگن عورت کی طرح خالی وقت میں ہاتھ مارتی مسکراہٹیں کھوجتی تھی اور ناکام رہتی تھی۔

موت تاسف سے اسے دیکھتی اس کی طرف بڑھ رہی تھی اور زندگی روٹھی ہوئی سی دور جا رہی تھی۔

احواد مر رہی تھی اور دور انگلینڈ کی آزاد فضا میں سانس لیتے الہام نے خود کو کسی بوجھ سے آزاد ہوتا محسوس کیا تھا۔

وہ مدھم سا مسکرایا۔۔ یہاں احواد سسک رہی تھی۔

oooooooooooooo

اوراد سر پکڑے ایک طرف بیٹھ گیا۔ بے بسی سے سر چکرا گیا تھا۔آفس سے مسلسل کالز آ رہی تھیں۔

اس نے گہرا سانس بھر کر خود کو نارمل کیا اور کال اٹینڈ کر کے موبائل کان سے لگایا۔

"عزیز ایسا کرو میٹنگ ڈیلے کر دو۔۔ مجھے فائل نہیں مل رہی اور تم مجھے سارا ڈیٹا پھر سے ای میل کر دو۔۔ میٹنگ کل شامل کر لیں گے۔"

اس نے سنجیدگی سے اپنے ایم ڈی کو ہدایت دی۔

"او۔ کے سر۔۔ جیسے آپ کو بہتر لگے مگر۔۔۔ کلائنٹس غصہ کر سکتے ہیں۔ ہماری کمپنی نے ہمیشہ پروفیشنگ کام کیا ہے اب اگر ہم عین ٹائم پر۔۔۔"

ایم۔ڈی نے ہچکچا کر اسے میٹنگ کینسل کرنے کا نقصان بتایا۔ اوراد کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"میری بات سنو عزیز۔۔ ان سے کہہ دینا میٹنگ ڈیلے ہے۔ اگر نخرہ کریں تو فارغ کر دینا، میں کسی کے باپ کا نہیں کھاتا کہ ان کے نخرے دیکھوں۔"

اس نے غصے سے اونچی ہوتی آواز میں کہا اور کال کاٹ دی۔ باتھ روم کے دروازے سے کان لگا کر کھڑی حمالہ کا دل بے ترتیب سا شور مچانے لگا۔ وہ غصے میں تھا۔

مطلب اس کی بھی خیر نہیں۔۔ وہ رونے والی ہو گئی۔

"حمالہ باہر آؤ۔۔" اوراد نے اونچی آواز میں اسے پکارا تو وہ اپنی جگہ اچھل کر رہ گئی۔

"میں باہر نہیں آؤں گی۔۔ آپ چلے جائیں، اور فائل کا مجھے کچھ نہیں پتا نا میں نے کچھ کیا ہے۔"

وہ اندر سے ہی آواز بلند کر کے اسے بتانے لگی۔

"میں اب کہیں نہیں جا رہا۔ تم باہر آؤ۔۔"

وہ سخت لہجے میں بولا۔ حمالہ پریشان ہونے لگی۔

"میں باہر آؤں گی تو آپ ڈانٹیں گے، یقین کریں یہ نقصان میں نے نہیں کیا۔" وہ سب خود بتا کر خود مکر رہی تھی۔ وہ پاگل تھی لیکن اوراد کو پاگل سمجھ رہی تھی۔

"حمالہ مجھے غصہ مت دلاؤ۔۔ باہر آ جاؤ۔۔ اندر بند رہنے سے کچھ ہوا تو میں بہت بری طرح پیش آؤں گا۔"

وہ سختی سے دھمکاتا اپنا لیپ ٹاپ اٹھا کر آن کرنے لگا۔ ایک ہفتے سے اس فائل پر کام کر رہا تھا اور اب ایک دن میں وہ فائل تیار کرنے کا سوچ کر ہی اس کا سر پھٹنے لگا تھا۔

حمالہ آہستگی سے دروازہ کھولتی باہر نکل آئی۔ سر پہلے سے ہی اتنا جھکا لیا جتنا کوئی مجرم اپنا چہرہ چھپانے کے لیے جھکاتا ہے۔

اوراد نے لیپ ٹاپ پر ای۔ میل اوپن کرتے ہوئے ایک خفگی بھری نگاہ اس پر ڈالی۔

"میں نے یہ فائل۔۔" وہ پھر سے وہی جھوٹی وضاحت دینے والی تھی جب اوراد نے گھور کر چپ کروایا۔

"نیل پینٹ گرانے کا مقصد؟ کیا یہ کوئی مذاق ہے؟

اگر یہ پرینک ہے تب بھی نہایت غلط پرینک ہے۔"

وہ سنجیدگی سے سوال کر رہا تھا۔ حمالہ بے اختیار نفی میں سر ہلا گئی۔

"مذاق نہیں کیا۔۔" اس نے شرمندگی سے کہا۔

"تو پھر غصہ اتارا ہو گا۔۔" اوراد نے ابرو چڑھائے۔

حمالہ چور نظروں سے فائل کو دیکھنے لگی، جیسے بہانہ سوچ رہی ہو پھر یکدم اس کی آنکھیں چمکیں۔

"میں نے نیل پینٹ اس پر رکھا تھا تاکہ لگاؤں مگر وہ جانے کیسے کھل کر اس فائل پر گر گیا۔۔"

وہ نظریں چراتے ہوئے بول رہی تھی۔ لیپ ٹاپ پر سارا ڈیٹا دیکھتے اورادنے حیرت سے اسے دیکھا۔

"لیم ایکسکیوزِ زمت دو حمالہ۔۔ تم نے نیل پینٹ فائل کے اندر موجود پیجز پر گرایا ہے۔

تم جانتی ہو کتنا بڑا لاس کیا ہے تم نے میرا۔۔؟

ایک منتھ سے اس پروجیکٹ پر کام کر رہا ہوں، ایک ہفتہ لگا کر اس کا حساب کتاب برابر کیا تھا۔۔

اور آج میٹنگ میں یہ ڈیل ہونی تھی مگر مجھے تمہاری اس حرکت کی وجہ سے ڈیل کینسل کرنا پڑی کیونکہ تم نے فائل ضائع کر دی۔۔

اب وہ لوگ ڈیلے کرنے پر نخرہ کریں گے اور اگر وہ نا مانے تو ملینز کا لاس ہو گا۔۔اب بتاؤ گی کیوں کیا ایسا؟؟" وہ سنجیدہ لہجے میں بولتا آخر میں سوال کر رہا تھا۔ حمالہ پریشان ہو گئی۔

"آپ کو پتا ہے علیہا نے مجھ سے کہا کہ آپ نے اگر مجھ سے شادی کے لیے خود کہا ہے تو اس کا مطلب آپ مجھے بہت زیادہ پسند کرتے ہیں۔۔"

وہ اس کے سوال سے بالکل الگ جواب دے رہی تھی۔

اورادنے بے چارگی سے سرد آہ بھری۔

"حمالہ میں اس فائل کا پوچھ رہا ہوں، تم یہ کیا بتا رہی ہو۔۔" اورادنے اسے ہوش دلایا۔

"مگر میں نے علیہا کا یقین نہیں کیا تھا۔آپ مجھے پسند نہیں کرتے۔۔آپ کو میں اچھی نہیں لگتی۔۔"

وہ رونے کی تیاری باندھ چکی تھی۔آنکھیں جھپک جھپک کر آنسوؤں کا ڈھیر جمع کر لائی۔

"اور تمہیں اس بات کا کیسے یقین آئے گا؟؟"

اوراد کو اس کے آنسو دیکھ کر نا چاہتے ہوئے بھی متوجہ ہونا پڑا تھا۔

"آپ ثبوت دیں ناں۔۔ تب یقین آئے گا۔" وہ معصوم صورت بنا کر بولی۔ اوراد کو لگا غصہ کرنا اب فضول ہے۔ حمالہ بات نہیں سمجھنے والی تھی ہاں مگر پریشان ضرور ہو جاتی۔

"کیسا ثبوت چاہئیے؟" وہ لیپ ٹاپ ایک طرف رکھ کر اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ حمالہ اس کا لہجہ نرم پا کر قدم بڑھاتی اس کے قریب گئی۔

"فائل کے لیے مجھ پر غصہ نہیں کریں پلیز۔۔

میں جانتی ہوں فائل خراب نہیں کرنی چاہئیے تھی،

میں تب غصہ میں تھی اور یہ فائل سامنے آئی تو بنا سوچے سمجھے خراب کر دی۔۔ آئم سو سوری۔۔"

وہ مدھم لہجے میں بولتی ندامت سے سر جھکا گئی۔

اوراد کو سارا نقصان بھولنے لگا۔

وہ یوں سر جھکا دے، معذرت کرے، نادم ہو۔۔

اور وہ پھر بھی غصہ کرے تو محبت کیسی۔۔

وہ ہاتھ بڑھا کر نرمی سے اس کا ہاتھ تھامتا اپنے قریب کرتے ہوئے سینے سے لگا گیا۔ اس کے چہرے کے گرد بکھرے گھونگھریالے نرم بالوں کو کان کے پیچھے اڑس کر اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

"سزا تو پھر بھی بنتی ہے مگر تم مجھے اپنے ہاتھ سے بنی چائے پلانے کا وعدہ کرو تو معاف کر سکتا ہوں۔"

وہ مصنوعی سنجیدگی سے بول رہا تھا۔

"میں ابھی چائے بنا کر لاتی ہوں۔" وہ چمکتی آنکھوں کے ساتھ بولتی اسے دور دھکیل کر کمرے سے باہر بھاگی۔ اوراد خالی حصار لیے حیران سا بیٹھا تھا۔

چائے اور معافی کا سن کر اس کا جذباتی ہو جانا اوراد کو حیران کر گیا تھا۔

وہ سر جھٹک کر سٹڈی روم میں پہنچا جسے اس نے آفس کی شکل دی ہوئی تھی۔ فائل اور کاغذات پھر سے تیار کر کے اپنے کمرے میں آیا اور پوری توجہ سے ساری کیلکولیشن اور حساب تیار کرنے لگا۔

حمالہ نے آنے میں بہت دیر کر دی تھی۔ وہ چائے کی طلب میں اٹھ کر کچن میں پہنچا تو وہاں کا منظر اسے حیران کر گیا۔

حمالہ چائے بھی تیار کر رہی تھی، ساتھ فریز کیے ہوئے کباب میں تل رہی تھی۔ بالوں کا میسی سا جوڑا بنائے وہ مصروف سی بہت پیاری لگ رہی تھی۔

"تمہیں کوکنگ آتی ہے؟ امیزنگ۔۔" اوراد نے حیرت سے سوال کیا۔ وہ چونک کر پلٹی۔

"جی ہاں خانی مورے کی مہربانی سے، تھوڑا بہت کچھ نا کچھ بنا ہی لیتی ہوں۔

ان کو میرا اونچا اونچا ہنسنا بولنا پسند نہیں تھا جس پر ہر بار وہ مجھے لیکچر دیتی تھیں کہ میں فضول ہوں، ناکارہ ہوں، کسی کام کی نہیں ہوں اور سسرال والوں سے جوتے کھاؤں گی۔۔

پھر مورے گل ہر بار ایموشنل ہو کر مجھے کچن میں لے جاتی تھیں اور پوری کوشش کرتی تھیں کہ سسرال کے جوتوں سے بچنے کا کوئی حل ہو میرے پاس۔۔

اور دیکھا آج وہی حل کام آیا ورنہ آپ مجھے سزا دیتے تو میرا کیا ہوتا۔۔ مجھے بابا نے کبھی نہیں مارا۔۔"

وہ جھرجھری لے کر بولتی فرائنگ پین میں پڑے کباب الٹنے لگی۔ اوراد کو بے ساختہ اس پر پیار آیا تھا۔

آگے بڑھ کر اسے سینے سے لگا لیا۔ حمالہ نے ٹھٹک کر رخ موڑتے ہوئے اسے دیکھنا چاہا تو آگ کی تپش سے سرخ پڑتے رخسار پر وہ نرمی سے لمس چھوڑ گیا۔ حمالہ سٹپٹا کر چہرہ جھکا گئی۔

"میں تمہیں مارنے کا سوچ بھی نہیں سکتا حمالہ۔۔

سزا کا مطلب یہ ہر گز نہیں تھا۔ اپنے دماغ سے یہ سب نکال دو۔۔ تمہیں میری محبت حاصل کرنے کے لیے اس محنت کی ضرورت نہیں ہے۔۔

میری محبت کا تمہیں اندازہ ہو جائے تو شاید تم ساری عمر خود پر رشک کرو گی۔ تمہیں حق دیتا ہوں تم نخرہ کرو، فرمائش کرو۔۔ تمہیں سب اجازت ہے۔"

وہ اسے سینے سے لگاتا خود میں بھینچ گیا۔

وہ اسے محبت کہہ رہا تھا، جو اس کا عشق تھی۔۔

عشق بھی جنونی سا۔۔ جذباتی سا۔۔۔

وہ واحد تھی جس کی صورت ایک بار۔۔ ایک نظر دیکھ لینے کے بعد بھی بھول نہیں پایا تھا۔۔

"کباب جل جائیں گے۔۔" حمالہ نے گھبرا کر اس کے حصار سے خود کو نکالا۔ اورادنے ہاتھ بڑھا کر چولہا بند کر دیا۔ کباب سنہری ہونے کی بجائے سیاہی مائل ہو رہے تھے۔

"جل گئے۔۔" حمالہ محنت ضائع ہونے پر رونے والی ہو گئی۔ اورادنے لب دانتوں تلے دبا کر اسے دیکھا۔

"اچھے ہیں۔۔ مجھے ایسے ہی پسند ہیں۔۔ روم میں لے آؤ۔۔" وہ بہت توجہ سے اس کا چہرہ دیکھ کر بولا اور وہاں سے چلا گیا۔

حمالہ حیرت سے ادھ جلے کباب دیکھ رہی تھی، کیا وہ جلے ہوئے کباب کھاتا تھا؟ اسے عجیب لگا۔

چائے اور کباب لے کر کمرے میں پہنچی تو اورادنے فائل ایک طرف رکھی اور ٹرے اپنے سامنے کھسکا لی۔

حمالہ نے چائے پیتے ہوئے اسے دیکھا۔ وہ بہترین کھانوں میں نقص نکالنے والا انسان اس کے بنائے ادھ جلے کباب شوق سے کھا رہا تھا۔ وہ ہونق سی اسے دیکھنے لگی۔

محبت اندھی ہوتی ہے اور محبت جنون کا رنگ اوڑھ لے تو محبت پاگل پن سے بڑھ کر کچھ نہیں۔۔

پھر یہ سب بھلا دیا کرتی ہے۔ سب وار دیتی ہے۔۔

محبت ہر نقصان کو محبت سے بھر دیتی ہے۔۔

oooooooooooooo

ابراہیم آپریشن تھیٹر میں موجود تھا۔ سامنے ایک مریضہ پڑی تھی جس کی سرجری ہو رہی تھی۔

وہ نہایت سنجیدگی اور توجہ سے اس پر جھکا ہوا تھا۔ ماتھے پر پسینے کے قطرے نمودار ہوئے تو اس نے فوری سر ایک طرف کیا اور نرس نے آگے بڑھ کر ٹشو سے پسینہ صاف کیا۔

وہ پھر سے مریضہ کی جانب متوجہ ہوا۔

"سر پیشنٹ کا بی پی انکریز کر رہا ہے۔"

ایک جونیئر ڈاکٹر نے گھبرا کر اسے بتایا تو اس کے ہاتھ رک گئے۔ بی۔پی نارمل کرنے کا انجکشن بتا کر وہ رکا اور تیزی سے زخم سنبھالنے لگا۔

دل کی سرجری کرنا۔۔آسان کام نہیں تھا۔۔

پسینے کے قطرے تک گرنے سے روکنے ہوتے ہیں۔

مریض کا بلڈ پریشر بڑھ جائے یا کم ہو جائے، وہ نقصان دہ ہوتا ہے، وہ ساتھ ساتھ سنبھالنا پڑتا ہے۔۔

ابراہیم بھی پریشان ہو رہا تھا، بعض اوقات ڈاکٹر پوری کوشش کرتا رہے مگر مریض کے دماغ میں چلتے مسائل اور سوچیں علاج میں رکاوٹ بن جاتی ہیں۔

اس نے بی پی سنبھلنے پر پھر سے مریضہ پر جھکتے ہوئے اس کے دل کے ایک جانب موجود سوزش کا جائزہ لیا اور اس سوزش کو بلیڈ سے کاٹنے لگا۔

اسی دوران مریضہ کا بی۔پی پھر سے بڑھ گیا۔۔

سرجری جاری تھی اور درمیان میں مریضہ ساتھ چھوڑ رہی تھی۔ابراہیم بدحواس ہونے لگا۔۔

زخم کو پھرتی سے ٹانکے لگانے کی کوشش کی تو خون کے بہنے کی رفتار بڑھنے لگی۔اس کے ساتھ موجود عملہ بھی چوکنا ہو کر اس کی مدد کرنے لگا۔

مگر تین چار گھنٹوں کی مشقت طلب سرجری کے اختتامی مراحل میں ہی مریضہ کی موت ہو گئی۔

ابراہیم اس کا خون روکنے کی کوششوں میں لگا رہا۔

"سر پیشنٹ کی ڈیتھ ہو چکی ہے۔" ساتھی ڈاکٹر نے اسے اطلاع دی مگر وہ لرزتے ہاتھوں سے لگا ہوا تھا۔۔

"سر پلیز۔۔ شی از نو مور۔۔" اسے پھر سے بتایا گیا۔

بار بار بتانے کے بعد اسے پکڑ کر پیچھے کر دیا گیا۔

وہ ساکت سا پیشنٹ کو دیکھنے لگا۔ڈاکٹر کا کام شفا دینے کی اور بچانے کی کوشش کرنا ہوتا ہے۔

زندگی اور شفا اللہ کے ہاتھ ہے مگر یہ بات اکثر لوگ نہیں سمجھتے اور یہی بات ابراہیم کو پریشان کرتی تھی۔ڈیڈ باڈی کا خون صاف کر کے ٹانکے لگا دیئے گئے۔

ابراہیم سر جھکا کر آپریشن تھیٹر سے باہر نکلا تو سامنے مریضہ کے گھر والے موجود تھے۔

وہ جانتا تھا وہ لوگ گزری رات سے نوافل ادا کر رہے تھے اور اس لڑکی کی زندگی کی دعا کر رہے تھے۔

ایک لڑکا تیر کی سی تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

"ڈاکٹر صاحب میری وائف اب کیسی ہے؟"

اس لڑکے کے سوال پر ابراہیم کا دل بند ہونے لگا۔

لوگ سمجھتے ہیں موت کی اطلاع دینے والا ڈاکٹر سرد دل ہوتا ہے جسے فرق نہیں پڑتا۔ وہ انسان جو کئی کئی گھنٹے مریض کی موت سے لڑتا رہے اور آخر میں ہار جائے۔۔ کیسے ممکن ہے

وہ غمزدہ نہ ہو۔۔

"سوری ہم نے بہت کوشش کی مگر۔۔۔" وہ ندامت سے بول رہا تھا جیسے جرم کیا ہو حالانکہ کوشش کرتا رہا تھا۔ واقعی کوشش کرتا رہا تھا۔۔

"شی از نو مور۔۔" یہ جملہ بولنا ابراہیم کے لیے مشکل تھا اور سننے والوں کے لیے تو قیامت تھا۔

"کیسے؟ وہ کیسے مر سکتی ہے۔۔ تم ڈاکٹروں کو آخر کیا آتا ہے؟ اسے مرنے کیسے دیا۔۔

پیسہ چاہیئے ہوتا ہے تم لوگوں کو۔۔ تم نے مارا میری بیوی ہو۔۔ تم ڈاکٹر نہیں قاتل ہو۔۔" وہ لڑکا پاگلوں کی طرح اس پر چیختا اس کا گریبان پکڑ گیا۔

عام حالات میں گریبان پر ہاتھ ڈالنے والے کا وہ ہاتھ توڑ دیتا مگر سامنے کھڑے لڑکے کی ازیت وہ سمجھ رہا تھا تبھی خاموش رہا۔۔

سیکیورٹی نے اسے ابراہیم سے دور کیا تو ابراہیم تیزی سے قدم اٹھاتا اپنے آفس میں چلا گیا۔ اس کا سر پہلے ہی تین چار گھنٹوں سے آپریشن تھیٹر میں رہنے سے چکرا رہا تھا اس پر پیشنٹ کی عین وقت پر موت نے اسے ہلا کر رکھ دیا تھا۔

اس کے اعصاب بھاری ہونے لگے، فوری اٹھ کر گھر کی جانب روانہ ہو گیا۔ تھکن زدہ سا گھر پہنچا اور سیدھا اپنے کمرے میں جا کر بیٹھ گیا۔

حمینہ شاید باہر تھی۔ کمرہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا اور وہ ابھی روشنی چاہتا بھی نہیں تھا۔

اس کے چہرے پر تھکاوٹ سے زیادہ گھبراہٹ تھی۔

اس کی آنکھیں سرخ انگارہ ہو رہی تھیں اور سر کا درد شدت اختیار کر رہا تھا۔

بوریت کا شکار حمینہ لان میں ایک بنچ پر بیٹھی شام کو ڈوبتا دیکھ رہی تھی۔ ابراہیم کی گاڑی گھر میں آتی دیکھ کر بھی نظرانداز کیے بیٹھی رہی۔۔

شام گہری ہوئی تو مجبوراً اٹھ کر کمرے میں پہنچی۔

گھپ اندھیرے نے اس کا استقبال کیا تھا۔ اس نے گھبرا کر لائٹس آن کیں تو سامنے بیڈ پر ابراہیم بنا چینج کیے لیٹا ہوا نظر آیا۔ بازو آنکھوں پر رکھا تھا۔

"آپ۔۔ ٹھیک ہیں؟" حمینہ نے اس کے قریب جا کر ہچکچاتے ہوئے سوال کیا۔ جواباً آنکھوں سے بازو ہٹا کر ابراہیم نے اسے دیکھا۔

سرخ نم آنکھیں اور ماتھے پر بکھرے بال اس کی حد درجہ تھکاوٹ کی چغلی کھا رہے تھے۔ حمینہ اس کی حالت پر گھبرا گئی۔

"کیا ہوا آپ کو۔۔؟؟" وہ پریشان سی بیڈ کے پاس جا کر اس پر جھکی۔ ابراہیم نے خاموشی سے اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے پاس بٹھا لیا۔

"میرے پاس بیٹھی رہو حمینہ۔۔ میں ٹھیک نہیں ہوں۔"

وہ اپنی حالت سے پریشان بول رہا تھا۔ تھکن اس کے اعصاب پر سوار ہو رہی تھی۔ اس کا بھاری مدھم لہجہ

محسوس کر کے حمینہ خاموشی سے اس کے پاس بیٹھی رہی۔

ابراہیم نے اس کا نازک سا ہاتھ اپنے لبوں سے لگایا تو ہاتھ کی پشت پر جلتا ہوا لمس پا کر حمینہ نروس ہو گئی۔ جھجک کر دوسرا ہاتھ اس کی کشادہ پیشانی پر رکھ کر ہولے ہولے دبانے لگی۔

ٹھنڈا نرم شفا جیسا لمس پا کر ابراہیم نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا تو وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ چہرے پر فکر تھی، پریشانی تھی۔

وہ اس کی بیماری پر گھبرا رہی تھی۔ اس کے اس بدلاؤ اور مہربانی پر ابراہیم آہستگی سے

مسکرایا۔

"تم جانتی ہو تمہارا لمس اور تمہارا ساتھ میرے لیے کسی دوا کا کام کرتا ہے۔ میری تھکن زائل کرتا ہے۔۔

اسی لیے تمہیں اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں، اپنے قریب رکھنا چاہتا ہوں۔۔ کیا تم ساری عمر میری بن کر میرے پاس رہ سکتی ہو حمینہ؟؟"

ابراہیم نے نرمی سے سوال کیا تو وہ یک ٹک اسے دیکھنے لگی پھر افسردگی سے سر جھکایا۔

"میرا ماضی۔۔" دو لفظوں میں اپنی ہچکچاہٹ اور پریشانی کی وجہ بتاتی وہ نظر جھکا گئی تھی۔ ابراہیم نے اسے اپنی طرف جھکاتے ہوئے سینے سے لگا لیا۔

"میرے لیے تم کافی ہو۔۔ تمہارا ماضی، تمہاری غلطی یا پھر تمہارا الجھا ہوا سا مزاج کچھ معنی نہیں رکھتا۔۔

بس تم ہو اور اتنا بہت ہے۔" ابراہیم نے جذب سے کہتے ہوئے اس کی پیشانی پر لب رکھے۔

حمینہ آہستگی سے آنکھیں موندتی خود کو وقت کے حوالے کر گئی۔ اپنا آپ ابراہیم کو دے دیا۔

اگر وہ اتنی چاہت کا دعویٰ کر رہا ہے تو آزمانے میں حرج ہی کیا تھا۔ تکلیفیں اسے بن مانگے ملی تھیں اور خوشیاں وہ خود اپنے آپ پر حرام کیے رہی۔۔

مگر اب سمجھنے لگی تھی کہ کوئی ہاتھ تھامے۔۔

کوئی سہارا دے۔۔ کوئی ساتھ دے۔۔ کوئی اپنا بنے۔۔

تو اس پر یقین کر لینا چاہئیے، زلت اٹھانے کے بعد بھی اگر میسر ہو تو۔۔۔ محبت کر لینی چاہئیے۔۔

oooooooooooo

الہام کی سٹڈی سٹارٹ ہو چکی تھی۔ وہ پہلی بار بغیر کسی سختی اور روک ٹوک کے توجہ سے پڑھ رہا تھا۔

اسے لگتا تھا اب وہ بڑا ہو گیا ہے، وہ ٹھیک سمجھ رہا تھا۔

وہ اپنے فیصلے خود لینے لگا تھا۔ اس نے حویلی والوں کا خود پر تھوپا رشتہ بھی انجام کو پہنچا دیا تھا۔

یہاں پہنچ کر کچھ دن اس نے کسی سے رابطہ نہیں کیا، اسے لگا احواد سب کو بتا دے گی۔

جب رابطہ کیا تو اس کا خیال غلط ثابت ہوا تھا۔ سب نارمل تھے، کسی نے اسے کچھ نہیں کہا۔

"شکر ہے محترمہ میں کچھ تو عزت نفس باقی ہے۔"

اس نے طنزیہ سوچ کر سر جھٹکا تھا۔ اس کا قصور سوچ لیتا تو خالی دماغ رہتا۔۔

جسے سزا دے کر آیا تھا وہ پہلے ہی سزا جھیل رہی تھی۔ وہ بوجھ سے آزاد ہو آیا اور اس نازک وجود کو زلت کے ملبے تلے دبا آیا تھا۔

اب نا وہ سر اٹھاتی، نا آواز بلند کرتی۔ نا وہ بولنے کے قابل رہی نا اس نے کسی کو کچھ بتایا۔۔

اس وقت موسم ابر آلود تھا۔ الہام نے اپنی تیاری کرتے ہوئے ابھی تک بیگ میں پڑے سامان سے جیکٹ نکالی۔

جیکٹ سے نکل کر ایک کاغذ فرش پر گرا۔ الہام نے چونک کر قدرے حیرت سے وہ کاغذ دیکھا اور جھک کر اٹھا لیا۔

اسے دیر ہو رہی تھی مگر تجسّس بڑھ چکا تھا۔ اس نے کاغذ کھول کر دیکھا تو صاف رائٹنگ میں کوئی تحریر درج تھی۔ وہ طرز تخاطب پر ٹھٹک گیا تھا۔

"اس شخص کے نام جس کے ساتھ میرا نکاح مجھے پوچھے بتائے بنا کر دیا گیا۔۔"

پہلی لائن پر ہی وہ خط لکھنے والی کو پہچان کر لب بھینچ گیا۔ دل چاہا کاغذ پھاڑ کر پھینک دے مگر بے اختیار رک گیا۔

"آپ کے الفاظ میں نے اچھے سے سمجھ لیے ہیں۔۔

مجھے برا کچھ نہیں لگا۔۔ کیونکہ جو مجھے کہا گیا وہ سننے کی میں عادی ہو چکی ہوں۔۔

الفاظ میں کچھ سختی تھی مگر وہ زلت نہیں تھی جو میں سہتی آئی ہوں۔ شاید آپ جلدی میں تھے اس لیے یا شاید آپ کی تربیت نے روک دیا۔۔

میں اتنی بار ٹھکرائی گئی ہوں کہ آپ سے نکاح کرتے ہوئے ہی جان گئی تھی۔ اس بار بھی رد کی جاؤں گی۔ لیکن مجھے صفائی دینے کا موقع بھی نہیں ملے گا یہ نہیں سوچا تھا۔۔

آپ کے حکم پر عمل میرا فرض ہے۔

مگر مجبوری یہ ہے کہ میرا اور کوئی ٹھکانہ نہیں رہا۔۔

آپ سے درخواست ہے جب تک آپ وہاں ہیں، مجھے طلاق نہیں دیجیے گا۔

آپ کے وہاں رہنے تک میں آپ کی حویلی میں رہوں گی۔آپ نے طلاق دے دی تو نکال دی جاؤں گی۔۔

مگر وعدہ کرتی ہوں آپ کے لوٹ آنے سے پہلے ہی اپنی رہائش کا انتظام کر لوں گی۔

پھر طلاق بھی دے دیجیے گا، پھر یہ بے نام تعلق توڑ دیجیے گا پر واہ نہیں۔۔ شکر گزار رہوں گی۔"

الفاظ کا یہیں اختتام ہو گیا تھا۔اس نے اپنا نام نہیں لکھا۔اس نے اپنا کوئی تعارف بھی نہیں دیا۔

وہ اپنا مستقبل طے کر چکی تھی، وہ حویلی سے چلی جائے گی پھر اس سے طلاق لے گی۔۔

الہام ساکت سا بیٹھا تھا۔ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی نے اس کی اکڑ اور غرور کو چھرا گھونپ کر مار دیا ہو۔۔ وہ کس زعم میں اتنا بول آیا تھا۔۔

اب ان الفاظ میں دبی حسرت اور ازیت کو شمار کرتا وہ سر ڈالے بیٹھا تھا۔نکاح کے لیے وہ بھی تو خاموش ہو گیا تھا۔وہ حویلی کا فرد، وہاں کا مالک اور مرد ہو کر انکار نہیں کر پایا۔

تو اس لڑکی سے کیسے امید کر لی جو کمزور تھی، جس کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا حویلی والوں کے

احسان تلے دبی ہوئی تھی۔

الہام اپنی غلطی کا احساس ہونے پر پتھرا گیا تھا۔

oooooooooo

اسوان اور گلالئی یونی میں حمالہ کو آتا دیکھ کر پرجوش ہو گئیں۔ بھاگ کر حمالہ کے پاس پہنچیں۔

"واہ بی بنو۔۔ تمہیں بھی فرصت مل گئی ہنی مون سے۔۔" گلالئی نے اسے ملتے ہی زبان کے جوہر دکھائے۔

"ہنی مون پر کون گیا۔۔ علیہا دنیا گھوم رہی ہے یہاں میرے ہزبینڈ کی دوڑ حویلی سے شہر تک ہی لگتی ہے۔" حمالہ نے ناک چڑھا کر گلہ کیا۔

"لو تمہیں بھلا دنیا گھومنے کی ضرورت ہی کہاں ہو گی، اور ادلالا گھر کو ہی ہنی مون سپاٹ بنا لیتے ہوں گے۔" گلالئی کی زبان پر کھجلی ہوئی۔

"تمہاری زبان بہت دراز ہو رہی ہے۔ ایسا نا ہو تمہاری شادی سے پہلے تمہاری زبان کاٹنی پڑے مجھے۔۔"

اسوان نے سرخ چہرے کے ساتھ اس کی جانب دیکھا۔

"جو سچ ہے کہہ دیا۔۔ اس نے یونی کو میکہ سمجھ لیا ہے ہفتوں بعد ایک دن کے لیے آ جاتی ہے تو یہی سمجھا جائے گا ناں۔۔"

گلالئی اپنی بات پر ڈٹی رہی۔ حمالہ کا چہرہ خفت سے سرخ ہوا جا رہا تھا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

"ویسے آج تم کیسے آ گئیں؟ تم نے تو کہا تھا اب سٹڈی نہیں کرو گی؟" اسوان نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے سوال کیا۔ گلالئی بھی ان کے پیچھے چل رہی تھی۔

"مجھ سے ایک غلطی ہو گئی۔ کل میں نے ان کی فائل خراب کر دی۔ انہوں نے مجھ سے چائے بنوائی، معاف کر دیا مگر رات کو سزا سنا دی کہ اب میں ریگولر یونی جاؤں گی کیونکہ ان کے خیال میں گھر بیٹھ کر شیطان بن گئی ہوں۔"

حمالہ نے منہ بسور کر بتایا تو اسوان کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ حمالہ کا مزاج مزید خراب ہونے لگا۔

اسے اورادکی چالاکی پر رونا آ رہا تھا جس کا کہنا تھا کہ وہ جب تک آفس میں ہو گا حمالہ یونی میں رہے گی۔۔

یعنی حد ہو گئی تھی، اب کچھ زیادہ ہی ہو رہا تھا۔

پورا دن وہ وقفے وقفے سے اسی بات کا رونا روتی رہی تھی۔ اورادا سے دنیا کا سب سے بے وفا اور ظالم شوہر لگ رہا تھا۔ صرف اس لیے کہ جب رات بھر بیٹھ کر اسے کام کرنا پڑا تھا تو ساری محبت بھلائے وہ زچ ہو کر حمالہ کے سر پہنچا۔

"تم بہت شیطان لڑکی ہو حمالہ۔۔ کل سے تم یونی جا رہی ہو، اب مزید کوئی بحث نہیں۔۔"

اس نے انگلی اٹھا کر وارن کیا تھا۔ حمالہ لاکھ معصوم صورت بناتی رہی۔ آنکھیں پٹپٹائیں، ہونٹ لٹکائے رونے والی ہو گئی مگر وہ بالکل نرم نہیں پڑا تھا۔

صبح صبح جاگ کر آفس جانے کی تیاری کرتے ہوئے اس نے کھینچ کر اس گھونگھریالے بالوں والی سلیپنگ بیوٹی کو کھڑا کیا تھا اور حجاب پہنا کر روانہ کر دیا۔

اب حمالہ تھی اور اس کے غم۔۔یوں جیسے یونی میں خزاں کا موسم چھا گیا تھا۔

یونی آف ہوئی تو بد دلی سے وہ گیٹ کی جانب بڑھ گئی۔اسوان اس پر ہنستی سر جھٹک کر ایاد خان کے آفس کے پاس پہنچی۔اس سے پہلے کہ وہ دروازے پر دستک دیتی وہ خود آفس سے

باہر نکلا۔

"اسوان تم۔۔ایسا کرو۔۔اوراد کے ڈرائیور کے ساتھ اپنے گھر چلی جاؤ۔۔" وہ کچھ سنجیدہ سا لگ رہا تھا۔

الجھا ہوا سا۔۔ نظریں چراتا ہوا۔۔

"جی؟ مگر کیوں؟" اسوان حیران ہو گئی۔ صبح تک تو ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔کچھ دن پہلے اس کے گھر والے مل کر جا چکے تھے اور ایک روز پہلے ہی ایاد اسے "اپنے" گھر میں دل لگانے کا کہہ رہا تھا۔

"میں کچھ مصروف ہوں۔ میں وہاں سے لینے آ جاؤں گا۔ابھی تم جاؤ یہاں سے پلیز۔۔" وہ پریشان سا تیزی سے بول رہا تھا۔یوں جیسے اسے سب سے چھپانا چاہتا ہو۔۔اسے وہاں سے بھگانا چاہتا ہو۔۔اسوان اس کے تاثرات و پریشانی پر الجھ سی گئی تھی۔

ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کچھ چھپا رہا ہو۔اسوان رک کر اس کا مسئلہ پوچھنا چاہتی تھی مگر وہ اسے

جانے کا کہہ کر آفس میں لوٹا اور دروازہ بند کر دیا۔

اسوان ہق دق سی بند دروازے کو تکتی رہی۔ کیا وہ اس سے جان چھڑوا رہا تھا؟ ایسا رویہ تو اس نے تب بھی نہیں رکھا تھا جب ان کی اچانک شادی کی گئی تھی تو اب کیوں۔۔

وہ حیران پریشان سی وہاں سے پیچھے ہو گئی، قدم گیٹ کی جانب بڑھاتے ہوئے اس نے بار بار پلٹ کر دیکھا تھا کہ شاید ایاد پیچھے سے اسے پکارے اور نرمی سے معذرت کرے۔۔اپنے رویئے کی وضاحت دے۔۔

مگر دروازہ بند رہا تھا۔وہ حمالہ کے پاس پہنچ گئی۔

"کیا ہوا؟ تم ایسے کیوں کھڑی ہو؟" حمالہ نے اپنی گاڑی کی جانب بڑھتے ہوئے چونک کر اسے دیکھا۔

"میں تمہارے ساتھ جا رہی ہوں، مجھے آج گھر جانا تھا۔سر تو بزی ہیں۔ تمہارا ڈرائیور چھوڑ دے گا۔" اسوان نے مدھم سے لہجے میں بولتے ہوئے قدم آگے بڑھا لیے۔حمالہ نے کندھے اچکائے۔

ڈرائیور نے اسے گھر چھوڑ دیا تھا۔پُروا اسے اچانک دیکھ کر خوش ہوئیں مگر وہ حیرت بھی چھپا نہیں پائی تھیں۔۔

والدین اور بھائیوں کے ساتھ وقت گزار کر وہ وقتی طور پر سب بھول بھال گئی مگر اگلے روز ناشتہ سے پہلے وہ چائے بنا کر پروا اور خان عیسٰی کے روم تک پہنچی تو اپنا نام سن کر بے اختیار قدم روک گئی۔

"میں بھی وہی سوچ رہی تھی کہ اُسوان ایسے اچانک کیسے آ گئی۔۔اللہ سب خیر کرے۔۔"

پروا پریشان سی بول رہی تھیں۔اسوان کے کان کھڑے ہوئے۔اسے شک گزرا کہ ایاد خان کسی مشکل میں ہے۔

"پیرنٹس بچوں کو اتنا بگاڑ دیتے ہیں کہ پھر وہ اپنی عزت کا بھی خیال نہیں کرتے۔۔

وہ بچی ایلیٹ کلاس سے بی لانگ کرتی ہے، وہ اپنے کیے پر اب بھی شرمندہ نہیں ہے۔اور اس بے وقوف کو دیکھو اس نے ہم سے بھی بات چھپالی۔

یہ تو ادب بھائی نے خانزادہ لالا کو سب بتا دیا۔"

خان عیسٰی تاسف سے بول رہے تھے۔اسوان کے لیے مزید برداشت کرنا مشکل ہو گیا۔

ڈور ناک کر کے کمرے میں داخل ہوئی تو عیسٰی اور پروا چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ سجا گئے۔

"آپ دونوں کیا بات کر رہے ہیں؟ کیا ہوا سر کو؟"

اسوان نے چائے کے کپ ان کے سامنے رکھتے ہوئے سوال کیا۔عیسٰی نفی میں سر ہلا گئے۔

"کچھ نہیں بیٹا ہم بس۔۔" عیسٰی نے اسے ٹالنا چاہا۔

"پاپا میں سن چکی ہوں سب۔۔ پلیز بتایئے ایاد خان کے ساتھ کیا مسئلہ ہوا۔۔؟" اسوان نے دوٹوک لہجے میں سوال کیا۔پُروا خاموشی سے اسے دیکھنے لگیں۔

"یونی میں اسے کسی لڑکی کے ساتھ سکینڈلائز کیا گیا ہے۔۔شاید کوئی لاسٹ سمسٹر کی لڑکی ہے۔۔

اس نے ایاد پر کوئی الٹے سیدھے الزامات لگائے ہیں۔۔

بٹ اٹس او۔کے سچ سامنے آ ہی جاتا ہے، ہم اس ایشو کو سولو آؤٹ کر لیں گے۔"

خان عیسٰی نے اسے تفصیل سے آگاہ کیا۔اسوان ساکت رہ گئی۔ تیزی سے پلٹ کر اپنے روم میں گئی اور یونی کی ویب سائٹ پر سکینڈل سرچ کیا اور سرخیوں کا ایک ڈھیر لگتا چلا گیا تھا۔

اسوان کا دل لرزا۔

"ایاد خان ایک پروفیسر یا لڑکیوں کا شکاری۔۔؟؟؟

ایاد خان کا طلبا لڑکیوں کے ساتھ بے ہودہ رویہ۔۔

ایاد خان نے مجھے نوٹس کے بہانے اپنے آفس بلایا اور۔۔

مہذب اور شرافت کا جھوٹا ڈرامہ کرنے والے ایاد خان کی حقیقت سامنے آ گئی۔۔"

اسوان پڑھتی جا رہی تھی اور اس کا دماغ سنسناتا جا رہا تھا۔ الزامات کی بوچھاڑ تھی۔ اسے لگا وہ مزید پڑھے گی تو پاگل ہو جائے گی۔

اس پر صرف تنقید نہیں ہوئی تھی، اس کے کردار کو سوالیہ نشان بنا دیا تھا۔۔ اس پر بولنے والے بھی بہت تھے اور اس کی طرف داری کرنے والے بھی بہت زیادہ تھے مگر کردار مشکوک کیا جا چکا تھا۔

وہ کیسا محسوس کر رہا ہو گا؟ اس کی شرافت اس کے لیے مصیبت بن گئی تھی۔ اسوان کو بے ساختہ رونا آ رہا تھا۔ وہ ایاد کے پاس جانا چاہتی تھی۔

اس کو تسلی دینا چاہتی تھی، اسے بتانا چاہتی تھی کہ اسے ایاد پر اعتبار ہے۔۔ وہ اسے جانتی ہے۔۔

وہ آنسو صاف کرتی اچانک اٹھی اور واپس خان عیسٰی کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

"پاپا آپ پلیز مجھے گھر لے جائیں گے ابھی؟"

وہ سنجیدگی سے بولی تو عیسٰی ٹھٹک گئے۔

"اسوان تم جا کر کیا کرو گی؟ ابھی وہ اسی کیس کی بھاگ دوڑ میں بزی ہے اور پلیز اسے آلریڈی سب انٹیروگیٹ کر رہے ہیں اب تم جا کر سوال کرو گی تو بہت اپ سیٹ ہو جائے گا۔۔"

پُروا نے بے ساختہ اٹھ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے نرمی سے اسے سمجھایا تو وہ بھیگی آنکھوں سے انہیں دیکھنے لگی۔

"ماما آپ کو لگتا ہے میں ان کو ٹرسٹ نہیں کروں گی؟

پلیز۔۔ میں انہیں کافی ٹائم سے جانتی ہوں، وہ ایسی ویسی کوئی حرکت کر ہی نہیں سکتے۔۔

مجھے جانے دیں وہاں۔ ان کو میری ضرورت ہو گی۔"

اسوان پریشانی سے بول رہی تھی۔ ایاد کی حالت کے بارے میں سوچ سوچ کر ہی اس کی سانسیں تنگ پڑ رہی تھیں۔

"شی از رائٹ پُروا۔۔ ایسے موقع پر اسوان کو ایاد کے ساتھ ہونا چاہیئے۔۔ بیٹا تم تیار ہو کر آؤ، پھر چلتے ہیں۔ میں بھی مل لوں گا اس سے۔۔"

عیلی نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے اسوان کو مسکرا کر ہدایت دی۔ اپنی بیٹی کو پہلی بار سمجھداری کا مظاہرہ کرتا دیکھ کر انہیں فخر محسوس ہوا تھا۔

oooooooooooooo

"تم نے آج صبح سے کھانا نہیں کھایا ایقان؟؟ یہ کیا حرکت ہے؟ کیا چاہتی ہو اب۔۔"

ر باض تپا ہوا سا اس کے سر پر پہنچا تھا۔ ایقان سر جھکائے بیٹھی رہی، یوں جیسے مجسمہ ہو جس کے احساسات سو چکے ہوں۔ جس کی سماعتیں ناکارہ ہو گئی ہوں۔۔

"ایقان۔۔ پلیز ہیلتھ کا خیال رکھو۔۔ میں کب تک حویلی میں پڑا رہوں گا۔ مجھے واپس جانا ہے، کیا تم یہ بچگانہ حرکات چھوڑ سکتی ہو۔۔"

ر باض نے بے چارگی سے لہجہ نرم کرتے ہوئے کہا۔ وہ بے بسی سے نظر اٹھا کر ر باض کو دیکھنے لگی۔

"خان صاحب میں آپ کے ساتھ جانا چاہتی ہوں۔"

وہ اس کی ناراضگی دیکھ کر گھبرائی ہوئی تھی۔

"یہاں کیا پریشانی ہے ایقان؟ سب تمہارا خیال رکھیں گے وہاں تو میں سارا دن آفس میں ہوں گا، پریشان رہوں گا۔" وہ ناراضگی بھلائے نرمی سے بولا۔

"آپ مجھ سے ناراض ہو کر جائیں گے تو میں نا کچھ کھا پی سکوں گی نا ہی سو پاؤں گی۔"

وہ لب کاٹتی آنسو بہنے سے روک رہی تھی۔ ر باض نے گہرا سانس بھرا اور اس کے سامنے بیٹھا۔

"غلطی کر لیتی ہو مگر ناراضگی نہیں برداشت ہوتی۔

نہیں ہوں میں ناراض۔۔ کھانے پینے کے لیے دوبارہ نخرہ مت کرنا۔۔" وہ اس کی پلکوں سے نمی صاف کرتے ہوئے خفگی سے بول رہا تھا۔

ایقان نفی میں سر ہلاتی رونے لگی۔ اسے ر باض کی طرف سے عجیب وہم ستانے لگا تھا۔

"مجھے یقین ہے آپ کے دل میں اب میری جگہ نہیں رہی۔۔آپ یہاں سے جائیں گے تو مجھے بھول جائیں گے۔" ایقان روتے ہوئے بول رہی تھی۔

ریاض اس کی باتوں پر حیران ہو گیا۔ وہ یہ کیا سوچے بیٹھی تھی۔ ریاض نے ہاتھ بڑھا کر اس کے سر پر رکھا تو وہ آگے بڑھتی اس کے سینے سے لگ گئی۔

"ایقان بہت پاگل ہو۔۔کیا سوچتی رہتی ہو۔۔

ہمارا رشتہ اتنا ہلکا ہے کہ میں شہر جا کر تمہیں بھول جاؤں گا؟ اور میاں بیوی میں ناراضگی ہوتی رہتی ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ان کا رشتہ ہر بار زرا زرا سی لڑائی پر ٹوٹ جائے۔۔

میں تمہیں کہتا ہوں اس کنڈیشن میں خوش رہو اور تم ہر نئے دن نئی سوچ لے کر بیٹھ جاتی ہو۔۔"

وہ اسے خود سے لگائے پشت تھپکتے ہوئے نرمی سے بول رہا تھا۔ ایقان اس کے حصار میں سمٹی اسے خاموشی سے سن رہی تھی۔

"میں چکر لگاتا رہوں گا۔ ہر وقت کا آنا جانا تمہارے لیے مشکل پیدا کرے گا۔ سمجھ رہی ہو؟"

ریاض نے نرمی سے سوال کیا۔ ایقان کا دل نہیں مانا مگر اسے چپ ہونا پڑا۔ ریاض اسے خود سے الگ کر کے اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

ایقان لب کاٹتی اداس سی پڑی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ لوٹا تو ہاتھ میں کھانے کی ٹرے تھی۔

"آ جاؤ اکٹھے کھانا کھاتے ہیں۔" ایقان کے سامنے ٹرے رکھتے ہوئے وہ مسکرا کر بولا۔ وہ بے دلی سے اٹھی اور واش روم میں جا کر منہ ہاتھ دھونے لگی۔

ریاض اس کی باتیں سوچتا بے ساختہ نفی میں سر ہلا کر مسکرانے لگا۔ وہ سامنے آئی تو اسے پر سوچ نظروں سے دیکھنے لگا۔

"تمہاری اپنے لیے پوزیسونیس دیکھ کر مجھے بہت اچھا لگا۔ تو لڑکیاں ایسے محبت کرتی ہیں۔"

وہ مسکراہٹ دبائے بول رہا تھا۔ ایقان نے اس کی بات ان سنی کر دی۔ بھوک سے حالت خراب ہو رہی تھی۔

کھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو ریاض نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"ایقان۔۔ مجھے تم پر یقین ہے تم اب کبھی مجھ سے دوری کا نہیں سوچو گی۔۔ تم بھی مجھ پر یقین رکھو تمہارا ہو چکا ہوں، دل سے تمہارا ہوں۔۔

تمہارے علاوہ نا کسی کی جانب دیکھوں گا نا کسی کو سوچوں گا۔۔ اور جب میں وہاں ہوتا ہوں تو تمہیں ہی سوچتا ہوں۔ تمہاری فکر کرتا ہوں۔۔

کیا محبت صرف تمہاری میراث ہے۔۔" وہ پر اثر الفاظ میں اسے یقین دلا رہا تھا۔ ایقان یک ٹک اسے دیکھنے لگی۔ ریاض نے نرمی سے اس کا ہاتھ چھوڑا اور چاولوں کا چمچ بھر کر اس کے منہ کے پاس لایا۔

"مجھے۔۔یقین ہے آپ پر۔۔میں بس دور نہیں رہنا چاہتی۔۔" وہ دھیمے لہجے میں بول کر منہ کھولتی چاول کھانے لگی۔ریاض نے سر ہلایا۔

"میں واپس آ جایا کروں گا۔اورادسب سنبھال رہا تھا مگر پھر اس کا کسی بزنس ڈیل میں بہت بڑا لاس ہو گیا اور آج کل اس کا موڈ بہت خراب ہے۔

مجھے بھی کال کر کے کہا کہ اپنا کام سنبھالوں وہ اسی ڈیل کی فائل ریڈی کرنے میں بزی ہو گیا ہے۔"

ریاض نے اسے تفصیل سے آگاہ کیا تاکہ وہ اسے ناراض سمجھ کر پھر سے رونے نا بیٹھ جائے۔

"جی ٹھیک ہے۔" ایقان اطمینان سے سر ہلا کر کھانا کھانے لگی۔ریاض نے سکھ کا سانس لیا۔۔

oooooooooooo

اورادآنکھوں پر گلاسز لگائے مصروف سا فائلز پر جھکا ہوا تھا۔جتنی جلدی کر رہا تھا اتنا ہر بار نمبرز غلط ہو رہے تھے۔

سامنے ٹیبل پر پانچ چھ کافی کے خالی مگ پڑے تھے۔

پی۔اے نے ایک اور مگ لا کر اس کے سامنے رکھا تو گرما گرم بھاپ اڑاتی کافی کے گھونٹ حلق میں انڈیلتا وہ کافی کے زائقے کی طرح ہی تلخ ہونے لگا۔

"سر کچھ وزیٹرز آئے ہیں آپ کے لیے۔۔" اس کی پی۔اے نے ہولے سے اسے بتایا کہ کہیں وہ غصہ نا ہو جائے۔

"بھیج دیں واپس۔۔آج میں فری نہیں ہوں۔۔"

اورادنے سخت لہجے میں کہہ کر ناک پر پھسلتا چشمہ درست کیااور نیلگوں آنکھیں لیپ ٹاپ کی سکرین پر جمائیں۔پی۔اے سر ہلا کر چلی گئی۔

پرسنل موبائل پر اچانک آتی کال پر کافی کے مگ کی جانب بڑھتااورادکا ہاتھ رک گیا۔

موبائل کی جانب جھک کر نمبر دیکھا تو ایاد خان تھا۔

اس نے کال اٹینڈ کر کے لاؤڈ سپیکر آن کیااور کافی کا مگ اٹھالیا۔

"اورادفری ہو؟؟" ایاد کی بھاری مدھم آواز پر وہ چونک گیا۔مگ واپس رکھتے ہوئے موبائل کو دیکھا۔

"ہمم کیا بات ہے؟" وہ فری نہیں تھا مگر ایاد کا لہجہ اسے پریشان کر گیا تھا۔تبھی سوال کیا۔

"کچھ ہیلپ چاہیئے۔۔یونی ورسٹی میں سکینڈلائز ہو گیا ہوں۔لڑکی کچھ دن پہلے طبیعت خراب کا بتانے آفس آئی تھی۔اس نے مجھ سے بات کی اور وہیں گر گئی۔

میں نے اسے سنبھالا تو اس دوران مووی بنالی کسی نے۔۔بعد میں پتا چلا لڑکی ڈرگ ایڈکٹ ہے اور مجھ پر بلیک میلنگ اور ہراسمنٹ کا کیس بن چکا ہے۔۔"

ایاد پریشانی سے بول رہا تھا۔اوراد کے کی بورڈ پر چلتے ہاتھ رک گئے اور بھنویں بھینچ گئیں۔

"ایسا کس نے کیا؟" اس نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"اسی لڑکی نے۔۔پرپوز کر رہی تھی، عجیب لڑکی ہے، میں انٹرسٹڈ نہیں تھا۔۔یہی بات سمجھا دی بٹ اس نے انا کا مسئلہ بنالیا۔۔

اس کا باپ کوئی پولیٹیشن ہے اور اس چیز کو یوز کر کے اس نے میڈیا اپنی طرف کر لیا ہے۔ میرے ایگینسٹ فیبریکیٹڈ پروف ہیں ان کے پاس۔۔

پھنس گیا ہوں عجیب معاملہ ہے یار۔۔ہیلپ می۔۔"

ایاد کا سر پھٹنے والا ہو گیا تھا۔اوراد نے آنکھوں سے گلاسز اتار کر ایک طرف رکھے۔

"انفو بھیجو لڑکی کی۔۔ڈونٹ وری، اس کے باپ کو ایسا زلیل کروں گا کہ خود لڑکی سب کو بتائے گی اپنے ڈرامہ کا۔۔" اوراد نے سنجیدگی سے کہا۔

"اس کے باپ کو کیوں۔۔" ایاد گھبرا گیا۔

"تم باپ مت بنو۔۔ان چیپ لڑکیوں کے پیرنٹس سب جانتے ہیں۔ تم اس پولیٹیشن کی انفو بھیجو بس۔۔

ریلیکس رہو اگر کچھ نہیں کیا تو۔۔ میں خود اس معاملہ کو دیکھتا ہوں اگر تمہارا کوئی کام نکلا تو تم بھی تیار رہنا۔۔ اور اب کال مت کرنا میں بہت بزی ہوں۔۔"

اوراد اسی سنجیدہ سپاٹ لہجے میں بول کر کال کاٹ گیا۔ سامنے پڑی فائل کو ایک نظر دیکھ کر گہرا سانس بھرا اور تھکن سے سیٹ کے ساتھ پشت ٹکا لی۔۔

وہاں ایاد نے ہلکا پھلکا ہو کر تیزی سے اس لڑکی کے باپ کی ساری ڈیٹیل اوراد خانزادہ کو بھیج دی۔۔

کیونکہ اوراد خانزادہ ان لوگوں میں سے تھا جو برے لوگوں کو نہایت برا بن کر مات دیتا تھا۔

oooooooooooo

"حدیر مجھے آپ سے ضروری بات کرنی تھی۔"

پریہان نے چائے پیتے خانزادہ کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا تو وہ چونک گئے۔ پریہان کا لہجہ تفکر سے بھرا تھا۔

"کیا پریشانی ہے۔؟" خانزادہ متوجہ ہوئے۔

"مجھے احواد کے بارے میں بات کرنی ہے۔ حدیر وہ مجھے ٹھیک نہیں لگتی۔ خانی مورے اس کی شادی کروا کر بالکل لاپرواہ ہو گئی ہیں۔

احواد گم صم سی الگ تھلگ بیٹھی رہتی ہے۔ اس کی رنگت اتنی سفید ہو رہی ہے جیسے خون ختم ہو گیا ہو۔۔ مورے کو توجہ دلا رہی ہوں تو وہ کہتی ہیں کچھ دن بعد سیٹ ہو جائے گی۔۔"

پریہان پریشان سی بولتی جا رہی تھیں۔۔

"کیا وہ اس اچانک شادی سے پریشان ہے؟ رخصتی کے وقت مورے نے اس سے پوچھا نہیں تھا کیا؟"

خانزادہ پر سوچ لہجے میں سوال کر رہے تھے۔پر یہان تاسف سے نفی میں سر ہلا گئیں۔

"انہوں نے کھڑے کھڑے فیصلہ کر لیا۔کسی سے بھی نہیں پوچھا۔الہام بھی خفگی جتا کر گیا ہے۔"

پر یہان کی بات پر خانزادہ نے لب بھینچے۔

"پر یہان کیا الہام نے وہاں جانے کے بعد احواد سے کانٹیکٹ کیا؟وہ اس کا حال احوال لیتا رہتا ہے؟

میں سوچ رہا ہوں کہ اگر وہ اس کی وجہ سے اداس ہے تو ایک دو منتھ کے لیے الہام کے پاس بھیج دیتے ہیں۔"

خانزادہ کی بات پر پر یہان سر پکڑ بیٹھیں۔

"حدیر وہ وہاں پڑھنے گیا ہے۔" پر یہان نے جتایا۔

"ایک دو ماہ سے کوئی حرج نہیں ہو جائے گا پر یہان۔۔

تھوڑا بہت ٹائم دے دے گا تو اس میں برا کیا ہے۔

اور ابھی تو تم احواد کو بلواؤ میں بات کرتا ہوں اس سے۔۔آخر کیا پریشانی ہے اسے۔۔"

خانزادہ نے چائے کا کپ خالی کر کے سامنے ٹیبل پر رکھا۔پر یہان نے سر ہلا کر ملازمہ کے زریعے احواد کو بلوایا۔

"نرمی سے بات کیجیے گا حدیر۔۔اور بہانے سے پوچھیں کہ اسے کسی نے کچھ کہا تو نہیں۔۔"

پریہان سرگوشی میں بولتی انہیں ہدایات دے رہی تھیں۔ خانزادہ بے ساختہ مسکرا دیئے۔

"میں چاہے علاقے کا سمجھدار سردار بن جاؤں مگر تمہاری نظر میں آج بھی اتنا بے وقوف ہوں کہ ہر بات سمجھانی پڑتی ہے تمہیں۔۔"

خانزادہ کی مسکراتی بات پر پریہان شرمندہ ہو گئیں۔

"ایسی بات نہیں ہے میں تو۔۔۔" ابھی وہ وضاحت دینا چاہ رہی تھیں کہ ملازمہ بدحواسی سے بھاگتی ہوئی ان کے پاس پہنچی۔

"سردار صاحب۔۔ وہ احواد بی بی ٹھیک نہیں ہیں۔۔"

ملازمہ بوکھلا کر بولی تو خانزادہ اور پریہان بے ساختہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

دونوں بھاگ کر پائیں باغ پہنچے تو احواد زمین پر گھٹڑی کی صورت اکٹھی ہو کر پڑی تھی۔

"احواد۔۔ بیٹا تم ٹھیک تو ہو۔۔" پریہان نے آگے بڑھ کر اسے پکارتے ہوئے سیدھا کیا تو اس کے بازو اطراف میں ڈھے گئے اور اس کا سر ایک جانب لڑھک گیا۔

پریہان جھٹکا کھا کر پیچھے ہوتیں پھٹی پھٹی آنکھوں سے احواد کا بے رنگ چہرہ دیکھ رہی تھیں۔

"احواد۔۔" خانزادہ شاکڈ سے کھڑے تھے۔

oooooooooo

احواد آئی سی یو میں تھی اور خانزادہ سر پکڑ کر باہر بیٹھے تھے۔ان کے ساتھ بیٹھی پریہان منہ چھپائے رو رہی تھیں۔

حویلی میں خان آزر پہلی بار غصے سے خانی بیگم کو ڈانٹ رہے تھے۔ وہ اپنی زمہ داری پر لڑکی لائی تھیں، اس کے فیصلے بھی کر لیے تو اس کا خیال بھی رکھ لیتیں۔ خانی بیگم خود بھی احواد کی حالت دیکھ کر شاکڈ بیٹھی تھیں۔

تو کیا وہ واقعی مرنے والی تھی؟؟ لگتا تو ایسا تھا۔

"ہم سب کی لاپروائی ہے۔ وہ اس حویلی کی بہو بن چکی ہے، اب تو سب کو ہی اسے اپنے ساتھ رکھنا چاہئیے تھا۔" گل جان افسردگی سے بول رہی تھیں۔

انہیں اندازہ تھا کہ احواد کو سب نے نظرانداز کیا ہے۔ سب قصوروار ہیں۔

"زنان خانے میں سب عورتیں ہی ہوتی ہیں۔ کیا اس کو کھانے کے وقت بھی ساتھ نہیں رکھا جاتا تھا؟؟

بہت اچھے، اب اس کے ماموں آکر ہم پر بولیں گے تو حق پر بولیں گے۔ خیال انہوں نے نہیں رکھا تو پرواہ ہم نے بھی نہیں کی تھی۔

اور یہ الہام۔۔۔ ایقان اس کو فون ملاؤ زرا اس کی کلاس لوں۔۔ وہاں جا کر بیٹھ گیا، بیوی کی خیر خبر نہیں لیتا تھا اسے بھی اندازہ نہیں ہوا احواد کس حال سے گزر رہی ہے۔؟"

خان آزر شدید غصے میں تھے۔ ایقان نے گھبرا کر زرشے کو دیکھا تو انہوں نے نفی میں اشارہ دیا۔

مطلب ابھی کال ملا کر دینا مناسب نہیں تھا، خان آزر اس کی سنے بنا اسے جھاڑ کر رکھ دیتے۔

"داجان ابھی وہ سو رہے ہوں گے، وہاں رات ہو گی ناں۔۔ تو کال جا رہی ہے مگر اٹینڈ نہیں ہو رہی۔۔"

ایقان نے کال ملائے بنا موبائل پر ہاتھ مار کر جھوٹ بول دیا۔ وہ لب بھینچ کر خانزادہ کو کال ملا

کر احواد کی حالت پوچھنے لگے۔

"ابھی تو آئی سی یو میں ہے۔ اس کی سانسیں اکھڑ رہی تھیں، ہم تھوڑا لیٹ ہو جاتے تو شاید وہ زندہ نا

بچتی۔۔ پلیز دعا کریں بابا جان۔۔

ورنہ ساری عمر ہم سب حویلی والوں کی بے حسی ہمیں چین نہیں لینے دے گی۔ دعا کریں اللہ اسے زندگی

دے دے۔۔ اس معصوم کو جانے کیا تکلیف رہی ہے۔۔

وہ اکیلی درد جھیلتی رہی اور ہم۔۔۔"

خانزادہ نے بولتے بولتے لب بھینچ کر اذیت سے آنکھیں بند کیں۔ احساس جرم انہیں اذیت دے رہا

تھا۔

غلطی کہاں ہوئی تھی؟ مجرم کون تھا؟

سب کو ہی اپنا محاسبہ کرنے پر اپنی غلطی نظر آ رہی تھی۔ خانی بیگم بھی غلط تھیں اور غلط باقی سب بھی

تھے، رشتہ تو اس کا سب سے جڑ چکا تھا۔

کسی نے اسے توجہ نہیں دی۔ ایقان اپنی حالت کی وجہ سے پریشان تھی، ثنا بیگم کا الگ رونا جاری تھا، حمینہ ناجائز بچے کی کنواری ماں تھی۔ یہ سچ انہیں آج تک چبھ رہا تھا۔ ان کے ہر

وقت کی ناراضگی نے زرشے کو اتنا پریشان کیا کہ وہ اس پورشن میں آئی ہی نہیں۔۔

گل جان بڑھتی عمر کے ساتھ بیمار رہنے لگی تھیں، وہ اب کمرے میں ہی بند رہتی تھیں۔ خان یاور کی بیوی تو ویسے بھی زیادہ تر میکے میں رہتی تھیں جہاں ان کی اکلوتی بیٹی بیاہ کر گئی تھی۔

مرحا اپنی ماں کی بیماری اور اب ماحد خان کی حالت پر غمزدہ رہتی تھیں باقی صرف۔۔ پریہان تھیں جو کتنے روز سے احواد کو دیکھ بھی رہی تھیں۔

اس سے بات کرنے کی بھی کوشش کی اور خانی بیگم کو بھی احساس دلاتی رہیں مگر۔۔۔

شاید اب دیر ہو چکی تھی۔

oooooooooooooo

الہام ساکت سا اپنی جگہ بیٹھا تھا۔ صبح شام میں بدلی اور شام رات میں ڈھل گئی اور وہ اپنا محاسبہ کرنے میں ایسا غرق ہوا کہ نا سر اٹھایا نا وقت کا احساس ہوا۔

دل توڑنا آسان تھوڑی ہوتا ہے، وہ بھی کسی صنف نازک کا اور پھر جو اصلی مرد ہوں، جو سینے میں زندہ دھڑکتا دل رکھتے ہوں وہ دوسروں کا درد خوب سمجھتے ہیں۔ الہام بھی ابھی تک احواد کے لکھے الفاظ پر اٹکا ہوا تھا۔

وہ جب لکھ رہی ہو گی، جانے کتنا رو رہی ہو گی۔۔

شاید دل بند ہونے کو آیا ہو اس کا۔۔

شاید الہام سے وقت مانگتے ہوئے، کچھ عرصہ کے لیے پناہ مانگتے ہوئے اس کا نازک دل رک رک گیا ہو۔۔

غلطی کر آیا تھا، احساس اب ہو رہا تھا اور ہوا بھی کہاں تھا یہ احساس بھی دلایا گیا تھا اور یہ دوسرا بڑا غم تھا۔ یعنی ایسی بے حسی۔۔؟؟؟

اسے محسوس تک نہیں ہوا وہ کر کیا آیا ہے؟؟؟

اس نے چہرے پر آتا پسینہ صاف کیا اور موبائل اٹھا کر اوراد کو کال ملائی۔

"الہام؟؟ کیسے ہو؟" اس نے کال اٹھاتے ہی نرمی سے سوال کیا۔ الہام ندامت سے سر جھکا گیا۔

"لالا مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی۔"

وہ مدھم نادم سے لہجے میں بولا تو وہاں آفس میں بیٹھا اوراد ٹھٹک گیا۔۔

"کیسی غلطی الہام؟؟" سوال کرتے ہوئے اس کا لہجہ گھبراہٹ زدہ لگا تھا۔ وہ جو غلطی سمجھ بیٹھا تھا ویسا کچھ نہیں تھا مگر الہام کے لیے یہی سب سے سنگین عمل تھا۔

"لالا میں نے۔۔۔ آنے سے پہلے اس لڑکی کو۔۔ احواد کو۔۔ بہت کچھ غلط کہا۔ وہ سب جو نہیں کہنا چاہیئے تھا۔"

الہام نے آہستگی سے تمہید باندھی۔اوراد گہرا سانس بھر کر سر ہلا گیا۔

اس نے سوال نہیں کیا۔کچھ پوچھا بھی نہیں۔۔الہام کچھ سیکنڈ کے توقف سے مزید بولا اور سب بتا دیا۔

اوراد بے ساختہ رک سا گیا تھا۔

وہ سمجھ نہیں پایا اس زبردستی اور اچانک باندھے رشتہ پر الزام گھر والوں کو دے یا اس بن چکے رشتہ کے بعد اپنی بیوی کو الٹا سیدھا بول کر بزدلی دکھانے پر الہام کو قصور وار ٹھہرائے۔۔

"تمہیں احساس ہے کہ تم نے غلط کیا۔۔پھر اب؟؟

مجھے کیوں بتا رہے ہو،اپنی غلطی سدھارو۔۔"

اوراد نے مصروف سے لہجے میں اسے راستہ دکھایا۔

"کیسے سدھاروں؟؟جو اس پر گزری ہے وہ تکلیف واپس کیسے لوں گا اب۔۔معذرت کر لینے سے سب ٹھیک ہو جائے گا کیا؟؟"

الہام پریشانی سے بولا یعنی احساس تھا کہ جو غلطی کی ہے اس کا مداوا آسان نہیں ہو گا۔وہ سب جواب جانتے ہوئے بھی اوراد سے پوچھ رہا تھا۔اوراد کو اس کی ذہنی حالت کا یہیں سے اندازہ ہو گیا تھا۔

"الہام تم نے احواد کو قبول کیوں نہیں کیا؟ تمہارے دل میں اب بھی ایاد خان کی بہن ہے؟؟"

اوراد نے براہ راست سوال کیا۔الہام ایک پل کے لیے خاموش ہو گیا۔یوں جیسے خود کو خود کھوج رہا ہو۔۔

دل میں کیا ہے وہ جان ہی نہیں پا رہا تھا۔۔ عجیب مشکل میں پڑ چکا تھا۔

"شاید ایسا نہیں ہے۔ مجھے واقعی فرق نہیں پڑتا مگر مجھے کچھ وقت چاہیئے تھا۔ نا مجھ سے پوچھا نا بتایا نکاح بھی تیار کر لیا پھر رخصتی بھی کر لی۔"

الہام الجھا ہوا تھا۔ وہ وضاحت نہیں دے رہا تھا وہ صفائی پیش کر رہا تھا۔

"میں نہیں سمجھ پا رہا کہ تم اب آخر چاہتے کیا ہو الہام۔۔ تم یہ باتیں رباض لالا سے بھی تو کر سکتے تھے۔۔" اورادنے بے چارگی سے سامنے پڑی فائل کو دیکھا۔ جب اس کا کام زیادہ تھا تب سب کے مسائل نکل آئے تھے۔

"ان کو بتانے کا مطلب ایک لمبا لیکچر اور مسلسل غصہ۔۔ میں اس وقت پہلے ہی اپ سیٹ ہوں۔۔"

الہام نے جیسے جھرجھری لی تھی۔ نرم مزاج رباض ایسے معاملات میں سخت ہو جاتا تھا۔

"دیکھو الہام۔۔ تم جانتے ہو تم نے غلطی کی ہے اور اب جب تک تم اپنی بیوی کو دل سے قبول کر کے اس سے معافی نہیں مانگو گے، وضاحت نہیں دو گے وہ تمہارے الفاظ کو روزانہ سوچ کر تذلیل محسوس کرتی رہے گی۔۔

تو جو غلطی ہے اس کا مداوا کرو اور اسے کال کرو۔۔"

اورادنے سنجیدگی سے اسے سمجھایا اور سوچنے کا کہہ کر کال کاٹ دی۔ گہرا سانس بھر کر فائل بند کی اور اپنے دوست کو کال ملا لی۔

"جعفر مجھے ایک پولیٹیشن کے سائیڈ بزنس اور الیگل کاموں کی تفصیل چاہیئے۔۔

ہاں شیور ہوں کیونکہ یہ تو فیکٹ ہے، سیاست ہو اور کچھ غیر قانونی نا ہو یہ ہو نہیں سکتا۔۔۔

تم میڈیا کے بندے ہو، تمہیں سب پتا ہو گا، میری بات مت گھماؤ۔۔ نفع نقصان میرے زمے ہے۔ تم صرف مجھے سب بتاؤ باقی میرا کام ہے۔"

اورادد وٹوک لہجے میں بول رہا تھا۔اس کا دوست سر پکڑ بیٹھا۔وہ کچھ سمجھ ہی نہیں رہا تھا۔

"یار ان سیاسی بندوں سے دشمنی بہت مہنگی پڑتی ہے، تم فیملی والے ہو کیسے لاپرواہ ہو سکتے ہو۔۔"

اس کا دوست اس کو عقل دلانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"جعفر میں جانتا ہوں۔۔افکورس میں اس کے سامنے آکر پاگلوں کی طرح سب نہیں کروں گا۔۔

تم ایزی رہو اور مجھے ڈیٹیل بھیجو، کچھ سکپ مت کرنا۔" اورادنے اسے یقین دلایا۔

oooooooooooo

اسوان اور خان عیسٰی گھر پہنچے تو ایاد الجھا بکھرا سا حلیہ لیے بے زار سا اکیلا بیٹھا تھا۔

ان دونوں کو دیکھ کر لب بھینچتا نظریں چرانے لگا۔

"کیسے ہو؟اسوان کو چھوڑنے آیا تھا، سوچا تم سے ملتا جاؤں۔۔ یار تم تو بالکل چکر ہی نہیں لگاتے گھر۔۔"

خان عیسٰی نے اس سے ملتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"جی بس۔۔بزی تھا۔" ایاد نے چور نظروں سے اسوان کو دیکھا۔وہ خاموشی سے سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"ایاد میں دراصل۔۔" اسوان کی خاموشی اور خان عیسٰی کی تمہید نے ایاد خان کو تذبذب میں ڈال دیا۔

"میں۔۔جوس لاتا ہوں۔" وہ ان کی بات کاٹ کر تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔عیسٰی خاموش ہو گئے۔

ایاد کچن کی طرف بڑھ گیا۔غائب دماغی سے جوس نکال کر گلاس میں ڈالنے لگا۔

کیا وہ لوگ بھی اسے الزام دینے آئے ہیں؟ یا سوال کرنے آئے ہیں؟ کیا خان عیسٰی اب اسے اسوان کے قابل نہیں سمجھتے؟ کیا وہ رشتہ ختم کرنے آئے ہیں؟

وہ جتنا سوچتا جا رہا تھا اتنا پریشان ہو رہا تھا۔باہر بیٹھے خان عیسٰی نے نرمی سے اسوان کا ہاتھ تھاما۔

"اسوان پریشان مت ہونا سب ٹھیک ہو جائے گا اور کوشش کرنا ایاد کے ساتھ اس ٹاپک پر کوئی بات ہی نہیں کرنا۔۔اس معاملہ کو زیادہ کریدو گی تو شک میں پڑ جاؤ گی۔۔

ان فیکٹ میں چاہتا ہوں تم دونوں کہیں آؤٹنگ پر چلے جاؤ۔۔ایاد سے بات کرنا، میں سب انتظامات کر دوں گا۔" خان عیسٰی آہستگی سے بول رہے تھے مبادا ایاد خان سن نا لے۔۔

اسوان جھلملاتی آنکھوں سے باپ کو دیکھتی سر ہلا گئی۔جانے کیوں اس کا دل بھرا رہا تھا۔جانے ایاد خان اس کے دل کے اتنا قریب کب ہوا کہ اس کی تکلیف اسوان کو اپنی تکلیف لگ رہی تھی۔

ایاد جوس لے کر آیا تو خان عیسٰی ہلکی پھلکی باتیں کر کے وہاں سے چلے گئے۔اسوان نے ایاد کو دیکھا۔

وہ اسے ان دیکھا کر کے گلاس اٹھاتا کچن کی طرف بڑھ گیا۔

اسوان اٹھ کر اس کے پیچھے کچن تک پہنچی۔

"میں کر لیتی ہوں اگر کوئی کام ہے تو۔۔" وہ مدھم لہجے میں بولی تو شیلف پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ایاد نے چونک کر اسے دیکھا۔

"نہیں۔۔ کام تو کوئی نہیں۔۔" وہ سرسری لہجے میں بولا۔ یکدم دونوں کے درمیان جیسے اجنبیت کی دیوار کھڑی ہو گئی تھی۔ وہ اس سے بات کر کے جھجک رہا تھا اور اسوان اسے دیکھنے سے ہچکچا رہی تھی۔

"لنچ کا ٹائم ہے۔ کیا میں کچھ بنالوں؟" اسوان نے ارد گرد نظر دوڑاتے ہوئے سوال کیا۔ ایاد خاموش نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"کیا تم مجھ سے کچھ پوچھنا چاہتی ہو؟؟"

ایاد نے تھک کر اس کے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے سوال کیا۔ اسوان نے نفی میں سر ہلایا۔

"مجھے کچھ نہیں پوچھنا۔۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے، ناشتہ نہیں کیا تھا۔ اس لیے لنچ کا پوچھا۔"

اسوان نے عام سے لہجے میں بولتے ہوئے فریج کھولا۔

"کیا تمہیں مجھ پر شک۔۔

"مجھے کوئی شک نہیں آپ پر۔۔ میں آپ کو بہت اچھے سے جانتی ہوں، وہ سب افواہیں جھوٹی ہیں۔"

اسوان نے اس کی بات درمیان میں کاٹ کر یقین بھرے لہجے میں کہا۔اس کی آنکھیں ایاد کی پریشانی پر بھر آئی تھیں۔

جذباتی لہجے میں بولتی وہ ایاد خان کو اپنے دل کے قریب تر محسوس ہوئی تھی۔وہ نرم گرم نگاہوں سے اسے دیکھتا بے ساختہ اسے سینے سے لگا گیا۔

"یقین کرو مجھے دنیا کی بالکل پرواہ نہیں تھی، مجھے اپنوں کا خوف تھا۔اگر آج تم مجھ سے وضاحت مانگتی تو میں دے دیتا مگر میرا دل اس بات پر زندہ کبھی نا رہتا۔۔

تھینک یو مائی لائف۔۔مجھے پر یقین کرنے کے لیے۔۔مجھے سمجھنے کے لیے تھینک یو سو مچ۔۔"

وہ جذب بھرے لہجے میں بولتا اسے مزید خود میں بھینچ گیا۔آج اسے محسوس ہوا تھا محبت کیسی ہوتی ہے۔یقین سے بھری۔۔اعتبار کرتی ہوئی۔۔

"میں آپ سے کیوں وضاحت مانگتی۔۔مجھے تو آپ سے گلہ ہے کل آپ نے مجھے یوں بھگایا جیسے میں غیر ہوں۔۔میں تو یقین کرتی ہوں مگر آپ مجھ پر یقین نہیں کرتے۔۔"

اسوان خفگی سے بول رہی تھی۔ایاد نے بے ساختہ الگ ہو کر اس کا چہرہ دیکھا۔وہ ناراض نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ایاد خان مسکرا دیا۔

"تمہیں پتا ہے اسوان۔۔جہاں محبت ہوتی ہے وہاں خوف بھی ہوتے ہیں۔۔بات اعتبار کی تو تھی ہی نہیں۔۔

مجھے خوف تھا تم مجھ سے سوال نا کر بیٹھو۔۔

مجھے خوف تھا اگر تم نے مجھے چھوڑنے کا سوچ لیا تو کیسے روکوں گا۔

ابھی ہمارا تعلق اتنا مضبوط بھی تو نہیں ہوا ناں۔۔"

وہ نرمی سے اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھر کر بول رہا تھا۔اسوان اس کے لہجے میں چھپی محبت کو پڑھ کر دل سے مسکرائی۔

"ہمارا رشتہ مضبوط ہو چکا ہے۔آپ کو خبر ہی نہیں۔۔"

وہ آنکھیں مٹکا کر نخرے سے بول رہی تھی۔

"اچھا؟؟ مگر مجھے لگتا ہے ابھی بہت کچھ باقی ہے۔"

ایاد نے گہری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے معنی خیزی سے کہا تو وہ شرم سے سرخ پڑ گئی۔

"کیا آپ کے پاس کھانے کو کچھ نہیں پڑا؟ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔کیا آپ کو پزا آڈر کرنا آتا ہے؟"

وہ بے چینی سے ایاد کو دیکھتے ہوئے بولی۔ صبح جذباتی بن کر کھانا پینا چھوڑ کر آئی تھی اور اب بھوک سے بولنا بھی محال ہو رہا تھا۔

"ویٹ میں آڈر کر دیتا ہوں۔۔ تم تب تک فروٹ لے لو۔۔"

وہ اس کا سر تھپک کر فریج سے فروٹ نکالنے لگا۔

اسوان وہیں ٹیبل کے پاس چئیر گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

فروٹ کاٹتے ہوئے مسکرا کر اس کی باتیں سنتے ایاد کو لگا زندگی کی ساری خوشی بس یہیں اس کے سامنے تھی۔

اب چاہے لوگ اسے جتنا برا بھلا کہیں۔۔دل خوش ہو تو کوئی بات دماغ کو لگنے ہی نہیں دیتا۔۔

oooooooooooo

حمالہ اپنے کمرے میں بے چینی سے ٹہل رہی تھی۔اتنے دن سکون سے گزارنے کے بعد جب یونی پہنچی تو دو دن بعد ہی اسائمنٹ سبمٹ کروانے کی ڈیٹ مل گئی۔

اس سمسٹر کا اختتام سر پر تھا، سکون کی نیندیں لینے کے بعد اب پڑھنا ایسے لگ رہا تھا جیسے سزا ہو۔۔

آج اوراد بھی لیٹ ہو رہا تھا۔

وہ کمرے سے نکل کر حمینہ کے پاس گئی، ابراہیم سارا دن گھر پر رہا تھا، اب کچھ دیر پہلے ہاسپٹل کے لیے نکل گیا تھا۔

"میں کُک کو رات کا مینیو بتانے جا رہی تھی، آپ ڈنر میں کوئی سپیشل ڈش پسند کریں تو بتا دیں۔"

حمالہ نے بات کرنے کے بہانے اسے مخاطب کیا۔

"نہیں بس جو بنے گا۔۔ابھی کچھ دیر پہلے چائے کے ساتھ سنیکس لے لیے تو مجھے زیادہ بھوک نہیں ہے۔"

حمینہ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے مسکرا کر بتایا۔

"ہائے لکی ہیں ناں آپ۔۔ابراہیم لالا آپ کو ٹائم دے رہے ہیں اور یہاں میں۔۔" بات درمیان میں چھوڑ کر حمالہ نے ایسا گہرا اور ٹھنڈا سانس بھرا کہ حمینہ بھی جھرجھری لے کر رہ گئی۔

"کیا بڑے خان صاحب سختی کرتے ہیں آپ پر۔۔"

حمینہ نے ڈرے ہوئے لہجے میں اس سے پوچھا۔وہ چونک کر حمینہ کو دیکھنے لگی پھر سوچ میں ڈوبی۔

کیا وہ سختی کرتا تھا؟ایسا کچھ ہوا تو نہیں تھا مگر وہ سر اثبات میں ہلا گئی۔

بہانے سے حمینہ کے پاس بیٹھی اور اپنی مظلومیت کے جھوٹے قصے سنانے لگی۔

"بہت زیادہ سخت ہیں۔آپ کو کیا پتا آج صبح میری اتنی طبیعت خراب تھی، سر درد۔۔

نیند پوری نہیں ہوئی تھی مگر صبح صبح مجھے پکڑ کر کھڑا کر دیا اور بولے تم شیطان ہو اور تمہیں اپنے گھر میں برداشت نہیں کر سکتا اور تم چلی جاؤ۔۔۔"

حمالہ اور اور کی رٹ لگا کر جھوٹی بات بتانے لگی۔

"مطلب؟؟گھر سے نکلنے کا کہا۔۔؟" حمینہ گھبرا گئی۔

"جی ہاں، ظاہر ہے۔پھر میری مجبوری تھی کہاں جاتی، اس لیے یونی ورسٹی چلی گئی۔۔"

وہ ٹھنڈی آہ بھر کر بولی۔ حمینہ کو اس پر ترس آیا۔

"ڈاکٹر سر تو۔۔ بہت اچھے ہیں۔ بالکل سختی نہیں کرتے۔" وہ بے ساختہ ابراہیم کا موازنہ اوراد سے کرنے لگی۔ حمالہ نے گردن گھما کر اسے دیکھا۔

"قدر کریں ابراہیم لالا کی۔۔آپ کو کیا پتا مرد کیسے ہوتے ہیں۔ نہایت سخت اور ڈانٹنے والے۔۔

ابراہیم لالا بہت سویٹ ہیں ہمیشہ سے۔۔ خیر الہام اور ریاض لالا بھی بہت اچھے ہیں، ان

سب کو غصہ کرنا تو آتا ہی نہیں، الہام میرا بہت اچھا دوست ہے۔

یونو وہ میری ہر خواہش پوری کرتا تھا۔اب تو اتنی دور چلا گیا ہے، نا جانے کب واپس آئے گا۔

اور یہ جو اوراد خانزادہ ہیں ناں۔۔"

وہ ابراہیم سے الہام پر پہنچی، اداسی سے آہ بھری اور پھر اوراد کا ذکر کرتی اس کے کان کے پاس جھکی۔

"ان سے تو خانی مورے بھی ڈرتی ہیں۔اب خود اندازہ لگا لیں۔۔ پوری حویلی خانی مورے کے انڈر

ہے۔۔

ان کے حکم کے بغیر ایک پتا بھی نہیں ہلتا، خانی مورے بہت سخت ہیں، ان کا بس چلے تو لڑکیوں کے منہ بند کر کے حویلی کے ایک تہہ خانے میں بند کر دیں۔"

اوراد کا ذکر کرتی حمالہ خانی بیگم کی طرف مڑ گئی۔

حمینہ ہونق زدہ سی اس کا منہ دیکھ رہی تھی۔

وہ آخر بتا کس کا رہی تھی؟ ابراہیم کا، الہام کا، اوراد کا یا پھر خانی بیگم کا۔۔؟؟

حمینہ کا ننھا سا دماغ بند ہونے لگا جبکہ حمالہ بلا تکان بولتی چلی جا رہی تھی۔

"وہ تو ہماری شادی بھی نہیں کرنا چاہتی تھیں مگر یہ جو اوراد خانزادہ ہیں ناں۔۔" حمالہ کی بات ایک بار پھر سے اوراد پر آن رکی تھی۔ حمینہ نے سر پکڑ لیا۔

"وہ بس اپنی مرضی سے چلتے ہیں۔ ان کا بس چلے تو۔۔" ابھی حمالہ اوراد کے بارے میں بولنا شروع ہوئی تھی کہ کھلی کھڑکی سے سامنے اوراد کی گاڑی اندر آتی دیکھ کر گڑبڑا گئی۔

"اچھا چھوڑیں یہ باتیں۔۔ میں۔۔ کُک کو مینیو۔۔"

حمالہ سر پر ہاتھ مارتی الٹا سیدھا بول کر وہاں سے چلی گئی۔ پیچھے حمینہ حیران سی بیٹھی تھی۔

حمالہ جلدی سے کچن میں پہنچی۔ کُک کو مینیو بتا کر اوراد کے لیے خود چائے تیار کی اور پانی کے گلاس کے ساتھ چائے لے کر اپنے کمرے میں پہنچی۔

سامنے اوراد چینج کر کے سائیڈ ٹیبل پر موبائل رکھ رہا تھا۔ حمالہ اس کے پاس پہنچی تو ابرو چڑھا کر اسے دیکھنے لگا۔

"آپ کے لیے پانی۔۔" حمالہ نے نہایت ادب سے پانی کا گلاس اس کے سامنے کیا۔ اوراد اس سے گلاس لے کر بیڈ پر بیٹھا اور پانی پینے لگا۔

"چائے بھی بنالی ہے میں نے۔۔آپ تھکے ہوئے ہیں ناں اس لیے۔۔" وہ پوری طرح سے فرمان بردار بیوی کا روپ دھارے کھڑی تھی۔

"جس نرمی سے دے رہی ہو مجھے شک ہے چائے میں زہر نا ہو۔۔" وہ پانی کا گلاس ایک طرف رکھ کر بولا۔

"آپ کو موت سے ڈر لگتا ہے کیا؟؟" حمالہ نے سمجھداری سے سوال کیا مگر اوراد کی حیرت پر زبان دانتوں تلے دبا کر نظریں چرائیں۔

"مجھے موت سے تو نہیں ہاں تم سے ضرور ڈر لگنے لگا ہے اب۔۔تم بہت نقصان کرواتی ہو۔۔"

اوراد نے مسکراہٹ دبا کر کہا اور چائے کا کپ اٹھالیا۔

"آپ کا سر درد کر رہا ہے تو دبا دوں؟"

حمالہ اس کی بات ان سنی کیے نرمی سے پوچھنے لگی۔اوراد نے چائے کا کپ رکھ کر توجہ سے اسے دیکھا۔

"حمالہ۔۔کیا تم ٹھیک ہو؟ مجھے لگتا ہے تمہارے اندر کوئی دوسری روح گھس آئی ہے۔

تم اور اتنی فرمانبردار۔۔۔؟ کبھی نہیں۔۔"

وہ نفی میں سر ہلاتا اس کا ہاتھ تھام کر اپنے پاس بٹھا گیا۔حمالہ اپنا ڈرامہ پکڑا جانے پر بھی زبردستی مسکراتی رہی۔

"کیا چاہئیے؟" وہ جیسے اس ڈرامے کی وجہ جان گیا۔

"حویلی جانا چاہتی ہوں۔۔سب بہت یاد آ رہے ہیں۔"

وہ فوراً پینترا بدلتی رونی صورت بنا کر بولی۔

"اور یونی کون جائے گا؟" اورادنے انگلیوں کی پشت سے اس کا رخسار سہلاتے ہوئے نرمی سے پوچھا۔

"یہ بات مجھ سے شادی کرتے ہوئے سوچنی تھی ناں۔"

حمالہ خفگی سے بولتی رخ موڑ گئی۔

"تم سے شادی میں نے شادی کے دوران کی تھی۔

میں نے تمہیں وارن کیا تھا اگر پڑھنا چاہتی ہو تو شادی کے شوق مت پالو۔۔" اورادنے اس

کے چہرے کے گرد بکھرے بال سمیٹ کر کندھے سے پیچھے ڈالے۔

حمالہ اس کی بات پر سیدھی ہو کر بیٹھی۔

"میں اب نہیں پڑھنا چاہتی۔" وہ پھر سے رونی صورت بنا گئی۔اورادنفی میں سر ہلاتا چائے کا کپ اٹھا کر منہ سے لگا گیا۔یعنی درخواست رد۔۔

حمالہ اس کے پاس بیٹھی منانے کی کوششیں کرتی رہی مگر اورادایسے معاملات میں اس کی سننے کو تیار نہیں تھا۔وہ ناکام رہی۔

اب حمالہ کو یقین ہو گیا وہ اس سے محبت تو بالکل نہیں کرتا۔۔محبت ہوتی تو ہر بات مانتا۔۔

وہ تو صرف باتیں منواتا تھا۔ رعب جھاڑتا تھا۔

oooooooooooo

خانزادہ کے بتانے پر اوراد اور ابراہیم بھی ہسپتال پہنچ چکے تھے۔ عورتیں حویلی میں قرآن خوانی کروا رہی تھیں۔ حمینہ اور حمالہ بھی پہنچ گئی تھیں۔

وہ ابھی مری نہیں تھی مگر سب کو مارنے پر تُلی ہوئی تھی۔ سب کی سانسیں جیسے حلق میں

پھنس چکی تھیں اور دل سہمے ہوئے تھے کہ بس ایک بار۔۔ کسی طرح وہ زندگی کی طرف لوٹ آئے۔۔

"الہام کو بتایا؟" ابراہیم نے ہسپتال میں احواد کی بگڑی حالت دیکھ کر پریشانی سے سوال کیا۔

"نہیں۔۔ بابا چاہتے ہیں احواد کچھ سنبھل جائے پھر الہام کو بتائیں۔ دراصل اسے پریشان کرنے کا کوئی فائدہ بھی تو نہیں ہے۔

ان فیکٹ کنفیوزڈ ہیں الہام کو بتانا چاہئیے یا ابھی صبر کریں کہ شاید وہ ٹھیک ہو جائے۔ ابراہیم بس دعا کرو وہ سنبھل جائے۔"

ریاض پریشانی سے اپنی پیشانی مسلتے ہوئے بول رہا تھا۔ اوراد دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے خاموش اور سوچوں میں گم کھڑا تھا۔ اس کے دماغ میں الہام کی باتیں گھوم رہی تھیں۔

"ایکچوئلی احواد کی کنڈیشن بہت خراب ہے اور اس کی حالت جس بیماری کی طرف اشارہ دے رہی ہے، دعا کریں ویسا نا ہو۔۔ یہ بہت پریشان کن مرحلہ ہے۔"

ابراہیم گھبرایا ہوا لگ رہا تھا۔ ریاض نے فکر مندی سے اسے دیکھا۔

"کیوں ایسا کیا ہے ابراہیم؟ تمہیں کیا لگ رہا ہے؟"

ریاض اس سے پوچھ رہا تھا۔ اور ادان دونوں کو باتیں کرتا چھوڑ کر اپنے موبائل پر آتی کال سننے کے لیے وہاں سے ہٹ گیا۔

"ہاں بولو اسلم خان۔۔" اورادنے کال اٹینڈ کر کے سنجیدگی سے سوال کیا۔ ماتھے پر ہلکے بل نمودار ہوئے تھے۔ اسلم خان کی کال ہمیشہ بے وقت ہی آتی تھی اور ہوتی بھی نہایت خطرناک تھی۔

"خان صاحب۔۔ علاقے میں آپ کی حویلی کی کسی عورت کے بارے میں عجیب افواہیں پھیل رہی ہیں۔۔"

اسلم خان پریشان لگ رہا تھا۔ اورادنے ماتھے پر بل ڈال کر اس کا جملہ سنا اور پلٹ کر ریاض اور ابراہیم کو باتوں میں مصروف دیکھا۔

"کیسی افواہیں اسلم خان۔۔" اورادنے سپاٹ لہجے میں سوال کیا۔ ایک کے بعد دوسرا مسئلہ درپیش تھا، اس کا دماغ اپنی جگہ سے ہلنے لگا تھا۔

"خان صاحب۔۔ میں کیسے کر لوں وہ بات۔۔ م۔۔ مطلب۔۔ خان حویلی کی بی بی کے بارے میں۔۔ الٹا سیدھا بولا گیا۔ میں دوہرا بھی نہیں پاؤں گا۔۔"

اسلم خان کے ہچکچا کر بولے گئے چونکا دینے والے جملہ پر اورادکی کنپٹی سلگ اٹھی۔

"کیا بات؟ تم نے ایسا کیا سنا ہے؟ مجھے بتاؤ ورنہ اس ڈرامے بازی پر قتل کر ڈالوں گا تمہارا۔۔"

اوراد سرد سپاٹ لہجے میں دبا دبا سا چلایا۔

"خا۔۔ن صاحب۔۔۔ کسی نے افواہ پھیلائی ہے کہ خان حویلی کی نئی دلہنوں میں سے ایک لڑکی۔۔ شادی سے پہلے انجان مردوں کی۔۔ رکھیل رہی ہے۔۔"

اسلم خان نے بمشکل وہ زہریلے الفاظ ادا کیے تھے اور اوراد کو لگا کسی نے اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ انڈیل دیا ہو۔۔ اس کی سماعت زخمی ہوئی۔

"کس نے یہ بکواس کی ہے، جلدی پتا کرو اور ایسی باتیں کرنے والے علاقے کے لوگوں سے کہہ دو کہ ان کے ان سنگین الفاظ کا بدلہ صرف قتل ہے۔۔

بلکہ تم نے مجھے یہ بتانے سے پہلے اس انسان کا قتل کیوں نہیں کر دیا۔۔ جاؤ تفصیلات پتا کرو۔"

اوراد خانزادہ نے غرا کر کہا۔ اس کی آنکھیں سرخ انگارہ ہونے لگیں۔ پلٹ کر ایک بار پھر ریاض اور ابراہیم کو دیکھا۔ وہ بات کس لڑکی کے بارے میں ہو گی؟؟

اوراد حویلی کی سب باتوں سے فی الحال واقف نہیں تھا۔ اس کا دماغ الجھنے لگا۔

بات جس کی بھی تھی، وہ چاہے اس کی بیوی ہو یا پھر اس کے بھائیوں کی بیوی۔۔ اس کے لیے ایسے الفاظ اوراد خانزادہ کو زہر سے بھر گئے تھے۔

وہ سر پکڑ کر وہیں کوریڈور کے خالی بنچ پر بیٹھ گیا۔

وہاں رپورٹس آنے پر خانزادہ نے فوراً ابراہیم کو پکارا۔

ابراہیم کے ساتھ ساتھ خان رباض بھی متوجہ ہوا تھا۔اوراد بھی سب بھلائے اٹھ کر وہاں پہنچا۔

رپورٹس کا جائزہ لیتے ابراہیم کا چہرہ یکدم تاریک ہو گیا۔سب کی نظریں اسی پر جمی ہوئی تھیں۔

"احواد کو۔۔۔کینسر۔۔ہے۔" ابراہیم کے لبوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر ادا ہوئے الفاظ نے سب کو ساکن کر دیا تھا۔

خانزادہ دل تھام کر رہ گئے تھے۔

وہ خاموش سی لڑکی کتنی خاموشی سے اتنا بڑا درد سہہ رہی تھی اور وہ سب اندھے بنے رہے۔۔

ایک زمہ داری۔۔ایک بیٹی کی زمہ داری۔۔وہ اٹھا کر پھر لاپرواہ ہو گئے۔کیسا جرم سرزد ہو گیا تھا۔

ناقابل تلافی۔۔شدید اور جان لیوا جرم۔۔۔

وہاں حویلی میں سب ان کی طرف سے اچھی خبر کے منتظر تھے۔اور یہاں جو خبر ملی تھی وہ نا صرف بری تھی بلکہ موت کا اعلان کر دینے کے برابر تھی۔

اوراد کی نظر شیشے کے پار نظر آتی احواد پر پڑی۔بستر پر خاموش نظریں چھت پر ٹکائے وہ ایسے پڑی تھی جیسے موت کا انتظار کر رہی ہو۔

ابراہیم اور خانزادہ ڈاکٹر سے تفصیلات پوچھ رہے تھے۔

"کیا الہام جانتا ہے اس کی بیوی کس حال میں ہے؟"

اوراد نے اچانک سنجیدگی سے سوال کیا۔ ریاض نے نفی میں سر ہلایا۔

"بابا چاہتے تھے طبیعت سنبھل جائے تو پھر بتائیں گے۔۔" ریاض نے تاسف بھرے لہجے میں بتایا۔

"اور اگر وہ نا سنبھلی؟ اسے کینسر ہے۔۔ سنا آپ نے؟"

اوراد نے ابرو چڑھا کر ریاض کو جتایا۔

"مگر اوراد۔۔ وہ پریشان ہو جائے گا یا پھر شاید اسے فرق ہی نا پڑے۔۔ وہ اتنی بیمار تھی تو الہام کو کیوں نہیں بتایا یا شاید الہام اسے پوچھتا ہی نہیں تھا۔

نا جانے کیا کرنا چاہیئے کیا نہیں۔۔"

ریاض اپنا چکراتا ہوا سر تھام کر بیٹھ گیا۔ سمجھ بوجھ وجود سے دور جا رہی تھی۔

موت ایک فرد کے گرد منڈلا رہی تھی اور باقی سب اب بھی راستے کھوج رہے تھے۔

"یہ سوچنے کا وقت نہیں ہے۔ کیا اب بھی پوچھتے ہیں کیا کرنا چاہیئے۔۔ اور اگر وہ مر گئی تو؟؟

الہام کو اس کی بیوی کی موت پر بلایا جائے گا؟"

اوراد سوالیہ لہجے میں بول رہا تھا۔ ریاض نے ساکت نظریں اس کے چہرے پر ٹکائیں۔ وہ اتنا سفاک کیسے ہو سکتا ہے؟ دراصل وہ حقیقت پسند ہو رہا تھا۔

اپنا موبائل اٹھا کر یکدم الہام کا نمبر ملا لیا۔

"اوراد صبر تو کر لو۔۔ بابا سے مشورہ کر لیتے ہیں۔"

ریاض نے گھبرا کر اسے روکتے ہوئے سمجھایا۔

"ہاں الہام سناؤ کیسے ہو؟ کیا کر رہے ہو اس وقت۔۔؟"

وہ ریاض کو ان سنا کیے کال ملا چکا تھا۔

ریاض دھک سے رہ گیا۔ ابراہیم وہاں آیا تو اشارے سے کال پر موجود انسان کا پوچھا۔

"اوراد پاگل ہو چکا ہے۔ الہام کو بتانے جا رہا ہے۔ وہ وہاں پریشان ہو جائے گا۔ مطلب بتا تو ہم بھی دیں گے مگر زرا صبر تو کرے ناں۔۔" ریاض نے ابراہیم کو بتاتے ہوئے زچ ہو کر اوراد کو دیکھا۔

"یار۔۔ ایزی اوراد۔۔" ابراہیم نے بے ساختہ اسے پکارا۔

وہ ان دونوں کو ان سنا کیے الہام سے بات کر رہا تھا۔

"لالا میں احواد سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ سمجھ نہیں پا رہا کیسے کروں۔۔ حمالہ سے کہیں اس کا

نمبر تو پوچھ دے۔۔" وہاں الہام پریشانی سے بول رہا تھا۔

"اب کال پر بات کرنا ممکن نہیں ہے الہام۔۔

کیونکہ تمہاری وائف ڈیتھ بیڈ پر ہے اور اگر تم بات کرنا چاہتے ہو تو تمہیں اس کے پاس آنا پڑے گا۔۔"

اوراد نے قدرے آہستگی سے اس کے سر پر دھماکہ کیا تھا۔الہام جھٹکا کھا کر کھڑا ہوا۔

"ک۔۔۔کیا مطلب۔۔کیا ہوا انہیں۔۔مجھے ضرور بات کرنی ہے۔۔پلیز مجھے بتائیں کیا کروں۔۔"

الہام بدحواس ہو گیا تھا۔ر باض اور ابراہیم اوراد کو گھور کر دیکھ رہے تھے۔

"کیا کرنا ہے؟ بات کرنا ضروری ہے ناں؟ تو آؤ اور بات کر لو۔۔اسے کینسر ہے اور کوئی نہیں جانتا اس کے پاس کتنا وقت ہے،اس کے پاس سب ہیں سوائے تمہارے۔۔آئی تھنک یہاں تمہارے علاوہ کسی کی ضرورت ہی نہیں تھی۔"

اوراد صاف گوئی سے سچ اور سچائی کا ہر پہلو اس کے سامنے رکھ گیا تھا۔وہ جس بات کا اشارہ الہام کو دے رہا تھا وہ الہام سمجھ گیا۔اس کا دل احواد کی بیماری کا سن کر سکڑ گیا تھا۔۔

اوراد اسے تسلی دلاسہ دے کر واپس لوٹ آنے پر اکسا رہا تھا۔جونہی کال ختم ہوئی،ر باض اور ابراہیم نے اسے تیکھی نظروں سے گھورا۔

"اوراد تم بہت ہرٹ لیس ہو۔۔کیا بات کرنے کا طریقہ نہیں آتا؟؟الہام کو وہ سب کہنے کی کیا ضرورت تھی،یہ بات ایسے آرام سے کیسے کہہ دی۔

تم نے اس کی بیوی کے مرنے کی بات اس کے سامنے کہہ دی؟کیا تم پاگل ہو چکے ہو اوراد۔۔؟"

ر باض اس پر چڑھ دوڑا تھا۔ابراہیم بھی شرم دلاتی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"مجھے یہی ٹھیک لگا۔" اوراد نے مختصر جواب دیا۔

وہ تفصیل نہیں بتا سکتا تھا۔ وہ نہیں بتا سکتا تھا کہ الہام جانے سے پہلے کیا غلطی کر چکا ہے اور وہ پہلے ہی احواد سے شرمندہ ہے۔۔

اگر احواد کو کچھ ہو جاتا تو الہام ساری عمر پچھتاوے کی زد میں رہتا اور یہی بات اوراد نہیں چاہتا تھا۔ وہ چاہتا تھا الہام اپنے کہے الفاظ کی معافی مانگ لے، اس لڑکی کو احساس کمتری سے نکال دے۔

باقی جو قسمت میں ہے، ہو جائے مگر وہ دونوں اپنے اپنے غم و پچھتاوے سے باہر نکل آئیں۔

وہ یہ تفصیل کسی کو بتا کر الہام کو شرمندہ نہیں کروانا چاہتا تھا۔ وہ الہام کا راز رکھ گیا۔ اسے اپنی پرواہ بھی نہیں تھی، اسے ظالم سمجھا جائے یا بے حس۔۔

رباض اور ابراہیم اس سے ناراض ہو رہے تھے، وہ ضروری بات کا بول کر وہاں سے چلا گیا۔

oooooooooo

اوراد حویلی پہنچا تو حویلی عجیب سوگوار سی کیفیت میں ڈوبی ہوئی تھی۔ سب احواد کے لیے پریشان سے سر جھکائے وظائف کرنے میں مصروف تھے۔

اپنے کمرے میں خانی بیگم غصے سے کچھ بول رہی تھیں اور حمالہ سر جھکا کر بیٹھی سن رہی تھی۔ اوراد کو دیکھتے ہی خانی بیگم نے حمالہ کو چھوڑ کر اس سے احواد کے بارے میں سوال کیا۔

"سوری مورے، میں بھی نہیں جانتا رپورٹس میں کیا آیا۔۔ آپ بابا سے پوچھ لیں۔" اوراد نے معذرت کرتے ہوئے کہا اور ان کے دوسری جانب بیٹھی حمالہ کو دیکھا۔ وہ سر جھکائے سوں سوں کرتی رو رہی تھی۔

"حمالہ تمہیں کیا ہوا؟" اوراد چاہ کر بھی اسے نظرانداز نہیں کر پایا تھا۔

اس کے سوال پر مرحا نے خفگی سے حمالہ کو دیکھا اور خانی بیگم کا چہرہ تن گیا تھا۔

"اسے کیا ہوا ہے۔۔کچھ ہوتا ہی تو نہیں ہے اسے۔۔

عجیب بے حس لڑکی ہے، وہاں ہسپتال میں اس حویلی کی فرد زندگی موت کی کشمکش میں پڑی ہے اور یہاں یہ اپنے کمرے میں سکون سے سو رہی تھی۔

میں نے جگا کر شرم دلائی تو الٹا مجھے جواب دینے لگی اور ہم سب کو الزام دینے لگی کہ ہم نے احواد کو اس حال تک پہنچایا ہے۔

تمیز تہذیب تو چھو کر نہیں گزری اور پھر اس نے تو تربیت اور حویلی کی روایات تک بھلا دیں۔۔"

خانی بیگم غصے سے بھری تیز تیز بولتی چلی جا رہی تھیں۔ حمینہ ان کی گرج دار آواز پر خوف سے قرآن پر جھکتی تیزی سے آیات پڑھنے لگی۔

اوراد نے حمالہ کو دیکھا تو وہ سر مزید جھکا گئی اور مرحا بھی خفت زدہ سی بیٹھی تھیں۔

"مورے رہنے دیں پلیز۔۔ہمیں اس موقع پر احواد کو سوچنا چاہیئے، حمالہ نے آپ کی ڈانٹ پر الٹا سیدھا بول دیا ہے۔ یہ معافی مانگے گی آپ سے۔۔"

پریہان نے بے چارگی سے انہیں سمجھانے کی کوشش کی اور حمالہ کو معافی مانگنے کا اشارہ دیا۔

اورادلب بھینچے حمالہ کو دیکھ رہا تھا۔ وہ پریہان کے اشارے پر سر جھکائے خانی بیگم کے سامنے کھڑی ہوئی۔ ارادہ یقیناً معافی مانگنے کا تھا۔

"ضرورت نہیں ہے اس دکھاوے کی۔۔ پریہان ٹھیک کہہ رہی ہے، مجھے احواد کا سوچنا چاہیئے کیونکہ تم تو اب میرے دل سے بالکل ہی اتر گئی ہو۔۔

تمہیں نا شوہر کی پرواہ رہی نا کسی اور کی۔۔ کوئی مرتا مر جائے تمہیں اپنا سکون پیارا ہے اور آج تمہاری زبان درازی نے کسر پوری کر دی۔۔

جاؤ اپنی شکل گم کرو اب۔۔ دفع ہو جاؤ۔۔"

خانی بیگم نے اس کے کچھ بھی بولنے یا ہاتھ جوڑنے سے پہلے اسے جھاڑ کر رکھ دیا۔

اور اس سے رخ موڑ کر تسبیح کے دانے گرانے لگیں۔

حمالہ کا چہرہ سب کے درمیان ہوئی اس عزت افزائی پر اہانت سے سرخ پڑ گیا۔

"حمالہ کمرے میں جاؤ۔۔" اورادنے اسے سختی سے حکم دیا تو وہ لرز کر پلٹتی وہاں سے چلی گئی۔

اس نے نظر گھمائی تو ملازمین بھی رفو چکر ہو گئے۔

پریہان عشاء کی نماز ادا کرنے کا کہہ کر اٹھ گئیں، مرحا کے پیچھے پیچھے حمینہ اور ساتھ زرشے بھی وہاں سے چلی گئیں۔

کمرہ خالی ہوا تو اورادنے خانی بیگم کو دیکھا۔

"کس بات کا غم منا رہی ہیں آپ مورے؟

احوادا بھی مری نہیں ہے، دعا کر ہی رہی ہیں تو دل سے کریں ناں۔۔اور آپ کسی کے دل میں جبراً افسوس اور پریشانی نہیں ڈال سکتیں۔

پلیز حمالہ کو اس کے حال پر چھوڑ دیں۔۔۔

آپ بہت بار جتا چکی ہیں کہ وہ آپ کو پسند نہیں اب مزید بہانے بہانے سے یہ سب کہنا بند کر دیں۔"

وہ سپاٹ لہجے میں بول رہا تھا۔

خانی بیگم کو اس کے واضح الفاظ پر جھٹکا لگا۔

"اورادتم اس لڑکی کے لیے اپنی مورے کو برا کہہ رہے ہو؟یعنی تمہیں لگتا ہے میں نے آج بھی حمالہ پر ناحق غصہ کیا؟؟" خانی بیگم کو صدمہ پہنچا۔

"مورے پلیز۔۔آپ جانتی ہیں میں کیا کہنا چاہ رہا ہوں۔

آپ نے اس کی لاپروائی دیکھی اور غصہ آ گیا۔۔

تو بات ختم کر دیں۔اسے زبردستی سب کے لیے افسوس کرنے یا پریشان ہونے پر مجبور کرنے کی بجائے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں۔۔"

وہ سنجیدگی سے بول رہا تھا۔خانی بیگم نے افسوس سے اسے دیکھا جیسے اس کی بزدلی پر دکھ ہوا ہو۔

"مطلب اس کی بے حسی دیکھ کر بھی تم کچھ نہیں کرو گے۔یعنی میں ہی چپ ہو جاؤں۔۔"

وہ لہجے میں ناراضگی بھر لائی تھیں۔

"میں بہت کچھ کر سکتا ہوں۔

اسے ہمیشہ کے لیے حویلی سے دور لے جا سکتا ہوں۔۔

اس پر سختی کر کے زندگی تنگ کر سکتا ہوں۔۔

اسے ہر ایک کے لیے زبردستی رونے پر مجبور کر سکتا ہوں مگر مجھے یہ بتائیں کہ اس سے پھر آپ کو کیا فائدہ پہنچے گا۔۔؟؟

آپ کو لگتا ہے میں بزدل مرد ہوں تو آپ غلط ہیں۔ میں بس افسوس، پرواہ اور دکھ، مسکراہٹ جیسے نہایت زاتی جذبات کسی پر تھوپنا نہیں چاہتا۔۔"

وہ پتھریلے لہجے میں بول رہا تھا۔ حویلی سے باہر کے معاملات نے اس کا دماغ پہلے ہی پلپلا کر دیا تھا۔

اس پر آئے روز حمالہ کا رونا دھونا اور خانی بیگم کا کھلم کھلا ناپسندیدگی اور نفرت کا اظہار اسے اب واقعی غصہ دلا رہا تھا۔

"ٹھیک ہے، شاید تم مجھے کبھی نہیں سمجھ سکو گے مگر میں صرف تمہاری خوشی چاہتی ہوں اور میں جانتی ہوں تمہارا مستقبل حمالہ کے ساتھ خوش کن کبھی نہیں ہونے والا۔۔"

خانی بیگم نے گویا بات سمیٹ لی مگر ایک آخری وار اس کے دماغ پر ضرور کیا تھا۔

"میں آپ کی محبت کا دل سے شکر گزار ہوں اور اپنی محبت کے لیے بھی دل کے ہاتھوں مجبور ہوں۔۔"

وہ تھک کر بولا اور کمرے سے نکل گیا۔ خانی بیگم سرد آہ بھر کر رہ گئیں۔

کیونکہ انہیں واقعی لگتا تھا حمالہ اوراد خانزادہ کی بہتر ساتھی کبھی نہیں بن سکتی۔۔

اوراد اپنے کمرے میں گیا تو حمالہ اس کی توقع کے عین مطابق چہرہ چھپائے رو رہی تھی۔

"تم نے مورے کے ڈانٹنے پر انہیں جواب دیا حمالہ؟؟"

وہ اس کے پاس بیٹھ کر سنجیدگی سے سوال کر رہا تھا۔ وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔

"خدا کی قسم میں نے اور حمینہ نے مل کر سارا دن سورہ یٰسین پڑھی۔ پھر میں سر درد ہونے پر کمرے میں آ کر تھوڑی دیر کے لیے لیٹ گئی اور مورے نے اپنے کمرے سے نکل کر بغیر پوچھے، بغیر کچھ سنے مجھے ڈانٹنا شروع کر دیا۔"

وہ آنسو روک کر اسے بتاتی پھر سے رو پڑی تھی۔

نا جانے اس کی قسمت بری تھی یا پھر خانی بیگم اسے برا بھلا کہنے کا موقع تلاشتی رہتی تھیں۔

مگر ہر بار وہ غلط موقع پر ان کی نظر میں آ جاتی تھی۔

"اور تم نے ان کے ڈانٹنے پر ان کو الزام دے دیا؟؟"

اوراد نے ابرو چڑھا کر اس سے سوال کیا۔

"م۔۔میں نے بس۔۔" حمالہ گڑبڑا گئی۔

ہاں اس نے خانی بیگم کے مسلسل ڈانٹنے پر روتے ہوئے کہہ دیا تھا کہ احواد آپی کو میں نے تو بیمار نہیں کیا۔۔

آپ سب کے ساتھ تھیں تو آپ سب کا قصور ہوا ناں۔۔

اور یہ دو جملے وہ اب اوراد کو بتاتی مجرموں کی طرح سر جھکا گئی۔

"آئندہ جواب مت دینا۔۔ میں جانتا ہوں ان کی ناپسندیدگی تمہیں تھکا رہی ہے مگر پھر بھی۔۔ جواب مت دیا کرو حمالہ۔۔" اوراد نے اسے سمجھاتے ہوئے نرمی سے آنسو صاف کیے تو وہ بھیگی معصوم آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"علیہا کو لگتا ہے۔۔۔آپ مجھے پسند کرتے ہیں۔۔اس لیے مجھ سے شادی کی۔۔" وہ سسکتے ہوئے علیہا کی بات کرنے لگی۔اوراد نے اسے اپنے قریب کر لیا۔

"اور تمہیں کیا لگتا ہے؟" وہ اس کی نم سرمئی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سوال کر رہا تھا۔

"مجھے آپ کا نہیں پتا۔۔ مجھے آپ اچھے لگتے ہیں۔"

وہ سر جھکا کر روتے ہوئے بولی۔

اوراد حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔اس نے سنا تھا لڑکیاں شرما کر محبت کا اظہار کرتی ہیں۔

کچھ ہنس کر بولتی ہیں تو کچھ لڑکیاں جگمگاتی آنکھوں کے ساتھ پورے دل سے اظہار کرتی ہیں۔

اور وہ حمالہ داور خان۔۔اس کی بیوی۔۔

شاید دنیا کی پہلی لڑکی تھی جو اپنی پسندیدگی کا اتنا رو رو کر بتا رہی تھی۔۔

اورادنے مسکراتے ہوئے اسے خود میں سمیٹ لیا۔

"حمالہ۔۔ خانی مورے کی باتوں کو مت سوچا کرو۔۔

رونا بند کرو اور پلیز اگلی بار مجھے زرا مسکرا کر بتانا کہ تمہیں میں اچھا لگتا ہوں۔۔

تمہارے آنسوؤں پر ایسا لگا جیسے میرا اچھا لگنا جرم تھا یا پھر کوئی ناپسندیدہ عمل۔۔"

وہ اسے سینے سے لگائے نرمی سے اس کے بال سہلاتے ہوئے بول رہا تھا۔ وہ اس کا دماغ بٹانا چاہتا تھا اور وہ کافی حد تک کامیاب ہوا تھا۔

"علیہا کہتی ہے۔۔" وہ اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھے پھر سے بول رہی تھی جب اورادنے اس کی نم آنکھ پر نرمی بھرا لمس چھوڑتے ہوئے اسے چپ کروایا۔

"علیہا بالکل ٹھیک کہتی ہے۔۔ تم مجھے بہت پسند ہو۔۔

محبت کرتا ہوں تم سے، تم میرا عشق ہو، جنون ہو۔۔

اور یہ بات میں تمہیں ہر بار۔۔ بار بار۔۔ روزانہ بتا سکتا ہوں۔" اورادنے اس کے نرم گھونگھریالے بالوں میں چہرہ چھپا کر جذب سے کہا تھا۔

oooooooooooo

"احواد بہتر ہوئیں کیا؟؟" ایقان نے ریاض کے آتے ہی اسے پانی کا گلاس پکڑاتے ہوئے سوال کیا۔

ر باض نے نظریں چراتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا۔

"بس دعا کرو۔۔" وہ تین لفظی تسلی دوہراتا پانی پینے لگا۔ ایقان افسردہ سی اس کے پاس بیٹھ گئی۔

"حویلی میں سب ٹھیک ہے ناں؟" وہ پانی کا گلاس ٹیبل پر رکھ کر بستر پر لیٹتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"جی سب معمول کے مطابق ہی ہے، حمالہ کا سب کر کے بھی خانی مورے کی نظروں میں برا رہنا اور خانی مورے کا سب کے درمیان اسے ڈانٹنا۔۔"

ایقان دھیمے سے لہجے میں بول رہی تھی۔

"یہ تو پرانی بات ہے۔ تم محسوس مت کرو۔۔ اور ادا اپنی بیوی کے لیے سٹینڈ لے سکتا ہے۔"

ر باض نے جمائی لے کر بولتے ہوئے نیند سے بھری نیم وا آنکھوں سے ایقان کو دیکھا۔ وہ تھکن سے بے حال تھا۔ کچھ وقت پہلے ہاسپٹل سے آیا تھا اور اتنا تھکا ہوا تھا کہ بیٹھ کر بات بھی نہیں کی جا رہی تھی۔

"جی یہ سب معمول ہے مگر یہ معمول آج سے پہلے اتنا زیادہ محسوس نہیں ہوا تھا۔"

ایقان کچھ زیادہ ہی اداس ہو رہی تھی۔ ر باض نے اپنی باہیں وا کرتے ہوئے اسے اپنے پاس بلایا۔ وہ کھسک کر اس کے سینے پر سر رکھتی وہیں لیٹ گئی۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔" ر باض نے اسے اطمینان دلایا اور اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔ ایقان اس کی انگلیوں کا نرم لمس محسوس کر کے آنکھیں بند کر گئی۔

شاید سب ٹھیک ہو جائے مگر احواد کبھی ٹھیک نا ہو یا پھر شاید۔۔احواد کے بعد سب ٹھیک ہو جائے۔۔

دونوں حالتیں حویلی والوں کے لیے نہایت ازیت ناک اور نا قابل برداشت تھیں۔

oooooooooooo

حمینہ نے رات گئے کمرے میں جھانکا تو شام سے کمرے میں بند ابراہیم اس وقت بھی احواد کی رپورٹ فائلز لیے مصروف سا بیٹھا تھا۔لیپ ٹاپ پر ساتھ ساتھ کینسر اور اس کے سٹیجز کی ڈیٹیل بھی دیکھتا جا رہا تھا۔

کمرے سے باہر سناٹا اور خاموشی چھا چکی تھی، سب اپنے اپنے کمروں میں سونے جا چکے تھے۔ حمینہ کمرے کے اندر آ کر بہانے سے یہاں وہاں ٹہلتی ابراہیم کو دیکھنے لگی جو میڈیکل کی کچھ

بکس اور احواد کی فائلز بستر پر پھیلائے بیٹھا تھا۔

"حمینہ۔۔" اس کو وہاں محسوس کر کے لیپ ٹاپ پر جھکے ابراہیم نے نرمی سے پکارا۔

"جی؟" وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"یہاں آ جاؤ۔۔نیند آئی ہے کیا؟" وہ سامان سمیٹ کر ایک طرف کرتے ہوئے حمینہ کو دیکھنے لگا۔

"جی نیند آ رہی ہے۔" وہ تھکی تھکی آواز میں بولتی بیڈ کے قریب پہنچی اور تھکن زدہ سی لیٹ گئی۔

"کیوں؟؟ایسا کیا کرتی رہی ہو۔۔" ابراہیم نے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔اس کے چہرے پر نیند اور بے زاری تھی۔

"بیٹھی رہی ہوں۔۔ قرآن پڑھا، کچھ وظائف کیے۔۔"

وہ سست سی آواز میں بتا رہی تھی۔ ابراہیم نے بے ساختہ سامان سمیٹ کر ٹیبل پر رکھ دیا۔

"حمینہ۔۔ تمہیں سارا دن بیٹھ کر یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔۔ تھک گئی تھیں تو کچھ دیر آرام کر لینا تھا، کوئی جبر تو نہیں ہے۔"

وہ ہاتھ بڑھا کر اس کے سر کے نیچے تکیے ٹھیک کرتے ہوئے بولا۔ اس کی بات پر حمینہ کا منہ بن گیا۔

"ویسے تو سب بڑے بھی بیٹھے رہے، ایقان تھک گئی تھیں تو ان کو سب نے روم میں بھیج دیا بٹ میں اور حمالہ بیٹھی رہیں صبح سے رات تک۔۔۔"

وہ اپنی آنکھیں مسلتے ہوئے مدھم آواز میں بول رہی تھی۔ ابراہیم توجہ سے اسے دیکھنے لگا۔

"تم پاگل ہو۔۔ یہ کیسی حرکت ہے۔ کیا سارے وظائف اور سب عبادتیں تمہاری زمہ داری ہیں۔ اپنی حالت دیکھو، آنکھیں نہیں کھل رہیں تمہاری۔۔"

ابراہیم نے خفگی سے کہتے ہوئے اس کے ہاتھ تھام کر آنکھیں رگڑنے سے روکا۔ وہ اسے دیکھنے لگی۔

"میں رکنا چاہتی تھی مگر حمالہ شام کو روم میں جا کر لیٹیں تو خانی بیگم نے بہت ڈانٹا ان کو۔۔ میں ان کی وجہ سے ڈر کر بیٹھی رہی۔"

حمینہ نے وہ منظر یاد کر کے جھرجھری لی۔ ابراہیم نے گہرا سانس بھرا یعنی ایک اور ڈرامہ لگایا گیا تھا۔

اور پھر خانی بیگم کے غصہ سے کون واقف نہیں تھا۔

وہ جھاڑنے پر آتیں تو ہوش حواس چھین لیتی تھیں۔

وہ اس کے قریب لیٹ کر کہنی کے بل اوپر ہو کر اس کے بالوں میں نرمی سے انگلیاں چلانے لگا۔

حمینہ کی سکون سے آنکھیں بند ہونے لگیں۔

"سنیں۔۔" وہ غنودگی میں جاتی پکار رہی تھی۔

"ہمم۔۔" ابراہیم اسے دیکھتا کسی گہری سوچ میں مبتلا تھا۔اس کی پکار پر چونک گیا۔

"آپ کی حویلی میں سب لوگ اتنے خوفناک کیوں ہیں؟" حمینہ نے سہمے ہوئے سے انداز میں سوال کیا۔

"تم سب سے خوامخواہ ڈرتی ہو حمینہ۔۔سب اچھے ہیں، غصہ کرنا تو کسی کسی کی عادت ہوتی ہے۔۔

تم نے یہاں ساری زندگی گزارنی ہے۔۔خود میں تبدیلی لاؤ، خود کو مضبوط کرو۔۔"

ابراہیم نرمی سے اسے سمجھانے لگا۔وہ اس کی ساری زندگی یہیں گزارنے والی بات پر گھبرا گئی۔

بے ساختہ اس کے گرد بازو لپیٹتی اس کے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔یوں جیسے کوئی انسان سامنے کھڑی کسی مصیبت کو دیکھ کر اپنے محافظ کے پہلو میں سمٹ جائے۔۔ابراہیم اس کی حرکت پر مسکرا کر اس کا سر سہلانے لگا۔

"مجھے یہاں نہیں رہنا پلیز۔۔" حمینہ نے التجا کی۔

"میرے ساتھ نہیں رہنا تمہیں؟" ابراہیم اس کا سر تھپک کر سوال کر رہا تھا۔ لہجہ خفا تھا۔

"نہیں۔۔آپ غلط سمجھے۔۔ مجھے بس یہاں نہیں رہنا، مطلب حویلی کے لوگوں کے ساتھ۔۔

مجھے آپ کے پاس رہنا ہے۔۔"

وہ اس کی ناراضگی کے خوف سے تیزی میں بولی۔

ابراہیم اس کے آخری جملہ پر مسکراتی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

اس کے لیے اتنا کافی تھا کہ حمینہ اب اس کے پاس رہنا چاہتی ہے۔ وہ اس کی عادی ہو رہی ہے۔ اس کے ساتھ اب اطمینان محسوس کرتی ہے۔

"اور میں یہی تو چاہتا ہوں، ساری زندگی تمہیں اپنے پاس۔۔ اپنے قریب رکھوں۔ کبھی خود سے جدا نا کروں۔۔ تمہارا لمس مجھے سکون دیتا ہے۔"

ابراہیم اس کو سینے سے لگاتا مسکرا کر بول رہا تھا۔۔

حمینہ اس کی بات سنتی جھینپ سی گئی تھی۔

رخساروں پر ہلکی سی سرخی پھیلی۔

ابراہیم کے محبت سے لبریز جملوں پر شاید یہ تاثرات پہلی بار اس کے چہرے پر بکھرے تھے۔

ابراہیم وارفتگی سے اس کے چہرے پر جھکتا شدت سے اس کے رخسار چھونے لگا۔ حمینہ اس

کے لمس پر سٹپٹا کر نظریں جھکا گئی۔

"کل میں مورے سے کہہ دوں گا میری بیوی کا خیال رکھیں۔اور جب تم تھکن محسوس کرو اپنے روم میں آ جانا۔۔دعا ضرور کرو مگر یوں خود کو تھکانا مت۔۔"

وہ اس کے بال سنوارتا نرمی سے سمجھا رہا تھا۔

"ہم واپس کب جائیں گے؟ میں وہاں جا کر بھی دعا کروں گی۔" وہ اپنی مخلصی کا یقین دلاتی بے چینی سے سوال کر رہی تھی۔

"کل ڈاکٹرز سے کچھ ڈسکس کرنا ہے، پھر ماموں چاہ رہے ہیں میرے ہاسپٹل میں شفٹ کریں احواد کو۔۔

تو شام تک چلیں گے واپس۔۔میں جانتا ہوں تمہارے لیے یہاں رہنا مشکل ہے۔۔

آئم سوری لائف۔۔یہ ایسا موقع تھا کہ مجھے آنا پڑا اور تمہیں وہاں اکیلے کیسے چھوڑنا ممکن نہیں تھا۔"

ابراہیم اس کے رخسار کو نرمی سے سہلاتا تفصیل سے بتانے لگا۔حمینہ اگلے روز واپس جانے کا سن کر ہی سکون سے بھر گئی۔اچانک اڑ چکی نیند اچانک پھر سے آنے لگی۔

اس کے کندھے پر سر رکھے وہ غنودگی میں جانے لگی۔

ابراہیم نے سائیڈ لیمپ آف کر کے اس کے نازک وجود کو اپنے حصار میں چھپا لیا۔

اسے یقین ہونے لگا کہ اب زندگی اپنے ٹریک پر آنے لگی ہے۔اس کی نزدیکی میں خوف سے سہم جانے والی حمینہ اب اس کے حصار میں سکون سے سو جاتی تھی۔

وہ آج بھی لوگوں سے گھبرا جاتی تھی مگر وہ اب ابراہیم کے پاس رہنے میں اطمینان محسوس کرتی تھی۔ ابراہیم کو لگا زندگی میں اصل کامیابی اسے اب ملی ہے۔اپنے سکون کو خود سے سکون لیتے دیکھ کر وہ جی اٹھا تھا۔

oooooooooooo

"ایقان۔۔ ناشتہ کیوں نہیں کیا تم نے؟" رباض مردان خانہ جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا۔ایقان کے کمرے میں آنے پر اسے گھور کر سوال کیا۔

"میرا آج صبح سے جی متلا رہا ہے بہت۔۔

بہت کوشش کی مگر کچھ نہیں کھایا جا رہا۔۔"

وہ نقاہت بھری آواز میں بولتی صوفہ پر بیٹھی۔

"ایقان ڈاکٹرز بار بار ایک ہی بات کرتی ہیں کہ تم کھانا پینا مت چھوڑو۔۔

کھانا نہیں کھایا جا رہا تو فروٹ لے لو، کچھ الگ بنوالو۔۔" رباض نے خود پر پرفیوم سپرے کرتے ہوئے اسے سمجھایا۔

"ڈاکٹرز نے تو آپ کو یہ بھی کہا تھا میرے ساتھ واک کیا کریں۔" وہ بڑبڑا کر رخ پھیر گئی۔

آواز اتنی تھی کہ ریاض کی سماعتوں تک بآسانی پہنچ گئی۔ وہ پلٹ کر ابرو چڑھا کر اسے دیکھنے لگا۔

"گلہ کر رہی ہو؟ خود واک کر لیا کرو ناں۔۔"

ریاض نے اسے آنکھیں دکھائیں۔۔ ایقان ناراضگی سے اسے دیکھنے لگی

"اکیلے کون واک کرتا ہے۔ آپ یوں کہیں ناں میرے لیے ٹائم نہیں اب آپ کے پاس۔۔"

وہ شکوہ کناں نظریں ریاض پر ٹکا گئی۔ وہ مسکرایا۔

"میں بس زرا آفس اور حویلی کے درمیان پھنس گیا ہوں۔ مگر ہاں یہ بھی غلط ہے کہ تمہیں وقت نا دوں۔۔"

وہ اپنی غلطی مانتا اس کے پاس جا کر بیٹھا۔

"آج شام کو واپس آؤں گا تو باقی سارا وقت تمہارا۔۔

رات کو واک کرنا چاہو گی یا صبح کے وقت؟؟"

وہ نرمی سے اس کے گرد بازو پھیلا کر اسے اپنے قریب کر گیا۔ ایقان اس کی توجہ پر کِھل اٹھی۔

"رات کو بھی۔۔ صبح بھی۔۔" وہ پھرتی سے بولی۔

ریاض اس کے جواب پر بے ساختہ ہنس پڑا۔

" تم بہت لالچی ہو مسز۔۔۔" وہ ہنستے ہوئے اس کا رخسار تھپتھپا کر بولا تھا۔ ایقان مسکرائی۔

"کیا آپ واقعی مجھ سے اکتا گئے ہیں خان صاحب؟"

ایقان اپنے دل کا خوف زبان پر لے آئی تھی۔

"ایقان تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے پاگل۔۔۔

میں تم سے بالکل نہیں اکتایا۔۔ تم میری زندگی کا اہم ترین حصہ ہو اور اب تو تمہارے پاس میری امانت بھی ہے۔" ریاض نے اسے سینے سے لگا کر اس کی پشت تھپکتے ہوئے نرمی سے اپنی اولاد کا احساس دلایا۔

"خان صاحب آپ کو بیٹے پسند ہیں یا بیٹیاں؟"

ایقان اس کے کندھے پر اپنا گال ٹکا کر سوال کرنے لگی۔

"مجھے دونوں پسند ہیں بس میری خواہش ہے ہمارے بیبی کی شکل تمہارے جیسی ہو۔۔

تمہارے جیسی معصوم سی آنکھیں، نرم تاثرات اور ایسی پیاری سی ناک۔۔ اور تمہاری آنکھوں کے پاس یہ تل بھی۔۔ سب ایسا ہو۔۔"

وہ ایقان کا چہرہ اپنے سامنے کرتا جذب سے بول رہا تھا۔ اس کے ایک ایک نقش کو چھوتا خواہش بتا رہا تھا۔

ایقان حیران ہو گئی۔

"اور اگر وہ مجھ جیسا نا ہوا؟" وہ حیرت سے سوال کر رہی تھی۔ شاید مزید جاننے کا تجسّس ستا رہا تھا۔

"گزارا کروں گا پھر۔۔ مگر میں بتا دوں پھر میری ساری توجہ تم پر ہو گی کیونکہ مجھے یہ صورت پسند ہے۔"

وہ اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرتا اس کی شفاف پیشانی پر لب رکھ گیا۔

ایقان کے اندر سر اٹھانے والے سارے وہم دور ہونے لگے، وہ جب پاس ہوتا تھا تو لگتا تھا وہ ایقان کے علاوہ کسی کا ہو ہی نہیں سکتا۔۔

وہ جب مصروف ہو جاتا تھا تو وہم ستانے لگتے تھے کہ کہیں وہ ایقان سے دور نا ہو جائے۔اکتا نا جائے۔۔

عجیب مشکل کا شکار رہنے لگی تھی۔ محبت ہو چکی تھی اور جس سے محبت ہو جائے اس کی دوری کا خوف تو وجود میں کہیں نا کہیں ضرور چھپا ہوتا ہے۔

اور ایقان کے دماغ میں، ہر سوچ سے پہلے یہی خیال ابھرتا تھا۔ہر بات کے بعد یہی بات ستاتی تھی۔

"یہ تو ابھی کہہ رہے ہیں ناں آپ۔۔جب بیبی آئے گا تو آپ مجھے بھی بھول جائیں گے۔"

ایقان نے پورے یقین کے ساتھ بتایا۔وہ ہنسا۔

"ایقان تمہارے خوف کا میں کیا علاج کر سکتا ہوں بس اتنا بتا دوں ایسا نا ہو تمہیں ڈانٹ کر مجھے توجہ دلانی پڑے کہ ہمارا بیبی بھی ہے جس کا میں خیال رکھوں، اسے دیکھوں اور اسے پیار کروں۔۔

کیونکہ تم سامنے ہو تو مجھے کچھ اور بھاتا ہی نہیں ہے۔۔" وہ مسکراتے ہوئے اسے چھیڑ رہا تھا۔

وہ اس کے خوف دور کرنے کے لیے اپنا شوق اپنے بچے کے لیے ظاہر نہیں کر رہا تھا۔اسے اپنی اولاد کا دنیا میں آنے سے پہلے ہی شوق اور انتظار ہر پل ستاتا تھا مگر اسے لگا ایقان اس بات پر پوزیسو ہو گی۔

"آپ ایسا کریں گے تو میں اپنے بیبی کو لے کر الگ روم میں شفٹ ہو جاؤں گی۔

آپ اتنے لاپرواہ باپ کیسے ہو سکتے ہیں۔

کیاآپ کو اندازہ بھی ہے باپ نظرانداز کرے تو زندگی کتنی احساس کمتری میں گزرتی ہے۔"

ایقان یکدم جذباتی ہو کر رو پڑی۔ وہ کیسے بتاتی اس نے بھی ایسی زندگی گزاری تھی۔

جب خان موسٰی مسکرا کر زرشے سے بات کرتے تھے، نرمی سے ابراہیم کو سمجھا رہے ہوتے تھے۔ ثنا بیگم کی طبیعت پوچھ رہے ہوتے تھے اور ایقان دور کھڑی چھپ چھپ کر باپ کو دیکھتی تھی۔

جب وہ ثنا بیگم کے خوف سے باپ کے پاس نہیں جاتی تھی اور اس کا باپ بھی ثنا بیگم کی خاطر اسے پیار نہیں دیتا تھا۔ اس کا وجود اب بھی ان لمحات کا سوچ کر اداسی سے بھر جاتا تھا۔

"میں مذاق کر رہا ہوں ایقان۔۔ رونا بند کرو پلیز۔۔

میں اپنی اولاد کو کیوں نظرانداز کروں گا۔

کوئی باپ ایسا کر بھی نہیں سکتا۔"

ریاض بوکھلا کر اس کے آنسو صاف کرتا معذرت کر رہا تھا۔ ایقان کے آنسوؤں پر اس کی ہنسی غائب ہو گئی تھی۔

"کچھ باپ ایسا کر جاتے ہیں۔ بلاوجہ۔۔ صرف ایک وہم کے اثر میں۔۔ اپنے باقی رشتوں کا خیال کرتے ہوئے۔۔ کچھ باپ ایسا کر بھی جاتے ہیں۔۔

ایسے باپوں کی بیٹیاں پھر مجھ جیسی ہو جاتی ہیں جن کو ساری عمر ہر رشتے کا یہی خوف ستاتا ہے کہ کہیں وہ بھی اس کے باپ کی طرح اس سے دور نا ہو جائیں۔۔ اس سے اکتا نا جائیں۔۔"

ایقان سسکیاں بھرتی رباض کو بتاتی چلی گئی۔

وہ بات۔۔ وہ راز جو آج تک۔۔ خان حویلی کے دوسرے پورشن تک محدود رہا تھا۔۔

وہ راز جو گل جان، زرشے اور ایقان کے درمیان رہا تھا۔

وہ آج جذباتی پن میں رباض کے سامنے کھول گئی تھی۔ رباض ساکت نظریں اس پر جمائے بیٹھا تھا۔

"تمہارا مطلب تم۔۔۔ موسٰی چاچو ایسا کیسے کر سکتے ہیں۔۔ ایسا کیوں کیا۔۔" رباض اس بات کو سوچ کر ہی فکر مند ہو گیا تھا۔

ایقان یکدم لب سی گئی۔ وہ اپنے باپ کی یہ غلطی کسی کو نہیں بتانا چاہتی تھی۔ وہ موسٰی کے معافی مانگنے کے بعد سے ان کی بھرپور توجہ حاصل کر رہی تھی، وہ نہیں چاہتی تھی اب کوئی اس کے ماضی کو جانے۔۔

اس کی خاموشی پر رباض اسے بھینچ کر سینے سے لگا گیا۔ وہ آج ایقان کے خوف کی وجہ جانا تھا۔

"میں نا تمہیں کبھی خود سے دور کروں گا نا کبھی نظر انداز کر سکتا ہوں۔ میں اپنی اولاد کو بھی اس کا پورا وقت دوں گا جو ان کا حق ہو گا۔۔

مجھ پر یقین رکھو ایقان۔۔ مجھے رشتوں میں انصاف کرنا آتا ہے۔ میری محبت پر یقین کرو۔۔"

وہ اسے اپنی محبت کا احساس دلاتا اس کے بالوں پر نرمی سے لب رکھ گیا۔ ایقان کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

جو خوف بچپن سے ساتھی ہوں۔ ان کے دور ہونے میں بھی وقت تو لگتا ہے۔۔

ہر لڑکھڑاتے انسان کے سنبھلنے میں وقت تو لگتا ہے۔۔

مگر اب ریاض اپنی مصروفیات میں سے بھی ایقان کے کیے وقت نکالنا خود پر فرض کرنے والا تھا۔

oooooooooo

اسوان اور ایاد خان گھر آئے ہوئے تھے۔ ریما خوشی سے نہال ہوئی جا رہی تھیں۔

"مجھے بہت خوشی ہے۔ مگر مجھے شرمندگی ہو رہی ہے تم ہنی مون کا پلان کینسل کر کے ایاد کو یہاں لے آئی ہو۔۔"

ریما نے فروٹ کاٹتے ہوئے اسوان کو تشکر بھرے لہجے میں کہا اور دور صحن میں چیئر پر ٹانگیں لمبی کر کے بیٹھے ایاد کو دیکھا جو کسی کال پر مصروف تھا۔

"شرمندگی کیوں۔۔ اور میں خود بھی آنا چاہتی تھی۔

شہر کی زندگی بہت تھکا دیتی ہے، یہاں بہت سکون ملتا ہے۔" اسوان چارپائی پر رکھے گاؤ تکیوں سے ٹیک لگا کر بانہیں پھیلا گئی۔

کھلا صاف سرخ پتھروں سے بنا صحن۔۔ دیواروں کے اطراف میں لگے درخت جو پھلوں سے لدے ہوئے تھے۔

سرسبز پہاڑوں کے درمیان یہ گھر جو اکثر سیاہ بادلوں میں گھرا رہتا تھا۔

"ہاں سکون تو بہت ہے یہاں۔۔ کیا تم جانتی ہو جب میں رخصت ہو کر یہاں آئی تھی تو دیوانی تھی ان مناظر کی جو قدرتی خوبصورتی سے مالا مال ہیں۔۔

ان بادلوں کے برس جانے تک آسمان کو تکتی تھی اور خان صاحب سر پیٹتے کھینچ کھینچ کر اندر

لے جاتے تھے کہ سردی لگ جائے گی۔۔"

ریما اپنے ماضی کی یادیں دوہراتی ہنسنے لگیں۔

ان کی بات سنتی اسوان نے بے اختیار ایاد خان کو دیکھا۔ اور ایک وہ ہے جو یہاں لا کر جیسے بھول گیا تھا کوئی بیوی بھی ہے۔ اس کا منہ بنا۔

"آنی ادب انکل تو بہت سویٹ سے ہیں، یہ آپ کے بیٹے کس پر گئے ہیں۔ ہر وقت خود کو اتنا مصروف کیے رہتے ہیں۔"

اسوان کھسک کر ان کے قریب ہوتی رازداری سے پوچھنے لگی۔ ریما چونک کر ایاد کو دیکھنے لگیں۔

"شاید آج ایاد ہنستا مسکراتا یہاں بیٹھا ہوتا اگر میں ماضی میں وہ غلطی نا دوہراتی۔۔

میرے پیرنٹس بڑھاپے میں بالکل اکیلے ہو گئے تھے۔

بھائی کی دونوں بیویاں آپس میں جھگڑا کرتیں اور اس لڑائی اور بحث سے تنگ آ کر بھائی نے دونوں کو الگ الگ گھر بنا دیئے۔۔

ایاد کی پیدائش کے کچھ وقت بعد میرے ماں باپ نے خواہش ظاہر کی کہ ایاد ہمیں دے دو، ہمارے بڑھاپے کا سہارا ہو گا۔۔

میں نے ان کی بات مان لی، خان صاحب اس بات پر بہت تنگ ہوئے تھے، کیونکہ میثم بھی ان کے پاس رہ سکتا تھا۔ مگر انہیں ایاد کی چاہ تھی۔۔

میں ایاد کو لے کر ماں باپ کے گھر جا بیٹھی اور ضد کرنے لگی۔۔ وہ میری خاطر مان گئے اور یوں ہم نے ایاد میرے پیرنٹس کے حوالے کر دیا۔۔

ایاد کا بچپن اور جوانی کسی لاڈلے رئیس بچے جیسے تھے، میرے ماں باپ اسے لیے باہر کے ملکوں میں گھومتے رہتے تھے۔ اسے پڑھایا بھی باہر سے۔۔

اور مرنے سے پہلے دونوں اپنی جائداد اسی کو سونپ گئے مگر ایاد کے اندر آج تک ہماری محبت کی کمی باقی ہے۔۔ اسے اس گھر میں بچپن نا گزارنے کا دکھ ہے۔

اسے افسوس ہے کہ جیسے ہم دونوں نے گلالئی کو چلنا سکھایا، اسے بولنا سکھایا۔۔

اسے اٹھا کر چہل قدمی کی، اسے سینے سے لگا کر سلایا، وہ سب ایاد کو کیوں نہیں ملا۔۔"

ریما اداسی سے بول رہی تھیں۔ اسوان نے ایاد کو دیکھا۔ وہ کال بند کیے اب موبائل پر کچھ کرنے میں مصروف تھا۔

"بس۔۔ مجھے کچن میں بھگا دیا کریں اور پیچھے خوب باتیں کر لیا کریں۔۔ آ گئی سب کی چائے۔"

گلالئی چائے کی ٹرے لیے وہاں پہنچی اور دونوں ماں بھابھی کو گھورنے لگی۔

چارپائیوں کے درمیان میز رکھ کر ٹرے اس پر رکھا۔ میووں سے بھری گول تھالی بھی رکھ دی۔ ریما نے فروٹ کاٹ کر رکھا۔

"تم بھی باتیں کرنے بیٹھ گئیں تو کیا کام علاقے والے آکر کریں گے۔۔ بھائی کو بلاؤ چائے کے لیے۔۔"

ریما نے اسے ڈپٹ کر کہا۔ وہ ناک چڑھاتی دھپ دھپ کر کے ایاد کے سر پر پہنچ گئی۔

"آکر چائے پئیں ہمارے ساتھ اور یہ اپنی بیوی کو بھی سمجھائیں کہ یہاں آکر کام کروایا کرے۔۔ ماہ رانی بن کر بیٹھ جاتی ہے میڈم۔۔"

گلالئی بھائی کو پکڑ کر ساتھ لاتے ہوئے سبق پڑھا رہی تھی۔ ایاد نے مسکرا کر بہن کو دیکھا۔

اسوان واقعی ملکہ بنی گردن اکڑا کر بیٹھی تھی۔

"اسے چھوڑو گلالئی، یہ بہت ناکارہ لڑکی ہے۔ اسے کچھ نہیں آتا۔۔ تم اور میں مل کر کام کریں گے۔"

ایاد نے اس کے پاس آکر بیٹھتے ہوئے بہن سے کہا۔

اسوان جھٹکے سے سیدھی ہوتی کان کھڑے کر گئی۔

"یقین کریں بہت افسوس ہے مجھے۔۔ آپ کی قسمت بھی بابا جان جیسی نکلی۔۔" گلالئی نے ماں کو سنوایا۔

"جتنے طنز کر لو۔۔ رات کا کھانا تم نے ہی بنانا ہے۔

سسرال میں، میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی۔"

ریما نے سکون سے بیٹی کو جواب دیا۔

"نہیں۔۔آپ ساتھ جانا بھی نہیں۔۔ ممانی تو مجھے بٹھا کر کھلا بھی لیں گی مگر آپ کو بٹھا کر

کھلانے کے لیے مجھے ہی مشقت کرنی پڑے گی۔"

گلالئی فروٹ پر ہاتھ صاف کرتی تیز تیز لہجے میں بول رہی تھی۔ایاد بہن کی باتوں پر ہنسی دباتا سرخ ہو رہا تھا۔ ریما نے اسوان کو دیکھا۔

"دیکھو کیسی زبان دراز بیٹی ہے میری۔۔

شکر ہے اللہ نے بہو پیاری اور فرمانبردار دی ہے۔"

وہ اسوان کو پیار کرنے لگیں۔ایاد نے گردن موڑ کر اسوان کو دیکھا جو ریما کے سینے سے لگی گلالئی کو برے برے منہ بنا کر چھیڑ رہی تھی۔

"شادی ہو جانے دیں میری، یہ فرمانبردار بہو آپ سے ہی کام کروائے گی دیکھنا۔۔

پھر گلالئی کی قدر ہو گی آپ کو۔۔"

وہ بھڑک کر بول رہی تھی، اسوان اپنے زکر پر جھٹکے سے سیدھی ہو کر بیٹھی۔

"اللہ نا کرے۔۔ میں ایسا کیوں کروں گی۔۔"

اسوان ایسے پریشان ہوئی جیسے ریما ابھی ڈانٹ دیں گی اسے۔۔ایاد نے مسکرا کر اس کے چہرے سے نظر ہٹائی۔ وہ دونوں آپس میں جھگڑا کرتی ریما اور ایاد کو ہنسنے پر مجبور کر رہی تھیں۔

ایاد کو لگا اسوان نے اچھا فیصلہ کیا ہے، وہ یہاں سکون محسوس کر رہا تھا۔ وہ اسوان کو یہاں ہنستا مسکراتا دیکھ کر دل سے خوش ہو رہا تھا۔

اور اسوان جو گلالئی کی ریکوئسٹ پر ایاد کو یہاں لائی تھی، اب اس سے جھگڑتی شور ڈالے بیٹھی تھی۔ وہ اس گھرانے کو ملا رہی تھی۔۔

آہستہ آہستہ۔۔اور وہ کامیاب ٹھہری تھی۔

ایاد چائے پیتے ہوئے پہلی بار مطمئن سا ریما سے ہلکی پھلکی باتیں کر رہا تھا۔

oooooooooooo

اوراد کو اس سیاست دان کا سارا ڈیٹا مل چکا تھا۔

اس کی کرپشن اور الیگل کاموں سے لے کر لیک ہونے والی ویڈیوز تک۔۔ہر چیز موجود تھی۔

اس نے صبح صبح اٹھ کر اسلم خان کو کال ملا لی۔

"ایک کام کرو اسلم خان۔۔کچھ چیزیں بھیجوں گا۔۔

وہ سنبھال کر رکھنا اور نظر میں آئے بنا ایک بندے کے گھر والوں کو ایک ایک کر کے بھیجنا۔۔"

اورادنے حمالہ کی نیند کا خیال رکھتے ہوئے مدھم آواز میں سمجھایا۔اسلم خان اس کی بات پر چوکنا ہو گیا۔

"جیسے حکم خان صاحب۔۔اور مطالبہ کرنا ہے کوئی یا خاموشی سے سب یہی کرتے رہنا ہے؟"

اسلم خان کا دماغ ایسے معاملات میں ضرورت سے کہیں زیادہ تیز چلتا تھا۔

"مطالبہ کے معاملات میں خود دیکھ لوں گا۔بس تم جو کہا ہے وہی کرو اور خیال رکھنا تھوڑی سی غلطی سے بھی وہ تم تک پہنچے تو بہت نقصان اٹھاؤ گے۔۔

ہوشیاری سے کام لینا۔۔"

اورادنے اسے سمجھایا مگر مطالبہ کا نہیں بتایا۔وہ ایاد خان کی وہ بات یہاں کسی کو نہیں بتانا چاہتا

تھا۔اس سیاست دان اور اس کی بیٹی تک ان دھمکیوں کو روکنے کے بدلے ایاد خان کو لوگوں کے سامنے کلئیر کرنے کا مطالبہ وہ خود کرنے کا سوچ چکا تھا۔

اس کی ہدایات پر اسلم خان نے فرمانبرداری سے سر ہلا دیا۔اورادنے اسے ویڈیوز اور دوسری ڈیٹیل بھیج دیں۔اور اطمینان سے اٹھ کر بستر پر حمالہ کے پاس نیم دراز ہوا۔

اسے آج کسی ضروری کام سے شہر جانا تھا اور ایک روز پہلے خانی بیگم سے ہوئی بحث کے بعد وہ حمالہ کو یہاں چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا تھا۔

رات وہ خانزادہ سے بات کرنے کے لیے تھوڑی دیر روم سے باہر گیا تھا اور پیچھے چھپ کر حمالہ روتی رہی تھی۔ خانی بیگم اسے پہلے بھی ڈانٹ دیتی تھیں مگر پہلے فرق تھا، خان داور اور مرحا کو شش کرتے تھے اس کا سامنا خانی بیگم سے نا ہو۔۔

اور اگر ہو بھی جاتا تو وہ دونوں اسے سائیڈ پر لے جا کر ہمیشہ ریلیکس کرتے تھے تاکہ وہ محسوس نا کرے۔

اب وہ ڈانٹ کھاتی تھی تو ماں باپ بھی الٹا اسی کو سمجھاتے تھے کہ سنبھل کر رہے۔

ڈانٹ کھانے کی نوبت ہی کیوں لاتی ہے۔

وہ اس تبدیلی پر۔۔ وہ ہر وقت کی بے وجہ ڈانٹ اور لیکچرز سے اب پریشان رہنے لگی تھی۔

اور اداسے روتا دیکھ کر تڑپ گیا تھا۔

اس نے محبت اس لیے تو نہیں کی تھی کہ خود سکون میں رہے اور حمالہ ہر وقت چھپ کر روتی رہے۔

اور وہ جانتا تھا حمالہ کیوں رو رہی ہے، وہ اسے سینے سے لگائے نرمی سے بال سنوارتا اسے سلانے کی کوشش کرتا رہا تھا۔ اپنے سینے پر محسوس ہوتی اس کے آنسوؤں کی نمی پر وہ ایک لفظ بھی بول نہیں پا رہا تھا۔ نا تسلی نا دلاسہ۔۔ صرف افسوس تھا۔۔ بے بسی سے کرنی دیر وہ حمالہ کا بھیگا چہرہ دیکھتا رہا تھا۔

اب بھی آہ بھر کر حمالہ کی جانب دیکھتے ہوئے وہ اپنی محبت پر ہی شرمندہ ہو گیا۔

"حمالہ۔۔" اوراد نے نرمی سے اسے پکارا۔

وہ چادر میں پوری طرح چھپی سو رہی تھی۔۔ لمبے گھونگھریالے بال ارد گرد بکھرے ہوئے تھے۔۔

"حمالہ۔۔" اس نے دوبارہ پکار کر چادر اس کے منہ سے ہٹائی تو ٹھٹک گیا۔اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

اورادنے اس کا چہرہ چھوا، وہ تپ رہی تھی۔

"حمالہ۔۔ یار۔۔" اورادپریشان ہو گیا۔اس کا شہر جانا ضروری تھااور وہ اسے اس حال میں نہیں چھوڑ کر جا سکتا تھا۔

"حمالہ۔۔۔ میری بات سنو۔۔ کیا تم ٹھیک ہو؟"

اس نے اس کے گرد بازو پھیلا کر سنبھالتے ہوئے سیدھا کیااور اس کا چہرہ تھپتھپایا۔ وہ آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگی۔

"کیا تم اٹھ سکتی ہو؟؟ تمہیں ہاسپٹل لے جاؤں۔"

وہ نرمی سے سوال کرنے لگا۔ وہ جواب دیئے بنا آنکھیں موند گئی۔ شاید اس نے کچھ سنا ہی نہیں تھا۔

اوراد اس پر چادر سیٹ کرتا اسے ٹھیک سے سلا گیا۔ خود اٹھ کر فریش ہوااور کمرے سے باہر نکلا۔

"ماما حمالہ کو فیور ہے، اس کے لیے کوئی سوپ وغیرہ تیار کروادیں پلیز۔۔" اورادنے ایک صوفہ پر بیٹھتے ہوئے پریہان سے درخواست کی۔

"اوہ زیادہ مسئلہ تو نہیں۔۔" پریہان پریشان ہوئیں۔

مرحا بھی اس کی طبیعت کا سن کر بے چین ہو گئیں۔

"وہ بس تھکی ہوئی ہے۔" اوراد نے سنجیدگی سے بتایا۔

خانی بیگم خاموشی سے سن رہی تھیں مگر اوراد کے سامنے کچھ نہیں بولی تھیں۔

"ٹھیک ہے میں اس کے لیے سوپ بھیجتی ہوں۔"

پریہان نے کہا اور کچن میں جا کر ملازمہ کو سوپ بنانے کی ہدایت دی۔ اوراد اٹھ کر کمرے میں چلا گیا۔

حمالہ کے پاس بیٹھ کر ٹشو گیلا کر کے اس کا ہاتھ اور چہرہ صاف کرنے لگا۔

"تمہیں میں اچھی زندگی نہیں دے پا رہا۔۔ ایسی زندگی دینے کا تو میں نے بھی نہیں سوچا تھا۔۔"

وہ حمالہ کو دیکھتا تاسف سے بول رہا تھا۔

گیلے ہو چکے ٹشوز ڈسٹ بن میں پھینکے اور حمالہ کے پاس بیٹھتے ہوئے کال کر کے اپنے آفس میں ہدایات دیتا نامحسوس انداز میں ایک ہاتھ سے اس کا سر بھی دباتا رہا۔

پریہان نے سوپ بنا کر بھیجا تو وہ پھر سے حمالہ کو جگانے کی کوشش کرنے لگا مگر وہ بالکل اٹھنے کو تیار ہی نہیں ہو رہی تھی۔

"حمالہ اٹھ جاؤ۔۔ کیا ہو گیا ہے۔" وہ اسے کھینچ کر سیدھا کرتا اپنے سہارے بٹھا گیا۔ وہ آنکھیں کھول کر اسے دیکھتی سوپ پینے لگی۔

"میں نے واپس جانا تھا آج۔۔ اب نہیں جا رہا مگر شام کو میرا جانا بہت ضروری ہے۔۔

کیا تم میرے ساتھ جانا چاہتی ہو؟"

اوراد نے اسے سوپ پلاتے ہوئے نرمی سے سوال کیا۔

"میں نہیں جاسکتی۔آپ بھی نہیں جائیں۔۔"

وہ اس کے کندھے پر سر رکھے اسی کو دیکھ رہی تھی۔

گرے آنکھوں میں التجا تھی۔اوراد کا بس چلتا تو وقت کو وہیں روک دیتا اور ان ستاروں جیسی آنکھوں میں خود کو دیکھتا۔۔

اس کی نظر سے خود کو دیکھنا کتنا متاثر کن ہو سکتا تھا۔وہ بے اساختہ جھک کر اس کی آنکھوں کو لبوں سے چھونے لگا۔وہ رک جانا چاہتا تھا، وقت کو بھی روک لینا چاہتا تھا۔بس وہ ایسے ہی اس کی بانہوں میں سمٹی اسے دیکھتی رہے اور وہ اس کا دیکھنا دیکھے۔۔

"آئم سوری میں رک سکتا تو ضرور رکتا مگر جانا ضروری ہے بٹ ڈونٹ وری شام کو جاؤں گا اور رات کو واپس آ جاؤں گا۔تم تب تک ریسٹ کر لینا۔۔"

وہ اسے سمجھانے لگا۔حمالہ نے خفگی سے اسے دیکھا اور اس کے کندھے سے سر ہٹا کر واپس لیٹ گئی۔

اس کے حصار سے نکل گئی، اوراد کو یکدم لگا جیسے زندگی روٹھ کر اس کا وجود خالی کر گئی ہو۔۔

"حمالہ سوپ پیو پہلے۔۔پھر میڈیسن لے کر سونا۔۔"

اس نے بے ساختہ ہاتھ بڑھا کر اس کے سر پر رکھا۔۔

وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر اس سے دور ہو گئی۔

یہ منظر اورادخانزادہ کے لیے ازیت جیسا تھا۔ وہ گہرا سانس بھر کر پیالہ سائیڈ ٹیبل پر رکھ گیا۔

"حمالہ۔۔۔ میرا جانا ضروری ہے ورنہ کبھی نا جاتا۔۔ تم سمجھ جاؤ گی کیوں گیا تھا۔۔ مجھ سے ناراض مت ہونا میری جان۔۔ میرے لیے جانا مشکل ہو جائے گا۔۔"

وہ اس کی پشت دیکھنے لگا۔ پھر اس پر جھک کر نرمی سے اس کا ہاتھ تھام گیا۔

"مجھے تنگ نہیں کریں۔ سونا چاہتی ہوں میں، آپ کو اجازت ہے جہاں جانا ہے جائیں۔"

بخار سے بھاری ہوتی آواز میں وہ چڑچڑے لہجے میں بولتی اپنا ہاتھ کھینچنے لگی۔ اورادا اس کا ہاتھ چھوڑنے کی بجائے مضبوطی سے تھام کر اسے اپنی جانب کھینچتا خود میں سمیٹ گیا۔

"ابھی تو یہیں ہوں۔ ناراض کیوں ہو رہی ہو۔۔۔

چاہو تو ساتھ چلو میرے۔۔ میں بھی تمہیں یہاں نہیں چھوڑنا چاہتا۔۔" وہ اسے سینے سے لگائے نرمی سے بولا۔ حمالہ کی شفاف پیشانی پر بل نمودار ہوئے۔

خود کو چھڑوانے کی کوشش میں ہانپ کر رہ گئی۔

"میں جانتی ہوں آپ کے اہم ترین کاموں میں سب سے آخری نمبر میرا ہے۔ آپ جانتے ہیں اس کنڈیشن میں میرے لیے سفر کرنا مشکل ہے۔۔

مجھے جھوٹی دعوت دینے کی بجائے جائیں یہاں سے۔ آپ کی بات آپ کے عمل کے برعکس ہے۔"

وہ تھک کر اسی کے سینے پر رخسار ٹکائے رخ پھیر کر بولی۔ اورادا کے لیے وضاحت دینا مشکل ہو گیا۔

ایسا لگا جیسے اس کی محبت پر وقت تمسخر سے مسکرایا ہو۔۔۔ تو اوراد خانزادہ ایسی محبت کرتے ہو۔۔

ایسی محبت جس میں تمہاری محبت تمہاری توجہ چاہ رہی ہو اور تم دینے سے قاصر ہو۔۔

پھر تو ناکام ہی ہو۔۔ پھر تم محبت ہی نہیں کرو۔۔

وہ بے بسی سے لب کاٹتا حمالہ کو دیکھنے لگا۔

اس کو شدید بخار تھا مگر وہ دوا لینے کو تیار نہیں ہوئی۔ اوراد مشکل میں پڑ گیا۔

حمالہ رخ موڑ کر سو چکی تھی۔ وہ جانتا تھا اس کے جانے کے بعد حمالہ اس سے بد ظن ہو جائے گی۔

مگر وہ پھر بھی نہیں رک سکتا تھا۔

oooooooooooo

اوراد ہاسپٹل کے بیڈ پر تکیوں سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ چہرہ بے رنگ تھا اور دل بھی خالی ہو گیا۔

کوئی مرتا ہوا جو موت کی طلب میں بے قرار ہو مگر اسے پھر سے کچھ وقت دے دیا جائے۔

وہ مرنے والی تھی مگر پھر بھی سانس بحال ہو گئی تھی، یہ مزید کچھ وقت کیوں جیے؟؟

اس نے آنکھیں جھپک کر گردن موڑی تو پریہان اس کے پاس بیٹھی رنجیدگی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

اس کے دیکھنے پر اپنے تاثرات چھپانے لگیں۔

"تم ہاسپٹل کے ماحول سے تنگ آ گئی ہو گی، میں نے بات کی تھی کہ تمہیں گھر لے جا سکیں تو ڈاکٹرز نے جواب دینا ہے ابھی۔۔"

لبوں پر مسکراہٹ سجا کر پوچھا تھا مگر آواز نم ہو گئی تھی۔ وہ سمجھ نہیں پائیں کسی مرتی ہوئی لڑکی سے گفتگو کا موضوع کیا ہونا چاہئیے۔۔

زندگی کی بات کیسے کریں اس سے اور موت کبھی خوش نما موضوع نہیں ہو سکتا تھا۔

"نہیں۔۔ یہ ماحول برا نہیں۔۔ میں کہیں بھی رہ سکتی ہوں۔ چاہے وہ زندان ہو یا پھر قبر۔۔"

احواد نے آہستگی سے جواب دیا تو آخری جملہ اس کے حلق میں دب گیا۔ وہ اسے ادا نہیں کر پائی۔

"نہیں یہاں کیوں رہو گی۔ گھر چلیں گے ناں۔۔"

ان کی بات پر وہ مدھم سا مسکرا دی۔

انہیں بتانا چاہتی تھی کہ کسی بے گھر انسان سے بار بار گھر کی بات کرنا اس کی توہین ہوتی ہے۔

مگر وہ چپ رہی جانتی تھی اس حویلی کو اس کا گھر کہیں گی اور احواد حقیقت سے واقف تھی۔

"الہام بات کرنا چاہتا تھا تم سے۔۔ میں نے ٹال دیا۔۔

ہم سمجھ نہیں پا رہے اسے بتائیں یا نہیں۔۔"

وہ نہیں جانتی تھیں، اور راد بتا چکا ہے۔ احواد کو ان کی سادگی پر ہنسی آئی۔۔ اسے لگا وہ بہلا رہی ہیں۔

"تم کیا کہتی ہو؟؟ اس سے بات کرو گی؟"

پریہان نے اس سے سوال کیا۔ وہ سر نفی میں ہلا گئی۔

"میرا لہجہ بتادے گا، مجھ میں زندگی ختم ہے۔۔" احواد کا مسکراتا جملہ پریہان کو ساکن کر گیا۔انہیں لگا ابھی ازیت سے روپڑیں گی۔

وہ نظریں چرا کر فروٹ چھاننے لگیں۔اسے ٹوکنا چاہتی تھیں مگر آواز آنسوؤں میں دب گئی۔

احواد رخ موڑ کر سامنے خالی دیوار کو دیکھنے لگی۔

اس کا دل چاہاان سادہ دیواروں پر موت لکھے اور اسے پھر پھولوں اور رنگوں سے سجادے۔۔

پھر وہ ان رنگوں کو ملا کر آزادی لکھے کہ اب اسے زندگی سے آزادی ملنے والی ہے اور اس سے زیادہ کوئی خوش نصیب نہیں ہے۔

"احواد مجھ سے وعدہ کرو مجھے اب بتاؤ گی جب تمہیں تکلیف ہو۔۔ مجھ سے مت چھپانا۔"

پریہان یکدم تھک کر روتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام کر التجائیہ لہجے میں بولیں۔

"میں ٹھیک ہوں۔" احواد نرمی سے بولی۔

پریہان سر ہاتھوں پر گرائے سسکیاں بھرنے لگیں۔

"آپ پریشان مت ہوں۔۔ مجھے موت بری نہیں لگتی۔۔

مرنا تو ہر انسان کو ہے۔ پھر جو طے ہے اس پر رونا کیسا۔۔۔ عارضی جگہ سے دل کون لگاتا ہے۔"

وہ اتنی مطمئن تھی کہ انہیں سمجھا رہی تھی۔

"ایسی باتیں مت کرو۔۔ تم مجھے اذیت دے رہی ہو۔"

پریہان بے ساختہ اسے ٹوک گئیں۔ان کا دل رکنے لگا۔

"آئم سوری۔۔" احواد سنجیدہ ہوتی سر جھکا گئی۔

وہ کس سے اپنی بات کرے؟ رخصت ہونے کا سفر کسے بتائے۔۔ کون اس کی داستان سن کر رونے کی بجائے مسکرا کر کہے گا کہ احواد تم نے بہادری سے زندگی گزاری اور اب تم آزاد ہونے والی ہو۔۔

شاید کوئی نہیں تھا۔۔ موت پر کون مسکرائے۔۔

احواد نے لب سی لیے مگر اس کا دل مرنے کا سن کر جی اٹھا تھا۔

oooooooooooo

ایقان اور رباض رات کے وقت حویلی کے لان میں واک کر رہے تھے۔ پچھلے آدھے گھنٹے سے چلتے رباض نے جب رکنے کا نام نہیں لیا تو ایقان تھک کر اس سے ہاتھ چھڑواتی چیئر پر بیٹھ گئی۔

"کیا ہوا؟ بیٹھی کیوں ہو، اٹھ کر واک کرو۔۔"

رباض نے اس کے قریب رک کر کہتے ہوئے جھک کر اسے اٹھانا چاہا۔

"بس کر جائیں۔۔ کیا ساری زندگی کی واک آج ہی کروائیں گے۔۔ آدھے گھنٹے سے واک ہو رہی ہے۔ میں تھک گئی ہوں اب خان صاحب۔۔۔"

ایقان پھولی ہوئی سانسوں کے درمیان بولی۔ ریاض اس کی حالت پر نفی میں سر ہلانے لگا۔

"چلو روم میں چل کر ریسٹ کرو۔۔" اس نے جھک کر ایقان کا ہاتھ تھامتے ہوئے اسے کھینچ کر کھڑا کر دیا۔

"ابھی تو صبح بھی واک کرنی ہے۔" ریاض نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے مسکراہٹ دبا کر کہا۔

"نہیں بس۔۔ صبح نہیں۔۔ مجھے صبح جگانے کی کوشش ہی نہیں کیجیے گا پلیز۔۔"

ایقان نے حواس باختگی سے اسے منع کیا۔ ریاض قہقہے لگا کر ہنستا اسے دیکھنے لگا۔

"اور تمہیں کیا چاہیئے ایقان۔۔ اب میں واک کروا رہا ہوں ناں۔۔ مارننگ واک زیادہ اچھی ہوتی ہے۔"

ریاض اس کے گرد بازو پھیلا کر اپنے سہارے اسے چلاتے ہوئے نرمی سے بول رہا تھا۔

"مجھے آپ کا وقت چاہیئے۔۔ وہ آپ مجھے ویسے ہی دے دیں۔۔" ایقان اس سے الگ ہو کر اندر داخل ہوئی۔

"تمہیں میرا وقت چاہیئے۔۔ کیا واقعی۔۔" ریاض یکدم اس کے سامنے آ کر اس کی جانب جھک کر بولا۔ اس کے معنی خیز لہجے پر ایقان کا چہرہ سرخ ہوا۔

"نہیں۔۔ آپ کا دماغ ہمیشہ الٹا کیوں چلتا ہے۔"

ایقان اس کے سائیڈ سے نکل کر آگے چلتے ہوئے منہ بسور کر بولی تھی۔ وہ لب دبا کر مسکرایا۔

"میرا دماغ تو ٹھیک ہی چلتا ہے، ہاں مگر تم الٹی سیدھی ہوتی جا رہی ہو۔۔۔"

اس کے پیچھے قدم بڑھا کر چلتا وہ تاسف سے بول رہا تھا۔ ایقان مسکراہٹ دباتی اپنے کمرے میں پہنچ گئی۔

"آپ سے مل کر کون سیدھا رہ سکتا ہے۔"

بیڈ پر بیٹھ کر ٹانگیں سیدھی کرتے ہوئے وہ شرارت سے بولی تو رباض نے ابرو چڑھا کر اسے دیکھا۔

"جو سیدھے نہیں رہ سکتے وہ کہیں تو ان کو سیدھا کر سکتا ہوں۔۔" رباض نے پانی کا گلاس بھر کر اس کے سامنے کیا۔ ایقان گلاس تھام کر اسے دیکھنے لگی۔

"آپ مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ آپ سختی کریں گے؟"

ایقان نے رونی صورت بنا کر اسے دیکھا۔

رباض اس کی کم عقلی پر سرد آہ بھر کر رہ گیا۔

"تمہیں پتا ہے ایقان۔۔ شادی شدہ جوڑے میں سب سے خطرناک بات کیا ہوتی ہے؟" وہ اس کے پاس بیٹھتے ہوئے اس کی آنکھوں میں جھانک کر بولا۔

"کیا؟" وہ اسے تجسّس بھری نظروں سے دیکھنے لگی۔

"کم عقل بیوی۔۔" وہ اس کا رخسار نرمی سے تھپتھپا کر بولا تو آنکھوں میں شریر چمک ابھری تھی۔

ایقان اس کی بات پر صدمے میں آ گئی۔

"مجھے آپ سے یہ امید نہیں تھی، میں کم عقل نہیں ہوں۔ہاں باقی بیویوں کی طرح آپ سے جھگڑتی نہیں ہوں ناں اس لیے آپ کو کم عقل لگتی ہوں۔"

وہ خفگی سے بول کر پانی کا گلاس لبوں سے لگا گئی۔ رباض اس کی ناراضگی پر ہنسا۔

اس نے پانی پیا تو رباض نے خالی گلاس اس سے لے کر ٹیبل پر رکھا اور پلٹ کر اسے اپنی جانب کھینچ کر سینے سے لگا لیا۔

"کم عقل ہونا بھی اچھا ہے۔ مجھے تمہاری بے وقوفیاں بھی پیاری لگتی ہیں۔ نیگیٹو مت سوچا کرو ناں۔"

وہ نرمی سے اس کے بال سنوارتا بول رہا تھا۔

"مجھے سب سمجھدار کہتے ہیں۔"

وہ گردن اکڑا کر فخر سے بول رہی تھی۔

"سب تمہیں سمجھے ہی نہیں۔۔" وہ ماننے کو تیار ہی نہیں تھا۔اسے ایقان میں کوئی سمجھداری نظر نہیں آئی تھی۔ایقان منہ بنا گئی۔

"جانے دو ایقان۔۔ ویسے بھی شوہر کا عقلمند ہونا ضروری ہوتا ہے اور بیوی کا خوبصورت ہونا۔۔

ہمارا میچلنا پرفیکٹ اور آئیڈیل ہے۔" وہ دوسرے الفاظ میں اس کی خوبصورتی تعریف کرتا خود کو عقلمند کہہ رہا تھا۔

"بس کسی کا شوہر شوآف نا ہو۔۔" ایقان نے سنایا۔

"بہت زبان چلاتی ہو یار۔۔ تمہیں معصوم کیسے سمجھ لیتے ہیں لوگ۔۔" رباض نے حیرت سے اسے دیکھا۔

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ رباض مسکرا کر اسے سینے سے لگاتا اس کے سر پر اپنی ٹھوڑی ٹکا گیا۔

"رونق ہو تم میری زندگی کی۔۔ بابا کا تھینک فل ہوں انہوں نے مجھے تمہارے لیے چنا۔۔ میری زندگی تمہارے علاوہ کسی کے ساتھ ایسی خوشگوار ہو ہی نہیں سکتی تھی۔"

وہ محبت بھرے لہجے میں بول رہا تھا۔ حصار میں سمٹا نازک وجود اس کے اندر زندگی بھر رہا تھا۔

ایقان مسکرا کر اسے سن رہی تھی۔ اس کے سینے میں دھڑکتے دل کی دھڑکن کا ساز ہر موسیقی سے بڑھ کر تھا۔ وہ زندگی کو تب سے جینے لگی تھی جب سے رباض نے اسے اپنایا تھا۔

oooooooooooo

وہ ساکت سا بیٹھا نیند میں گم احواد کو دیکھ رہا تھا۔ اس کا چہرہ بالکل بے رنگ ہو رہا تھا۔ لب خشک اور سفید ہو چکے تھے۔

اس نے بے ساختہ اس کا کمزور ہاتھ نرمی سے تھام لیا۔

"آئم سوری۔۔ میں نے آپ کے اندر زندگی ختم کر دی۔۔ میں ایسا کبھی نہیں چاہتا تھا احواد۔"

وہ نرمی سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے سرگوشی بھرے لہجے میں بول رہا تھا۔

اسے دیکھ کر الہام کو لگا اس کا ماضی پس منظر ہو چکا ہے۔ وہ کیسا تھا؟ کیسے جیا۔۔ یاد نہیں رہا۔۔

اس نے محبت کبھی کی بھی تھی یا نہیں۔۔؟؟؟

اس محبت کا احساس ہی ختم ہو چکا تھا۔

اسے صرف یہ یاد تھا کہ سامنے جو لاغر وجود پڑا ہے، اس کی حالت کا زمہ دار وہی ہے۔

وہ کسی قیمتی شے کی طرح اس کا ہاتھ تھام کر آہستگی سے سہلا رہا تھا اور وہ اس سب سے بے خبر دواؤں کے زیر اثر نیند کر رہی تھی۔

الہام کو ہاسپٹل آتے ہوئے اورا د کی افسوس سے بولی جانے والی باتیں یاد آنے لگی۔

"الہام ہم سب نے اپنی زندگی کو کہیں نا کہیں بہت اچھے سے جیا ہے۔ ہم نے سکون پا لیا ہے، ہمیں محبت دی گئی، قدر ملی اور خوب ملی۔۔

سوچتا ہوں اس لڑکی کا کیا قصور ہے جسے کچھ نہیں ملا۔۔ نا فیملی نا قدر نا محبت۔۔ وہ خالی ہاتھ تمہاری زندگی میں آئی تھی۔ بس نرمی کے چند بول اس کو سونپ دیتے تو شاید اپنی بیماری سے بھی لڑ جاتی۔۔

میں نے تم سے پوچھا تھا الہام۔۔ تمہیں ایاد خان کی بہن چاہیئے یا نہیں۔۔

تم نے کہا تم سنبھل گئے ہو اور اگر سنبھل چکے تھے تو وہ محبت تھی ہی نہیں، وہ وقتی کشش تھی۔۔

تم نے اس بات کو لے کر خود کو اتنا کیوں بدل دیا۔۔

تم ہمیشہ سے نرم مزاج اور ہنس مکھ تھے، تمہیں کیا لگتا ہے تمہارا مزاج کیوں بدلا؟

احواد تو وجہ تھی ہی نہیں۔۔ تم نے خود کو اس محبت کے لیے بدل لیا جس کا وجود اب کہیں نہیں ہے۔"

اوراد کو اس کی کم عقلی پر افسوس تھا۔اس کے نقصان پر اور اس کی گم ہو چکی ہنسی کا افسوس تھا۔پریہان گھبراتی تھیں کہ الہام احواد سے نکاح کے بعد سے بدل گیا ہے۔

مگر اوراد جانتا تھا کہ الہام تب بدلا تھا جب اسے گلالئی پسند آئی تھی اور جب اس کے پرائے ہونے کی اطلاع ملی تھی۔وہ پاگل تھا۔

ابراہیم سے باتیں کرتے خانزادہ کمرے میں داخل ہوئے تو سامنے پیشنٹ بیڈ کے پاس بیٹھے الہام کو دیکھ کر انہیں جھٹکا لگا تھا۔

oooooooooooo

ابراہیم سے باتیں کرتے ہوئے خانزادہ کمرے میں داخل ہوئے تو سامنے پیشنٹ بیڈ کے پاس بیٹھے الہام کو دیکھ کر انہیں جھٹکا لگا تھا۔

"الہام تم۔۔" اسے سامنے پا کر خانزادہ حیران ہوئے تھے۔وہ اچانک ہی واپس لوٹ آیا تھا۔

"تم کب آئے الہام؟" ابراہیم نے آہستگی سے سوال کیا۔

"آج شام پہنچا تھا۔اوراد لالا یہاں لے آئے تھے۔"

الہام نے مدھم لہجے میں جواب دیا اور آہستگی سے احواد کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

"تمہیں احواد کے بارے میں کس نے بتایا؟"

خانزادہ نے بغور اس کا جائزہ لیا۔ رف سا حلیہ اور تھکن زدہ سرخ آنکھیں اس کے مسلسل جاگنے کی چغلی کھا رہی تھیں۔

"لالا نے بتایا تھا ورنہ شاید آپ لوگ ویٹ کر رہے تھے کہ ایک ہی بار اطلاع دیں۔" الہام نے خفگی سے خانزادہ کو دیکھا۔ وہ لب بھینچ گئے۔

"اور تمہاری سٹڈی؟ تم اس سٹڈی کے لیے ہی یہاں سے جلدی گئے تھے شاید۔۔" خانزادہ نے اسے جتایا۔

وہ پہلے ہی اس سے خفا تھے، الہام ان کے روکنے پر بھی جلد روانہ ہو گیا تھا۔ وہ تب ناراض تھا کہ اسے روکا کیوں جا رہا ہے اور اب ناراض تھا کہ بلوایا کیوں نہیں۔۔۔

"سپیشلائزیشن بعد میں کر لوں گا۔۔ ٹھیک ہے میں غلط تھا مگر اب میں اپنی غلطی کا ازالہ کرنا چاہتا ہوں۔۔

آئی ہوپ آپ مجھے اس بار اپنی مرضی سے سٹے کرنے دیں گے۔۔

شاید کوئی فرض تھا جو میں بھول بیٹھا تھا، جو آپ کو یاد دلانا چاہیئے تھا مگر اورادلالا نے یاد دلایا۔"

وہ خانزادہ کو خفگی سے دیکھتا بول رہا تھا۔ وہ گہرا سانس بھر کر نفی میں سر ہلانے لگے۔

"تم بھائیوں کا مسئلہ یہ ہے کہ میں کچھ سمجھا دوں تو ناراض ہو جاتے ہو، کچھ نا بتاؤں تب بھی گلہ ہوتا ہے۔۔

اور یہ فرض تمہیں جاتے ہوئے بھی یاد دلایا تھا میں نے۔۔ کہا تھا الہام تھوڑا رک جاؤ تمہاری بیوی کو ایسا نا لگے وہ بوجھ اور ان چاہی ہے۔۔"

خانزادہ نے جتاتے ہوئے لہجے میں اسے اس کی غلطی کا احساس دلایا۔ الہام کی نظریں بے ساختہ احواد کے چہرے پر رک گئیں۔ ہاں انہوں نے سمجھایا تھا۔۔

اور الہام خاموشی سے نہیں گیا تھا، اس نے جانے سے پہلے اپنے الفاظ سے یہ بات اس لڑکی کو جتا دی تھی، اب جب ملا تھا تو کس حال میں تھی وہ۔۔

"میں غلط تھا۔۔" وہ سر جھکا کر مایوسی سے بولا۔

"اچھا ہے تم وقت سے پہلے اپنی غلطی مان گئے ہو۔۔

پریشان مت ہو الہام، ہم احواد کو ابراہیم کے ہاسپٹل شفٹ کر رہے ہیں۔۔ اللہ خیر کرے گا۔"

خانزادہ نے نرمی سے اس کا کندھا تھپتھپا کر تسلی دی۔ وہ نظر اٹھا کر ابراہیم کو دیکھنے لگا۔

"کیا علاج ہو سکتا ہے؟" وہ آس بھرے لہجے میں بول رہا تھا۔ فائلز دیکھتے ابراہیم نے سر ہلایا۔

"تھوڑا پین فُل ہے بٹ علاج ہو سکتا ہے۔ میں امید کرتا ہوں شاید کام بن جائے لیکن میں گارنٹی نہیں دے سکتا۔۔" ابراہیم نے آہستگی سے جواب دیا۔

"تم ساتھ جانا چاہتے ہو تو حویلی جاؤاور سب سے مل کر فریش ہو جاؤ۔۔ ہم کچھ دیر تک نکلیں گے۔۔"

خانزادہ نے اسے نرمی سے کہا۔ وہ سر ہلا کر ایک نظر احواد پر ڈالتا وہاں سے چلا گیا۔

oooooooooooo

حمالہ میڈیسن لے کر سوئی تو پھر آنکھ رات کو ہی کھلی تھی۔ سستی سے اٹھ کر بیٹھتی اپنے نرم بال سمیٹنے لگی۔ جمائی لے کر ماتھے پر ہاتھ رکھا، ٹمپریچر کافی حد تک کم ہو چکا تھا۔ اٹھ کر فریش ہوئی اور نم بال کھلے چھوڑ کر کمرے سے باہر نکلی۔

حویلی میں رات کا کھانا کھایا جا چکا تھا، اس کے لیے پریہان اور مرحا بہت بار کمرے میں آئی تھیں مگر وہ نیند کرنے میں مگن رہی تھی۔

سستی سے کچن کی جانب بڑھی تو خانی بیگم کے کمرے کے آگے سے گزرتے ہوئے ثنا بیگم کے منہ سے حمینہ کا نام سن کر بے ساختہ رک گئی۔

"اب حمینہ کو ہی دیکھیے۔۔ پتا نہیں کیا ہوا تھا اس کے ساتھ۔۔ بچی ناجائز تھی، اب جانے اس کے ساتھ زیادتی ہوئی یا خود رنگ رلیاں مناتی رہی، ہمارا ابراہیم تو کچھ سننے کو تیار ہی نہیں ہے۔۔

ایسی لڑکی کے ساتھ کیسے گزارا ہو سکتا ہے جسے گھر میں اکیلا چھوڑتے ہوئے بھی ڈر لگے کہ کب کیا کر گزرے۔۔ ابراہیم کو سمجھانے کی کوشش کی تو الٹا اس کو لے کر شہر میں جا بیٹھا، اب آئی ہے تو دوسرے ہی دن ابراہیم نے بول دیا وہ کمرے میں رہے گی، کوئی اسے تنگ نا

کرے۔۔ میں تو اب چپ ہی ہو گئی ہوں۔"

ثنا بیگم اپنے دکھڑے رو رہی تھیں۔ان کے الفاظ پر حمالہ حیرت سے ساکت رہ گئی۔

اسے لگتا تھا خانی بیگم سخت الفاظ بولتی ہیں مگر ثنا بیگم کے الفاظ نے اس کو گنگ کر دیا تھا۔

"چپ ہو نا ہی بہتر ہے ورنہ تم ابراہیم کو اپنے خلاف کر دو گی۔۔" خانی بیگم سنجیدگی سے بولی تھیں۔

"جیسے آپ خاموش ہو گئیں۔۔اوراد کے لیے۔۔"

ثنا بیگم نے آہ بھری۔حمالہ اپنے زکر پر لب کاٹنے لگی۔

"ہاں میں خاموش ہوں اور منتظر ہوں کہ کب اوراد اپنی بیوی سے تنگ آ کر اسے چھوڑے گا۔۔

ابراہیم اور حمینہ کی زندگی الگ ہے۔ایک بات ماننے والی ہے کہ وہ لڑکی سلجھی ہوئی اور سنجیدہ مزاج ہے۔ وہ ابراہیم کی قدر کرتی ہے، عزت کرتی ہے اسی لیے وہ تمام عمر اس سے جڑا رہے گا مگر حمالہ۔۔

وہ ضدی ہے، نادانیاں کرتی ہے اور اسے گھر بنانا نہیں آتا۔وہ اوراد کی عزت نہیں کرتی، ہر بات پر اعتراض کرتی ہے، منہ پھلا لیتی ہے۔اسے سکھ نہیں دیتی۔۔

مرد بھلا کب تک نخرہ برداشت کرے؟ وہ تھک جائے گا اور جب تھک جائے گا تو میری باتیں اسے سمجھ آ جائیں گی۔۔وہ حمالہ کے ساتھ نہیں رہ پائے گا۔۔"

خانی بیگم کے لہجے کا اطمینان اور پر سکون الفاظ حمالہ کو خوف سے دوچار کر گئے۔وہاں سے ہٹ کر اپنے کمرے میں پہنچی اور رات دیر تک خانی بیگم کی باتیں سوچتی رہی۔

اپنی زات کا جائزہ لیا تو خانی بیگم کے الفاظ بالکل سچ محسوس ہوئے۔ وہ ضد بھی کرتی تھی اور ہر وقت اوراد سے ناراض ہو جاتی تھی۔ وہ آج بھی ناراض تھی، اوراد کسی ضروری کام کا کہہ کر شہر گیا تھا۔ کالز بھی کرتا رہا تھا۔ اس کے میسجز بھی آئے ہوئے تھے مگر حمالہ نظرانداز کرتی رہی تھی۔۔

وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی، اوراد اس سے تنگ ہو جائے گا۔۔ وہ جلد تھک جائے گا۔۔ وہ حمالہ کو چھوڑ دے گا۔۔

حمالہ کا دماغ انہی جملوں پر اٹک گیا تھا۔

وہ ڈر رہی تھی، اوراد سے دور ہو جانے پر ڈر رہی تھی۔

کتنی ہی دیر یہی سب سوچتی رہی اور پھر گہرا سانس بھر کر سیدھی ہوئی۔۔

وہ اب چاہے اپنے کام کرتا رہے، چاہے حمالہ کو وقت نا دے۔۔ وہ اسے خوش نا کر پایا تب بھی حمالہ اب گلہ نہیں کرے گی۔ ناراض نہیں ہو گی۔ خفگی بالکل نہیں جتائے گی۔ وہ کہتا ہے محبت کرتا ہے تو مان جائے گی۔۔

وہ فیصلہ کر کے اٹھی، رات کے بارہ بج رہے تھے۔ بھوک اسے اب بری طرح ستا رہی تھی۔

دبے پاؤں کمرے سے نکلی تو حویلی میں سناٹا چھایا ہوا تھا، وہ کچن کی طرف بڑھ گئی۔ لائٹ آن کر کے فریج چھاننے لگی۔ بریانی دیکھ کر آنکھیں چمکیں۔

جلدی سے پلیٹ پوری طرح بھر کر اوون میں رکھی، ساتھ کباب اور رائتہ بھی نکال لیا۔ کباب فرائی کرنے کے لیے فرائنگ پین اٹھایا اور اس میں آئل ڈال کر پشت پر بکھرے بالوں کا رف سا جوڑا بنا لیا۔

الہام کو ہاسپٹل چھوڑ کر اور اد سیدھا اسلم خان کو ملنے گیا۔ اسے ضروری سامان پکڑا کر حویلی لوٹا تو کچن کی لائٹ آن دیکھ کر اسی جانب بڑھا۔

سامنے حمالہ دلجمعی سے کباب فرائی کرنے میں مصروف تھی، ڈوپٹہ کندھے پر جھول رہا تھا۔ گہرے جامنی رنگ کے لباس میں اس کی دودھیا رنگت دمک رہی تھی۔ وہ رک کر کتنی دیر اسے دیکھتا رہا۔

اسے اندازہ تھا حمالہ ناراض ہو گی، وہ اسے بیمار چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ وہ اب ٹھیک لگ رہی تھی مگر وہ جھگڑا کرے گی۔ وہ اسے منانے کا سوچ کر آگے بڑھا اور اس کے گرد بازو پھیلا کر اس کے بالوں پر آہستگی سے لب رکھے۔

حمالہ اس اچانک حصار پر گھبرا کر پلٹی تو اور اد اس سے دور ہو کر مسکراتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔

"آئم سوری مجھے واپس آنے میں دیر ہو گئی۔

میں جانتا ہوں تم مجھ سے ناراض ہو، مجھے نہیں جانا چاہیئے تھا مگر الہام کی آج فلائٹ تھی اور وہ کسی کو بتانا بھی نہیں چاہتا تھا اس لیے مجھے بھی اس کا راز رکھنا پڑا۔۔"

وہ نرمی سے اس کا سر سہلاتا معذرت کر رہا تھا۔ حمالہ اس کی وضاحت پر سر ہلا گئی۔

"آپ کے لیے۔۔ کھانا گرم کروں۔۔؟" وہ غصہ کرنا چاہتی تھی مگر اسے ادب سے سوال

کرنا پڑا۔

بہت مشکل تھا اپنی ناراضگی دبا کر نرمی برتنا۔۔ حمالہ کو اپنی نیچر سے ہٹ کر ایسے فرمانبرداری دکھانے پر اپنا آپ آکورڈ لگ رہا تھا۔

"اگر ایزی ہو تو کر دو۔۔ میں نے تو صبح سے کچھ نہیں کھایا۔۔" وہ قریب پڑی چیئر پر بیٹھتا بول رہا تھا۔

حمالہ نے ٹھٹک کر اسے دیکھا اور بے ساختہ یہ خیال اس کے دماغ سے گزرا تھا۔۔ اگر وہ اس وقت کھانے کا پوچھنے کی بجائے غصہ کر رہی ہوتی تو۔۔۔؟؟

وہ اپنی بھوک چھپا جاتا اور اسے مناتا رہتا۔۔

وہ خفت زدہ سی آگے بڑھی اور گرم ہو چکی بریانی کی پلیٹ اس کے سامنے رکھ دی۔ رائتہ اور فرائی ہو چکے کباب بھی اس کے سامنے رکھے۔

اپنے لیے دوسری پلیٹ اٹھا کر بریانی ڈالی۔ اور ادرک کر اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ دوسری پلیٹ اوون میں رکھ کر پلٹی تو اور اد نے اس کے لیے بھی چمچ اٹھا لیا۔

"کیا اب تم ویٹ کرو گی؟ آؤ مل کر کھا لیتے ہیں۔۔"

وہ نرمی سے بولا تو حمالہ اسے دیکھنے لگی۔

"کیا تم ناراض ہو حمالہ؟" اس کے بار بار دیکھنے پر وہ گہرا سانس بھر کر سوال کرنے لگا۔

"نہیں۔۔" وہ گڑبڑا کر صاف انکار کرتی اس کے ساتھ والی چیئر پر بیٹھ گئی۔

"میں جانتا ہوں، تمہیں مجھ پر غصہ ہے۔ کیا اب تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟" وہ توجہ سے اسے دیکھنے لگا۔ حمالہ نفی میں سر ہلا گئی۔

"اب نہیں ہوں ناراض۔۔ اور میں ٹھیک ہوں۔"

حمالہ مدھم آواز میں بولی تھی۔ اور اداس کی بات نہیں سمجھ پایا تھا۔ اس کی کلائی تھام کر ٹمپریچر چیک کیا تو واقعی نارمل تھا۔

"میں جب جا رہا تھا تو تم بہت غصہ میں تھیں، اب اس تبدیلی کی وجہ جان سکتا ہوں؟"

وہ کھانا چھوڑے اسی کو دیکھ رہا تھا۔ یعنی جب تک مطمئن نہیں ہونے والا تھا سوال و جواب جاری رہنے تھے۔ حمالہ نے شرمندگی سے پہلو بدلا۔

"آپ چاہتے ہیں میں آپ پر غصہ کروں؟ ہر وقت جھگڑا کروں اور تنگ کروں تاکہ آپ مجھ سے زچ ہو کر مجھے چھوڑ دیں اور خانی مورے کی بات مان لیں۔"

وہ خفگی سے اسے دیکھتی بے ساختہ بول گئی۔ پیٹ میں بات رکھنا آتی ہی نہیں تھی۔۔ اپنی فرمانبرداری کا راز بھی چند سوالوں پر کھول کر رکھ دیا تھا۔

"تمہیں ڈر ہے میں تمہیں چھوڑ دوں گا؟ یا حیرت۔۔۔

کہیں تمہیں مجھ سے محبت تو نہیں ہو گئی۔"

وہ مسکراہٹ دبا کر اس کی طرف جھکتا سوال کر رہا تھا۔ حمالہ کا چہرہ سرخ ہو گیا، اٹھ کر دوسری پلیٹ بھی اوون سے نکالی اور ٹیبل پر رکھ کر بیٹھی۔

"اگر ہو بھی جائے تو کوئی غلط بات نہیں ہے۔"

کچھ توقف کے بعد بولتی وہ نظریں چرا رہی تھی۔ بریانی کا چمچ منہ تک لے جاتے اوراد کا ہاتھ فضا میں ہی رک گیا۔

"تو کیا میں ہاں سمجھ لوں؟ مطلب تمہاری ناراضگی، غصہ اور نفرت۔۔ وہ سب ہار گئے۔۔

میں سمجھ لوں میری محبت جیت گئی ہے؟"

وہ آنکھوں میں جذبے بھر کر اسے دیکھ رہا تھا۔

"مجھے وہ سب یاد نہیں دلائیں۔" حمالہ روہانسی ہو گئی۔ اپنے الفاظ پر اب شرمندگی ہوتی تھی۔

وہ نفرت کا دعویٰ بھی کر چکی تھی؟ محبت کے بعد تو یہ بات اسے حیران ہی کرتی تھی۔

"میرے لیے تم سے ملنے کے بعد کا ہر لمحہ قیمتی ہے۔

برا کچھ نہیں تھا۔۔ تمہاری نفرت، تمہارا غصہ، ناراضگی اور لڑنا جھگڑنا۔۔ وہ سب روپ پیارے تھے۔"

اوراد اس کا ہاتھ تھام کر اس کے چہرے پر جھکتا اس کے سرخ رخسار پر نرمی سے لب رکھ گیا۔ حمالہ کا دل اس لمس اور ان الفاظ پر بے طرح دھڑک اٹھا تھا۔

"آپ کچن میں بیٹھ کر ایسی حرکت کیسے کر سکتے ہیں۔۔ حویلی میں سب لوگ موجود ہیں، کوئی بھی آ سکتا ہے۔" وہ اس سے ہاتھ چھڑوا کر گھبرائے ہوئے انداز میں یہاں وہاں دیکھنے لگی۔

صاف لگ رہا تھا اس کے آنچ دیتے لہجے اور اس کے گرم جوش لمس نے اسے نروس کر دیا ہے۔ اسے سمجھاتی وہ حد بندی کر رہی تھی۔

"میں کہیں بھی بیٹھ کر یہ حرکت کر سکتا ہوں، کوئی مجھے نہیں روک سکتا۔۔ مجھے حویلی والوں کا ڈراوا مت دو، سب جانتے ہیں تم میری ڈیئر یسٹ وائف ہو۔۔"

اوراد کی بے باکی اور دیدہ دلیری پر حمالہ منہ کھولے اسے دیکھنے لگی۔ وہ نڈر تھا۔ مرضی کا مالک اور سر پھرا بھی۔۔ مگر وہ ایسا بے باک ہو گا وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

وہ پلیٹ پر پوری سے زیادہ جھک کر کھانے میں مصروف ہو گئی۔ اوراد نے ہنس کر اس کا سر تھپکا۔

اس کی بھوک پیاس اڑ چکی تھی۔ اسے محبت کا جواب محبت میں مل چکا تھا۔ اس نے حمالہ کی نفرت کو ہرا دیا تھا۔ اسے لگا وہ بہت امیر ہو گیا ہے۔

اس کا دل چاہا حمالہ کو سامنے بٹھا کر دیکھتا رہے۔۔

"آپ کو ایک بات بتاؤں؟؟" حمالہ نے اچانک بے چینی سے اس کے قریب کھسکتے ہوئے سوال کیا۔

فورک سے کباب کھاتے اوراد نے سر ہلا کر اجازت دی۔

"آج میں نے۔۔ حمینہ کے بارے میں بہت عجیب بات سنی۔۔ ہماری حویلی کی دونوں بڑی

عورتیں اتنی بے رحم کیوں ہیں۔" حمالہ سرگوشی جیسے انداز میں افسوس سے بول رہی تھی۔

"کیا مطلب؟" اوراد بے ساختہ متوجہ ہوا۔

حمالہ نے ثنا بیگم سے سنی ساری بات دوہرا دی۔ حمینہ کی ناجائز بچی اور حالات کے بارے میں سن کر اورد ٹھٹک گیا۔

"حمالہ۔۔ یہ بات دوبارہ کسی کے سامنے مت دوہرانا۔۔

یہ سب ہماری بڑی عورتوں کے وہم ہیں اور کچھ نہیں۔۔ تم ان باتوں پر توجہ مت دیا کرو۔۔" وہ حمالہ کے رخسار پر ہاتھ رکھ کر اس کو نرمی سے سمجھا رہا تھا تاکہ وہ یہ بات کسی اور سے نا کہے۔

تاکہ اس کی بات حمینہ کے کانوں تک نا پہنچے۔۔

وہ اس کے سمجھانے پر الجھی ہوئی سی سر ہلا گئی۔

جبکہ اوراد گہری سوچ میں مبتلا ہو گیا۔

oooooooooo

اسوان کچن میں گلالئی کے ساتھ کھڑی دودھ میں میوہ گرینڈ کر کے ڈالتی برف ڈال رہی تھی۔ جبکہ ایاد اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔

"نہیں سر تھینک یو۔۔ میں ریزائن دے چکا ہوں اور وجہ آپ بھی جانتے ہیں۔۔ جی ہاں اب سب کلئیر ہو جائے اس سے فرق نہیں پڑتا۔۔

اصل بات تو ہیڈ آف ڈیمپارٹمنٹ کی ہے، میں کافی ٹائم سے جاب کر رہا ہوں، اگر مجھ پر سکینڈل بنایا گیا تو انویسٹی گیٹ کیے بنا رومرز کو یونی کی ویب سائٹ پر آنے ہی کیوں دیا۔

اگر سٹاف ایسے بے یقینی ظاہر کرے گا تو میں کام کبھی نہیں کروں گا۔" ایاد خان سنجیدگی سے کال پر بول رہا تھا۔ فون کے دوسری جانب موجود اس کی یونی ورسٹی کا سینئیر پروفیسر اس کی بات پر متاسف ہوا۔

اسے جاب کے لیے واپس بلایا جا رہا تھا مگر اس نے ڈائریکٹ ریزائن بھیج کر قطع تعلق کر لیا تھا۔

"چلو ٹھیک ہے، تمہاری بات بھی درست ہے، سیلف رسپیکٹ سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے۔

مجھے امید ہے ایک روز سچ سامنے آ جائے گا کم سے کم تمہاری عزت بحال ہو جائے گی۔"

اس پروفیسر نے پر خلوص لہجے میں کہا۔

"اب واقعی اس سب سے فرق نہیں پڑتا سر۔۔ میری فیملی مجھ پر ٹرسٹ کرتی ہے، مجھے سپورٹ کر رہی ہے۔ میرے لیے یہی انف ہے۔"

ایاد نے مسکرا کر اطمینان سے جواب دیا۔ اسوان دودھ کا گلاس لے کر اس کے پاس آئی تو اس نے چند ایک مزید باتیں کر کے کال کاٹ دی۔

"کس کی کال تھی؟" اسوان نے اس کے چند جملے سن کر اندازہ لگا لیا کہ یونی ورسٹی سے کال تھی۔ وہ پریشان ہو گئی۔

"پروفیسر جواد صاحب تھے۔ وہ چاہتے ہیں میں یونی ورسٹی ری جوائن کروں مگر میں نے انکار کر دیا ہے۔"

ایاد نے دودھ کا گلاس اس سے لیتے ہوئے بتایا۔

"مگر کیوں؟ انکار کیوں کر دیا۔آپ نے جانا نہیں ہے کیا واپس۔۔۔" اسوان اس کی بات پر گھبرا گئی۔

ایاد نے مسکراتی نظروں سے اس کا حواس باختہ چہرہ دیکھا اور خاموشی سے دودھ پینے لگا۔

"آپ ایسا کریں، اس لڑکی پر فیک سکینڈل اور ہراسمنٹ کا کیس کریں۔ لیکن اتنی اچھی جاب تو نہیں چھوڑیں ناں۔" وہ پریشانی سے اسے سمجھانے لگی۔

" تمہیں خوف ہے میں تمہیں بھوکا رکھوں گا؟"

وہ دودھ پی کر گلاس ٹیبل رکھتے ہوئے بولا تو لہجہ اب بھی غیر سنجیدہ تھا۔اسوان اس کے مذاق پر ناراضگی سے اسے دیکھنے لگی۔

"تو کیا مستقبل کا سوچنا گناہ ہے۔آپ ایک جھوٹی بات کو اتنا کیوں سوچ رہے ہیں۔" اسوان نے نرمی سے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

ایاد نے مسکرا کر اس کی جانب ہاتھ بڑھایا اور کلائی تھام کر اسے اپنی طرف کھینچتا سینے سے لگا لیا۔

"اسوان میرا اپنا ایک شو روم ہے۔اور وہ بزنس کافی اچھا چل رہا ہے۔ یہ ٹیچنگ جسٹ میرا شوق تھا، ضرورت نہیں تھی اور میرا شوق اب پورا ہو گیا ہے۔"

وہ اس کے بالوں میں انگلیاں پھنسا کر نرمی سے بولا۔

اسوان کے چہرے سے پریشانی یکدم غائب ہوئی۔

وہ سکون بھرا سانس بھر کر مسکرائی۔

"میں تو پریشان ہو گئی تھی۔ظاہر ہے اگر آپ کی جاب چلی جاتی تو کیا کرتے ہم۔۔" اسوان کے جملہ پر وہ دلچسپی سے اسے دیکھنے لگا۔

اس کا ہم کہنا اور خود کو ایاد خان سے جوڑ کر اپنے مستقبل کا سوچنا ایاد کو بہت اچھا لگا تھا۔

"تم فکر مت کرو اسوان۔۔ تمہیں کبھی مشکل میں نہیں ڈالوں گا۔۔ تم بس میرے بارے میں سوچو۔۔"

وہ اس کے ماتھے سے ماتھا جوڑ کر سرگوشی بھرے لہجے میں کہا۔اسوان جھینپ کر نظریں جھکا گئی۔

ایاد نے نرمی سے اس کے بال سہلا کر اس کی پیشانی پر لب رکھے۔

"سر ہم آئندہ ہر منتھ ویک اینڈ پر یہاں آیا کریں گے،آپ نے دیکھا ریما آنی اور ادب انکل بہت خوش ہو گئے ہیں، گلا لئی روزانہ مجھے نا جانے کتنی بار تھینکس کہتی ہے۔" اسوان نظر جھکا کر اس کے کُرتا کے بٹن سے کھیلتی نرمی سے اسے سمجھا رہی تھی۔

ایاد مسکراتی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تم سب کو وقت دینا چاہتی ہو اور میرے بارے میں بھی کبھی سوچا؟؟" وہ اس کا چہرہ اوپر کر کے اس کی آنکھوں میں جھانک کر سوال کیا۔

"آپ کو اور کتنا وقت چاہئیے سر۔۔ ہم ساتھ ہی تو رہتے ہیں۔" اسوان جھینپی جھینپی سی بول رہی تھی۔

"کیا تم پلیز میرا نام لے سکتی ہو؟ سر کہنا چھوڑ دو۔۔

میرا نام پسند نہیں تو کوئی اور نام رکھ لو۔۔"

ایاد بے چارگی سے بولا تھا۔اسوان کھلکھلا کر ہنسی۔

"مجھے آپ کا نام پسند ہے مگر لے نہیں پاتی۔۔" وہ اپنی مجبوری بتا رہی تھی۔ایاد نے نفی میں سر ہلایا۔

"کیوں نہیں۔۔مجھے تمہارا نام لینا ہی اچھا لگے گا۔

میری خوشی کے لیے پکارا کرو۔۔" وہ فرمائش کرنے لگا۔

"کبھی کوشش کروں گی۔" وہ نخرے سے کندھے اچکا گئی۔ایاد نے ہنس کر اسے سینے سے لگا لیا۔

oooooooooooo

حمالہ اپنے موبائل پر علیہا کی تصاویر دیکھنے میں مصروف تھی۔اور اد لیپ ٹاپ پر مصروف بیٹھا تھا۔

"علیہا ابھی تک ہنی مون پیریڈ میں ہے۔اتنا گھوم رہی ہے۔اسوان کو بھی ایاد سر نے کہا ہے اب کہ ہنی مون پر جائیں گے۔۔ایقان کو بھی ریاض لالا اتنا کہتے ہیں بس وہ نہیں جاتی۔۔

شادی کے بعد ہر ہزبینڈ کو شوق ہوتا ہے ہنی مون کا۔۔"

حمالہ نے اونچی آواز میں بڑبڑاتے ہوئے سر جھٹکا۔

اور اد نے نظر ترچھی کر کے اسے دیکھا۔

"پتا نہیں سب کو کیا شوق ہوتا ہے۔ ہم تو کبھی نہیں گئے۔" وہ کندھے اچکا کر معصومیت سے بولی۔

اورادبے ساختہ اسے دیکھتا ہنسنے لگا۔

"کیا تم ہنی مون پر جانا چاہتی ہو؟ تمہیں ہنی مون کا مطلب آتا ہے ناں؟" وہ گہری نظروں سے اس کا جائزہ لینے لگا۔ حمالہ نے آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھا۔

"جی ہاں میں بچی نہیں ہوں۔ مجھے خوب مطلب سمجھ آتے ہیں۔ آپ نے تو مجھے جاہل ہی سمجھ لیا ہے۔" وہ ناک چڑھا کر خفگی سے بول رہی تھی۔

"اوہ واقعی۔۔ او۔ کے نیکسٹ منتھ میرا فری ہے پھر چلیں گے۔ یاد رکھنا حمالہ تب صرف تم ہو گی اور میں۔۔ اور میری مرضی سے رہو گی۔۔"

وہ اسے وارن کر رہا تھا۔ حمالہ لاپروائی سے سر ہلانے لگی۔ اورادنے مسکرا کر موبائل پر آتی کال اٹینڈ کی۔

"خان صاحب میں نے پتا چلا لیا آپ کی حویلی کی لڑکی کے بارے میں وہ افواہیں اڑانے والا کون ہے۔۔"

اسلم خان پرجوش لہجے میں بول رہا تھا۔

"کون ہے وہ؟" اورادمتوجہ ہوا۔

اسے شک تھا کہیں نا کہیں اس بات کا تعلق خٹک حویلی یا ماحد خان سے ہو گا مگر اسلم خان کا بتایا نام اس کی توقع کے بالکل برعکس تھا۔

اور افواہیں کس کے بارے ہو سکتی تھیں، اسے اب اندازہ ہو گیا تھا۔ حمینہ کے ماضی سے اس علاقہ میں کسی کا تعلق تھا وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

وہ کتنی دیر بے یقین سا بیٹھا رہ گیا تھا۔

oooooooooooo

احواد کو شہر لے جاتے ہوئے پریہان تیار ہو کر آئیں تو الہام انہیں دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

"آپ کہاں جا رہی ہیں ماما؟" الہام حیران ہوا۔

"ظاہر ہے احواد کے ساتھ۔۔ کسی کو تو ہونا چاہئیے ناں۔" پریہان نے اپنا سامان اٹھاتے ہوئے کہا۔

"رہنے دیں۔۔ میں جا رہا ہوں، میں خود سنبھال لوں گا۔"

الہام نے انہیں منع کیا۔ پریہان اس کی بات پر مسکرائیں۔

"میں جانتی ہوں تم سنبھال لو گے مگر تم چوبیس گھنٹے بیٹھے رہو گے کیا۔۔ میں ساتھ چلتی ہوں ہیلپ کروں گی۔" پریہان نے نرمی سے اس کے بال سمیٹتے ہوئے سمجھایا۔

"ماما۔۔" الہام نے ان کے ہاتھ تھام کر پکارا۔

"میں نے یہاں سے جاتے ہوئے احواد کو بہت ہرٹ کیا تھا۔ میں اپنی غلطی سدھارنا چاہتا ہوں۔۔ پلیز مجھے موقع دیں، میں سنبھال لوں گا۔"

وہ خفت سے سر جھکا کر بول رہا تھا۔آج بھی ویسا ہی تھا جیسے بچپن میں غلطی ہو جانے پر سر جھکا کر خود بتا دیتا تھا۔

نا کبھی چھپاتا تھا نا مکرتا تھا۔پریہان متاسف ہوئیں۔

"کیا احواد تم سے ناراض ہے؟ تمہاری بات نہیں ہوتی تھی؟"پریہان نے زیادہ تفصیل نہیں پوچھی تھی مگر حیرت سے یہ سوال ضرور کیا تھا۔

"میں نے کبھی بات نہیں کی، وہ بھی ناراض ہوں شاید۔۔ مگر میں منالوں گا۔" وہ پرامید تھا۔

"دیکھو یہ ہے انسان کی زندگی۔۔ یہاں سے جاتے ہوئے کیا تم نے سوچا تھا واپس آؤ گے تو وہ موت کے منہ میں ہو گی۔۔

انسان نفرت اور غصہ کرتے ہوئے یہ حقیقت یاد رکھے تو کبھی کسی کا دل نا دکھائے۔ میرا دل احواد کے لیے بہت تڑپتا ہے مگر ہونی کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔

ہم نہیں جانتے اس کا وقت کب ختم ہو جائے، تمہیں موقع ملا ہے مگر وقت کتنا مختصر ہے تم نہیں جانتے۔۔

کاش تم اسے دکھی کرتے ہوئے یہ بات سوچ لیتے کہ اگر دوبارہ کبھی نا ملے تو معافی کیسے مانگو گے۔۔"

پریہان اداسی سے بولتی چلی گئیں۔الہام دم سادھے کھڑا ہوا تھا۔اپنا رویہ گلے میں پھندے کی طرح پھنس چکا تھا۔

ازالہ کرنے ہی تو آیا تھا مگر اب اس کا وقت کم ہونے سے ڈر رہا تھا۔اب اس کی موت سے ڈر رہا تھا۔

سر جھکائے ہاسپٹل پہنچا،احواد جاگی ہوئی تھی۔اسے سامنے دیکھ کر اس کے چہرے پر پہلا تاثر

حیرت تھااور دوسرا پریشانی۔۔وہ گھبرا کر پہلو بدلنے لگی۔

"آپ ٹھیک ہیں؟" الہام نے اس کے قریب جاتے ہوئے بولا۔احواد نے اثبات میں سر ہلایا۔

وہ بغور اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔بے رنگ چہرے پر خشک سفید ہونٹ اور کمزور چہرہ۔۔نقوش میں انتہا کی کشش اور نزاکت تھی۔مگر ایک مرتے ہوئے انسان کو دیکھنا آسان نہیں تھا۔

الہام کا دل بری طرح سکڑا تھا۔وہ بے چینی سے پہلو بدلنے لگا۔احواد رخ موڑے دوسرے جانب کمرے کی کھڑی کو یک ٹک دیکھ رہی تھی۔آنکھیں ویران تھیں۔

"بابا چاہتے ہیں آپ کو ابراہیم لالا کے ہاسپٹل شفٹ کیا جائے۔آپ کے لیے ڈاکٹرز کی بورڈ میٹنگ ہوئی ہے۔

سب کو امید ہے علاج کیا جا سکتا ہے اگر آپ ساتھ دیں اور خود زندگی کی طرف لوٹنا چاہیں۔۔

بس اس علاج میں۔۔شاید آپ کو۔۔درد ہو گا۔۔"

الہام نے آخری جملہ بمشکل ادا کیا تھا۔اسے ڈر تھا احواد درد کا سن کر مچل جائے گی۔

"میں علاج نہیں کروانا چاہتی۔۔" وہ آہستگی سے بولی۔

آواز اتنی مدھم اور کمزور تھی کہ الہام کو سننے کے لیے اس کے قریب ہونا پڑا تھا۔

"زیادہ درد نہیں ہو گا۔۔برداشت کر لیں گی تو جلدی ٹھیک ہو جائیں گی۔" الہام نے نرمی سے سمجھایا۔

احواد نے اسے جواب نہیں دیا۔ وہ اسے بتانا چاہتی تھی جتنا درد وہ برداشت کر چکی ہے اب اسے موت بہتر لگ رہی تھی۔

پچھلے ایک ماہ سے اس کا وجود اذیت سے بے حال ہو چکا تھا اور وہ درد اس نے اکیلے جھیلا تھا۔ نا کوئی تسلی دینے والا تھا نا کوئی دوا ہوئی تھی۔

"ہمیں اب جانا ہے احواد۔۔ بابا اور ابراہیم لالا روانہ ہونے والے ہیں، وہ ویٹ کر رہے ہیں باہر۔۔"

اسے خاموش دیکھ کر الہام نے بات بدل لی۔ اس کی ضرورت کا سامان وہ حویلی سے لے آیا تھا۔

"میں علاج نہیں کروانا چاہتی۔۔" احواد نے بے بسی سے اپنی بات دوہرائی۔ وہ علاج کروائے اور پھر دربدر ہو جائے۔۔ایسی زندگی سے مر جانا بہتر تھا۔۔

"میں آپ کا علاج کروانا چاہتا ہوں۔ اب آپ پلیز چلیں گی یا میں اٹھا کر لے جاؤں۔۔؟؟"

الہام اس کی ایک ہی رٹ پر زچ ہو کر بولا۔ احواد کی حیران نظریں اس کے چہرے پر جم گئیں۔

"آپ کس حق سے مجھے ہاتھ لگائیں گے؟ ہمارے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہے۔ میری زندگی پر میرا حق ہے۔ میں اپنی بیماری سے خوش ہوں۔"

احواد نے سنجیدگی سے کہا اور رخ پھیر لیا۔ اس کا سانس پھُول چکا تھا۔ رنگت بالکل زرد پڑ گئی تھی۔

الہام اس کے الفاظ پر خاموش نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ اسے اس کی حد یاد دلا رہی تھی۔

وہی حد جو جاتے ہوئے وہ جتا کر گیا تھا۔اس نے احواد کو جو الفاظ بولے تھے وہ اس سے کہیں زیادہ سخت تھے۔الہام کی حالت خراب ہونے لگی۔

وہ ابھی سے دلبرداشتہ ہو رہا تھا۔کیسے اس کی ناراضگی برداشت کرے گا۔وہ ضبط سے لب بھینچ گیا۔

ابراہیم کی کال آ رہی تھی۔اس نے کال اٹینڈ کی۔

"الہام کیا بات ہے؟ دیر ہو جائے گی یار۔۔ ہمیں گھر پہنچتے پہنچتے بھی دیر ہو جائے گی اور اگر سفر سے احواد کی طبیعت خراب ہوئی تو آگے ہاسپٹل جانا پڑے گا۔" ابراہیم کی بات پر اس نے نظر احواد پر ڈالی۔

وہ اب بھی رخ موڑے انجان بنی بیٹھی تھی۔

"جی آ رہا ہوں۔۔ کوئی مسئلہ نہیں ہے،آپ روانہ ہوں، میں بس ہاسپٹل سے نکل رہا ہوں۔"

الہام نے انہیں جانے کا کہا اور کال کاٹ کر موبائل پاکٹ میں رکھا۔احواد نے لیٹنے کی کوشش کی مگر وہ اس کی کمزور کلائیوں کو اپنی مضبوط گرفت میں لیتا اسے واپس بٹھا گیا۔

"پلیز میں واپس جانا چاہتی ہوں۔" احواد نے بے بسی سے التجا کی۔وہ اسے اپنی حالت نہیں بتا سکتی تھی۔

اور وہ اس کی بات ماننے کی پوزیشن میں بھی نہیں تھی۔

"ایم سوری۔۔ میں نے بہت برا کیا آپ کے ساتھ۔۔غصے میں بہت کچھ ایسا بولا جو برداشت کے قابل نہیں تھا اور مجھے اس بات کی بہت شرمندگی ہے۔۔

لیکن اب میں آپ کی بات نہیں مان سکتا۔"

وہ معذرت بھرے لہجے میں بولتا اس کے سرہانے پڑی چادر اٹھا کر اس پر پھیلا گیا۔احواد کی بے بسی سے آنکھیں بھر آئیں۔

"مجھے بس۔۔اپنی زندگی اپنی مرضی سے جینے کا حق چاہیئے۔۔میں آپ کی باتیں بھول چکی ہوں۔"

وہ چادر مٹھیوں میں دبائے نم آواز میں بولی۔لاغر وجود اب مزید سفر یا علاج کے قابل نہیں رہا تھا۔

وہ یہ بات محسوس کر سکتی تھی مگر وہ یہ بات کسی کو سمجھا نہیں پا رہی تھی۔اسے آسان موت چاہیئے تھی اور علاج اسے مشکل میں ڈال رہا تھا۔

"احواد میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں،آپ ایک بار ٹھیک ہو جائیں پھر آپ کی زندگی پر آپ کا حق ہو گا۔۔

پلیز۔۔پلیز میری بات مان لیں،میں آپ کو ایسے مرنے نہیں دے سکتا۔آپ کو ٹھیک ہونا ہو گا۔۔

پلیز احواد ضد نہیں کریں۔۔مجھے معاف کر دیں۔"

الہام اس کے سامنے ہاتھ جوڑتا رو پڑا تھا۔احواد ساکت سی اسے دیکھنے لگی۔

وہ اپنی معافی کے لیے رو رہا تھا؟اپنے سکون کے لیے۔۔؟اپنے کیے پر پچھتاوے میں وہ رو رہا تھا؟؟

وہ غلط تھی،الہام اس کی موت کا سوچ کر رو رہا تھا۔

وہ پتھر دل کبھی نہیں تھا۔وقتی غصہ میں احواد کو برا بھلا کہہ گیا تھا مگر اب اسے احواد سے نا نفرت تھی نا اس پر غصہ تھا۔۔

وہ اس کے رونے پر ڈھیلی پڑ گئی۔ بھرائی آنکھوں سے اس کا جھکا ہوا سر اور نم چہرہ دیکھنے لگی۔

اس نے پوری زندگی دوسروں کی مرضی سے گزار دی تھی، وہ اب الہام کے لیے ہار مان گئی۔

چادر ٹھیک کر کے بستر سے اترنے لگی تو آواز پر الہام نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ زمین پر

قدم رکھے بیڈ کے سہارے کھڑی ہانپ رہی تھی۔

الہام چہرے پر ہاتھ پھیر کر اس کی طرف بڑھا اور قدرے جھک کر اس کے گرد بازو پھیلاتے ہوئے اسے سیدھا کیا۔ اس کا نازک سا وجود کمزوری کی وجہ سے کسی بوڑھے کی طرح کپکپا رہا تھا۔

وہ لب بھینچے آنسوؤں کو بمشکل آنکھوں کی حد میں روکے کھڑی تھی۔

الہام کو اس کی حالت افسردہ کر رہی تھی۔ وہ یکدم جھک کر اسے بانہوں میں سمیٹ کر اوپر اٹھا گیا۔ احواد اسے روکنا چاہتی تھی، منع کرنا چاہتی تھی مگر اس کی ہمت جواب دے گئی۔ تھک کر اس کے کندھے سے سر ٹکاتی آنکھیں موند گئی۔

وہ کمرے سے نکلتا ہاسپٹل کے بیرونی جانب بڑھ گیا۔ بانہوں میں جو وجود تھا وہ اس کا وزن محسوس کرنے سے قاصر تھا۔ یوں جیسے اس میں زندگی تقریباً ختم ہو چکی ہو مگر وہ اسے مرنے نہیں دے سکتا تھا۔

اسے احتیاط سے گاڑی میں بٹھاتا وہ سوچ چکا تھا کہ ہر حال میں اسے زندگی کی طرف لائے گا۔۔۔

اسے لگا وہ مری تو الہام بھی پچھتاوے اور شرمندگی سے مر جائے گا۔

oooooooooooo

شہر پہنچ کر ابراہیم نے گھر جانے سے پہلے احواد کی حالت جاننے کی کوشش کی۔ الہام نے جس احتیاط سے ڈرائیونگ کی تھی، وہ بالکل ٹھیک تھی صرف لمبے سفر کی تھکاوٹ نے اسے بے حال کر دیا تھا۔

"ٹھیک ہے گھر چلتے ہیں۔ صبح ہاسپٹل لے جائیں گے۔"

ابراہیم نے اطمینان سے کہتے ہوئے اپنی گاڑی کی طرف قدم بڑھائے۔

گھر پہنچے تو رات گہری ہو چکی تھی۔ سب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے اور ابراہیم کو سیدھا ہاسپٹل جانا پڑا۔

اگلے روز الہام اور خانزادہ احواد کو ہاسپٹل لے گئے۔ ابراہیم وہیں رکا رہا۔ حمینہ کمرے میں بیٹھی بور ہو رہی تھی جب اس کے نمبر پر کسی نمبر سے کال آنے لگی۔ وہ پرسوچ نظروں سے نمبر دیکھتی رہی۔

"ہیلو۔۔" نمبر نا پہچاننے پر اس نے کال اٹینڈ کر کے موبائل کان سے لگایا تو جانی پہچانی آواز پر چونکی۔

"حمینہ؟ نبیل بات کر رہا ہوں۔۔ پہچانا نہیں۔۔؟"

فون کے دوسری جانب اس کا بڑا بھائی تھا۔

"جی پہچان لیا ہے۔ کیسے ہیں آپ۔۔" وہ سنبھل کر بولی۔ جن بھائیوں سے فرمائشیں کرتی تھی آج اس سے بات کرتے ہوئے لہجے میں تکلف در آیا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔ تم کیسی ہو؟ دوبارہ چکر نہیں لگایا۔ امی تمہارا انتظار کرتی ہیں۔" وہ شفقت بھرے لہجے میں بول رہا تھا۔ وہ بھائی کو سنتی کمرے کی کھڑکی کے پاس جا کھڑی ہوئی۔

"جی۔۔ بس مصروفیت تھی اس لیے۔۔" سر جھکا کر مختصر سی وضاحت دیتی حمینہ کا بدلا ہوا لہجہ محسوس کر کے اس کا بھائی کچھ پل کے لیے چپ سا ہو گیا۔

"تمہارے چھوٹے بھتیجے کا برتھ ڈے ہے آج رات۔۔ بچوں کی فرمائش پر چھوٹی سی پارٹی ارینج کی ہے۔ ہم چاہتے ہیں تم بھی اپنے ہزبینڈ کے ساتھ آ جاؤ۔"

اس کے بھائی نے نرمی سے بولتے ہوئے اسے دعوت دی۔ حمینہ کا جی چاہا فوراً ہاں کہہ دے۔۔ فوراً گھر چلی جائے اور اپنی ماں کے گلے لگ کر سکون سے بیٹھی رہے مگر اسے پچھلی بار بولا جانے والا اس کے بھائی کا جھوٹ یاد آ رہا تھا۔

اسے نکالنے کے لیے جھوٹا بہانہ بنایا گیا، وجہ جو بھی تھی مگر حمینہ اس دھوکے پر بہت اپ سیٹ ہوئی تھی۔ ابراہیم کے واپس نا لے جانے والے جملہ نے اسے اپنے بھائی سے بد ظن کر دیا تھا۔

"میں نہیں آ سکتی بھائی۔۔ میرے ہزبینڈ بزی ہیں۔ ان کی بھابھی ہاسپٹلائز ہیں۔ ان کی فیملی بہت پریشان ہے۔ ایسے میں برتھ ڈے پارٹی پر جانا مناسب نہیں ہے۔ میں ان سب سے الگ تو نہیں ہوں۔۔"

وہ مدھم لہجے میں معذرت کر رہی تھی۔ اسی وقت کمرے میں داخل ہوتے ابراہیم نے اس کی ساری بات پوری توجہ سے سنی تھی۔

اس کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ امڈ آئی تھی۔

"اوہ ٹھیک ہے۔اللہ پریشانی دور کرے۔تم ٹھیک کہہ رہی ہو مگر ہو سکے تو کسی وقت چکر

ضرور لگانا۔۔"

اس کے بھائی نے اپنائیت سے کہا۔لان میں لگے پودوں کو تکتی حمینہ نے اس دعوت پر سر جھکایا۔

"جی کبھی۔۔آؤں گی۔" وہ مروت سے بولی اور الوداعی کلمات کہہ کر کال کاٹ دی۔

ابراہیم نے آگے بڑھ کر اس کے قریب پہنچتے ہوئے اس کے گرد بازو پھیلائے اور اس کی پشت سینے سے لگاتا اسے خود میں سمیٹ گیا۔وہ گڑبڑا گئی۔

"کیا بات ہے، گھر والے بلا رہے ہیں۔۔؟" ابراہیم نے اس کے ہاتھ تھام کر سوال کیا۔وہ اثبات میں سر ہلا گئی۔

"جانا چاہتی ہو تو چلی جاؤ۔۔تمہیں منع نہیں ہے ڈیئر وائف۔۔میں ایسا کبھی نہیں چاہوں گا کہ تم اپنی فیملی سے ہمیشہ کے لیے دور ہو جاؤ۔۔"

ابراہیم نے اس کا رخ اپنی جانب کرتے ہوئے نرمی سے کہا۔حمینہ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔

"میں ابھی نہیں جانا چاہتی۔۔" وہ جھجک بھرے لہجے میں بولی۔ابراہیم نے سوالیہ انداز میں ابرو چڑھائے۔

"تم ناراض ہو اپنی فیملی سے؟" ابراہیم نے اس کا چہرہ اوپر کرتے ہوئے سوال کیا۔

"میں۔۔ پھر کبھی چلی جاؤں گی۔۔۔ گل جان نے کہا تھا۔۔ اچھی بیویاں اپنے ہزبینڈ کی۔۔ پریشانیوں میں ان کے ساتھ رہتی ہیں۔ انہیں اکیلا نہیں چھوڑتیں۔"

وہ نظریں جھکا کر بول رہی تھی۔ معصوم سے چہرے پر ہلکی سی سرخی پھیلی تھی۔۔

"اور تم میرے لیے دوا کا کام کرتی ہو۔۔ تمہیں دیکھ کر میری تھکن دور ہو جاتی ہے۔ تم صرف سکون ہو۔۔"

ابراہیم مسکرا کر اسے بھینچ کر سینے سے لگاتا سکون سے اس کے سر پر اپنی ٹھوڑی ٹکا گیا۔

وہ شرمائی ہوئی سی اس کے حصار میں سمٹ گئی۔ وہ اچھی بیوی بن چکی تھی، اس کے لیے اس سے بڑھ کر کیا کامیابی ہو سکتی تھی۔۔

ooooooooo

ریاض مردان خانے سے آیا تو ایقان حواس باختہ سی اس کے پاس پہنچی۔ ریاض اس کا گھبرایا ہوا چہرہ دیکھ کر ٹھٹکا۔

"کیا ہوا ایقان تم ٹھیک ہو؟" ریاض نے اس کے گرد بازو پھیلا کر بے ساختہ اسے سہارا دیا۔

"خان صاحب۔۔ مرحا آنٹی کی مدر گلے جان کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔۔" وہ روہانسی آواز میں بولی۔

"اوہو کب۔۔؟ اللہ ان کو جنت میں جگہ دے۔۔"

ریاض نے افسوس کا اظہار کیا۔ ایقان کے چہرے پر گھبراہٹ سے پسینہ آ رہا تھا وہ پریشان ہو گیا۔

"تم گھبراؤ نہیں، طبیعت خراب ہو جائے گی۔"

وہ اسے قریب صوفے پر بٹھا کر نرمی سے اس کے ہاتھ سہلانے لگا۔

"دراصل۔۔ مورے، مرحا آنٹی اور مورے گل بہت پریشان ہیں۔ وہ خٹک حویلی جانا چاہتی ہیں مگر خانی مورے نے منع کر دیا ہے۔ داجان اس وقت گھر پر نہیں ہیں کہ انہیں سمجھائیں۔۔"

ایقان نے افسردگی سے اسے بتایا۔ رباض اپنی پیشانی رگڑتا سوچ میں مبتلا ہوا۔ ایقان نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھا تو اس کے لمس پر وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"خان صاحب ان کا قریبی رشتہ ہے۔ گلے جان مر گئی ہیں، اب وہ کبھی واپس نہیں آئیں گی۔ ایک آخری نظر انہیں دیکھنے کا حق تو ان تینوں کو ملنا چاہئیے ناں؟

رہی حمالہ۔۔ تو وہ شہر میں ہے اور خانی مورے نے اسے تو بتانے سے بھی منع کر دیا ہے۔"

ایقان کی بات کرتے ہوئے آواز بھرا گئی تھی۔ رباض اسے دیکھتا گہرا سانس بھر گیا۔

"بالکل ٹھیک کہا۔۔ ان کا حق بنتا ہے، میں خانی مورے سے بات کرتا ہوں اور خود انہیں لے جاؤں گا۔"

رباض نے اس کا رخسار تھپتھپا کر اسے خود سے لگا لیا۔ وہ جانتا تھا اپنوں کی موت ناراضگی میں بھی تکلیف دیتی ہے۔ رشتہ تو ایقان کا بھی تھا مگر اس نے خود کو ان سب میں شامل نہیں رکھا تھا۔

وہ شاید وہاں جانا بھی نہیں چاہتی تھی۔

"اور حمالہ۔۔؟؟" ایقان نے سر اٹھا کر رباض کو دیکھا۔

"ایقان حمالہ کا فیصلہ میں نہیں کر سکتا۔۔ مگر میں اوراد کو بتا دیتا ہوں۔ مجھے امید ہے وہ اسے اس موقع پر خٹک حویلی جانے کی اجازت دے دے گا۔"

رباض نے انگوٹھے سے اس کی پلکوں پر ٹھہری نمی کو نرمی سے صاف کیا۔ ایقان اطمینان سے سر ہلا گئی۔

"اگر تم جانا چاہتی ہو تو تمہیں بھی منع نہیں کروں گا۔" رباض نے کچھ رک کر اس سے سوال کیا۔

"میں نہیں جانا چاہتی۔۔" وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

اسے گلے کی موت کا دکھ تھا مگر اس حویلی میں وہ اب کبھی نہیں جانا چاہتی تھی۔

"ٹھیک ہے۔۔ تم کمرے میں جاؤ اور زیادہ ٹینشن مت لینا۔۔ میں مورے سے بات کر کے آتا ہوں، وہ پھر بھی بات نہیں مانیں گی تو بابا کو کال کر لوں گا۔"

رباض نے اسے اطمینان دلایا اور اس کا ہاتھ تھام کر اٹھتے ہوئے پہلے اپنے کمرے میں اسے پہنچایا۔

پھر خانی بیگم کے پاس پہنچا۔ وہ تنفر سے بھری بیٹھی تھیں، کوئی بات، کوئی دلیل سننے کو تیار نہیں ہو رہی تھیں۔

"مورے مر چکے انسان سے کیا ناراضگی۔۔ وہ لوگ بس چہرہ دیکھ کر آ جائیں گی۔۔ ہم مسلمان ہیں، ہمارا دین ہمیں اس سختی اور نفرت کی اجازت نہیں دیتا۔

جو بھی ناراضگیاں یا دشمنی تھی، ان سب میں گلے جان کا کوئی قصور نہیں تھا۔ بے ضرر سی عورت تھیں۔

مرحا چچی کی ماں ہیں، ان پر یہ ظلم نہیں کریں۔۔"

رباض انہیں سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ خفگی سے رباض کو دیکھنے لگیں۔

"تم سب کا مسئلہ یہ ہے تم لوگوں کو اب میرا ہر فیصلہ غلط لگتا ہے۔ ہر بات بری لگتی ہے۔

ٹھیک ہے لے جاؤ۔۔ میرا کوئی حق نہیں ہے کہ روکوں۔"

وہ ناراضگی سے بولتی رخ موڑ گئیں۔

رباض نے مزید بحث کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ معذرت کر کے ان کے کمرے سے نکلتا گل جان کے پاس پہنچ گیا۔

ان تینوں کو تیاری کا کہہ کر اوراد کو میسج بھیجا مگر میسج سین نہیں ہوا تھا۔ رباض کال کرتا رہا لیکن شاید وہ مصروف تھا، کال بھی نہیں اٹھائی۔

رباض نے کچھ دیر سوچ کر مجبوراً ایقان کے پاس جا کر اسے حمالہ کو اطلاع دینے کا کہہ دیا۔

وہ ایسے موقع پر حمالہ کو بے خبر رکھنے کی غلطی ہر گز نہیں کرنا چاہتا تھا اور نا ہی اس وقت مزید سوچنے کا اس کے پاس وقت تھا۔

oooooooooo

حمالہ کچن میں گنگناتے ہوئے اپنے لیے چائے بنا رہی تھی۔ صبح آفس جانے سے پہلے اورادنے اس سے وعدہ کیا تھا کہ واپس آکر وہ اسے باہر لے جائے گا۔

شاپنگ۔۔ڈنر۔۔آئسکریم پھر لانگ ڈرائیو۔۔

حمالہ نے جھٹ سے پروگرام ترتیب دے دیا تھا۔

دن ڈھلنے کو تھا۔ وہ اپنے لیے اچھا سا ڈریس نکال کر چائے بنانے آئی تھی۔ ساتھ کھڑی ملازمہ اسے دیکھ دیکھ کر مسکراتی رات کا کھانا تیار کر رہی تھی۔

"کمرے میں پڑے موبائل پر ایقان کا میسج آ چکا تھا۔ وہ باہر بیٹھ کر سکون سے چائے پیتی رہی۔ حمینہ اور ابراہیم لان میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے، حمالہ کو بلایا تو وہ منع کر گئی۔

تیاری کرنے کی غرض سے کمرے میں پہنچی تو اورادسے واپسی کا وقت پہنچنے کا سوچ کر موبائل اٹھایا۔

ایقان کا میسج دیکھ کر رکی اور اوپن کر کے پڑھنے لگی۔

"حمالہ۔۔ تمہاری نانو کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔ رات کے دس بجے ان کا جنازہ ہے۔"

میسج پڑھتی حمالہ کے ہاتھ سے موبائل چھوٹ کر زمین پر گر گیا۔ غم سے اس کا دل بند ہونے لگا۔

وہ آخری بار اپنی نانی سے کب ملی تھی؟؟؟

وہ جب ماحد خان کے ساتھ گئی تھی تو ان سے ملنے کی بجائے ان کے پاس ہونے کے خوف میں مبتلا رہی تھی۔۔

وقت اور حالات نے ماں سے بڑھ کر پیار دینے والی نانی سے اتنا دور کر دیا تھا کہ حمالہ کو انہیں یاد بھی چھپ کر کرنا پڑتا تھا کہ کہیں ان کے ذکر پر پابندی نا لگا دی جائے۔۔

آخری بار اسے خٹک حویلی سے واپس لا کر اوراد نے وہاں جانے پر غصہ نہیں کیا تھا، مگر وہاں دوبارہ جانے سے منع ضرور کیا تھا۔

تو وہ اب جانے دے گا؟؟ حمالہ کو یقین تھا وہ انکار کرے گا اور اس بار وہ انکار نہیں سننا چاہتی تھی۔ اپنے بال نوچتی یکدم وہ چیخ چیخ کر رونے لگی۔ اس کی آوازوں پر ملازمائیں بھاگتی ہوئی اس کے پاس پہنچیں۔ موبائل پر بار بار اوراد کو کال ملاتی حمالہ کا رو رو کر برا حال تھا اور وہاں اوراد اسی ڈیل میں مصروف تھا جو پہلے حمالہ خراب کر چکی تھی۔

حمینہ اور ابراہیم اس کے پاس پہنچے تو حمالہ کی حالت پر بری طرح گھبرا گئے۔

"لالا مجھے خٹک حویلی لے جائیں۔۔ میری نانو مر چکی ہیں، وہ اب واپس کبھی نہیں آئیں گی۔۔ ایک آخری بار ان کے پاس جانے دیں، مجھے اس کے بدلے ہر سزا قبول ہے۔ بس آخری بار۔۔"

وہ ابراہیم کی منتیں کرنے لگی جو خود بھی پریشان ہو چکا تھا۔ رشتہ تو اس کا بھی تھا گلے جان سے۔۔

مگر وہ بہت مشکل سے ایک امیر کن ڈاکٹر سے اپنی میٹنگ ارینج کر چکا تھا جو کچھ دیر بعد طے پائی تھی اور احواد کی کنڈیشن اس سے ڈسکس کرنا تھی۔

گلے جان مر چکی تھی اور احواد مرنے والی تھی۔

ڈاکٹر کو آج مطلوبہ وقت پر ویڈیو کال نا کرتا تو وہ پھر میسر نا ہوتا۔۔۔

وہ معذرت خواہ نظروں سے حمالہ کو دیکھنے لگا اور حمالہ بمشکل خود کو اکیلے نکل جانے سے روک رہی تھی مگر کون جانے وہ زیادہ دیر خود کو روک پاتی تھی یا نہیں۔۔۔۔۔

oooooooooooo

اوراد بزنس ڈیل کے بعد آفس آکر تیزی سے باقی کام نبٹانے لگا۔ وہ حمالہ کو ڈنر پر لے جانے کا وعدہ کر چکا تھا اور آج کے دن وہ ایک لمحہ بھی لیٹ نہیں ہونا چاہتا تھا۔

وہ جانتا تھا حمالہ اس کی منتظر ہو گی، وہ وقت سے پہلے گھر پہنچ کر اس کے چہرے کی حیرت اور خوشی دیکھنے کا سوچ کر مسکرانے لگا۔

کام سے فارغ ہوا تو ابھی شام ڈھلی تھی، گھر جانے کا سوچ کر اٹھا ہی تھا کہ موبائل پر اسلم خان کی کال آنے لگی۔ اس نے ٹھٹک کر کال اٹینڈ کی۔

"خان صاحب میں آپ کی ہدایت کے مطابق بہت احتیاط سے وہ سامان اس سیاست دان کو بھیج رہا تھا مگر نا جانے کیسے اس نے میرا پتا چلوالیا ہے۔"

اسلم خان کی آواز لڑکھڑا رہی تھی۔ اوراد کو انہونی کا احساس ہوا تھا۔ چہرے پر یکدم سنجیدگی چھا گئی۔

"کیسے پتا چلوایا۔۔ ظاہر ہے تم نے لاپروائی برتی۔۔

کیا ہوا اب؟ تم ٹھیک تو ہو؟" اوراد نے اس کی کم عقلی پر افسوس کرتے ہوئے اس سے سوال کیا۔

"ٹھیک نہیں ہوں خان صاحب۔۔اس کے بندے۔۔ مجھے مارنے آئے تھے، میں خود کو۔۔ بچا کر بھاگ آیا ہوں۔۔ مگر میرے زخم۔۔ خون نہیں رک رہا۔۔"

اسلم خان کی آواز ڈوب رہی تھی۔اس کے الفاظ پر اوراد کا دل بیٹھنے لگا۔

"ہمت کرو اسلم خان۔۔ تم تو میرے لیے جان دینے کی بات کرتے تھے اب زخمی ہو کر ہی ہار مان گئے۔۔"

اوراد نے اسے تسلی دینے کی کوشش کی۔

"خان صاحب۔۔ جان تو اب بھی۔۔ حاضر ہے۔ بس آپ کو۔۔ مطلع کرنا۔۔ تھا۔۔ تاکہ آپ خبردار رہیں۔۔"

اسلم خان مدھم کمزور لہجے میں بول رہا تھا۔

"تم یہ بتاؤ اس وقت کہاں ہو؟ مجھے ابھی اپنا ایڈریس دو اور خود کو بے ہوش مت ہونے دینا۔ جاگے رہو۔۔"

اوراد نے تیزی سے سوال کیا اور بھاگتے ہوئے بلڈنگ سے نکلا۔اس کا ڈرائیور اور گارڈز پہلے سے اس کے لیے موجود تھے۔

"میرے پیچھے مت آیئے گا خان صاحب۔۔ شاید وہ لوگ اب بھی میری پہرے داری کر رہے ہوں۔"

اسلم خان نے گھبرا کر اسے منع کرنا چاہا مگر اوراد خانزادہ کی دھاڑتی آواز نے اس کی بولتی بند کروادی۔

"تمہیں لگتا ہے اتنا بزدل ہے اوراد خانزادہ کہ خود کو بچانے کے لیے تمہیں مرنے دے گا۔۔

اپنی بکواس بند کرو اور مجھے بتاؤ کہاں ہو؟"

وہ غصے سے بھر گیا تھا۔اسلم خان کو اس کی ہدایت پر عمل کرنا پڑا تھا۔اوراد نے حمالہ کو معذرت بھرا میسج کیا اور اسلم خان کی بتائی جگہ کی طرف روانہ ہوا جو کہ ان کے علاقے سے

بہت آگے کی ایک جنگل نما ویران جگہ تھی۔

oooooooooooo

دس بجے کے قریب الہام کی ضد پر خانزادہ گھر کی طرف نکلے تو پریہان نے کال کر کے احواد کی طبیعت کا پوچھا۔

"وہ ٹھیک ہو جائے گی ان شاءاللہ۔۔" خانزادہ تسلی آمیز لہجے میں بول رہے تھے۔پریہان نے دل میں آمین کہا۔

"گلے جان کی ڈیتھ کا بتایا تھا آپ کو۔۔آپ آئے ہی نہیں۔۔جنازے میں تو جانا چاہیئے تھا۔گل جان اچھا محسوس کرتیں۔" پریہان خفگی سے بول رہی تھیں۔

"آنا چاہ رہا تھا پریہان۔۔مگر ہاسپٹل سے نکلنا ہی مشکل ہو گیا۔آج احواد کے کچھ ٹیسٹس تھے۔ابراہیم مصروف تھا اور الہام تو اس کی حالت پر ایسے گھبرا گیا ہے کہ کچھ سمجھ ہی نہیں پا رہا۔"

وہ بے چارگی سے بول رہے تھے۔پریہان چپ ہو گئیں۔

"اوراد تو حمالہ کو لایا ہو گا خٹک حویلی میں۔۔"

پریہان نے کچھ توقف کے بعد اس سے پوچھا۔

"میں نہیں جانتا پریہان۔۔ ہاسپٹل سے اب گھر جا رہا ہوں اور آئی ہوپ وہ لے گیا ہو گا۔۔

اتنا بے وقوف نہیں ہے وہ کہ ایسے موقع پر ضد کرے گا۔" خانزادہ نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

پریہان سے باتیں کرتے وہ گھر کی طرف روانہ ہوئے۔

وہاں حمالہ کا رو رو کر گلا بیٹھ چکا تھا۔ ابراہیم اسے تسلی دیتا میٹنگ کال کے لیے اپنے روم میں جا چکا تھا۔ حمینہ کافی دیر تک اس کے پاس بیٹھی رہی پھر اس کے چپ ہونے پر اسے زبردستی پانی پلا کر کچھ دیر کے لیے سلا کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

حمالہ نے اوراد کو کال کرنے کی کوششیں کیں مگر وہ شہر سے باہر جس جگہ موجود تھا وہاں سگنل ہی اتنے کم تھے کہ کوئی کال اس تک نہیں پہنچی۔

گھر پہنچ کر خانزادہ کچھ سوچ کر پہلے اوراد کے کمرے میں گئے تھے، دروازے پر دستک دی تو کچھ ہی دیر بعد حمالہ نے دروازہ کھولا۔

"حمالہ تم۔۔۔ گئی نہیں خٹک حویلی؟ اوراد کہاں ہے۔"

وہ اسے گھر پر دیکھتے حیران ہو گئے۔

"میں کس کے ساتھ جاتی چاچو؟ مجھے لے جانے والا ہی کوئی نہیں تھا۔آپ کے بیٹے تو آج جلدی آنے کا کہہ کر ابھی تک واپس ہی نہیں آئے۔"

حمالہ انہیں بتاتی پھر سے رو پڑی۔اسے اور ادپر آج سہی معنوں میں غصہ آ رہا تھا۔

"کہاں گیا یہ لڑکا۔۔ میری کالز بھی اٹینڈ نہیں کر رہا۔۔

بیٹا وہ واپس نہیں آیا تھا تو مجھے کال کر دینی تھی۔

چلو چادر اوڑھ کر آؤ، میں لے جاتا ہوں۔۔"

وہ نرمی سے بولتے اس کا سر تھپتھپا کر بولے۔

"اب کس کے لیے جاؤں میں۔۔۔ دس بجے جنازہ تھا۔

صرف اجازت چاہیئے تھی مگر کال تک اٹینڈ نہیں کی انہوں نے۔۔

بابا اور ماما بھی خود چلے گئے مگر کسی کو میرا خیال نہیں آیا۔ مجھے آج شادی کا مطلب سمجھ آیا ہے۔ مجھے دلہن نہیں باندی بنایا تھا جو ان کے حکم کے بغیر کچھ نہیں کر سکتی۔۔

اور اگر آج میں چلی جاتی تو مجھے گستاخ اور نا جانے کیا کچھ کہہ دیتے اور خانی مورے ساری زندگی یہ بات جتاتیں۔۔

اب میں نانو کا چہرہ کبھی نہیں دیکھ پاؤں گی اور اس کے لیے میں آپ کے بیٹے کو ساری زندگی کبھی معاف نہیں کروں گی چاچو۔۔"

حمالہ روتے ہوئے بولتی چلی گئی۔مسلسل روتے رہنے سے پہلے ہی گلا بیٹھا ہوا تھا۔خانزادہ کو سامنے پا کر ایک بار پھر اس کا ضبط ٹوٹ چکا تھا۔

"اسے آنے دو میں پوچھوں گا۔اب رونا بند کرو ورنہ سر درد کرے گا۔۔اپنی نانو کے لیے مغفرت کی دعا کرو۔"

انہوں نے نرمی سے سمجھاتے ہوئے اسے خود سے لگایا تو وہ ان کے سینے سے لگتی بری طرح رو پڑی۔

اپنے غم، غصہ اور بے بسی پر کھل کر آنسو بہا رہی تھی۔خانزادہ شفقت سے اس کا سر تھپکتے رہے۔

"بیٹا صبر کرو، میں جانتا ہوں اس بات کا غم تمہیں کبھی نہیں بھولے گا۔میں شرمندہ ہوں اورادنے ضد کر کے تمہیں اپنایا مگر وہ تمہیں خوش نہیں رکھ پایا۔۔

نا وہ خود پر تمہارا اعتماد بڑھا سکا ہے مگر یقین کرو وہ شام سے کسی کی کال اٹینڈ نہیں کر رہا جس کا مطلب وہ کسی پریشانی میں مبتلا ہے۔

ورنہ وہ کبھی ایسے سب کو نظر انداز نہیں کرتا۔"

وہ محبت سے اسے دلاسہ دے رہے تھے اور نا چاہتے ہوئے بھی انہیں اورادکی طرف سے صفائی دینا پڑی۔

حمالہ ان کے کندھے پر سر رکھ کر آنسو بہاتی اپنا غم ہلکا کرتی رہی مگر اس کا دل اورادکی طرف سے صاف نہیں ہوا تھا۔

خانی بیگم کے خوف سے وہ بنا پوچھے نہیں جا پائی تھی اور اس بات کا غم اسے ہمیشہ رہنے والا تھا۔

oooooooooooo

ایاد اور اسوان واپسی کے لیے تیاری باندھ چکے تھے۔ ریما اداس نظروں سے ایاد کو دیکھ رہی تھیں جو سفری بیگ اٹھا کر گھر کے دروازے پر رکھ رہا تھا۔

"اسوان دوبارہ بھی جلدی چکر لگانا۔۔ میری دعا ہے بس اللہ جلدی سے تمہیں اولاد دے تاکہ ہمارے گھر رونق بڑھ جائے۔" ریما نے دعا دی تو ان سے ملتی اسوان نے سٹپٹا کر چور نظروں سے ایاد کو دیکھا۔

وہ رخ موڑ کر دروازہ کھولتا مسکراہٹ دبا گیا۔

"آنٹی ابھی تو مجھے آپ سب کی اٹینشن انجوائے کر لینے دیں۔ بچے بعد میں آ جائیں گے۔۔"

وہ ایاد کو متوجہ نا پا کر ریما کے قریب ہوئی اور آہستگی سے بولتی شرارت سے مسکرائی۔

"ارے تم ہمیشہ ہماری پسندیدہ ترین رہو گی مگر بچوں کی اپنی جگہ ہو گی۔۔ اپنی انجوائے منٹ کے لیے ہمیں ترسانے کی ضرورت نہیں ہے۔

پہلے ہمارے گھر کی رونق بڑھاؤ پھر انجوائے کرتی رہنا۔" ریما نے اٹل لہجے میں کہا تو وہ جھینپ کر نظریں جھکا گئی۔

دروازے کے قریب کھڑے ادب خان نے ایاد سے بیگ لیا۔

"تمہارا یونی ورسٹی کا مسئلہ حل ہو گیا؟"

ادب خان نرمی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ نفی میں سر ہلا گیا۔

"مجھے اس سے فرق نہیں پڑتا ویسے۔۔ مگر اورادنے کہا ہے وہ سب خود دیکھ لے گا۔" ایاد نے دھیمے لہجے میں بتایا اور پلٹ کر اسوان کو دیکھا۔

"تم اب یونی ورسٹی جاؤ گے؟ تمہیں واقعی کوئی پریشانی نہیں ہے؟" ادب خان اس کے لیے فکر مند ہوئے۔

"میں ریزائن دے چکا ہوں۔۔ اس کے بعد کوئی مسئلہ نہیں رہے گا۔ میں اپنا شوروم سنبھالوں گا اب۔۔"

ایاد نے بے نیازی سے جواب دیا۔ ادب خان اس کے چہرے پر اطمینان دیکھ کر مسکرائے۔

"اچھی بات ہے۔ اوراد خانزادہ سے کہنا معاملات کو سلیقے سے سنوارنا سیکھے۔۔ خانزادہ صاحب نے ساری زندگی ہتھیار کا استعمال نہیں کیا اور وہ جانے کب سے لائسنس لے چکا ہے۔۔ سمجھایا کرو اسے، اس کے لیے بہت پریشان رہتے ہیں خانزادہ صاحب۔۔" ادب خان نے تاسف سے کہا۔

"وہ اگر بات ماننے والا ہوتا تو خانزادہ انکل کی بات مان لیتا۔۔ وہ اپنی مرضی سے جیتا ہے۔"

ایاد اس کا زکر کرتے ہوئے سر جھٹک گیا۔ اسوان ریما اور گلالئی کے ساتھ چلتی ہوئی دروازے تک پہنچی۔

"اب اجازت دیں۔ پھر ملیں گے ان شاء اللہ۔۔" ایاد نے اسے دیکھ کر ادب خان سے ہاتھ ملایا۔

اس کا جملہ اس کے گھر والوں کو خوشی سے بے حال کر گیا تھا۔ پہلی مرتبہ ایاد نے خود دوبارہ ملنے کا کہا تھا۔ اسوان آہستگی سے مسکراتی سب سے مل کر اس کے ساتھ چل پڑی۔

گھر کی گلی اور چند قدم اونچائی سے نیچے اتر کر وہ گاڑی میں بیٹھے۔ ایاد نے گردن گھما کر مسلسل مسکراتی اسوان کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"تمہیں یہاں سے جانا کچھ زیادہ ہی خوش کر رہا ہے؟"

وہ گاڑی سٹارٹ کرتا مسکراہٹ دبا کر بولا۔

اسوان نے گڑبڑا کر سنجیدہ ہوتے ہوئے اسے دیکھا۔

"میں کسی اور بات پر مسکرا رہی ہوں۔" وہ بے ساختہ وضاحت دینے لگی۔ ایاد نے مسکرا کر سر ہلایا۔

"اور وہ بات کیا ہے؟" وہ احتیاط سے گاڑی چلاتا سوال کر رہا تھا۔ اسوان نے اس کے لہجے میں تجسّس محسوس کر کے شرارت سے اسے دیکھا۔

"سوری۔۔ وہ آپ کو نہیں بتا سکتی۔۔" وہ اس کے تجسّس کو ہوا دینے کے لیے بولی۔

"میں جانتا ہوں تمہیں یقیناً اپنی ساس کی فرمائش اچھی لگی ہو گی۔" وہ ڈھلوان پر گاڑی لے جاتا روڈ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اسوان نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"کون سی فرمائش؟" وہ واقعی نہیں سمجھی تھی۔

"ان کو گرینڈ چائلڈ کی خوشی دینے والی فرمائش۔۔"

ایاد خان کا جملہ اسوان کو سٹپٹانے پر مجبور کر گیا۔

"آپ تب متوجہ تھے؟" وہ حیرت سے بولی۔

اسے لگا تھا ایاد نہیں سن رہا۔ وہ جواب تک دے آئی تھی۔ شرمندگی سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"اپنی پسندیدہ باتوں کو میں نیند میں بھی سن لیتا ہوں۔۔" وہ ہولے سے ہنستے ہوئے بولا۔

اسوان رخ موڑ کر خفت سے لب کاٹنے لگی۔ اس کی خاموشی پر ایاد سنجیدہ ہو گیا۔

"کیا تمہیں واقعی بچے رکاوٹ لگتے ہیں؟" وہ اس کی ریما کو کہی جانے والی بات کا حوالہ دے رہا تھا۔

"نہیں میں بس ان سے مذاق کر رہی تھی۔" وہ صفائی دیتی ایاد کی توجہ کھینچنے لگی۔

"میں بھی اپنے گھر میں اب رونق چاہتا ہوں۔"

وہ بات بڑھا رہا تھا۔ ذکر چھڑ گیا تھا تو وہ بھی اپنی خواہش ظاہر کرنے پر آمادہ ہوا۔

"آپ پلیز گاڑی احتیاط سے چلائیں۔" اسوان نے اس کی توجہ دوسری جانب کرنا چاہی۔

"تم اب بات بدل رہی ہو اسوان۔۔ ٹھیک ہے گھر جا کر بات کرتے ہیں۔" وہ اسے گھور کر بولا۔ اسوان حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔ ایک بات سن کر وہ اس کے پیچھے ہی پڑ چکا تھا۔

وہ گاڑی روڈ پر لا کر سپیڈ بڑھاتا پوری طرح سے ڈرائیونگ کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔

"اگر آپ یونی نہیں جائیں گے۔۔ سب کو لگے گا وہ سکینڈل سچ ہے۔" کچھ توقف کے بعد اسوان نے اپنے دماغ پر سوار سوچ کو اس کے سامنے ظاہر کیا۔

"لگنے دو۔۔ لوگوں کا کام سوچنا ہے وہ کچھ بھی سوچیں گے۔ اصل توجہ طلب بات یہ ہے کہ وہ بات سچ نہیں ہے اور تم سب یہ مانتے ہو۔۔"

ایاد اطمینان سے بول رہا تھا۔ اسوان بے چین ہوئی۔

"مگر مجھے یونی جانا ہوتا ہے۔ میرے سامنے کسی نے ایسی بات کی تو مجھے غصہ آئے گا۔

میں یہ سب نہیں سن سکتی، سچ جانتی ہوں مگر میں چاہتی ہوں سب لوگ سچ جان جائیں۔"

وہ افسردگی سے بول رہی تھی۔ ایاد اس کی باتوں پر چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"اسوان تم مجھ پر یقین رکھ کر ہر بات کو نظرانداز کرو گی اور مطمئن رہو گی تو کوئی تمہارے سامنے ایسی ویسی بات نہیں کرے گا۔

اور سچ ایک دن سامنے آ ہی جائے گا، صبر کرو۔۔"

وہ اسے نرمی سے سمجھانے لگا، اسوان خاموشی سے ایاد کا چہرہ دیکھنے لگی۔

وہ اسے نہیں بتا سکتی تھی کہ اس کے خلاف بولے جانے والے سب الفاظ اسے تیر کی طرح لگتے تھے۔

وہ کہہ رہا تھا نظر انداز کرے جبکہ وہ سوچ چکی تھی کسی نے غلط بات کی تو منہ توڑ دے گی اور پھر اس کے ساتھ گلا لئی بھی تو تھی۔۔

وہ دونوں اس بار کسی کو بخشنے والی نہیں تھیں۔

oooooooooooo

وہ درد سے پاگل ہوتی بستر پر گٹھڑی بنی پڑی تھی۔ چہرہ پسینے سے تر ہو چکا تھا۔ لب دبائے سسکیوں کا گلا گھونٹتی احواد نے مدد طلب نظریں ارد گرد گھمائیں مگر کمرے میں کوئی موجود نہیں تھا۔

(ہم انسانوں کو لگتا ہے زندگی ازیت دیتی ہے، لوگوں کی باتیں اور تنفر دردناک ہوتا ہے۔ رویئے اور لہجے اصل پریشانی ہیں اور ہم غلط سوچتے ہیں۔۔

اصل زلت تو لاوارث موت ہوتی ہے۔ جب نا کوئی ہماری تکلیف میں سہارا بننے والا ہو نا ہمارے دم توڑنے پر کوئی رونے والا ہو۔۔

زندگی کی پریشانیوں سے بڑھ کر۔۔ ہر تذلیل اور ہر درد سے بڑھ کر۔۔ لاوارث موت اصل ازیت ہے۔)

اسے اپنی مرتی ہوئی ماں کی بات یاد آئی تھی۔ تب جب وہ اپنی حویلی والوں سے لڑ کر ایک کمرے میں بند رہتی تھی۔ جب وہ اپنے شوہر کے حصہ کی جائداد کے لیے ایک ایک سے لڑتی

اور چیختی تھی۔

اسے بھائیوں نے بھی ایک پاگل عورت کی طرح ایک ہی کمرے تک محدود کر دیا تھا۔جب وہ اپنا غصہ ننھی احواد پر اتارتی تھی تو اس کی ماں نے احواد کو اس سے چھین کر اسے دور دھکیل دیا تھا۔

تب احواد واحد تھی جو ڈانٹ ڈپٹ کے باوجود راتوں کو اپنی نانی سے چھپ کر دبے پاؤں اپنی ماں کے پاس جاتی تھی اور جس رات اس کی ماں کی موت ہوئی تھی اس رات پہلی بار وہ دور دھکیلنے کی بجائے بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھ کر بولی تھی۔

دنیا کی پریشانیوں سے زیادہ لاوارث موت درد دیتی ہے۔وہ بار بار یہی بات کہہ رہی تھی اور احواد ناسمجھی سے ماں کو دیکھتی رہی تھی۔

آج اسے برسوں پرانی وہ بات یاد آ رہی تھی اور اسے لگ رہا تھا اس کی ماں سچ کہتی تھی۔

وہ درد میں تڑپ رہی تھی،اسے لگا اس کی روح نکل رہی ہے مگر وہ اکیلی تھی۔اسے سنبھالنے والا کوئی نہیں تھا۔آنکھیں میچ کر سسکتی احواد ہسپتال کے اس سرد ماحول والے وی آئی پی کمرے میں اکیلی پڑی تھی۔۔

الہام کچھ دیر پہلے رات کے اس پہر اسے سویا ہوا سمجھ کر کمرے سے نکل کر ہسپتال کے کھلے ایریا میں جا پہنچا تھا۔

سگریٹ لبوں میں دبائے وہ اپنے خاموش ہو چکے دل کا غبار دھوئیں کی صورت باہر نکال رہا تھا۔

چوتھا سگریٹ ختم ہوا تو نیچے پھینک کر بوٹوں تلے مسلنے لگا۔ایک گہرا سانس کھلی فضا میں بھرتا اپنی گھٹن کو جیسے باہر کا راستہ دکھانے لگا۔

احواد کا سوچ کر قدم اندر کی طرف بڑھائے۔کمرے میں پہنچا تو وہ بستر کے ایک کنارے پر جھکی گھٹی گھٹی آواز میں رو رہی تھی۔وہ حواس باختہ سا اس کے قریب پہنچا۔

"احواد۔۔کیا ہوا آپ کو۔۔" اس کے پاس بیٹھتے ہوئے جھک کر اسے کندھوں سے تھامتا سیدھا کر گیا۔

"احواد۔۔" اس کا چہرہ دیکھ کر وہ دھک سے رہ گیا۔

اس کا چہرہ بالکل سفید اور نم ہو رہا تھا۔آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں،آنسو تیزی سے اس کے رخسار بھگو رہے تھے۔

"میں۔۔مر جاؤں گی۔۔پلیز اس۔۔درد کا علاج۔۔کریں۔۔"

وہ الہام کی شرٹ مٹھیوں میں دبوچ کر لرزتے ہوئے فریاد کرنے لگی۔

الہام اس کی حالت پر ضبط سے لب بھینچ گیا۔

"ایسا مت کہیں احواد۔۔میں آپ کو کچھ نہیں ہونے دوں گا۔" وہ اسے تسلی دیتا نرمی سے بستر پر لیٹا گیا۔

ڈاکٹر کو بلایا تو وہ احواد کی حالت دیکھ کر جلدی سے انجکشن تیار کرنے لگے۔

احواد درد سے روتی سر پٹخ رہی تھی اور الہام سرخ نم آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

وہ اسے ٹھیک سے نہیں جانتا تھا۔ بس نکاح ہوا تھا اور وہ اتنے گہرے بندھن میں بندھ گئے۔۔

نا جانے وہ اس کے بارے میں کیا سوچتی تھی، وہ اسے قبول کر چکی تھی یا نہیں۔۔ اس نے پوچھا ہی نہیں، بس اپنا فیصلہ سنا کر چلا گیا تھا۔۔

صرف اتنا سا تعلق تھا ان کا۔۔ اس نے کبھی احواد کو نا سوچا تھا نا اس سے رابطہ رکھا تھا۔

مگر اب جو اس کی حالت تھی اس پر الہام کا دل ازیت میں ڈوبتا جا رہا تھا۔ یہ انسانیت تو نہیں تھی؟

یہ ہمدردی یا ترس بھی بالکل نہیں تھا۔۔

یہ کوئی اور جذبہ تھا جسے الہام سمجھنے سے قاصر تھا۔ ڈاکٹر انجکشن لگانے کے لیے آگے بڑھا تو الہام بے ساختہ احواد کے نہایت کمزور لرزتے وجود کو اپنے حصار میں سمیٹتا سینے سے لگا گیا۔

ڈاکٹر انجکشن لگا کر چلا گیا، اس کی بانہوں میں احواد کا جھٹکے کھاتا وجود پر سکون ہونے لگا۔ الہام اسے خود میں سمیٹے وہیں بیٹھا رہ گیا۔

"میں نے کبھی نہیں سوچا تھا اپنے بیڈ روم میں جس بیوی کو ٹھکرا کر جاؤں گا۔ اگلی بار کسی ہاسپٹل کے روم میں اسے سینے سے لگا لوں گا۔

زندگی اتنے روپ کیسے بدل لیتی ہے؟ یہ رشتہ اتنی جلدی رنگ کیوں بدل رہا ہے۔

آپ کی تکلیف مجھے تکلیف دے رہی ہے احواد۔۔"

وہ افسردگی سے بولتا اس کا چہرہ اوپر کر کے اس پر جھکتا اس کے ایک ایک نقش کو دیکھنے لگا۔

وہ آنکھیں موندے سکون سے سو رہی تھی۔

نرمی سے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتا وہ آنسوؤں کا بھیگا پن صاف کرنے لگا۔ وہ اسے سائیڈ پر سلانا بھول چکا تھا۔ وہ اسے خود سے دور کرنا بھی بھول گیا۔۔

"کیا میں۔۔ اپنا راز آپ سے شئیر کر لوں۔۔"

اسے خود کے مزید قریب کرتا وہ سرگوشی میں بولا۔

"عرصہ ہوا ہے اپنے وجود میں تیزی سے بڑھتی گھٹن محسوس کرنے لگا تھا۔

زندگی میں پہلی بار کچھ چاہا تھا جو نہیں ملا تو لگا جیسے بہت غریب انسان ہوں۔۔

میں اس گھٹن میں مر جاتا اگر واپس لوٹ کر نا آتا۔۔

آپ نے اپنی فکر میں ڈال کر سب بھلا دیا ہے احواد۔۔"

وہ آہستگی سے بول رہا تھا۔ وہ جانتا تھا احواد ہوش میں نہیں ہے۔ وہ اسے سن بھی نہیں رہی۔۔

مگر وہ اس سے دل کی باتیں کر رہا تھا۔ اسے اچھا لگ رہا تھا۔ احواد سے باتیں کرنا اور اسے دیکھنا۔۔

اس کے اندر کی گھٹن ختم ہونے لگی اور پھر اس نے جھک کر اس پر کشش نازک چہرے پر اپنا حق جتایا۔۔

وہ دنیا بھول رہا تھا، ہر فکر۔۔ ہر پریشانی سے آزاد ہو گیا۔۔۔ وہ خود پر خود حیران ہونے لگا۔۔

محبت جب کسی وجود پر ڈاکہ ڈال دے تو ایسے ہی انسان بے خبری میں ہی اس کا شکار بن جاتا ہے۔۔

وہ جو زندگی کے ہر جذبے میں محبت تلاش کرتا تھا۔آج محبت کو انسانیت کا نام دیئے بیٹھا تھا۔اور کبھی کبھی محبت جب جدا ہوتی ہے اس کا احساس تب ہوتا ہے۔۔

oooooooooooo

اوراد مطلوبہ مقام پر پہنچا تو زخمی اسلم خان کی سانسیں اکھڑ رہی تھیں۔وہ پھرتی سے اسے سنبھالتا گاڑی میں ڈال کر جہاز کی طرح گاڑی بھگاتا اپنے علاقے کے ہسپتال پہنچا۔

ڈاکٹرز اوراد خانزادہ کو پہچان کر الرٹ ہو گئے تھے۔

"وی۔آئی۔پی روم میں رکھنا ہے اسے اور اس پیشنٹ کی کسی کو خبر نہیں ہونی چاہیئے۔

اس کے علاج کے لیے صرف قابل اعتبار اور چند لوگوں کا عملہ اس روم میں جائے کیونکہ اس کو اگر کوئی نقصان پہنچا ناں ڈاکٹر تو تمہاری خیر نہیں ہے۔"

اوراد نے سرجن ڈاکٹر کو سختی سے ہدایت دی تو وہ سمجھ کر فوری سر ہلا گیا۔

اسلم خان کو سب سے الگ تھلگ خفیہ روم میں رکھوا کر ڈاکٹرز کے حوالے کرتے اوراد نے گہرا سانس بھرا۔

وہ جانتا تھا اس سیاست دان کو اگر خبر ہو گئی کہ وہ ابھی زندہ ہے تو وہ دوبارہ مارنے کی کوشش کرے گا۔

بے چینی سے کوریڈور میں ٹہلتا وہ اس کی طرف سے اچھی خبر کے انتظار میں تھا۔

رات کے گیارہ بجے کہیں جا کر ڈاکٹر نے اسلم خان کی سانسیں بحال ہونے کا بتایا۔

"ڈاکٹر اس پیشنٹ کا خیال رکھیے گا۔ مجھے اب ہر حال میں واپس جانا ہے۔۔ میں دوبارہ چکر لگاؤں گا بٹ اِن کیس کوئی پرابلم ہو جاتی ہے تو پلیز ایٹ دا مومنٹ مجھے کال کریں گے۔۔"

اورادنے ڈاکٹر سے ریکوئسٹ کرتے ہوئے اپنا بزنس کارڈ ڈاکٹر کو پکڑایا۔ وہ اسلم خان کو محفوظ کرنے کی تسلی کر لینے سے پہلے نہیں ہلنے والا تھا۔

"آپ بالکل فکر نہیں کریں خان صاحب۔۔" ڈاکٹر کے اطمینان دلانے پر وہ سر ہلا کر وہاں سے نکلا۔

شہر کی طرف روانہ ہوتے ہوئے اسے حمالہ کی ناراضگی کا سوچ کر ہی پریشانی ہونے لگی۔ وہ ڈنر کا وعدہ کر کے پھر سے مصروف ہو گیا تھا۔ اسلم خان کے لیے یہاں نا آتا تو وہ اب تک مر چکا ہوتا۔

تیز رفتاری سے گاڑی چلا کر بھی گھر پہنچتے پہنچتے اسے رات کے دو بج گئے تھے۔ وہ پشیمان سا قدم بڑھاتا اپنے کمرے میں پہنچا۔

سامنے حمالہ سنگل صوفہ پر ہی آڑھی ترچھی سو رہی تھی۔ کشن سینے میں دبائے گردن ایک طرف لڑھکا کر وہ ہوش و حواس سے بیگانہ تھی۔

وہ چلتا ہوا اس کے قریب پہنچا اور جھک کر انگلیوں سے اس کا رخسار چھوا۔ وہ بالکل سرد پڑ رہی تھی۔ اورادنے چونک کر اس کی برہنہ کلائی کو چھوا، اس کی نازک کلائی کا سرد پن محسوس کر کے بے ساختہ اپنا کوٹ اس پر پھیلا کر ڈال دیا۔

وہ اس کے کوٹ میں سمٹ کر کسی بچے کی طرح کسمساتی پھر سے نیند کرنے لگی۔اور اد ایک

نظر اس پر ڈال کر پلٹا اور اپنا ڈریس اٹھا کر فریش ہونے چلا گیا۔

زندگی اور محبت۔۔ دو چیزوں میں وہ الجھ گیا تھا۔ محبت کو وقت دینا چاہتا تھا مگر زندگی دوسرے معاملات میں الجھا دیتی تھی۔ جس شوق اور جنون سے اس نے حمالہ کو اپنایا تھا ویسا ہی وقت وہ اس پر وار دینا چاہتا تھا۔

اسے اپنی چاہت اور اپنے عشق و جنون کی خبر دینا چاہتا تھا۔ ایسے کہ وہ اس کی محبت میں خود کو قیمتی ترین تصور کرنے لگے مگر زندگی اور اد خانزادہ سے ایسے لمحات مسلسل چھین رہی تھی۔

شاور کے نیچے کتنی دیر آنکھیں بند کر کے وہ کھڑا رہا مگر گلٹ اس کے گرد تپش بن کر پھیلا رہا تھا۔

تھک کر وہ شاور بند کرتا چینج کر کے باہر نکلا اور نم بال تولیہ سے رگڑتا حمالہ کے پاس پہنچ گیا۔

کیا وہ اسے جگا کر معذرت کرے؟ نہیں وہ جاگ کر جو خفگی ظاہر کرنے والی تھی وہ اس کے لیے ابھی تیار نہیں تھا۔ ایک لمبا سفر کر کے اپنے علاقے سے بھی آگے ویران جنگل میں پہنچا تھا اور دم توڑتے اسلم خان کو سنبھال کر علاقے کے ہسپتال تک پہنچانے کے دوران کئی مرتبہ وہ خود بھی مرتے مرتے بچا تھا۔

اونچے نیچے پہاڑی راستوں پر اس نے جس لاپروائی سے گاڑی چلائی تھی جانے کیسے سلامت پہنچا تھا۔

اب اس کے اعصاب بھی تھکاوٹ کا شکار ہو رہے تھے۔

اس نے تولیہ ایک طرف پھینکا اور جھک کر اپنا کوٹ اٹھایا اور صوفے کی بازو پر رکھا۔

حمالہ کو بازوؤں میں اٹھا کر بیڈ پر ٹھیک سے لیٹاتا وہ روشنی میں بغور اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔اس کی آنکھوں کے پپوٹے سوج رہے تھے۔رخسار رگڑ کا شکار سرخ ہو رہے تھے۔وہ ٹھٹک گیا۔

کیا وہ صرف باہر نا جانے کی وجہ سے اتنا روتی رہی تھی؟اس کے چہرے کو چھو کر دیکھا تو وہ اب بھی سرد ہو رہی تھی۔اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے نرمی سے دباتا وہ پریشان ہونے لگا۔

"حمالہ۔۔حمالہ تم ٹھیک ہو؟" وہ اسے جگانے کی کوشش کرتا پریشانی سے سوال کر رہا تھا۔

مگر وہ جگانے پر بھی نہیں جاگی،اوراد کو سہی معنوں میں فکر ہونے لگی۔اسے جھنجھوڑ کر پکارا تو وہ نیم وا آنکھوں سے اسے دیکھتی بڑبڑاہٹ جیسا بولنے کی کوشش کرنے لگی۔

"کیا ہو گیا ہے حمالہ۔۔تم ٹھیک نہیں لگ رہیں۔"

وہ فکرمندی سے اس کی نبض ٹٹولنے لگا۔حمالہ کا مسلسل رونے اور پریشانی کی وجہ سے بلڈ پریشر خطرناک حد تک لو ہو رہا تھا۔

اوراد نے گھبرا کر جلدی سے ابراہیم کو کال ملائی۔

"آپ گھر پر ہیں؟" اسے نیند سے جگا کر وہ سوال کر رہا تھا۔ابراہیم جو اس کی کال پر ہڑبڑا کر جاگا تھا اس کے سوال پر اٹھ بیٹھا۔

"ہاں گھر ہی آیا ہوں۔کیا ہوا سب خیریت ہے اوراد؟"

ابراہیم حواس باختہ سا تیزی سے سوال کر رہا تھا۔

"حمالہ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔اس کا بلڈ پریشر کافی لو ہے۔ پلیز کوئی میڈیسن یا کچھ بتائیں مجھے۔۔"

وہ پریشانی سے بولتا جا رہا تھا۔ابراہیم پریشان ہوا۔

"رکو میں آتا ہوں۔" اس نے سنجیدگی سے کہہ کر کال کاٹ دی۔ حمینہ آواز پر جاگ کر اب گھبرائی ہوئی سی اسے دیکھ رہی تھی۔

"احواد ٹھیک ہیں ناں؟ کیا ہوا۔۔" وہ سوال کرنے لگی۔

"سب ٹھیک ہیں۔اوراد نے بلایا ہے تم فکر مت کرو، اسے کوئی کام ہو گا۔" ابراہیم اس کی پریشانی پر اسے دیکھتا تسلی دینے لگا۔

اس کے نا سمجھی سے نیند سے بھری آنکھیں جھپکنے پر وہ بے ساختہ جھک کر اس کی پیشانی پر لب رکھ گیا۔

"سب ٹھیک ہے۔۔ تم سو جاؤ، میں کچھ دیر تک واپس آتا ہوں۔" وہ نرمی سے اس کا رخسار تھپک کر اطمینان دلا رہا تھا۔

حمینہ نے سر ہلا کر فرمانبرداری سے آنکھیں موند لیں۔

ابراہیم کمرے سے نکل کر اوراد کے پاس پہنچا تو وہ اتنی سی دیر ہو جانے پر اسے گھورنے لگا۔

"آپ کو اپنے روم سے یہاں آنے تک کافی ٹائم نہیں لگ گیا۔" حمالہ کو چیک کرتے ابراہیم نے اوراد کی جتاتی آواز پر چونک کر اسے دیکھا۔

"ہاں بس وہ۔۔ حمینہ جاگ گئی تھی، گھبرا گئی تھی اسے ریلیکس بھی تو کرنا تھا ناں۔۔"

ابراہیم نرمی سے بولا۔ اوراد کا ناک چڑھ گیا۔

"آپ جہاد پر نہیں آ رہے تھے۔ بتا دینا تھا چیک اپ کے لیے جا رہا ہوں۔" اس کے طنز پر ابراہیم نے اسے دیکھا۔

"میری بیوی پریشان تھی اور میں اسے ایسے چھوڑ کر نہیں آ سکتا تھا، اس لیے سلا کر ہی آیا ہوں۔۔ تمہیں مسئلہ تھا تو کسی دوسرے ڈاکٹر کو بلا لیتے۔"

ابراہیم نے بھی مزید لحاظ رکھنا مناسب نہیں سمجھا۔

"میری بیوی کی یہاں طبیعت خراب ہے اور آپ وہاں اپنی بیوی کو سلانے میں مگن تھے۔ ایک ڈاکٹر ہو کر اتنا نان سیریئس رویہ رکھیں گے تو دو دن بعد ہاسپٹل سے باہر ہوں گے۔"

اوراد اپنے گھومتے دماغ کے ساتھ اس پر چڑھ دوڑا۔

"اوراد میرا دماغ مت کھاؤ اور جا کر اپنی بیوی کے لیے کچن سے لیموں پانی بنا لاؤ، زرا نمک تیکھا رکھنا۔۔ تم جیسے کام چور شوہر ایسے ہی دوسروں پر چیختے ہیں اپنی لاپروائی کا کوئی احساس نہیں ہوتا۔۔"

ابراہیم نے اسے جتا کر کہا۔ وہ رک کر اسے گھورتا رہا پھر سر جھٹک کر کمرے سے نکل گیا۔

جلدی سے پانی تیار کیا اور واپس آ کر حمالہ کے پاس رکا۔ ابراہیم اٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ پلا دو پھر، اسے پیٹ بھر کر کھانا کھلانا اور گرم چائے پلانا۔۔ بالکل ٹھیک ہو جائے گی۔"

ابراہیم نے اس کے پاس رک کر اس کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے اسے ہدایت دی۔ اور اد حمالہ کو دیکھنے لگا۔

"حمالہ کی یہ کنڈیشن کیوں ہوئی؟" وہ بے ساختہ ابراہیم سے سوال کر بیٹھا تھا۔ ابراہیم چونکا۔

"کیونکہ آج گلے جان کی ڈیتھ ہوئی اور وہ تمہاری وجہ سے جنازے پر بھی نہیں جا پائی۔ شام سے جتنا رو چکی ہے مجھے آئڈیا تھا طبیعت خراب کر لے گی۔

اور تب سے کچھ کھایا پیا بھی نہیں ہے۔ اب اس کی طبیعت بہتر کرو تاکہ یہ اٹھ کر تمہارے ہوش ٹھکانے لگائے۔"

ابراہیم نے اسے تفصیل بتا کر شرارت سے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔ اور اد شاکڈ سا کھڑا تھا۔

آگے بڑھ کر حمالہ کا سر اونچا کر کے اس کے لبوں سے گلاس لگایا۔ وہ جو نیم غنودگی میں تھی، نہایت سست رفتاری سے لیموں پانی حلق میں اتارنے لگی۔

"اللہ تمہیں صحت دے۔۔ میری واقعی خیر نہیں۔۔"

وہ بڑبڑاتے ہوئے بولا۔ وہ جو بات بگڑنے پر بات سنبھالنے سے پہلے گولیاں چلاتا تھا وہ اس وقت اپنی نازک سی بیوی کے غصے سے ڈر رہا تھا۔

پورا گلاس اسے پلا کر اس کا سر تھپکتے ہوئے جھک کر اس کے رخسار پر محبت بھرا لمس چھوڑ گیا۔

اسے واپس لیٹا کر کمرے سے نکلا۔ اپنی تھکن اور پریشانی بھلائے وہ رات کے تین بجے حمالہ کے لیے اس کی پسندیدہ میکرونی تیار کر رہا تھا۔

خانی بیگم اسے یوں رف الجھے ہوئے سے حلیہ میں کام کرتا دیکھ لیتیں تو یقیناً صدمے سے بے ہوش ہو جاتیں۔

میکرونی تیار کر کے گرما گرم چائے کے دو کپ تیار کیے اور کمرے میں پہنچ گیا۔ حمالہ اب نیند میں جا چکی تھی۔ وہ ٹرے ایک طرف رکھ کر اس کے پاس بیٹھا۔

"حمالہ اٹھو۔۔ دیکھو میں کیا لایا ہوں۔ تمہیں میکرونی پسند ہے ناں؟" وہ نرمی سے بولتا اس کے گرد بازو پھیلا کر اسے اٹھا کر بٹھا چکا تھا۔

وہ آنکھیں کھول کر کچھ دیر نا سمجھی سے اسے دیکھتی رہی پھر جوں ہی حواس ٹھکانے لگے اور اراد کو پیچھے دھکیل کر غصے سے رونے لگی۔

"شششش۔۔۔ رونا بند کرو میری جان۔۔ تمہاری طبیعت پہلے ہی ٹھیک نہیں ہے۔" وہ اسے چپ کروانے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ بپھری ہوئی سی اس پر جھپٹی۔

"آپ نہایت بے رحم انسان ہیں۔ آپ کو نانو کا پتا چلا ہو گا تو آپ جان بوجھ کر گھر ہی نہیں آئے۔۔ میں اپنی نانو کو دیکھ بھی نہیں پائی، آپ کو ساری زندگی معاف نہیں کروں گی۔۔ کبھی نہیں۔۔"

وہ اس کا گریبان پکڑے بری طرح چیخنے لگی۔

اس کی آواز خراب ہو رہی تھی۔ اورادتاسف سے اس کا بکھرا حلیہ دیکھنے لگا۔

"ریلیکس ہنی۔۔آئی نو میں غلط ہوں اینڈ آئم سوری فار یور لاس۔۔ مجھے ایمرجنسی میں کہیں جانا پڑ گیا تھا۔ میں بالکل نہیں جانتا تھا کچھ، یہ تو اب کچھ دیر پہلے تمہاری نانو کا پتا چلا۔۔

آئم سوری میں تمہاری تکلیف سمجھ سکتا ہوں۔"

وہ اسے کھینچ کر اپنے سینے سے لگاتا افسوس بھرے لہجے میں بولا۔ حمالہ اس کے حصار میں تڑپتی بری طرح رونے لگی۔

"حمالہ پہلے یہ کھالو ورنہ طبیعت بگڑ جائے گی۔"

اسے نیم بے ہوشی میں جاتا دیکھ کر اورادنے پریشانی سے کہا۔ زبردستی اس کے منہ میں چمچ بھر کر ڈالنا چاہا مگر وہ ہاتھ مار کر سب گرا گئی۔

اورادا اس کے غصے اور غم پر فکر مند سا اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ جانتا تھا مرنے والے لوٹ کر نہیں آتے۔

وہ اب ازالہ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے حمالہ کو سختی سے منع کیا تھا کہ وہ دوبارہ خٹک حویلی نا جائے۔ وہ تب سختی کرتے ہوئے سوچ بھی نہیں پایا تھا کہ موت انسان کے گرد ہمیشہ منڈلاتی ہے۔

کاش وہ اسے تب کہہ دیتا کہ مجبوری میں جا سکتی ہے۔ وہ اس کی بات مان کر اب اذیت میں تھی۔

اورادا سے محبت سے سمیٹتا اس کی حالت پر افسردہ ہونے لگا۔ وہ روتے روتے سو گئی مگر اس کی بنی چائے یا میکرونی کو منہ نہیں لگایا تھا۔

oooooooooooooo

خانی بیگم کا مسلسل غصہ حویلی والوں پر اتر رہا تھا۔ مرحا اور گل جان خٹک حویلی سے ہو کر آ چکی تھیں مگر خانی بیگم کی ناراضگی بدستور تھی۔

"میں نے رباض کو منع کر دیا تھا مگر یہ سب ایقان کا کیا دھرا ہے۔ اس نے سبق پڑھائے اور وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

اب دادی کی بات سمجھ نہیں آئے گی، اب بیویاں ان کو بتائیں گی کہ کیا کرنا ہے۔"

خانی بیگم نے غصے سے ایقان کو دیکھا۔ وہ خفت سے نظریں چرانے لگی۔ رباض مردان خانے سے آتا خانی بیگم کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔

"کیا ہوا مورے غصے میں لگ رہی ہیں۔" وہ ان کے گرد بازو پھیلا کر شرارت سے پوچھنے لگا۔

اسے اشارے کرتی ایقان اس جملہ پر سر پکڑ بیٹھی۔ وہ خانی بیگم کے زخم پھر سے ہرے کر گیا تھا۔

"تمہاری وجہ سے غصہ کر رہی ہوں۔۔ تم نے تو رباض مردوں کو شرمندہ کروا دیا ہے۔ میں نے منع کر دیا تو کمرے میں بیوی سے حکم وصول کرتے ہی سب کو خٹک حویلی لے گئے۔"

خانی بیگم نے طنزیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ شرمندہ ہونے کی بجائے قہقہہ لگا کر ہنسا۔

"کیا کریں مورے، بیوی کی نا مانو تو ناراض ہو جاتی ہے۔ آپ تو ماں ہیں غلطی معاف کر دیں گی۔ بیوی تو پھر پورا مہینہ منہ سوجائے رکھتی ہے۔"

ر باض شرارت کے موڈ میں تھا مگر ایقان اس کی بات پر حواس باختگی سے خانی بیگم کو دیکھنے لگی۔

"ہاں وہ تو نظر آ رہا ہے، تمہاری بیوی تو اب بھی کوشش کر رہی ہیں کہ تم مجھ سے بات ہی نا کرو۔۔

مجھے یقین نہیں آتا ایقان بھی ایسی بن سکتی ہے۔۔

آج کل کی لڑکیاں انگلیوں پر نچاتی ہیں شوہروں کو مگر تم کچھ تو مرد بنو ر باض۔۔

میرے اوراد کو دیکھو جب جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔اس کی بیوی کوئی کم ضدی یا لاڈلی نہیں ہے مگر یہی دیکھ لو، وہ نہیں چاہتا تھا تو اس نے کل خٹک حویلی نہیں بھیجا اسے۔۔

مرد ایسا ہو کہ ایک بار جو بول دے پھر ساری عمر وہ بات دوہرانی نا پڑے۔ایسا رعب دبدبہ ہونا چاہئیے۔۔"

خانی بیگم اسے سمجھاتی تفاخر سے بول رہی تھیں۔

ر باض نے تاسف سے آہ بھری۔۔ایقان خانی بیگم کے فخر بھرے الفاظ پر انہیں دیکھ کر رہ گئی۔

"وہ ضرور لے جاتا اگر اس سے کانٹیکٹ ہوتا۔۔آپ کا اوراد کل شام سے غائب تھا اور رات تک حمالہ بے چاری کو میسر ہی نہیں ہوا۔"

ر باض کی اطلاع پر خانی بیگم ٹھٹک کر سیدھی ہوئیں۔۔سارا غصہ اور خفگی بھاپ بن کر اڑ گئی۔

"کیا مطلب کہاں ہے وہ۔۔" خانی بیگم کے اعصاب پر گھبراہٹ سوار ہو گئی۔ر باض نے کندھے اچکائے۔

"کوئی نہیں جانتا کہاں گم رہتا ہے۔ بس صبح صبح اس کا میسج آیا تھا مجھے کہ بزی ہوں۔۔

کل نا وہ گھر پر تھا نا آفس میں نا ہی اس سے کانٹیکٹ ہو رہا تھا۔ مورے آپ بس ایک اوراد کو سدھار لیں آدھی حویلی کی پریشانی ختم ہو جائے گی۔

بابا کا کل پریشانی سے برا حال تھا، بہت غیر سنجیدہ ہے اوراد۔۔ کسی کی پرواہ نہیں ہے اسے۔۔"

ریاض ان کو شکایت لگاتا خفگی سے بول رہا تھا۔

" میری سنتا کب ہے۔ باپ نے سرداری تک دینے کا کہہ دیا مگر وہ حویلی میں ٹکتا ہی نہیں۔۔

پھر بیوی کوئی کام کی ہوتی تو شاید سدھار بھی لیتی لیکن یہ حمالہ تو کسی کام کی نہیں ہے۔۔

اسے یہاں روکنے کی بجائے خود بھی اچھلتی کودتی اس کے ساتھ شہر روانہ ہو جاتی ہے۔"

خانی بیگم کا سر درد بڑھنے لگا۔ توجہ باقی سب سے ہٹ کر اوراد پر گئی اور اس سے ہٹ کر حمالہ پر آ گئی۔

اور حمالہ کا ذکر کرتے ہی ان کا سر درد کرنے لگتا تھا۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں اب۔۔" ریاض نے افسوس کیا۔

اسے کچھ کہنا ہی تو نہیں تھا۔ اسے بولنا تھا اور خانی بیگم کا دھیان بٹانا تھا۔

اور وہ اس کوشش میں کامیاب ہو چکا تھا۔

"ایقان چائے پلا دو۔۔ تھک گیا ہوں۔" ایقان کو اٹھ کر وہاں سے جاتا دیکھ کر وہ بولا۔

ایقان نے رک کر اسے دیکھا۔ وہ خانی بیگم کی شکایات سنتا مسکرا رہا تھا۔ ان دنوں خانزادہ شہر میں مصروف تھے تو وہ حویلی کے معاملات دیکھنے میں مصروف تھا۔

وہ ملازمہ کو چائے کا کہنے کی بجائے خود کچن میں پہنچ گئی۔ نہایت توجہ سے چائے بنا کر کپوں میں ڈالی اور رباض کے ساتھ خانی بیگم کو بھی پیش کر دی۔

وہ درد کرتے سر کو دباتی چائے اٹھا کر پینے لگیں۔

رباض خوشبودار چائے کا سپ بھرتے ہی ایقان کے ہاتھ کا زائقہ پہچان گیا تھا۔ تشکر بھری نظروں سے اسے دیکھتا مسکرا کر خانی بیگم کی جانب متوجہ ہوا۔

"مورے میری بیوی ویسے کچھ معاملات میں بہت اچھی ہے۔ اس کے ہاتھ کی بنی چائے موڈ اچھا کر دیتی ہے۔" رباض اس کی تعریف کروانا چاہ رہا تھا۔

چائے پیتی خانی بیگم نے بے ساختہ ایقان کو دیکھا، وہ خفت زدہ سی انہیں دیکھ رہی تھی۔

"ہاں چائے بھی اچھی بناتی ہے اور زبان بھی کم چلاتی ہے۔ ابراہیم کی بیوی میں بھی یہی اچھی عادت ہے کہ وہ بہت سمجھدار اور کم گو ہے۔

اور احواد بچاری۔۔ جو اس جان لیوا بیماری میں جا پھنسی ہے۔ وہ تو ان دونوں سے زیادہ کم گو اور فرمانبردار ہے۔۔

لڑکیاں اچھی ہیں بس ایک وہ اسوان بہت شور کرتی تھی اور ایک میرے اوراد کی قسمت بہت خراب ہے۔

داور اور مرحا نے اپنی بیٹی کو کسی قابل نہیں بنایا۔"

خانی بیگم کا دکھ وہیں آن رکا تھا۔

ریاض بے ساختہ ہنستا چلا جا رہا تھا۔ ایقان بے چارگی سے خانی بیگم کو دیکھ رہی تھی۔

اس کی نظر میں حمالہ سے زیادہ بے ضرر کوئی نہیں تھی مگر ظاہر ہے ایسا صرف اسے لگتا تھا۔

خانی بیگم کے خیالات اس سے بالکل الگ تھے اور شاید وہ حمالہ کو کبھی اچھا نہیں ماننے والی تھیں۔

oooooooooo

ابراہیم حمینہ کو اپنے ساتھ ہاسپٹل لایا تھا۔ وہ گاڑی سے نکل کر نروس سی اسے دیکھنے لگی۔

"کیا بات ہے حمینہ۔۔ یہاں آؤ۔۔" وہ اندر کی طرف بڑھتا اسے دیکھ کر رکا اور نرمی سے پوچھا۔

" میں احواد کو نہیں جانتی زیادہ۔۔ اور نا کبھی اتنا ملی ہوں تو مجھے سمجھ نہیں آ رہا میں کیا بات کروں گی ان سے۔۔"

حمینہ اس کی طرف قدم بڑھاتی پریشانی سے بول رہی تھی۔ ابراہیم نے مسکرا کر اس کے گرد بازو پھیلا کر اسے اپنے قریب کر لیا۔

"بس کچھ دیر اس کے ساتھ گزارو گی، تاکہ وہ کچھ فریش فیل کرے۔۔ باتیں کرنا اور امید دلانا کہ وہ جلد ٹھیک ہو جائے گی۔" وہ اسے نرمی سے سمجھاتا اپنے ساتھ اندر لے جا رہا تھا۔ حمینہ اس کے پہلو میں چلتی توجہ سے اسے سن رہی تھی۔

وہ اچانک ہی ہاسپٹل لائی گئی تھی، اورادنے صبح جاگ کر ناشتہ کرتے ہوئے اچانک ہی حمینہ کو ہاسپٹل لے جانے کا حکم نامہ جاری کر دیا تھا۔

"کیا مطلب؟ حمینہ کیوں ہاسپٹل جائے میرے ساتھ؟ کیا تمہیں گھر میں پرائیویسی چاہیئے؟"

ابراہیم نے ابرو چڑھا کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ وہ ماتھے پر بل ڈال گیا۔

"مجھے پرائیویسی روم میں بھی مل جاتی ہے۔۔

حمالہ کی طبیعت بہتر ہو تو اسے بھی لے جاؤں گا۔

احواد اگر ہاسپٹل میں ہے تو ان دونوں کو چاہیئے کہ اکثر وزٹ کیا کریں تاکہ وہ ان سے بات کر کے کچھ بہل جائے۔۔

الہام پریشان ہے کہ احواد اپنا علاج کروانے کے لیے وِلنگ نہیں ہے۔ اسے اچھی زندگی اور آنے والے اچھے وقت کا احساس دلانا چاہیئے۔

میں ماما سے بھی کہوں گا وہ آئیں اور ایاد سے کہا ہے وہ اسوان کو بھی لائے کبھی۔۔ تاکہ پیشنٹ کو زندگی کا احساس ہو، اسے محسوس ہو وہ اکیلی نہیں ہے۔"

اوراد اپنا خیال ظاہر کر رہا تھا۔ ابراہیم اس کی بات سے متفق ہوتا متاثر کن نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو۔ ٹھیک ہے آج حمینہ کو لے جاتا ہوں، ان فیکٹ دن ٹائم میں اور حمینہ وہاں ہوں گے تو الہام بھی گھر آ کر کچھ ریسٹ کر لے گا۔"

ابراہیم نے فیصلہ کرتے ہی حمینہ کو تیار کر لیا تھا اور اب وہ اسے لے کر ہاسپٹل پہنچ چکا تھا۔

وہاں کمرے میں احواد دواؤں کے زیر اثر سو رہی تھی، پلوشے تاسف سے اسے دیکھ رہی

تھیں۔ ان کے ساتھ آیا حاذق بے زاری سے پہلو بدل رہا تھا جبکہ الہام ایک طرف خاموش سا بیٹھا تھا۔

"میں نے جب سے سنا ہے میری نیند اڑ گئی ہے۔ میں تو احواد کو بچپن سے جانتی ہوں، اس نے تو پہلے ہی اپنی زندگی بہت مشکل گزاری ہے اور اب یہ بیماری۔۔۔"

پلوشے بولتے بولتے رک گئی تھیں۔ ان کا دل بھر آیا۔

"ڈونٹ لوز ہوپ پھپھو۔۔ احواد ٹھیک ہو جائیں گی۔"

الہام نے ان کے لہجے میں ناامیدی محسوس کر کے بے ساختہ انہیں ٹوکا تھا۔

"ان شاء اللہ ضرور۔۔ میں آنا چاہتی تھی ملنے کے لیے مگر کوئی لانے والا نہیں ہوتا تھا۔۔ حاذق کو میں حویلی میں لانا نہیں چاہتی تھی۔

اب اوراد سے بات ہوئی تو اس نے کہا کہ خیر ہے ہاسپٹل میں جا کر مل لیں اور حاذق کے ساتھ چلی آئیں منع نہیں ہے۔۔

اور اد جب ایسے ظرف بڑا کرتا ہے تو کبھی کبھی بالکل لالا کی طرح لگتا ہے۔ سمجھدار اور کھلے دل والا۔۔"

پلوشے اس کا زکر کرتی محبت سے بول رہی تھیں۔

الہام نے ایک نظر حاذق کے بے زار چہرے پر ڈالی اور سر جھٹک دیا۔

اسی وقت ابراہیم حمینہ کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا تو ان سب نے گردن گھما کر اسے دیکھا۔

جھجک کر آگے بڑھتی حمینہ سامنے حاذق خان کو دیکھ کر پتھرا گئی تھی۔اس کا رنگ۔۔۔اڑ گیا تھا۔۔۔

oooooooooooo

جھجک کر آگے بڑھتی حمینہ سامنے حاذق خان کو دیکھ کر پتھرا گئی تھی۔اس کا رنگ۔۔۔اڑ گیا تھا۔۔۔

حاذق خان بھی ابراہیم کے ساتھ حمینہ کو دیکھ کر بوکھلایا ہوا سا آگے بڑھا۔ وہاں رک کر وہ سب کے سامنے اپنے کردار کی گراوٹ نہیں کھولنا چاہتا تھا۔

دروازے پر کھڑی حمینہ اسے اپنی جانب آتا دیکھ کر چیخ مارتی ابراہیم کے پیچھے ہو گئی۔

پلوشے بیگم سے بات کرتے ابراہیم نے چونک کر حمینہ کی حرکت دیکھی۔الہام اور پلوشے بھی چونک گئے تھے۔ حاذق خفت زدہ سا نظریں چرانے لگا۔

"حمینہ ریلیکس کیا ہو گیا ہے؟" ابراہیم نے نرمی سے کہتے ہوئے اسے سنبھالا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے حاذق کو دیکھ رہی تھی۔

"وہ۔۔۔وہ وہی ہے۔۔وہ مجھے۔۔ پھر سے تباہ۔۔ کر دے گا۔" حمینہ کے لب پھڑ پھڑائے تھے۔

ابراہیم اس کے الفاظ پر شاکڈ ہوتا پلٹ کر حاذق خان کو دیکھنے لگا۔الہام بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا جبکہ پلوشے اب بھی نا سمجھی سے ان سب کو دیکھ رہی تھیں۔

"کیا آپ۔۔ان کو جانتے ہیں حاذق لالا؟؟"

الہام نے حیرت سے سوال کیا۔حاذق نے بے اختیار حمینہ کی جانب دیکھا۔

وہ جانتا تھا اسے۔۔وہ وہی کم سن سکول گرل تھی جسے شکار کے لیے گئے ماحد خان اور حاذق خان نے مل کر اپنی درندگی کا نشانہ بنایا تھا اور اس کو مرتا ہوا چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔

زندگی کے کسی حصہ میں وہ اس عمل پر نہیں پچھتائے تھے مگر آج وہ پچھتا رہا تھا۔اپنے ہاسپٹل آنے پر۔۔خود کو ننھیال کے سامنے دوبارہ اچھا بنا کر پیش کرنے کی ناکام کوشش پر۔۔وہ اب پچھتا رہا تھا۔

اس کے دیکھنے پر حمینہ کا خوف سے لرزتا دل بند ہونے لگا۔وہ چکرا کر ابراہیم کی بانہوں میں جھول گئی تھی۔وہ اسے سنبھال کر وہاں سے لے جاتے ہوئے ایک کڑی نگاہ حاذق خان پر ڈالنا نہیں بھولا تھا۔

حاذق اپنی جگہ پتھرا کر رہ گیا تھا۔آج ماضی کا ایک سنگین جرم یوں سب کے درمیان کھل گیا تھا۔

وہ زلت سے گڑھ گیا تھا۔برائی بہت مزہ دیتی ہے مگر صرف تب۔۔جب تک چھپی رہے اگر سامنے آئے تو سو لوگوں میں زلیل کر کے رکھ دیتی ہے۔۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ابراہیم کی بیوی ایسے اچانک ڈر کیوں گئی؟" پلوشے پریشانی سے سوال کر رہی تھیں۔

الہام کندھے اچکا گیا تھا جبکہ اسی پل کمرے میں داخل ہوتے اوراد خانزادہ نے ان کا سوال

سن کر حاذق خان کو دیکھا۔

"آپ نے نوٹس نہیں کیا پھپھو، وہ حاذق خان کو دیکھ کر ڈر گئی ہے۔۔ لگتا ہے حاذق خان کا اس کے ماضی سے کوئی گہرا تعلق ہے۔" اوراد کی بات پر پلوشے ٹھٹک گئیں۔ وہ شاید یہی بات کرنے ہی آیا تھا۔

ناسلام نا دعا۔۔۔ اس نے آتے ہی حاذق کو نشانہ بنایا اور اب سکون سے ایک طرف دیوار کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

"اوراد۔۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ حاذق بھلا اسے کیسے جانتا ہو گا اور وہ حاذق سے ڈرے گی کیوں۔۔۔ کس ماضی کی بات کر رہے ہو بیٹا۔۔؟"

پلوشے حیرت سے سوال کر رہی تھیں۔ سوالیہ نظروں سے خاموش کھڑے بیٹے کو دیکھا۔ حاذق تنفر سے اوراد کو دیکھ رہا تھا۔

"تم نے جان بوجھ کر مورے سے کہا ناں کہ وہ میرے ساتھ ہاسپٹل آئیں۔ تم یہاں مجھے سب کے درمیان زلیل کروانا چاہتے تھے ناں؟"

حاذق بپھر کر بولا۔۔ پلوشے ساکت رہ گئیں۔

" افکورس نہیں۔۔آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔۔ پھپھو پریشان تھیں اس لیے ایسا کہہ دیا اور ظاہر ہے مجھے کیا پتا تھا ابراہیم لالا آج ہی اپنی بیوی کے ساتھ آ جائیں گے۔۔" اوراد سرسری سے لہجے میں بول رہا تھا۔

الفاظ سادہ تھے مگر حاذق جانتا تھا وہ جھوٹ بول رہا ہے۔

"حاذق خان تم مجھے بتاؤ گے اس بات کا کیا مطلب ہے؟ تم اوراد سے کیوں سوال کر رہے ہو؟"

پلوشے سخت لہجے میں بولیں۔ حاذق نے لب بھینچ لیے۔ الہام نفی میں سر ہلاتا پھر سے بیٹھ گیا۔

" پھپھو ہِنٹ لیں۔۔انسان اپنے گناہ کا خود اعتراف نہیں کر پاتا۔۔آپ جانتی تو ہوں گی ابراہیم لالا کی وائف کے ساتھ کیا ٹریجڈی ہوئی تھی۔۔" الہام نے بھی سنجیدگی سے حصہ ڈالا تھا۔ پلوشے اپنے منہ پھٹ بھتیجوں کے سامنے شرمندگی سے سرخ پڑ رہی تھیں۔

"آپ شرمندہ نہیں ہوں، آپ کا قصور نہیں ہے۔آپ کے بیٹے نے ماحد خان جیسا دوست چن لیا تھا اور آپ کو شاید یقین نا آئے مگر۔۔۔

اس گھٹیا ترین حرکت میں بھی یہ دونوں ساتھ تھے۔

ماحد خان کی حرکتوں کا جو حساب بنتا تھا وہ تو میں نے چکا لیا مگر حاذق خان کو صرف اس لیے نظر انداز کر رہا ہوں کیونکہ یہ آپ کا بیٹا ہے اور میرا اس معاملہ سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔"

اوراد نے بولتے ہوئے سرد نظروں سے حاذق کو دیکھا۔

"ہاں ابراہیم لالا اب کیا کریں گے کوئی نہیں جانتا۔۔

پھپھو ان سے ناراض نہیں ہونا، اگر آپ چاہتی ہیں کہ وہ سزا نا دیں تو آپ خود کوئی سزا چن لیں۔"

الہام نے جیسے خبر دار کیا تھا۔ حاذق خود سے چھوٹے دونوں کزنز کو یوں خود پر بولتا دیکھ کر اہانت سے سرخ چہرہ لیے جھٹکے سے پلٹ اور کمرے سے نکل گیا۔ اوراد تلخی سے سر جھٹک گیا۔

"میری جب شادی ہونے لگی تھی تو۔۔ لالا نے ایک بار کہا تھا کہ میں نے غلط فیصلہ لیا ہے اور یہ بات مجھے زندگی میں آگے جا کر سمجھ آئے گی۔۔

اور مجھے آج یہ بات سمجھ آ گئی ہے، مسئلہ ماحد خان نہیں ہے۔ ہماری حویلی کا ماحول ہی کچھ ایسا رہا ہے کہ بیٹا کچھ بھی کرے اسے اجازت ہے۔۔

یہ ہماری تربیت تھی جس نے میرے اکلوتے بیٹے کو اتنا گرا ہوا انسان بنا دیا ہے۔۔" پلوشے رو رہی تھیں۔

اوراد خاموشی سے کھڑا رہا۔ الہام نے افسردگی سے ان کے ہاتھ تھام لیے۔

"پھوپھو اداس نہیں ہوں۔ آپ ان کو اب بھی سدھار سکتی ہیں۔" الہام نے نرمی سے کہا۔

"شاید۔۔ اب میں چلتی ہوں۔ باہر انتظار کر رہا ہو گا حاذق۔۔" وہ بھیگے لہجے میں بولتی وہاں سے چلی گئیں۔ الہام نے اوراد کو دیکھا۔

"جلدی میں لگ رہے ہیں آپ۔۔" الہام کے جملہ پر کمرے سے نکلتے اوراد نے رک کر اسے دیکھا۔

"ہاں میرا کام ہو چکا۔۔" وہ مسکرا کر بولا اور وہاں سے نکل گیا۔ الہام نے سرد آہ بھر کر اپنا سر بیڈ پر رکھا اور نرمی سے احواد کا ہاتھ تھام لیا۔

oooooooooooo

وہ ہاسپٹل سے نکل کر سیدھا اس پولیٹیشن سے ملنے جا پہنچا تھا۔ وہ بلیک میلر کے طور پر کال پہلے ہی کر چکا تھا۔ اب بس ملاقات طے تھی۔

اس کے آفس پہنچا تو ایک نظر اصلحہ لے کر کھڑے گارڈز کو دیکھتا تمسخر سے سر جھٹک گیا۔

اس نے پہنچ کر اپنا تعارف دیا تو اس کا خاص بندہ چونک کر اوراد کو دیکھنے لگا۔ کچھ ایسا ہی تاثر آفس میں بیٹھے اس سیاست دان کا تھا۔

"تمہاری ہمت کی داد دوں گا کہ تم مجھے بلیک میل کرنے کی جرات کے بعد اور اپنا ایک بندہ مروا لینے کے بعد بھی اکیلے مجھ سے ملنے چلے آئے۔۔"

وہ سیاست دان تمسخر سے بولتا اسے سر تا پیر دیکھنے لگا۔ اوراد اطمینان سے اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"ظاہر ہے میری بلیک میلنگ کے پیچھے ایک ڈیمانڈ تھی جو منوانے کے لیے مجھے ملنا ہی تھا۔۔

ڈونٹ وری میرا بندہ زندہ ہے کیونکہ انسان کے پاس جتنی بھی طاقت ہو موت پھر بھی اللہ کے ہاتھ ہے۔"

اوراد کے اطمینان بھرے جواب پر وہ سیاست دان داد دینے والے انداز میں سر ہلانے لگے۔

"بالکل ایسا ہے جیسا کہ اس وقت میں تمہاری زندگی کی ضمانت نہیں دے سکتا۔۔" وہ اسے دھمکا رہا تھا۔

اورادنے طنزیہ مسکراہٹ لبوں پر سجا کر آگے جھکتے ہوئے ایک پن ڈرائیور اس کے سامنے رکھی۔

"مجھے موت کا ڈر ہوتا تو میں یہ کھیل شروع ہی نا کرتا۔۔ تمہارے سب کاموں کی تفصیل اس ڈرائیور میں موجود ہے۔۔اس کی کتنی کاپیاں ہیں اور کس کس کے پاس ہیں ابھی مجھے خود بھی یاد نہیں۔۔

مگر یہ سب بالکل پبلک کے سامنے نہیں جائے گا اگر جلد از جلد میرا مطالبہ مان لیا جائے گا۔۔"

اورادنے سنجیدگی سے اپنی بات مکمل کی۔وہ سیاست دان ابرو بھینچے اورادکو دیکھ رہا تھا۔

"تمہاری دھمکی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی، میں تمہارے بندوں کو گن گن کر مار سکتا ہوں مگر پھر بھی تمہارا مطالبہ سننا چاہوں گا۔"

وہ سیاست دان ڈرائیور کو اپنی مضبوط گرفت میں لے کر ضبط سے بول رہا تھا۔اورادنے سر ہلایا۔

"اپنی بیٹی سے کہو یونی ورسٹی کے جس پروفیسر پر وہ سکینڈل بنا چکی ہے، اس کو کلئیر کر دے۔۔

ویسے تو میں یہ سب تمہاری بیٹی کو ڈائریکٹ بھیج کر فوری یہ بات منوا سکتا تھا مگر میں نے یہی سوچا کہ شاید تم اپنی بیٹی کو یہ سب بتانا نہیں چاہو گے۔

عزت تو پھر وہ لوگ بھی بنا کر رکھتے ہیں جن کی کوئی عزت ہی نا ہو۔۔"

اورادنے طنزیہ لہجے میں اپنا مدعا بیان کیا۔وہ سیاست دان سرد نظروں سے اسے گھورتا سوچ میں مبتلا ہو چکا تھا۔

"ویل ہاں۔۔ سوچ سمجھ کر فیصلہ کر لینا۔۔

کل تک کا وقت ہے، اگر تمہاری بیٹی نے اپنے جھوٹ کی خود وضاحت نا دی تو یہ سارا ڈیٹا میڈیا تک پہنچ جائے گا۔۔" اوراد برفیلے لہجے میں بولتا اٹھ کھڑا ہوا۔

وہ سیاست دان اب بھی سرد نوکیلی نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔

"اور ہاں میرے بندے کو دوبارہ مارنے کی کوشش مت کرنا۔۔ وہ صرف میرے کھیل کا ایک مہرہ ہے مگر اسے نقصان پہنچا تو میں پھر کسی صورت پیچھے نہیں رکوں گا۔

تمہاری بیٹی جوان ہے، سنبھل کر دشمن بناؤ۔۔"

اوراد نے جاتے جاتے وارن کیا اور وہاں سے نکل گیا۔ وہ جانتا تھا خطرناک کام کر چکا ہے۔

اگر اس کے پاس واقعی ڈیٹا نا ہوتا تو اب تک اس کا قتل ہو چکا ہوتا مگر اب ایسا ممکن نہیں تھا۔

اوراد بلڈنگ سے نکل کر اپنی گاڑی کی جانب بڑھ رہا تھا اور وہاں اپنے آفس میں بیٹھے اس شخص نے وہ پن ڈرائیور پوری قوت سے دیوار پر دے ماری تھی۔

اب اسے مطالبہ ماننا ہی تھا، بات اپنی عزت پر آ گئی تھی۔ بات اپنی لاڈلی بیٹی پر آ چکی تھی۔

oooooooooooo

حمینہ کو ہوش آیا تو نوٹ پیڈ پر جھکا ابراہیم اٹھ کر اس کے پاس پہنچا۔

"یو اوکے؟" ابراہیم نے محبت سے اس کا رخسار سہلایا۔ وہ ہونٹ لٹکاتی سسکنے لگی۔

"رونا نہیں حمینہ۔۔ میں ہوں ناں تمہارے پاس۔۔"

ابراہیم تسلی دیتا اسے سینے سے لگا گیا۔ حمینہ اس کی شرٹ مٹھیوں میں بھینچے بری طرح رونے لگی۔

"مجھے یہاں نہیں رہنا۔۔ پلیز مجھے گھر لے جائیں، مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ وہ مجھے پھر سے لے جائے گا۔۔"

حمینہ کے سسکتے جملوں پر ابراہیم نے ضبط سے لب کاٹتے ہوئے اس خود میں بھینچ لیا۔

"کسی کی جرات نہیں تمہیں ہاتھ لگائے۔۔ تم لاوارث نہیں ہو حمینہ۔۔ تم خان ابراہیم کی بیوی ہو۔۔

جو وہ گھٹیا حرکت کر چکا وہ ماضی تھا، وہ اب تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا۔۔"

وہ نرمی سے اس کے بکھرے بال سنوارتا اطمینان دلا رہا تھا۔ حمینہ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔

سنجیدہ چہرے پر بھنچے ہوئے لب اور غصیلے تاثرات لیے وہ نا جانے کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

حمینہ کے دیکھنے پر وہ چہرے پر نرمی سجاتا جھک کر اس کی بھیگی آنکھوں پر لب رکھ گیا۔

"مجھ پر یقین نہیں ہے کیا تمہیں؟ کیا میرا ساتھ تمہیں محفوظ نہیں لگتا؟" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتا سوال کر رہا تھا۔

حمینہ جھلملاتی نظروں سے اس کا چہرہ تکنے لگی۔

وہ اسے دیکھتی تھی اور خوف دور ہو جاتے تھے۔ اسے ابراہیم کا حصار اپنے گھر جیسا لگتا تھا۔ اسی لیے ڈر کر وہ اسی کے سینے سے لگی تھی۔

"مجھے آپ پر یقین ہے مگر میرا ماضی مجھے خوفزدہ کرتا ہے۔" وہ بھیگے لہجے میں بے بسی سے بولی۔

"میں تمہارے سب خوف دور کرنا چاہتا ہوں۔ مجھ پر ایک بار یقین کر کے دیکھو حمینہ۔۔ میں حاذق کا قتل کر دیتا مگر اس سے بات خاندان میں پھیل جائے گی۔۔ تم کمفرٹیبل نہیں ہو گی۔ لیکن یقین کرو اب وہ ایسی حرکت کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا، تم خان حویلی کی عزت ہو۔۔ تم خان ابراہیم کی عزت ہو اور ہم اپنی عزت کی حفاظت کرنا اچھے سے جانتے ہیں۔"

وہ اسے یقین دلا رہا تھا۔ حمینہ اس پر یقین کر گئی۔ اس کے سینے پر ماتھا ٹکائے سکون سے آنکھیں بند کر گئی۔

"سنو۔۔ میں آن ڈیوٹی ہوں اور تم مجھے یہاں مصروف کیے بیٹھی ہو۔۔ باہر سارا اسٹاف مجھ پر باتیں کر رہا ہو گا۔" وہ یکدم جھک کر شرارت سے اس کے کان میں سرگوشی کر رہا تھا۔ حمینہ اس کے شریر لہجے پر سٹپٹا کر الگ ہوئی۔

"سوری میں تو بس۔۔۔" وہ خفت سے ادھوری وضاحت دیتی سر جھکا گئی۔ ابراہیم مسکرا کر اس کا سر تھپک کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں ابھی ہاسپٹل میں ہوں۔ تم احواد کے پاس بیٹھنا چاہو گی یا الہام سے کہوں تمہیں گھر لے جائے؟" وہ اپنائیت سے سوال کر رہا تھا۔

"میں بیٹھ جاتی ہوں مگر۔۔ وہ۔۔" حمینہ حاذق کا ذکر کرنے سے ہی سہم رہی تھی۔ ابراہیم سنجیدہ ہوا۔

"اسے اپنی اوقات پتا ہے، جا چکا ہو گا۔۔ اسے اب یہاں رکنے کون دے گا۔" وہ سخت لہجے میں بولتا اسے اپنے حصار میں لے کر کھڑا کر گیا۔

"جی ٹھیک ہے، میں وہیں بیٹھ جاتی ہوں۔" وہ چادر سنبھالتے ہوئے آہستگی سے بولی۔

"اپنا موبائل اپنے ہاتھ میں رکھنا۔۔ میں روم میں آتا رہوں گا مگر پھر بھی کوئی مسئلہ ہو تو مجھے کال کر دینا۔" ابراہیم نے اس کا موبائل اس کے ہاتھ میں پکڑا کر تاکید کی۔ وہ اثبات میں سر ہلا گئی۔

ابراہیم نے رک کر اسے دیکھا۔ وہ اب قدرے بااعتماد لگ رہی تھی۔ معصوم سے چہرے پر ہلکا گلابی پن پھیلا ہوا تھا۔ ابراہیم کے دل میں سکون سا اترنے لگا۔

اس کا ہاتھ تھام کر محبت بھرا لمس چھوڑتا خود دوسرے کمرے میں لے گیا۔ حاذق خان اور پلوشے واقعی جا چکے تھے۔

"الہام تم کچھ دیر کے لیے گھر چلے جاؤ۔۔ میں یہیں ہوں اور حمینہ بھی یہاں رکے گی۔"

ابراہیم نے الہام کا الجھا بکھرا ہوا سا حلیہ دیکھ کر نرمی سے کہا۔ الہام نفی میں سر ہلانے لگا۔

"میں ٹھیک ہوں۔ میری ضرورت پڑ گئی تو۔۔۔" وہ اپنی جگہ سے ہٹنے کو تیار نہیں تھا۔

"فریش ہو جاؤ یار جا کر۔۔ دیکھو کتنا رف حلیہ ہو گیا ہے اور چہرہ اتنا اکتایا ہوا سا لگ رہا ہے۔۔ پیشنٹ کو ریلیکس کرنے کی بجائے اسے بھی بے زار کر رہے ہو۔۔

جاؤ کچھ ریسٹ کرو اور فریش ہو کر شام کو واپس آ جانا۔۔اب تو تمہاری بیوی بھی تم سے اکتا گئی ہو گی۔"

ابراہیم کے سمجھانے پر الہام خفت زدہ ہو گیا۔

"فائن۔۔احواد کا خیال رکھیے گا۔" وہ ابراہیم سے گاڑی کی چابی لے کر کمرے سے نکلتا آخری بار ہدایت دے کر ہی گیا تھا۔ابراہیم نے مسکرا کر سر ہلا دیا۔

حمینہ احواد کے پاس جا کر بیٹھ چکی تھی۔احواد اب بھی دواؤں کے زیر اثر سکون سے سو رہی تھی۔

oooooooooo

حمالہ صبح نیند سے جاگی تو کمرہ خالی تھا۔وہ منہ پر پانی کے چھینٹے مار کر تولیہ سے رگڑ کر چہرہ صاف کرتی چہرہ سرخ کر گئی۔بے زار سی قدم بڑھاتی ٹیرس پر پڑے صوفہ پر جا کر خاموشی سے بیٹھ گئی۔

نا بھوک پیاس کا احساس تھا نا سردی گرمی کا۔۔

موسم اب کافی حد تک بدل رہا تھا۔ہوا میں خنکی شامل ہو رہی تھی۔نرم ڈریس میں اسے سردی کا احساس ہوا تو جھرجھری لے کر اپنی ٹانگوں کے گرد بازو لپیٹتی سمٹ کر بیٹھ گئی۔۔

اوراد ملازمہ کو ہدایت دے گیا تھا،اس کے جاگنے پر دو تین مرتبہ ملازمہ نے آ کر ہچکچاتے ہوئے ناشتے کا پوچھا مگر وہ صاف انکار کر گئی۔

دوپہر کے قریب اوراد پہنچا تو ملازمہ نے حمالہ کے بھوکے پیاسے ہونے کا بتا کر پریشان کر دیا۔

"کھانا گرم کر کے لے آؤ۔۔" وہ ملازمہ کو ہدایت دیتا خود کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

وہ ٹیرس پر سکڑی سمٹی سی بیٹھی تھی، اورادچلتا ہوااس کے پاس جا کر رک گیا۔۔

"کھانا نہیں کھایا تم نے؟" وہ نرمی سے پوچھ رہا تھا۔

حمالہ رخ موڑے اسے ان سنا کیے بیٹھی رہی۔

"حمالہ۔۔" اورادنے اس کے سامنے صوفے پر بیٹھ کر پکارا تو وہ اپنی ٹانگیں مزید سمیٹ کر اس سے دور ہوئی۔ٹو سیٹر صوفہ پر دور ہو کر بھی وہ اس کے قریب ہی تھی۔اورادا سے نرم

نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"مجھے حویلی جانا ہے۔" وہ رخ موڑے خفگی سے بولی۔اورادا اس کی معصوم سی ناراضگی پر مسکرایا۔

"پہلے کھانا کھاؤ پھر بات کرتے ہیں۔" ملازمہ کو کھانا لاتا دیکھ کر وہ نرمی سے بولا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔" وہ سختی سے انکار کر گئی۔

ملازمہ نے کھانا لا کر خاموشی سے ٹیبل پر رکھ دیا۔

"کچھ کھاؤ گی تو بھوک بھی لگ جائے گی۔جب تک کھانا نہیں کھاؤ گی، میں کوئی بات نہیں

سنوں گا۔"

اورادنے دوٹوک لہجے میں کہتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام کر اسے سیدھا کیا۔

"آپ کو بھوک ہے تو کھالیں۔۔ مجھے حویلی جانا ہے، میں وہیں جا کر کھالوں گی۔" وہ ضدی لہجے میں بولی۔ وہ صوفے کی ٹیک پر ہاتھ رکھ کر اس کی طرف جھکا تو وہ گھبرا کر چہرہ پیچھے کر گئی۔

"تمہیں جانا کیوں ہے؟ مجھ سے ناراض ہو؟

آئم سوری حمالہ بٹ ٹرسٹ می میں نہیں جانتا تھا تمہاری نانو کی ڈیتھ کا۔۔ مجھے کل ضروری کام سے جانا پڑا اور جہاں میں گیا تھا وہاں سگنلز نہیں ہوتے۔۔

یہ سب کو انسیڈینس تھا، ضد کیوں کر رہی ہو۔۔"

اورادنے نرمی سے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"اپنی ماں سے ملنا چاہتی ہوں، ان کا غم بٹانا چاہتی ہوں۔ کیا پابندی ہے اس پر بھی۔۔؟

جتنی پابندیاں آپ لگاتے ہیں، کاش میری شادی حاذق لالا سے ہی ہو جاتی۔۔ نا میں یوں

اپنوں کو ملنے کے لیے ترستی نا آج یہاں بیٹھ کر وضاحتیں دے رہی ہوتی۔

نا میرے سر پر خانی مورے کی نفرت کی تلوار لٹک رہی ہوتی۔۔

آپ سے شادی کر کے مجھے سوائے آنسوؤں کے کچھ نہیں ملا۔۔ میرا سکون چھین لیا ہے آپ نے۔۔"

وہ اس سے لڑتی غصے سے چیخ رہی تھی۔

آواز میں آنسوؤں کی نمی گھل گئی تھی۔

اس کا پورا وجود زلزلوں کی زد میں آ چکا تھا۔ اوراد اس کے الفاظ پر بالکل خاموش ہو گیا تھا۔

"آج بابا نے جانا ہے واپس۔۔ ان کے ساتھ چلی جانا۔۔"

وہ کچھ توقف کے بعد سنجیدگی سے بولا۔ اسے سینے سے لگانا چاہتا تھا مگر اس کے الفاظ نے اوراد کو جیسے گہرائی میں دھکیل دیا تھا۔ وہ اٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔ حمالہ گھٹنوں میں چہرہ چھپاتی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

وہ اس زندگی سے مطمئن ہو رہی تھی مگر اب نہیں۔۔۔

اسے اپنی نانی کی موت رلا رہی تھی، اسے اوراد کی وضاحتیں غصہ دلا رہی تھیں۔

اس کا دل جل رہا تھا۔ اسے لگا وہ قیدی ہو گئی ہے، اپنی مرضی سے اٹھ کر کہیں بھی چلی جانے والی حمالہ بے بسی سے اجازت کے لیے بیٹھی رہ گئی تھی۔

زندگی کا یہ بدلاؤ اسے برا لگ رہا تھا۔ ایسا بدلاؤ سب کو ہی برا لگتا ہے۔

لڑکیاں جھک جاتی ہیں، بدل بھی جاتی ہیں مگر ان کے دل ایسی فرمانبرداری پر کبھی خوش نہیں ہوا کرتے۔۔

اوراد اپنے کمرے میں سر پکڑے بیٹھا تھا۔ وہ حاذق خان سے شادی کرنے کا زکر کر کے اسے بری طرح ہرٹ کر گئی تھی۔

وہ مانتا تھا اسے خوش نہیں رکھ پا رہا مگر اس کے پچھتاوے پر اورادخانزادہ کا دل جل کر راکھ ہو گیا تھا۔اپنی شادی کا ایسا انجام تو اس نے کبھی نہیں سوچا تھا۔اسے لگا تھا کچھ عرصہ تک سب ٹھیک ہو جائے گا، وہ حمالہ کو سمجھنے لگے گا اور حمالہ اس کے قرب میں خوش ہو گی۔۔

شام کے قریب خانزادہ حویلی کے لیے روانہ ہوئے تو حمالہ بھی خاموش سی ان کے ساتھ چلی گئی۔

اورادا اپنے کمرے میں اندھیرا کیے بیٹھا رہا پھر گہرا سانس بھر کر موبائل اٹھاتا کال ملا گیا۔

"جو میٹنگز کینسل کی تھیں، ان کا ٹائم فکس کر لو۔۔

اور وہ پروجیکٹ ڈیلے مت کرنا۔۔میں کل سے جوائن کرتا ہوں آفس۔۔" وہ سنجیدگی سے بول رہا تھا۔

اپنے وہ سب کام جو حمالہ کے لیے چھوڑ کر اس کے پاس آیا تھا۔اس کے چلے جانے پر خود کو دوبارہ انہی کاموں میں گم کرنے لگا۔

محبت بہت آسان ہوتی ہے بس اسے نبھانا کبھی کبھی مشکل ترین ہو جاتا ہے۔۔

oooooooooooo

ایاد سنجیدہ سا اپنی بڑی ممانی کو دیکھ رہا تھا جو اپنی بیٹی کے ساتھ اس کے گھر پہنچی ہوئی تھیں۔

"تم نے تو ہمیں مایوس کر دیا۔کیا تم اس لیے اپنا شوروم چھوڑ کر یونی ورسٹی کالج جاتے رہے۔۔

تم میں یہ شوق کب سے پیدا ہوا، تمہاری اپنی بھی جوان بہن ہے اور تم دوسروں کی بہنوں

بیٹیوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتے رہے توبہ۔۔۔"

بڑی ممانی تیزی سے بولتی چلی جارہی تھیں۔اسوان نے بے چینی سے پہلو بدل کر ایاد کو دیکھا جو لب بھینچے خاموشی سے بیٹھا تھا۔

اہنی صفائی میں نا کچھ بولا نا انہیں بولنے سے روکا۔

"یہ سب جھوٹ ہے ممانی۔۔ میں خود یونیورسٹی میں ہوتی ہوں۔ وہ لڑکی خود غلط ہے۔" اسوان نے بے ساختہ طرفداری کی تھی۔ایاد اسے دیکھ کر مسکرایا۔

"اب تم تو پردہ داری کرو گی ہی۔۔ ہماری نظروں کے سامنے پلا بڑھا ہے ایاد۔۔ ہمیشہ سے لاپرواہ ہے۔ ہمارے ساس سسر کو تو اللہ جنت میں جگہ دے، انہوں نے ایاد پر بالکل کبھی سختی نہیں کی تھی۔ تمہیں اس کا بچپن نہیں پتا، نہایت جھگڑالو بچہ تھا اور سب بچوں کو مارتا تھا مگر کسی کو اجازت نا تھی کہ پلٹ کر اسے سخت نگاہ سے دیکھے۔۔

ایسے بچے پھر بڑے ہو کر اسی طرح دیدہ دلیری پر اتر آتے ہیں۔ تمہیں بھی ایک روز یہ باتیں تکلیف دیں گی، ابھی تو شاید عشق کا بھوت سوار ہے۔"

وہ بولنے پر آئیں تو بولتی چلی گئیں۔اسوان ہونق سی انہیں دیکھنے لگی۔

"آپ تو مجھے داماد بنانا چاہتی تھیں۔اچھا ہوا بچ گئیں۔ میری بیوی کی فکر نہیں کریں ممانی۔۔

اسے میں ہر حال میں پسند ہوں اور میں کیسا ہوں یہ بہت اچھے سے جانتی ہے۔" ایاد نے سنجیدگی سے جواب دیا۔اسوان اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"مجھے اب کوئی فکر نہیں، تمہارے نانا نانی نے مرتے ہوئے مجھے تمہاری زمہ داری دی تھی۔ میں وہی نبھا رہی ہوں۔۔

بس تمہیں سمجھانے آئی تھی، تم اب شادی شدہ ہو اور ہمارے خاندان کا بھی ایک نام ہے، اپنی حرکتوں پر قابو پانے کی کوشش کرو ایاد خان۔۔"

وہ ترش لہجے میں اسے اس کی غلطی جتا رہی تھیں، اسوان کو یکدم غصہ آ گیا۔

"میں نے آپ سے کہا ناں ممانی، انہوں نے کچھ غلط نہیں کیا۔ میں سب جانتی ہوں اور میرے والدین نے میرے لیے بہترین انسان چنا ہے۔

میں جھوٹی افواہوں پر یقین نہیں رکھتی اور سچ بھی سامنے آ ہی جائے گا ایک دن۔۔

آپ ان کی فکر کرنے کی بجائے اپنی بیٹی کی فکر کریں، اس کی عمر نکلی جا رہی ہے، شادی کب کریں گی۔"

اسوان غصے سے بولتی جا رہی تھی۔

ایاد حیرت اور بے یقینی سے اسے دیکھنے لگا۔ وہ سب لحاظ بھلا چکی تھی۔ ممانی کا چہرہ اہانت سے سرخ ہوا جبکہ ان کی بیٹی تیکھی نظروں سے اسوان کا جائزہ لینے لگی۔

"مجھے دوسری لڑکیوں کی طرح لڑکوں کو پھنسانا نہیں آیا۔۔ میں شریف لڑکی تھی اس لیے منگیتر کے نام پر بیٹھی رہ گئی اور میرا منگیتر تم لے اڑیں۔۔"

ممانی کی بیٹی نے ٹھک سے جواب دیا تھا۔ وہ اسوان پر طنز کر رہی تھی اور یہ بات محسوس کر کے اسوان کا چہرہ سرخ ہوا۔

"بس اب بہت تفتیش ہو گئی۔ ممانی آپ کی زمہ داری اب ختم ہو گئی ہے۔ میری بیوی ہے، گھر بار ہے میں کچھ غلط کروں گا تو ان کو جواب دہ ہوں مگر آپ سے میرا کوئی لینا دینا نہیں ہے۔

مجھے اب شوروم جانا ہے اور میری بیوی کو پڑھنا ہو گا تو آپ سے پھر کبھی ملاقات ہو گی۔"

ایاد یکدم سرد لہجے میں بولتا ان کو صاف الفاظ میں جانے کا بول رہا تھا۔ ممانی غصے سے اسے دیکھتی اس کی بدتہذیبی پر افسوس کر رہی تھیں۔

"چلیں ماما۔۔آپ کو خوامخواہ فکر ہوئی۔۔ یہ انسان ویسے بھی اپنے رشتوں کے ساتھ کبھی مخلص نہیں رہا اور آج یہ بات اپنے منہ سے جتا بھی دی۔۔"

وہ دونوں ماں بیٹی تن فن کرتی وہاں سے چلی گئیں، اسوان نے سر اٹھا کر ایاد کو دیکھا جو افسردہ سا خالی خالی نظروں سے دروازے کی سمت دیکھ رہا تھا۔ وہ اٹھ کر اس کے سامنے کھڑی ہوئی۔

"ان کی باتوں کو دل پر مت لیجیے گا ایاد۔ آپ کبھی خود کو اکیلا محسوس نہیں کریں، میں ہوں ناں۔"

وہ نرمی سے ایاد کا ہاتھ تھام کر بولی۔ ایاد نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی اور آنکھوں میں محبت کے دیئے جل رہے تھے۔

"میرے لیے تمہارا ساتھ ہی کافی ہے جانِ ایاد۔۔"

وہ اس کے ہاتھ کو مضبوطی سے تھام کر اسے سینے سے لگا گیا۔ اسوان اس کے گرد بازو لپیٹے سکون سے مسکرائی۔

"ٹھہرو میں یہ کال سن لوں۔۔"۔ ایاد اپنے موبائل پر آتی کال پر اس سے الگ ہو کر اس کا سر تھپکنے لگا۔ اسوان سر ہلاتی ایک طرف بیٹھ گئی۔

"ہاں بولو میثم۔۔" وہ کال اٹینڈ کر کے سنجیدگی سے بولا۔

"مزے کی خبر ہے، مبارک دینا چاہ رہا تھا مگر تمہارا لہجہ بتا رہا ہے تمہارا مزاج اچھا نہیں ہے۔ کچھ ہوا ہے کیا؟؟"

میثم کا پرجوش لہجہ اس کے انداز پر مدھم ہوا۔

"بڑی ممانی آئی تھیں۔ میرے سکینڈل کی خبر مل گئی ان کو بھی۔۔۔ پوری زندگی میری جاسوسی کرتے گزار دی، ابھی تک تھکی نہیں ہیں وہ۔۔"

وہ اکتاہٹ بھرے انداز میں بولتا اسوان کے قریب بیٹھ کر اس کے گرد بازو پھیلا گیا۔

"اوہ۔۔ پھر تم نے کیا کہا؟" میثم متجسس ہوا۔

"کیا کہنا ہے، صفائیاں دینا مجھے نہیں آتا۔۔ لوگ کچھ بھی سمجھیں، میں تو جانتا ہوں میں نے کچھ نہیں کیا۔ اور میری بیوی کو مجھ پر یقین ہے اور کیا چاہیئے۔۔" وہ مسکرا کر بولتا اسوان کے سر سے اپنا سر ٹکرا گیا۔ وہ اس کی بات پر جھینپ کر مسکرائی۔

"ابے یار۔۔ لوگ بھی جان گئے ہیں۔۔ ایک تو تمہارے نصیب میں ہے کہ ایسی ہر خبر میں ہی پہنچاؤں گا۔۔

موبائل چیک کرو، لڑکی نے سچ بتا دیا ہے۔"

میثم ہنستے ہوئے بول رہا تھا۔ ایاد چونک گیا۔

"اچھا کب؟ کال کاٹو دیکھتا ہوں۔" ایاد نے کہتے ہی کال کاٹی اور یونی ورسٹی کی ویب پر گیا۔

اس لڑکی نے ایک ویڈیو میں اعتراف کیا ہوا تھا کہ وہ ایاد خان سے شادی کرنا چاہتی تھی اور اس کے انکار پر جھوٹا الزام لگا گئی مگر اب وہ شرمندہ تھی اور اپنی غلطی پر نادم ہو رہی تھی۔۔

اسوان پوری موبائل پر جھکی جوش سے دیکھ رہی تھی جبکہ ایاد کو پہلا خیال اوراد کا آیا تھا۔

"اوراد خانزادہ۔۔ تم ہمیشہ کی طرح اپنا کام کر گئے۔۔"

وہ دل ہی دل میں اس سے مخاطب ہوا اور موبائل ایک طرف کر کے خود پر جھکی اسوان کو اپنے قریب کرتا اس کے رخسار پر لب رکھ گیا۔

"مجھ پر یقین کرنے کا شکریہ ڈیئر وائف۔۔ مجھے تمہارے یقین سے محبت ہو گئی ہے۔" وہ

اس کے سر سے اپنا گال ٹکا کر جذب سے بول رہا تھا۔

"یقین کیسے نا کرتی، میں جانتی تھی آپ ایسا بالکل نہیں کر سکتے۔" اسوان پر جوش لہجے میں بولی۔

ان کی محبت، اعتبار کا دوسرا روپ تھی۔ سکون کا عکس تھی۔ ان کی محبت ہر مشکل سے۔۔ ہر غم سے۔۔ اور ہر پریشانی سے۔۔ بے نیاز تھی۔۔

oooooooooooo

حمالہ خاموش سی اپنے کمرے میں بیٹھی تھی۔ جب سے حویلی آئی تھی پہلی بار خانی بیگم اس سے خوش ہوئی تھیں۔

"مجھے اس بات پر یقین نہیں آیا کہ تم سب کے کہنے کے باوجود صرف اوراد کی اجازت نا ملنے پر خٹک حویلی نہیں گئیں۔۔

بہت اچھا کیا شوہر کا مان رکھ کر۔۔ بیوی کی سب سے اچھی بات اس کی فرمانبرداری ہوتی ہے اور یہ مت سمجھنا یہ میرا کہنا ہے۔۔

اللہ نے بھی یہی حکم دیا ہے کہ بیوی اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نا نکلے یہاں تک کہ اگر شوہر کی اجازت نا ہو تو کسی کو گھر بھی نا آنے دے۔۔۔

یہ میرا کہنا نہیں ہے، یہ اللہ چاہتا ہے۔۔"

خانی بیگم خوشی سے بول رہی تھی اور پہلی بار طنز کی بجائے نرمی سے اسے سمجھایا تھا۔

حمالہ سر جھکا گئی تھی۔ اللہ کا حکم بھی یہی تھا اور سب کا ماننا بھی یہی تھا۔ اس نے ٹھیک ہی کیا تھا مگر ٹھیک کرنے کے فوری بعد غلط کر آئی تھی۔

وہ اپنے شوہر سے لڑ کر اسے چھوڑ آئی تھی۔ وہ پاگل ہو گئی تھی؟ حمالہ خود بھی نہیں سمجھ پائی۔

"شاید اورادٹھیک کہتا تھا کہ وہ تمہارے ساتھ ہی خوش رہ سکتا ہے۔ تمہاری اچھائیاں اس نے دیکھ لی تھیں اب میں بھی مان رہی ہوں۔"

خانی بیگم نے اپنائیت کا مظاہرہ کیا تو حمالہ سوچ میں گم ہو گئی۔ کون سی اچھائی تھی اس میں؟؟

وہ اس کے عیبوں پر پردہ ڈالتا تھا، اس کی غلطیوں کو اچھائی بنا کر پیش کرتا تھا۔

سارا کمال اورادخانزادہ کے عشق کا تھا وہ تو آج بھی ویسی ہی تھی۔ نا اچھی تھی نا سمجھدار تھی۔۔

"مورے میں۔۔ یوں اچانک حویلی آ گئی دراصل۔۔ میں۔۔"

حمالہ ان کے سچ جاننے پر غصہ کرنے سے پہلے وضاحت دینا چاہ رہی تھی۔

"ہاں ہاں۔۔ اورادنے کال کر کے بتا دیا کہ تم کیوں آئیں۔۔ وہ کہہ رہا تھا تم اپنی نانی کے لیے اداس ہو اس لیے تمہیں حویلی ہمارے پاس بھیج دیا تاکہ تمہارا دھیان بٹ جائے۔۔

دیکھو اس نے تمہیں جانے سے روکا تو خود بھی پریشان ہو رہا ہے۔ اس کے لیے دل برا مت کرنا۔۔"

خانی بیگم نرمی سے سمجھا رہی تھیں اور حمالہ کے پاس مزید بولنے کے لیے کچھ نہیں رہا تھا۔

کیسا انسان تھا آخر وہ۔۔ اس کی ہر غلطی کو ڈھانپ لینے والا۔۔ کیا وہ محبت کر کے تھکتا نہیں تھا۔۔؟؟

اس کا عشق جنون جیسا تھا اور محبت سکون جیسی۔۔ حمالہ اس سے ناراض ہو کر آئی تھی اور اب اسی کو سوچتی جا رہی تھی۔

کسی نے اس سے سوال نہیں کیا تھا، اس نے گلے جان کی موت کا خوب غم منایا تھا۔ وہ روئی تو اتنا روئی کہ سب اس کو تسلی دیتے گھبرا گئے۔

اب چپ تھی تو بالکل چپ ہو گئی تھی۔ وہ اوراد کو سوچ رہی تھی، اس نے میسج نہیں کیا۔

کال بھی نہیں کی۔ وہ ناراض ہو کر آئی تھی مگر اب لگ رہا تھا شاید وہ ناراض ہو گیا ہو گا؟

اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں، اپنی ناانصافی پر۔۔

اوراد کی خاموشی پر۔۔ وہ اسے روک لیتا۔۔ منا لیتا۔۔

یوں بھیج دیا۔۔ چپ ہو گیا۔۔ اب کیا سوچ رہا ہو گا۔۔؟؟

وہ بھیگی آنکھیں رگڑ کر صاف کرتی موبائل اٹھا کر اسے کال ملا گئی۔ معافی مانگ لینے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ وہ بھی معافی مانگنا چاہتی تھی۔۔

کال جاتی رہی مگر اٹینڈ نہیں ہوئی۔۔ حمالہ کا بازو تھک کر اس کے گود میں آ گرا۔ کیا وہ ناراض ہے؟؟

بس یہی سوال اس کے دماغ میں اٹک گیا تھا۔۔

وہ گھٹنے سینے سے لگاتی اپنے گرد بانہیں پھیلا گئی۔

پہلی بار اسے اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا اور غلطی بھی شاید۔۔۔ ناقابل تلافی۔۔

oooooooooo

احواد کی حالت پھر سے خراب ہو رہی تھی۔ وہ گہرے گہرے سانس بھرتی بالکل زرد ہونے لگی۔

الہام اسے سنبھال کر سیدھا کرتا اس کے چہرے پر آیا پسینہ صاف کرنے لگا۔

"آپ خود کوشش کیوں نہیں کرتیں احواد۔۔ ڈاکٹرز کی کوشش سے کچھ نہیں ہو گا، اپنے اندر زندگی کی خواہش پیدا کریں پلیز۔۔۔"

الہام بے چارگی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ نیم وا نم آنکھوں سے الہام کو دیکھنے لگی۔ وہ اسے کیوں بچانا چاہتا تھا؟ کیا چھوڑنے کے لیے؟؟

احواد کو دنیا کی بے حسی اب رلانے لگی تھی۔ اس کی کہیں جگہ نہیں تھی، وہ تکلیف میں تھی مگر اسے مرنے بھی نہیں دیا جا رہا تھا۔

"احواد۔۔ میری بات سن رہی ہیں آپ۔۔ خود کوشش کریں، زندگی سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے؟

یہ تکلیف بھی ختم ہو جائے گی، یہ درد اس لیے ہے کیونکہ آپ کا علاج کیا جا رہا ہے مگر یہ علاج ناکام جائے گا اگر آپ کے اندر زندگی کی طلب نا جاگی۔۔"

الہام نرمی سے اس کے بال سمیٹتا سمجھا رہا تھا۔

احواد اسے دیکھتی رہی۔ وہ واپس کب جائے گا؟

وہ لوٹا ہی کیوں تھا؟اب چاہتا کیا ہے؟

وہ پوچھنا چاہتی تھی مگر وجود میں پھیلے درد نے اس کی زبان گنگ کر رکھی تھی۔وہ آنکھوں سے آنسو بہاتی مشکل سے سانس کھینچ رہی تھی۔

"ایسے خاموش کیوں ہیں؟اس حالت میں رہ کر کیا مل رہا ہے؟کیا آپ چاہتی ہیں سب آپ پر ترس کھائیں۔۔آپ کے لیے افسوس کریں؟کیا یہ سب خوش کرتا ہے؟"

الہام اس کی خاموشی سے زچ ہو گیا۔اس کے الفاظ پر وہ مچلنے لگی۔

"مجھے۔۔کسی کا ترس۔۔نہیں چاہئیے۔۔موت۔۔چاہئیے۔۔

لاوارث ہوں۔۔۔خان صاحب۔۔مجھے۔۔مرنے دیجیے۔۔"

احواد کے سسکتے جملے نے الہام کو ساکت کر دیا۔وہ آنکھیں سختی سے میچتی سسک رہی تھی۔

"لاوارث نہیں ہیں آپ،میں آپ کا وارث ہوں۔۔میرے نکاح میں ہیں آپ۔۔بیوی ہیں میری۔۔ایسا کیسے بول سکتی ہیں۔میں مر جاؤں تو خود کو لاوارث کہیے گا۔

میری اس غلطی پر مجھے معاف کیوں نہیں کر دیتیں۔۔مجھے اور خود کو اذیت میں کیوں ڈالا ہوا ہے۔"

الہام اس سے لڑتا بمشکل اپنے غصے پر ضبط کر پایا تھا۔اس کا دل چاہ رہا تھا اسے جھنجھوڑ کر رکھ دے۔

وہ شادی کے بعد الہام کے غصے میں بولے گئے الفاظ یاد رکھے ہوئی ہے تو اب اس کے اپنائیت بھرے جملے کیوں نہیں سن رہی۔۔

اس کا نازک سا وجود بیماری میں مبتلا کمزور تر ہو گیا تھا اور الہام کو لگا اسے یوں ختم ہوتا دیکھ کر وہ کسی روز اپنی جان خود لے لے گا۔

وہ بے ساختہ جھک کر احواد کے نرم نقوش کو اپنے لبوں سے چھونے لگا۔ یوں جیسے اپنے الفاظ سے دیئے زخموں پر مرہم رکھنا چاہ رہا ہو۔۔

جیسے اس کے درد کا مداوا کرنا چاہتا ہو۔۔

"مجھے معاف کر دیں احواد۔۔ زندگی کی طرف لوٹ آئیں۔ مجھے آپ کے ساتھ رہنا ہے۔

میں آپ کے لیے لوٹ کر آیا ہوں۔۔

میرا یقین کریں میں آپ کے لیے واپس آیا ہوں۔"

وہ اس کے ماتھے سے ماتھا ٹکائے مدھم لہجے میں التجا کر رہا تھا۔ مگر احواد شاید سن نہیں رہی تھی۔

کچھ دیر پہلے لگایا گیا انجکشن اسے غنودگی میں لے جا رہا تھا۔

دروازے پر ہوتی دستک پر الہام سیدھا ہوا اور احواد پر چادر درست کرتا دروازے کی سمت بڑھا۔

باہر اورا داس کا منتظر کھڑا تھا۔ الہام کوریڈور میں پڑے بنچ پر جا کر بیٹھتا اسے دیکھنے لگا۔

ایش گرے تھری پیس میں ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کیے وہ تھکا تھکا سا کھڑا ہوا تھا۔ جیل سے بنے بال اب کچھ کچھ ماتھے پر آئے ہوئے تھے اور نیلی آنکھیں ہلکی سرخی میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

"آپ اس وقت آفس میں ہوتے ہیں۔آج جلدی آ گئے۔"

الہام نے اس کو آفس کے حلیہ میں دیکھ کر پوچھا۔

"بس۔۔ تمہارا خیال آ گیا تھا۔" اوراد آہستگی سے بولا۔

بتا نہیں پایا کہ حمالہ کی یاد نے بے چین کر رکھا تھا،اس کے الفاظ اوراد کو کوئی کام نہیں کرنے دیتے تھے۔

وہ اپنے سلگتے دل سے بے قرار ہو کر وہاں آیا تھا۔

"تمہاری بیوی ٹھیک ہے؟" اوراد نے نرمی سے سوال کیا۔

"وہ ٹھیک نہیں ہونا چاہتیں۔" الہام افسردہ ہوا۔

"وہ تم سے ناراض ہے۔کچھ وقت لگے گا اسے مناتے رہو۔۔لڑکیاں ناراض ہو جائیں تو پھر جلدی ماننے پر ان کی انا آڑے آ جاتی ہے۔

بہت وقت لیتی ہیں،سب یاد رکھتی ہیں۔۔"

اوراد شاید اپنا تجربہ بیان کر رہا تھا۔

"میں ساری زندگی منانے کو تیار ہوں مگر انہیں جلدی ماننا چاہیئے۔ان کی زندگی ان کی ناراضگی میں ختم ہو جائے گی۔" الہام ازیت سے بولتا سر پکڑ گیا۔

"تم بدل گئے ہو الہام۔۔" اوراد نے بغور اس کا جائزہ لیا۔

وہ پہلے لڑکا لگتا تھا، اس کے چہرے پر شوخی ہوتی تھی، مسکراہٹ رہتی تھی مگر اب وہ سنجیدہ ہو چکا تھا۔ اب بڑا لگنے لگا تھا۔

"وقت نے بدل دیا ہے۔" وہ تلخی سے مسکرایا۔

"نہیں۔۔ تمہیں محبت نے بدل دیا ہے۔"

اوراد نے اپنے الفاظ پر زور دیا، الہام چونک گیا۔

"آج ایاد خان آیا تھا فیملی کے ساتھ۔۔" اوراد اچانک بولا تو الہام نے بے توجہی سے سر ہلا دیا۔

"اس کی بہن بھی ساتھ تھی؟"

اوراد کا جملہ الہام کو متوجہ کر گیا۔ وہ سوالیہ نظروں سے اوراد کو دیکھنے لگا۔

"میں نہیں جانتا کون آیا کون نہیں۔۔ اسوان ساتھ تھی، بس اسی سے ملا ہوں۔" الہام نے سرسری لہجے میں جواب دیا۔ اوراد مسکرا دیا۔

"وہ ساتھ تھی۔۔ تم نے غور ہی نہیں کیا۔۔ محبت اپنا پتا دے دیتی ہے الہام۔۔

تم اسے ضرور پہچان لیتے مگر تمہیں احواد کے علاوہ کچھ محسوس نہیں ہوتا۔ تمہیں وہی یاد رہ گئی ہے۔ تمہیں اب محبت ہوئی ہے، اپنی بیوی سے۔۔ اس کا خیال رکھنا۔۔" اوراد نے نرمی سے سمجھاتے ہوئے اسے اس کی محبت کا پتا دیا۔

وہ محبت جو الہام کے واپس آتے ہی پہلے روز سے محسوس کر رہا تھا۔

"اپنی محبت کا کیسے خیال نہیں رکھوں گا۔۔"

الہام بااعتماد لہجے میں بولتا اوراد کو مسکرانے پر مجبور کر گیا۔ وہ اس کے پاس بیٹھ گیا۔

اس کا موبائل گاڑی میں پڑا تھا جہاں حمالہ کی کال آتی رہی اور پھر بند ہو گئی۔ اوراد اس کال

سے بے خبر الہام سے باتیں کرتا رہا تھا۔

بمشکل اپنا دماغ بٹا کر جب وہ واپسی کے لیے گاڑی میں بیٹھا تو موبائل پر اپنے علاقے کے ہسپتال سے آنے والی کال نے متوجہ کر دیا۔

"ہاں جی ڈاکٹر۔۔ میرا پیشنٹ اب کیسا ہے؟"

اوراد نے گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"خان صاحب آپ کا پیشنٹ اب کافی بہتر ہے۔۔ چند دنوں میں وہ ہاسپٹل سے ڈسچارج بھی ہو جائے گا، آپ کی ہدایت کے مطابق آپ کے پیشنٹ کو موبائل استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی۔ میں نے سوچا آپ کو بتا دوں۔"

ڈاکٹر نے اسے تفصیل سے آگاہ کیا۔ اوراد مطمئن ہوا۔

"ٹھیک ہے میں جلد چکر لگاؤں گا۔"

اوراد نے بات مختصر کر کے کال کاٹی اور موبائل چیک کیے بنا ڈیش بورڈ پر پٹخ دیا۔

oooooooooooo

ریاض شاور لے کر واش روم سے نکلتا ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا ہوا۔ نظر ایقان پر گئی تو ٹھٹک گیا۔ وہ اپنے موبائل پر جھکی مسکرا رہی تھی۔

"یہ تم اتنی مصروف کہاں رہنے لگی ہو۔" ریاض نے ابرو چڑھا کر سوال کیا۔ وہ اس کے سوال پر مسکرائی۔

"علیہا سے بات کر رہی ہوں، ایک گڈ نیوز ہے۔ آپ ماموں بننے والے ہیں۔" ایقان نے پر جوش لہجے میں بتایا۔

ریاض کا بال برش کرتا ہاتھ اپنی جگہ جم گیا۔

"کیا واقعی۔۔ دیکھو میری بے وفا بہن کو۔۔ مجھے خود نہیں بتایا۔۔" ریاض کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اس نے مجھ سے بھی پہلے حمالہ کو بتایا۔۔

اس کی ترتیب دیکھتے جائیں۔ نا جانے آپ کا کون سا نمبر ہو۔۔" ایقان نے ہنس کر کہا۔

ریاض اپنی بہن کی حرکتوں پر سر نفی میں ہلاتا ہنس رہا تھا۔ بال برش کر کے خود پر پرفیوم سپرے کیا اور موبائل اٹھا کر چیک کرنے لگا۔

اپنے موبائل پر آئی کسی ویڈیو کو دیکھ کر چونکا اور ٹیرس پر جا کر ویڈیو اوپن کرتا موبائل سیدھا کر گیا۔

"خان حویلی اور اس کی عزت ہونہہ۔۔ کیا اوقات ہے اس اوراد خانزادہ کی۔۔۔ خان رباض، خان ابراہیم اور وہ خان الہام۔۔ ان کی لڑکیاں پہلے دوسرے مردوں کے نام ہوئیں پھر ان کو ملیں۔۔ سب کی سب برتی ہوئی اور رَد کی ہوئی۔۔"

رباض ان الفاظ پر ساکت سا کھڑا تھا۔ حاذق خان نشے میں دھت زہر اگل رہا تھا اور کسی کلب میں بیٹھا سر عام خان حویلی والوں پر بول رہا تھا اور اس پر زلت یہ کہ ویڈیو بھیجنے والا خان رباض کا کوئی دوست تھا جس نے ویڈیو بھیج کر اسے خبردار کیا تھا۔

رباض نے اوراد کا نمبر ملا کر موبائل کان سے لگاتے ہوئے سختی سے لب بھینچے۔

"السلام و علیکم۔۔ میں راستے میں ہوں اور گھر۔۔"

اوراد نے کال اٹینڈ کر کے ابھی آدھی بات کی تھی کہ رباض نے غرا کر بولتے اس کی بات کاٹی۔

"بکواس کی تھی ناں تمہیں کہ حاذق خان کو دوبارہ حویلی والوں سے مت ملواؤ۔۔ مگر تم نے ضد کی اور اسے ہاسپٹل تک بلوا لیا۔۔

وہ گھٹیا انسان تو قتل کرنے کے قابل ہے اور تم عزت دے رہے تھے۔" خان رباض غصے کی زیادتی سے ہانپ گیا تھا۔ اوراد یکدم خاموش ہو گیا۔

"کوئی بات ہوئی ہے کیا؟" کچھ توقف کے بعد اس نے مدھم لہجے میں سوال کیا تو رباض کا غصہ ساتویں آسمان پر جا پہنچا۔

"کچھ نہیں۔۔ بس ہماری عورتوں کی عزت نیلام کر رہا ہے۔ اس سے مل کر شکریہ کر لینا۔۔"

ریاض نے طنزیہ لہجے میں جتایا اور کال کاٹ کر اسے ویڈیو سینڈ کی۔ ساتھ میسج بھی کر دیا۔

"یہ ویڈیو دیکھ لو اور آئندہ تم نے کوئی بھی ضد کی یا مرضی کرنے کی کوشش کی، تمہارے ہوش میں ٹھکانے لگاؤں گا۔۔" ریاض نے اوراد کو سہی معنوں میں ڈانٹ کر رکھ دیا تھا۔ اسے اوراد پر شدید غصہ آ رہا تھا۔ کچھ دن پہلے اس نے پلوشے بیگم کو حویلی آنے سے روکا تھا اور اس کے روکنے کے باوجود اوراد نے انہیں حاذق کے ساتھ ہی ہسپتال بلوا لیا تھا۔

ریاض کا اس بات پر اب دماغ گھوم رہا تھا جبکہ دوسری جانب ویڈیو دیکھتے اوراد نے بے ساختہ گاڑی کو بریک لگائے تھے۔

"حاذق خان۔۔۔" وہ مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا۔

اس نے ابراہیم کے سامنے اس کا جرم ثابت کیا، وہ چاہتا تھا اس معاملہ کو خود ابراہیم دیکھے مگر ابراہیم کیوں خاموش ہو گیا وہ نہیں جان پایا۔۔

الٹا اس کی حرکت نے حاذق خان کو اتنا گر جانے کی اجازت دے دی تھی۔ عزت تو واقعی نیلام ہو رہی تھی۔

oooooooooooo

پلوشے ملازماؤں کے ساتھ کچن میں کھڑی تھیں جب ایک ملازمہ نے کچن میں آ کر انہیں اوراد خانزادہ کے آنے کی اطلاع دی۔

"اوراد آیا ہے؟" پلوشے حیرت سے بولیں۔ جلدی سے ملازماؤں کو اچھا سا انتظام کرنے کی ہدایت دے کر کچن سے نکلیں۔

اوراد باہر غصے سے ٹہل رہا تھا۔ انہیں دیکھ کر تیر کی طرح ان کے سر پر پہنچا تھا۔

"حاذق خان کہاں ہے پھپھو؟" اوراد کے سرد سوال پر وہ ٹھٹک گئیں۔ اس کے چہرے کے تاثرات نہایت سپاٹ ہو رہے تھے۔ پلوشے کو گڑبڑ کا احساس ہوا۔

"اوراد مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے؟ حاذق نے پھر کچھ کر دیا؟ یقین کرو اس دن جب سے حقیقت پتا چلی ہے میں حاذق سے بات بھی نہیں کر رہی ہوں۔۔"

وہ گھبرا کر اسے وضاحت دیتی یہاں وہاں دیکھنے لگیں۔ وہ نہیں چاہتی تھیں کوئی متوجہ ہو۔۔

کیونکہ حاذق اس حویلی کا سب سے بڑا اور بگڑا ہوا بیٹا تھا، اگر اس کی حرکتیں سب کو پتا چلتیں تو پلوشے کی دیورانیاں جینا حرام کر دیتیں۔

"پھپھو آپ کے بات نا کرنے کا بھی آپ کے بیٹے پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ آپ کو چاہیئے تھا اس حویلی کے لوگوں کو بتاتیں کہ ان لاڈلا کتنے گرے ہوئے کردار کا مالک ہے۔" اوراد تلخ لہجے میں بول رہا تھا۔

اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ پوری رات وہ حاذق خان کے الفاظ سوچتا رہا تھا۔ اس کا اب سر درد سے پھٹ رہا تھا۔ پریشانی اور تھکاوٹ سے اس کا وجود بخار سے جل اٹھا تھا۔۔ وہ صبح پہلی فرصت میں حاذق خان کے سر پر پہنچا تھا۔

"اوراد پلیز بیٹا۔۔" پلوشے نے اپنے سسرال والوں کو وہاں جمع ہوتا دیکھ کر آہستگی سے التجا کی۔

"کیا ہو گیا ہے؟ یہ تمہارا بھتیجا ہے ناں پلوشے؟

پہلی بار حویلی میں آیا ہے اور ہم سے ملا تک نہیں۔۔"

پلوشے بیگم کی ساس نے بغور اوراد خانزادہ کو دیکھ کر کہا تھا۔ جبکہ اوراد لب بھینچے کھڑا تھا۔

"اوراد خانزادہ۔۔ ہمارے غریب خانے میں کیسے آنا ہوا۔۔"

سیڑھیوں سے اترتے حاذق خان نے تمسخر بھرے لہجے میں کہا۔ اس کی آواز پر اوراد نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"حاذق تم جاؤ یہاں سے۔۔" پلوشے نے غصے سے کہا۔

"وہ کیوں جائے؟ اپنے کزن سے ملنے آیا ہے، بہو تم بھی عجیب رویہ دکھا رہی ہو۔۔"

پلوشے بیگم کی ساس نے ماتھے پر بل ڈال کر انہیں ٹوکا۔ حاذق سیڑھیاں اتر کر سامنے آن رکا تھا۔

"تم گھٹیا انسان۔۔ تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری حویلی کی لڑکیوں کے بارے میں گھٹیا بکواس کرنے کی۔" اوراد غرا کر اس پر جھپٹا اور اس پر مکوں کی برسات کر دی۔

پلوشے گھبرا کر اس کی طرف بڑھیں تاکہ اسے روک سکیں۔ حاذق کو سنبھلنے کا موقع نہیں ملا تھا۔

"رک جاؤ لڑکے۔۔ کیا کر رہے ہو۔۔" حاذق کی دادی غصے سے دھاڑیں۔ اوراد کو حاذق نے جھٹک کر دور کیا اور اپنا چکراتا سر سنبھال کر ایک طرف بیٹھ گیا۔ اس کا چہرہ خون سے بھر چکا تھا۔

"مجھے روکنے کی بجائے اپنے اس لاڈلے کے کام دیکھیں۔ یہ نیچ انسان معصوم لڑکیوں کی عزتیں لوٹتا پھرتا ہے اور شرمندہ ہونے کی بجائے ڈھٹائی سے نائٹ کلب میں بیٹھ کر تمسخر اڑاتا ہے۔۔

اوقات کیا ہے اس کی۔۔ خان حویلی سے خالی ہاتھ لوٹایا گیا انسان جسے آج تک کوئی ڈھنگ کی لڑکی نہیں ملی۔۔ کتوں کی طرح کوٹھوں پر منہ مارتا ہے۔۔"

اورادغصے سے چیخ رہا تھا۔ حاذق خان دھک سے رہ گیا۔ حویلی کے تمام ملازمین اور سب گھر

والوں کے سامنے اورادخانزادہ نے اس کا پردہ اتارا تھا۔

وہ گڑبڑا کر سب کی حیران نظروں پر پہلو بدلنے لگا۔

"کیوں الزام لگا رہے ہو۔۔ کیا ثبوت ہے وہ لڑکیوں کی عزتیں لوٹتا ہے۔ نیچ خاندان کی لڑکیاں ہوتی ہیں جو خود پیسہ دولت دیکھ کر اپنا آپ لڑکوں پر وار دیتی ہیں۔ تو قصوران لڑکیوں کا ہوا ناں۔۔"

حاذق کی دادی نے اپنی تمام بہوئیں اور ملازمائیں جمع ہوتی دیکھ کر اس کی طرف داری کی۔

"بکواس کرتا ہے یہ انسان۔۔ الزام لگانے آ گیا۔۔

بتاؤ کس لڑکی کو لوٹا میں نے۔۔ کیا یہاں سب کے درمیان بتانا چاہو گے۔۔"

حاذق خان جتاتی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

گویا چیلنج دے رہا تھا کہ اپنی حویلی کی عزت کا نام لے کر دکھاؤ۔۔ وہ جانتا تھا ابراہیم کیوں خاموش ہوا۔۔

اسے یقین تھا صرف اسی وجہ سے اورادبھی چپ ہو جائے گا مگر وہ غلط تھا۔

اوراد بپھر کر اس کے سر پر پہنچتا اسے بری طرح مارتے ہوئے اپنے ہاتھ تک زخمی کر گیا تھا۔

" شاید تم جانتے نہیں ہو ابراہیم لالا کی بیوی پر بدکرداری کا الزام لگانے والوں میں تمہاری حویلی والے بھی شامل تھے۔۔

میں کیا نام بتاؤں گا تم بتاؤ کہ اس معصوم لڑکی کی زندگی برباد کرنے والا شیطان کون تھا۔۔

نیچ انسان تمہیں کیا لگتا ہے تم گناہ کر کے بھی سر اٹھا کر گھومو گے اور ہم اس مظلوم لڑکی کو مجرم کی طرح چھپائیں گے۔"

اوراد نے اس کے جبڑے پر زوردار گھونسا مار کر کہا۔اسے کسی نے ہٹانے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ اس کے الفاظ نے عورتوں کو ساکت کر دیا تھا۔

"چہرہ تو تم چھپاؤ اپنا۔۔ تمہارے چہرے کی سیاہی پورے خاندان کے سامنے لاؤں گا اب میں۔۔"

اوراد خانزادہ درشت بھاری لہجے میں چیخ رہا تھا۔حاذق خان کے چہرے کا رنگ تاریک پڑ گیا تھا۔

"اوراد میں۔۔۔اس کی طرف سے معافی۔۔۔" پلوشے نے ہکلاتی آواز میں بولنے کی کوشش کی۔

"اب معافی نہیں پھپھو۔۔ میں یہاں بتانے یہی آیا ہوں۔۔اگلی دفعہ اس نیچ انسان کا قتل کروں گا۔اسے سمجھا دیں میری حویلی کی عورتوں کا دوبارہ نام بھی نا لے اور میں قسم کھا رہا ہوں آج کے بعد حاذق خان کو اپنی حویلی میں قدم نہیں رکھنے دوں گا۔"

اس نے سرد لہجے میں کہتے ہوئے تنفر سے حاذق خان کا زخمی چہرہ دیکھا اور اس حویلی سے نکل آیا۔اس کے اپنے ہاتھ بھی زخمی ہو گئے تھے۔

پیچھے حاذق خان شرمندہ سا اپنی ناراض دادی اور ماں کو وضاحتیں دے رہا تھا مگر اب وہ اپنا یقین کھو چکا تھا۔

oooooooooooo

خان حویلی میں خانی بیگم نے ایقان کی گود بھرائی کی رسم کے ساتھ ایک چھوٹا سا فنگشن رکھ دیا تھا۔

"سب پریشانیوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ تھوڑا بہل جائیں گے۔میں نے الہام سے بھی کہا ہے احواد کو لے آؤ ایک دن کے لیے حویلی۔۔ بہل جائے گی وہ بھی۔۔

نہیں ہے بیمار، صرف اس کی تنہائی نے اسے اس حال تک پہنچا دیا ہے۔" خانی بیگم اپنا خیال ظاہر کر رہی تھیں۔خان آزر ان سے متفق ہوئے۔

"الہام کیا کہتا ہے۔اب ٹھیک ہے احواد؟" خان آزر نے سوال کیا تو خانی بیگم نے اطمینان سے سر ہلایا۔

"ابراہیم نے بتایا کہ وہ اب پہلے سے بہتر ہے اور حویلی میں آنا چاہے تو آسکتی ہے۔الہام اور ابراہیم اکٹھے آرہے ہیں، پہنچنے والے ہوں گے۔" خانی بیگم نے خان آزر کو بتاتے ہوئے ملازماؤں کو دیکھا۔

"جلدی ہاتھ چلاؤ۔۔ صفائی پوری نہیں ہوئی ابھی اور شام ہوتے ہی مہمان آجائیں گے۔" خانی بیگم ان سب پر غصہ ہو رہی تھیں جب الہام اور ابراہیم بھی بیویوں سمیت پہنچ گئے۔

"احواد کو ابھی کمرے میں لے جاؤ، آرام کرے تھوڑا۔"

خانی بیگم نے احواد سے ملتے ہی الہام کو تاکید کی۔

حمینہ وہیں مرحا، پریہان اور زرشے وغیرہ کے پاس بیٹھ چکی تھی۔

"احواد اب سنبھل رہی ہے؟" خان آزر نے اپنے پاس بیٹھتے ابراہیم کو دیکھ کر آہستگی سے سوال کیا۔

"وہ ٹھیک ہو سکتی ہے۔ ابھی کینسر کا فرسٹ سٹیج ہے مگر وہ خود پُرامید نہیں ہو رہی۔۔

اللہ کرے یہاں تھوڑا مائنڈ چینج ہو جائے۔۔"

ابراہیم تاسف سے بول رہا تھا۔ خانزادہ بھی وہیں آ کر بیٹھ گئے۔ حویلی کے تقریباً سب لوگ وہاں بیٹھے باتیں کر رہے تھے جب ریاض تیزی سے وہاں پہنچا۔

"اورادآیا ہے یہاں؟" ریاض کے سوال پر سب چونکے۔

"ابھی تو نہیں۔۔ کیا ہوا؟" خانزادہ ریاض کے سرخ چہرے پر غصیلے تاثرات دیکھ کر ٹھٹک گئے۔

"بابا یہ انسان میری برداشت سے باہر ہو رہا ہے اب۔۔ سختی کیوں نہیں کرتے آپ اس پر۔۔ میں نے آپ کو بتایا نہیں مگر وہ بہت الٹی حرکتیں کرتا پھر رہا ہے۔۔۔

پہلے خٹک حویلی میں جا کر ماحد خان کو مرنے کے قریب کر آیا تھا۔ آج پلوشے پھپھو کی حویلی پہنچ گیا اور اتنا تماشہ کیا، حاذق خان کو زخمی کر دیا۔۔

ان کی کال آئی تھی، پریشان ہو رہی تھیں کہ اس کی طبیعت خراب لگ رہی تھی اور غصے میں نکلا ہے۔۔

اسے کیا لگتا ہے ہم سب پاگل ہیں۔۔"

ر باض بھڑکا ہوا تھا۔ خانزادہ نے اوراد کے کارناموں پر غصے پر بمشکل ضبط کیا۔

"کیوں حاذق کو کیوں مارا؟ یا اللہ یہ لڑکا تو دن بہ دن بگڑتا جا رہا ہے۔" خانی بیگم پریشان ہو گئیں۔

"تم غصہ کرنے کی بجائے پتا کرو وہ ہے کہاں۔۔اس کی طبیعت خراب تھی تو اسے ساتھ لاتے ناں ابراہیم۔۔" پریہان بھی فکر مندی سے بولیں۔

"وہاں گیا کیوں تھا؟ حاذق سے کیوں لڑائی ہوئی؟"

خان آزر نے بھی سوال کیا۔ مگر ر باض کی نظر اندر داخل ہوتے اوراد پر تھی۔ وہ اسے گھورنے لگا۔

"یہ آ رہا ہے پوچھیں اس سے۔۔ حاذق ہماری حویلی کی لڑکیوں پر بول رہا تھا اور یہ صاحب وہاں پہنچ کر ان کی حویلی میں تماشہ کھڑا کر آئے۔۔

یعنی جس کو نہیں پتا تھا ان سب کو بھی بتا آیا ہے۔ ابراہیم نے اپنی بیوی کا معاملہ نہیں اچھالا تو تم کون ہوتے ہو وہاں جا کر سب بول دینے والے۔۔

تمہیں لگتا ہے بس تم میں غیرت ہیں، ہم سب بے غیرت ہیں یا بزدل ہیں۔۔ کیا سمجھتے ہو خود کو۔۔"

ر باض غصے سے اس پر چڑھ دوڑا۔ اپنا گھومتا ہوا بھاری سر سنبھالتے اوراد نے اکتا کر اسے دیکھا۔

حمینہ اپنے زکر پر زلت سے نظریں جھکا گئی۔

"ر باض لڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں بات کرتا ہوں، تم اپنے غصے پر قابو رکھو۔۔"

خانزادہ نے ریاض کو ٹوک کر خاموش کروایا۔

حویلی میں اوراد کی وجہ سے عجیب سا ماحول رہنے لگا تھا۔ اوراد لب بھینچے کھڑا تھا۔

"اوراد تم نے پلوشے کی حویلی میں تماشہ کیوں کیا۔

اپنی پھپھو کا ہی سوچ لیتے، سب کو کیسے فیس کرے گی اور حاذق نے اگر کوئی ایسی ویسی بات کی

ہے تو ہم بڑوں کو کیوں نہیں بتایا۔۔

کیا تمہیں لگتا ہے تم ہی سب سے بڑے ہو۔۔"

خانزادہ نے سنجیدگی سے سوال کیا۔ اس نے ان کو جواب دینے کی بجائے ابراہیم کو دیکھا۔

"آپ کا بھی یہی خیال ہے کہ خاموش رہنا چاہئیے تھا؟؟" اوراد نے بھاری آواز میں سوال کیا۔

"یہی بہتر ہوتا ہے اوراد۔۔ تمہارے غصے سے حاذق کو فرق نہیں پڑا ہو گا مگر میری بیوی کا ماضی اب پھر سے ہر ایک کی زبان پر ہو گا۔۔

ماضی کو دفنا کیوں نہیں دیتے، جو ہوا اسے جانے دو اب کوئی آنکھ اٹھا کر دیکھے گا تو آنکھیں نوچ لیں گے، تم خوامخواہ جذباتی ہو جاتے ہو۔۔"

ابراہیم نے خفگی سے بولتے ہوئے اس کو سمجھایا۔ ریاض نے سب کی نا سمجھی پر انہیں حاذق اور ماحد خان کی رذیل حرکت کا بتایا۔

"حاذق اتنا نیچ کردار کا مالک ہے، سوچ بھی نہیں سکتی میں۔ پلوشے جیسی ناکام ماں آج تک نہیں دیکھی۔" خانی بیگم غصے سے بولیں۔

"تم نے غلط حرکت کی اورادـــ یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے، سب کے درمیان پہنچ کر خود لڑنے جھگڑنے لگتے ہوـــ"

پریہان نے نرمی سے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"میں غلط ہوں؟ وہ گناہ کر کے مزے سے گھوم رہا تھا اور آپ لوگ چاہتے ہیں میں خاموش رہتا؟ ایسا کیوں کروںـــ جو غلط ہے وہ چھپے، وہ شرمندہ ہوـــ اس لڑکی نے کچھ نہیں کیا کہ یہ منہ چھپائےـــ لوگوں کا ڈر ہے تو ان سے کہہ دینا کہ اس مرد کی تربیت پر افسوس کریں جو عورت کو اس حال تک لاتا ہے۔

جس نے جھیلا ہے وہ کم تر نہیں وہ اللہ کے قریب تر ہے اور اسے شرمندہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔۔

اور تماشہ کس نے لگایا؟ وہ کلب میں لوگوں کے درمیان بیٹھ کر ہماری عزتوں کو برتی ہوئی لڑکیاں بول رہا تھا کیا وہ تماشہ نہیں؟

میں نے اسے جا کر وارن کیا تو وہ تماشہ ہو گیا؟"

اورادغصے سے بولتا ہانپ گیا تھا۔اس کا وجود اب تپش سے جل رہا تھا۔ دماغ ماؤف ہونے لگا۔

"تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ جا کر ریسٹ کرو۔۔ پھر بات کرتے ہیں مگر تمہاری حرکتیں اب واقعی الٹی ہو گئی ہیں۔۔ ابھی جاؤ یہاں سے۔۔"

خانزادہ نے سختی سے کہتے ہوئے اسے وہاں سے بھیجا۔ وہ جانتے تھے اوراد غصے اور بخار کی شدت سے ابھی کچھ سمجھنا نہیں چاہے گا۔۔

اس کی بات کچھ ایسی غلط بھی نہیں تھی۔

"میں نے جو کیا میں اس پر شرمندہ نہیں ہوں۔۔

میں نے وعدہ کیا تھا حویلی کے معاملات میں دخل نہیں دوں گا اور میں نے ایسا ہی کیا تھا مگر اس نے میری بیوی پر بکواس کی ہے۔ اپنے معاملات میں ایسے ہی سلجھا سکتا ہوں، یہی میرا طریقہ ہے۔۔

مجھے شاید واقعی جینے کا ڈھنگ نہیں آتا، شاید میں اس حویلی کے مردوں کی طرح سمجھداری سے معاملات نہیں سلجھا سکتا مگر اپنی عورتوں کی عزت کے معاملے میں میری غیرت مجھے

خاموش نہیں رہنے دیتی۔۔ یہ غلط ہے تو غلط سہی۔۔"

اوراد سپاٹ لہجے میں بولتا جھٹکے سے آگے بڑھ گیا۔

پیچھے سب حاذق خان کی حرکت پر ناراض ہونے لگے اور حمینہ اوراد خانزادہ کے الفاظ پر ابھی تک ساکن بیٹھی ہوئی تھی۔۔

وہ ٹھیک ہی تو کہہ گیا تھا۔۔ وہ ظلم جھیل کر شرمندہ ہوتی رہی اور ظلم کرنے والے سر اٹھا جیتے رہے۔۔

مظلوم کا ظالم کے آگے سر جھکا دینا ہی تو اصل ظلم ہے۔ وہ حاذق خان سے ڈری کیوں۔۔

ابراہیم نے اس سے سوال کیوں نہیں کیا، اس کا گریبان کیوں نہیں پکڑا۔۔ جو کام اوراد نے کیا تھا وہ کام انہیں کرنا چاہیئے تھا تاکہ حاذق خان جان لیتا کہ اب حمینہ کمزور لڑکی نہیں رہی۔۔

اس کے اندر کا خوف زائل ہونے لگا۔ وہ پہلی بار سب کے درمیان شرمندگی سے سر جھکانے کی بجائے سر اٹھا کر بیٹھی تھی۔

oooooooooo

وہ اپنے کمرے میں سستی سے پڑی تھی جب مرحا نے اوراد خانزادہ کے حویلی آنے کی اطلاع دی۔

"اوراد کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی اور وہ غصے میں بھی ہے۔ آتے ہی حویلی والوں سے بحث ہوئی۔۔

اس کے پاس جاؤ اور کوئی الٹی سیدھی بات مت کرنا حمالہ۔۔" مرحا کے سمجھانے پر وہ ٹھٹک کر سیدھی ہوئی۔۔ بیڈ سے اتر کر پیروں میں چپل پھنساتی وہ اپنے الجھے بکھرے سے گھونگھریالے بالوں کو الٹا سیدھا ہاتھ مار کر رف سا جوڑا بنا گئی۔

کندھے پر رکھے ڈوپٹے کو سر پر اٹکایا اور اپنے کمرے کی طرف بھاگی۔

اوراد کمرے میں نیم اندھیرا کیے بستر پر دراز تھا۔ بخار کی حدت سے حواس جواب دے رہے تھے جب کسی نے آکر اس کے ماتھے پر ملائم نرم سرد ہاتھوں سے چھوا۔

"حمالہ۔۔" اس نے آنکھیں کھول کر آہستگی سے پکارا۔

"آپ کو۔۔ بہت زیادہ ٹمپریچر ہے۔" حمالہ اس کا ماتھا چھو کر پریشانی سے بول رہی تھی۔

وہ بانہیں پھیلاتا اسے اپنی طرف کھینچتا خود میں سمیٹ کر اس کے نازک کندھے پر سر رکھ گیا۔ حمالہ اس کے جلتے حصار پر جھرجھری لے کر رہ گئی۔

"اب کیوں آئی ہو؟" وہ اسے اپنے حصار میں بھینچے خفگی سے سوال کر رہا تھا۔

"آئم سوری۔۔ میں تب غصے میں تھی تو نا جانے کیا کیا بول گئی۔۔" حمالہ نظریں جھکائے شرمندگی سے بولی۔

اوراد نے آنکھیں کھول کر اس کا چہرہ دیکھا۔ وہ شرمندہ سی لب کاٹ رہی تھی۔

"ہر بار غصے میں مجھے چھوڑ کر حویلی آ جاؤ گی؟

میری وضاحتیں تمہیں جھوٹ لگتی ہیں تو میری محبت بھی مذاق لگتی ہو گی۔۔"

وہ اس کی ٹھوڑی تھام کر اس کا چہرہ اپنے قریب کرتا سنجیدگی سے سوال کر رہا تھا۔

"میں تب۔۔ ہرٹ تھی۔۔ آپ نے بھی تو آنے دیا مجھے۔۔" وہ اس کی نیلی آنکھوں میں دیکھتی اپنی ناراضگی ظاہر کرنے لگی۔ اوراد اپنے پتلے ہاتھوں سے اس کا سرد رخسار سہلا رہا تھا۔

"یعنی سوری نہیں کرو گی؟ مطلب میں غلط ہوں؟"

وہ سوال کر رہا تھا۔ نیم وا نیلگوں آنکھیں دیوانہ وار اس نازک چہرے کو دیکھ رہی تھیں۔

"میں سوری کرنا چاہتی تھی مگر آپ نے کال نہیں اٹینڈ کی۔۔" وہ اوراد کی خود پر جمی نظروں سے نروس ہو کر بولنے لگی۔ وہ خاموش رہا۔

حمالہ اس کی خاموشی پر کسمسا کر اس کی جانب دیکھنے لگی۔ وہ آنکھیں بند کیے سکون سے اس کے کندھے پر سر رکھے پڑا تھا۔

"آپ ناراض ہیں؟" حمالہ نے جھجک کر سوال کیا۔

"کیا نہیں ہونا چاہئیے۔۔؟" وہ اسے مزید خود میں سمیٹے آہستگی سے بولا۔ حمالہ کسمسکائی۔

"نہیں ہونا چاہئیے۔۔ میں نے ایسا بھی کیا کر دیا ہے۔"

وہ جان بوجھ کر اسے بات کرنے پر اکسانا چاہ رہی تھی۔ اوراد سنجیدہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"تمہیں واقعی احساس نہیں تم نے کیا کیا ہے۔۔

تم نے مجھے ایک زانی مرد سے کمتر کہا تھا، تم مجھ سے شادی کر کے پچھتا رہی ہو۔۔

تمہارے وہ الفاظ میرے لیے زلت تھے، تمہیں احساس ہی نہیں۔۔" وہ اس کے بالوں میں انگلیاں پھنساتا اس کا چہرہ قریب تر کر کے اسے گھورنے لگا۔

حمالہ کی سانسیں حلق میں اٹک گئیں۔ اس کی ناراض نیلی آنکھوں کی تپش سے حمالہ کا چہرہ سرخ ہوا۔

"م۔۔۔ میں تو۔۔ غصے میں۔۔" وہ وضاحت دینے میں ناکام ہو رہی تھی۔ اپنی غلطی کا اب احساس ہو رہا تھا۔

"آئم سوری۔۔ پلیز۔۔آئندہ ایسی کوئی بات نہیں کروں گی۔" حمالہ مدھم لہجے میں بولی تو لہجہ بھیگ گیا۔

اوراد کی محبت دیکھی تھی،اس کی نرمی اور اس کا محتاط اپنائیت بھرا رویہ دیکھا تھا۔

پہلی بار اس کی ناراضگی دیکھ رہی تھی۔اس کا دل ڈوبنے لگا۔اوراد نے محسوس کیا اس کا دل تیزی سے دھڑ دھڑانے لگا تھا۔وہ گھبرا رہی تھی۔

"تمہیں عمر بھر میرے ساتھ رہنا ہے،اچھا ہے میری نرمی کے ساتھ خوشی سے رہو۔۔اگر آئندہ ایسی باتیں کیں تو مجھے سختی اختیار کرنی پڑے گی۔۔

تم میری سختی نہیں جھیل پاؤ گی حمالہ۔۔"

وہ نرمی سے بول رہا تھا مگر لہجہ دھمکاتا ہوا تھا۔

حمالہ اس کے الفاظ پر سمٹ سی گئی تھی،اوراد اس کا جُوڑا کھولتا اس کے بالوں میں چہرہ چھپا گیا۔

اس کا وجود لرز رہا تھا،اوراد کی دھمکی اسے خوف زدہ کر گئی تھی۔

اسے بھول گیا تھا اوراد سخت مزاج انسان ہے۔۔آج احساس ہو رہا تھا وہ اس کے ساتھ ہمیشہ نرمی برتتا رہا تھا۔وہ ساکت سی اس کے حصار میں قید پڑی تھی۔اوراد نے اس کا گال تھپتھپا کر متوجہ کیا۔

"زانی مرد۔۔سے آپ کا کیا مطلب تھا؟" حمالہ نے گھبرائی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا۔

"میں اس وقت اپ سیٹ ہوں میری جان۔۔ مجھے تمہارا لمس سکون دے رہا ہے، ابھی سب باتیں چھوڑ دو۔"

وہ نرمی سے بولا اور اس کا سر اپنے کندھے پر رکھتا اس کے چہرے پر جھکا۔

مگر حمالہ کا دل زانی لفظ پر اٹک چکا تھا۔ کیا وہ حاذق خان کی بات کر رہا تھا؟ ذکر اسی کا تھا۔ حمالہ نے اسی کا کہا تھا۔ کیا وہ اتنا گرا ہوا انسان تھا؟

حمالہ بے ساختہ اوراد سے لپٹ گئی۔ اسے ایسا مرد ملا تھا جو اس کے علاوہ شاید کسی غیر عورت کو دیکھتا بھی نہیں تھا۔۔

وہ قدر دان ہوئی۔ حمالہ کو اوراد کی محبت سے محبت ہونے لگی تھی۔

oooooooooo

ایقان میرون رنگ کا گھیر دار فراک پہنے سنگھار میز کے سامنے کھڑی تھی۔ بالوں کو برش کر کے سائڈ والی ڈھیلی سی چٹیا بنا کر کندھے پر ڈالی۔

"آپ ابھی تک غصے میں ہیں۔" ریاض کو سوچ میں گم دیکھ کر ایقان نے نرمی سے پوچھا۔

"نہیں۔۔ بس مجھے فکر ہے۔ اوراد کی طبیعت میں جذباتی پن ہے وہ ہر فیصلہ مشکل ترین کرتا ہے۔ وہ بابا کو بالکل فالو نہیں کرتا، اس کا اپنا انداز ہے اور یہی بات خطرناک ہے ایقان۔۔۔

اسے کیا لگتا ہے بس ہمیشہ وہی اونچا رہے گا، کسی روز سب دشمن مل کر اس کے خلاف ہو جائیں گے تو کیا کرے گا؟ وہ خطروں کو خود بلاتا ہے اور مار دھاڑ انجوائے کرتا ہے۔۔

وہ غلط نہیں ہے مگر اس کا طریقہ ہمیشہ غلط ہوتا ہے اور اسے بگاڑنے میں خانی مورے کا ہاتھ ہے۔۔"

خان ریاض بے بسی سے بول رہا تھا۔ ایقان نے گہرا سانس بھرا۔ ریاض سے اسے بھی اتفاق تھا۔

"اور ادلالا کا طریقہ ہمیشہ حدیر ماموں کو پریشان کرتا ہے۔ وہ حویلی کے طور طریقوں کو نہیں مانتے۔۔"

ایقان تاسف سے بول رہی تھی۔ ریاض نے سر جھٹکا۔

"اس میں بغاوت ہے اور من مانی کرنا اس کی فطرت رہی ہے۔۔" ریاض نے اس کی بات ختم کر کے توجہ سے ایقان کو دیکھا اور ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے کے گرد جھولتی لٹوں کو کان کے پیچھے اڑستے ہوئے اس کے رخسار کو لبوں سے چھوا۔

"پیاری لگ رہی ہو۔۔" وہ وار فتگی سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ ایقان کے چہرے کی چمک اسے متوجہ کر رہی تھی۔ اس کی تعریف پر ایقان نرمی سے مسکرائی۔

"آپ اب زیادہ مت سوچیں۔۔"

وہ ریاض کا ہاتھ تھام کر محبت سے بولتی ریاض کو مسکرانے پر مجبور کر گئی۔۔

oooooooooooooo

حویلی میں جمع ہوئے مہمانوں میں احواد کا ننھیال بھی شامل تھا۔ خانی بیگم ہمیشہ کی طرح گردن اکڑائے اپنے تخت پر بیٹھی تھیں۔

ایقان لبوں پر شرمیلی سی مسکان سجائے خانی بیگم کے پاس تخت پر بیٹھی ہوئی تھی۔

"احواد کہاں ہے؟ اسے بلایئے، ہم نے سنا ہے بیمار ہو گئی بہت زیادہ۔۔آپ لوگ تو اسے جب سے یہاں لائے واپس ہم سے ملنے کے لیے بھی نہیں بھیجا۔۔"

احواد کی بڑی ممانی نے خفگی سے خانی بیگم کو کہا۔

"آ جائے گی اپنے کمرے میں آرام کر رہی ہو گی۔۔

بیمار تو وہ وہاں سے آئی تب سے ہی تھی۔ اب تو علاج چل رہا ہے، ٹھیک ہو رہی ہے۔ میرا الہام دنیا جہان کے ڈاکٹرز سے رابطہ کیے ہوئے ہے۔"

خانی بیگم نے جتاتے ہوئے لہجے میں جواب دیا اور ایک ملازمہ کو اپنے پاس بلایا۔ احواد کی ممانیاں لب بھینچے تنفر سے خان حویلی کی شان و شوکت دیکھ رہی تھیں۔

"مردان خانے سے خان الہام کو بلواؤ اور اسے میرا پیغام دینا، اس کی بیوی ابھی تک کمرے سے باہر نہیں آئی، مہمان اس کا پوچھ رہے ہیں۔۔"

خانی بیگم نے سرگوشی میں ملازمہ کو ہدایت دی۔ ملازمہ سر ہلا کر جلدی سے وہاں سے ہٹ گئی۔

وہاں ثنا بیگم اپنے پورشن میں منہ بنائے بیٹھی تھیں۔

"اب دیکھنا ایک ایک بندہ مجھ سے حمینہ کے بارے میں سوالات کرے گا۔ ابراہیم نے زندگی کے اس حصہ میں زلیل کروا کر رکھ دیا ہے۔

ایسی خوبصورت بیوی کا کیا فائدہ جس کے کردار کی وضاحتیں دینا پڑیں اور اسے چھپایا جائے۔۔"

ثنا بیگم کے الفاظ پر حمینہ افسردگی سے ان کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

زرشے بیگم ہمیشہ کی طرح سر پکڑے بیٹھی تھیں۔

"کس کو دینی ہیں وضاحتیں؟ کسی کا میری بیوی سے کیا لینا دینا ہے۔۔اس کا یہ حوالہ کافی ہے کہ وہ میری عزت ہے، میری بیوی ہے۔۔

مجھے کسی کے سوالوں سے یا باتوں سے فرق نہیں پڑتا، زندگی مجھے گزارنی ہے اور میری زندگی حمینہ کے ساتھ میں ہی پرسکون ہو سکتی ہے۔۔"

ابراہیم ان کی بات پر پھٹ پڑا تھا۔ حمینہ منہ کھولے اسی کو دیکھ رہی تھی۔ ثنا بیگم نے پہلو بدلا۔

"ابراہیم مجھے تمہاری بیوی سے کوئی مسئلہ نہیں ہے، میرا دل اب واقعی صاف ہو چکا ہے مگر لوگوں کو کیسے فیس کریں گے ہم۔۔

اوراد کی حرکت نے پورے خاندان میں یہ بات مشہور کر دی ہے کہ ماحد خٹک اور حاذق خان نے تمہاری بیوی کے ساتھ۔۔۔" ثنا بیگم کے الفاظ پر حمینہ اہانت کے مارے سرخ ہوئی۔

"مورے تو غلط وہ دو ہیں۔۔ پلیز بار بار یہ بات مت دوہرائیں، میں برداشت نہیں کر سکتا۔۔

لوگوں کو میں جواب دے دوں گا۔آپ ان کی فکر مت کریں۔۔" ابراہیم کا ضبط جواب دے رہا تھا۔

وہ اوراد کی طرح ایسے معاملات پر کھل کر بات نہیں کر سکتا تھا۔اسے لوگوں کا بولنا اور لوگوں کے سامنے اپنی عزت کو ایسے ڈیفینڈ کرنا برا لگتا تھا۔

"ٹھیک ہے تمہاری زندگی ہے، تمہاری مرضی جیسے جیوا گر تمہاری بیوی کو ایسے رہنے میں کوئی اعتراض نہیں تو ہمیں بھی نہیں۔۔"

ثنا بیگم نے حمینہ کو درمیان میں گھسیٹا۔وہ گھبرا کر انہیں دیکھنے لگی۔ابراہیم یکدم حمینہ کے روبرو ہوا۔

"حمینہ تمہیں میری یہ خاموشی بری لگتی ہے تو بتاؤ؟ میں بزدل نہیں ہوں نا ہی لوگوں کی نظروں سے ڈر کر خاموش رہتا ہوں۔۔

میں صرف تمہیں کسی سے ڈسکس نہیں کر سکتا۔۔میں یہ برداشت ہی نہیں کر پاتا کوئی تمہارے بارے میں بات کرے، تمہارا نام لے۔۔

مجھے لوگوں کی سوچ سے فرق نہیں پڑتا۔۔میں تمہیں خوش رکھوں گا، تم سے محبت کرتا ہوں۔۔

میں تمہارے ساتھ خوش ہوں، کیا تم خوش نہیں ہو؟"

وہ حمینہ کے ہاتھ تھام کر نرمی سے سوال کر رہا تھا۔

اس کے لہجے میں بے قراری تھی۔محبت تھی۔۔

مان تھا اور سچائی کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔۔

"میں۔۔خوش ہوں۔۔آپ کے ساتھ۔۔آپ کے پاس۔۔"

وہ مدھم لہجے میں بولی تو الفاظ میں اطمینان تھا۔وہ مطمئن تھی،ابراہیم اس پر یقین کرتا ہے۔

اس نے حمینہ کو تب اپنایا تھا جب دنیا اسے ٹھکرا چکی تھی۔جب اس کے گھر والوں نے اسے بدکردار مان لیا تھا تب اس نے بغیر کوئی وضاحت مانگے اسے سینے سے لگایا تھا۔

آج وہ کیسے اس کی محبت پر سوال کرتی۔۔

وہ لوگوں کی باتیں اور نظریں نظرانداز کر سکتی تھی کیونکہ ابراہیم اس کی ڈھال بن رہا تھا۔

وہ اس کے لیے ایسا حصار تھا جس میں وہ محفوظ رہتی تھی۔دنیا سے چھپ جایا کرتی تھی۔

اس کے اقرار پر ابراہیم نے جذباتی پن سے اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں تھام کر پوری شدت سے اس کی پیشانی پر لب رکھے۔

ثنا بیگم اور زرشے ان دونوں کو دیکھ کر مسکرائیں۔

وہ دونوں دنیا سے الگ اپنی محبت کے حصار میں جی رہے تھے۔ایسا لگتا تھا ان کا ربط دنیا سے رہا ہی نہیں ہے۔وہ ایک دوسرے کے لیے کافی تھے۔۔

وہ خوش تھے پھر کیسی پریشانی اور کیا غم۔۔۔

oooooooooooo

الہام خانی بیگم کا پیغام ملتے ہی مردان خانے سے اندر پہنچا اور سیدھا اپنے کمرے میں چلا گیا۔

احواد بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے نیم دراز تھی۔

"آپ تیار نہیں ہوئیں؟ کیا باہر نہیں نکلنا چاہتیں؟"

الہام نے اس کے قریب جا کر نرمی سے سوال کیا۔ وہ نظر اٹھا کر اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"میں تھکن محسوس کر رہی ہوں، مجھے کسی سے نہیں ملنا۔" وہ بے زار سے لہجے میں بولی۔

"طبیعت تو ٹھیک ہے ناں آپ کی؟" الہام پریشان ہوا۔

"جی میں ٹھیک ہوں۔ میں کسی سے ملنا نہیں چاہتی۔"

احواد سنجیدگی سے بولتی آنکھیں موند کر بیڈ کراؤن سے سر ٹکا گئی۔

الہام اس کے قریب بیٹھتا ہاتھ بڑھا کر اس کی پیشانی پر رکھ گیا۔ احواد نے آنکھیں کھول کر حیرت سے اسے دیکھا۔ وہ کیسے اتنے حق سے چھو لیتا تھا۔

کیا اسے فرق نہیں پڑتا احواد کیا سوچتی ہے؟

کیا اسے احساس نہیں ہوتا ان کے درمیان سب نارمل نہیں ہے؟ احواد اُس کے قابل نہیں ہے اور وہ سے ٹھکرا چکا ہے۔ ان کے درمیان محبت نہیں ہے۔۔۔

ان کا نکاح فرضی تھا، ان کا رشتہ کاغذی تھا۔۔

وہ سوچوں میں ڈوبی اپنے سامنے بیٹھے اس شاندار لڑکے کو دیکھ رہی تھی، جو مکمل تھا، سراپا دلکش تھا۔ جو اس سے کہیں زیادہ بہتر تھا۔

"آپ کی فیملی آئی ہوئی ہے احواد۔۔ خانی مورے نے مجھے اسی لیے یہاں بلوایا ہے۔۔"

الہام نے اسے ساکت دیکھ کر اس کے سامنے ہاتھ لہرا کر اسے متوجہ کیا۔ احواد اس کی بات پر اندر سے سہم سی گئی تھی۔

بیڈ سے اتر کر وہ مریل قدموں سے وارڈروب تک پہنچی اور اپنا سیاہ بیگ اٹھا کر اس میں اپنا سامان ڈالنے لگی۔

اس کی مدد کے خیال سے اس کے پیچھے آئے الہام نے حیرت سے اسے دیکھا۔ وہ مرے مرے ہاتھوں سے اپنا سامان پیک کر رہی تھی۔

"احواد۔۔ یہ آپ کیا کرنے بیٹھ گئی ہیں؟"

الہام نے قدم بڑھا کر اس کی طرف جھکتے ہوئے اس کے ہاتھ تھامے اور اسے کھڑا کر دیا۔

"وہی جو آپ چاہتے ہیں۔" وہ اس کی گرفت سے اپنے ہاتھ نکال کر دھیمے لہجے میں بولی۔

"کیا مطلب؟ میں نے یہ سب کرنے کا کب کہا؟

آپ میری بات نہیں سمجھیں شاید۔۔" الہام نے حیرت سے احواد کو دیکھا۔ اسے لگا وہ پاگل ہو چکی ہے۔

کیا وہ سننے سے بھی قاصر ہو گئی ہے؟

"میں سب سمجھ گئی ہوں۔ مجھے واپس جانا ہے۔

میرا وقت اس حویلی میں پورا ہو گیا۔۔

میری فیملی آ گئی ہے۔ خانی مورے نے بلوایا ہے۔"

وہ اسے اسی کی بات کا مطلب سمجھا رہی تھی۔

مسلسل کھڑے رہنے پر نازک سراپا اتنی سی دیر میں ہی لرزنے لگا تھا۔ لمبے بال الجھے بکھرے سے پشت پر آبشار کی مانند لگ رہے تھے۔

"واپس کون جا رہا ہے؟ آپ نے یہیں رہنا ہے احواد۔۔

اپنے دماغ سے یہ سب باتیں نکال دیں۔ میں آپ کو واپس جانے کا بالکل نہیں کہہ رہا تھا۔

کیا آپ یہ حویلی چھوڑ کر واپس جانا چاہتی ہیں؟"

الہام اس کے ہاتھ سے سیاہ بیگ لے کر ایک طرف رکھ چکا تھا۔ احواد نے دیوار کا سہارا لیا۔

"وہ سب تو۔۔ یہی چاہتے ہیں۔" وہ کپکپاتے ہاتھوں سے اپنے کندھے سے ڈھلکتا ڈوپٹہ سنبھالنے کی کوشش کرنے لگی۔

وہ اپنے خاندان کو اچھے سے جانتی تھی، ان لوگوں کی لالچ سے واقف تھی۔۔ فطرت سے واقف تھی۔۔

سکن رنگ کے ہلکے پھلکے لباس میں اس کا نازک سا وجود اپنی تمام تر رعنائیوں سمیت الہام کے سامنے تھا۔ وہ اس کی کمر کے گرد بازو پھیلاتا احواد کو خود سے لگا گیا۔

"کوئی کچھ بھی چاہتا رہے۔۔آپ کا فیصلہ اب میں کروں گا اور میرا فیصلہ یہی ہے۔

آپ کو میرے ساتھ رہنا ہے، آپ کو میں ہی سنبھال سکتا ہوں۔آپ صرف میری زمہ داری ہیں۔"

الہام نے گھمبیر لہجے میں اپنی بات احواد پر واضح کرتے ہوئے اس کے کندھے پر پھیلے بالوں کو سمیٹ کر پیچھے کیا۔

احواد حیران نظروں سے الہام کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"میں اور مورے آپ کو صرف سب سے ملوانا چاہتے ہیں کیونکہ آپ اس حویلی کی بہو ہیں۔"

الہام نے اپنی بات مکمل کرتے ہی احواد کے سمجھنے سے بھی پہلے اسے اپنی بانہوں میں اٹھالیا۔

"میں خود چل سکتی ہوں، مجھے نیچے اتاریں۔"

احواد نے گھبرا کر اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اسے ٹوکا۔اسے الہام کی حرکت سے شرمندگی ہو رہی تھی۔

"میں جانتا ہوں آپ چل سکتی ہیں، میں آپ کو مزید تھکانا نہیں چاہتا۔۔" وہ چلتا ہوا بیڈ پر جا کر احتیاط سے اسے بٹھا چکا تھا۔

"کسی سے نہیں ملنا تو مت ملیں۔۔ریسٹ کرنا ہے تو ریسٹ کریں۔۔دل چاہے تو باہر آ جایئے گا، آپ کا دل بہل جائے گا ورنہ ضروری بھی نہیں۔۔"

وہ احواد پر جھک کر پورے حق سے اس کے رخسار پر نرمی سے لب رکھ گیا۔

اور وہ کچھ بول ہی نہیں پائی۔۔اس کے الفاظ اور اعتراضات الہام اپنے لمس سے ختم کر گیا تھا۔

وہ مسکرا کر ساکت بیٹھی احواد کو دیکھتا اس کے سامنے بیٹھ گیا۔اس کے دونوں ہاتھ تھام کر انگلیوں میں انگلیاں پھنساتا اس کے قریب ہوا۔

"ایسا کرتے ہیں، بھول جاتے ہیں باہر والوں کو۔۔

ایک دوسرے کو وقت دیتے ہیں، ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں اور محبت کو سوچتے ہیں۔۔

آپ نے مجھے فارغ کر دیا ہے، دنیا سے۔۔کام کاج سے۔۔

بس اب آپ کے قریب کہیں بیٹھے رہنا چاہتا ہوں۔۔

کوئی علاج کریں، دل آپ کا بیمار ہو گیا ہے۔"

وہ شریر شوخ لہجے میں بولتا احواد کو حیران کر رہا تھا۔یہ الہام کا پرانا روپ تھا جو کہ احواد کے لیے بالکل نیا تھا۔

"کیا سب سے ملنے جانے کے لیے۔۔مجھے تیار ہونا پڑے گا؟" وہ بات بدل رہی تھی شاید۔۔گھبرا رہی تھی۔

الہام ہولے سے ہنستا اس کے نازک ہاتھوں کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں دبا کر جھٹکے سے اسے اپنے نہایت قریب کر گیا۔

"بات مت بدلیں۔۔کہا ناں باہر والوں کو بھول جائیں۔"

وہ جذب بھرے لہجے میں بولا تھا۔

"میں۔۔ کھلونا نہیں ہوں۔۔ خان صاحب۔۔

مجھے چھوڑنے سے پہلے میرے جذبات سے مت کھیلیں۔ میرے خالی وجود پر محبت نہیں لکھیں، مجھے کورا رہنے دیں پلیز۔۔"

احواد کے بے بس الفاظ الہام کو ساکت کر گئے تھے۔اس نے جھٹکے سے احواد کے ہاتھ چھوڑے۔

"بے موت مارنا کوئی آپ سے سیکھے احواد۔۔"

وہ زخمی لہجے میں بولتا اس کے سامنے سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔احواد سر جھکائے بیٹھی رہی۔

"آپ کا ڈریس ماما نے ہینگ کر دیا ہے، باہر آنا چاہیں تو وہی پہن لیجیے گا۔" وہ قدرے نرمی سے تاکید کرتا کمرے سے نکل گیا۔

وہ سمجھ گیا دھتکار کع گیا تھا۔اب محبت کرے گا تو اسے سمجھنے میں وقت لگے گا۔۔

اعتبار بحال ہونے میں وقت تو لگے گا۔ محبت اپنا آپ ثابت کرنے میں امتحانات سے گزرے گی۔

احواد اس کے جاتے ہی اٹھ کر الماری میں ہینگ ہوا ڈریس اٹھاتی واش روم میں بند ہو گئی۔

oooooooooooo

اوراد بخار سے کچھ سنبھلتے ہی اسلم خان کو کال کر کے اس کی خیریت دریافت کرنے لگا تھا۔

"اسلم خان ابھی ریسٹ کرو۔۔ میں نے سب سنبھال لیا ہے۔ تمہاری مجھے بہت ضرورت پڑنے والی ہے۔۔

اپنا خیال رکھو اور فی الحال ٹھیک ہونے پر توجہ دو۔"

وہ بھاری مدھم آواز میں بول رہا تھا۔

حمالہ اس کے قریب بیڈ کے کنارے بیٹھی نم گھونگھریالے پشت پر پھیلائے پیروں پر جھکی اپنے سینڈل پہننے میں مصروف تھی۔

"ہاں ٹھیک ہے۔ ڈاکٹر کی ہدایت پر عمل کرنا۔۔ میں کل تک چکر لگاؤں گا۔۔" اورادنے اسے ہدایت دے کر کال کاٹ دی۔ حمالہ سیدھی ہو کر ہاتھ جھاڑ رہی تھی۔

نیوی بلو رنگ کے نفیس ڈریس میں اس کی دودھیا رنگت دمک رہی تھی۔ رخساروں پر گلال بکھیرے وہ اپنے بالوں سے الجھ رہی تھی۔

"شاید تمہیں غلط فہمی ہو گئی ہے کہ اس پارٹی کی اصل گیسٹ تم ہو۔۔" اورادتوجہ سے اس کی تیاری دیکھتا بے ساختہ بول پڑا تھا۔ وہ چونک گئی۔

"میں کیسے ہو سکتی ہوں، میں تو پریگنینٹ بھی نہیں ہوں۔۔" وہ مایوسی سے بولتی سر نفی ہلا رہی تھی۔

اورادنے حیرت سے اس کا جملہ سنا پھر مسکرایا۔

"تمہیں افسوس ہے؟ کیا تم ایسا چاہتی ہو۔۔؟"

وہ اس کی کلائی تھام کر اس کا رخ اپنی طرف موڑتے ہوئے گہری نظروں سے اسے دیکھتا سوال کر رہا تھا۔

"ن۔۔ نہیں۔۔ میرا مطلب تھا میں تو۔۔ نہیں ہوں۔۔"

حمالہ اپنے جملے پر خفت سے صفائی دینے لگی۔

"تم کبھی سنجیدہ بھی تو نہیں ہوئی۔۔" وہ اس کی گرے کاجل لگی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"میں لیٹ ہو رہی ہوں، مجھے باہر جانا ہے۔" حمالہ اس کے انداز پر سمٹ کر مدھم لہجے میں بولی۔

"اتنا تیار ہو کر باہر جاؤ گی؟ تمہارا یہ روپ صرف میرے لیے ہونا چاہئیے حمالہ۔۔

دوسروں کے لیے ایسے تیار مت ہوا کرو۔۔ سب کو پیاری مت لگا کرو۔۔ تم میری ہو، صرف میرے لیے سجا کرو۔۔"

وہ جنونی سے لہجے میں بولتا اس کے رخساروں پر بکھرے گلال کو مٹانے کی کوشش کرنے لگا۔

"میرا میک اپ خراب نہیں کریں، اسوان ڈانٹے گی، بہت محنت سے تیار کیا ہے اس نے۔۔"

حمالہ بے ساختہ اس کے ہاتھ پکڑ کر روکتے ہوئے رونی صورت بنا کر بولی۔ اورادنے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔

نیچرل میک اپ میں اس کے نازک نقوش دلفریب لگ رہے تھے۔ نرم لبوں پر لگا سرخ رنگ اورادکو بے چین کر گیا۔ یہ جان لیوا روپ سب کیوں دیکھیں؟

وہ گھونگھریالے نرم بالوں والی گڑیا اس کی تھی، اسے دنیا سے چھپا لینا چاہتا تھا۔

"پھر باہر مت جاؤ۔۔سب کے سامنے جانے کی کیا ضرورت ہے۔۔" وہ اس کے گرد بازو پھیلا کر اسے خود کے قریب تر کر گیا۔

"خانی مورے ڈانٹیں گی۔پر یہان آنی نے بار بار کہا تھا سب مہمانوں کو میں نے سنبھالنا ہے۔۔"

وہ اس کا حصار توڑنے کی کوشش کرتی بہانے بنا رہی تھی۔اور اد یکدم سنجیدہ ہو گیا۔

"یقین کرو اگر میری بات نا مانی تو میں واقعی بری طرح ڈانٹوں گا حمالہ اورااد۔۔

تم میرا حق دوسروں پر مت لُٹایا کرو۔۔

تمہارا یہ سنگھار اور یہ روپ۔۔یہ سج دھج۔۔

ان پر میرا حق ہے، تمہیں اللہ نے میرے لیے بنایا ہے۔۔

سب کے سامنے یوں بن سنور کر مت جایا کرو، چاہے وہ عورتیں ہی کیوں نا ہوں۔۔"

وہ اپنا حصار مزید تنگ کرتا اسے وارن کر رہا تھا۔

"میں اب پردہ کر کے بیٹھ جاؤں کیا۔۔آپ ایسا کیسے کر سکتے ہیں۔" حمالہ اس کی بات پر مچل کر بولتی باہر جانے کے لیے بے چین ہونے لگی۔۔

"میرا بس چلے تو پردہ ہی کروا دوں۔۔مگر تمہیں یہ یقیناً ظلم لگے گا۔۔" وہ اس کے بالوں میں انگلیاں الجھاتا اس کے کان کے قریب جھک کر سرگوشی کر رہا تھا۔

"آپ نے ایسا ظلم کیا تو میں آپ کے ساتھ واپس نہیں جاؤں گی۔" وہ خفگی سے بول رہی تھی۔

اوراد کا حصار اس کے الفاظ پر بے اختیار تنگ ہوا۔

"ایسا سوچنا بھی مت۔۔ میں سختی پر اتر سکتا ہوں۔"

وہ اس کی ستواں ناک میں چمکتے نفیس سے نگینے پر شدت بھرا لمس چھوڑ گیا۔

اس کے الفاظ کی سختی اور لمس کی شدت پر حمالہ کا نخرہ بھاپ بن کر اڑا۔۔

"مجھ پر سختی کبھی نہیں کیجیے گا، میں آپ کی ہر بات مانوں گی۔" حمالہ نے گھبرا کر درخواست کی۔

اوراد نے رک کر اس کا چہرہ دیکھا۔

وہ پریشان سی اسی کو دیکھنے لگی، وہ مسلسل سختی کی دھمکی دے رہا تھا اور حمالہ اب واقعی اس کی سختی کا سوچ کر ڈر گئی تھی۔

"تم مجھ سے محبت کر لو۔۔ میں تم پر خود کو وار دوں گا۔۔ میرا عشق مجھے سختی کی اجازت نہیں دیتا۔۔ تم میرا جنون ہو۔۔ میری زندگی ہو۔۔

تم پر رعب جھاڑوں گا تو اپنی محبت کا مجرم نہیں ہو جاؤں گا۔۔" وہ سرگوشی میں بولتا انگوٹھے

اس کا رخسار نرمی سے سہلانے لگا۔

حمالہ اس کی نیلگوں آنکھوں میں یک ٹک دیکھ رہی تھی۔ وہ جادوگر تھا۔ اس کا عشق جنونی تھی۔

اس کے لمس میں جتنی نرمی تھی، حمالہ کو لگا وہ موم کی بنی ہے اور اس کا آنچ دیتا لہجہ اسے پگھلنے پر مجبور کرتا تھا۔

"حمالہ۔۔۔ تم سامنے ہوتی ہو تو میں اپنی سب مصروفیات بھلا دیتا ہوں۔۔۔

تم ہر بار مجھے خود سے باندھ لیتی ہو۔۔

تم میسر ہو جاؤ تو سب چھوڑ دیتا ہوں۔۔ تمہیں دیکھ لوں تو تمہیں چھُونے کا دل کرتا ہے۔۔

تمہارا لمس نشہ بن گیا ہے۔۔ جس کے بغیر رہ نہیں سکتا، جسے میں چھوڑ بھی نہیں سکتا۔۔

تم نے کبھی محبت کی ہے حمالہ؟

محبت جو جنونِ عشق ہو؟؟"

وہ حمالہ کو سینے سے لگاتا گہرے لہجے میں بول رہا تھا۔ وہ اس کے الفاظ پر ساکن ہو گئی تھی۔

یہ اظہار سو بار ملا تھا۔ ہر بار۔۔ نئے انداز سے۔۔

بار بار۔۔ الفاظ بدل بدل کر۔۔ وہ محبت جتاتا تھا۔۔

اور وہ سن کر حیران ہوتی تھی۔ کوئی اتنا کیسے چاہ سکتا ہے، یوں کہ حیران کر دے۔۔۔ گنگ کر دے۔۔

"جی۔۔ آپ سے سیکھی ہے، آپ سے ہی کی ہے۔"

وہ اتنی آہستگی سے بولی کہ خود بھی نہیں سن پائی اور وہ جو اس کی سانسوں کے ساز تک سنتا تھا۔

اس کی سرگوشی سن کر رک سا گیا۔

محبت کرو اور محبت مل جائے اور پھر وہ محبت، محبت بھی کرنے لگے۔۔ یعنی واہ۔۔۔

اوراد کو خوش نصیبی کے اصل معنی آج آئے تھے۔

"باہر مت جاؤ حمالہ۔۔اس وقت میں تمہارے ساتھ وقت گزارنا چاہتا ہوں۔۔" وہ اسے سینے میں سمیٹے مدھم لہجے میں التجا کر رہا تھا۔۔

انداز ضدی سا تھا۔اس کے بالوں میں چہرہ چھپائے وہ آنکھیں بند کر گیا جیسے اب اسے خود سے دور نہیں کرے گا۔۔خود سے جدا نہیں ہونے دے گا۔۔

حمالہ کا احتجاج میں کسمساتا وجود تھم گیا تھا،اس کے چوڑے شانے پر ماتھا ٹکاتی وہ ہار مان گئی۔

oooooooooo

"احواد کو آج اپنے ساتھ لے جائیں گے۔۔لڑکی کی حالت تو دیکھیں آپ۔۔۔ نا جانے کس حال میں رکھا ہوا ہے اسے۔۔" احواد کی بڑی مامی حق جتائے بول رہی تھیں۔

"احواد کیا تم۔۔یہاں خوش نہیں ہو؟؟"

اس کی خالہ بھی متذبذب سی اسے دیکھ رہی تھیں۔

اس کا بیمار لاغر وجود اور سفید پڑتی رنگت انہیں بھی پریشان کر رہی تھی۔

" اس سے کیا پوچھتی ہو۔اس کی حالت اس کا حال نہیں بتا رہی کیا۔۔تم تو عجیب عورت ہو سگی بھانجی کو یوں مرنے کے لیے چھوڑ دیا۔"

بھابھیاں نند پر چڑھ دوڑی تھیں۔خان حویلی والے سنجیدگی سے ان کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔

مہمان جا چکے تھے اور وہ لوگ جائداد کے ٹکڑوں کے لیے وہاں رکے اپنی اصلیت دکھا رہے تھے۔ خانی بیگم بحث کر کر کے تھک چکی تھیں۔۔

احواد ایک پلر کے سہارے کھڑی خالی نظروں سے ان سب کو دیکھ رہی تھی۔ اپنا پن اور احساس۔۔ کہیں کسی اپنے کے لہجے میں نا تھا۔

"مورے ان کو چلتا کریں۔ احواد کی طبیعت بگڑ گئی تو کیا کریں گے۔۔" پریہان نے پریشانی سے خانی بیگم کو کہا تو وہ غصے سے سر جھٹک گئیں۔

"ہم نے جو کہنا تھا کہہ لیا۔۔ اب یہاں احواد کو بولنا چاہئیے لیکن اس کی خاموشی تو سب پر یہی ظاہر کر رہی ہے کہ وہ بھی جانا چاہتی ہے۔۔

اور اس لڑکی کا کتنا خیال رکھیں ہم؟ وہ خود اپنے لیے غلط فیصلہ لے گی تو کیا کر سکتے ہیں۔۔"

خانی بیگم نے ناراضگی سے کہا تو ان کے الفاظ پر احواد ایک قدم آگے ہوئی۔ وہ بولنا چاہتی تھی اسے اب کہیں نہیں جانا۔۔ وہ اپنا فیصلہ سنا دینا چاہتی تھی۔

"یہاں تو شاید الہام بھی کچھ نہیں کرے گا۔۔

اس شادی کے لیے وہ راضی ہی نہیں تھا، اب جو ہمدردی میں خیال رکھنا پڑ رہا ہے اس سے

بھی جان چھوٹ جائے گی۔"

پریہان تاسف سے بولیں اور احواد کے قدم رک گئے۔

(میں نے یہ نکاح اس لیے کیا کیونکہ سب ایسا چاہتے تھے۔

میں اپنی سپیشلائزیشن کے لیے فارن جا رہا ہوں،

اس وقت سے جتنا فائدہ اٹھانا ہے اٹھا لیں مگر آج کے بعد مجھے کبھی نظر مت آنا۔۔)

الہام کے بولے الفاظ آج بھی اس کی سماعتوں میں زندہ تھے۔ وہ اب بھی بہت کچھ کہتا تھا اور کون جانے وہ واقعی ہمدردی جتاتا ہو۔۔ بس خیال رکھتا ہو۔۔

"چلو احواد۔۔ زندہ چلی چلو ورنہ حالات بتا رہے ہیں جلد اس حویلی سے تمہارا جنازہ نکلے گا۔۔"

اس کی ایک ممانی نے اسے دیکھ کر مخاطب کیا۔

اور وہ سوچ رہی تھی کہ چلی گئی تو الہام کے سر سے بوجھ ہٹ جائے گا۔ خانی بیگم کو مزید اس کی طرفداری نہیں کرنی پڑے گی۔

مگر اچانک اپنی ممانیوں کی جانب قدم بڑھاتی احواد کی کلائی کسی مضبوط گرفت میں آئی تھی۔ وہ ٹھٹک کر رکتی پلٹ کر دیکھنے لگی۔

"کہاں جا رہی ہیں؟" الہام اسے گھور رہا تھا۔

"ان کے۔۔ ساتھ۔۔" وہ اپنی ممانیوں کی جانب اشارہ کرتی تھکی تھکی آواز میں بولی۔

جیسے تھک گئی ہو سوچ سوچ کر۔۔ اسے اپنے لیے فیصلہ کرنے کا ڈھنگ ہی نہیں آتا تھا۔

"کس نے اجازت دی جانے کی؟ کس سے پوچھ کر یہ فیصلہ کیا؟ مت بھولو میری بیوی ہو، خبردار ایک قدم بھی میری اجازت کے بغیر مت اٹھانا۔۔۔

خان الہام کوئی روبوٹ نہیں ہے جس کے ساتھ جب چاہا نکاح کر لیا اور جب چاہا نکاح توڑ لیا۔۔"

الہام سرد لہجے میں بولتا آپ جناب کا تکلف بھی بھلا چکا تھا۔ احواد اس کے الفاظ پر ساکت رہ گئی۔

"تو کیا اسے چابی کی گڑیا سمجھا ہے؟ اتنی چاہت تھی تو یہ حال کیوں ہونے دیا۔۔"

احواد کی بڑی ممانی کے طنز نے الہام کو غصہ دلایا۔

شور شرابے کی آواز سن کر اپنے کمرے سے باہر آئے اوراد کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"بیماری پر اگر زور ہوتا ہے تو اپنے بچوں کو مائیں بیمار کیوں ہونے دیتی ہیں۔۔؟؟" اوراد سرد لہجے میں بولا۔

بڑی ممانی گڑبڑا کر اسے دیکھنے لگیں۔

"احواد میری بیوی ہے اور میرے ساتھ رہے گی۔۔"

الہام نے احواد کا ہاتھ سختی سے تھام کر سب کے درمیان مضبوط لہجے میں فیصلہ سنایا۔

"اپنی بیوی سے کہو وہ بھی بتا دے اسے یہاں رہنا ہے یا نہیں۔۔" خانی بیگم احواد کی خاموشی پر خفگی سے بولیں تو الہام نے خفت سے لب بھینچے۔

"اس کی بیوی سے نکاح کرتے ہوئے نہیں پوچھا گیا وہ الہام کے ساتھ رہے گی یا نہیں۔۔

تو اب ساتھ رکھتے ہوئے کیوں پوچھا جائے؟

اس کی بیوی بیمار ہے اور اسے الہام سے بہتر کوئی نہیں سنبھال سکتا۔۔ حویلی میں تماشہ لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کھانا کھالیا ہے تو گھروں کو رخصت ہوں، ہمارا وقت برباد نہیں کریں۔۔"

اوراد سختی سے بولا۔ وہ اپنی طبیعت کی وجہ سے چڑچڑا ہو رہا تھا۔ اس پر اس شور نے سر درد کر دیا تھا۔ اس کے جملوں پر احواد کے ننھیال توہین محسوس کرتے جھٹپٹا کر رہ گئے۔

الہام پہلے ہی اپنا فیصلہ سنا چکا تھا۔ اطمینان سے احواد کا ہاتھ پکڑے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

ان مہمانوں کے جاتے ہی اوراد بھی بنا کچھ بولے وہاں سے پلٹ کر چلا گیا تھا۔

"تمہارے چھوٹے۔۔ تو دونوں نہایت بدلحاظ ہیں۔۔"

پریہان کے پاس کھڑ ریما مرعوبیت سے بولی تھیں۔ پریہان شرمندگی سے نظریں چرا گئیں مگر خانی بیگم سکون سے اپنی جگہ بیٹھ گئی تھیں۔

جو ہوا ان کی نظر میں بہتر ہوا تھا۔ اچھا ہی تھا کہ احواد کے ننھیال خان حویلی والوں کی خرد ماغی ملاحظہ کر گئے۔۔ اچھا ہی ہوا کہ وہ لوگ الہام کا فیصلہ سن گئے تھے۔۔

اب یقیناً زندگی میں کوئی رکاوٹ نہیں رہنی تھی۔

اب رشتوں کو سمجھ لیا گیا تھا۔۔ نبھایا جا رہا تھا۔

oooooooooooo

"میرے روکنے اور سمجھانے کے باوجود باہر جا کر اپنے رشتہ داروں کی طرف قدم کیوں بڑھائے؟

اگر میں نا آتا تو چلی جاتیں؟ یہی ارادہ تھا ناں؟؟"

الہام اسے کمرے میں لا کر چھوڑتے ہی غصے سے بولا۔

احواد حواس باختہ سی اسے دیکھنے لگی۔

"کیوں؟ کیوں جانا ہے یہاں سے؟ میری معافی اور درخواست کے باوجود بھی۔۔ کیوں؟؟"

وہ جنونی سا ہو کر ڈریسنگ ٹیبل پر ہاتھ مارتا سب کچھ گرا گیا۔ چھناکے کی آواز سے ٹوٹ کر کانچ ہر طرف بکھر گیا، احواد کا چہرہ فق ہوا۔ پھٹی پھٹی آنکھوں سے الہام کا جنونی روپ دیکھنے لگی۔

"آپ نے کہا تھا کہ۔۔۔" احواد نے سہم کر بولنا چاہا۔

"کیا کہا تھا؟ یہی کہ یہاں سے مت جانا۔۔۔ اب یہیں رہنا ہے، یہی کہا تھا ناں۔۔" وہ تپ اٹھا تھا۔

احواد لب سی گئی۔ الہام تن فن کرتا اس کے سر پر پہنچا اور اسے کندھوں سے تھام کر اپنے سامنے کیا۔

"جس دن سے آیا ہوں معافی مانگ رہا ہوں۔۔ بار بار کہہ چکا ہوں تمہیں اپنے ساتھ رکھنا ہے، تمہارے ساتھ رہنا ہے۔۔۔ تمہارے لیے سب چھوڑ کر واپس آیا ہوں۔۔

کچھ سمجھ نہیں آتا کیا؟ اب کیا ساری زندگی تمہاری پہرے داری کرنا پڑے گی؟

یعنی جب موقع ملے گا یہاں سے چلی جاؤ گی۔۔"

وہ غصے سے اسے گھورتا "تو، تم" پر اتر آیا تھا۔احواد کو لگا اس کے کندھوں کی ہڈیاں چٹخ جائیں گی۔

"مجھے تکلیف۔۔۔ ہو رہی ہے۔۔ پلیز۔۔" وہ دھیمی آواز میں التجا کرتی الہام کو دیکھنے لگی۔

الہام اس کی آنکھوں میں بھیگا پن دیکھ کر اپنی گرفت نرم کرتا اسے بھینچ کر سینے سے لگا گیا۔

"کیوں دماغ خراب کرتی ہیں میرا۔۔ میری بات مان کیوں نہیں لیتیں۔۔ ماضی بھول جائیں۔۔

محبت کرتا ہوں آپ سے۔۔ بہت زیادہ محبت کرتا ہوں۔

اس حالت اور بیماری پر گھبرا رہا ہوں۔۔

آپ کے وجود کی نقاہت دیکھ کر میرا دل رکنے لگتا ہے۔خوف کا شکار ہو گیا ہوں۔۔

سو نہیں پاتا کہ کہیں کچھ ہو نا جائے آپ کو۔۔

میرے حال سے انجان کیسے ہو سکتی ہیں آپ۔۔"

وہ اسے سینے سے لگائے شدت بھرے لہجے میں بول رہا تھا۔احواد کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

ان الفاظ پر یقین کرنا مشکل ہو گیا۔خان الہام اس کی محبت میں مبتلا ہو گیا تھا؟ایسا ممکن بھی تھا؟

وہ ساکن سی اس کے شدت بھرے حصار میں بیٹھی تھی۔نازک سراپا الہام کی بانہوں میں

چھپ گیا تھا۔

"یقین نہیں آتا تو میرے پاس اور بھی بہت راستے ہیں یقین دلانے کے۔۔ کہیں تو وہ آزما کر دیکھوں؟"

وہ یکدم اسے اپنے سامنے کرتا اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔ لہجہ پر اثر ہو رہا تھا۔

احواد سٹپٹا گئی۔ اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر دور ہونے کی کوشش کرنے لگی۔

"میں معافی چاہتی ہوں، سمجھ نہیں پائی آپ کی بات۔۔" احواد نے مدھم لہجے میں معذرت کی۔

الہام اس کی جھکی ہوئی پلکوں کی لرزش سے محظوظ ہوا۔ غصہ ہوا ہو گیا۔ اچانک ہی دلچسپی اپنے سینے سے لگے نازک وجود کے لیے بڑھ گئی۔

"معافی اتنی آسانی سے نہیں ملے گی۔۔ مجھے پچھلے ایک ماہ سے اپنے پیچھے بھگا رہی ہیں۔۔

میں ایک پل میں معاف کر دوں؟ یہ کیسا انصاف ہے۔"

وہ اس کے چہرے کے بالکل قریب چہرہ کر کے بولا۔

احواد نے پیچھے ہونا چاہا مگر وہ اس کے سر کے پیچھے ہاتھ رکھتا اسے روک گیا۔

"میری غلطی۔۔ اتنی بڑی۔۔ بھی نہیں۔۔" وہ کبوتر کی طرح آنکھیں میچتی ہکلا کر بولی۔ الہام کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

گہری نظروں سے اس کے نقوش دیکھتا بے ساختہ اس کے چہرے پر جھکتا اسے خود میں سمیٹ گیا۔

احواد کی ہارٹ بیٹ مس ہوئی۔ اس کا چہرہ سرخیاں چھلکانے لگا۔

"میری محبت کے واسطے ٹھیک ہو جائیں احواد۔۔ مجھے آپ کے ساتھ بہت سا جینا ہے۔۔" اس کے کندھے پر گال ٹکاتا وہ مدھم لہجے میں بولا۔

احواد خشک لبوں پر زبان پھیرتی سر جھکا گئی۔

"کیا سوچ رہی ہیں؟" الہام نے اس کے رخسار کو سہلاتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

" مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔" احواد اس کی نرمی اور وارفتہ حصار پر آہستگی سے بولی۔

"سن رہا ہوں۔" وہ اس کے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں بھر کر اپنے قریب کرتا متوجہ ہوا۔

"میں ہاسپٹل نہیں جانا چاہتی۔۔ میں حویلی میں نہیں رہ سکتی؟" وہ اداسی سے اسے دیکھنے لگی۔

"رہ سکتی ہیں۔آپ کی کنڈیشن بہت ان ویل ہو رہی تھی اور آپ کے اندر جینے کی امید ختم تھی اس لیے انڈر ابزرویشن رکھا گیا تھا۔۔

ابھی فرسٹ سٹیج ہے جو میڈیسنز سے کافی حد تک کور ہو چکا ہے۔آپ کو حویلی میں رہنے کی اجازت دے دوں گا اگر آپ نے میری شرائط مان لیں تو۔۔۔"

وہ نرمی سے کہتے ہوئے آخر میں شرطیہ لہجہ اپنا گیا۔

احواد نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"اگر آپ ریگولر میڈیکیشن کریں گی، اپنی ہیلتھ کا خیال رکھیں گی اور دوبارہ اپنی طبیعت خراب نہیں ہونے دیں گی۔۔

دوبارہ کوئی تکلیف محسوس کریں گی تو مجھے فوری بتائیں گی اور مجھ سے دور ہونے کی کوشش تو بالکل نہیں کریں گی۔۔"

وہ شرائط بتاتا دور ہوتی احواد کو جھٹکے سے دوبارہ اپنے حصار میں سمیٹ گیا۔ وہ گھبرا گئی۔

"سب قبول ہے تو بتائیں ورنہ تیاری کریں۔۔ کل صبح واپسی ہے۔" وہ جان بوجھ کر اگلے روز جانے کا جھوٹ بول گیا۔ اس کی توقع کے مطابق احواد نے فوری سر ہلا دیا۔

"جی سب کروں گی۔۔ ہاسپٹل نہیں جانا مجھے، میرا دل گھبراہٹ میں مبتلا ہو گیا ہے۔"

احواد بے ساختہ اپنی کیفیت بیان کرنے لگی۔ وہ مجبوراً ہاسپٹل میں خاموش پڑی رہی تھی۔ اسے نہیں لگتا تھا کوئی اس کی بات مان سکتا ہے۔

آج اسے لگا تھا اس کا کوئی ہے جسے وہ اپنی پریشانی بتا سکتی ہے۔ جو اس کی مشکل آسان کر سکتا ہے۔

"پریشان مت ہوں۔۔ اب آپ کو ہاسپٹل نہیں لے جاؤں گا، ہم بس چیک اپ کے لیے چلے جایا کریں گے۔"

الہام نے نرمی سے اس کے ہاتھ تھام کر اسے اطمینان دلایا۔ احواد نے گہرا پر سکون سانس بھرا۔

اس کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ پھیلی تھی، الہام اس کی مسکراہٹ پر جان لٹاتی نظروں سے اسے تکنے لگا۔

"یہ مسکراہٹ کبھی میرے لیے بھی ان لبوں پر آئے۔۔"

وہ لہجے میں دیوانگی بھرے اس کے لبوں کو انگلی سے چھو گیا، اس کے گھمبیر لہجے اور وارفتہ انداز پر احواد سٹپٹا کر اسے دیکھنے لگی۔

الہام اس کے سٹپٹانے پر ہنس کر اس کا گال تھپتھپا کر موبائل پر آتی کال کی جانب متوجہ ہوا۔

"کیا میں اس بیماری کے بعد بھی۔۔ زندگی کی طرف آسکتی ہوں؟" احواد کے مدھم جملے پر کال اٹینڈ کرنے کے لیے اٹھ کر جاتے الہام نے رک کر اسے دیکھا۔

"مجھے جائداد نہیں چاہیئے، نانی نے جو کچھ دیا میں وہ ماموؤں کو واپس کرنا چاہتی ہوں۔"

وہ مزید بولتی گھبرائی ہوئی سی اپنی انگلیاں چٹخانے لگی۔ الہام موبائل سائیلنٹ کر کے ایک طرف رکھتا اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ ہاتھ بڑھا کر اس کے ہاتھوں کو تھام کر ایک دوسرے سے الگ کیا۔

"ایسا کیوں کرنا ہے؟ جو آپ کو دیا گیا ہے اس پر آپ کا حق ہے۔ اپنے پاس رکھیں، خالی ہاتھ کیوں رہنا ہے۔"

NOVEL IN URDU

الہام اسے سمجھانے لگا۔ احواد خاموش سی سوچ میں مبتلا ہوئی۔

الہام نے نرمی سے اس کا ہاتھ دبا کر متوجہ کیا۔

"کیا ہوا؟ جائداد نہیں چاہیئے تو نا سہی۔۔ مگر اپنا حق کسی دوسرے کو دینے کی ضرورت نہیں ہے۔"

الہام نے اپنی بات پر زور دیا تو وہ متذبذب ہوئی۔

"کیا میں خالی ہاتھ کسی کو قبول نہیں؟ میری حقیقت تو یہی ہے۔۔ میرا اس دنیا میں کچھ نہیں ہے۔

میں خالی ہاتھ اپنے باپ کی حویلی سے نکالی گئی تھی۔۔

خالی ہاتھ نانی کے پاس رہی اور انہوں نے ترس کھا کر مجھے اپنی زمین کے کچھ ٹکڑے دے دیئے۔۔

صرف اس لیے تاکہ دنیا مجھے قبول کرے، مجھے اپنائے۔۔ کیا میں خالی ہاتھ اس قابل نہیں ہوں کہ مجھے اپنایا جائے۔۔"

احواد یاسیت کا شکار ہو رہی تھی۔ الہام اس کی دماغی حالت کا اندازہ کر کے پریشان ہوا۔

"احواد مجھے آپ کی جائداد نہیں چاہیئے۔ میں نے آپ کو خالی ہاتھ ہی اپنایا ہے۔

مجھے کل خانی مورے نے بتایا کہ آپ کو جائداد ملی ہے اور وہ جائداد آپ کے ماموں ہتھیانا چاہ رہے ہیں۔۔

اپنا حق کسی کو کیوں دینا چاہتی ہیں۔۔۔

ضروری نہیں انسان کسی کی چاہت پانے کے لیے خالی ہاتھ ہو جائے۔۔ میری چاہ کیا پوچھتی ہیں، میں اپنی جائداد آپ کو دے دوں۔۔

میری جائداد تو آپ خود ہیں احواد۔۔

الٹا سیدھا مت سوچیں۔ اپنا حق اپنے پاس رکھیں۔"

وہ احواد کے ہاتھ تھپکتا نرمی سے سمجھا رہا تھا۔

وہ بھیگی آنکھوں سے الہام کا چہرہ دیکھنے لگی۔

وہ جو رشتہ جڑنے پر اسے ٹھکرا کر چلا گیا تھا۔

وہ آج اسے اپنی کل کائنات مانے بیٹھا تھا۔

زندگی کیسے اچانک رنگ بدلتی ہے۔اسے لگا اپنی بیماری کی وجہ سے سب کے دل میں اس کی جگہ بن گئی ہے۔

وہ مر رہی تھی اس لیے اس کی قدر ہو رہی تھی۔

"ہو سکتا ہے۔۔ میری زندگی بس اتنی ہی ہو۔۔"

احواد گیلا سانس اپنے اندر اتارتی نم لہجے میں بولی۔الہام کو لگا کسی نے اس کا دل مٹھی میں جکڑ لیا ہے۔

اس کا دم گھٹنے لگا۔۔۔

وہ آخر زندگی کو کیوں نہیں سوچ رہی۔۔

وہ صرف موت کی بات ہی کیوں کر رہی ہے۔۔

"احواد۔۔ میرا ضبط نہیں آزمائیں۔۔ کیوں مجھے پاگل کرنا چاہتی ہیں۔۔آپ کی زندگی لمبی ہو گی، ہم ایک ساتھ بہت سا جئیں گے۔۔

جائداد دینی ہے تو دے دیں۔ بھاڑ میں گئی جائداد۔۔"

وہ سنجیدگی سے بولتا خفگی سے اسے دیکھنے لگا اور اس کے ہاتھ چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

اس کا دل بھاری ہونے لگا۔ اسے لگا اب وہ احواد کو مزید امید نہیں دلا سکتا۔ وہ تھک رہا تھا۔

"آپ ناراض مت ہوں۔۔" احواد نے بے ساختہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے روکا۔ وہ رک کر اسے دیکھنے لگا۔

"میں الجھی ہوئی ہوں۔ کچھ سمجھ نہیں پا رہی۔۔

کیا ٹھیک ہے کیا غلط۔۔ پتا نہیں کیا ہو گا میرے ساتھ۔"

وہ الجھی ہوئی سی بول رہی تھی۔ الہام خفا خفا سا اس کے سامنے بیٹھ کر رخ موڑ گیا۔

"مجھے خوف ہے آپ مجھ سے ہمدردی جتا رہے ہیں۔

مجھے بوجھ نہیں بننا۔۔ مجھے ترس نہیں چاہیئے۔"

وہ سر جھکا کر افسردگی سے بول رہی تھی۔

الہام نے آنکھیں ترچھی کر کے اسے دیکھا۔ وہ نروس سی لب کاٹ رہی تھی۔ وہ نظر گھما گیا۔

"میں نکاح کے وقت غصہ میں تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ خانی مورے واقعی بے قصور ہیں۔

میں نے انہیں خود کہا تھا وہ جہاں جس لڑکی کے ساتھ چاہیں، میرا رشتہ کر دیں۔۔"

وہ سنجیدگی سے بولا تو احواد اسے دیکھنے لگی۔

"حالانکہ میں تب کچھ سپیس چاہتا تھا، میں کسی لڑکی کو خود سے جوڑنا نہیں چاہتا تھا پھر بھی خانی مورے کو اطمینان دلا دیا۔

انہوں نے میرا رشتہ آپ کے ساتھ کر دیا۔او۔کے کر ہی دیا تھا۔میں مان جاتا مگر۔۔

تب جب میں رشتہ ہونے پر پریشان تھا اچانک نکاح کر دیا گیا۔۔میں تب غصہ میں تھا احواد۔۔

میں نے پوری زندگی اپنی مرضی سے گزاری تھی اور جب زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ کرنے کا وقت آیا تو میری مرضی اور خوشی کو اہمیت نہیں دی گئی۔۔"

وہ غیر مرئی نقطے پر نظر جمائے ایمانداری سے سب بتا رہا تھا۔

احواد یک ٹک اس کا چہرہ دیکھتی اسے سن رہی تھی۔

"بس یہ غلط کیا کہ وہ غصہ میں نے آپ پر اتار دیا۔۔

آپ کو برا بھلا کہہ کر جب گیا تو احساس ہی نہیں تھا کیا کر آیا ہوں۔

جب آپ کا خط پڑھا، مجھے احساس ہوا میں نے کیا کر دیا ہے۔میں کسی زعم میں مبتلا تھا، تب ہوش میں آیا تھا۔۔مجھے آپ سے شرمندگی تھی۔۔

میں آپ سے بات کرنا چاہتا تھا، آپ سے ملنا چاہتا تھا۔۔

ان دنوں بس آپ کو ہی سوچتا تھا اور پھر۔۔"

وہ بولتے بولتے رک گیا اور احواد آنکھیں پھیلائے حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

وہ اسے سوچتا تھا؟ بیماری سے پہلے۔۔۔

ترس کے علاوہ۔۔ ہمدردی سے ہٹ کر۔۔۔

یعنی محبت تھی اور پہلے سے ہی تھی۔۔

"اور پھر اور اد لالا نے کہا آپ سے بات کرنے کے لیے مجھے۔۔ یہاں آنا ہو گا۔۔آپ سے ملنے کے لیے پاکستان آنا ہو گا کیونکہ آپ ٹھیک نہیں۔۔

میرا دل رک گیا تھا احواد۔۔ میں پاگل ہو گیا تھا۔

مجھے لگا میں آپ کو کھو دوں گا، اس ہستی کو کھو دوں گا جس کے ساتھ غلط کر آیا ہوں۔۔

جس سے معافی مانگنے کا سوچ سوچ کر مجھے سکون ملنے لگا تھا۔۔ میں تڑپ گیا تھا احواد۔۔۔"

وہ گردن گھما کر احواد کو دیکھتا سچائی سے بول رہا تھا۔آج اپنی کیفیت کا اعتراف کر رہا تھا۔

مزید چھپانا اسے برا لگا۔۔اب چھپانا اچھا تھا بھی نہیں۔۔احواد کو اب اپنی محبت کی سچائی بتانے پر مجبور ہو گیا تھا وہ۔۔۔

"اور یہاں آپ کو موت چاہیئے۔۔آپ کو لگتا ہے میں ہمدردی جتاتا ہوں، ترس کھا رہا ہوں۔۔

میری محبت کی تذلیل ہے یہ۔۔ میرا یقین کر لیں۔۔"

وہ خفگی سے بولا تو احواد شرمندہ ہو گئی۔

"آئم سوری میں۔۔ میں آئیندہ۔۔ نہیں کہوں گی۔"

وہ سر جھکا کر خفت سے بولتی الہام کو بہت معصوم لگی تھی۔ وہ نرم نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"میری محبت کا یقین آ گیا کیا؟" وہ اس کی جانب جھک کر سوال کر رہا تھا۔ احواد نے جھجک کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ٹھیک ہے آپ کو آخری موقع دے دیتا ہوں۔ مگر سزا ضروری ہے۔" وہ شرارت سے بولتا اس کے ہاتھ تھام گیا۔

احواد سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"مجھے آئی لو یو کہیں۔۔ اور کہیں کہ آپ کو میرے لیے زندہ رہنا ہے۔۔ میرے ساتھ جینا ہے۔۔

اور یہ بھی کہیں کہ مجھ سے اب کبھی دور نہیں رہیں گی آپ۔۔" وہ نہایت سنجیدگی سے بول رہا تھا۔

احواد خفیف سی ہو کر پہلو بدلنے لگی۔ کچھ بولنے کے لیے لب کھولے تو وہ اس کے لبوں پر آہستگی سے انگلی رکھتا اسے بولنے سے روک گیا۔

"ایک لفظ۔۔ ایک لائن بھی چھوڑنا منع ہے۔۔

جو کہا ہے حرف بہ حرف کہیں اور دل سے کہیں۔۔

ورنہ آپ ہاسپٹل میں رہیں اور میں ناراض رہوں گا۔"

وہ مصنوعی سنجیدگی سے بولا۔ انداز میں نرمی کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ احواد گھبرائی۔

اس کی خاموشی پر وہ موبائل اٹھا کر مصروف ہو گیا۔اسے نظر انداز کر گیا گویا وہ وہاں ہے ہی نہیں۔۔

"آئی لو یو۔۔ مجھے آپ کے لیے زندہ رہنا ہے۔۔

آپ کے ساتھ جینا ہے اور اب کبھی آپ سے دور نہیں رہوں گی۔۔" وہ آنکھیں میچ کر مدھم لہجے میں سب دوہراتی چلی گئی۔

اپنے موبائل پر ریکارڈر آن کیے الہام نے وہ سارے جملے محفوظ کر لیے تھے۔ریکارڈنگ آف کر کے وہ ہنسی دبائے احواد کو دیکھنے لگا۔

وہ ایک آنکھ تھوڑی سی کھول کر چوری چوری الہام کو دیکھ رہی تھی۔اس کو ہنستا دیکھ کر اس کی آنکھیں پٹ سے کھلیں۔

"آئی لو یو ٹو مائے ڈارلنگ وائف۔۔" وہ اسے سینے سے لگا کر محبت بھرے لہجے میں بولا تھا۔

احواد اس کے سینے میں چہرہ چھپاتی ہولے سے مسکرائی۔اب زندگی سے اور کیا چاہتی۔۔

اب بولتی بھی تو کیا۔۔اب زندگی اسے ویسے ہی خود میں محسوس ہونے لگی تھی۔۔

****

سب حویلی والے کھانے کی ٹیبل پر بیٹھے تھے۔خانزادہ نے ایک نظر احواد کے ساتھ بیٹھے الہام کو دیکھا جس کی توجہ خود سے زیادہ احواد کے کھانے پر تھی۔

"الہام اب کیا ارادہ ہے؟ واپسی کب کرو گے؟"

وہ اس کے مستقبل کے بارے میں جاننا چاہتے تھے۔

"میں ابھی احواد کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا۔۔ یہ ٹھیک ہو جائیں پھر دیکھتا ہوں۔"

وہ احواد کی پلیٹ میں سلاد ڈالتا سنجیدگی سے بولا۔

"تو کیا اب حویلی میں فارغ پڑے رہو گے تم۔۔"

خانی بیگم کو اس کی زن مریدی پر حیرت ہوئی تھی۔

"نہیں فارغ کیوں۔۔ احواد کا خیال رکھوں گا ناں۔۔"

وہ شرارت سے بول رہا تھا۔ پر یہان اس کے چہرے پر لوٹ آنے والی چمک اور شریر مسکراہٹ پر اطمینان سے مسکرانے لگیں۔

"کہتے ہوئے شرم ہی نہیں آ رہی۔۔" ریاض نے مسکراہٹ دبا کر اسے شرم دلانے کی کوشش کی۔

وہ ڈھٹائی سے سر نفی میں ہلاتا ہنسنے لگا۔

"الہام ایک اور آپشن بھی ہے۔۔ دیکھو تم اپنے مستقبل کو یوں داؤ پر نہیں لگا سکتے۔۔۔

سپیشلائزیشن بھی ضروری ہے اور اپنی بیوی کے ساتھ رہنے کا فیصلہ بھی بہت اچھا کیا ہے تم نے۔۔"

خانزادہ کچھ سوچ کر نرمی سے بولے تو وہ متوجہ ہوا۔ احواد بھی سر اٹھا کر انہیں دیکھنے لگی۔

"تم اپنی بیوی کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔۔ اپنے ساتھ رکھنا اور پھر ایک ساتھ واپس آ جانا۔۔"

خانزادہ الہام سے بولتے ہوئے احواد پر نظر ڈال کر مسکرائے تھے۔ وہ بے ساختہ الہام کو دیکھنے لگی۔

"اٹس بیسٹ بابا۔۔ پھر مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں۔۔" الہام پرجوش لہجے میں بولا۔

"ٹھیک ہے میں احواد کے پاسپورٹ کا انتظام کرتا ہوں، واپسی کی تیاری پکڑو۔۔ اس کا علاج بھی وہیں سے کروانا۔۔ ابراہیم ایک ڈاکٹر سے بات کر چکا ہے۔"

خانزادہ اطمینان سے بول رہے تھے۔ وہ سب ان کے جانے کی بات کر رہے تھے اور احواد پریشان ہونے لگی۔

"میں آپ کے ساتھ کیسے جا سکتی ہوں۔۔

میں پاکستان سے نہیں جا سکتی پلیز۔۔

آپ چلے جائیں، میں یہیں رہوں گی۔ ٹھیک رہوں گی۔"

اکیلے ہوتے ہی احواد نے اس سے التجا کی تھی۔

"اپ کو جانا ہی ہو گا ڈیئر ڈارلنگ۔۔ ورنہ میں سب کو آپ کے دل کی بات بتا دوں گا۔۔

اور کہہ دوں گا آپ کا انکار صرف بہانہ ہے۔۔"

وہ اطمینان سے ٹانگیں جھلاتا بول رہا تھا۔ پھر موبائل پر ریکارڈنگ لگا کر سکرین اس کے سامنے کر گیا۔

احواد کے وہی الفاظ جو وہ الہام کے کہنے پر دوہرا چکی تھی۔ اس کے کانوں میں پہنچے تھے۔

وہ حیرت سے منہ کھولے الہام کو دیکھ رہی تھی۔

"آپ کو میں بہت شریف لگتا ہوں۔۔ مگر ہوں نہیں۔۔"

وہ احواد کی حالت پر قہقہے لگا رہا تھا اور وہ واقعی اپنی سوچ پر نفی میں سر ہلا رہی تھی۔

کتنا اچھا اور معصوم بنا پھرتا تھا وہ لڑکا۔۔

کتنا چالاک انسان تھا وہ اب اچھے سے جان گئی تھی۔

oooooooooooooo

ایاد خان اپنے آفس سے نکلا تو کانوں میں کسی لڑکی کے غصے سے بولنے کی آواز پڑی۔ وہ

چونک کر آواز کی سمت قدم بڑھا گیا۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھے یہ بات کہنے کی۔۔ میں چاہوں تو تم سب کو جاب سے فارغ کروا سکتی ہوں۔"

وہ اونچی آواز میں بولی۔ ایاد ان کے قریب پہنچا، سامنے حجاب اوڑھے اسوان گاڑیوں کے پاس کھڑی تھی۔ چہرہ سرخ اور نم ہو رہا تھا۔

سارا اسٹاف اسے عجیب نظروں سے گھور رہا تھا۔ ایاد ناگواری سے سب کو دیکھتا آگے بڑھا تھا۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں؟" ایاد نے سب کو کڑی نظروں سے گھورتے ہوئے سوال کیا تو سب گڑبڑا گئے جبکہ ایاد کے آنے پر اسوان کا دل بھر آیا تھا۔

"سر دراصل۔۔ان میڈم کو پچھلے دو گھنٹے سے کوئی گاڑی ہی پسند نہیں آ رہی۔۔

میں نے اپنی لائف میں گاڑیوں پر کبھی اتنی بریفینگ نہیں دی جتنی ان میڈم کو دے چکا ہوں مگر یہ اب غصہ کرنے لگی ہیں مجھ پر۔۔

ان کو لینا کچھ ہے نہیں، بس وقت ضائع کر رہی ہیں۔"

منیجر کے اکتائے ہوئے لہجے پر ایاد سنجیدہ ہوا۔

"مائنڈ یور لینگوئج۔۔ تم جس کے بارے میں بات کر رہے ہو وہ میری بیوی ہے۔۔ کوئی ایکس وائی زی نہیں جس کے لیے تم ایسا لب و لہجہ اختیار کرو۔۔"

ایاد نے کچھ فاصلے پر کھڑی اسوان کے گرد بازو پھیلا کر سخت اونچی آواز میں کہا تو سب گھبرا کر سیدھے ہوئے۔ منیجر کو اپنی نوکری کے لالے پڑ گئے۔

"سر ایم سوری مجھے آئڈیا نہیں تھا۔ایم سو سوری میم۔۔ میں نے آپ سے غلط الفاظ کہے۔۔"

منیجر گھبرا کر دونوں سے معذرت کرنے لگا۔اسوان رخ موڑے کھڑی رہی۔اس کی آنکھیں نم ہو رہی تھیں۔

"شٹ اپ۔۔ تم سے میں بعد میں بات کرتا ہوں۔۔۔

صابر تم میرے آفس میں فریش جوس لاؤ۔۔"

ایاد نے سختی سے اس منیجر کو گھورا اور اپنے ملازم کو ہدایت دے کر اسوان کا ہاتھ تھامتا اپنے آفس کی جانب بڑھ گیا۔

اسے اپنی چئیر پر بٹھا کر وہ خود عین اس کے سامنے چئیر کھینچ کر بیٹھ گیا۔ وہ اسے دیکھنے لگی۔

"آپ کا سٹاف بہت برا ہے، مجھے سب گاڑیوں کی پرائس اتنی زیادہ بتائی اور جب میں نے کہا چیپ بتائیں تو بولے میڈم گاڑی چاہئیے یا بائیک۔۔۔

میرا مذاق اڑایا اور بد تمیزی سے جواب دیئے۔"

اسوان نے روہانسی آواز میں بولتے ہوئے شکایت لگائی۔

اس کا دل اداس ہو رہا تھا۔ شادی سے پہلے اسے کبھی کسی چیز کی قیمت کے بارے میں سوچنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

عیلی اسے ہمیشہ ضرورت سے زیادہ پیسے دیتے تھے۔

مگر آج سب لوگوں میں کم قیمت گاڑی کا پوچھنے پر جیسے اسے مذاق بنایا گیا تھا اسے تذلیل محسوس ہوئی تھی۔

ایاد کو اس کے لہجے کا بھیگا پن بے چین کر گیا۔

"تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا کہ آ رہی ہو۔۔ گاڑی کیوں چاہئیے، مجھے بتانا تھا۔۔" ایاد نرمی سے بولتا اس کے سرخ چہرے کو دیکھنے لگا۔

"گلائی کو اپنی شادی کا گفٹ چاہئیے اور چاہئیے بھی میری طرف سے۔۔آپ کو اس لیے نہیں بتایا کہ آپ ڈسٹرب نا ہوں۔۔

مجھے چیپ پرائس میں کوئی سوٹ ایبل سی گاڑی چاہئیے۔ لیکن آپ کے سٹاف نے میری انسلٹ کی۔۔

میرے پاس اس وقت زیادہ پیسے نہیں ہیں۔۔"

وہ اسے بتاتے بتاتے آواز بھگو گئی۔ایاد سنجیدہ ہوا۔

"اسوان۔۔ ہم الگ تو نہیں ہیں ناں؟ تم مجھ سے اپنی ضروریات کیوں چھپاتی ہو۔۔ گلائی کو گاڑی گفٹ کرنی ہے تو تم ہی اسے دینا۔۔۔

مجھے بتاؤ کون سی گاڑی پسند آئی تمہیں۔۔ میں تمہیں چابی دے دیتا ہوں۔۔"

وہ محبت سے اس کے ہاتھ تھامتے ہوئے بولا تو اسوان ہونٹ لٹکائے بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

ایاد نے اسے نرم نظروں سے دیکھتے ہوئے ہاتھ دبایا۔

"گلائی کو پتا چلا تو۔۔۔" وہ پریشان ہوئی۔

"کون بتائے گا؟ میں نہیں بتاؤں گا۔۔اور دیکھو اس بات پر جھجک محسوس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔

تم اور میں اب الگ نہیں ہے، یہ نارمل بات ہے۔ تمہیں مجھ سے ہی اپنی ضروریات کہنا ہوں گی۔۔"

وہ دروازے پر ہوتی دستک پر اسے سمجھاتے ہوئے اٹھا اور دروازہ کھول کر ٹرے تھاما اور دروازہ لاک کر دیا۔۔

جوس کا گلاس اسوان کے سامنے رکھ کر گلاس والز پر کرٹن برابر کر گیا۔

اسوان چہرے کی نمی کو ہاتھوں کی پشت سے صاف کرتی جوس کا گلاس لبوں سے لگا گئی۔

ایاد اس کے سامنے بیٹھ کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ اس کی بیوی تھی، کیسے سب لوگوں میں وہ گاڑی کی قیمت کم کرنے کا بول رہی تھی۔

ایاد کے لیے یہ بات سہنا مشکل ہو رہا تھا۔ اس کا بس چلتا تو سب گاڑیاں اس کے حوالے کر دیتا۔۔

اسوان نے گلاس خالی کر کے ٹیبل پر رکھا تو ایاد ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے کے گرد لپٹے سکارف کو کھولنے لگا۔

اسوان اس کی حرکت پر گھبرا کر اسے دیکھنے لگی۔

"سب سے باہر موجود تھیں۔ اپنی حالت دیکھو کیا حال ہو گیا ہے۔ تم بہت کم عقل ہو سوان۔۔"

وہ تاسف سے بولتا اس کا سکارف ہٹا کر اسے دیکھنے لگا۔ سرخ چہرے پر پسینے کی نمی اور بال گردن سے چپکے ہوئے تھے۔

وہ ٹشو اٹھا کر اس کے چہرے کی نمی صاف کرنے لگا۔

اسوان ہاتھ پر ہاتھ رکھے اس کے سامنے بیٹھی تھی۔

"تم گاڑی خریدنا چاہ رہی تھیں، تم نے یہ رقم کہاں سے لی اسوان؟ عیسٰی انکل سے اب کبھی پیسے مت لینا۔۔

تم میری زمہ داری ہو ڈیئر۔۔۔"

وہ اس کے بال سمیٹ کر نرمی سے اسے سمجھا رہا تھا۔

"نہیں پاپا سے نہیں لیے۔۔ وہ اصل میں۔۔۔"

وہ بولتے بولتے جھجک کر رک گئی۔ ایاد متوجہ ہوا۔

"کیا ہوا؟؟" ایاد نے سوال کیا۔

"میرے پاس پیسے اس لیے کم ہیں کیونکہ آپ کے لاکر میں بس اتنے ہی پیسے تھے۔" وہ ایاد کو دیکھتی معصومیت سے بولی۔ ایاد کو جھٹکا لگا۔

"میرا لاکر؟ تمہیں میرے لاکر کا کوڈ کیسے پتا چلا؟"

وہ حیرت سے سوال کرنے لگا۔ اسوان نے سر جھٹکا۔

"آپ نے خود کہا ناں ہم ایک ہیں، اس لیے مجھے آپ کے لاکر کا کوڈ یا موبائل کا پاسورڈ سب پتا ہے۔"

اس نے آنکھیں پٹپٹا کر دوسرا انکشاف کیا۔ کچھ دیر پہلے اسے اور خود کو ایک کہنے والا اس بات پر صدمے میں آ چکا تھا۔

"تم یہ سب کیسے جان گئیں؟ میں نے تو نہیں بتایا۔۔"

وہ حیرت سے پوچھ رہا تھا۔ وہ اس سوال پر نخرے سے دونوں ہاتھوں کے ساتھ اپنے گال تھپتھپانے لگی۔

"میں تو بس آپ کو دیکھتی تھی۔۔آپ کو دیکھتے ہوئے سب پتا چل گیا۔۔" وہ معصوم صورت بنا گئی۔

یعنی قصور کہیں نہیں تھا۔ پیار تھا اور پرواہ تھی۔

ایاد کو اس کی حرکتوں پر نا چاہتے ہوئے بھی ہنسی آ گئی تھی۔

"تم سے کچھ چھپا نہیں ہے۔۔" وہ ہنستے ہوئے نرمی سے اس کے ہاتھ تھام کر لبوں سے لگا گیا۔

اسوان اسے دیکھتی اطمینان سے مسکرائی۔

وہ خوامخواہ نخرہ نہیں کرتی تھی۔ وہ اسے مان دیتا تھا تو وہ بھی اس پر حق جتاتی تھی۔

ان کے رشتہ میں محبت سے زیادہ پرواہ شامل تھی۔

وہ ہمیشہ سے خوش تھے، خوش ہی رہنے والے تھے کیونکہ اسوان نخرہ کرنا نہیں چھوڑ سکتی تھی اور ایاد خان اس کے نخرے اٹھا کر تھکتا نہیں تھا۔

oooooooooooo

ابراہیم اچانک ہی حمینہ کو الجھے بکھرے حلیہ میں ہی کھینچ کر گاڑی میں ڈالتا کہیں روانہ ہوا۔ وہ حیرت سے ارد گرد دیکھ رہی تھی جب وہ ایک صاف ستھرے ایریا میں ایک بہترین مگر چھوٹے گھر کے سامنے گاڑی روک گیا۔

گاڑی سے اتر کر آگے بڑھتا گیٹ کھول گیا۔ حمینہ حیرت سے اپنی چادر درست کرنے لگی۔ کیا وہ کسی سے ملوانے لایا تھا؟ مگر اس نے بتایا ہی نہیں۔۔

وہ اپنے رف حلیہ کو لے کر پریشان ہونے لگی۔

"ہم کس کے گھر آئے ہیں؟ آپ نے بتایا ہی نہیں کسی سے ملنے جا رہے ہیں، میرا ڈریس اور حلیہ اتنا رف ہے۔۔" وہ ابراہیم کے دوبارہ گاڑی میں بیٹھنے پر پریشانی سے بولنے لگی۔

"اسی لیے کہتا ہوں صاف رہا کرو، بنتی سنورتی رہا کرو۔۔ تمہیں میری پرواہ نہیں ہے دوسروں کے لیے سوچتی رہتی ہو۔۔" وہ خفگی سے بولتا گاڑی گیراج میں کھڑی کر گیا تھا۔

حمینہ منہ بنانے لگی۔

وہ گاڑی سے اترا مگر وہ اپنی جگہ جمی رہی، اترنے کو تیار ہی نہیں تھی۔ ابراہیم نے گہرا سانس بھرا۔

"حمینہ اب گاڑی سے اتر آؤ بھئی۔۔" وہ زچ ہو گیا۔

"آپ نے میرے ساتھ غلط کیا۔ میں ایسے کسی کے سامنے نہیں جاؤں گی۔" وہ رونی صورت بنا کر پیچھے ہوئی۔ ابراہیم نے بازو بڑھا کر اس کی کلائی تھامتے ہوئے اپنی طرف کھینچا اور اوپر اٹھا لیا۔

حمینہ چیختی چلاتی اس کی کمر پر مکے برساتی رہی، ابراہیم سکون سے آگے قدم بڑھا گیا۔

ڈرائنگ روم میں لا کر اسے زمین پر اتار کر سیدھا کھڑا کیا۔۔ وہ سمٹ کر آنکھیں میچے اسی کے پیچھے چھپنے لگی۔

"سامنے آؤاور اپنا گھر دیکھو۔۔ کیسا لگ رہا ہے؟"

ابراہیم نے مسکرا کر اسے اپنے سامنے کرتے ہوئے کہا۔ وہ اس کی بات پر پٹ سے آنکھیں کھول گئی۔

"میرا گھر؟ ہمارا اپنا گھر؟" وہ آنکھیں پھاڑ کر ارد گرد دیکھنے لگی۔ ابراہیم اس کی حیرت پر مسکرایا۔

"جی ہاں ہمارا اپنا گھر۔۔ تمہیں شوق تھا ناں ہمارا پیارا سا اپنا الگ گھر ہو۔۔ ہم اب یہاں رہیں گے۔"

وہ اسے خود سے لگا کر نرمی سے بولا۔ حمینہ اس کے حصار سے نکلتی پرجوش سی ارد گرد گھوم گھوم کر ہر جگہ دیکھنے لگی۔

ابراہیم ایک صوفے پر اطمینان سے بیٹھتا اس پر ہنس رہا تھا۔ پندرہ منٹ کے اندر اندر اس نے گھر کا کونہ کونہ دیکھ لیا تھا۔

"مجھے یہ گھر بہت اچھا لگ رہا ہے۔ بیڈ روم بھی اچھا ہے۔ ہمارے ڈریسز اور سامان بھی پہلے سے موجود ہے۔۔۔ میں بہت خوش ہوں۔۔"

وہ خوشی سے چمکتی آنکھوں سے اس کے پاس آ کر بولی تو ابراہیم نے بے ساختہ بانہیں پھیلا کر اسے اپنے پاس بلایا۔

اور پہلی بار وہ جھجک یا شرم بھلائے جھٹ سے اس کے سینے سے جا لگی تھی۔ ابراہیم کی روح تک جیسے سیراب ہو گئی تھی۔ اس کے نازک وجود کو خود میں چھپاتا وار فتگی سے اس کے سر پر لب رکھ گیا۔

"اب خوش ہو؟؟ کوئی اور خواہش ہے تو بتاؤ؟؟"

وہ اس کے سر پر اپنا گال ٹکائے محبت سے اس کی پشت تھپک کر سوال کرنے لگا۔

حمینہ سر اٹھا کر اس کا وجیہہ پر کشش چہرہ دیکھنے لگی۔ وہ اس کے چہرے پر جھکا اس کی معصوم آنکھوں میں جھانکنے لگا۔

"آپ میری ہر خواہش پوری کریں گے؟" وہ جیسے چیلنج کر رہی تھی۔ ابراہیم نے اس کا رخسار تھپکا۔

"تمہاری زندگی کی ہر خوشی اور ہر خواہش۔۔ مجھ پر لازم ہے۔۔ تم مجھے بتانا ضرور۔۔"

وہ اپنائیت سے بولا تو حمینہ اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر سیدھی ہوئی۔

"جی ضرور بتاؤں گی، ابھی مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ کھانا کہاں ہے؟"

وہ آنکھیں ایسے گھمانے لگی جیسے ابھی کھانا حاضر کر دیا جائے گا۔۔

"ابھی پہنچ جائے گا آڈر کیا ہے۔ ابھی تو رات ہے کل سے کچن سیٹ کریں گے اور کسی ملازمہ کا انتظام بھی کر لیں گے۔۔"

ابراہیم نے مسکرا کر اسے اپنے پاس صوفے پر بٹھایا اور اس کا رخسار سہلاتے ہوئے جواب دیا۔ وہ سر ہلا کر چمکتی آنکھوں سے اطراف میں دیکھنے لگی۔

ابراہیم اس کا سر تھپتھپا کر اٹھا اور روم میں چینج کرنے چلا گیا۔ حمینہ بانہیں پھیلا کر صوفے پر لیٹ گئی۔

اس کا دل خوشی سے تیز تیز دھڑک رہا تھا۔ اپنا گھر اور اس میں اپنی راجدھانی ہو۔۔ ہر لڑکی کا یہی خواب ہوتا ہے۔

اس نے جیسے حالات جھیلے تھے اور اس پر جیسے اپنے گھر والوں کا، لوگوں کا رویہ جھیل تھا وہ ہمیشہ یہی سوچتی تھی کہ اس کا اپنا گھر ہوتا تو یہ سب نا ہوتا۔۔

اب اپنا گھر تھا، اب تو ایک ساتھی بھی تھا جو خود کو بھلا کر اس کی خواہشات اور اس کی خوشی دیکھتا تھا۔

اس کے اپنے شوق کیا تھے، اس کی خواہشات کیا تھیں، حمینہ کبھی جان ہی نہیں پائی تھی۔ وہ

خود کو جیسے بھول بیٹھا تھا۔ وہ حمینہ کو سوچتا تھا اسی کے گرد گھومتا تھا۔

رات کا کھانا کھا کر وہ دونوں فری ہوئے تو ابراہیم نے چائے بنالی۔ موسم سرد ہو رہا تھا۔ حمینہ لان میں رکھی لکڑی کی کرسیوں پر سکون سے بیٹھی تھی۔

وہ چائے لا کر رکھتا اپنے بازو پر رکھی شال اس کے کندھوں پر پھیلا گیا۔ وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"موسم سرد ہو رہا ہے۔ تمہیں ٹھنڈ لگ جائے گی۔۔" وہ اس کے نازک کندھے تھپتھپا کر بولا اور اس کے سامنے ٹو سیٹر صوفہ پر بیٹھ گیا۔ حمینہ وہ شال کندھے سے اتار کر چئیر سے اٹھی۔ ابراہیم حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

وہ چلتی ہوئی اس کے پاس آئی اور اس کے پاس ٹانگیں سمیٹ کر بیٹھتی اس کے کندھے پر سر رکھ گئی۔

ابراہیم اس کے گرد بازو پھیلا کر اسے خود میں سمیٹ گیا۔اس کے سر در خسار اپنے گرم ہاتھوں سے سہلاتا وہ اس کے من موہنے چہرے کو محبت سے دیکھ رہا تھا۔

"مجھے سرد راتوں میں یوں بیٹھ کر چائے پینا بہت پسند ہے۔ میں سردیوں میں یہاں بیٹھی رہا کروں گی آپ مجھے منع مت کیجیے گا۔۔" وہ فرمائش کر رہی تھی۔

"میں کیوں منع کروں گا۔ تمہارا گھر ہے یہاں تم اپنی مرضی سے رہ سکتی ہو۔اگر مجھے سردی کا ڈر ہو گا تو میں تمہیں گرم شال اوڑھادوں گا۔۔" وہ نرمی سے بولتا اسے چائے کا کپ پکڑا گیا۔ حمینہ کو حیرت ہوئی تھی۔۔

وہ کسی بات پر ٹوک ہی نہیں رہا تھا۔ کوئی پابندی یا کوئی اعتراض نہیں تھا۔۔ وہ جان گئی اس کی زندگی میں مانیوں میں گزرنے والی ہے۔

وہ چائے پیتے ہوئے اس سے ہلکی پھلکی باتیں کرتا رہا اور جب اسے نیند آنے لگی تو کپ اٹھاتا اسے بھی کھڑا کر گیا۔

"جا کر سو جاو۔۔ میں ابھی آتا ہوں۔۔" وہ اسے کمرے کی طرف بھیج کر خود برتن سنبھالنے چلا گیا۔

حمینہ بستر پر جا کر ڈھیر ہو گئی۔ابراہیم آیا تو اسے اپنے قریب کر کے نرمی سے اس کے بکھرے بال سمیٹنے لگا۔

اس کے لمس اور نزدیکی پر وہ شرمسار سی اس سے دور ہونے لگی جب ابراہیم نے سنجیدگی سے اسے مزید اپنے قریب کر لیا۔

"میرا ساتھ برا لگتا ہے؟ بے جوڑ لگتا ہے یا ناپسند ہے۔۔؟

میرے قریب آنے پر تمہیں ہر بار مسئلہ کیوں ہونے لگتا ہے۔۔

میں اپنے اس تعلق کو مضبوط کرنا چاہتا ہوں تمہیں کوئی اعتراض ہے تو بتا دو۔۔"

وہ بالکل سنجیدہ اور دوٹوک لہجے میں سوال کر رہا تھا۔اس کی بات پر وہ گھبرا کر نظر جھکا گئی۔

"نہیں۔۔۔ مجھے۔۔۔ بس شرم۔۔آتی ہے۔" وہ گھبرا کر وضاحت دینے لگی۔ابراہیم نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی اور پھر مسکرا کر اس کی پیشانی پر لب رکھے۔

"تمہاری شرم کا کیا علاج کروں۔۔

بہتر نہیں ہے نظر انداز کروں۔۔"

وہ شوخی بھرے لہجے میں بولتا اس کے چہرے پر جھکتا اس کے رخسار پر پر حدت لمس بکھیر گیا۔

حمینہ اس کے لمس پر شرما کر اس کے حصار میں سمٹ گئی۔دل بے ترتیب سا دھڑک اٹھا تھا۔

باہر چاند پورے گھر پر چاندی جیسا رنگ بکھیر رہا تھا۔وہ دونوں محبت کے رنگ میں رنگ چکے تھے۔ زندگی کی ہر مشکل، ہر پریشانی کہیں دور جا چکی تھی۔

اب وہ ساتھ تھے، زندگی مکمل تھی اور یقینا خوشگوار بھی۔۔۔

oooooooooooooo

خان حویلی کے مردان خانے میں اس وقت خاندان اور علاقے کے سب بڑے مرد موجود تھے۔

آج کے دن خانزادہ حدیر نے اپنی سرداری باقاعدہ طور پر اوراد خانزادہ کو سونپ دی تھی۔اب علاقے اور حویلی کے تمام معاملات اس کے سپرد تھے۔

مگر اس کا دماغ اپنی بیوی پر اٹکا ہوا تھا جسے اپنی پیاری دوست گلالئی کی شادی کے لیے شاپنگ کرنے جانا تھا۔وہ اسے کہہ چکا تھا آج فارغ ہوتے ہی اسے شہر لے جائے گا مگر اب یہاں پھنسا ہوا تھا۔

"آج نہیں۔۔۔آج پھر نہیں۔۔۔" وہ بے چینی سے پہلو بدلنے لگا۔علاقے کے معززین کی طرف سے ملنے والی مبارک۔۔بزرگوں کی نصیحتیں اور لوگوں کی عقیدت۔۔

وہ اس سب بے نیاز تھا،اسے حمالہ کے پاس جانا تھا۔آج ہر حال میں جانا تھا کیونکہ ہمیشہ ہر بار وہ دیر کر دیتا تھا اور ہر بار حمالہ کو مایوس کر دیتا تھا۔

"اوراد۔۔خان رباض نہیں آیا ابھی تک؟" آزر خان نے اسے پکار کر سوال کیا تو وہ خیال سے جاگا۔

"نہیں وہ ابھی ہاسپٹل میں ہیں اور میں نے ہی منع کیا ہے آنے سے۔۔انہیں وہیں ہونا چاہئیے۔"

اوراد نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔خان آزر سمجھ کر سر ہلا گئے کیونکہ خان رباض کا گزری رات ایک بجے بیٹا پیدا ہوا تھا۔۔

ایقان ابھی ہاسپٹل میں ہی تھی، ریاض کو بھی وہیں رکنا تھا۔ وہ اسے ایک پل کے لیے بھی اکیلا کرنے کو تیار نہیں تھا۔

وہاں ہاسپٹل کے کمرے میں کمزور سے چہرے والی ایقان بستر پر آنکھیں بند کیے پڑی تھی اور پہلو میں ننھا سا گڈا سو رہا تھا۔

ریاض کمرے میں داخل ہوا تو ان دونوں کو سکون سے سوتا دیکھ کر وہ بے ساختہ مسکرا کر آگے بڑھا۔

"تم دونوں ماں بیٹا مجھے خدمت میں لگا کر خود سونے میں مصروف ہو۔۔ میرا خیال ہے یا نہیں۔۔"

وہ اپنے بیٹے پر جھک کر مسکراتے ہوئے سرگوشی کر رہا تھا۔ اس کی آواز پر غنودگی میں جاتی ایقان نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

"ہم آپ کا انتظار کرتے رہے، آپ آئے نہیں تو تھک کر سونا ہی تھا۔" وہ مدھم سی آواز میں بولی تھی۔

ریاض نے سر اٹھا کر اسے دیکھا تو وہ نرمی سے مسکراتے ہوئے اسی کو دیکھ رہی تھی۔

"میرا انتظار تھا تو پکار لینا تھا مجھے۔۔

دراصل مجھے صبح صبح آفس سے کال آ گئی تھی۔ سوچا کام نمٹا آؤں بٹ سوری لیٹ ہو گیا۔۔"

وہ نرمی سے بولتے ہوئے اس کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

"آپ کو اب بھی اپنے آفس کی پڑی ہے۔ ہمیں چھوڑ کر چلے گئے وہاں۔۔" ایقان نے اس کے آفس جانے کا سن کر خفگی سے اسے دیکھا۔

ریاض اس کے شکوے پر ہنس کر اسے دیکھنے لگا۔

"بہت ناشکری ہو تم۔۔اپنے بھائی کا ایونٹ چھوڑ کر تمہارے پاس بیٹھا ہوں میں۔۔

اور تم یہاں مجھ سے گلے شکوے کر رہی ہو۔۔"

وہ اس کا ہاتھ تھام کر مسکراہٹ دبائے بول رہا تھا۔

"خان صاحب۔۔آپ کو آج حویلی میں ہونا چاہئیے تھا۔ میرے پاس مورے گل اور مورے رکی ہوئی تھیں ناں۔۔

آپ نے ان کو زبردستی بھیج دیا اور خود رک گئے۔"

وہ پریشانی سے اسے سمجھانے لگی۔

"تم سے ضروری کچھ نہیں ہے یار۔۔ریلیکس رہو۔۔"

ریاض نے اس کے بال نرمی سے سمیٹتے ہوئے محبت سے کہا تو وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

"پھر بھی خان صاحب۔۔اور اد لالا کو برا لگا ہو گا۔۔

کچھ دیر کے لیے تو جانا چاہئیے تھا۔"

ایقان کو اپنا آپ برا لگ رہا تھا۔اس کی فکر بھری سوچ پر ریاض کو بے ساختہ اس پر پیار آیا۔۔

وہ عقیدت سے اس کے چہرے پر جھکتا اس کی پیشانی پر لب رکھ گیا۔

"پریشان مت ہو ایقان۔۔ مجھے خود اورادنے بھی کہا ہے کہ میں تمہارے پاس رکوں۔۔

وہ ایسی چھوٹی باتوں پر برا نہیں مناتا۔اسے پتا ہے بیوی کتنی پیاری ہوتی ہے، بہت رن مرید ہے میرا بھائی۔۔" وہ آنکھ مار کر شرارت سے بولا تھا۔

ایقان اس کی بات پر بے ساختہ ہنس پڑی۔

"وہ رن مرید نہیں کیئرنگ ہیں۔۔اور یہ سب انہوں نے آپ کے یا میرے لیے نہیں کیا، اپنے بھتیجے کے لیے کیا ہے۔"

ایقان نے مسکراتی نظروں سے اپنے بیٹے کو دیکھا۔

"بھائی کی اتنی طرف داری۔۔ تمہیں کیسے پتا چلی یہ بات۔۔ہاسپٹل میں پڑی خواب دیکھ رہی ہو کیا۔۔"

رباض نے ابرو چڑھا کر اسے دیکھا۔

"صبح حمالہ کی کال آئی تھی۔۔ وہ بتا رہی تھی جب سے اورادلالا کو اپنے بھتیجے کے پیدا ہونے کا پتا چلا ہے وہ ایک ہی بات کر رہے ہیں۔۔

کہ آپ کو بس پورا وقت اپنے بیٹے کو دینا چاہیئے۔۔

ورنہ باپ کی نظر اندازی سے بچوں میں ساری عمر ایک خلا رہ جاتا ہے۔"

ایقان نے حمالہ کی بات اس کے سامنے دوہرائی۔

"کچھ معاملوں میں دونوں چھوٹے کچھ زیادہ ہی حساس ہیں۔۔ تم ان کو چھوڑو اور یہ بات یاد رکھو کہ جب بیویاں دوسروں کی طرف داری کرتی ہیں تو ان کے شوہر ان سے دور ہو جاتے ہیں۔۔

کچھ اچھا بھی سیکھ لیا کرو بیوی۔۔"

رباض بات اپنی طرف موڑ چکا تھا۔اس کی چالاکی پر ایقان نے ہنسی دبا کر آنکھیں گھمائیں۔

ابھی وہ کچھ کہتی کہ ان کا بیٹا کسمسا کر دونوں کو متوجہ کر گیا۔رباض نے اسے تھپک کر سلانا چاہا مگر وہ تھوڑا کسمسا کر ان دونوں کے سنبھلنے سے بھی پہلے پورا منہ کھول کر رونا شروع ہو گیا۔

ایقان نے بوکھلا کر تیزی سے اٹھنا چاہا مگر وجود میں اٹھتی ٹیسوں پر کراہ کر واپس لیٹ گئی۔

رباض چیخ چیخ کر روتے بیٹے کو اٹھا کر سینے سے لگاتے ہوئے اسے تھپکنے لگا اور فکر مندی سے ایقان کو دیکھا جو چہرے پر تکلیف کے تاثرات لیے پڑی تھی۔

"تم ٹھیک ہو ایقان۔۔؟" رباض نے بیٹے کے چپ ہوتے ہی ایقان کا رخسار تھپتھپا کر اس سے پوچھا۔

"جی ٹھیک ہوں۔۔" وہ نرمی سے بولتی رباض کو دیکھنے لگی۔

جو بیٹے کو سینے سے لگائے اس کے بال سہلا رہا تھا۔

اسے دونوں کی فکر تھی، وہ رشتوں میں ناانصافی نہیں کرتا تھا۔ایقان نے اسے ہمیشہ ہر رشتے کے لیے مخلص دیکھا تھا۔

"آپ جانتے ہیں۔۔ میں کچھ وقت سے۔۔ سوچتی تھی کہ آپ۔۔ اولاد ہو جانے پر مجھے۔۔ ویسی محبت نہیں دیں گے۔۔ پہلے جیسا نہیں چاہیں گے۔۔ مگر میں غلط تھی۔"

وہ اپنا خوف بتاتے ہوئے درد میں بھی مسکرا دی۔

رباض نے ٹھٹک کر اسے دیکھا۔ وہ یہ کیا سوچتی تھی؟

"ایقان تم تو پاگل ہو۔۔ ایک بار جس کی محبت دل میں بس جائے، اس کی جگہ کسی کو دینا آسان نہیں ہوتا۔۔

تمہاری جو جگہ اور مقام ہے، وہ رہے گا۔ میرے بچوں کی اپنی جگہ ہے۔ جب بات فیملی کی ہو تو محبت سب سے ہوتی ہے اور برابر ہوتی ہے۔۔"

رباض نے اپنائیت سے بولتے ہوئے سینے سے لگے اپنے بیٹے کو اپنے سامنے کیا تو وہ باپ کو دیکھ کر قلقاریاں مارنے لگا۔ رباض نے ہنس کر اس کے پھولے پھولے گال چومنے لگا۔

ایقان محبت سے دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ وہ کہتی تھی وہ خود پر گزری قیامتیں کبھی بھول نہیں پائے گی مگر رباض کی محبت اور توجہ نے اسے سب بھلا دیا تھا۔

اس کی زندگی مکمل ہو گئی تھی، اس کا تعلق اپنی پریشانیوں سے ختم ہو چکا تھا۔ اسے یہی امید تھی۔

اور اسے یقین تھا خان رباض اس کی امید کبھی ختم نہیں ہونے دے گا۔۔

اس کا یقین غلط بھی نہیں تھا۔

oooooooooooo

اورادزنان خانے میں پہنچا تو خانی بیگم نے اسے پکار کر اپنے پاس بیٹھنے کا کہا۔پریہان اور گل جان بھی وہیں بیٹھی مسکرا رہی تھیں۔

اس نے ایک بے چین نظر اپنے کمرے کے دروازے پر ڈالی اور ان کے پاس جا کر رک گیا۔

"کیا ہوا اورادِ، بیٹھ جاؤ۔۔ جلدی میں لگ رہے ہو۔۔"

پریہان نے اسے بیٹھنے کا کہا تو وہ نفی میں سر ہلا گیا۔

"مجھے حمالہ کو شہر لے جانا ہے۔آپ بات کر لیں، میں واقعی جلدی میں ہوں۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"کیوں لے جانا ہے؟ابھی تم اسے کہیں نہیں لے جا سکتے، بلکہ تمہیں بھی کچھ ماہ یہیں رکنا چاہیئے۔۔"

خانی بیگم نے بے ساختہ سے اسے ٹوکا تھا۔

"مورے پلیز۔۔۔ میں جانتا ہوں اب مجھے رکنا ہے۔۔

میں رک جاؤں گا مگر حمالہ کو شاپنگ کے لیے جانا ہے اور آج میں اسے ضرور لے جاؤں گا۔۔"

وہ بھی اٹل لہجے میں اپنا فیصلہ سنا رہا تھا۔

"اورادان کی بات تو سن لو۔۔ تم حمالہ کو خوش کرنے کے چکر میں جذباتی ہی ہو جاتے ہو۔۔"

پریہان نے مسکراہٹ دبا کر اسے سمجھانے کی کوشش کی۔اورادنے گہرا سانس بھر کر سر ہلایا۔

"میں اس معاملے میں بے بس ہوں۔۔

یہ جو دل ہے ناں اپنی محبت کو مسکراتا دیکھے بغیر دھڑکتا ہی نہیں ہے۔جذباتی کون ہوا ہے۔۔

میں تو شرمندہ ہوں اس سے کیا وعدہ ایک بار بھی پورا نہیں کر پایا مگر آج ایسا نہیں ہو گا۔"

وہ سب کے درمیان صاف گوئی سے بولا تھا۔وہ تینوں اسے دیکھ کر رہ گئی تھیں۔وہ کتنا بولڈ تھا۔

نا جھجک نا شرم۔۔سب کے درمیان سکون سے حمالہ کے لیے اپنی محبت ظاہر کر رہا تھا۔

"ارے لڑکے ہم سب سمجھتے ہیں، ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن تمہاری بیوی کو اب احتیاط کرنا ہو گی کیونکہ اس کے ہاں خیر سے خوشخبری ہے۔

تم باپ بننے والے ہو اور یقیناً تم نہیں چاہو گے تمہاری بیوی کو کوئی تکلیف ہو۔۔"

خانی بیگم نے مسکراہٹ دبا کر اسے جتایا تو وہ بے نیازی سے سر جھٹک کر اپنے کمرے کی جانب قدم بڑھا گیا مگر پھر اچانک رک گیا۔

"کیا کہا آپ نے؟آپ کا مطلب حمالہ۔۔ابھی آپ نے کیا کہا۔۔" وہ آنکھیں پھیلا کر حیرت سے سوال کر رہا تھا۔

پریہان اس کی حیرت پر ہنسنے لگیں۔۔

"باپ بننے والے ہو تم۔۔اب حمالہ کا بہت خیال رکھنا۔"

گل جان نے نرمی سے مسکرا کر اسے بتایا۔

"شیور۔۔ ضرور کروں گا خیال۔۔۔" وہ مسکرا کر بولتا وہاں سے چلا گیا۔ اپنے کمرے میں

داخل ہوا تو وہاں کا ماحول دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

اسے لگا تھا حمالہ خوش ہو گی، مسکرا رہی ہو گی، اسے شرماتی ہوئی ملے گی۔۔

مگر وہ بستر پر اوندھے منہ لیٹی سسکیاں بھر رہی تھی۔ اور ادا اپنی خوشی بھلائے حواس باختہ سا اس کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔

"حمالہ۔۔ کیا ہوا میری جان۔۔ رو کیوں رہی ہو۔۔"

وہ نرمی سے بولتا اس کا سر سہلانے لگا۔ اس کے لمس اور نرم آواز پر وہ جھٹکے سے سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔ گرے آنکھیں بری طرح بھیگ رہی تھیں۔

"آپ کو آج بھی بھول گیا مجھے شاپنگ پر جانا تھا۔۔

اب آئے ہیں جب دن ڈھل رہا ہے۔ اب سب منع کریں گے اور آپ بھی رک جائیں گے۔

حمالہ کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔۔"

وہ خفگی سے بولتی پھر سے اپنے بازوؤں میں چہرہ چھپا گئی تھی۔ اور ادا نے لب دانتوں تلے دبا کر اسے دیکھا اور اس کی کلائی تھام کر نرمی سے اسے سیدھا کیا۔ وہ چہرہ سامنے ہوتے ہی اسے

گھورنے لگی۔

"مجھے دن ڈھلنے یا شام ہونے سے کبھی فرق نہیں پڑا حمالہ۔۔اور تم جانتی میں کسی کے روکنے پر کبھی نہیں رکتا۔۔

ہاں آج مجھے روکنے کی وجہ کچھ اور تھی، یا تم اس وجہ سے ناواقف ہو یا پھر نظرانداز کر رہی ہو۔۔"

اس کے بال سمیٹتا وہ جذبوں سے بھری نظریں اس کے دودھیا مومی چہرے پر جمائے بیٹھا تھا۔

"وہ وجہ۔۔ہاں تو وہی ناں۔۔یہ کیسی خوشی ہوئی جس کی وجہ سے حویلی سے نکلنے پر پابندی لگے۔۔"

یہ بات کرتے ہوئے اس کا چہرہ شرم سے سرخ ہوا تھا۔اوراد نے مسکراہٹ دبا کر اسے گہری نظروں سے دیکھا تو وہ اس کی مسکراہٹ پر بھڑک گئی۔

"خانی مورے اور پریہان آنی کہتی ہیں کہ ابھی مجھے سفر نہیں کرنا چاہیئے لیکن میرا شاپنگ کرنا ضروری ہے۔۔گلالئی کی شادی سر پر آن پہنچی ہے۔

اور پہلے ہی میں آپ کی وجہ سے لیٹ ہو چکی ہوں۔"

وہ اس سے لڑتی مسلسل بولتی چلی جا رہی تھی۔

اوراد خاموشی سے اسے سنتا رہا اور جب وہ تھک کر خاموش ہوئی تو اسے اپنی طرف کھینچ کر سینے سے لگا گیا۔

"تمہیں لیٹ کر دینے کے لیے سوری۔۔تمہاری شاپنگ میں ضرور کرواؤں گا لیکن ابھی احتیاط ضروری ہے۔۔"

وہ اسے سینے سے لگائے نرمی سے اس کا سر سہلا رہا تھا۔ حمالہ اس کا کرتا مٹھیوں میں بھینچے اس کے کندھے پر سر رکھتی ناراض سی سن رہی تھی۔

"آپ بہت خوش ہیں ناں۔۔" اس نے آنکھیں موند کر مدھم لہجے میں سوال کیا۔ اس کے سوال پر وہ بے ساختہ اسے خود میں بھینچتا اس کے بالوں کو لبوں سے چھونے لگا۔

"بہت خوش ہوں۔۔ اتنی بڑی خوشی۔۔ آج کا دن شاید میرا لکی ڈے ہے۔ آج مجھے بابا نے اس قابل سمجھا کہ اپنی جگہ دی اور سب سے ملوایا۔۔

آج کے دن مجھے پیارا سا بھتیجا ملا۔۔

اور آج ہی میری زندگی سے ایک اور زندگی جڑنے جا رہی ہے۔۔ میں اپنی خوشی بیان نہیں کر پا رہا۔۔"

وہ محبت سے لبریز لہجے میں بول رہا تھا۔

"اور میری شاپنگ؟ آپ کو میری پرواہ نہیں ہے۔"

اس کا شکوہ اب بھی اپنی جگہ موجود تھا۔ اوراد نے اسے اپنے سامنے کرتے ہوئے اس کا چہرہ دیکھا۔

"تمہیں یہ گلہ ہے اور مجھے لگتا ہے مجھے تم سے زیادہ کسی کی پرواہ کبھی نہیں ہوئی۔۔

میں ہمیشہ سب سے الگ تھلگ رہتا تھا لیکن تم میرا وہ جنون ہو جس کے لیے میں نے حویلی کے معاملات میں دخل اندازیاں کیں۔۔

پہلی بار علاقے کے لوگوں سے الجھا ہوں۔۔

اتنے دشمن بنا بیٹھا ہوں کہ آج سرداری ملنے پر آدھے دوست اور آدھے دشمن کھڑے تھے۔۔

تم نے مجھے جنونی کر دیا ہے حمالہ۔۔

میری لاپروائی کہیں دور جا سوئی ہے، میری بے نیازی اور غرور کو زنگ لگ گیا ہے۔۔

تمہیں سوچتا ہوں تو اور کچھ یاد ہی نہیں رہتا۔۔"

وہ اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھر کر شدت بھرے لہجے میں بول رہا تھا۔

گہری نیلگوں آنکھیں حمالہ کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔ وہ بڑی بڑی آنکھیں پھیلائے اسے دیکھ رہی تھی۔

ایسا لگ رہا تھا آج کے بعد اس کی محبت پر شک نہیں کرے گی حالانکہ وہ جانتا تھا ابھی اس کے الفاظ کے اثر سے نکلتے ہی وہ اپنا رونا روئے گی۔

وہ گرمجوشی سے اس کے نم مومی رخساروں پر لمس بکھیرنے لگا۔ وہ اور اس کی محبت۔۔ اس کے الفاظ اور اس کے جان لیوا انداز۔۔ کشش سے بھرپور تھے۔

وہ اس کے لبوں پر ہاتھ رکھ کر اسے دور کرتی شرم سے سرخ چہرہ لیے نظر جھکا گئی۔ اوراد ہنس کر اس کی ناک دبا گیا۔

"میری شاپنگ کیسے ہو گی؟" کچھ توقف کے بعد وہ پھر سے روہانسے لہجے میں بولی۔ اوراد کو اس کی معصوم صورت پر چالاکی دیکھ کر ہنسی آئی۔

وہ اس کا دل دھڑکا دیتی تھی۔۔ بار بار۔۔ مسلسل۔۔

محبت میں مبتلا کر دیتی تھی۔ جنون میں مبتلا کر رہی تھی۔ وہ پاگل ہو رہا تھا۔

"الہام کو بھی ابھی جانا تھا۔ وہ ہوتا تو مجھے لے بھی جاتا۔" وہ اس کی خاموشی پر آنکھیں جھپکتی سنوار رہی تھی۔ اورادنے اس کی ٹھوڑی تھام کر چہرہ اوپر کرتے ہوئے نرمی سے اس کی سرخ ہوتی ناک کو چھوا۔

"میں کروادوں گا شاپنگ۔۔ وہ میرا مسئلہ ہے جیسے بھی کرواؤں۔۔ اب گلے شکوے مت کرو۔۔

میں تمہیں محسوس کرنا چاہتا ہوں، میں اس احساس کو محسوس کرنا چاہتا ہوں کہ میں باپ بننے والا ہوں۔ تم نے میرے ادھورے پن کو مکمل کیا ہے۔"

وہ اسے اپنے حصار میں لیتا اس کے بکھرے بالوں میں چہرہ چھپا کر سرگوشی میں بولا۔

حمالہ آنکھیں میچتی لب سی گئی۔ اسے اپنی خریداری سے مطلب تھا۔ وہ ہو جائے تو باقی سب خیر تھی۔

اسے اورادکی محبت پر شک نہیں تھا۔ وہ جانتی تھی وہ اس سے بے پناہ محبت کرتا ہے۔۔

وہ بس اسے بلیک میل کرنے کے لیے جذباتی ڈرامے کرتی تھی اور اس کے ڈراموں سے اورادبخوبی واقف تھا۔۔

ان کا تعلق ہی ایسا تھا۔ وہ سچ جان کر بھی نظرانداز کر دیتے تھے۔ وہ اسی میں خوش تھے۔

حویلی میں غم کے بادل اور پریشانیاں آہستہ آہستہ ختم ہونے لگی تھیں۔ اب یقیناً خوشیوں کی باری تھی اور آغاز تو ہو ہی چکا تھا۔

ابراہیم اپنے گھر میں خوش رہ رہا تھا، وہ حویلی آتا تھا، سب سے ملتا تھا اور لوٹ جاتا تھا۔ حمینہ اب بدل گئی تھی۔ اس کی محبت نے اسے بااعتماد کر دیا تھا۔

خان رباض بیٹا پا کر ہواؤں میں اڑ رہا تھا۔ اس کے لیے یہ فرق کرنا مشکل ہو گیا کہ وہ اپنے بیٹے سے زیادہ محبت کرتا ہے یا ایقان سے۔۔ مگر سچ تو یہ تھا کہ ان دونوں کا مقام برابر تھا۔۔

الہام کچھ ماہ پہلے احواد کو لے کر واپس فارن جا چکا تھا، وہ دلجمعی سے اپنی سپیشلائزیشن کر رہا تھا مگر گھر لوٹنے پر ہلکی پھلکی ڈریسنگ کر کے بالوں کا ڈھیلا سا جوڑا بنا کر کچن میں لگی احواد کو دیکھ کر اس کی تھکن اور بے زاری اڑن چھو ہو جاتی تھی۔

NOVEL IN URDU

کیف سے لمبے لمبے فرمائشی پروگرام چلانے والی علیہا ماں بننے کی خوش خبری کے بعد سے مزید پھیل گئی تھی۔ بظاہر اس کے نخروں سے تنگ ہوتا کیف دل میں اس کے روپ پر سو بار صدقے جاتا تھا۔

ایاد خان اور اسوان کے درمیان آج بھی ویسا ہی تعلق تھا۔ایاد سے اپنی چیزیں چھپا چھپا کر رکھنے والی اسوان اب بھی ایاد خان کے ہر پرسنل لاکر اور چیزوں پر حق جماتی تھی اور وہ اس کی حرکتوں پر ہنسنے کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

ریما سے لڑتی جھگڑتی گلالئی اپنی شادی میں نہایت بے شرمی سے سارے ارمان پورے کر رہی تھی۔اس کی چلتی زبان سے تنگ آکر ریما سر پکڑ بیٹھتی تھیں مگر ادب خان کے بقول گلالئی کی زبان کے آگے خندق تھی اور اسے چپ کروانا مشکل نہیں ناممکن کام تھا۔

ہاں مگر میثم کو قابو کرنا گلالئی کے لیے فی الحال مشکل ہو رہا تھا کیونکہ وہ اس کی کالز کو نہایت مزے سے ان سنا کر دیتا تھا۔

اوراد خانزادہ کی زندگی قدرے مشکل اور مصروف ہو گئی تھی۔ علاقے کے معاملات اور جرگہ کی زمہ داری کے علاوہ حویلی میں حمالہ کو سنبھالنا سب سے بڑا کام تھا۔

اس کے نخرے دن بہ دن بڑھتے جا رہے تھے اور اگر کہیں اوراد سمجھانے کی کوشش کرتا تو اس کا ایک ہی شکوہ ہوتا تھا کہ وہ اس کی پرواہ نہیں کرتا۔۔

اوراد اس کو سب کے درمیان ڈیفینڈ کرتا رہتا تھا اور اکیلے میں اسے حمالہ کی کسی بات پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔

ہر انسان کی محبت کا الگ روپ ہوتا ہے۔ ہر روپ پیارا ہوتا ہے۔ ہر رنگ انوکھا ہوتا ہے۔ رشتوں میں اصل ضروری چیز توازن ہے، توازن ہو تو پھر چاہے مان، محبت اور ضد نخرہ حد سے بڑھ جائے۔۔

سب برداشت کے قابل ہوتا ہے۔ محبت سکون ہوتی ہے اگر سب رشتوں سے برابر کی جائے۔۔

محبت اطمینان ہوتی ہے اگر اصل حقدار سے کی جائے۔

محبت کبھی کبھی مشکل جذبہ بھی بن جاتی ہے اگر اس میں جنون شامل ہو۔۔ اگر وہ عشق کا روپ ہو۔۔

اور اگر کسی ایک انسان سے، خود سے بڑھ کر، حد سے زیادہ محبت کی جائے۔۔ وہ محبت عشق بن جاتی ہے۔

اور خان حویلی نے جیسے قسم کھائی تھی، محبت کریں گے تو ایسی کہ عشق لگے۔۔

اور عشق بھی جنونی سا۔۔ مکمل اور پر اثر سا۔۔۔

اور یہ محبت شاید ہر انسان کو ایک بار ضرور ملتی ہے۔ کوئی پہچان لیتا ہے اور کوئی پہچاننے سے قاصر ہو کر گنوا دیتا ہے۔

جو پا لیتا ہے وہ جی جاتا ہے۔

جو گنوا دے اس کی عمر پچھتاوے میں تمام ہو جاتی ہے۔

بالکل ویسے جیسے خٹک حویلی کے اندھیرے کمرے میں ایک ٹانگ سے معذور ماحد خان نے زندگی میں آنے کے بعد بھی اپنی محبت گنوا دی تھی۔۔

اور کچھ لوگ ساری زندگی محبت، سکون اور اپنائیت سے نظر موڑے جلتے کڑھتے رہتے ہیں۔

بالکل ویسے جیسے اوراد خانزادہ کے سردار بننے کی خبر سن کر اپنی حویلی کے پائیں باغ میں غصے سے چیختا حاذق خان تھا۔۔

جو خوشی سے محروم تھا، محروم ہی رہنے والا تھا۔

اور کچھ لوگ عمر ضائع کرنے کے بعد سبق سیکھ ہی لیتے ہیں، اپنی ناکامی کا اعتراف کر ہی لیتے ہیں۔

بالکل ویسے جیسے اپنے ڈیرے پر گم صم بیٹھے ہاشم خان کے وجود پر شکست کا رنگ پھیلا رہتا تھا۔

محبت صرف ان کو ملتی ہے جن کے دل خالص ہوتے ہیں۔ جن کا دل حسد، غرور اور نفرت سے پاک ہوتا ہے۔

کیونکہ محبت کا وجود ایسے جذبات کے ساتھ بالکل پروان نہیں چڑھ سکتا۔

محبت کے لیے۔۔ خالص پن ضروری ہے۔۔

محبت کے لیے۔۔ جھک جانا ضروری ہے۔۔

oooooooooooo

ختم شد۔۔۔۔۔

نوٹ: ناول کا اختتام ہو گیا ہے۔ جن لوگوں کو پسند آیا ان کا بہت شکریہ۔۔

شاید اس بار میں اچھے سے نہیں لکھ پائی۔

ناول پڑھ کر اپنی رائے کا اظہار ضرور کریں اور دوستوں کو بھی بتائیں۔

ناول چوری کرنے سے پرہیز کیا جائے اور مزید اچھے ناول پڑھنے کے لیے ہمارا یوٹیوب چینل

یمن ایوا ناولز ضرور سبسکرائب کریں۔

شکریہ

oooooooooooo

ختم شد۔۔۔۔۔

NOVEL IN URDU